شہدا صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کرام کے مستند تحقیقی و تاریخی واقعات شہادت و تذکرہ

تذکرہ
شہدا صحابہ کرام
رضوان اللہ علیہم اجمعین

مؤلفہ
آمنہ لیاقت رضوی

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

Marfat.com

شہدا صحابہ کرام اور فقہاء تابعین کرام کے مستند
تحقیقی و تاریخی واقعات شہادت و تذکرہ

تذکرہ شہدا صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین

مؤلفہ
آمنہ لیاقت رضوی

شبیر برادرز ® زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

Marfat.com

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

297.9922
6897
۱۴۲۶۲۲

ھو القادر

جمیع حقوق الطبع محفوظ للناشر
All rights are reserved
جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب ——— تذکرہ شہدا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین
مؤلفہ ——— آمنہ لیاقت رضوی
با اہتمام ——— ملک شبیر حسین
سن اشاعت ——— فروری 2016ء
طباعت ——— اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
قیمت ——— =/700 روپے

شبیر برادرز
زبیدہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

Marfat.com

انتساب

میں اپنی کتاب کو حضرت پیر سید ولی محمد شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی خدمت میں پیش کرتی ہوں کیونکہ انہی کی دعاؤں کے سبب مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق بخشی ہے۔

اس دنیا میں یقیناً اللہ تعالیٰ کے ولی لوگوں کے لئے بہت بڑی نعمت ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ۔ (الانبیاء،۱۰۵) اس زمین کے وارث صرف میرے نیک بندے ہیں۔ اور حکم الٰہی برحق ہے کیونکہ زمین کا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ لہٰذا اس کے مجازی مالک وہی ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے ہوں گے۔ اور ان اطاعت شعار بندوں میں کامل ترین بندے اولیائے کرام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرام کے بعد جو شان علو بخشی ہے وہ صحابہ کرام و اہل بیت صحابہ کرام اور ائمہ تابعین و متبوعین اور ان کے وسیلہ جزیلہ کے سبب اولیائے کرام کو شان ملی ہے۔

اور میں دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر اور میرے والدین، بہن، بھائیوں اور تمام مسلمانوں پر اپنی رحمت کا سایہ قائم رکھے اور ہمیں اولیائے کرام کی محبت و عقیدت نصیب فرمائے۔ آمین

آمنہ لیاقت رضوی

چک سلامت تحصیل وضلع بہاولنگر

Marfat.com

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے امت مسلمہ میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمانوں کو مقام شہادت پر فائز ہونے کا شرف بخشا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج ساڑھے چودہ سو سال سے زائد مدت گزرنے کے باوجود مسلمانوں میں بہت سارے لوگ ہیں جو شہادت جیسی موت کی تمنا رکھنے والے ہیں اور کئی خوش نصیبوں کو ایسی موت نصیب ہو جاتی ہے۔ جس کے سبب وہ مقام شہادت حاصل کر لیتے ہیں۔ پوری تاریخ اسلام میں صحابہ کرام اور اہل بیت ائمہ اطہار کی شہادتیں ایسی لازوال مثالیں ہیں جن کی روشنی قیام قیامت تک اہل دنیا میں امت مسلمہ کے شرف کو منور کیے ہوئے ہے۔ ان شہداء کا تذکرہ کرنا ان کے احوال اور واقعات کو پڑھنا ہمارے لئے عبادت اور باعث سعادت ہے۔ کیونکہ ''ذکر الصالحین عبادۃ'' نیک لوگوں کا ذکر کرنا عبادت ہے۔ زیر نظر کتاب اسی مقصد کے لئے مرتب کی گئی ہے۔ تاکہ صحابہ کرام اور خاص طور پر وہ صحابہ کرام جو مقام صحابیت کے ساتھ ساتھ مقام شہادت پر بھی فائز ہوئے ہیں۔ ان کے احوال کو ذکر کیا جائے۔

آج ہمارے معاشرے میں اس چیز کی کثرت سے ضرورت ہے کہ ہم اپنی قوم کو بتائیں کہ ہمارے اسلاف اسلام کے ساتھ کس قدر مخلص تھے اور دین اسلام کی خاطر انہوں نے کس قدر قربانیاں دی تھیں۔ اور اسی طرح ہمیں ان کے کردار و پاکیزہ سیرت کو بھی پڑھنا اور سمجھنا چاہئے کہ ان کے اعلیٰ اخلاق کے سبب لوگوں نے دین اسلام کو قبول کیا۔ اور ان کے جذبہ اسلام کے سبب زمین پر نظام اسلام پھیلا اور ان کے عدل و انصاف کے سبب دنیا کو حکومت کرنے کی رہنمائی نصیب ہوئی۔ سیاسی نظام حیات اور حکمرانی کے ایسے اصول ان کی سیرت و کردار سے مترشح ہوئے ہیں۔ کہ آج نہ صرف مسلم ممالک بلکہ غیر مسلم ممالک بھی انہی اصولوں کو اپنا رہنما سمجھتے ہیں۔

ان کے تقویٰ کی مثالیں اور حقوق العباد کے واقعات کو پڑھیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار نظر آتے ہیں۔ دوسروں کے لئے ایثار کی مثالیں اتنی خوبصورت کہ اہل دنیا ان کے کردار پر رشک کریں۔

ان کے علم اور اجتہاد کی مثالوں میں دلائل اس طرح نظر آتے ہیں کہ بحر بے کنار تھے۔ اور ایسے سمندر کی محض چھوٹی چھوٹی لہریں جب علماء سمجھتے ہیں تو ان کی عقلیں حیران و دنگ رہ جاتی ہیں۔ کہ اتنی علمی شان کے مالک لوگوں کا گزر بھی اس دنیا سے ہوا ہے دنیا پر وہ وقت کتنا خوش نصیب ہوگا کہ جس کو اس قدر پاکیزہ اوصاف علماء، فقہاء اور مجتہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت نصیب ہوئی ہے۔ آخر میں یقیناً اور اعتماداً کہتے ہیں کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کا راستہ صراط مستقیم ہے۔ اللہ ہمیں اس پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین

Marfat.com

ترتیب

انتساب ۔۔۔۔۔ ۳
ابتدائیہ ۔۔۔۔۔ ۴
مقدمہ ۔۔۔۔۔ ۳۷
شہید کے معنی و مفہوم کا بیان ۔۔۔۔۔ ۳۷
افضل شہادت کا بیان ۔۔۔۔۔ ۳۷
جذبہ جہاد اور حصول شہادت کا بیان ۔۔۔۔۔ ۳۸
شہداء زندہ ہیں ۔۔۔۔۔ ۴۰
حیات شہداء سے متعلق علماء کے اقوال ۔۔۔۔۔ ۴۱
شہداء کی جسمانی زندگی کا مطلب ۔۔۔۔۔ ۴۲
جنت سے نکل کر دوبارہ شہید ہونے کی تمنا کا بیان ۔۔۔۔۔ ۴۵
شہید کے گناہوں کے کفارہ کا بیان ۔۔۔۔۔ ۴۵
فرشتوں کے پروں کا سائے کا بیان ۔۔۔۔۔ ۴۶
شہید کے لئے جنت میں داخل ہونے کا بیان ۔۔۔۔۔ ۴۶
شہداء کی ارواح کا سبز پرندوں میں ہونے کا بیان ۔۔۔۔۔ ۴۸
قبر کے فتنے اور قیامت کے دن کی بے ہوشی سے نجات ۔۔۔۔۔ ۴۸
شہید کا اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کرنے کا بیان ۵۰
شہداء کا قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے نجات ۔۔۔۔۔ ۵۰
خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی بخشش اور جنت کا مقام آنکھوں کے سامنے ہونے کا بیان ۔۔۔۔۔ ۵۰
خون خشک ہونے سے پہلے حورعین کی زیارت ۔۔۔۔۔ ۵۱
چیونٹی کے کاٹنے جیسا درد اور سکرات الموت سے حفاظت ۔۔۔۔۔ ۵۲
عام موت اور شہید کی موت کا درد ۔۔۔۔۔ ۵۲
شہداء پر فرشتوں کا داخلہ اور سلام کا بیان ۔۔۔۔۔ ۵۳
اللہ کی ایسی رضا اور خوشنودی جس کے بعد ناراضگی نہیں ہوگی ۵۳
شہادت کی قبولیت کا بیان ۔۔۔۔۔ ۵۴
شہید کی فضیلت کا بیان ۔۔۔۔۔ ۵۵
حورعین سے شادی ۔۔۔۔۔ ۵۶
تذکرہ شہدائے اسلام ۔۔۔۔۔ ۵۷
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت ۔۔۔۔۔ ۵۷
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت ۔۔۔۔۔ ۵۷
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کرامات ۔۔۔۔۔ ۶۰
ہاتھ میں کینسر ۔۔۔۔۔ ۶۰
گستاخی کی سزا ۔۔۔۔۔ ۶۰
خواب میں پانی پی کر سیراب ۔۔۔۔۔ ۶۱
اپنے مدفن کی خبر ۔۔۔۔۔ ۶۲
ضروری انتباہ ۔۔۔۔۔ ۶۲
شہادت کے بعد غیبی آواز ۔۔۔۔۔ ۶۳
مدفن میں فرشتوں کا ہجوم ۔۔۔۔۔ ۶۳
گستاخ درندہ کے منہ میں ۔۔۔۔۔ ۶۴
حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ۔۔۔۔۔ ۶۴
حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت ۔۔۔۔۔ ۶۷
حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے بچوں کی شہادت ۔۔۔۔۔ ۶۸
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ۔۔۔۔۔ ۶۸
عمر بن سعد کی آمد ۔۔۔۔۔ ۶۹
کربلا مقام کرب وبلا ۔۔۔۔۔ ۷۱
مشیت ایزدی کی کارگزاریاں ۔۔۔۔۔ ۷۲
کربلا مقام موعودہ ۔۔۔۔۔ ۷۲
خواب میں نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور دعا ۔۔۔۔۔ ۷۲

Marfat.com

زیاد بدنہاد کا خط امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام ۷۳
ابن سعد کا لالچ ۷۳
لشکر ابن سعد کی آمد ۷۴
قافلہ حسینی پر پانی کی بندش ۷۴
جناب یزید ہمدانی اور ابن سعد کا مکالمہ ۷۴
مچھر کے خون سے متعلق استفسار پر اہل عراق کے متعلق ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے ۷۵
امام عالی مقام علیہ السلام کا لشکر ابن سعد سے خطاب ۷۵
ابن سعد کو امام رضی اللہ عنہ کا مراسلہ ۷۵
ابن زیاد کی ابن سعد کو تہدید ۷۶
لشکر ابن سعد صف آرا ہوتا ہے ۷۶
مشیت ایزدی ۷۶
اہل خیام کی پیاس ۷۶
آب دریا کی بجائے آب شمشیر ۷۶
کربلا آمد کی وجہ اہل کوفہ کے خطوط تھے ۷۷
برادر اکبر کی نصیحت یاد کر کے امام کا گریہ کرنا ۷۷
امام کی اپنے رفقا سے گفتگو ۷۷
رفقا کی جانب سے اظہار جان نثاری ۷۷
دشت کرب وبلا اور معرکہ حق وباطل ۷۷
خیمہ بستی کے گرد خندق کی کھدائی ۷۸
امام رضی اللہ عنہ کا لشکر یزید سے خطاب اور اتمام حجت ۷۸
ایک عبد الشیطان کی گستاخی اور امام کی دعائے ضرر سے اس کی ہلاکت ۷۹
رفقائے امام کا ان پر نثار ہونا ۷۹
لشکر ابن سعد کی گھبراہٹ اور بزدلی ۷۹
امام عالی مقام کی پکار ۸۰
حر بن یزید کی صدائے لبیک ۸۰
حر کی جاں سپاری اور شہادت ۸۱
ہزاروں کے مقابلہ میں اکیلا حسین علیہ السلام ۸۱
رجز امام عالی مقام ۸۲
دشمنان اہل بیت پر کپکپی طاری ہوگئی ۸۲
شمر بدپیکر کی کمینگی ۸۳
امام عالی مقام کی شہادت ۸۳
نماز اس طرح بھی ادا کی جاتی ہے ۸۳
میدان کربلا میں صحابہ کرام کی شہادت کا بیان ۸۳
حضرت مسلم بن کثیر یا اسلام بن کثیر الازردی رضی اللہ عنہ ۸۴
حضرت انس بن حارث رضی اللہ عنہ ۸۴
حضرت بکر بن حی رضی اللہ عنہ ۸۴
حضرت جابر بن عروہ غفاری رضی اللہ عنہ ۸۵
حضرت جنادہ بن کعب الانصاری رضی اللہ عنہ ۸۵
حضرت جندب بن حجیر الخولانی الکوفی رضی اللہ عنہ ۸۵
حبیب بن مظاہر الاسدی رضی اللہ عنہ ۸۵
حضرت زاہر بن عمرو الاسلمی رضی اللہ عنہ ۸۶
حضرت زیاد بن عریب ابو عمرو رضی اللہ عنہ ۸۶
حضرت سعد بن الحارث رضی اللہ عنہ ۸۶
حضرت شبیب بن عبد اللہ مولیٰ الحرث رضی اللہ عنہ ۸۷
حضرت شوذب بن عبد اللہ الھمدانی الشاکری رضی اللہ عنہ ۸۷
حضرت عبد الرحمٰن الارجی رضی اللہ عنہ ۸۷
حضرت عبد الرحمٰن بن عبد ربہ الخزرجی رضی اللہ عنہ ۸۷
حضرت عبد اللہ بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ ۸۸
حضرت عمرو بن ضبیعہ رضی اللہ عنہ ۸۸
حضرت عون بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ ۸۸
حضرت کنانہ بن عتیق رضی اللہ عنہ ۸۹
حضرت مجمع بن زیاد جھنی رضی اللہ عنہ ۸۹
مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ ۸۹
حضرت نعیم بن عجلان رضی اللہ عنہ ۹۰
حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے مختصر احوال کا بیان ۹۰
نام، نسب، خاندان ۹۰

Marfat.com

اسلام ۹۱
ہجرت ۹۱
مواخات ۹۲
غزوات ۹۲
غزوہ احد ۹۳
غزوہ خندق ۹۳
غزوہ خیبر ۹۳
فتح مکہ ۹۴
مختلف غزوات ۹۴
جنگ یرموک کا حیرت انگیز کارنامہ ۹۴
فسطاط کی فتح ۹۵
اسکندریہ کی تسخیر ۹۵
مفتوحہ ممالک کی تقسیم کا مطالبہ ۹۶
جنگ جمل اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی حق پسندی ۹۷
شہادت ۹۹
اخلاق وعادات ۹۹
خشیتِ الٰہی ۹۹
قلتِ روایت کا سبب ۱۰۰
مساوات پسندی ۱۰۰
استقلال ۱۰۰
امانت ۱۰۰
فیاضی ۱۰۱
ذریعہ معاش اور تمول ۱۰۱
حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت ۱۰۱
حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی ۱۰۱
حضرت قیظی بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ ۱۰۳
حضرت کعب بن زید انصاری رضی اللہ عنہ ۱۰۴
حضرت کعب بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ ۱۰۵
حضرت کعب بن عمیر غفاری رضی اللہ عنہ ۱۰۵
حضرت کلیب بن تمیم انصاری رضی اللہ عنہ ۱۰۵
حضرت قرہ بن ایاس شہید رضی اللہ عنہ ۱۰۶
حضرت قیس بن حارث انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۱۰۷
حضرت قثم بن عباس شہید رضی اللہ عنہ ۱۰۸
حضرت عمرو بن طفیل ازدی شہید رضی اللہ عنہ ۱۱۱
حضرت عمارہ بن حزم انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۱۱۲
حضرت عمرو بن اوس انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۱۱۳
حضرت عمرو بن قیس انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۱۱۴
حضرت عمیر بن اوس انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۱۱۵
حضرت عبیداللہ بن معمر تیمی قرشی شہید رضی اللہ عنہ ۱۱۵
حضرت عصمہ بن رباب انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۱۱۶
حضرت علی بن ابی العاص شہید رضی اللہ عنہ ۱۱۷
حضرت عبدالجبار بن حارث شہید رضی اللہ عنہ ۱۱۸
حضرت عبدالرحمٰن بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ ۱۱۸
حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی شہید رضی اللہ عنہ ۱۱۹
حضرت عبید بن تیہان انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۱۲۰
حضرت عبداللہ بن حنظلہ انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۱۲۱
حضرت عبداللہ بن امیہ مخزومی شہید رضی اللہ عنہ ۱۲۲
حضرت عبداللہ بن حارث سہمی شہید رضی اللہ عنہ ۱۲۳
حضرت صلہ بن اشیم عدوی شہید رضی اللہ عنہ ۱۲۴
حضرت سعید بن حریث مخزومی شہید رضی اللہ عنہ ۱۲۴
حضرت صفوان بن بیضاء فہری رضی اللہ عنہ ۱۲۶
حضرت عائذ بن ماعص انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۱۲۷
حضرت سعد بن جماز انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۱۲۷
حضرت سعد بن حارثہ انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۱۲۸
حضرت سعد بن عمارہ انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۱۲۸
حضرت سعد بن عمرو بن ثقف انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۱۲۸
حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عمرو انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۱۲۸
حضرت سعید بن حارث سہمی شہید رضی اللہ عنہ ۱۲۸

Marfat.com

حضرت سُلیم بن مِلحان انصاری شہید رضی اللہ عنہ	۱۲۹
حضرت سَلیط بن قیس انصاری شہید رضی اللہ عنہ	۱۳۰
حضرت سلمہ بن اسلم انصاری شہید رضی اللہ عنہ	۱۳۱
حضرت سلکان رضی اللہ عنہ بن سلامہ انصاری شہید رضی اللہ عنہ	۱۳۱
حضرت سعید بن سعید بن العاص اموی شہید رضی اللہ عنہ	۱۳۲
حضرت تمیم بن حارث سہمی شہید رضی اللہ عنہ	۱۳۳
حضرت حارث بن عبداللہ مازنی انصاری شہید رضی اللہ عنہ	۱۳۳
حضرت زہرہ بن جُویہ شہید رضی اللہ عنہ	۱۳۴
حضرت زید بن اسلم بلوی انصاری رضی اللہ عنہ	۱۳۵
حضرت زید بن ودیعہ انصاری رضی اللہ عنہ	۱۳۵
حضرت خلاد بن عمرو انصاری شہید رضی اللہ عنہ	۱۳۶
حضرت عُمارہ بن عقبہ شہید رضی اللہ عنہ	۱۳۶
حضرت رافع بن سہل انصاری شہید رضی اللہ عنہ	۱۳۶
حضرت رافع بن معلی شہید رضی اللہ عنہ	۱۳۷
حضرت زرعہ بن عامر اسلمی شہید رضی اللہ عنہ	۱۳۷
حضرت حُبیش الاشعر رضی اللہ عنہ	۱۳۷
حضرت حصین بن وحوح انصاری رضی اللہ عنہ	۱۳۸
حضرت حکم بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ	۱۳۹
حضرت حُممہ بن ابی حممہ دوسی رضی اللہ عنہ	۱۳۹
حضرت اقرع بن حابس شہید رضی اللہ عنہ	۱۴۰
مجلس مفاخرہ	۱۴۰
اسلام	۱۴۱
عہد خلفاء	۱۴۱
شہادت	۱۴۱
حضرت زید بن سعنہ شہید رضی اللہ عنہ	۱۴۱
غزوات	۱۴۲
وفات	۱۴۲
حضرت حکم بن کیسان شہید رضی اللہ عنہ	۱۴۲
گرفتاری	۱۴۳
اسلام	۱۴۳
شہادت	۱۴۳
سید الشہداء حضرت حمزہ شہید رضی اللہ عنہ	۱۴۳
اسلام	۱۴۳
مواخات	۱۴۴
ہجرت	۱۴۴
غزوات	۱۴۵
غزوہ بدر	۱۴۵
غزوہ بنی قینقاع	۱۴۵
غزوہ احد	۱۴۶
شہادت	۱۴۶
سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ	۱۴۶
سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ	۱۴۷
حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری رضی اللہ عنہ	۱۴۷
حضرت حرام بن ملحان شہید رضی اللہ عنہ	۱۴۸
اسلام	۱۴۸
غزوات اور وفات	۱۴۸
حضرت ابو عامر اشعری شہید رضی اللہ عنہ	۱۴۹
اسلام	۱۴۹
غزوات	۱۴۹
حضرت ابو قیس بن حارث شہید رضی اللہ عنہ	۱۵۰
اسلام و ہجرت	۱۵۰
غزوات	۱۵۱
شہادت	۱۵۲
حضرت ابودجانہ شہید رضی اللہ عنہ	۱۵۲
اسلام	۱۵۲
غزوات اور دیگر حالات	۱۵۲
شہادت	۱۵۳
حضرت ابو حذیفہ شہید رضی اللہ عنہ	۱۵۳

Marfat.com

اسلام ـــــ ۱۵۳
غزوات ـــــ ۱۵۳
شہادت ـــــ ۱۵۴
حضرت ابان بن سعید بن العاص شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۵۴
اسلام و ہجرت ـــــ ۱۵۴
غزوات ـــــ ۱۵۴
شہادت ـــــ ۱۵۵
حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۵۵
شہادت ـــــ ۱۵۵
حضرت حارث بن عمیر ازدی شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۵۵
سفارت اور شہادت ـــــ ۱۵۵
حضرت ابورفاعہ عدوی شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۵۶
اسلام ـــــ ۱۵۶
جہاد فی سبیل اللہ اور شہادت ـــــ ۱۵۶
حضرت ابوزید شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۵۶
حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۵۷
اسلام ـــــ ۱۵۷
ہجرت حبشہ ـــــ ۱۵۷
حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی دربارِ حبش میں اسلام پر تقریر ـــــ ۱۵۷
حبشہ سے مدینہ منورہ ـــــ ۱۵۸
غزوہ موتہ ـــــ ۱۵۹
شہادت ـــــ ۱۵۹
حضرت ربیعہ بن اکثم شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۵۹
حضرت رفاعہ بن وقش شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۰
حضرت رافع بن بدیل شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۰
حضرت زہیر بن عیاض شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۰
حضرت زہیر بن قیس شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۱
حضرت رباح مولیٰ بنی جحجبی شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۱
حضرت ربعی بن تمیم شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۱
حضرت ربیعہ بن ابی خرشہ شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۱
حضرت ربیعہ بن الفضل شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۲
حضرت رفاعہ بن عمرو بن نوفل شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۲
حضرت رفاعہ بن مسروح شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۲
حضرت رئاب بن حنیف شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۲
حضرت زُرارہ بن قیس شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۲
حضرت زُرعہ بن عامر شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۲
حضرت زہیر بن عجوہ شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۲
حضرت زیاد بن نعیم شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۳
حضرت زید بن ازور شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۳
حضرت زید بن اسید شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۳
حضرت زید بن ربعہ شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۳
حضرت زید بن رقیش شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۳
حضرت زید بن زمعہ شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۳
حضرت خارجہ بن حذافہ شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۳
شہادت ـــــ ۱۶۴
حضرت خالد بن ثابت شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۴
حضرت خالد بن سنان شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۵
حضرت خالد بن نعمان شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۵
حضرت خِداش بن قتادہ شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۵
حضرت خداش بن عیاش شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۵
حضرت خزیمہ بن اوس شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۵
حضرت خلاد بن عمرو بن جموح شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۵
حضرت خنیس بن حذافہ شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۶
حضرت خثیمہ بن حارث شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۶
حضرت خالد بن ھلال شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۶
حضرت ذُرید بن زید الساعدی شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۶
حضرت رافع بن سہل شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۶
حضرت رافع بن معلّٰی شہید رضی اللہ عنہ ـــــ ۱۶۷

Marfat.com

حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر شہید ۱۶۷
اسلام ۱۶۷
غزوات اور عام حالات ۱۶۷
شہادت ۱۶۷
حضرت ذوالشمالین شہید ۱۶۷
اسلام و ہجرت ۱۶۸
شہادت ۱۶۸
حضرت سلمہ بن ہشام شہید ۱۶۸
اسلام، ہجرت اور شدائد ۱۶۸
شہادت ۱۶۸
حضرت زید بن ازور شہید ۱۶۹
حضرت زید بن اسید شہید ۱۶۹
حضرت زید بن ربعہ بن اسد بن عبد العزیٰ ۱۶۹
حضرت زید بن رقیش شہید ۱۶۹
حضرت زید بن زمعہ شہید ۱۶۹
حضرت زید بن سراقہ شہید ۱۶۹
حضرت زید بن عبید شہید ۱۶۹
حضرت زید بن ملحان شہید ۱۷۰
حضرت زہیر بن المغفل شہید ۱۷۰
حضرت حارث بن صمہ شہید ۱۷۰
غزوات اور دیگر حالات ۱۷۰
وفات ۱۷۰
حضرت حارثہ بن سراقہ ۱۷۱
اسلام ۱۷۱
غزوہ بدر کی شرکت اور شہادت ۱۷۱
حضرت حنظلہ بن ابی عامر شہید ۱۷۱
شہادت ۱۷۲
غسیل ملائکہ ۱۷۲
حضرت خالد بن سعید بن العاص شہید رضی اللہ عنہ ۱۷۳
اسلام ۱۷۳
آزمائش اور استقامت ۱۷۳
ہجرت حبشہ ۱۷۴
ہجرت مدینہ اور غزوات ۱۷۴
مدینہ کا قیام ۱۷۴
یمن کی گورنری ۱۷۴
شہادت ۱۷۶
حضرت حارث بن ہشام شہید ۱۷۶
حضرت حسیل بن جابر شہید ۱۷۷
حضرت حکم بن مسعود شہید ۱۷۸
حضرت حکیم بن حزن شہید ۱۷۸
حضرت حُمام بن الجموح شہید ۱۷۸
حضرت حُنیف بن رياب شہید ۱۷۹
حضرت حارث بن مالک انصاری شہید ۱۷۹
حضرت حبیب بن عبد اللہ شہید ۱۸۰
حضرت حارث بن مضرس شہید ۱۸۰
حضرت حارث بن مسعود شہید ۱۸۰
حضرت حبیب بن اسید شہید ۱۸۱
حضرت حجاج بن حارث شہید ۱۸۱
حضرت عبد اللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ ۱۸۱
حضرت حبیب بن تیم شہید ۱۸۲
حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ۱۸۲
شہادت ۱۸۵
تجہیز و تکفین کا بیان ۱۸۶
حضرت حبیب بن ربیعہ شہید ۱۸۷
حضرت حبیب بن زید شہید ۱۸۷
حضرت حبیب بن عبد شمس شہید ۱۸۷
حضرت حبیب بن عمرو شہید ۱۸۷
حضرت حبیب بن یزید شہید ۱۸۷

Marfat.com

حضرت حبیب بن ابی الیسر شہید ۱۸۷
حضرت حیی بن حارثہ شہید ۱۸۸
حضرت ثابت بن وقش انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۱۸۸
حضرت حارث بن ابی ہالہ شہید رضی اللہ عنہ ۱۸۹
حضرت حارث بن عقبہ شہید رضی اللہ عنہ ۱۸۹
حضرت حارث بن عتیک شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۰
حضرت حارث بن عدی بن مالک شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۰
حضرت حارث بن نعمان شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۰
حضرت حارث بن کعب شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۰
حضرت حارث بن عدی بن خرشہ شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۰
حضرت حارثہ بن سہل شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۱
حضرت حُباب بن جزء شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۱
حضرت حُباب بن زید شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۱
حضرت جعال الحبشی شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۱
حضرت ثعلبہ بن غنمہ شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۲
حضرت جندب بن عمرو شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۲
حضرت جنادہ بن ابی نبقہ شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۳
حضرت جرجہ شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۳
حضرت حاجب بن یزید شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۳
حضرت حارث بن اوس بن عتیک شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۳
حضرت حارث بن ثابت بن سعید شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۳
حضرت حارث بن ثابت بن عبداللہ شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۳
حضرت حارث بن حارث شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۳
حضرت حارث بن الحباب شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۴
حضرت حارث بن حبیب رضی اللہ عنہ ۱۹۴
حضرت حارث بن رافع شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۴
حضرت حارث بن زید شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۴
حضرت حارث بن سراقہ شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۴
حضرت حارث بن سُلیم شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۴
حضرت حارث بن سہل شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۴
حضرت حارث بن عبداللہ بن سعد شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۴
حضرت حارث بن عبداللہ بن کعب شہید رضی اللہ عنہ ۱۹۵
حضرت ثابت بن قیس بن شماس شہید ۱۹۵
حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد والی وصیت کا بیان ۱۹۶
حضرت ثابت بن الجذع شہید ۱۹۷
حضرت ثابت بن خالد شہید ۱۹۷
حضرت ثابت بن عتیک شہید ۱۹۷
حضرت ثابت بن عمرو بن زید شہید ۱۹۷
حضرت ثابت بن مُخلّد شہید ۱۹۸
حضرت ثابت بن ہزال شہید ۱۹۸
حضرت اقرع بن حابس شہید ۱۹۸
حضرت انس بن اوس بن عتیک شہید ۲۰۰
حضرت انس بن فضالہ شہید ۲۰۰
حضرت اُبی بن معاذ شہید ۲۰۰
حضرت اسعد بن حارثہ بن لوذان شہید ۲۰۰
حضرت اسعد بن سلامہ شہید ۲۰۱
حضرت انس بن ارقم شہید ۲۰۱
حضرت انس بن اوس انصاری شہید ۲۰۱
حضرت اُکال بن نعمان شہید ۲۰۱
حضرت انس بن النضر شہید ۲۰۱
حضرت انس بن حارث شہید ۲۰۳
حضرت جارود بن المعلیٰ شہید ۲۰۴
حضرت اسعد بن یربوع شہید ۲۰۴
حضرت اُسید بن یربوع شہید ۲۰۵
حضرت اُسیر بن عروہ شہید ۲۰۵
حضرت انس بن معاذ شہید ۲۰۵
سیدنا حضرت جعفر بن ابی طالب شہید ۲۰۵

Marfat.com

حضرت اوس بن ثابت انصاری شہید ۲۰۷
حضرت انیس بن عتیک شہید ۲۰۷
حضرت انیس بن قتادہ شہید ۲۰۷
حضرت انیف بن حبیب شہید ۲۰۸
حضرت انیف بن واثلہ شہید ۲۰۸
حضرت اوس بن ارقم شہید ۲۰۸
حضرت بحیر بن بجرہ شہید ۲۰۸
حضرت بشیر بن سعد شہید ۲۰۹
حضرت بشیر بن ابی زید الانصاری شہید ۲۰۹
حضرت بشیر بن عنبس شہید ۲۰۹
حضرت بشیر بن عتیک شہید ۲۰۹
حضرت بشیر بن عبداللہ شہید ۲۰۹
حضرت انس بن ہلال النمیری شہید ۲۱۰
حضرت اشہب بن حارث شہید ۲۱۰
حضرت ابرہیم بن نعیم شہید ۲۱۰
حضرت اوس بن جبیر شہید ۲۱۰
حضرت اوس بن سلامہ شہید ۲۱۰
حضرت اوس بن عابد شہید ۲۱۰
حضرت اوس بن عمرو شہید ۲۱۱
حضرت اوس بن فائد شہید ۲۱۱
حضرت اوس بن قتادہ شہید ۲۱۱
حضرت اوس بن مغراء شہید ۲۱۱
حضرت اوس بن المنذر شہید ۲۱۱
حضرت ایاس بن اوس شہید ۲۱۱
حضرت ایاس بن عدی شہید ۲۱۱
حضرت ایاس بن ودقہ شہید ۲۱۲
حضرت برتا بن اسود شہید ۲۱۲
حضرت خبیب بن عدی شہید ۲۱۲
حضرت ثابت بن عدی شہید ۲۱۶
حضرت تمیم بن حارث ۲۱۶
حضرت بشر بن رُدیح شہید ۲۱۶
حضرت تمیم بن ایاس شہید ۲۱۶
حضرت ثابت بن نعمان شہید ۲۱۶
حضرت بشیر انصاری شہید ۲۱۶
حضرت عاصم بن ثابت شہید ۲۱۷
حضرت عبداللہ بن طارق شہید ۲۱۸
حضرت زید بن دثنہ شہید ۲۱۸
حضرت مُعتّب بن عبید شہید ۲۱۹
حضرت مرثد بن ابی مرثد شہید ۲۱۹
حضرت خالد بن البکیر شہید ۲۲۰
حضرت ثقب بن فروہ شہید ۲۲۱
حضرت ثقف بن عمرو شہید ۲۲۱
حضرت ثعلبہ بن زید شہید ۲۲۱
حضرت ثعلبہ بن ساعدہ شہید ۲۲۱
حضرت ثعلبہ بن عمرو شہید ۲۲۲
حضرت ثابت بن واثلہ شہید ۲۲۲
حضرت جابر بن ابی صَعصعہ شہید ۲۲۲
حضرت جاریہ بن جُمیل شہید ۲۲۲
حضرت جبر بن ابی عبید ثقفی شہید ۲۲۲
حضرت جُبیر بن بحینہ شہید ۲۲۲
حضرت جُدَی بن مرہ شہید ۲۲۳
حضرت جرو بن مالک شہید ۲۲۳
حضرت جُلیحہ بن عبداللہ شہید ۲۲۳
حضرت مالک بن سنان خُدری انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۲۲۳
حضرت مالک بن نمیلہ مزنی شہید رضی اللہ عنہ ۲۲۴
حضرت مسعود بن الاسود عدوی شہید رضی اللہ عنہ ۲۲۵
حضرت مسعود بن خلدہ زُرقی الانصاری شہید رضی اللہ عنہ ۲۲۵
حضرت مسعود بن سُوید عدوی شہید رضی اللہ عنہ ۲۲۵

Marfat.com

حضرت معاذ بن صمہ انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۲۲۶
حضرت معاذ بن عمرو انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۲۲۶
حضرت مُعتّب بن عُبَید انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۲۲۷
حضرت مُنذر بن محمد انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۲۲۷
حضرت نُعمان بن عبد عمرو انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۲۲۸
حضرت نوفل بن ثعلبہ انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۲۲۸
حضرت ہبار بن سُفیان مخزومی شہید رضی اللہ عنہ ۲۲۹
حضرت یزید بن برذع انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۲۳۰
حضرت یزید بن ثابت انصاری شہید رضی اللہ عنہ ۲۳۰
حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی شادی اور شہادت ۲۳۱
ایک ایمان افروز واقعہ ۲۳۳
چار شہداء بیٹوں کی والدہ کی نصیحت کا واقعہ ۲۳۷
حضرت سمیہ کا اسلام کے لئے شہیدہ اول ہونے کے شرف کا بیان ۲۴۰
مظالم کفار کو رضائے الٰہی کے لئے برداشت کرنے والوں کے صبر کا بیان ۲۴۱
شہیدۂ اسلام نے قیامت تک کے لئے جذبہ جہاد کو زندہ کر دیا ہے ۲۴۲
شہداء کے قافلہ سے ملاقات کرنے کا واقعہ ۲۴۲
شہید کے پاس دو حورین ہونے کا بیان ۲۴۳
شہداء کی جنت میں باہمی محبت کا بیان ۲۴۴
شہید کے کلام کرنے کا بیان ۲۴۴
شہداء کی حیات کے مختلف انداز کا بیان ۲۴۷
امام احمد اور مسئلہ خلق قرآن کا بیان ۲۴۹
صحابہ کرام سے محبت ۲۵۴
تذکرہ تابعین کرام ۲۶۲
تابعی کی تعریف ۲۶۲
تابعین کے طبقات ۲۶۲
مخضرمین ۲۶۲
تابعین میں سب سے افضل حضرات ۲۶۲
تابعین میں سب سے افضل خواتین ۲۶۳
ابراہیم بن یزید تیمی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۳
نام ونسب ۲۶۳
فضل وکمال ۲۶۳
حدیث ۲۶۳
زہد وعبادت ۲۶۳
بعض اقوال ۲۶۴
ابراہیم بن یزید النخعی رحمۃ اللہ علیہ ۲۶۵
نام ونسب ۲۶۵
فضل وکمال ۲۶۵
حدیث ۲۶۵
روایت بالمعنی ۲۶۶
انتساب رسول میں احتیاط ۲۶۶
فقہ ۲۶۶
اظہار علم سے احتراز ۲۶۶
ذمہ داری کا احساس اور احتیاط ۲۶۶
استفادہ کے مخصوص اوقات ۲۶۷
تحریر پر حفاظ کو ترجیح ۲۶۷
فضائل اخلاق ۲۶۷
عبادت وریاضت ۲۶۷
صحت عقیدہ ۲۶۸
انتہائی احتیاط ۲۶۸
مسامحت ۲۶۸
اختلافِ صحابہ میں سکوت ۲۶۹
تواضع وخاکساری ۲۶۹
ہیبت ۲۶۹
سلاطین اور امراء سے تعلقات ۲۶۹
ظالم امراء کی مخالفت ۲۶۹

Marfat.com

وفات	۲۷۰
حلیہ ولباس	۲۷۰
حکیمانہ اقوال	۲۷۰
احنف بن قیس علیہ الرحمہ	۲۷۰
نام ونسب	۲۷۰
عہد رسالت	۲۷۱
اسلام	۲۷۱
عہد فاروقی	۲۷۱
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت	۲۷۲
ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی بصرہ کو احنف کے بارہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایت	۲۷۲
فارس کی مہم میں شرکت	۲۷۲
اہل بصرہ کی نمائندگی	۲۷۲
ایران پر عام فوج کشی کا مشورہ	۲۷۳
یزدگرد کا استیصال	۲۷۳
ایک پر اثر تقریب	۲۷۴
عہد عثمانی	۲۷۴
خانہ جنگی سے اجتناب اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بیعت	۲۷۵
جنگ صفین میں شرکت	۲۷۵
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت اور آزادی رائے	۲۷۵
امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ان کا اثر	۲۷۶
یزید کی خلافت	۲۷۶
وفات	۲۷۷
فضل وکمال	۲۷۷
عقل ودانش	۲۷۷
عبادت وریاضت	۲۷۸
قرآن	۲۷۸
طہارت میں غلو	۲۷۸
حق بینی	۲۷۸
حلم	۲۷۹
بعض اصول	۲۷۹
اجمالی تبصرہ	۲۷۹
اسمٰعیل بن ابی خالد احمسی رحمۃ اللہ علیہ	۲۷۹
نام ونسب	۲۷۹
فضل وکمال	۲۷۹
حدیث	۲۸۰
عمل کا درجہ	۲۸۰
کسب حلال	۲۸۰
وفات	۲۸۰
اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ	۲۸۱
نام ونسب	۲۸۱
فضل وکمال	۲۸۱
حدیث	۲۸۱
تلامذہ	۲۸۱
فقہ	۲۸۱
عبادت وریاضت	۲۸۲
نماز	۲۸۲
روزے	۲۸۲
حج	۲۸۲
تلاوت قرآن	۲۸۲
اختلاف مسلک اور اتحاد ورابطہ	۲۸۳
وفات	۲۸۳
حلیہ اور لباس	۲۸۳
حضرت سلیمان بن مہران	۲۸۳
نام ونسب	۲۸۳
پیدائش	۲۸۳
فضل وکمال	۲۸۴
حدیث	۲۸۴

Marfat.com

مرویات کا پایہ ۲۸۵
احتیاط ۲۸۵
شیوخ وتلامذہ ۲۸۵
فقہ وفرائض ۲۸۵
عبادت وریاضت ۲۸۶
امراء سے استغنا اور بے نیازی ۲۸۶
ان کی جرات کا ایک واقعہ ۲۸۶
فیاضی ۲۸۶
نفس کی تحقیر ۲۸۶
ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۸۷
نام ونسب ۲۸۷
فضل وکمال ۲۸۷
حدیث ۲۸۷
فقہ ۲۸۷
عہدہ قضا ۲۸۷
فہم وفراست ۲۸۷
ذہانت وذکاوت کے بعض واقعات ۲۸۸
قضاۃ سے واقفیت ۲۸۸
صحت عقائد اور مبتدعین سے مناظرہ ۲۸۹
بعض اقوال ۲۸۹
وفات ۲۸۹
ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۸۹
نام ونسب ۲۸۹
فضل وکمال ۲۸۹
اکابر علماء کا اعتراف ۲۸۹
حدیث ۲۹۰
فقہ ۲۹۰
احتیاط ۲۹۱
پندار علم کا خوف اور اس سے احتراز ۲۹۱
اہل علم کی عزت ۲۹۱
زہد وعبادت ۲۹۲
عبادت کا اخفاء ۲۹۲
ذات نبوی سے عقیدت ومحبت ۲۹۲
اتباع رسول ۲۹۲
شہرت سے نفرت اور اہل دنیا سے اجتناب ۲۹۲
ارباب دول وثروت سے گریز ۲۹۳
خوش اخلاقی ۲۹۳
وفات ۲۹۳
حلیہ ۲۹۳
بسر بن سعید رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۴
نام ونسب ۲۹۴
فضل وکمال ۲۹۴
زہد وورع ۲۹۴
حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ پر اثر ۲۹۴
وفات ۲۹۴
بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۵
نام ونسب ۲۹۵
فضل وکمال ۲۹۵
حدیث ۲۹۵
فقہ ۲۹۵
عہدہ قضاء کی پیشکش سے انکار ۲۹۵
مبتدعانہ عقائد سے نفرت ۲۹۶
بارگاہ ایزدی میں الحاح ۲۹۶
شرط رفاقت ۲۹۶
زیادہ باتیں مضر ہیں ۲۹۶
وفات ۲۹۶
ثابت بن اسلم بنانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۷
نام ونسب ۲۹۷

Marfat.com

فضل وکمال ... ۲۹۷

حدیث ... ۲۹۷

زہد وورع ... ۲۹۷

سوز وگداز ... ۲۹۷

عبادت وریاضت ... ۲۹۸

موت کی یاد کا عمل پر اثر پڑتا ہے ... ۲۹۸

وفات ... ۲۹۸

جابر بن زید رحمۃ اللہ علیہ ... ۲۹۸

نام ونسب ... ۲۹۸

فضل وکمال ... ۲۹۸

قرآن ... ۲۹۹

حدیث ... ۲۹۹

فقہ ... ۲۹۹

جامعیت ... ۳۰۰

کتابت پسند نہ تھی ... ۳۰۰

فضائل اخلاق ... ۳۰۰

ایک الزام سے برات ... ۳۰۰

جعفر بن محمد المقلب بہ صادق رحمۃ اللہ علیہ ... ۳۰۱

نام ونسب ... ۳۰۱

پیدائش ... ۳۰۱

فضل وکمال ... ۳۰۱

حدیث ... ۳۰۱

احترام حدیث ... ۳۰۲

فقہ ... ۳۰۲

علماء کا مرتبہ ... ۳۰۲

اقوال ... ۳۰۲

استغفار ... ۳۰۳

دنیا ... ۳۰۳

اچھے کاموں کے شرائط ... ۳۰۳

حسن ظن ... ۳۰۳

تہذیب واخلاق ... ۳۰۴

ایک نکتہ ... ۳۰۴

عبادت وریاضت ... ۳۰۴

انفاق فی سبیل اللہ ... ۳۰۴

لباس امارت میں خرقہ فقر ... ۳۰۴

مذہبی اختلافات سے بچنے کی ہدایت ... ۳۰۴

جرات ... ۳۰۵

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق عقیدہ ... ۳۰۵

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ... ۳۰۵

نام ونسب ... ۳۰۵

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی رضاعت ... ۳۰۵

علمی کمالات ... ۳۰۶

اکابر علماء کی رائے ... ۳۰۶

تفسیر ... ۳۰۷

حدیث ... ۳۰۷

حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ ... ۳۰۸

نام ونسب ... ۳۰۸

فضل وکمال ... ۳۰۸

حدیث ... ۳۰۸

فقہ ... ۳۰۸

شعبی کی جانشینی ... ۳۰۸

عبادت وریاضت ... ۳۰۹

عظمت واحترام ... ۳۰۹

وفات ... ۳۰۹

خارجہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ ... ۳۰۹

نام ونسب ... ۳۰۹

فضل وکمال ... ۳۰۹

حدیث ... ۳۰۹

Marfat.com

فقہ ـــــ ۳۱۰
فرائض ـــــ ۳۱۰
وفات ـــــ ۳۱۰
حلیہ اور لباس ـــــ ۳۱۰
اولاد ـــــ ۳۱۰
خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ ـــــ ۳۱۰
نام و نسب ـــــ ۳۱۰
فضل و کمال ـــــ ۳۱۰
حدیث ـــــ ۳۱۱
فقہ ـــــ ۳۱۱
حلقہ درس ـــــ ۳۱۱
تلامذہ ـــــ ۳۱۱
کتابت علم ـــــ ۳۱۱
ارباب علم کا اعتراف ـــــ ۳۱۱
عبادت ـــــ ۳۱۱
موت کا ذوق ـــــ ۳۱۲
وفات ـــــ ۳۱۲
داؤد بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ـــــ ۳۱۲
فضل و کمال ـــــ ۳۱۲
تعلیم قرآن ـــــ ۳۱۲
حدیث ـــــ ۳۱۲
فقہ ـــــ ۳۱۳
قوت استدلال ـــــ ۳۱۳
عمل ـــــ ۳۱۳
وفات ـــــ ۳۱۴
ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ ـــــ ۳۱۴
نام و نسب ـــــ ۳۱۴
فضل و کمال ـــــ ۳۱۴
قرآن ـــــ ۳۱۵
حدیث ـــــ ۳۱۵
فقہ ـــــ ۳۱۶
بنی ثور کی بعض خصوصیات ـــــ ۳۱۶
زہد و ورع ـــــ ۳۱۶
خشیت الٰہی ـــــ ۳۱۶
شب بیداری ـــــ ۳۱۷
جماعت کا اہتمام ـــــ ۳۱۷
جہاد لوجہ اللہ ـــــ ۳۱۷
فی سبیل اللہ ـــــ ۳۱۸
امر بالمعروف نہی عن المنکر ـــــ ۳۱۸
پندار تقوی سے احتراز ـــــ ۳۱۸
شدت احتیاط ـــــ ۳۱۹
انکسار و تواضع ـــــ ۳۱۹
مجمعوں سے احتراز ـــــ ۳۱۹
سکوت و خاموشی ـــــ ۳۱۹
دوسروں پر اخلاق کا اثر ـــــ ۳۲۰
توکل علی اللہ ـــــ ۳۲۰
وفات ـــــ ۳۲۰
ربیعہ بن فروخ المقلب بہ رائے رحمۃ اللہ علیہ ـــــ ۳۲۱
نام و نسب ـــــ ۳۲۱
فضل و کمال ـــــ ۳۲۱
پیدائش و تعلیم ـــــ ۳۲۱
حدیث ـــــ ۳۲۲
فقہ ـــــ ۳۲۳
فتاوٰی میں احتیاط ـــــ ۳۲۴
حلقہ درس ـــــ ۳۲۴
تلامذہ ـــــ ۳۲۴
ربیعہ کے معاصرین کا اعتراف ـــــ ۳۲۴
زہد عبادت ـــــ ۳۲۵

Marfat.com

بے نیازی ۳۲۵
فیاضی ۳۲۵
گویائی کا لطیفہ ۳۲۵
وفات ۳۲۵
حضرت رجاء بن حیوٰۃ ۳۲۶
نام ونسب ۳۲۶
فضل وکمال ۳۲۶
حدیث ۳۲۶
روایت میں الفاظ کی پابندی ۳۲۶
فقہ ۳۲۶
علماء میں رجاء کا درجہ ۳۲۷
زہد وعبادت ۳۲۷
امراء سے استغناء ۳۲۷
ایک اہم کارنامہ ۳۲۷
وفات ۳۲۷
حلیہ ۳۲۷
زر بن جیش رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۸
نام ونسب ۳۲۸
فضل وکمال ۳۲۸
قرآن ۳۲۸
حدیث ۳۲۸
ادب ۳۲۸
اختلاف رائے کے ساتھ اتحاد عمل ۳۲۸
توہین مذہب پر غیظ وغضب ۳۲۹
وفات ۳۲۹
زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ ۳۲۹
نام ونسب ۳۲۹
فضل وکمال ۳۲۹
تفسیر قرآن ۳۲۹
حدیث ۳۲۹
فقہ ۳۳۰
حلقہ درس ۳۳۰
وقار وہیبت ۳۳۰
محبوبیت ۳۳۱
اخلاق ۳۳۱
سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۱
نام ونسب ۳۳۱
فضل وکمال ۳۳۱
تفسیر ۳۳۲
حدیث ۳۳۲
تلامذہ ۳۳۲
فقہ ۳۳۲
زہد وتقویٰ ۳۳۲
صحت عقیدہ ۳۳۳
شدت احتیاط ۳۳۳
خون مسلم کی حرمت ۳۳۳
امراء کی دولت سے بے نیازی ۳۳۳
وفات ۳۳۴
حلیہ ولباس وغیرہ ۳۳۴
اولاد ۳۳۴
سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۵
نام ونسب ۳۳۵
فضل وکمال ۳۳۵
تعلیم ۳۳۵
قرأت ۳۳۶
تفسیر ۳۳۶
تفسیر کا درس ۳۳۶
حدیث ۳۳۷

Marfat.com

فقہ ۳۳۷
فرائض ۳۳۸
جامعیت ۳۳۸
اشاعت علم ۳۳۸
تلامذہ ۳۳۸
ناقدروں سے بخل ۳۳۸
مذہبی کمالات ۳۳۹
سوزِ قلب وخشیت الٰہی ۳۳۹
سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ ۳۳۹
نام ونسب ۳۳۹
پیدائش ۳۳۹
عہد معاویہ ۳۴۰
ابن زبیر کی بیعت سے اختلاف ۳۴۰
کوڑوں کے مقابلہ میں اعلانِ حق ۳۴۰
عبدالملک سے اختلاف ۳۴۰
کوڑوں کی مار اور قید کی سزا ۳۴۱
استقلال ۳۴۱
رہائی ۳۴۱
سلمہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۲
نام ونسب ۳۴۲
فضل وکمال ۳۴۲
حدیث ۳۴۲
فقہ ۳۴۳
وعظ وپند ۳۴۳
حکمت ودانائی ۳۴۳
حکیمانہ مقولے ۳۴۳
وفات ۳۴۴
سلیمان بن طرخان تیمی ۳۴۴
نام ونسب ۳۴۴
فضل وکمال ۳۴۴
حدیث ۳۴۴
احتیاط فی الروایہ ۳۴۵
خشیتِ الٰہی ۳۴۵
عبادت وریاضت ۳۴۵
صدقہ وخیرات ۳۴۶
حسنِ عمل ۳۴۶
مواخذہ کا خوف ۳۴۶
امر بالمعروف ونہی المنکر ۳۴۶
ایک نکتہ ۳۴۶
وفات ۳۴۷
سلیمان بن یسار ۳۴۷
نام ونسب ۳۴۷
حرم نبوی میں آمد ورفت ۳۴۷
فضل وکمال ۳۴۷
قرآن ۳۴۷
حدیث ۳۴۸
تلامذہ ۳۴۸
فقہ ۳۴۸
زہد وورع ۳۴۸
عفت ۳۴۹
قاضی شریح بن حارث رحمۃ اللہ علیہ ۳۴۹
نام ونسب ۳۴۹
عہد رسالت ۳۴۹
فضل وکمال ۳۴۹
حدیث ۳۵۰
فقہ ۳۵۰
قیافہ وشاعری ۳۵۰
قضا کی استعداد قابلیت ۳۵۱

Marfat.com

عہد قضاء پر تقرریر ۳۵۱
صفوان بن سلیم زہری رحمۃ اللہ علیہ ۳۵۲
نام ونسب ۳۵۲
فضل وکمال ۳۵۲
حدیث ۳۵۲
فقہ ۳۵۳
عبادت وریاضت ۳۵۳
انفاق فی سبیل للہ ۳۵۳
دولت دنیا سے بے نیازی ۳۵۳
وفات ۳۵۴
صفوان بن محرز رحمۃ اللہ علیہ ۳۵۴
نام ونسب ۳۵۴
فضل وکمال ۳۵۴
عمل کا درجہ ۳۵۴
زہد وعبادت ۳۵۴
گداز قلب ۳۵۴
ذکر وشغل ۳۵۵
قیام لیل ۳۵۵
دنیا سے کنارہ کشی ۳۵۵
خانہ خدا کا احترام ۳۵۵
فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس ۳۵۵
وفات ۳۵۵
طاوس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ ۳۵۶
نام ونسب ۳۵۶
فضل وکمال ۳۵۶
حدیث ۳۵۶
فقہ ۳۵۶
تلامذہ ۳۵۶
معاصر علماء میں ان کا درجہ ۳۵۶
ارباب علم کا اعتراف ۳۵۷
زہد وعبادت ۳۵۷
انفاق فی سبیل اللہ ۳۵۷
دولت دنیا سے بے نیازی ۳۵۷
تحصیلداری کا عہدہ ۳۵۸
خلفاء کو نصیحت ۳۵۸
قرآن کا احترام ۳۵۹
نوجوانوں کی اصلاح ۳۵۹
عید المومنین ۳۵۹
وفات ۳۵۹
عامر بن شراحیل الشعبی رحمۃ اللہ علیہ ۳۵۹
نام ونسب ۳۵۹
پیدائش ۳۶۰
تعلیم ۳۶۰
فضل وکمال ۳۶۰
قرآن ۳۶۰
حدیث ۳۶۰
تلاش حدیث میں مشقت ۳۶۱
قوت حافظہ ۳۶۱
اخذ حدیث میں احتیاط ۳۶۱
حدیث میں وسعت علم ۳۶۲
احتیاط فی الحدیث ۳۶۲
روایت بالمعنی ۳۶۲
فقہ ۳۶۲
عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ۳۶۳
نام ونسب ۳۶۳
عہد فاروقی ۳۶۳
واپسی سے انکار اور شام کی مستقل اقامت ۳۶۳
وطن سے بے تعلقی ۳۶۴

Marfat.com

مجاہدات و نفس کشی ۳۶۴
عبادت میں اخفا ۳۶۵
جہاد فی سبیل اللہ ۳۶۶
امر بالمعروف و نہی عن المنکر ۳۶۶
امراء و سلاطین سے بے نیازی ۳۶۷
دو دوست ۳۶۷
صدقات و خیرات ۳۶۸
دشمن کے لیے دعا ۳۶۸
ایک قابل ذکر خواب ۳۶۸
عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ ۳۶۹
نام و نسب ۳۶۹
فضل و کمال ۳۶۹
وفات ۳۷۰
اولاد ۳۷۰
عبداللہ بن عون رحمۃ اللہ علیہ ۳۷۰
نام و نسب ۳۷۰
پیدائش ۳۷۰
فضل و کمال ۳۷۰
حدیث ۳۷۰
روایت حدیث میں خوف و احتیاط ۳۷۱
تلامذہ ۳۷۱
فضائل اخلاق ۳۷۱
عقیدہ میں تشدد ۳۷۲
عبادت ۳۷۲
اصلاح نفس ۳۷۲
احسان میں اخفاء ۳۷۲
قسم سے احتراز ۳۷۳
اخلاق ۳۷۳
حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۳۷۳
وفات ۳۷۴
ترکہ ۳۷۴
حلیہ ۳۷۴
نفاست ۳۷۴
عبیداللہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ۳۷۵
نام و نسب ۳۷۵
فضل و کمال ۳۷۵
حدیث ۳۷۵
فقہ ۳۷۵
شاعری ۳۷۶
زہد و عبادت ۳۷۶
وفات ۳۷۷
عبدالرحمن بن اسود رحمۃ اللہ علیہ ۳۷۷
نام و نسب ۳۷۷
فضل و کمال ۳۷۷
حدیث ۳۷۷
فقہ ۳۷۷
عبادت و ریاضت ۳۷۸
بلاتفریق مذہب سلام ۳۷۸
تعلقات کا لحاظ ۳۷۸
حلیہ اور لباس ۳۷۸
عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ ۳۷۹
نام و نسب ۳۷۹
پیدائش ۳۷۹
فضل و کمال ۳۷۹
قرآن ۳۷۹
حدیث ۳۷۹
حلقہ درس ۳۸۰
مذاکرہ حدیث ۳۸۰

Marfat.com

فقہ ۳۸۰
عہدہ قضاء ۳۸۰
احتیاط ۳۸۰
تلامذہ ۳۸۱
سادگی ۳۸۱
ہیبت ۳۸۱
ایک بہترین اسوہ ۳۸۱
وفات ۳۸۱
عبدالرحمٰن بن غنم رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۲
نام ونسب ۳۸۲
فضل وکمال ۳۸۲
حدیث ۳۸۲
فقہ ۳۸۲
وفات ۳۸۳
عبدالرحمٰن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۳
نام ونسب ۳۸۳
پیدائش ۳۸۳
فضل وکمال ۳۸۳
حدیث ۳۸۳
فقہ ۳۸۳
زہد وورع ۳۸۴
وفات ۳۸۴
عروۃ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ ۳۸۴
نام ونسب ۳۸۴
پیدائش ۳۸۴
جنگ جمل وصفین ۳۸۴
بھائی کی حمایت ۳۸۴
عبدالملک کی بیعت ۳۸۵
عقیق کا قیام ۳۸۵
مصر کا قیام ۳۸۵
فضل وکمال ۳۸۶
حدیث ۳۸۶
فقہ ۳۸۶
فقہ میں تصانیف ۳۸۷
بعض اقوال ۳۸۷
صحابہ کا استفادہ ۳۸۷
احتیاط ۳۸۷
ترغیب علم ۳۸۷
فضائل اخلاق ۳۸۸
عبادت وریاضت ۳۸۸
صبر واستقامت ۳۸۸
صبر وشکر ۳۸۹
دولتِ دنیا سے بے نیازی ۳۸۹
تمول اور فارغ البالی ۳۸۹
فیاضی وسیر چشمی ۳۹۰
خوش لباسی اور نفاست ۳۹۰
وفات ۳۹۰
عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ ۳۹۰
نام ونسب ۳۹۰
فضل وکمال ۳۹۰
قرآن ۳۹۱
حدیث ۳۹۱
تلامذہ ۳۹۱
آداب سماع حدیث ۳۹۱
ان کی روایات کے بارہ میں آئمہ کی رائے ۳۹۲
فقہ ۳۹۲
احتیاط فی الفتویٰ ۳۹۲
مناسک حج کا علم ۳۹۲

۱۳۲۶۴۲

Marfat.com

علم میں للّٰہیت ۳۹۳
زہد و تقویٰ ۳۹۳
قوت ایمانی ۳۹۳
عبادت و ریاضت ۳۹۴
حج ۳۹۴
اتباع حدیث ۳۹۴
عزلت گزینی ۳۹۴
خاموشی ۳۹۴
وفات ۳۹۴
عمرو بن شرجیل رحمۃ اللہ علیہ ۳۹۵
نام و نسب ۳۹۵
فضل و کمال ۳۹۵
تفسیر ۳۹۵
حدیث ۳۹۵
عبادت و ریاضت ۳۹۵
عبادت میں طہارت کا لحاظ ۳۹۶
صدقات ۳۹۶
وفات ۳۹۶
عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ ۳۹۶
نام و نسب ۳۹۶
پیدائش ۳۹۶
فضل و کمال ۳۹۶
حدیث ۳۹۷
وسعتِ علم ۳۹۷
روایات کا پایہ ۳۹۷
روایت بالمعنی ۳۹۷
محدثین کا مرجوعہ ۳۹۷
تلامذہ ۳۹۷
فقہ ۳۹۸
احتیاط ۳۹۸
عبادت و ریاضت ۳۹۸
جماعت کا اہتمام ۳۹۸
مذہبی خدمات کا معاوضہ نہ لیتے تھے ۳۹۹
وفات ۳۹۹
حضرت عکرمہ مولی ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ ۳۹۹
نام و نسب ۳۹۹
تعلیم ۳۹۹
فضل و کمال ۳۹۹
تفسیر ۴۰۰
تفسیر کا درس ۴۰۰
حدیث ۴۰۰
طالبانِ حدیث کا مرجوعہ ۴۰۱
عکرمہ پر جرح ۴۰۱
ان بیانات کی حیثیت ۴۰۲
علماء اور محدثین کا اتفاق ۴۰۳
تلامذہ ۴۰۵
فقہ ۴۰۵
مغازی ۴۰۵
مغازی ۴۰۶
وفات ۴۰۶
بعض شکوک کا ازالہ ۴۰۶
سیر و سیاحت ۴۰۷
حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ ۴۰۷
نام و نسب ۴۰۷
ولادت ۴۰۷
واقعہ کربلا ۴۰۸
قید ۴۰۸
ابن زیاد سے مکالمہ ۴۰۸

Marfat.com

شام کا سفر اور یزید سے مکالمہ ۴۰۹
مدینہ کی واپسی اور یزید کے وعدے ۴۰۹
مدینہ کا قیام اور عزلت گزینی ۴۱۰
ابن زبیر کا ہنگامہ اور زین العابدین کی کنارہ کشی ۴۱۰
علی بن عبداللہ بن عباس رحمۃ اللہ علیہ ۴۱۱
نام ونسب ۴۱۱
پیدائش ۴۱۱
فضل وکمال ۴۱۱
زہد وعبادت ۴۱۱
قریش میں عظمت وعزت ۴۱۲
ولید سے اختلاف ۴۱۲
ہشام سے تعلقات ۴۱۲
وفات ۴۱۲
حلیہ ۴۱۲
اولاد ۴۱۲
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ۴۱۳
نام ونسب ۴۱۳
پیدائش ۴۱۴
تعلیم وتربیت ۴۱۴
شادی ۴۱۴
خناصرہ کی حکومت ۴۱۴
مدینہ کی گورنری ۴۱۴
علمائے مدینہ سے مشورہ ۴۱۵
تعمیر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ۴۱۵
اطراف مدینہ کی مساجد کی تعمیر ۴۱۶
کنوؤں اور راستوں کی تعمیر ۴۱۶
معزولی ۴۱۶
سلیمان کے مزاج میں رسوخ ۴۱۶
سلیمان کی وفات اور خلافت ۴۱۶
خلفائے راشدین کا پہلا اسوہ ۴۱۷
خلافت سے دستبرداری کا اعلان اور مسلمانوں کا اصرار ۴۱۸
پہلا خطبہ ۴۱۸
عبدالعزیز بن عبدالملک کی بیعت ۴۱۹
خلافت راشدہ کا احیاء ۴۱۹
غصب کردہ مال وجائداد کی واپسی ۴۱۹
اہل خاندان کی برہمی ۴۲۱
خود آپ کے گھر والوں کو آپ سے شکایت ہوگئی۔ ۴۲۲
ظالم عہدہ داروں کا تدارک ۴۲۲
مظالم کا انسداد ۴۲۲
بیت المال کی آمدنی کی اصلاح ۴۲۳
بیت المال کی حفاظت کا انتظام ۴۲۴
بیت المال کے مصارف ۴۲۵
ذمیوں کے حقوق ۴۲۵
محاصل میں اضافہ ۴۲۷
رعایا کی خوشحالی ۴۲۷
رفاہ عام کے کام ۴۲۷
مذہبی خدمات ۴۲۸
مذہبی تعلیم کی اشاعت ۴۲۸
اشاعت اسلام ۴۲۹
خلافت کو جمہوری بنانا چاہتے تھے ۴۳۰
بادشاہت کے امتیازات کا استیصال ۴۳۰
فتوحات ۴۳۱
خوارج کا مقابلہ ۴۳۱
خصوصیات حکومت پر اجمالی تبصرہ ۴۳۱
علالت ۴۳۲
یزید بن عبدالملک کو وصیت نامہ ۴۳۳
اپنی اولاد کے متعلق ارشاد ۴۳۳
آخری وصیتیں اور وفات ۴۳۴

Marfat.com

ازواج واولاد ۴۳۴
حلیہ ۴۳۵
فضل وکمال ۴۳۵
معاصر علماء میں درجہ ۴۳۵
تفسیر ۴۳۵
حدیث ۴۳۷
احادیث نبوی ﷺ کا تحفظ ۴۳۷
فقہ ۴۳۷
شاعری ۴۳۷
خطابت ۴۳۷
علماء کی قدردانی ۴۳۷
فضائل اخلاق ۴۳۸
لباس ۴۳۹
غذا ۴۳۹
ذمہ داری کا احساس اور خشیتِ الٰہی ۴۴۰
موت اور قیامت کا خوف ۴۴۰
آیات قرآنی سے تاثر ۴۴۱
دیانت ۴۴۱
توکل ۴۴۳
تواضع ومساوات ۴۴۳
عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ ۴۴۴
نام ونسب ۴۴۴
فضل وکمال ۴۴۴
حدیث ۴۴۴
نماز میں اخلاص ۴۴۴
وفات ۴۴۵
علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ ۴۴۵
نام ونسب ۴۴۵
پیدائش ۴۴۵
فضل وکمال ۴۴۵
قرآن ۴۴۶
حدیث ۴۴۶
روایت حدیث میں احتیاط ۴۴۶
تلامذہ ۴۴۷
فقہ ۴۴۷
وسعت علم ۴۴۷
صحابہ کا استفادہ ۴۴۷
فضائل اخلاق ۴۴۷
زہد وعبادت ۴۴۸
تلاوت قرآن ۴۴۸
جہاد فی سبیل اللہ ۴۴۸
شہرت سے نفرت ۴۴۸
امرائے دولت سے دامن کشی ۴۴۹
وفات ۴۴۹
قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ ۴۴۹
نام ونسب ۴۴۹
یتیمی اور پھوپھی کی آغوش میں پرورش ۴۴۹
فضل وکمال ۴۵۰
تفسیر ۴۵۰
حدیث ۴۵۰
ان کی روایات کا درجہ ۴۵۱
مذاکرہ حدیث ۴۵۱
روایت حدیث میں احتیاط ۴۵۱
تلامذہ ۴۵۱
فقہ ۴۵۱
حلقہ درس ۴۵۱
معاصرین کا اعتراف کمال ۴۵۲
علمی انکسار اور معاصرین کا احترام ۴۵۲

Marfat.com

فضائل اخلاق ۴۵۲
زہد وورع ۴۵۳
دولت سے بے نیازی ۴۵۳
اعتراف حق ۴۵۳
وفات ۴۵۳
ترکہ ۴۵۴
حلیہ ولباس ۴۵۴
قبیصہ بن ذویب رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۴
نام ونسب ۴۵۴
پیدائش ۴۵۴
عبدالملک کا عہد ۴۵۴
فضل وکمال ۴۵۴
حدیث ۴۵۵
فقہ ۴۵۵
وفات ۴۵۵
قتادہ بن دعامہ سدوسی علیہ الرحمہ ۴۵۵
نام ونسب ۴۵۵
پیدائش ۴۵۵
ذوق علم ۴۵۶
قوت حافظہ ۴۵۶
فضل وکمال ۴۵۶
قرآن ۴۵۶
تفسیر ۴۵۶
حدیث ۴۵۷
شیوخ ۴۵۷
تلامذہ ۴۵۸
فقہ ۴۵۸
رائے سے احتراز ۴۵۸
جامعیت ۴۵۸
وفات ۴۵۸
کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ ۴۵۹
نام ونسب ۴۵۹
اسلام اور ورودِ مدینہ ۴۵۹
فضل وکمال ۴۶۰
علم وعلماء اور زوالِ علم ۴۶۰
شام کا قیام ۴۶۰
مواعظ ۴۶۰
اسلامی روایات میں اسرائیلیات کا شمول ۴۶۱
وفات ۴۶۱
کعب بن ثور رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۱
نام ونسب ۴۶۱
قضاءت بصرہ ۴۶۱
فتنہ سے اجتناب ۴۶۲
شہادت ۴۶۲
فضائل واخلاق ۴۶۳
مجاہد بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۳
نام ونسب ۴۶۳
فضل وکمال ۴۶۳
قرات وتفسیر ۴۶۳
حدیث ۴۶۳
اخلاص فی العلم ۴۶۴
زہد وورع ۴۶۴
دنیا سے بے تعلقی ۴۶۴
سادگی ۴۶۴
سیر وسیاحت ۴۶۵
وفات ۴۶۵
محمد بن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ ۴۶۵
نام ونسب ۴۶۵

Marfat.com

فضل وکمال	۴۶۵
حدیث میں ان کا پایہ	۴۶۵
علماء کا اعتراف	۴۶۵
امام زہری کا طرز عمل	۴۶۶
مالک اور ہشام کی جرح اور اس کے اسباب	۴۶۶
شیوخ	۴۶۷
تلامذہ	۴۶۸
سیرت ومغازی	۴۶۸
تاریخ	۴۶۸
تصانیف	۴۶۸
عقیدہ قدر	۴۶۹
وفات	۴۶۹
محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ	۴۶۹
نام ونسب	۴۶۹
پیدائش	۴۶۹
جنگ جمل	۴۷۰
جنگ صفین	۴۷۰
ابن حنفیہ کے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آخری وصیت	۴۷۱
حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وصیت	۴۷۱
وفات	۴۷۲
فضل وکمال	۴۷۲
حدیث	۴۷۲
کلمات طیبات	۴۷۲
عبادت وریاضت	۴۷۳
ماں کی خدمت	۴۷۳
قوت وشجاعت	۴۷۳
حلیہ ولباس	۴۷۴
اولاد وازواج	۴۷۴
محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ	۴۷۴
نام ونسب	۴۷۴
پیدائش	۴۷۴
فضل وکمال	۴۷۵
تفسیر	۴۷۵
حدیث	۴۷۵
احتیاط	۴۷۵
ان کی مرویات کا پایہ	۴۷۶
تلامذہ	۴۷۶
فقہ	۴۷۶
مہارت قضاء اور اس سے گریز	۴۷۷
فتاویٰ میں احتیاط	۴۷۷
معاصر علماء کا اعتراف	۴۷۷
زہد وورع	۴۷۷
خشیت الٰہی اور رقت قلب	۴۷۷
صحت عقیدہ	۴۷۸
شدت احتیاط میں مالی نقصان	۴۷۸
کسب حلال کی تلقین	۴۷۹
امراء سلاطین کے ہدایا سے احتراز	۴۸۰
خیانت سے احتراز	۴۸۰
شہرت سے نفرت	۴۸۰
ماں کی اطاعت	۴۸۰
عجز اور فروتنی	۴۸۱
بے باکی اور بے خوفی	۴۸۱
صاف دلی	۴۸۱
اجمالی رائے	۴۸۱
صحابہ اور تابعین پر ابن سیرین کا اثر	۴۸۱
وصیت ووفات	۴۸۲
حلیہ اور لباس	۴۸۲
اولاد	۴۸۲

Marfat.com

محمد بن عجلان رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۲
نام ونسب ۴۸۲
فضل وکمال ۴۸۲
حدیث شریف ۴۸۲
فقہ وفتاوی ۴۸۳
حلقہ درس ۴۸۳
زہد وورع ۴۸۳
وفات ۴۸۳
محمد بن علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۳
نام ونسب ۴۸۳
پیدائش ۴۸۳
فضل وکمال ۴۸۴
حدیث ۴۸۴
تلامذہ ۴۸۴
فقہ ۴۸۴
زہد وعبادت ۴۸۵
شیخین کے ساتھ عقیدت ۴۸۵
صحت عقیدہ ۴۸۵
وفات ۴۸۵
اولاد ۴۸۶
لباس ۴۸۶
محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۶
فضل وکمال ۴۸۶
قرآن ۴۸۶
حدیث ۴۸۶
فقہ ۴۸۷
زہد وورع ۴۸۷
وفات ۴۸۷
محمد بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ ۴۸۷
نام ونسب ۴۸۷
حصول علم کی استعداد ۴۸۷
ذوق وطلب ۴۸۸
ہمہ گیری ۴۸۸
جامعیت ۴۸۹
قرآن ۴۸۹
حدیث ۴۸۹
سنن رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سنن صحابہ ۴۸۹
علم حاضر ۴۹۰
مرویات کا پایہ ۴۹۰
شیوخ ۴۹۰
تلامذہ ۴۹۱
فقہ ۴۹۱
فتاوی ۴۹۱
مغازی ۴۹۱
علماء میں ابن شہاب کا درجہ ۴۹۱
اشاعت علم ۴۹۲
علمی انہماک ۴۹۲
عہدہ قضاء اور خلفاء سے تعلقات ۴۹۲
فیاضی ۴۹۳
وفات ۴۹۳
حلیہ ۴۹۳
محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ ۴۹۳
نام ونسب ۴۹۳
فضل وکمال ۴۹۳
قرات ۴۹۴
حدیث ۴۹۴
تلامذہ ۴۹۴
فقہ ۴۹۴

Marfat.com

زہد وورع ۴۹۴
رقت قلب واثر پذیری ۴۹۵
حج کا ذوق ۴۹۵
ان کی زندگی کا اثر دوسروں پر ۴۹۵
ان کی زندگی کا اثر دوسروں پر ۴۹۵
بہترین عمل اور بہترین دنیا ۴۹۵
وفات ۴۹۵
مسروق بن اجدع رحمۃ اللہ علیہ ۴۹۶
نام ونسب ۴۹۶
اسلام ۴۹۶
عہد فاروقی ۴۹۶
حضرت عثمان کی حمایت ۴۹۶
خانہ جنگی سے احتراز ۴۹۷
قضاء ۴۹۸
وفات ۴۹۸
فضل وکمال ۴۹۸
حدیث وسنت ۴۹۹
فقہ وفتاویٰ ۴۹۹
قضاء ۴۹۹
فضائل اخلاق ۵۰۰
خشیت الٰہی ۵۰۰
عبادت وریاضت ۵۰۰
توبہ واستغفار ۵۰۰
دنیا کی حقیقت ۵۰۰
دنیا سے بے تعلقی ۵۰۱
دولتِ دنیا سے بے نیازی ۵۰۱
توکل وقناعت ۵۰۱
انفاق فی سبیل اللہ ۵۰۱
احتیاط ۵۰۱
مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ ۵۰۲
نام ونسب ۵۰۲
فضل وکمال ۵۰۲
حدیث ۵۰۲
ان کی مرویات کا پایہ ۵۰۲
احتیاط ۵۰۳
فقہ ۵۰۳
حلقہ درس ۵۰۳
زہد وعبادت ۵۰۳
دولت دنیا سے بے نیازی ۵۰۴
خوش اخلاق ۵۰۴
وفات ۵۰۴
مسلم بن یسار رحمۃ اللہ علیہ ۵۰۵
نام ونسب ۵۰۵
فضل وکمال ۵۰۵
حدیث ۵۰۵
فقہ ۵۰۵
فضائل اخلاق ۵۰۵
شرط ایمان ۵۰۵
نماز میں ذوق واستغراق ۵۰۶
پابندی سنت میں اہتمام ۵۰۶
کتاب اللہ کا احترام ۵۰۶
ریا، جہل اور شیطان کا آلہ ۵۰۶
حلم ومتانت ۵۰۷
فتنہ اشعث کے ابتلاء پر تاسف ۵۰۷
وفات ۵۰۷
مطرف بن عبداللہ ۵۰۷
نام ونسب ۵۰۷
پیدائش ۵۰۷

Marfat.com

ذوق علم ۵۰۸
فضل و کمال ۵۰۸
حدیث ۵۰۸
فقہ ۵۰۸
زہد و ورع ۵۰۸
شور و فتن سے اجتناب ۵۰۸
نفس ایک ہے ۵۰۹
دنیا عالم اسباب ہے ۵۰۹
عقل بہترین عطیہ قدرت ہے ۵۱۰
دنیاوی شان و شکوہ ۵۱۰
وفات ۵۱۰
مکحول الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ ۵۱۱
نام و نسب ۵۱۱
تحصیل علم کے لیے دنیائے اسلام کا سفر ۵۱۱
فضل و کمال ۵۱۲
شیوخ ۵۱۲
تلامذہ ۵۱۲
فقہ و فتاویٰ ۵۱۲
احتیاط ۵۱۳
تصانیف ۵۱۳
انفاق فی سبیل اللہ ۵۱۳
ایک شبہ کا ازالہ ۵۱۳
وفات ۵۱۳
منصور بن زاذان واسطی رحمۃ اللہ علیہ ۵۱۴
نام و نسب ۵۱۴
فضل و کمال ۵۱۴
حدیث ۵۱۴
عبادت و ریاضت ۵۱۴
وفات ۵۱۵
مقبولیت ۵۱۵
میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ ۵۱۵
نام و نسب ۵۱۵
پیدائش ۵۱۵
جزیرہ کا قیام ۵۱۵
بیت المال کی نگرانی کا منصب ۵۱۶
عہدہ خراج ۵۱۶
فضل و کمال ۵۱۶
حدیث ۵۱۶
تلامذہ ۵۱۷
فقہ ۵۱۷
فضائل اخلاق ۵۱۷
منہیات سے اجتناب ۵۱۷
عبادت ۵۱۷
انکسار و تواضع ۵۱۷
حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حضرت عثمان کی فضیلت کا ایک دل نشین استدلال ۵۱۷
وفات ۵۱۸
نافع بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ ۵۱۸
نام و نسب ۵۱۸
فضل و کمال ۵۱۸
حدیث ۵۱۸
فقہ ۵۱۹
فصاحت و بلاغت ۵۱۹
فضائل و اخلاق ۵۱۹
پاپیادہ حج ۵۱۹
دبدبہ و شکوہ ۵۱۹
اصلاحِ نفس ۵۱۹
وفات ۵۲۰

Marfat.com

اولاد	۵۲۰
حلیہ ولباس	۵۲۰
نافع بن کاوس رحمۃ اللہ علیہ	۵۲۰
نام ونسب	۵۲۰
تعلیم	۵۲۰
حدیث	۵۲۱
تلامذہ	۵۲۱
فقہ	۵۲۲
عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اور نافع	۵۲۲
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی محبت	۵۲۲
وفات	۵۲۲
وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ	۵۲۳
نام ونسب	۵۲۳
پیدائش	۵۲۳
فضل وکمال	۵۲۳
حدیث	۵۲۳
فقہ	۵۲۳
غیر مذاہب کے صحیفوں کا علم	۵۲۳
تاریخ	۵۲۴
فضائل اخلاق	۵۲۴
غیر معتبر روایات	۵۲۴
وفات	۵۲۴
ہرم بن حیان عبدی رحمۃ اللہ علیہ	۵۲۴
نام ونسب	۵۲۴
علمی حیثیت	۵۲۵
روحانی کمالات	۵۲۵
ایک سبق آموز مثال	۵۲۵
عمل کی اہمیت	۵۲۵
خواجہ اویس قرنی کی باتیں	۵۲۶
وصیت وفات	۵۲۶
ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ	۵۲۶
نام ونسب	۵۲۶
فضل وکمال	۵۲۷
حدیث	۵۲۷
شیوخ	۵۲۷
تلامذہ	۵۲۷
فقہ	۵۲۷
زہد وورع	۵۲۷
تہذیب لسان	۵۲۸
فیاضی	۵۲۸
بغداد کا سفر	۵۲۸
وفات	۵۲۸
یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ	۵۲۸
نام ونسب	۵۲۸
فضل وکمال	۵۲۹
حدیث	۵۲۹
تلامذہ	۵۲۹
فقہ	۵۲۹
عہدہ قضا	۵۳۰
بعض زریں اصول	۵۳۰
وفات	۵۳۰
یحییٰ بن یعمر رحمۃ اللہ علیہ	۵۳۰
فضل وکمال	۵۳۰
قرآن	۵۳۰

Marfat.com

حدیث ۵۳۱
فقہ ۵۳۱
زبان وادب ۵۳۱
فصاحت وبلاغت ۵۳۱
قضاءت میں سہولت ۵۳۱
ایک اہم کارنامہ ۵۳۱
اہل بیت نبوی سے عقیدت ۵۳۲
وفات ۵۳۲
یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ ۵۳۲
نام ونسب ۵۳۲
فضل وکمال ۵۳۲
حدیث ۵۳۲
فقہ ۵۳۳
علمائے معاصرین کی رائے ۵۳۳
احتیاط ۵۳۳
علم کی عظمت ۵۳۳
صاف گوئی ۵۳۳
وفات ۵۳۴
بعض خاص اوصاف ۵۳۴
یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ ۵۳۴
نام ونسب ۵۳۴
فضل وکمال ۵۳۴
حدیث ۵۳۴
تلامذہ ۵۳۵
اخلاص فی العلم ۵۳۵
فضائل اخلاق ۵۳۵
دیانت ۵۳۵
وفات ۵۳۶
ابوادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ ۵۳۶
نام ونسب ۵۳۶
پیدائش ۵۳۶
فضل وکمال ۵۳۷
حدیث ۵۳۷
فقہ ۵۳۷
وعظ گوئی اور قضاءت ۵۳۷
علماء کا اعتراف ۵۳۷
وفات ۵۳۸
ابواسحق سبیعی رحمۃ اللہ علیہ ۵۳۸
نام ونسب ۵۳۸
پیدائش ۵۳۸
اموی دور ۵۳۸
فضل وکمال ۵۳۸
حدیث ۵۳۹
تلامذہ ۵۳۹
زہد وعبادت ۵۳۹
جہاد فی سبیل اللہ ۵۴۰
وفات ۵۴۰
ابوبردہ بن ابی موسیٰ اشعری رحمۃ اللہ علیہ ۵۴۰
نام ونسب ۵۴۰
تعلیم ۵۴۰
فضل وکمال ۵۴۰
حدیث ۵۴۱
تلامذہ ۵۴۱
فقہ ۵۴۱

Marfat.com

عہدہ قضاء ۵۴۱
فضائل اخلاق ۵۴۱
وفات ۵۴۲
ابوبکر بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ۵۴۲
نام ونسب ۵۴۲
ولادت ۵۴۲
فضل وکمال ۵۴۲
حدیث ۵۴۲
زہد عبادت ۵۴۲
امانت ۵۴۳
فیاضی ۵۴۳
بنی امیہ میں منزلت ۵۴۳
وفات ۵۴۳
ابورجاء عطاردی رحمۃ اللہ علیہ ۵۴۳
نام ونسب ۵۴۳
اسلام ۵۴۴
فضل وکمال ۵۴۴
قرآن ۵۴۴
حدیث ۵۴۴
زہد وعبادت ۵۴۵
امامت ۵۴۵
وفات ۵۴۵
ابوالزناد رحمۃ اللہ علیہ ۵۴۵
نام ونسب ۵۴۵
فضل وکمال ۵۴۵
حدیث ۵۴۶
تلامذہ ۵۴۶
فقہ ۵۴۶
جامعیت اور حلقہ درس کی وسعت ۵۴۶
عقل وفرزانگی ۵۴۷
وفات ۵۴۷
ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ ۵۴۷
نام ونسب ۵۴۷
فضل وکمال ۵۴۷
حدیث ۵۴۷
تلامذہ ۵۴۸
فقہ ۵۴۸
عہدہ قضا ۵۴۸
وفات ۵۴۸
حلیہ ۵۴۸
ابوالعالیہ ریاحی رحمۃ اللہ علیہ ۵۴۹
نام ونسب ۵۴۹
اسلام ۵۴۹
آزادی ۵۴۹
فضل وکمال ۵۴۹
قرآن ۵۴۹
حدیث ۵۵۰
اخذ حدیث میں احتیاط ۵۵۰
تلامذہ ۵۵۰
فقہ ۵۵۰
صحابہ میں منزلت ۵۵۰
عبادت ۵۵۱
رہبانیت سے اجتناب ۵۵۱
ریاء سے احتراض ۵۵۱

Marfat.com

انفاق فی سبیل اللہ ۔۔۔۔ ۵۵۱
غلاموں کی آزادی ۔۔۔۔ ۵۵۲
زکوٰۃ وصدقات ۔۔۔۔ ۵۵۲
خانہ جنگی سے اجتناب ۔۔۔۔ ۵۵۲
مشتبہات سے اجتناب ۔۔۔۔ ۵۵۲
بے تکلفی ۔۔۔۔ ۵۵۳
وفات ۔۔۔۔ ۵۵۳
ابوعبدالرحمٰن السلمی رحمۃ اللہ علیہ ۔۔۔۔ ۵۵۳
نام ونسب ۔۔۔۔ ۵۵۳
فضل وکمال ۔۔۔۔ ۵۵۳
قرآن ۔۔۔۔ ۵۵۳
درس قرآن ۔۔۔۔ ۵۵۳
حدیث ۔۔۔۔ ۵۵۴
وفات ۔۔۔۔ ۵۵۴
ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ ۔۔۔۔ ۵۵۴
نام ونسب ۔۔۔۔ ۵۵۴
اسلام ۔۔۔۔ ۵۵۴
عہد فاروقی ۔۔۔۔ ۵۵۴
فضل وکمال ۔۔۔۔ ۵۵۵
حدیث ۔۔۔۔ ۵۵۵
عبادت وریاضت ۔۔۔۔ ۵۵۵
ذکر خدا ۔۔۔۔ ۵۵۵
اہل بیت نبوی سے عقیدت ۔۔۔۔ ۵۵۵
وفات ۔۔۔۔ ۵۵۶
ابوقلابہ جرمی رحمۃ اللہ علیہ ۔۔۔۔ ۵۵۶
نام ونسب ۔۔۔۔ ۵۵۶
فضل ۔۔۔۔ ۵۵۶
حدیث ۔۔۔۔ ۵۵۶
تلامذہ ۔۔۔۔ ۵۵۶
اعتدال فی الروایت ۔۔۔۔ ۵۵۷
فقہ ۔۔۔۔ ۵۵۷
قضاء کا ملکہ ۔۔۔۔ ۵۵۷
عہدہ قضاء سے انکار ۔۔۔۔ ۵۵۷
کتب خانہ ۔۔۔۔ ۵۵۷
بدعات سے نفرت ۔۔۔۔ ۵۵۸
ایک گمراہ کن بدعت ۔۔۔۔ ۵۵۸
عرفان نفس ۔۔۔۔ ۵۵۸
ابتلاء وآزمائش پر صبر ۔۔۔۔ ۵۵۹
وفات ۔۔۔۔ ۵۵۹
ابووائل بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ ۔۔۔۔ ۵۵۹
نام ونسب ۔۔۔۔ ۵۵۹
عہد رسالت ۔۔۔۔ ۵۵۹
اسلام ۔۔۔۔ ۵۵۹
عہد صدیقی ۔۔۔۔ ۵۶۰
عہد فاروقی میں تلافی مافات ۔۔۔۔ ۵۶۰
عمر فاروق کا برتاؤ ۔۔۔۔ ۵۶۰
جنگ صفین ۔۔۔۔ ۵۶۰
حجاج اور ابووائل ۔۔۔۔ ۵۶۰
تحصیل زکوٰۃ کا عہدہ ۔۔۔۔ ۵۶۱
فضل وکمال ۔۔۔۔ ۵۶۱
قرآن ۔۔۔۔ ۵۶۱
حدیث ۔۔۔۔ ۵۶۲
تلامذہ ۔۔۔۔ ۵۶۲
علماء میں ابووائل کا درجہ ۔۔۔۔ ۵۶۲

Marfat.com

خشیتِ الٰہی ۵۶۲
زہد وعبادت ۵۶۲
جہاد فی سبیل اللہ اور دنیا سے بے تعلقی ۵۶۳
کسب حلال ۵۶۳
ان کی ذات باعثِ برکت تھی ۵۶۳
وفات ۵۶۳
حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ۵۶۳
نام ونسب ۵۶۳
ابوحنیفہ سے متعلق بشارات ۵۶۸
القرآن ۵۶۹
ابتدائی زندگی ۵۶۹
آپ کی تابعیت ۵۶۹
آپ کے سفر ۵۷۰
اساتذہ ۵۷۰
درس وتدریس ۵۷۰
تلامذہ ۵۷۰
اہم تصانیف ۵۷۱
فقہ حنفی ۵۷۱
مقام فقہ حنفی ۵۷۱
حق گوئی ۵۷۲
عظمت ابوحنیفہ ۵۷۲
وفات ۵۷۲
واقعات تبع تابعین کرام ۵۷۴
تعارف تبع تابعین ۵۷۴
تبع تابعین ۵۷۴
قرآن مجید اور سیرۃ نبوی کا ایک اعجاز ۵۷۶
تبع تابعین کے عہد کی تعیین ۵۷۶
تبع تابعین سے کون لوگ مراد ہیں؟ ۵۷۷
اس عہد کی خوبیاں اور خرابیاں ۵۷۸
امام ابویوسف ۵۷۹
نام ونسب ۵۷۹
امام صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آمد کی وجہ ۵۷۹
تحصیلِ علم کی مدت ۵۸۱
علمِ دین سے شغف ۵۸۲
دوسرے شیوخ حدیث سے استفادہ ۵۸۴
محمد بن اسحاق صاحب المغازی اور امام ابویوسف ۵۸۵
امام محمد شیبانی ۵۸۵
نام ونسب ۵۸۵
ولادت ۵۸۵
تعلیم وتربیت واسط ۵۸۶
امام ابوحنیفہ کی خدمت میں آمد ۵۸۶
امام صاحب سے شرف تلمذ ۵۸۶
امام زفر ۵۸۷
نام ونسب ۵۸۷
خاندان ۵۸۹
تعلیم وتربیت ۵۸۹
امام زفر رحمہ اللہ کے دوسرے شیوخ ۵۸۹
امام صاحب کا طریقِ تعلیم اور امام زفر ۵۸۹
شیوخ کی رائے ۵۹۰
استاد کا احترام ۵۹۰
امام اوزاعی ۵۹۰
ابتدائی حالات ۵۹۱
وفات ۵۹۱
ابن جریج ۵۹۲

Marfat.com

نام ونسب ۵۹۳
تعلیم وتربیت ۵۹۳
اساتذہ ۵۹۴
علم وفضل ۵۹۴
علمِ تفسیر ۵۹۴
علمِ حدیث ۵۹۵
فقہ ۵۹۶
تصنیف ۵۹۶
عادات واخلاق ۵۹۷
علم کے حصول کا مقصد ۵۹۸
نفاستِ طبع ۵۹۸
وفات ۵۹۸
امام اسحٰق بن راہویہ ۵۹۸
نام ونسب ۵۹۸
تعلیم وتربیت ۵۹۹
تفسیر ۵۹۹
قوتِ حافظہ اور حدیث سے شغف واعتماد ۵۹۹
حدیث سے شغف کا نتیجہ ۶۰۰
درس وتدریس ۶۰۰
طریقہ درس ۶۰۱
تنقید حدیث ۶۰۱
اہلِ علم سے مذاکرات ۶۰۲
عادات واخلاق ۶۰۳
تصنیف ۶۰۳
وفات ۶۰۳
سفیان بن عیینہ ۶۰۴
خاندان ۶۰۴
ولادت اور تعلیم وتربیت ۶۰۵
ذہانت اور شوقِ جستجو ۶۰۶
قوتِ حافظہ ۶۰۶
متفرق واقعات شہداء ۶۰۷
تین ہزار شہداء اور فتح شام کا بیان ۶۰۷
ہسپانیہ کی تقدیر کا فیصلہ ہوتا ہے ۶۰۸
کتاب کے اختتام پر کلمات دعائیہ ۶۰۹
ماخذ ومراجع ۶۱۰

Marfat.com

مقدمہ

شہید کے معنی ومفہوم کا بیان

شہید کا معنی گواہ اور حاضر ہے۔ اللہ کی راہ میں مارے جانے والے کو شہید کہتے ہیں اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے لیے جنت کی شہادت دی گئی ہے ایک قول یہ ہے کہ اللہ کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ مرنے کے فوراً بعد شہید کی روح جنت میں حاضر ہو جاتی ہے جب کہ دوسرون کی روحیں فوراً جنت میں نہیں جاتی ایک قول یہ ہے کہ شہید راہ خدا میں جان دے کر اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس نے خدا سے کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(آیت) اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ:۱۱۱)

اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت بدلہ میں خرید لیا۔

اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ ہی کو خوب علم ہے کہ کون اس کی راہ میں زخمی ہوتا ہے۔

علامہ قرطبی التذکرہ میں لکھتے ہیں: امام آجری نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! اگر ہو سکے تو تم ہمیشہ باوضو رہو کیونکہ ملک الموت جس بندہ کی روح قبض کرے اور وہ اس وقت باوضو ہو اس کے لیے شہادت لکھ دی جاتی ہے۔

امام شعبی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے چاشت کی نماز پڑھی ہر ماہ تین روزے رکھے اور سفر اور حضر میں وتر کو ترک نہیں کیا اس کے لیے شہادت کا اجر لکھ دیا جاتا ہے اس حدیث کو امام ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

امام حکیم ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص کے پاس کوئی نہ کوئی ایسا پسندیدہ جانور رہتا ہے جس کے ذبح کرنے وہ انکار کرتا ہے اور اللہ کی بھی ایک ایسی مخلوق ہے جس کو ذبح کرنے سے وہ انکار ہے کچھ لوگ بستروں پر مرتے ہیں ان کے لیے شہداء کا اجر تقسیم کیا جاتا ہے۔

(علامہ ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۶۸ھ التذکرہ ص ۱۸۲۔۱۸۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۷ھ)

افضل شہادت کا بیان

حضرت عبداللہ ابن حبشی سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ نماز کے اعمال (ارکان) میں سے

Marfat.com

کونساعمل (رکن) افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طویل قیام کرنا پوچھا گیا کون ساصدقہ افضل ہے فرمایا مفلس ومحتاج اپنے فقروافلاس کے باوجود محنت ومشقت کر کے نکالے پوچھا گیا کون سی ہجرت بہتر ہے فرمایا اس شخص کی ہجرت میں جو اس چیز کو چھوڑ دے جس کو اللہ نے حرام قرار دیا ہے یعنی اگرچہ ہجرت کے معنی دارالکفر کو چھوڑ کر دارالسلام میں چلے جانا ہیں لیکن حرام چیزوں کو چھوڑ کر حلال چیزوں کو اختیار کرنا بھی ہجرت ہی کہلاتا ہے بلکہ یہی ہجرت بہتر ہے پوچھا گیا کون ساجہاد بہتر ہے فرمایا اس شخص کا جہاد (جو اپنے مال اور اپنی جان کے ذریعہ مشرکین سے جہاد کرے پوچھا گیا جہاد میں کونسا مارا جانا بہتر ہے یعنی کون ساشہید افضل ہے فرمایا اس شخص کا مارا جانا جس کا خون بہایا جائے اور جس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹی جائیں یعنی وہ شہید افضل ہے جو خود بھی مارا جائے اور اس کا گھوڑا بھی مارا جائے۔

ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں یوں ہے کہ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اعمال میں کون ساعمل افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایمان جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہ ہو۔ وہ جہاد جس میں حاصل شدہ مال غنیمت کے بارے میں کسی طرح کی خیانت نہ کی گئی ہو اور حج مقبول پھر پوچھا گیا کہ نماز میں کون سی چیز افضل ہے؟ فرمایا قیام کو طویل کرنا اس کے بعد حدیث کے الفاظ ابوداؤد و نسائی نے یکساں نقل کئے ہیں۔ (مشکوۃ المصابیح: جلدسوم، رقم الحدیث 947)

جو اپنے جان اور مال کے ذریعہ الخ کا مطلب یہ ہے کہ وہی جہاد افضل ہے جس میں مجاہد نے اپنا مال واسباب اور اپنا روپیہ پیسہ بھی اپنے اور دوسرے مجاہدین کی ضروریات جہاد میں صرف کیا ہو اور میدان جنگ میں اپنی جان کو بھی پیش کیا ہو یہاں تک کہ زخمی ہوا اور مارا گیا افضل اعمال کے سلسلے میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ احادیث میں افضل اعمال کے تعین وبیان کے سلسلے میں مختلف ارشاد منقول ہیں کہیں عمل کو افضل فرمایا گیا ہے اور کہیں کسی عمل کو اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل عمل کے بارے میں کئے جانے والے سوالات کے جوابات سائل کی حیثیت اور اس کے احوال کے مناسب ارشاد فرمائے۔

چنانچہ جس سائل میں تکبر و درشتی کے آثار دیکھے اس کو جواب دیا کہ سب سے بہتر عمل تواضع ونرم خوئی ہے جیسے سلام کو ظاہر کرنا اور نرم کرنا جس سے سائل میں بخل اور خست کے آثار پائے اس سے فرمایا کہ سب سے بہتر عمل سخاوت ہے جیسے محتاجوں اور فقیروں کو کھانا کھلانا وغیرہ اسی طرح جس سائل میں عبادت کے معاملے میں سستی کے آثار پائے اس کو جواب دیا کہ سب سے بہتر عمل تہجد کی نماز ہے غرضیکہ جس سائل کو جس حالت میں پایا اس کا جواب اسی کے مناسب حال دیا، اس اعتبار اعمال کی افضلیت کی مراد گویا درحقیقت سائل کے حق میں ہے کہ مثلاً جس سائل میں بخل وخست کی خصلتیں تھیں اس کے حق میں سب سے بہتر عمل سخاوت ہی تھا یا پھر یہ کہا جائے گا کہ جس موقع پر جس عمل کو سب سے بہتر عمل فرمایا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ یہ عمل افضل اعمال میں سے ایک افضل عمل ہے۔

جذبہ جہاد اور حصول شہادت کا بیان

حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مجاہدین اسلام کو جنگ احد کے بعد ہتھیار اتارے ابھی ایک دن بھی نہ

Marfat.com

گزرا تھا کہ غزوہ حمراء الاسد پیش آ گیا۔ جب کفار مکہ میدان احد سے باھر نکلے تھے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضی کو ان کا تعاقب کرنے کا حکم دیا تا کہ یہ یقین کر لیا جائے کہ وہ واقعی مکہ معظمہ واپس جا رہے ہیں یا دوبارہ مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کا کوئی ارادہ رکھتے ہیں علی المرتضی نے کافی دور تک ان کا تعاقب کیا اور واپس آ کر خبر دی کہ کفار نے مکہ کا ہی رخ کیا ہوا۔ لہٰذا اب خطرے کی کوئی بات نہیں ہے۔ لیکن شیطان نے ان کو ورغلایا کہ مسلمانوں کی اہم ہستیاں ابھی زندہ ہیں اور یہ لوگ دوبارہ مسلمانوں کو منظم کر کے مزید طاقتور لشکر لے کر دوبارہ مکہ پر حملہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن اس وقت مسلمان زخموں سے نڈھال ہیں ابھی ان میں لڑنے کی سکت نہیں ہے لہٰذا دوبارہ ان پر حملہ کر دینا چاہیے اس قسم کے بیہودہ خیالات نے انہیں دوبارہ حملہ کرنے پر آمادہ کیا لہٰذا دوسرے روز وہ مکہ کی جانب جانے کی بجائے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضور نبی کریم کو اطلاع ملی تو آپ نے مسلمانوں کو فوری تیاری کا حکم دیا اور اعلان فرمایا کہ اس لشکر میں صرف وہی مجاہدین شامل ہوں گے جو کل غزوہ احد میں شریک ہوئے تھے جنگ احد کے اگلے دن مجاہدین نے دوبارہ اسلحہ اٹھایا اور جنگ کے لیے تیار ہو گئے ان میں اکثر مجاہدین زخمی تھے کسی کے جسم پر ستر زخم تھے تو کسی کے جسم پر اسی زخم تھے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارے پر زخموں سے چور یہ لشکر دوبارہ جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔

جابر بن عبداللہ ہتھیار لگائے بارگاہ رسالت میں پیش ہوئے اور عرض کرنے لگے یارسول اللہ! میں جنگ احد میں اس لیے شریک نہ ہو سکا کہ میرے والد صاحب نے مجھے کہا تھا کہ تم ابھی کم عمر ہو اور گھر میں تیری سات بہنیں ہیں تم ان کے پاس گھر میں رہو جہاد کے لئے میں جاتا ہوں چنانچہ میرے والد جنگ احد میں شہید ہو گئے اور اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس غزوہ میں شرکت کی اجازت عنایت فرمائیں نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے جابر بن عبداللہ کو اجازت دے دی۔ جابر کے سوا اس لشکر میں شریک تمام مجاہدین وہی تھے جو جنگ احد میں شریک ہوئے تھے۔

حمراء الاسد مدینہ منورہ سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے جب لشکر اسلام یہاں پہنچا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں خیمہ زن ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ اسی مقام پر قبیلہ بنوخزاعہ کا ایک رئیس شخص معبد نامی بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ معبد مسلمان ہونے کے بعد مکہ کی طرف جاتے ہوئے الروحاء کے مقام پر ابو سفیان سے ملا۔ ابوسفیان کو بتایا کہ مسلمان ایک لشکر جرار لے کر نہایت جوش و جذبہ اور غصہ کی حالت میں تمہارے پیچھے دوڑے آ رہے ہیں۔ جو مسلمان غزوہ احد میں شریک نہ ہو سکے تھے وہ سب اس لشکر میں شامل تھے۔ اس لیے تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ تم واپس مکہ چلے جاؤ ورنہ سخت نقصان اٹھاؤ گے۔ ابوسفیان نے اپنے لشکر کو حالات سے باخبر کیا اور وہ سب مکہ کی طرف روانہ ہو گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کئی روز حمراء الاسد میں ٹھہرے رہے اور کفار کے لشکر کا انتظار کرتے رہے۔ چند روز وہاں قیام کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے اور فتح و کامرانی کا پرچم لہراتے ہوئے واپس مدینہ طیبہ تشریف لے آئے۔

Marfat.com

شہداء زندہ ہیں

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَلا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لا تَشْعُرُونَ (سورہ البقرہ۔154)

اور جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کے بارے میں یہ نہ کہو کہ وہ مردہ ہیں بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمھیں خبر نہیں۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَلا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلا هُمْ يَحْزَنُونَ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ (سورہ آل عمران۔169۔171)

جولوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ان کو مردہ نہ سمجھو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اپنے پروردگار کے مقرب ہیں کھاتے پیتے ہیں وہ خوش ہیں اس چیز سے جو ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے عطاء فرمائی اور جولوگ ان کے پاس نہیں پہنچے ان سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کی بھی اس حالت پر وہ خوش ہوتے ہیں کہ ان پر بھی کسی طرح کا خوف واقع ہونے والا نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے وہ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہداء جنت کے دروازے پر دریا کے کنارے ایک محل میں رہتے ہیں اور ان کے لیے صبح شام جنت سے رزق لایا جاتا ہے۔

(مسند احمد۔ مصنف ابن ابی شیبہ۔ المستدرک، امام حاکم، دارالکتب بیروت۔ صحیح علی شرط مسلم، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بندے قیامت کے دن حساب کتاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی تلواریں گردنوں پر اٹھائے ہوئے آئیں گے ان سے خون بہہ رہا ہوگا وہ جنت کے دروازوں پر چڑھ دوڑیں گے پوچھا جائے گا یہ کون ہیں۔ جواب ملے گا یہ شہداء ہیں جو زندہ تھے اور انہیں روزی ملتی تھی۔ (الطبرانی۔ مجموعہ الزوائد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احد کے دن حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ پر کھڑے ہوئے تھے اور حضرت مصعب زمین پر شہید پڑے تھے اس دن انہی کے ہاتھ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی:

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضَى نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلا (الاحزاب 23)

Marfat.com

ایمان والوں میں کچھ مرد ایسے ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اسے سچ کر دکھلایا پھر بعض تو ان میں سے وہ ہیں جنہوں نے اپنا ذمہ پورا کر لیا اور بعض ان میں سے (اللہ کی راستے میں جان قربان کرنے کے لیے) راہ دیکھ رہے ہیں اور وہ ذرہ (برابر) نہیں بدلے۔

بے شک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے گواہی دیتے ہیں کہ تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے شہداء میں سے ہو پھر آپ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے لوگوں تم ان کے پاس آیا کرو ان کی زیارت کیا کرو ان کو سلام کیا کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے قیامت کے دن تک جو بھی انہیں سلام کہے گا یہ اسے جواب دیں گے۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک مرسلا، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حضرت محمد بن قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ انصار میں سے ایک شخص جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کیا کرتے تھے احد کے دن ان کو کسی نے بتایا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو چکے ہیں تو انہوں نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین پہنچا دیا چنانچہ اب تم سب (مسلمان) ان کے دین کے لیے جہاد کرو پھر وہ تین بار اٹھے اور ہر بار موت کے منہ تک پہنچے اور بالآخر تیسرے حملے میں شہید ہو گئے جب ان کی اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوئی اور اپنے (شہداء) ساتھی بھی ملے تو وہ وہاں کی نعمتیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے اے ہمارے پروردگار کیا کوئی قاصد نہیں ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری یہ حالت بتا سکے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہارا قاصد ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر یہ آیات سنائیں ولا تحسبن سے آخر تک۔

(اخرجہ المنذری فی تفسیرہ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن مجھے دیکھا تو فرمایا اے جابر کیا بات ہے تم فکرمند نظر آتے ہو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میرے والد شہید ہو گئے ہیں اور اپنے اوپر قرضہ اور اہل و عیال چھوڑ گئے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے جب بھی کسی سے بات کی تو پردے کی پیچھے سے کی لیکن تمہارے والد سے آمنے سامنے بات فرمائی اور کہا مجھ سے جو مانگو میں دوں گا تمہارے والد نے کہا مجھے دنیا میں واپس بھیج دیجئے تاکہ دوبارہ شہید ہو سکوں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میری طرف سے پہلے ہی فیصلہ ہو چکا ہے کہ کسی کو واپس نہیں جانا تمہارے والد نے کہا اے میرے پروردگار پیچھے والوں کو ہماری حالت کی اطلاع دے دیجئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: ولا تحسبن الذین سے آخر تک۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ۔ المستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت)

حیات شہداء سے متعلق علماء کے اقوال

شہداء کی زندگی کے بارے میں علماء کرام کے مختلف اقوال ہیں۔

(1) علامہ قرطبی اور اکثر علماء کرام فرماتے ہیں کہ شہداء کی حیات یقینی چیز ہے اور بلاشبہ وہ جنت میں زندہ ہیں جیسا کہ

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے اور ان کی موت بھی ہو چکی ہے اور ان کے جسم مٹی میں ہیں اور ان کی روحیں دوسرے ایمان والوں کی ارواح کی طرح زندہ ہیں البتہ شہداء کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان کے لیے شہادت کے وقت سے جنت کی روزی جاری کر دی جاتی ہے تو گویا کہ ان کے لیے ان کی دنیوی زندگی جاری ہے اور وہ ختم نہیں ہوئی۔

(2) علماء کی ایک جماعت کا فرمانا ہے کہ قبروں میں شہداء کرام کی ارواح ان کے جسموں میں لوٹا دی جاتی ہیں اور وہ عیش و آرام کے مزے کرتے ہیں جیسا کہ کافروں کو ان کی قبروں میں زندہ کر کے عذاب دیا جاتا ہے۔

(3) مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان کی روحیں سبز پرندوں میں ڈال دی جاتی ہیں اور وہ جنت میں رہتے ہیں اور وہ کھاتے پیتے اور عیش کرتے ہیں۔ قرطبی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قول قرار دیا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کے لیے ہر سال ایک جہاد کا اجر لکھا جاتا ہے اور وہ اپنے بعد قیامت کے دن تک کے جہاد میں شریک رہتے ہیں۔

(5) ایک قول یہ ہے کہ ان کی روحیں عرش کے نیچے قیامت تک رکوع سجدے میں مشغول رہتی ہیں جیسا کہ ان زندہ مسلمانوں کی روحیں جو باوضو سوتے ہیں۔

(6) ایک قول یہ ہے کہ ان کے جسم قبر میں خراب نہیں ہوتے اور انہیں زمین نہیں کھاتی یہی ان کی زندگی ہے۔

شہداء کی جسمانی زندگی کا مطلب

شہداء کی حیات کا مطلب یہ ہے کہ شہداء کو ایک طرح کی جسمانی زندگی بھی حاصل ہوتی ہے جو دوسرے مردوں کی زندگی سے زیادہ ممتاز ہوتی ہے اور ان کی ارواح کو بھی اللہ کے ہاں مختلف مقامات حاصل ہوتے ہیں یعنی ان کی روحوں کا تعلق ان کے جسموں سے بھی رہتا ہے اور ان کی ارواح کو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی مختلف مقامات ملتے ہیں ان میں سے بعض کی ارواح سبز پرندوں میں ہوتی ہیں اور وہ جنت میں کھاتے پیتے ہیں اور عرش کے سائے میں بنی ہوئی قندیلوں میں بیٹھتے ہیں جیسا کہ صحیح احادیث کے حوالے سے ان شاء اللہ آگے آئے گا اور ان میں سے کچھ جنت کے دروازے کے پاس دریا کے کنارے والے محل میں ہوتے ہیں اور جنت سے صبح اور شام ان کی روزی آتی ہے جیسا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں گذر چکا ہے اور کچھ ان میں سے فرشتوں کے ساتھ جنت میں اور آسمانوں میں اڑتے پھرتے ہیں جیسا کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئے گا اور کچھ ان میں سے جنت کی اونچی مسہریوں پر ہوتے ہیں جیسا کہ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں آئے گا ان کے مقامات کا یہ فرق دنیا میں ان کے ایمان اخلاص اور جان دینے کے جذبے کے فرق کی وجہ سے ہوگا شہادت سے پہلے جس کا ایمان و اسلام میں جتنا بلند مقام ہوگا شہادت کے بعد اللہ کے ہاں اس کا اتنا بلند مقام ہوگا آئیے اب شہداء کی جسمانی زندگی پر کچھ دلائل پڑھتے ہیں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ عبدالرحمن بن ابی صعصعہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عمرو

Marfat.com

بن جموع رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ دونوں انصاری صحابی تھے۔ سیلاب کی وجہ سے ان کی قبریں کھولی گئیں تاکہ ان کی جگہ بدلی جاسکے یہ دونوں حضرات ایک قبر میں تھے جب ان کی قبریں کھولی گئیں تو ان کے جسموں میں کوئی فرق نہیں آیا تھا گویا کہ انہیں کل دفن کیا گیا ہوں ان میں سے ایک کا ہاتھ شہادت کے وقت ان کے زخم پر تھا اور وہ اسی حالت میں دفن کئے گئے تھے دیکھا گیا کہ اب تک ان کا ہاتھ اسی طرح ہے لوگوں نے وہ ہاتھ وہاں سے ہٹایا مگر وہ ہاتھ واپس اسی طرح زخم پر چلا گیا غزوہ احد کے دن یہ حضرات شہید ہوئے تھے اور قبریں کھودنے کا یہ واقعہ اس کے چھیالیس سال بعد کا ہے۔

(مؤطا امام مالک رحمہ اللہ۔ سیر اعلام النبلاء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے براہ راست بھی آئی ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے کتاب الجہاد میں سند کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے نہر کظامہ جاری کرنے کا اردہ فرمایا تو اپ نے اعلان کروایا کہ جس شخص کا کوئی شہید ہو تو وہ پہنچ جائے پھر ان شہداء کے اجسام نکالے گئے تو وہ بالکل تر و تازہ تھے یہاں تک کہ کھودنے کے دوران ایک شہید کے پاؤں پر کدال لگ گئی تو خون جاری ہو گیا۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

عبدالصمد بن علی رحمہ اللہ (جو بنو عباس کے خاندان میں سے ہیں) کہتے ہیں کہ میں اپنے (رشتے کے) چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر آیا قریب تھا کہ سیلاب کا پانی ان کو ظاہر کر دیتا میں نے انہیں قبر سے نکالا تو وہ اپنی سابقہ حالت پر تھے اور ان پر وہ چادر تھی جس میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفنایا تھا اور ان کے قدموں پر اذخر (گھاس) تھی۔ میں نے ان کا سر اپنی گود میں رکھا تو وہ پتیل کی ہانڈی کی طرح (چمک رہا) تھا میں نے گہری قبر کھدوائی اور نیا کفن دے کر انہیں دفنا دیا۔

(ابن عساکر، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

قیس بن حازم فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے کسی رشتہ دار نے خواب میں دیکھا تو انہوں نے فرمایا تم لوگوں نے مجھے ایسی جگہ دفن کر دیا ہے جہاں پانی مجھے تکلیف پہنچاتا ہے میری جگہ یہاں سے تبدیل کرو۔ رشتے داروں نے قبر کھودی تو ان کا جسم نرم و نازک چمڑے کی طرح تھا اور داڑھی کے چند بالوں کے علاوہ جسم میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ (مصنف عبدالرزاق، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

ترمذی (حدیث کی کتاب) میں اصحاب الاخدود (خندقوں میں شہید کئے جانے والے جن کا تذکرہ قرآن مجید کی سورہ بروج میں ہے) کا واقعہ مذکور ہے اس میں یہ بھی ہے کہ لڑکا جسے بادشاہ نے شہید کر کے دفن کر دیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قبر سے نکالا گیا تو اس کی انگلی اس کی کنپٹی پر تھی (کیونکہ یہیں اس کو تیر لگا تھا)۔ (ترمذی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

یہ واقعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی فترۃ والے زمانے کا ہے۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ تمام اہل کوفہ یہ بات نقل کرتے ہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی

Marfat.com

دیوار گر گئی اور یہ ولید بن عبدالملک کا دور حکومت تھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اس وقت مدینہ منورہ کے گورنر تھے تو روضہ مبارک سے ایک پاؤں کھل گیا لوگ ڈر گئے کہ شاید یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاؤں مبارک ہے چنانچہ لوگ سخت غمگین ہوئے اس وقت حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر نے آ کر وہ پاؤں دیکھا تو فرمایا یہ میرے دادا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پاؤں مبارک ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تھے۔ (التذکرہ للقرطبی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت ثابت بن قیس بن شماس کا واقعہ بہت مشہور ہے اور یہ واقعہ کئی صحابہ کرام اور مفسرین نے ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ثابت کی بیٹی فرماتی ہیں کہ جب قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی: ترجمہ (اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ (الحجرات۔2)

تو میرے والد گھر کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ گئے اور رونے لگے جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نہ پایا تو بلا کر گھر بیٹھ رہنے کی وجہ پوچھی انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میری آواز (طبعی طور پر) بلند ہے میں ڈرتا ہوں کہ میرے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں ہیں بلکہ آپ خیر والی زندگی جئیں گے اور خیر والی موت مریں گے ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی: (کہ اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔ (لقمان۔18)

تو میرے والد نے پھر دروازہ بند کر دیا گھر میں بیٹھ گئے اور روتے رہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں نہ پایا تو انہیں بلوایا اور وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو خوبصورتی کو پسند کرتا ہوں اور اپنی قوم کی قیادت کو بھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں (جن کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے) بلکہ آپ تو بڑی پسندیدہ زندگی گزاریں گے اور شہادت کی موت پا کر جنت میں داخل ہوں گے۔ جنگ یمامہ کے دن جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے مسیلمہ کذاب پر حملہ کیا تو ابتداء میں مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اس وقت حضرت ثابت بن قیس اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو اس طرح نہیں لڑتے تھے۔

پھر دونوں حضرات نے اپنے لیے ایک ایک گڑھا کھودا اور اس میں کھڑے ہو کر ڈٹ کر لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اس دن حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک قیمتی زرہ پہن رکھی تھی ان کی شہادت کے بعد ایک مسلمان نے وہ زرہ اٹھالی۔ اگلے دن ایک مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اسے فرما رہے ہیں میں تمہیں ایک وصیت کر رہا ہوں تم اسے خیال سمجھ کر ضائع نہ کر دینا میں جب کل شہید ہوا تو ایک مسلمان میرے پاس سے گزرا اور اس نے میری زرہ اٹھالی وہ شخص لوگوں میں سب سے دور جگہ پر رہتا ہے اور اس کے خیمے کے پاس ایک گھوڑا رسی میں بندھا ہوا کود رہا ہے اور اس نے میری زرہ کے اوپر ایک بڑی ہانڈی رکھ دی ہے اور اس ہانڈی کے اوپر اونٹ کا کجاوہ رکھا ہوا ہے تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ وہ کسی کو بھجوا کر میری زرہ اس شخص سے لے لیں پھر جب تم مدینہ منورہ جانا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے

Marfat.com

خلیفہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے کہنا کہ میرے ذمے اتنا اتنا قرضہ ہے اور میرے فلاں فلاں غلام آزاد ہیں (پھر اس خواب دیکھنے والے کو فرمایا) اور تم اسے جھوٹا خواب سمجھ کر بھلا مت دینا۔

چنانچہ صبح وہ شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان تک پیغام پہنچایا تو انہوں نے آدمی بھیج کر زرہ وصول فرمائی۔ پھر مدینہ پہنچ کر اس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پورا خواب سنایا تو انہوں نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی وصیت کو جاری فرما دیا۔ ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے مرنے کے بعد وصیت کی ہو اور اس کی وصیت کو پورا کیا گیا ہو سوائے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے۔ (المستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت)

جنت سے نکل کر دوبارہ شہید ہونے کی تمنا کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی شخص جنت میں داخل ہونے کے بعد یہ تمنا نہیں کرے گا کہ اسے دنیا میں لوٹایا جائے یا دنیا کی کوئی چیز دی جائے سوائے شہید کے کہ وہ تمنا کریگا کہ وہ دنیا میں لوٹایا جائے اور دس بار شہید کیا جائے یہ تمنا وہ اپنی (یعنی شہید کی) تعظیم (اور مقام) دیکھنے کی وجہ سے کریگا۔

(بخاری، مسلم، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

شہید کے گناہوں کے کفارہ کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قرض کے سوا شہید کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ ایک روایت میں الفاظ اس طرح ہیں اللہ کے راستے میں قتل ہو جانا قرض کے سوا ہر گناہ کا کفارہ ہے۔ (مسلم شریف، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

لیکن علامہ ابن رشد فرماتے ہیں کہ ایک قول یہ بھی ہے کہ شہید کے لیے قرض کا معاف نہ ہونا ابتداء اسلام میں تھا بعد میں یہ فرما دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کا قرضہ ادا کر دے گا۔ (مقدمات ابن رشد، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

علامہ قرطبی فرماتے ہیں کہ جو قرضہ جنت میں جانے سے روکتا ہے وہ قرضہ ہے جو کسی نے لیا ہو اور اس کے پاس ادائگی کی گنجائش بھی ہو مگر نہ وہ اسے ادا کرے اور نہ مرنے کے بعد ادا کرنے کی وصیت کرے یا وہ قرضہ ہے جو بے وقوفی اور اسراف کے کاموں کے لئے لیا ہو اور پھر بغیر ادا کئے مر گیا ہو لیکن اگر کسی نے کوئی حق واجب ادا کرنے کے لئے قرضہ لیا ہو مثلاً فاقے سے بچنے کے لئے یا زیادہ تنگ دستی کی وجہ سے قرضہ لیا اور اس نے ادائیگی کے لیے بھی کچھ نہ چھوڑا ہو تو امید ہے کہ انشاء اللہ یہ قرضہ اس کے لئے جنت سے روکنے کا باعث نہیں بنے گا وہ مقروض شہید ہو یا غیر شہید کیونکہ مسلمانوں کے حاکم کے ذمے اس طرح کے قرضے اجتماعی مال سے ادا کرنا لازم ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے کوئی قرضہ یا حق چھوڑا وہ اللہ اور اس کے رسول کے ذمے ہے اور جس نے کوئی مال چھوڑا وہ اس کے ورثہ کے لیے ہے۔ (بخاری، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

Marfat.com

اور اگر مسلمانوں کے حاکم نے یہ قرضے ادا نہ کیے تو اللہ تعالیٰ خود یہ قرضہ قیامت کے دن اداء فرمائے گا اور قرض خواہ کو اس کی طرف سے راضی کر دے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: جس نے لوگوں سے مال لیا اور وہ ادائیگی کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے اداء فرما دے گا اور جس نے مال لیا اور وہ اسے ضائع کرنے کی نیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضائع کر دے گا۔

(بخاری، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اس کے علاوہ بھی دلائل لکھے ہیں (التذکرہ للقرطبی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ کے اس فرمان کی تصدیق حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے والد کے واقعے سے بھی ہوتی ہے کیونکہ جب وہ غزوہ احد کے دن نکلے تھے تو ان پر قرضہ تھا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کو پریشان دیکھا تو خوشخبری سنائی کہ تمہارے والد کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آمنے سامنے بغیر پردے کے بات کی ہے۔ اب اگر ہر قرضہ جنت سے روکنے کا باعث ہوتا ہے تو حضرت جابر بن عبداللہ کے مقروض والد کو اتنا بڑا مقام کیسے ملتا اسی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی گزر چکا ہے کہ انہوں نے شہادت کے وقت بائیس لاکھ کا قرضہ چھوڑا تھا۔

فرشتوں کے پروں کا سائے کا بیان

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میرے شہید والد کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور ان کے ناک کان مشرکوں نے کاٹ دیئے تھے تو میں نے ارادہ کیا کہ ان کے چہرے سے کپڑا اٹھا دو تو لوگوں نے مجھے منع کر دیا اسی دوران ایک چیخنے والی عورت کی آواز سنائی دی لوگوں نے کہا یہ عمرو کی بیٹی یا بہن ہے اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کیوں روتی ہو ابھی تک فرشتوں نے ان پر (یعنی شہید پر) اپنے پروں کا سایہ کیا ہوا ہے۔

شہید کے لئے جنت میں داخل ہونے کا بیان

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبہ۔111)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اور ان کے مالوں کو اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے خرید لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ (محمد۔4۔5۔6)

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اللہ کے ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ ان کو مقصود تک

Marfat.com

پہنچائے گا اور ان کی حالت سنوارے گا جس کی ان کو پہچان کرا دے گا۔ (یا وہ جنت ان کے لیے خوشبو سے مہکا دی گئی ہے)۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کو میں نے دیکھا کہ دو آدمی آئے اور انہوں نے مجھے ایک درخت پر چڑھایا پھر مجھے ایک گھر میں داخل کیا جو بہت حسین اور بہت اعلیٰ تھا میں نے اس جیسا حسین محل پہلے نہیں دیکھا ان دونوں نے مجھے بتایا کہ یہ شہداء کا گھر ہے۔ (بخاری، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میرے سامنے ان تین آدمیوں کو پیش کیا گیا جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے (1) شہید (2) حرام سے اور شبہات سے بچنے والا (3) وہ غلام جس نے اچھی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کی اور اپنے مالک کے ساتھ بھی خیر خواہی کی۔ (ترمذی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ دو آدمیوں پر (خوشی سے) ہنستا ہے ان میں سے ایک نے دوسرے کو قتل کیا اور دونوں جنت میں داخل ہو گئے صحابہ کرام نے پوچھا وہ کس طرح اے اللہ کے رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان میں سے ایک دوسرے کے ہاتھ سے قتل ہو کر جنت میں داخل ہو گیا پھر دوسرے کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی اور وہ مسلمان ہو گیا اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گیا۔

(بخاری۔ مسلم، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ کی رضا جوئی میں مارا گیا اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دیگا۔ (مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جنت میں ایک محل ہے جس کا نام عدن ہے اس میں پانچ ہزار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر پانچ ہزار حوریں ہیں۔ اس محل میں نبی، صدیق اور شہید داخل ہوں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ موقوفا رجالہ ثقات)

حضرت اسلم بن سلیم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں کون جائیگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نبی جنت میں جائیں گے شہید جنت میں جائیں گے وہ بچہ جسے زندہ درگور کر دیا گیا ہو وہ جنت میں جائے گا۔ (ابوداؤد، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام ربیع بن براء رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول کیا آپ مجھے (میرے بیٹے) حارثہ کے بارے میں نہیں بتائیں گے؟ وہ بدر کے دن ایک گمنام تیر سے مارے گئے تھے اگر وہ جنت میں ہیں تو میں صبر کر لوں گی اور اگر اس کے علاوہ کچھ ہے تو پھر میں ان پر خوب روؤں گی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حارثہ کی ماں جنت میں تو کئی باغات ہیں تیرا بیٹا تو فردوس اعلیٰ (یعنی جنت کے اعلیٰ ترین درجے) میں ہے۔ (بخاری، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

Marfat.com

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک کالے شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ایک بدبودار جسم والا بدصورت کالا آدمی ہوں اور میرے پاس مال بھی نہیں ہے اگر میں ان (کافروں) سے لڑتا ہوا مارا جاؤں تو میں کہاں جاؤں گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جنت میں چنانچہ وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے تو حضور اکرم صلی اللہ ان کے پاس آئے اور ارشاد فرمایا: اللہ نے تمہارے چہرے کو سفید جسم کو خوشبودار اور مال کو زیادہ فرما دیا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے یا کسی اور کے لیے فرمایا میں نے اس کی بیوی حورعین کو دیکھا کہ ان کے اونی جبے کو کھینچ رہی تھی اور ان کے اور جبے کے درمیان داخل ہو رہی تھی۔

(المستدرک، امام حاکم، دارالکتب بیروت۔ بیہقی، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کالے شخص کا نام جعال رضی اللہ عنہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے جعفر رضی اللہ عنہ بن ابو طالب کو جنت میں دو پروں والا فرشتہ دیکھا جو جنت میں جہاں چاہیں اڑے پھرتے ہیں اور ان کے پروں کے اگلے حصے پر خون لگا ہوا ہے۔

(الطبرانی۔ مجمع الزوائد، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

شہداء کی ارواح کا سبز پرندوں میں ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تمہارے بھائی (احد کے دن) شہید ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحیں سبز پرندوں میں داخل فرما دیں وہ جنت میں نہروں پر اترتے ہیں اور جنت کے میوے کھاتے ہیں اور وہ عرش کے سائے کے نیچے سونے کی قندیلوں پر بیٹھتے ہیں جب انہوں نے بہترین کھانا پینا اور آرام گاہ پالی تو انہوں نے کہا کون ہے جو ہمارے بھائیوں کو ہماری خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں اور کھا پی رہے ہیں تاکہ وہ جہاد کو نہ چھوڑیں اور لڑائی میں بزدلی نہ دکھائیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہاری خبر ان تک پہنچا دیتا ہوں چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں

ولا تحسبن الذین قتلو فی سبیل اللہ امواتا ۔ الی آخرہ ۔ (ابوداؤد۔ مستدرک، امام حاکم، دارالکتب بیروت)

صحیح مسلم شریف میں ایسی ہی روایت موجود ہے اور دوسری کتابوں میں اس مفہوم کی کئی احادیث موجود ہیں۔

قبر کے فتنے اور قیامت کے دن کی بے ہوشی سے نجات

احادیث صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اسلامی سرحدوں کی پہرے داری کرنے والا (مرابط) قبر کے فتنے سے محفوظ رہے گا جب اس کے لیے یہ نعمت ہے تو شہید اس نعمت کا بدرجہ اولی مستحق ہے۔ کیونکہ وہ مرابط سے افضل ہے، مرابط کو یہ نعمت اس وجہ سے ملتی ہے کہ وہ اپنی جان اللہ کے راستے میں قربانی کے لیے پیش کرتا ہے تو وہ شخص جس کی جان قبول کر لی گئی ہو وہ اس نعمت کا کس طرح سے مستحق نہیں ہوگا۔

راشد بن سعد کسی صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کو قبر کے فتنے کا

Marfat.com

سامنا ہوتا ہے سوائے شہید کے (کہ اسے قبر کے فتنے سے نجات مل جاتی ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کے سر پر تلواروں کی چمک اسے ہر فتنے سے بچانے والی ہے۔ (نسائی، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

اس حدیث شریف کا معنی یہ ہے کہ قبر میں دو فرشتوں کا آدمی سے سوال کرنا قبر کا فتنہ ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے تا کہ مؤمن کے ایمان اور یقین کا امتحان لیا جا سکے لیکن وہ شخص جو میدان قتال میں نکلتا ہے اور وہ تلواروں کو چمکتا اور کاٹتا، نیزوں کو کودتا اور پھاڑتا تیروں کو چلتا اور جسموں سے پار ہوتا دیکھتا ہے اور اس کے سامنے سر جسموں سے اڑائے جاتے ہیں اور خون کے فوارے بہتے ہیں اور جسموں کے ٹکڑے بکھیرے جاتے ہیں اور ہر طرف مقتول اور زخمی پڑے ہوئے لوگ اسے نظر آتے ہیں مگر پھر بھی وہ میدان میں ڈٹا رہتا ہے اور پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی بجائے اپنی جان اللہ کو سپرد کرنے کے لئے مکمل ایمان اور یقین کے ساتھ جما رہتا ہے تو یہی اس کے ایمان کے امتحان کے لیے کافی ہے کیونکہ اگر اس کے دل میں شک یا تردد ہوتا تو وہ میدان سے بھاگ جاتا اور ثابت قدمی سے محروم ہو جاتا اور منافقوں کی طرح شکوک میں پڑ جاتا مگر ایسا نہیں ہوا تو ثابت ہوا کہ اس کا ایمان مکمل اور یقین مضبوط ہے تو پھر ایسے شخص سے مزید کسی پوچھ تاچھ کی کیا ضرورت ہے۔

اسی طرح قبر میں فرشتے جو کچھ پوچھتے ہیں شہید تو انہیں چیزوں کی عظمت اور حفاظت کے لیے جان کی قربانی دیتا ہے اور توحید، رسالت اور دین اسلام کی خاطر مرمٹتا ہے جب اس کی یہ حالت ہے تو پھر اس سے قبر میں کسی طرح کی پوچھ تاچھ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الأَرْضِ إِلا مَنْ شَاءَ اللَّهُ، (الزمر۔68)

اور جب صور پھونکا جائے گا تو جو لوگ آسمان میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے مگر وہ جس کو اللہ چاہے۔

کہ وہ لوگ کون ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ بے ہوشی سے بچائے گا جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا وہ شہداء ہوں گے۔

(المستدرک، امام حاکم، دارالکتب بیروت)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے اس آیت کے بارے میں پوچھا (وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الأَرْضِ إِلا مَنْ شَاءَ اللَّهُ) جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا یہ شہداء ہوں گے اللہ تعالیٰ انہیں اس طرح کھڑا فرمائے گا کہ وہ اپنی تلواریں لئے اللہ کے عرش کے ارد گرد ہوں گے فرشتے ان کے لیے یاقوت کے بنے ہوئے عمدہ گھوڑے لائیں گے جن کی لگام سفید موتی کی اور زین سونے کی ہو گی ان کی لگام کی رسی باریک اور موٹے ریشم کی ہو گی ان پر ریشم سے نرم کپڑے بچھے ہوں گے ان گھوڑوں کا قدم تا حد نظر پڑتا ہو گا شہداء ان گھوڑوں پر جنت میں گھومیں

Marfat.com

پھریں گے پھر لمبی تفریح کے بعد کہیں گے چلو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا کس طرح فیصلہ فرماتا ہے (جب وہ آئیں گے تو) اللہ تعالیٰ ان پر (خوشی سے) ہنسے گا اور حشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ جس کے لیے ہنسے گا اس سے کوئی حساب نہیں ہوگا۔ (رواہ ابن ابی الدنیا۔ الجامع الصغیر للسیوطی، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

شہر بن حوشب بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) بادلوں میں فرشتوں کے ساتھ تشریف لائے گا پھر ایک پکارنے والا آواز لگائے گا تمام اہل محشر ابھی جان لیں گے کہ آج اللہ کا کرم کن پر ہونے والا ہے اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم میرے ان دوستوں کو لے آؤ جنہوں نے میری رضا کے لیے اپنا خون بہایا تھا پھر شہداء آئیں گے اور قریب ہو جائیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

شہید کا اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کرنے کا بیان

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید اپنے گھر والوں میں سے ستر کی شفاعت کرے گا۔ (ابوداؤد۔ بیہقی، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں سات انعامات ہیں (1) خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی بخشش کر دی جاتی ہے اور اسے جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے (2) اور اسے ایمان کا جوڑا پہنایا جاتا ہے (3) عذاب قبر سے اسے بچا دیا جاتا ہے (4) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے اسے امن دے دیا جاتا ہے (5) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے۔ (6) بہتر حور عین سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے (7) اور اپنے اقارب میں ستر آدمیوں کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔ (مسند احمد، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

شہداء کا قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے نجات

حضرت مقداد بن معدی کرب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں چھ خصوصی انعامات ہیں۔

(1) خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے اور جنت میں اس کا مقام اس کو دکھلا دیا جاتا ہے (2) اسے عذاب قبر سے بچا لیا جاتا ہے (3) قیامت کے دن کی بڑی گھبراہٹ سے وہ محفوظ رہتا ہے (4) اس کے سر پر وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا ایک یاقوت دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہے (5) بہتر (72) حور عین سے اس کا نکاح کرا دیا جاتا ہے (6) اور اس کے اقارب میں ستر (70) کے بارے میں اس کی شفاعت قبول کی جاتی ہے۔

(ترمذی۔ مصنف عبدالرزاق۔ ابن ماجہ، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

Marfat.com

خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی بخشش اور جنت کا مقام آنکھوں کے سامنے ہونے کا بیان

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص اللہ کے راستے میں قتل کیا جاتا ہے تو زمین پر اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی بخشش کر دی جاتی ہے پھر اس کی طرف جنت کا رومال بھیجا جاتا ہے جس میں اس کی روح کو ڈال کر ایک جنتی جسم میں داخل کر دیا جاتا ہے پھر وہ فرشتوں کے ساتھ اس طرح اوپر چڑھتا ہے گویا کہ وہ پیدا ہوتے وقت سے فرشتوں کے ساتھ رہتا ہو پھر اسے آسمانوں پر لے جایا جاتا ہے وہ آسمانوں کے جس دروازے سے گزرتا ہے وہ دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور جس فرشتے کے پاس سے گزرتا ہے وہ فرشتہ اس کے لیے رحمت کی دعاء اور استغفار کرتا ہے یہاں تک کہ اسے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیا جاتا ہے جہاں پہنچ کر وہ فرشتوں سے پہلے سجدہ کرتا ہے پھر اس کے بعد فرشتے سجدہ کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے بخشش اور پاکی عطاء فرمائی جاتی ہے پھر اسے دوسرے شہداء کے پاس لایا جاتا ہے۔

وہ ان شہداء کو ہرے بھرے باغات میں سبز کپڑے پہنے ہوئے دیکھتا ہے ان شہداء کے پاس ایک بیل اور مچھلی ہوتی ہے جس سے وہ کھیل رہے ہوتے ہیں اور انہیں ہر دن کھیلنے کے لیے نئی چیزیں دی جاتی ہیں دن کو مچھلی جنت کے نہروں میں تیرتی رہتی ہے شام کے وقت بیل اسے سینگ مار کر کاٹ دیتا ہے اور شہداء اس مچھلی کا گوشت کھاتے ہیں اور اس کے گوشت میں جنت کی تمام نہروں کا مزہ پاتے ہیں اور بیل رات کو جنت میں چرتا رہتا ہے اور وہاں کے پھل کھاتا ہے جب صبح ہوتی ہے تو مچھلی اسے اپنی دم سے ذبح کر دیتی ہے شہداء اس کا گوشت کھاتے ہیں اور جنت کے سب پھلوں کا مزہ اس میں پاتے ہیں وہ اپنے مقامات کو دیکھتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے قیامت قائم کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔

(الطبرانی۔مجمع الزوائد، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

خون خشک ہونے سے پہلے حور عین کی زیارت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہداء کا تذکرہ کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زمین پر شہید کا خون خشک نہیں ہوا ہوتا کہ اس کی دونوں بیویاں (یعنی حوریں) اس طرح اس کی طرف دوڑتی ہیں جس طرح دودھ پلانے والی اونٹنیاں کھلے میدان میں اپنے بچے کی طرف دوڑتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک ایسا جوڑا ہوتا ہے جو دنیا اور اس کی تمام چیزوں سے بہتر ہوتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق۔مصنف ابن ابی شیبہ۔ابن ماجہ، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کون سا غلام آزاد کرنا افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کی قیمت زیادہ ہو اور اپنے مالک کے ہاں پسندیدہ ہو۔ میں نے عرض کیا سب سے افضل جہاد کون سا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس میں مجاہد کا گھوڑا بھی مارا جائے اور خود اس کا خون بھی بہہ جائے (یعنی وہ شہید ہو جائے) (مسند احمد، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

Marfat.com

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے ان لوگوں کی بات غلط ثابت ہوگئی جو یہ کہتے ہیں کہ جہاد میں غالب رہنے والا شہید ہونے والے سے افضل ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص سے پوچھا گیا کہ آپ افضل ہیں یا حضرت ہشام ابن العاص؟ انہوں نے فرمایا ہم دونوں (بھائی) غزوہ یرموک میں شریک تھے رات کو میں بھی شہادت کی دعاء مانگتا رہا اور وہ بھی جب صبح ہوئی تو انہیں شہادت نصیب ہوگئی جبکہ میں محروم رہ گیا۔ پس اسی سے تمہیں ان کی فضیلت معلوم ہو جانی چاہئے۔

(کتاب الجہاد لابن المبارک، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

چیونٹی کے کاٹنے جیسا درد اور سکرات الموت سے حفاظت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کو قتل ہوتے وقت صرف اتنا درد ہوتا ہے جتنا تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے۔ (ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ ابن حبان۔ بیہقی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب لڑائی شروع ہو جاتی ہے اور صبر نازل ہوتا ہے تو مجاہد کے لیے قتل ہونا گرمی کے دن ٹھنڈا پانی پینے سے زیادہ آسان ہوتا ہے۔ (شفاء الصدور، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

عام موت اور شہید کی موت کا درد

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: موت کا درد تلوار کی دس لاکھ ضربوں سے زیادہ سخت اور فلاں پہاڑ کو سر پر اٹھانے سے زیادہ بھاری ہے اور یہ (موت) شہید پر اور مظلوم قتل کئے جانے والے پر مچھر کے کاٹنے کے درد سے بھی زیادہ آسان ہے اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہر رات سحری کے وقت آواز لگاتا ہے۔ اے قبر والو! تم کسی پر رشک کرتے ہو؟ وہ کہتے ہیں شہید پر اور شہید ہر روز دو بار اپنے رب عزوجل کی زیارت کرتا ہے اسے نہ دنیا کی رغبت ہوتی ہے اور نہ اس کے چھوٹنے کا غم۔ (ابن عساکر، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کے والد محترم کی طرف منسوب کتاب مجموع اللطائف میں پڑھا ہے کہ ایک شخص یہ دعاء کیا کرتا تھا کہ یا اللہ میری روح جلدی سے قبض فرمائیے گا اور مجھے درد سے بچائیے گا ایک دن وہ شخص تفریح کے لیے نکلا اور ایک باغ میں جا کر سو گیا اچانک وہاں کافروں کا ایک گروہ آ گیا اور انہوں نے اس کا سر کاٹ دیا۔ اس شخص کے جاننے والوں میں سے کسی نے اسے خواب میں دیکھا تو اس کا حال پوچھا اس نے جواب دیا میں باغ میں سویا تھا جب میں نے آنکھ کھولی تو میں جنت میں تھا۔ حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے بھی اس حکایت کو کچھ تفصیل سے بیان فرمایا ہے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

Marfat.com

شہداء پر فرشتوں کا داخلہ اور سلام کا بیان

پہلے روایت گزر چکی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ شہداء کو بلا کر بغیر حساب کتاب جنت میں داخل فرمادے گا تو فرشتے آکر اللہ تعالیٰ کو سجدہ کریں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے پروردگار ہم رات دن آپ کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہتے تھے یہ کون لوگ ہیں جنہیں آپ نے ہم پر ترجیح دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے میرے راستے میں قتال کیا اور انہیں میرے راستے میں تکلیفیں پہنچائی گئیں پھر (یہ سن کر) فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے اور کہیں گے تم پر سلامتی ہو اس وجہ سے کہ تم نے صبر کیا پس آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے۔ (مسند احمد۔ المستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت صحیح الاسناد)

مطلب بن حنطب فرماتے ہیں کہ شہید کے لیے جنت میں ایک بالا خانہ ہے جو صنعا (یمن) سے جابیہ (شام) کی مسافت جتنا ہے اس کے اوپر کا حصہ موتیوں اور یاقوت سے بنا ہوا ہے اور اس کے اندر مشک اور کافور ہے۔ فرشتے شہید کے پاس اللہ تعالیٰ کا ہدیہ لے کر آئیں گے اور ابھی یہ فرشتے وہاں سے نہیں نکلے ہوں گے کہ مزید فرشتے دوسرے دروازے سے اللہ تعالیٰ کا ہدیہ لے کر آجائیں گے۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

اللہ کی ایسی رضا اور خوشنودی جس کے بعد ناراضگی نہیں ہوگی

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے ہمارے ساتھ ایسے آدمی بھیج دیجئے جو ہمیں قرآن وسنت کی تعلیم دیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ انصار میں سے ستر (70) حضرات جو قراء کہلاتے تھے بھیج دیئے ان میں میرے ماموں حضرت حرام رضی اللہ عنہ بھی تھے (مدینہ منورہ میں) یہ لوگ قرآن پڑھتے تھے اور راتوں کو قرآن مجید سیکھتے سکھاتے تھے اور صبح کے وقت مسجد میں آکر پانی ڈالتے تھے پھر لکڑیاں کاٹ کر انہیں بیچتے اور اصحاب صفہ اور دوسرے فقراء کے لیے کھانا خریدتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کو ان لوگوں کے ساتھ روانہ فرمادیا راستے میں ان پر حملہ کر دیا گیا اور انہیں اپنے مقام پر پہنچنے سے پہلے شہید کر دیا گیا انہوں نے (شہادت کے بعد) عرض کیا اے ہمارے پروردگار ہماری خبر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیجئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی ملاقات نصیب ہو چکی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں اور وہ ہم سے راضی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ کافروں میں سے ایک شخص حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت حرام رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور نیزہ ان کے جسم سے پار کر دیا حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کرام سے) فرمایا: تمہارے بھائی شہید کر دیئے گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے اے ہمارے پروردگار ہماری خبر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیجئے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ سے ملاقات نصیب ہو چکی ہے اور ہم اس سے راضی ہیں اور وہ ہم سے راضی ہے۔ (بخاری۔ مسلم، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ جب بئر معونہ پر (ستر 70 قراء) حضرات شہید ہو گئے اور حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ گرفتار ہو گئے تو کافروں کے سردار عامر بن طفیل نے ان سے ایک شہید کی طرف اشارہ کر کے پوچھا یہ کون ہیں تو انہوں

Marfat.com

نے فرمایا یہ عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس نے کہا میں نے انہیں قتل ہونے کے بعد دیکھا کہ انہیں آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا۔ یہاں تک کہ مجھے آسمان ان کے اور زمین کے درمیان نظر آ رہا تھا۔ پھر انہیں واپس زمین پر رکھ دیا گیا۔

(بخاری، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بئر معونہ پر شہید ہونے والے (ستر 70) حضرات کے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی جو ہم پڑھا کرتے تھے۔

ترجمہ: ہماری قوم کو خبر دے دو کہ ہم اپنے رب سے ملاقات کا شرف پا چکے ہیں۔ اور وہ ہم سے راضی ہو چکا ہے اور ہم اس سے راضی ہو چکے ہیں۔ پھر یہ آیت منسوخ ہوگئی۔ (بخاری، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

شہادت کی قبولیت کا بیان

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص لوہے کی (جنگی) ٹوپی پہن کر آئے اور انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں قتال کروں یا اسلام لاؤں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام لاؤ پھر قتال کرو۔ چنانچہ انہوں نے اسلام قبول کیا پھر (اسی وقت) جہاد میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے عمل تھوڑا کیا اور اجر زیادہ پا گیا۔ (بخاری، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

یہ وہ خوش قسمت شخص تھے جنہوں نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی اور جنت کے اعلیٰ مقامات کے مستحق بن گئے۔ رضی اللہ عنہ۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اس شخص نے اسلام قبول کرنے یعنی کلمہ پڑھنے کے بعد پوچھا کیا میرے لیے یہ بہتر ہے کہ میں لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ اس نے کہا اگرچہ میں نے اللہ کے لیے نماز نہ پڑھی ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں پھر وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گیا۔ (کتاب السنن لسعید بن منصور، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار جہاد میں تشریف لے گئے۔ مشرکوں کی طرف سے ایک آدمی نے مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی ایک مسلمان اس کے مقابلے کے لیے نکلے تو مشرک نے انہیں شہید کر دیا۔ پھر دوسرے مسلمان شخص نکلے مشرک نے انہیں بھی شہید کر دیا پھر وہ مشرک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا آپ لوگ کس بات پر قتال کرتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا دین یہ ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کرتے ہیں۔ جب تک وہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پورا کرتے ہیں اس شخص نے کہا بخدا یہ تو بہت اچھی بات ہے میں بھی اس پر ایمان لاتا ہوں پھر وہ مسلمانوں کی طرف ہو گیا اور اس نے مشرکوں پر حملہ کر دیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گیا (شہادت کے بعد) اسے اٹھا کر ان دو مسلمانوں کے ساتھ رکھا گیا جن کو اس نے شہید کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تینوں جنت میں سب سے زیادہ آپس میں محبت کرنے والے ہوں گے۔ (مجمع الزوائد، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

Marfat.com

کیونکہ مقتول یہ سمجھے گا کہ یہ قاتل اس کے لیے بلند مقامات اور عظیم نعمتیں حاصل کرنے کا ذریعہ بنا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خیبر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مسلمانوں کا ایک دستہ نکلا تو واپسی پر اپنے ساتھ ایک چرواہے کو لے آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چرواہے سے اللہ نے جو چاہا بیان فرمایا تو وہ چرواہا کہنے لگا میں آپ پر اور آپ کے دین پر ایمان لاتا ہوں اب میں ان بکریوں کا کیا کروں یہ تو میرے پاس امانت ہیں اور ایک ایک دو دو بکریاں مختلف لوگوں کی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کے چہروں پر کنکریاں مارو یہ اپنے مالکوں کے پاس چلی جائیں گی اس نے ایک مٹھی کنکریاں یا مٹی لی اور بکریوں کے منہ پر ماری وہ بکریاں دوڑتی ہوئی اپنے گھروں کو چلی گئیں۔ پھر وہ چرواہا میدان جہاد میں آیا جہاں اسے تیر لگا اور وہ شہید ہو گیا۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کو ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے خیمے میں لے آؤ چنانچہ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے میں لایا گیا آپ اس کے پاس گئے اور پھر وہاں سے باہر نکل آئے اور ارشاد فرمایا: تمہارے ساتھی کا اسلام بہت خوب رہا ابھی جب میں اس کے پاس گیا تو اس کی دو بیویاں حورعین اس کے پاس تھیں۔ (المستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت صحیح الاسناد)

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس شہید کا نام یسار تھا اور وہ عامر یہودی کا غلام تھا البتہ ابن اسحٰق نے اس کا نام اسلم بتایا ہے۔ (واللہ اعلم)

شہید کی فضیلت کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہداء تین طرح کے ہیں (1) وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کے راستے میں نکلا وہ نہ لڑنا چاہتا ہے اور نہ شہید ہونا وہ تو مسلمانوں کی تعداد بڑھانے کے لیے آیا ہے اگر وہ (دوران جہاد) انتقال کر گیا یا شہید کر دیا گیا تو اس کے سارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اسے عذاب قبر سے بچا لیا جائے گا اور قیامت کے دن کی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا اور حورعین سے اس کی شادی کرائی جائے گی اور اعزاز و اکرام کا لباس اسے پہنایا جائے گا اور اس کے سر پر وقار کا تاج رکھ دیا جائے گا (2) دوسرا وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اجر کی نیت سے نکلا وہ چاہتا ہے کہ دشمنوں کو قتل کرے لیکن خود قتل نہ کیا جائے یہ شخص اگر (دوران جہاد) انتقال کر گیا یا شہید کر دیا گیا تو اس کا گھٹنہ اللہ کے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہوگا۔ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ (قمر-55) پاک مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں۔

تیسرا وہ شخص جو اپنی جان و مال کے ساتھ اجر کی نیت سے نکلا وہ چاہتا ہے کہ دشمنوں کو قتل کرے اور خود بھی شہید ہو اگر (دوران جہاد) اس کا انتقال ہو گیا یا ہو شہید ہو گیا تو وہ قیامت کے دن اپنی کھلی تلوار اپنی گردن پر رکھے ہوئے آئے گا اور لوگ اس وقت گھٹنوں کے بل گرے پڑے ہوں گے۔ وہ کہے گا ہمارے لیے راستہ کھول دو ہم وہ ہیں جنہوں نے اپنا خون اور مال اللہ کے لیے لٹا دیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر وہ یہ

Marfat.com

بات حضرت ابراہیم خلیل اللہ یا کسی اور نبی سے کہیں گے تو وہ بھی ان کے حق کو لازم سمجھتے ہوئے ان کے لیے راستہ چھوڑ دیں گے یہاں تک کہ وہ شہید عرش کے نیچے نور کے منبروں پر آئیں گے اور ان پر بیٹھ کر دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان کس طرح فیصلہ فرماتے ہیں انہیں نہ موت کا غم ہوگا اور نہ برزخ کی تنگی، انہیں نہ صور کی آواز خوفزدہ کرے گی،

اور نہ انہیں حساب کتاب، میزان اور پل صراط کی فکر ہوگی وہ دیکھیں گے کہ لوگوں کے درمیان کس طرح سے فیصلہ کیا جاتا ہے وہ جو کچھ مانگیں گے انہیں دیا جائے گا اور جس چیز کی سفارش کریں گے وہ قبول کی جائے گی وہ جنت میں جو پسند کریں گے اسے پالیں گے اور جہاں رہنا چاہیں گے وہاں رہیں گے۔ (البزار۔ بیہقی۔ الترغیب والترہیب، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

حور عین سے شادی

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید کے لئے جنت سے بہت حسین جسم لایا جاتا ہے اور اس کی روح کو اس جسم میں داخل ہونے کا حکم دیا جاتا ہے شہید اس جسم میں داخل ہو کر اپنے پرانے جسم کو دیکھتا ہے کہ اس کے ساتھ کیا اچھا کیا برا کیا جاتا ہے اور کون اس پر غمگین ہوتا ہے اور کون غمگین نہیں ہوتا اور وہ باتیں کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی بات سن رہے ہیں اور وہ ان کی طرف دیکھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ وہ بھی اسے دیکھ رہے ہیں پھر اس کی بیویاں حور عین آجاتی ہیں اور اسے اپنے ساتھ لے جاتی ہیں۔ (شفاء الصدور، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

خوب اچھی طرح سے یاد رکھئے کہ کبھی کبھار حور عین جہاد میں زخمی ہونے والوں کو بھی بے ہوشی کی حالت میں نظر آجاتی ہیں تاکہ اسے یہ بشارت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے شہادت کی خلعت فاخرہ تیار کر رکھی ہے۔ اس بارے میں کچھ سچے واقعات پہلے گزر چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الجہاد میں کئی واقعات اس بارے میں ذکر فرمائے ہیں ان میں سے ایک واقعہ ابوادریس نامی بزرگ کا ہے وہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار میرے ساتھ جہاد میں مدینہ منورہ کے دو مجاہد تھے ان میں سے ایک کا نام زیاد تھا ایک دن محاصرے کے دوران انہیں منجنیق کے گولے کا ایک ٹکڑا گھٹنے پر لگا اور وہ بے ہوش ہو گئے اور پھر بے ہوشی میں کبھی ہنستے اور کبھی روتے تھے۔

جب انہیں ہوش آیا تو ہم نے ہنسنے اور رونے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے جنت کا نقشہ اور حور عین کا حلیہ بیان کر کے بتایا کہ میں نے یہ سب کچھ دیکھا ہے اس پر میں ہنسا پھر جب میں نے حور کا قرب پانے کی کوشش کی تو اس نے کہا ظہر تک انتظار کرو اور اس پر میں رو پڑا۔ ابوادریس کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ساتھ بیٹھا ہوا بات چیت کر رہا تھا کہ ظہر کی اذان ہوئی اور اس کی روح نکل گئی۔ (کتاب الجہاد لابن المبارک، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

آمنہ لیاقت رضوی

چک سلامت بھاولنگر

Marfat.com

تذکرہ شہدائے اسلام

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کی شہادت اسلام کے ان مصائب میں سے ہے جس کی تلافی نہ ہوئی اور نہ ہوسکتی ہے، جس دن سے وہ مسلمان ہوے دین الٰہی کی شوکت وعزت بڑھتی گئی اور اپنے عہد خلافت میں تو وہ کام کیے جن کی نظیر کبھی چشم فلک نے بھی نہیں دیکھی اور جس دن سے رخصت ہوئے مسلمانوں کا اقبال بھی رخصت ہوگیا۔

مدینہ منورہ میں ایک فیروز نامی ایک پارسی (ایرانی) غلام تھے جس کہ کنیت ابولولو تھی۔ اس نے ایک دن حضرت عُمر رضی اللہ عنہ سے آ کر شکایت کی کہ میرے آقا مغیرہ بن شعبہ نے مجھ سے بہت بھاری محصول مقرر کیا ہے۔ آپ کم کرا دیجئے۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے تعداد پوچھی۔ اس نے کہا روزانہ دو درہم (قریبا سات آنے) حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تو کونسا پیشہ کرتا ہے۔ بولا کہ بخاری، نقاشی، آہنگری۔ فرمایا کہ ان صنعتوں کے مقابلہ میں یہ رقم کچھ بہت نہیں ہے۔ فیروز دل میں سخت ناراض ہوکر چلا آیا۔

دوسرے دن حضرت عُمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز کے لیے نکلے تو فیروز خنجر لے کر مسجد میں آیا۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے کچھ لوگ اس کام پر مقرر تھے کہ جب جماعت کھڑی ہو تو صفیں درست کریں۔ جب صفیں سیدھی ہو چکتی تو حضرت عُمر رضی اللہ عنہ تشریف لاتے تھے اور امامت کرتے تھے۔ اس دن بھی حسب معمول صفیں درست ہو چکیں تو حضرت عُمر رضی اللہ عنہ امامت کے لئے بڑھے اور جونہی نماز شروع کی، فیروز نے دفعتہً گھات سے نکل کر چھ وار کیے۔ جن میں سے ایک ناف کے نیچے پڑا۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے فوراً عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کر دیا اور خود زخم کے صدمہ سے گر پڑے۔ (27 ذوالحجہ 23 ہجری 644 عیسوی)

عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف نے اس حالت میں نماز پڑھائی کہ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ سامنے بسمل پڑے تھے۔ فیروز نے اور لوگوں کو بھی زخمی کیا لیکن بلاآخر پکڑ لیا گیا اور ساتھ ہی اس نے خودکشی کر لی۔

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کو لوگ اٹھا کر گھر لائے۔ سب سے پہلے انھوں نے پوچھا کہ میرا قاتل کون تھا؟ لوگوں نے کہا کہ فیروز فرمایا کہ الحمدللہ کہ میں ایسے شخص کے ہاتھ سے نہیں مارا گیا جو اسلام کا دعوٰی رکھتا تھا۔ لوگوں کا خیال تھا زخم چنداں کاری

Marfat.com

نہیں ہے غالباً شفا ہو جائے۔ چنانچہ ایک طبیب بلایا اس نے نبیذ اور دودھ پلایا اور دونوں چیزیں زخم کی راہ باہر نکل آئیں اس وقت لوگوں کو یقین ہو گیا کہ وہ اس زخم سے جانبر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ لوگوں نے ان سے کہا کہ اب آپ اپنا ولی عہد منتخب کر جائیے۔

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے عبداللہ اپنے فرزند کو بلا کر کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور اس کہو کہ عُمر آپ سے اجازت طلب کرتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ عبداللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے، وہ رو رہی تھیں۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کا سلام کہا اور پیغام پہنچایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ اس جگہ کو میں اپنے لئے محفوظ رکھنا چاہتی تھی۔ لیکن آج میں عُمر رضی اللہ عنہ کو اپنے آپ پر ترجیح دوں گی۔ عبداللہ واپس آئے۔ لوگوں نے حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کو خبر کی۔ بیٹے کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا کیا خبر لائے؟ انہوں نے فرمایا جو آپ چاہتے تھے۔ فرمایا کہ یہی سب سے بڑی آرزو تھی۔

اس وقت اسلام کے حق میں جو سب سے اہم کام تھا، وہ ایک خلیفہ کا انتخاب کرنا تھا۔ تمام صحابہ بار بار حضرت عُمر رضی اللہ عنہ سے درخوست کرتے تھے کہ اس مہم کو آپ طے کر جائیے۔ حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے خلافت کے معاملے پر مدتوں غور کیا تھا اور اکثر سوچا کرتے تھے۔ بار بار لوگوں نے ان کو اس حالت میں دیکھا کہ سب سے الگ متفکر بیٹھے ہیں اور کچھ سوچ رہے ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ خلافت کے باب میں غلطاں و پیچاں ہیں۔

غرض وفات کے وقت جب لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا کہ ان چھ شخصوں میں جس کی نسبت کثرت رائے ہو وہ خلیفہ منتخب کر لیا جائے۔ جن پر انتخاب کی نگاہ پڑ سکتی تھی۔ علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد بن وقاص، عبدالرحمٰن بن عوف رضوان اللہ عنھم تھے۔

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کو قوم اور ملک کی بہبود کا جو خیال تھا اس کا اس اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ عین کرب وتکلیف کی حالت میں جہاں تک ان کی قوت اور حواس نے یاوری دی اس دھن میں صرف رہے۔ لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ جو شخص خلیفہ منتخب ہو اس کو میں وصیت کرتا ہوں کی پانچ فرقوں کے حقوق کا نہایت خیال رکھے۔ (۱) مہاجرین (۲) انصار (۳) اعراب (۴) وہ اہل عرب جو اور شہروں میں جا کر آباد ہو گئے ہیں۔ (۵) اہل ذمہ (یعنی عیسائی، یہودی، پارسی جو اسلام کہ رعایا تھے) پھر ہر ایک کے حقوق کی تصریح کی۔

قوم کے کام سے فراغت ہو چکی تو اپنے ذاتی مطالب پر توجہ کی۔ عبداللہ اپنے بیٹے کو بلا کر پوچھا کہ مجھ پر کتنا قرض ہے۔ معلوم ہوا کہ چھیاسی ہزار درہم۔ فرمایا کہ میرے متروکہ سے ادا ہو سکے تو بہتر ورنہ خاندان عدی سے درخواست کرنا اگر وہ بھی پورا نہ کر سکیں تو کل قریش سے۔ لیکن قریش کے علاوہ کسی اور کو تکلیف نہ دینا۔ (یہ صحیح بخاری کی روایت ہے) لیکن حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عُمر رضی اللہ عنہ کا مکان خرید لیا جس سے قرض ادا کیا گیا۔ (فتح الباری)

اس کے بعد نزع کی حالت شروع گئی، اسی حالت میں ایک نوجوان آپ کے پاس آیا جس کے ازار ٹخنوں سے نیچی

Marfat.com

تھی، آپ نے فرمایا کہ اے بھتیجے ذرا اپنے ازار ٹخنوں سے اوپر رکھا کرو۔ اس کپڑا بھی صاف رہتا ہے اور خدا کی اطاعت بھی ہے۔

حضرت عُمر رضی اللہ عنہ نے تین دن کے بعد فوت ہوئے اور محرم کی پہلی تاریخ ہفتہ کے دن مدفون ہوئے۔ نماز جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے قبر میں اتارا۔ اور آفتاب عالم تاب خاک میں چھپ گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت

خلیفہ سوم امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعمرو اور لقب ذوالنورین (دونور والے) ہے۔ آپ قریشی ہیں اور آپ کا نسب نامہ یہ ہے: عثمان بن عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبدشمس بن عبدمناف۔ آپ کا خاندانی شجرہ عبدمناف پر رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے مل جاتا ہے۔ آپ نے آغاز اسلام ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا اور آپ کو آپ کے چچا اور دوسرے خاندانی کافروں نے مسلمان ہوجانے کی وجہ سے بے حد ستایا۔ آپ نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی پھر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اس لئے آپ صاحب الہجرتین (دو ہجرتوں والے) کہلاتے ہیں اور چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں اس لئے آپ کا لقب ذوالنورین ہے۔ آپ جنگ بدر کے علاوہ دوسرے تمام اسلامی جہادوں میں کفار سے جنگ فرماتے رہے۔ جنگ بدر کے موقع پر ان کی زوجہ محترمہ جو رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں، سخت علیل ہوگئیں تھیں اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جنگ بدر میں جانے سے منع فرمادیا لیکن ان کو مجاہدین بدر میں شمار فرما کر مال غنیمت میں سے مجاہدین کے برابر حصہ دیا اور اجر وثواب کی بشارت بھی دی۔ حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ خلیفہ منتخب ہوئے اور بارہ برس تک تخت خلافت کو سرفراز فرماتے رہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی حکومت کی حدود میں بہت زیادہ توسیع ہوئی اور افریقہ وغیرہ بہت سے ممالک مفتوح ہوکر خلافت راشدہ کے زیر نگیں ہوئے۔ بیاسی برس کی عمر میں مصر کے باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کرلیا اور بارہ ذوالحجہ یا اٹھارہ ذوالحجہ ۳۵ھ جمعہ کے دن ان باغیوں میں سے ایک بدنصیب نے آپ کو رات کے وقت اس حال میں شہید کردیا کہ آپ قرآنِ پاک کی تلاوت فرما رہے تھے اور آپ رضی اللہ عنہ کے خون کے چند قطرات قرآن شریف کی آیت فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ پر پڑے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے جنازہ کی نماز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

(تاریخ الخلفاء، وازالۃ الخفاء)

Marfat.com

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کرامات

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب طبقات میں تحریر فرمایا ہے کہ ایک شخص نے راستہ چلتے ہوئے ایک اجنبی عورت کو گھور گھور کر غلط نگاہوں سے دیکھا۔ اس کے بعد یہ شخص امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس شخص کو دیکھ کر حضرت امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی پر جلال لہجہ میں فرمایا کہ تم لوگ ایسی حالت میں میرے سامنے آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہوتے ہیں۔ شخص مذکور نے (جل بھن کر) کہا کہ کیا رسول اللہ عزوجل وصلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ پر وحی اترنے لگی ہے؟ آپ کو یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ میری آنکھوں میں زنا کے اثرات ہیں۔

امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اوپر وحی تو نہیں نازل ہوتی ہے لیکن میں نے جو کچھ کہا ہے یہ بالکل ہی قول حق اور سچی بات ہے اور خداوند قدوس نے مجھے ایک ایسی فراست (نورانی بصیرت) عطا فرمائی ہے جس سے میں لوگوں کے دلوں کے حالات و خیالات کو معلوم کر لیا کرتا ہوں۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، ازالۃ الخفاء، مقصد)

آدمی جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کے قلب پر ایک سیاہ داغ اور بدنما دھبہ پڑ جاتا ہے اور چونکہ قلب پورے جسم کا بادشاہ ہے اس لئے قلب پر جب کوئی اثر پڑتا ہے تو پورا بدن اس سے متاثر ہو جاتا ہے تو خاصانِ خدا جن کی آنکھوں میں نور بصارت کے ساتھ ساتھ نور بصیرت بھی ہوا کرتا ہے وہ بدن کے ہر ہر حصہ میں ان اثرات کو اپنے نور فراست اور نگاہ کرامت سے دیکھ لیا کرتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ چونکہ اہل بصیرت اور صاحب باطن تھے اس لئے انہوں نے اپنی نگاہ کرامت سے شخص مذکور کی آنکھوں میں اس کے گناہ کے اثرات کو دیکھ لیا اور اس کی آنکھوں کو اس لئے زنا کار کہا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ زنا العینین النظر یعنی کسی اجنبی عورت کو بری نیت سے دیکھنا یہ آنکھوں کا زنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ہاتھ میں کینسر

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی شریف کے منبر اقدس پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ بالکل ہی اچانک ایک بدنصیب اور خبیث النفس انسان جس کا نام جہجاہ غفاری تھا کھڑا ہو گیا اور آپ کے دست مبارک سے عصا چھین کر اس کو توڑ ڈالا۔ آپ نے اپنے حلم و حیاء کی وجہ سے اس سے کوئی مواخذہ نہیں فرمایا لیکن خدا تعالیٰ کی قہاری و جباری نے اس بے ادبی اور گستاخی پر اس مردود کو یہ سزا دی کہ اسکے ہاتھ میں کینسر کا مرض ہو گیا اور اس کا ہاتھ گل سڑ کر گر پڑا اور وہ یہ سزا پا کر ایک سال کے اندر ہی مر گیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین، تاریخ الخلفاء)

گستاخی کی سزا

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک شام کی سرزمین میں تھا تو میں نے ایک شخص کو بار بار یہ صدا لگاتے

Marfat.com

ہوئے سنا کہ ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے۔ میں اٹھ کر اس کے پاس گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس شخص کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہے اور اپنے چہرے کے بل زمین پر اوندھا پڑا ہوا بار بار لگا تار یہی کہہ رہا ہے کہ ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے۔ یہ منظر دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص! تیرا کیا حال ہے؟ اور کیوں اور کس بناء پر تجھے اپنے جہنمی ہونے کا یقین ہے؟ یہ سن کر اس نے یہ کہا: اے شخص! میرا حال نہ پوچھ، میں ان بدنصیب لوگوں میں سے ہوں جو امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لئے ان کے مکان میں گھس پڑے تھے۔ میں جب تلوار لے کر ان کے قریب پہنچا تو ان کی بیوی صاحبہ نے مجھے ڈانٹ کر شور مچانا شروع کر دیا تو میں نے ان کی بیوی صاحبہ کو ایک تھپڑ مار دیا یہ دیکھ کر امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ تیرے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو کاٹ ڈالے اور تیری دونوں آنکھوں کو اندھی کر دے اور تجھ کو جہنم میں جھونک دے۔

اے شخص! میں امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے پُر جلال چہرے کو دیکھ کر اور ان کی اس قاہرانہ دعا کو سن کر کانپ اٹھا اور میرے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو گیا اور میں خوف و دہشت سے کانپتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلا۔

امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کی چار دعاؤں میں سے تین دعاؤں کی زد میں تو آ چکا ہوں، تم دیکھ رہے ہو کہ میرے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹ چکے اور دونوں آنکھیں اندھی ہو چکیں اب صرف چوتھی دعا یعنی میرا جہنم میں داخل ہونا باقی رہ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ معاملہ بھی یقیناً ہو کر رہے گا چنانچہ اب میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں اور اپنے جرم کو بار بار یاد کر کے نادم و شرمسار ہو رہا ہوں اور اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔ (ازالۃ الخفاء، مقصد)

مذکورہ بالا دونوں روایتوں اور کرامتوں سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگرچہ بہت بڑا ستار و غفار اور غفور و رحیم ہے، لیکن اگر کوئی بدنصیب اس کے محبوب بندوں کی شان میں کوئی گستاخی و بے ادبی کرتا ہے تو خداوند قدوس کی قہاری و جباری اس مردود کو ہرگز ہرگز معاف نہیں فرماتی بلکہ ضرور بالضرور دنیا و آخرت کے بڑے بڑے عذابوں میں گرفتار کر دیتی ہے اور وہ دونوں جہان میں قہر قہار و غضب جبار کا اس طرح سزاوار ہو جاتا ہے کہ دنیا میں لعنتوں کی بار اور پھٹکار اور آخرت میں عذاب نار کے سوا اس کو کچھ نہیں ملتا۔ رافضی اور وہابی جن کے دین و مذہب کی بنیاد ہی محبوبان خدا کی بے ادبی پر ہے ہم نے ان گستاخوں اور بے ادبوں میں سے کئی ایک کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ان لوگوں پر قہر الٰہی کی ایسی مار پڑی ہے کہ توبہ توبہ، الامان۔ اور مرتے وقت ان لوگوں کا اتنا برا حال ہوا ہے کہ توبہ توبہ۔ نعوذ باللہ!

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اللہ والوں کی بے ادبی و گستاخی کی لعنت سے محفوظ رکھے اور اپنے محبوبوں کی تعظیم و توقیر اور ان کے ادب و احترام کی توفیق بخشے۔ امین

خواب میں پانی پی کر سیراب

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جن دنوں باغیوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ

Marfat.com

کرلیا اور ان کے گھر میں پانی کی ایک بوند تک کا جانا بند کر دیا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پیاس کی شدت سے تڑپتے رہتے تھے میں آپ رضی اللہ عنہ کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا تو آپ اس دن روزہ دار تھے۔ مجھ کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ بن سلام! آج میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار پر انوار سے خواب میں مشرف ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انتہائی مشفقانہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ اے عثمان! رضی اللہ عنہ ظالموں نے پانی بند کر کے تمہیں پیاس سے بے قرار کر دیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو فوراً ہی آپ نے دریچی میں سے ایک ڈول میری طرف لٹکا دیا جو نہایت شیریں اور ٹھنڈے پانی سے بھرا ہوا تھا، میں اس کو پی کر سیراب ہو گیا۔

اور اب اس وقت بیداری کی حالت میں بھی اس پانی کی ٹھنڈک میں اپنی دونوں چھاتیوں اور دونوں کندھوں کے درمیان محسوس کرتا ہوں۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے عثمان! اگر تمہاری خواہش ہو تو ان باغیوں کے مقابلہ میں تمہاری امداد و نصرت کروں۔ اور اگر تم چاہو تو ہمارے پاس آ کر روزہ افطار کرو۔ اے عبداللہ بن سلام! میں نے خوش ہو کر یہ عرض کر دیا کہ یا رسول اللہ! عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے دربار پر انوار میں حاضر ہو کر روزہ افطار کرنا یہ زندگی سے ہزاروں لاکھوں درجے زیادہ مجھے عزیز ہے۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس کے بعد رخصت ہو کر چلا آیا اور اسی دن رات میں باغیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ (البدایہ والنہایہ مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

اپنے مدفن کی خبر

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع کے اس حصہ میں تشریف لے گئے جو حش کوکب کہلاتا ہے تو آپ نے وہاں کھڑے ہو کر ایک جگہ پر یہ فرمایا کہ عنقریب یہاں ایک مرد صالح دفن کیا جائے گا۔ چنانچہ اس کے بعد ہی آپ کی شہادت ہوئی اور باغیوں نے آپ کے جنازہ مبارکہ کے ساتھ اس قدر ہلڑ بازی کی کہ آپ کو نہ روضہ منورہ کے قریب دفن کیا جا سکا نہ جنت البقیع کے اس حصہ میں مدفون کیے جا سکے جو کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کا قبرستان تھا بلکہ سب سے دور الگ تھلگ حش کوکب میں آپ سپرد خاک کئے گئے جہاں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ یہاں امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک بنے گی کیونکہ اس وقت تک وہاں کوئی قبر تھی ہی نہیں۔ (ازالۃ الخفاء، مقصد)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کو ان باتوں کا بھی علم عطا فرما دیتا ہے کہ وہ کب اور کہاں وفات پائیں گے اور کس جگہ انکی قبر بنے گی۔ چنانچہ سینکڑوں اولیاء کرام کے تذکروں میں لکھا ہوا ہے کہ ان اللہ والوں نے قبل از وقت لوگوں کو یہ بتا دیا ہے کہ وہ کب؟ اور کہاں؟ اور کس جگہ وفات پا کر مدفون ہوں گے۔

ضروری انتباہ

اس موقع پر بعض کج فہم اور بدعقیدہ لوگ عوام کو بہکاتے رہتے ہیں کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: وَمَا تَدْرِیْ

Marfat.com

نَفْسٌ م بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کو نہیں جانتا کہ وہ کونسی زمین میں مرے گا۔لہٰذا اولیاء کرام کے سب قصے غلط ہیں۔اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید کی یہ آیت حق اور برحق ہے اور ہر مؤمن کا اس پر ایمان ہے مگر اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے کوئی شخص اپنی عقل وفہم سے اس بات کو نہیں جان سکتا کہ وہ کب اور کہاں مرے گا۔لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بذریعہ وحی اور اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کو بطریق کشف وکرامت ان چیزوں کا علم عطا فرمادے تو وہ بھی یہ جان لیتے ہیں کب اور کہاں ان کا انتقال ہوگا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اس بات کو جانتا ہی ہے کہ کون کہاں مرے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے بتادینے سے خاصان خدا بھی اس بات کو جان لیتے ہیں کہ کون کہاں مرے گا۔مگر کہاں اللہ تعالیٰ کا علم اور کہاں بندوں کا علم، اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، ذاتی اور قدیم ہے اور بندوں کا علم عطائی اور حادث ہے۔اللہ تعالیٰ کا علم ازلی، ابدی اور غیر محدود ہے اور بندوں کا علم فانی اور محدود ہے۔

اب یہ مسئلہ نہایت ہی صفائی کے ساتھ واضح ہوگیا کہ قرآنی ارشاد کا مفاد کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ اور اہل حق کا یہ عقیدہ کہ اولیاء کرام بھی جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا؟ یہ دونوں باتیں اپنی اپنی جگہ پر صحیح ہیں اور ان دونوں باتوں میں ہرگز ہرگز کوئی تعارض نہیں۔کیونکہ جہاں یہ کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ کون کب اور کہاں مرے گا۔اس کا مطلب یہ ہے کہ بغیر خدا کے بتائے کوئی نہیں جانتا اور جہاں یہ کہا گیا کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء رحمۃ اللہ علیہم جانتے ہیں کہ کون کب اور کہاں مرے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء رحمۃ اللہ علیہم خدا عزوجل کے بتادینے سے جان لیتے ہیں۔اب ناظرین کرام انصاف فرمائیں کہ ان دونوں باتوں میں کونسا تعارض اور ٹکراؤ ہے؟ دونوں ہی باتیں اپنی اپنی جگہ پر سو فیصدی صحیح اور درست ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

شہادت کے بعد غیبی آواز

حضرت عدی بن حاتم صحابی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن میں نے اپنے کانوں سے سنا کہ کوئی شخص بلند آواز سے یہ کہہ رہا تھا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو راحت اور خوشبو کی بشارت دو اور نہ ناراض ہونے والے رب کی ملاقات کی خوشخبری سناؤ اور خدا کے غفران ورضوان کی بھی بشارت دے دو۔حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اس آواز کو سن کر ادھر ادھر نظر دوڑانے لگا اور پیچھے مڑ کر بھی دیکھا مگر کوئی شخص نظر نہیں آیا۔(شواہد النبوۃ، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

مدفن میں فرشتوں کا ہجوم

روایت ہے کہ باغیوں کی ہلڑ بازیوں کے سبب تین دن تک آپ کی مقدس لاش بے گور وکفن پڑی رہی۔پھر چند جاں نثاروں نے رات کی تاریکی میں آپ کے جنازہ مبارکہ کو اٹھا کر جنت البقیع میں پہنچادیا اور آپ کی مقدس قبر کھودنے لگے۔

Marfat.com

اچانک ان لوگوں نے دیکھا کہ سواروں کی ایک بہت بڑی جماعت ان کے پیچھے پیچھے جنت البقیع میں داخل ہوئی ان سواروں کو دیکھ کر لوگوں پر ایسا خوف طاری ہوا کہ کچھ لوگوں نے جنازہ مبارکہ کو چھوڑ کر بھاگ جانے کا ارادہ کر لیا۔ یہ دیکھ کر سواروں نے با آواز بلند کہا کہ آپ لوگ ٹھہرے رہیں اور بالکل نہ ڈریں، ہم لوگ بھی ان کی تدفین میں شرکت کے لیے یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ یہ آواز سن کر لوگوں کا خوف دور ہو گیا اور اطمینان وسکون کے ساتھ لوگوں نے آپ کو دفن کیا۔ قبرستان سے لوٹ کر ان صحابیوں رضی اللہ عنہم نے قسم کھا کر لوگوں سے کہا کہ یقیناً یہ فرشتوں کی جماعت تھی۔ (شواہد النبوۃ)

گستاخ درندہ کے منہ میں

منقول ہے کہ حجاج کا ایک قافلہ مدینہ منورہ پہنچا۔ تمام اہل قافلہ حضرت امیر المؤمنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک پر زیارت کرنے اور فاتحہ خوانی کے لئے گئے لیکن ایک شخص جو آپ سے بغض وعناد رکھتا تھا توہین واہانت کے طور پر آپ کی زیارت کے لئے نہیں گیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ وہ بہت دور ہے اس لئے میں نہیں جاؤں گا۔

یہ قافلہ جب اپنے وطن کو واپس آنے لگا تو قافلہ کے تمام افراد خیر وعافیت اور سلامتی کے ساتھ اپنے اپنے وطن پہنچ گئے لیکن وہ شخص جو آپ رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت کے لیے نہیں گیا تھا اس کا یہ انجام ہوا کہ درمیان راہ میں بیچ قافلہ کے اندر ایک درندہ جانور دراتا اور غراتا ہوا آیا اور اس شخص کو اپنے دانتوں سے دبوچ کر اور پنجوں سے پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

یہ منظر دیکھ کر تمام اہل قافلہ نے یک زبان ہو کر یہ کہا کہ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی بے ادبی وبے حرمتی کا انجام ہے۔ (شواہد النبوۃ، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت

مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت خوارج کے ہاتھوں ہوئی۔ یہ وہی گروہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں میں شامل تھا۔ بعد میں اس پارٹی میں اختلافات پیدا ہو گئے اور خوارج نے اپنی جماعت الگ بنا لی۔ باغی پارٹی کے بقیہ ارکان بدستور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گرد وپیش میں موجود رہے تاہم ان کی طاقت اب کمزور پڑ چکی تھی۔

تین خارجی ابن ملجم، برک بن عبداللہ اور عمرو بن بکر تیمی اکٹھے ہوئے اور انہوں نے منصوبہ بنایا حضرت علی، معاویہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم کو ایک ہی رات میں قتل کر دیا جائے۔ انہوں نے اپنی طرف سے اپنی جانوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کیا، خودکش حملے کا ارادہ کیا اور تلواریں زہر میں بجھالیں۔ ابن ملجم کوفہ آ کر دیگر خوارج سے ملا جو خاموشی سے مسلمانوں کے اندر رہ رہے تھے۔ اس کی ملاقات ایک حسین عورت قطامہ سے ہوئی، جس کے باپ اور بھائی جنگ نہروان میں مارے گئے تھے۔ ابن ملجم اس کے حسن پر فریفتہ ہو گیا اور اسے نکاح کا پیغام بھیجا۔ قطامہ نے نکاح کی شرط یہ رکھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قتل کر

Marfat.com

دیا جائے۔ ایک خارجی شبیب نے ابن ملجم کو روکا بھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اسلام کے لیے خدمات کا حوالہ بھی دیا لیکن ابن ملجم نے اسے قائل کر لیا۔

اس نے نہایت ہی سادہ منصوبہ بنایا اور صبح تاریکی میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب فجر کی نماز کے لیے مسجد کی طرف آ رہے تھے تو اس نے آپ پر حملہ کر کے آپ کو شدید زخمی کر دیا۔ اس کے بقیہ دو ساتھی جو حضرت معاویہ اور عمرو رضی اللہ عنہما کو شہید کرنے روانہ ہوئے تھے، ناکام رہے۔ برک بن عبداللہ، جو حضرت معاویہ کو شہید کرنے گیا تھا، انہیں زخمی کرنے میں کامیاب ہو گیا لیکن انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ حضرت عمرو اس دن بیمار تھے، اس وجہ سے انہوں نے فجر کی نماز پڑھانے کے لیے خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا تھا۔ خارجی عمرو بن بکر نے عمرو بن عاص کے دھوکے میں خارجہ کو شہید کر دیا۔ اس کے بعد وہ گرفتار ہوا اور مارا گیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وفات سے پہلے کچھ وقت مل گیا جسے آپ نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرنے میں صرف کیا۔ جانکنی کے اس عالم میں بھی آپ نے جو باتیں ارشاد فرمائیں، وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ یہاں ہم طبری سے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔

آپ نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو بلوایا اور ان سے فرمایا: "میں تم دونوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ دنیا کے پیچھے ہرگز نہ لگنا خواہ دنیا تم سے بغاوت ہی کیوں نہ کر دے۔ جو چیز تمہیں نہ ملے، اس پر رونا نہیں۔ ہمیشہ حق بات کہنا، یتیموں سے شفقت کرنا، پریشان کی مدد کرنا، آخرت کی تیاری میں مصروف رہنا، ہمیشہ ظالم کے دشمن اور مظلوم کے حامی رہنا اور کتاب اللہ کے احکامات پر عمل کرتے رہنا۔ اللہ کے دین کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے مت گھبرانا۔

(تیسرے بیٹے) محمد بن حنفیہ سے فرمایا: "میں نے تمہارے بھائیوں کو جو نصیحت کی، تم نے بھی سن کر محفوظ کر لی؟ میں تمہیں بھی وہی نصیحت کرتا ہوں جو تمہارے بھائیوں کو کی ہے۔ اس کے علاوہ یہ وصیت کرتا ہوں کہ اپنے بھائیوں (حسن و حسین) کی عزت و توقیر کرنا اور ان دونوں کے اس اہم حق کو ملحوظ رکھنا جو تمہارے ذمہ ہے۔ ان کی بات ماننا اور ان کے حکم کے بغیر کوئی کام نہ کرنا۔

پھر حسن و حسین سے فرمایا: "میں تم دونوں کو بھی محمد کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ تمہارا باپ اس سے محبت کرتا ہے۔

پھر خاص طور پر حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "میرے بیٹے! تمہارے لیے میری وصیت یہ ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہنا، نماز وقت پر ادا کرنا، زکوۃ کو اس کے مصرف میں خرچ کرنا، وضو کو اچھی طرح کرنا کہ بغیر وضو کے نماز نہیں ہوتی اور زکوۃ نہ دینے والے کی نماز بھی قبول نہیں ہوتی۔ ہر وقت گناہوں کی مغفرت طلب کرنا، غصہ پینا، صلہ رحمی کرنا، جاہلوں سے بردباری سے کام لینا، دین میں تفقہ حاصل کرنا، ہر کام میں ثابت قدمی دکھانا، قرآن پر لازمی عمل کرتے رہنا، پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرنا، نیکی کی

Marfat.com

تلقین اور برائیوں سے اجتناب کی دعوت دیتے رہنا اور خود بھی برائیوں سے بچتے رہنا۔

جب وفات کا وقت آیا تو پھر یہ (قرآنی آیات پر مشتمل) وصیت فرمائی: "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! یہ وہ وصیت ہے جو علی بن ابی طالب نے کی ہے۔ وہ اس بات کی وصیت کرتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب فرما دیں، خواہ یہ بات مشرکین کو ناگوار گزرے۔ یقیناً میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں فرمانبردار لوگوں میں سے ہوں۔

حسن بیٹا! میں تمہیں اور اپنی تمام اولاد اور اپنے تمام گھر والوں کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو تمہارا رب ہے۔ اس بات کی وصیت کرتا ہوں کہ صرف اسلام ہی کی حالت میں جان دینا۔ تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ ایک دوسرے باہمی تعلق رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا نفل نمازوں اور روزوں سے بہتر ہے۔ اپنے رشتے داروں سے اچھا سلوک کرنا، اس سے اللہ تم پر حساب نرم فرما دے گا۔ یتیموں کے معاملے میں اللہ سے ڈرنا، ان پر یہ نوبت نہ آنے دینا کہ وہ اپنی زبان سے تم سے مانگیں اور نہ ہی تمہاری موجودگی میں پریشانی میں مبتلا ہوں۔ اللہ سے ڈرتے رہنا اور اللہ سے پڑوسیوں کے حقوق کے بارے میں بھی ڈرنا کیونکہ تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت ہے۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اور بھی بہت سی نصیحتیں فرمائیں جن میں خاص کر نماز، زکوۃ، جہاد، امر بالمعروف کی نصیحت تھی۔ معاشرے کے کمزور طبقات یعنی غرباء و مساکین اور غلاموں کے بارے میں خاص وصیت فرمائی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا۔

تمہارے موجود ہوتے ہوئے کسی پر ظلم نہ کیا جائے۔ اپنے نبی کے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔۔۔۔ پشت دکھانے، رشتوں کو توڑنے اور تفرقہ سے بچتے رہنا۔ نیکی اور تقویٰ کے معاملے میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور نافرمانی اور سرکشی میں کسی کی مدد نہ کرنا۔ اللہ سے ڈرتے رہنا کیونکہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری، تمہارے اہل خاندان کی حفاظت کرے جیسے اس نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرمائی تھی۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور تم پر سلام اور اللہ کی رحمت بھیجتا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیتیں ایسی ہیں کہ پڑھنے والے کا دل بھر آتا ہے۔ ان وصیتوں میں جو خط کشیدہ الفاظ ہیں، ان پر غور کیجیے تو معلوم ہوتا ہے کہ دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں آپ کی رائے کیا تھی؟ آپ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو خاص کر اس بات کی تلقین فرمائی کہ صحابہ کرام کو ساتھ ملایا جائے، ان سے تفرقہ نہ پیدا کیا جائے اور انہی کے ساتھ رہا جائے خواہ اس کے لیے انہیں کسی بھی قسم کی قربانی دینا پڑے۔ چنانچہ ہم جانتے ہیں کہ حضرت حسن نے یہی کیا اور قربانی کی ایک ایسی تاریخ

Marfat.com

رقم کی، جس پر ملت اسلامیہ قیامت تک فخر کرتی رہے گی۔

اپنے قاتل کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کیا وصیت فرمائی، اسے بھی پڑھتے چلیے: بنوعبدالمطلب! کہیں تم میری وجہ سے مسلمانوں کے خون نہ بہا دینا، اور یہ کہتے نہ پھرنا کہ امیر المومنین قتل کیے گئے ہیں (تو ہم ان کا انتقام لے رہے ہیں۔) سوائے میرے قاتل کے کسی کو قتل نہ کرنا۔ حسن! اگر میں اس کے وار سے مر جاؤں تو قاتل کو بھی ایک ہی وار میں ختم کرنا کیونکہ ایک وار کے بدلے میں ایک وار ہی ہونا چاہیے۔ اس کی لاش کو بگاڑنا نہیں کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ تم لوگ مثلہ سے بچو خواہ وہ باؤلے کتے ہی کا کیوں نہ ہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم کو طلب کیا تو اس نے آپ کو ایک آفر کی، کیا آپ مجھے ایک اچھا کام کرنے دیں گے؟ وہ یہ ہے کہ میں نے اللہ سے عہد کیا تھا اور میں اسے ضرور پورا کرنا چاہتا ہوں۔ وہ عہد میں نے حطیم (خانہ کعبہ) کے قریب کیا تھا کہ میں علی اور معاویہ دونوں ہی کو ضرور قتل کروں گا یا خود اس کوشش میں مارا جاؤں گا۔ اگر آپ چاہیں تو مجھے چھوڑ دیں تاکہ میں معاویہ کو قتل کر دوں۔ میں آپ سے اللہ کے نام پر وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میں انہیں قتل نہ کر سکا یا قتل کر کے زندہ بچ گیا تو آپ کے پاس آ کر آپ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں گا۔" حضرت حسن نے فرمایا: "میں اس کام کے لیے تمہیں ہرگز نہ چھوڑوں گا کہ تم آگ کو اور بھڑکاؤ۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور حکم خداوندی کی تعمیل اصلاح دین اور رہنمائی کے لئے کوفے کے لوگوں کے پرعقیدت اسرار پر کوفے کی طرف روانگی کا حکم دیا سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا حکم ملتے ہی جناب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے کوفے کی طرف روانگی کا ارادہ کر لیا لیکن ان کے ساتھ ان دونو آموز پھولوں کی تیاری بھی قابل دید تھی۔ مسلم ابن عقیل کو صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے کوفہ روانہ کیا گیا تھا۔ وہاں پہنچ کر انہیں صورتحال مناسب لگی اور انہوں نے امام حسین علیہ السلام کو خط بھیج دیا کہ کوفہ آنے میں کوئی قباحت نہیں۔ کوفہ میں مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے جناب مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کے گھر پر قیام کیا۔ کوفہ والوں نے ان کی بیعت شروع کی جن کی تعداد تیس ہزار تک پہنچ گئی۔ اس وقت کوفہ کا گورنر نعمان بن بشیر تھا۔ جب یہ خبر یزید تک پہنچی تو اس نے بصرہ کے حاکم عبیداللہ ابن زیاد کو پیغام بھیجا کہ وہ جلد کوفہ پہنچ کر نعمان بن بشیر کی جگہ حکمران مقرر ہوں اور مسلم بن عقیل کا سر کاٹ کر یزید کے پاس بھیجیں۔ ابن زیاد نے کوفہ پہنچ کر گورنری سنبھالی تو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ امیر مختار کے گھر سے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم درود حضرت ہانی بن عروہ کے گھر منتقل ہو گئے۔ ابن زیاد نے فوج کو انہیں پکڑنے کے لیے بھیجا تو حضرت ہانی بن عروہ جن کی عمر اس وقت 90 سال تھی، نے اپنے مہمان کو حوالے کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت ہانی بن عروہ کو قید کر لیا گیا۔ ان پر بھی انہوں نے انکار کیا تو

Marfat.com

انہیں باندھ کر پانچ سو کوڑوں کی سزا دی گئی جس کے دوران جب وہ بے ہوش ہو گئے تو ان کا سر تن سے کاٹ کر لٹکا دیا گیا۔ حضرت ہانی بن عروہ کی گرفتاری کے بعد آہستہ آہستہ سب کوفیوں نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا حتیٰ کہ صرف تیس افراد ان کے ساتھ رہ گئے۔ مغرب کی نماز تک وہ بھی باقی نہ رہے۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نماز مغرب کے بعد مسجد سے باہر نکلے تو تنہا کوفہ کی انجان گلیوں میں سرگرداں کسی پناہ گاہ کی تلاش میں تھے۔ پیاس کی شدت بجھانے کے لیے آپ نے ایک طوعہ نام کی بوڑھیا سے پانی مانگا جو اپنے بیٹے کے انتظار میں دروازے پر کھڑی تھی۔ جب انہوں نے بتایا کہ ان کا تعلق خاندانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تو اس عورت نے انہیں اپنے گھر میں پناہ دی۔ مگر اس عورت کے بیٹے نے انعام کے لالچ میں مخبری کر دی۔ ابن زیاد نے سحر کے وقت تین ہزار فوج بھیجی اور طوعہ کے گھر کا محاصرہ کیا تو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ گھر سے باہر آ کر لڑنے لگے اور بنو ہاشم کی تلوار بازی کے جوہر دکھائے۔ جب سینکڑوں لوگ ہلاک ہو گئے تو ابن زیاد کے سالار ابن اشعث نے مزید فوج کا پیغام بھیجا۔ یہ سن کر ابن زیاد نے کہلا بھیجا کہ کیا ایک شخص کے لیے تین ہزار کی فوج بھی ناکافی ہے؟ تو ابن اشعث نے جواب بھجوایا کہ یہ کوئی بقال یا جولاہا نہیں بنو ہاشم کا چشم و چراغ ہے۔ بعد میں پناہ کا وعدہ دے کر انہیں گرفتار کر لیا گیا۔ جب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے انہیں سزا دی کہ کوفہ کے دارالامارۃ کی چھت سے گرا دیا جائے۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے شہادت سے پہلے چند وصیتیں کیں جس کے بعد ان کو چھت سے گرا کر شہید کر دیا گیا۔ یہ واقعہ 9 ذوالحج 60ھ کا ہے۔ شہید ہونے کے بعد ان کا سر کاٹ دیا گیا اور اسے یزید کو دمشق بھجوا دیا گیا اور جسم کو کوفہ کے قصابوں کے بازار میں دار پر لٹکا دیا گیا تاکہ کوفہ کے لوگ اب بنو ہاشم کی حمایت نہ کریں۔ ان کی شہادت کے بعد ابن زیاد کے حکم سے ان کے دونوں کم سن بچوں کو جو قاضی شریح کے گھر میں چھپے ہوئے تھے، شہید کر دیا گیا۔ قاضی شریح نے کوشش کی کہ بچوں کو خفیہ طور پر مدینہ پہنچا دیا جائے مگر کامیابی نہ ہو سکی کیونکہ شہر کے تمام دروازے بند کر کے راستوں پر پہرہ بٹھا دیا گیا تھا۔ (طبقات ابن سعد، بدایہ نہایہ، تاریخ طبری، بہ تصرف الفاظ، مطبوعہ دارالکتب، بیروت لبنان)

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے بچوں کی شہادت

ان کی شہادت کے بعد ابن زیاد کے حکم سے ان کے دونوں کم سن بچوں کو جو ایک گھر میں چھپے ہوئے تھے، شہید کر دیا گیا۔ گھر والے نے کوشش کی کہ بچوں کو خفیہ طور پر مدینہ پہنچا دیا جائے مگر کامیابی نہ ہو سکی کیونکہ شہر کے تمام دروازے بند کر کے راستوں پر پہرہ بٹھا دیا گیا تھا۔ ان بچوں کے بھی سر کاٹ لیے گئے تھے۔ ایک کا نام محمد اور دوسرے کا ابراہیم تھا۔ دونوں بچوں کی لاشوں کو دریا برد کر دیا گیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نینوا کے میدان میں بتاریخ 2 محرم الحرام 61ھ بروز جمعرات اپنے ساتھیوں اور اہل و عیال سمیت خیمہ زن ہو گئے۔ حُر نے بھی آپ کے مقابلے میں خیمے نصب کر دیئے۔ حُر کے دل میں اگرچہ اہل بیت نبوت کی عظمت

Marfat.com

تھی اور یہاں تک کہ اس نے اپنی نمازیں بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہی ادا کیں تھیں مگر ابن زیاد کے حکم سے مجبور تھا۔ وہ ابن زیاد کے ظالم وسفاک مزاج سے واقف تھا اور اسے علم تھا کہ اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اوران کے ساتھیوں کے ساتھ کسی قسم کی کوئی نرمی روا رکھی یا ابن زیاد کی حکم عدولی کی کوشش کی تو یہ بات ایک ہزار کے لشکر کے سامنے چھپی نہ رہے گی۔ جب ابن زیاد کو اس کا علم ہوگا تو وہ ہرگز معاف نہیں کرے گا اور سخت سزا دے گا۔ اس خوف کی وجہ سے حُر ابن زیاد کے حکم پر برابر عمل کرتا رہا۔

جس مقام پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں اور اہل وعیال کے ہمراہ خیمہ زن ہوئے اس دشت وبیابان کی اداس اور مغموم فضا کو دیکھ کر آپ نے پوچھا اس مقام کا کیا نام ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ اس جگہ کو " کربلا" کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: "بس یہیں خیمے لگالو، یہی ہمارے سفر کی آخری منزل ہے۔

کربلا پہنچتے ہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ فرامین یاد آرہے تھے جو آپ نے فرمائے تھے۔ بچپن کے زمانے کی یادیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دی ہوئی بشارتیں آپ کی آنکھوں کے سامنے آگئیں۔ آپ کو بچپن کا وہ لمحہ یاد آ گیا جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آپ ان کے گھر میں اپنے بڑے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھیل رہے تھے کہ جبرائیل امین نازل ہوئے اور کہا "اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک آپ کی امت میں ایک جماعت آپ کے اس بیٹے حسین کو آپ کے بعد قتل کردے گی" اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی جائے شہادت کی تھوڑی سی مٹی دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مٹی کو سونگھا اور فرمایا کہ "اس میں رنج وبلا کی بو آتی ہے۔" اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے سینے سے لگالیا اور رو دیئے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے ام سلمہ! جب یہ مٹی خون میں بدل جائے تو جان لینا کہ میرا یہ بیٹا قتل ہوگیا ہے۔ (الخصائص الکبریٰ، سر الشہادتین)

یہی وہ میدان تھا جس کی نسبت حضرت امام عالی مقام رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: یہ ان (حسین رضی اللہ عنہ اور اس کے قافلے) کے انٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور یہ ان کے کجاوے رکھنے کی جگہ ہے اور یہ ان کے خون کا مقام ہے۔ آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک گروہ اس میدان میں شہید ہوگا جس پر زمین وآسمان روئیں گے۔ (الخصائص الکبریٰ، سر الشہادتین، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

چونکہ میدان کربلا اور حضرت امام عالی مقام کی شہادت کے بارے میں بشارتیں پہلے سے دی جا چکی تھیں اس لیے امام عالی مقام نے اس میدان کو اپنے سفر کا منتہی سمجھ کر خیمے لگادیئے۔

عمر بن سعد کی آمد

قافلہ حسینی غریب الوطنی کے عالم میں کربلا کے میدان میں خیمہ زن تھا۔ دوسری طرف یزیدی حکومت ان نفوس قدسیہ پر

Marfat.com

قیامت برپا کرنے کو بھرپور تیاریوں میں مصروف تھی۔ چنانچہ 3 محرم الحرام کو عمر بن سعد چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ مقابلہ کے لیے کوفہ سے کربلا پہنچ گیا۔

ابن زیاد نے یہ لشکر دیلم کے لیے تیار کیا تھا لیکن جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا معاملہ پیش آ گیا اس نے عمر بن سعد کو حکم دیا کہ پہلے حسین کی طرف جاؤ اور اس سے فارغ ہونے کے بعد دیلم کو چلے جانا۔ عمر بن سعد نے حضرت امام حسین پر حملہ کرنے انکار کر دیا اور ساتھ ہی اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔ ابن زیاد نے کہا اگر تم چاہو تو میں تمہارا استعفیٰ منظور کر لیتا ہوں مگر اس کے ساتھ میں تمہیں دوسرے علاقوں کی ولایت سے معزول کر دوں گا جن پر میں نے تمہیں اپنا نائب بنایا ہے۔

عمر بن سعد نے اس مسئلہ پر غور کرنے کے لیے کچھ مہلت مانگی اور پھر اس نے اس معاملہ میں جس سے بھی مشورہ کیا اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر حملہ کرنے سے روکا حتی کہ اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ نے کہا کہ خدا کے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر ہرگز لشکر کشی نہ کرنا۔ یہ سراسر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور قطع رحمی ہے۔ خدا کی قسم! اگر تمہیں سارے جہان کی سلطنت سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں تو یہ تمہارے لیے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خون بہانے اور اپنی گردن پر لینے سے زیادہ آسان ہے۔

ابن سعد نے کہا ان شاء اللہ میں ایسا ہی کروں گا مگر جب ابن زیاد نے اسے معزول کرنے کے علاوہ قتل کرنے کی دھمکی دی تو وہ لشکر کے ہمراہ حضرت امام حسین رضی اللہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور یوں اس نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اور اولئک ھم الخاسرون کی لسٹ میں شامل ہو گیا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ 3 شعبان سنہ 4 ہجری کو مدینہ میں پیدا ہوئے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ کا نام حرب رکھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کر حسین کر دیا۔ آپ اپنے بھائی حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک سال چھوٹے تھے۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب ابوالمساکین تھا۔ آپ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حسین منی وانا من الحسین حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں آپ کی عمر مبارک چھ سال تھی جب آپ کے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دونوں نواسوں سے غایت درجہ محبت تھی۔ اپنی زندگی میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دردناک انداز میں اپنے نواسے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر ارشاد فرمائی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد شیخین کریمین حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی ان دونوں شاہزادوں کا اکرام واحترام کرتے رہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت کے موقع پر اپنے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے حکم پر حسنین کریمین حضرت عثمان کی حفاظت کے لیے ان کے دروازے پر پہرہ دار تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں آپ اپنے والد گرامی اور برادر اکبر کے ہمراہ ومطیع وفرمان بردار رہے۔ برادر اکبر کی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کے بعد ان کے دور حکومت میں آپ

Marfat.com

مدینہ کے اندر گوشہ نشین رہے اور زہد و عبادت تعلیم و تعلم اور خدمت خلق میں مصروف و مشغول رہے۔ یزید جب تخت پر بیٹھا تو اس نے عامل مدینہ کو حکم دیا کہ زبردستی حضرت امام حسین اور ان رفقاء سے بیعت خلافت لی جائے حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شر سے بچنے کے لیے مکہ تشریف لائے اسی اثنا میں اہل کوفہ نے بوریوں کی بوریاں آپ کو خطوط کی لکھیں اور اپنے ہاں آنے کی دعوت دی آپ نے حالات جاننے کے لیے حضرت مسلم بن عقیل کو وہاں بھیجا اور ان کی طرف سے حوصلہ افزا پیغام آیا چناں چہ آپ کوفہ کی طرف عازم سفر ہوئے آپ کی زندگی کو لاحق خطرات کے پیش نظر جید صحابہ مثلاً حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روکنے کی کوشش کی مگر امام حسین راہ عزیمت کے مسافر تھے رخصت پر عمل کرنے کو تیار نہ ہوئے اور حرمت مکہ کے پیش نظر بھی وہاں ٹھیرنا مناسب نہ سمجھا راستے میں آپ کو حضرت مسلم بن عقیل کی مظلومانہ شہادت اور اہل کوفہ کی بے وفائی کی خبر ملی آپ نے سفر جاری رکھا اور کوفہ کے قریب میدان کربلا میں یزیدی گورنر کوفہ ابن زیاد کے ایک سالار عمر بن سعد نے گورنر کے حکم پر آپ کا راستہ روک لیا۔ ابتدا میں آپ نے مسلمانوں کے درمیان خوں ریزی سے بچنے کی کوشش کی اور اپنی تجاویز پیش کیں مگر اہل کوفہ بے وفائی پر اور یزیدی فوج آپ کو قتل کرنے پر تلی بیٹھی تھی لہٰذا آپ کی کسی تجویز کو قابل اعتناء نہیں سمجھا گیا اتمام حجت کے بعد آپ نے بھی باطل کے سامنے دبنا یا جھکنا گوارا نہیں کیا اور ہمت و استقامت کے ساتھ حالات کا سامنا کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ ہفتہ عشرہ مصائب کا سامنا کرنے کے بعد 10 محرم الحرام 61 ہجری میں باقاعدہ فوج کے ساتھ مٹھی بھر جان بازوں کے مقابلے کی نوبت آ پہنچی ابتدا میں مبارزت چلتی رہی پھر ہجوم کر کے آپ پر حملہ کیا گیا اور چشم فلک نے یہ حیران کن الم ناک اور خون فشاں منظر دیکھا کہ نبی کے امتی کہلانے والوں نے اپنے نبی ہی کے عزیز ترین نواسے کو حق پرستی کے جرم میں خاک و خون میں تڑپا دیا۔ واہ ری امت اور واہ رے امتیو، کہنے کے لیے کچھ نہ بچا اور بولنے کے لیے لفظ کھو گئے۔ مگر عجیب خون تھا حسین کا جو بعد میں آنے والے راہ حق کے ہر مسافر کے ماتھے کا جھومر بن گیا۔ اے اللہ تیرے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا میں حسن و حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت فرما اور جو ان سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما۔

اے تو گواہ رہ ہم حسنین کریمین سے اپنے نبی کے نواسوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھولوں سے اور نوجواناں جنت کے سرداروں سے محبت کرتے ہیں تو ہمیں بھی ان اہل محبت میں شامل فرما جن سے تو محبت کرتا ہے آمین بجاہ النبی الامی الکریم

کربلا مقام کرب و بلا

فَانْحَرَفَ الْحُسَيْنُ عَنْ طَرِيْقِ الْكُوْفَةِ وَنَزَلَ بِكَرْبَلَاءَ () فِيْ يَوْمِ الثَّانِيْ مِنَ الْمُحَرَّمِ سَنَةَ اِحْدٰى وَ سِتِّيْنَ وَلَمَّا نَزَلَ بِهَا () سَالَ عَنْ اِسْمِهَا فَقِيْلَ هٰذَامَوْضِعٌ يُقَالُ لَهٗ كَرْبَلَاءُ فَقَالَ هٰذَا () مَوْضِعُ كَرْبٍ وَ بَلَاءٍ فَنَزَلَ الْقَوْمُ وَحَطُّوا الْاَثْقَالَ وَنَزَلَ الْحُرُّ وَجَيْشُهٗ قُبَالَةَ الْحُسَيْنِ رضی اللہ عنہ () بِاَرْضِ كَرْبَلَاءَ ۔

Marfat.com

پس حسین علیہ السلام کوفہ کی راہ سے واپس ہوئے اور کربلا کو اپنی منزل بنایا۔ آپ دو محرم اکسٹھ ہجری کو کربلا میں وارد ہوئے اور جب یہاں پہنچے تو پوچھا کہ اس مقام کا نام کیا ہے۔ بتایا گیا کہ اس جگہ کو کربلا کہتے ہیں آپ نے فرمایا یہ مقام کرب و بلا ہے اور اسی مقام پر اپنی قوم کے ساتھ اترے اور حر بن یزید ریاحی اور اس کا لشکر کربلا کے میدان میں امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابل اترے۔

مشیت ایزدی کی کارگزاریاں

طبری وغیرہم میں لکھا ہے کہ جب حسین رضی اللہ عنہ کربلا پہنچے تو حر بن یزید ریاحی نے از راہِ خیر خواہی وہمدردی امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دیکھیے ابن زیاد کا بھیجا ہوا مزید لشکر بھی پہنچا چاہتا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ راتوں رات یہاں سے کوچ کر کے کسی اور جانب نکل جائیے۔ چناں چہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہاں سے کوچ کیا اور تمام شب قطعِ مسافت میں گزاری جب پو پھٹی تو اپنے آپ کو اسی سرزمین کربلا میں پایا۔

کربلا مقام موعودہ

کہتے ہیں کہ سات راتوں تک اسی طرح ہوتا رہا ہر رات آپ کوچ کرتے، تمام رات سفر کرتے ہوئے گزرتی اور جب صبح ہوتی تو اپنے آپ کو اسی میدان کربلا میں پاتے آخر کار نوبت یہاں تک پہنچی کہ اونٹوں کو مارتے تھے لیکن وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کرتے۔ چار و ناچار بہ تقاضائے مشیت اسی مقام پر اقامت گزیں ہوئے اور جہاں زمین میں میخ گاڑتے تھے یا کسی درخت سے لکڑی توڑتے تھے تو زمین اور درخت سے خون جاری ہو جاتا تھا یہ صورتِ حال دیکھ کر امام عالی مقام نے ارشاد فرمایا: ہم اس مقام سے نہیں جا سکتے کیوں کہ ہمارا موعودہ مقام یہی ہے اور ہمارا مقتل و مشہد اسی زمین پر ہے۔

خواب میں نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور دعا

اور طبری میں بھی لکھا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا کے مقام پر خواب مین دیکھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ملائکہ کی جماعت کے ہم راہ تشریف لائے ہیں اور حسین رضی اللہ عنہ کو گلے لگا کر فرماتے ہیں:

اے فرزند! مجھے معلوم ہے کہ دشمن تمہارے قتل کے درپے ہیں۔ یہ لوگ روز محشر میری شفاعت سے محروم رہیں گے اور قریب ہے کہ خدائے تعالیٰ تمہیں درجہ شہادت پر فائز فرمائے۔ بہشتِ بریں تمہارے واسطے آراستہ ہو چکی ہے اور تمہارے ماں باپ تمہارے لیے منتظر بیٹھے ہیں۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک امام حسین رضی اللہ عنہ کے سینہ اقدس پر رکھا اور دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اَعْطِ الْحُسَيْنَ صَبْرًا وَّ اَجْرًا ۔

اے اللہ! حسین کو صبر اور اجر عطا فرما۔ امام عالی مقام حسین رضی اللہ عنہ جب خواب سے بیدار ہوئے تو آپ نے اپنے

Marfat.com

اہل بیت کو یہ خواب سنایا۔ تمام اہل بیت پر گریہ طاری ہوگیا اور ہر ایک کی زبان پر یہ آیہ کریمہ جاری ہوگئی۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ۔

زیاد بدنہاد کا خط امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام

قصہ مختصر جب کوفہ میں ابن زیاد کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے وارد کربلا ہونے کی خبر ملی تو اس شقی القلب کے ہاتھوں جو جور وستم ایجاد ہوئے اب کچھ ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔

ثُمَّ کَتَبَ اِبْنُ زِیَادٍ() کِتَابًا اِلَی الْحُسَیْنِ رضی اللہ عنہ () یُطَالِبُہُ اِلٰی بَیْعَۃِ یَزِیْد فَلَمَّا وَرَدَ الْکِتَابُ عَلَی الْحُسَیْنِ فَقَرَاَہُ وَاَلْقَاہُ وَقَالَ رضی اللہ عنہ () لِلرَّسُوْلِ مَا لَہُ عِنْدِی جَوَابٌ فَرَجَعَ الرَّسُوْلُ اِلَی اِبْنِ زِیَادٍ فَاشْتَدَّ غَضَبُہُ وَجَمَعَ النَّاسَ وَجَھَّزَ الْعَسَاکِرَ وَجَعَلَ() مُقَدِّمَھَا عُمَرَ بْنَ سَعْدٍ وَکَانَ وَالِیاً عَلَی() الرَّیِّ(٭) فَاسْتَعْفٰی مِنْ خُرُوْجِہٖ اِلٰی قِتَالِ الْحُسَیْنِ فَقَالَ لَہُ اِبْنُ زِیَادٍ اِمَّا اَنْ تَخْرُجَ وَاِمَّا اَنْ تَتْرُکَ وِلَایَۃَ الرَّیِّ()وَتَقْعُدَ فِیْ بَیْتِکَ فَاخْتَارَ وِلَایَۃَ الرَّیِّ ۔

اس کے بعد عبید اللہ ابن زیاد نے امام عالی مقام کو خط لکھ کر یزید کے لیے بیعت طلب کی جب یہ خط امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اسے پڑھنے کے بعد ایک طرف ڈال دیا اور قاصد سے فرمایا میرے پاس اس خط کا کوئی جواب نہیں۔ ایلچی ابن زیاد کے پاس واپس گیا اور جملہ ماجرا کہہ سنایا۔ ابن زیاد ملعون کا غصہ یہ جواب سن کر بہت بڑھ گیا سو اس نے لوگوں کو جمع کیا اور افواج ترتیب دینے لگا اور عمر بن سعد کو لشکر کا سردار تجویز کیا۔ عمر بن سعد کو ابن زیاد نے ولایت رے اور اس کے اضلاع پر حاکم مقرر کیا ہوا تھا اور ولایت رے کی امارت کی سند تحریر کر کے دی ہوئی تھی۔ عمر بن سعد نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ اور ان کے خلاف خروج سے اپنا استعفیٰ پیش کیا تو ابن زیاد نے اس سے کہا کہ یا تو امام حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ کے لیے خروج کر و یا پھر وہ سند مجھے واپس لوٹا دو جو میں نے تمہیں رے اور اس کے اضلاع کی امارت کے لیے لکھ کر دی ہے اور اپنے گھر میں بیٹھ رہو۔ پس عمر بن سعد نے رے کی حکومت کو اختیار کیا۔

ابن سعد کا لالچ

مختصر یہ کہ جب ابن زیاد کا ایلچی ناکام واپس لوٹا تو ابن زیاد غضب ناک ہوگیا اور لوگوں کو جمع کر کے لشکر ترتیب دیا اور ابن سعد عاملِ رے کو بلا بھیجا کہ مقدمۃ الجیش کے طور پر از پئے قتال سوئے کربلا روانہ ہو اور امام حسین سے جنگ کرے۔ ابن سعد نے اس کام سے معذوری ظاہر کرتے ہوئے استعفیٰ پیش کیا اور چاہا کہ اسے امام حسین کے مقابلہ کے لیے نہ جانا پڑے لیکن ابن زیاد نے اسے کہلا بھیجا کہ یا تو حسین کے خلاف خروج کرو یا پھر رے اور اس کے اضلاع کی حاکمیت سے ہاتھ دھو لو اور سندِ حاکمیت جو تمہیں میری جانب سے ملی ہے واپس کر دو اور گھر میں بیٹھ رہو پس ابن سعد نے دین پر دنیا کو ترجیح دی اور رے اور اس

Marfat.com

کے اضلاع کی حکمرانی کو اختیار کیا لیکن امارت سے اپنی معزولی کو گوارا نہ کیا اور ابن زیاد کے حکم کو قبول کر لیا۔

لشکر ابن سعد کی آمد

وَطَلَعَ اِلَى قِتَالِ الْحُسَيْنِ بِالْعَسَاكِرِ فَمَا زَالَ اِبْنُ زِيَادٍ يُجَهِّزُ مُقَدِّمًا وَمَعَهُ طَائِفَةً مِنَ النَّاسِ () اِلَى اَنِ اجْتَمَعَ () عِنْدَ عُمَرَ بْنِ سَعْدٍ اِثْنَانِ وَعِشْرُوْنَ اَلْفًا مَا بَيْنَ فَارِسٍ وَرَاجِلٍ فَنَزَلُوْا بِشَاطِىءِ () الْفُرَاتِ وَحَالُوْا بَيْنَ الْمَاءِ وَ بَيْنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلام وَاَصْحَابِهِ وَكَانَ اَكْثَرَ مَنْ خَرَجَ مَعَهُ () لِقِتَالِ الْحُسَيْنِ رضى الله عنه هُمُ الَّذِيْنَ () كَاتَبُوْا وَ بَايَعُوْا الْحُسَيْنَ رضى الله عنه ۔

اور ابن سعد اپنی افواج کے ساتھ امام حسین رضی اللہ عنہ سے لڑنے کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ ابن زیاد بدنہاد ایک ایک سردار کے ساتھ تھوڑا تھوڑا لشکر عمر بن سعد کے پاس بھیجتا رہا یہاں تک کہ ابن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار اور پیادہ فوج اکٹھی ہوگئی۔ ابن سعد کا یہ لشکر فرات کے کنارے اترا اور امام عالی مقام اور ان کے اہل بیت واصحاب کے پڑاؤ اور فرات کے پانی کے مابین حائل ہو گیا۔ عمر بن سعد کے لشکر میں اکثریت ان لوگوں کی تھی جنہوں نے کوفہ سے امام عالی مقام کو خط لکھ بھیجے تھے اور بیعت کی تھی۔

یعنی ابن سعد نے لالچ کے ہاتھوں مجبور ہو کر دین کو دنیا پر فروخت کر دیا، عقبیٰ کی خرابی مول لے لی اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ کے لیے نکل کھڑا ہوا۔ ابن زیاد بدنہاد پے درپے اس کی کمک کے لیے افواج بھیجتا رہا یہاں تک کہ ابن سعد کے پاس بائیس ہزار سواروں اور پیادوں کی نفری جمع ہوگئی۔

قافلہ حسینی پر پانی کی بندش

ابن سعد کا یہ لشکر جرار ساتویں محرم کو وارد کربلا ہوا اور لشکر امام عالی مقام اور کنارہ فرات کے مابین حائل ہو گیا اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر آب فرات بند کر کے ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔ امام عالی مقام کے غلام، موالی اور اصحاب تو ایک طرف ساقی کوثر، شافع محشر صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے خورد وکلان پانی کے ایک ایک قطرہ کے لیے محتاج اور شدت تشنگی سے بے تاب ہو گئے اور ان کے قلب وجگر کباب ہو گئے۔

جناب یزید ہمدانی اور ابن سعد کا مکالمہ

ایسے میں یزید ہمدانی نامی ایک شخص جو کہ امام عالی مقام کے لشکریوں میں سے تھے امام عالی مقام کے پاس حاضر ہوئے اور عرض گذاری کہ اگر اجازت مرحمت فرمائیں تو ابن سعد کے پاس جا کر پانی حاصل کرنے کی اجازت طلب کروں۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ تجھے اختیار ہے۔ جب یزید ہمدانی ابن سعد کے پاس پہنچے تو سبقت سلام جو کہ اسلامی شعار ہے نہ کی، ابن سعد نے یزید ہمدانی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا اے برادر ہمدانی! ترک سلام کس لیے؟ کیا میں مسلمان نہیں

Marfat.com

ہوں اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانتا؟

یزید ہمدانی نے جواب دیا: افسوس ہے تمہارے اسلام پر کہ دعوائے مسلمانی کرتے ہو مگر ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم، اولاد بتول سلام اللہ علیہا پر خروج کر کے ان کے قتل پر کمر بستہ ہو اور ان کے خون کے پیاسے بن گئے ہو اور فرات جس سے کتے اور سور بھی اپنی تشنگی دور کر کے سیراب ہوتے ہیں اس کا پانی تم نے قافلہ حسینی پر بند کر دیا ہے اور حسین ابن علی رضی اللہ عنہ، ان کے بھائی، بیٹے اور اہل بیت کی عفت مآب بیبیاں شدت پیاس سے جان بلب ہیں۔ اس کے باوجود تم کہتے ہو کہ میں مسلمان ہوں اور خدا اور رسول کو پہچانتا ہوں۔

ابن سعد بولا: اے یزید ہمدانی! یہ سب جو تو نے کہا بالکل درست ہے لیکن کیا کروں کہ میرا دل رے اور اس کے اضلاع کی حکومت کو چھوڑنے پر راضی نہیں۔ یزید ہمدانی واپس ہوئے اور حقیقتِ حال جناب امام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کی۔

مچھر کے خون سے متعلق استفسار پر اہل عراق کے متعلق ابن عمر رضی اللہ عنہما کی رائے

صحیح بخاری اور ترمذی شریف میں مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل عراق میں سے ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا اور مچھر کے خون کی پاکی پلیدی کا مسئلہ دریافت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کہ عراقی مچھر کے خون کے بارے میں پوچھتے ہیں حالاں کہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا اور ان کے خون کو حلال جانا جب کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: وھما ریحانتای فی الدنیا

امام عالی مقام علیہ السلام کا لشکر ابن سعد سے خطاب

کہتے ہیں کہ جب لشکر ابن سعد آمادہ جنگ ہوا حسین بن علی علیہما السلام اپنے مقام سے برآمد ہوئے اور لشکر ابن سعد کے روبرو کھڑے ہو کر بعد از حمد وثنا یزیدی افواج سے خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! دیکھو میں کون ہوں، میرا نسب بیان کرو، اپنے دلوں سے پوچھ کر بتاؤ کہ تمہارے لیے میرا خون بہانا اور میری عزت وحرمت کے درپے ہونا درست ہے یا نہیں؟ کیا میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری بیٹی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ میرے چچا نہیں ہیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور میرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کے حق میں سید اشباب اہل الجنۃ نہیں فرمایا؟ اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے دیگر مناقب وفضائل بیان فرمائے اور دشمنوں پر حجت تمام کی۔

ابن سعد کو امام رضی اللہ عنہ کا مراسلہ

جب عساکرِ ابن سعد نے حسین اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کر دیا اور آپ کے خیموں میں پانی جانے کی کوئی صورت پیدا نہ ہونے دی تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے ابن سعد کو لکھ بھیجا۔ تین کاموں میں سے ایک کو قبول کر: یا تو مجھے چھوڑ دے کہ میں

Marfat.com

مکہ معظمہ چلا جاؤں۔ یا اجازت دے کہ میں کسی اور شہر کی طرف رخ کرلوں اور وہاں بیٹھ رہوں۔ یا پھر مجھے یزید کے پاس بھیج دے۔

ابن سعد کا جواب، ابن سعد نے جواب دیا کہ میں آپ کی جملہ شرائط ابن زیاد کو لکھ بھیجتا ہوں پھر دیکھیے وہاں سے کیا جواب آتا ہے۔

ابن زیاد کی ابن سعد کو تہدید

جب اس نے تمام معاملہ ابن زیاد کو لکھ بھیجا تو اس مایہ فساد نے ابن سعد کو سخت تہدیدی خط لکھا: اگر امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کریں تو بہتر ورنہ انہیں قتل کردو۔ میں نے تمہیں جنگ کے لیے بھیجا ہے نہ کہ صلح کے لیے اور خبردار دمِ قتال ان سے کوئی معاملہ رحم وکرم کا نہ کرنا اور اگر تو نے اس معاملہ میں ذرہ بھر بھی سستی کی تو جان لے کہ تیری جگہ کوئی اور آیا ہی چاہتا ہے۔

لشکر ابن سعد صف آرا ہوتا ہے

جوں ہی ابن زیاد کا یہ خط ابن سعد کو پہنچا وہ فوراً صف آرا ہو گیا اور لشکر کو مقابلہ کے لیے تیار کرنے لگا اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا: اے حسین۔! میں نے بہت چاہا کہ آپ یزید کی بیعت کرلیں اور میں آپ کا خون بہانے سے بچ جاؤں لیکن ایسا نہ ہوا۔ اب جنگ کے لیے تیار ہو جائیے۔

مشیت ایزدی

کہتے ہیں جب لشکر ابن سعد نے فرات کے پانی کو اپنی پشت پر رکھ کر خیمہ گاہِ حسین رضی اللہ عنہ جو کہ ریگستان میں تھی کی جانب پانی جانے سے روک دیا تو اہل خیام نے پانی کے لیے کنوؤں کی کھدائی شروع کی لیکن ستر ستر ہاتھ کی گہرائی تک کھدائی کے باوجود پانی دستیاب نہ ہو سکا۔

اہل خیام کی پیاس

اہل بیت نبوت ان کے دیگر اصحاب وموالی اور چوپائے پیاس کی شدت سے بے تاب ہو گئے، کام ودہن کی خشکی اور پیاس کی شدت سے ہر ایک کی طاقت گفتار بھی جاتی رہی ایک دوسرے سے اشاروں میں گفتگو کرتے۔

آب دریا کی بجائے آب شمشیر

جب خواتین اور بچوں کی ناطاقتی حد سے بڑھ گئی تو حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے عباس بن علی رضی اللہ عنہ کو چند افراد کے ساتھ پانی لانے کے لیے بھیجا لیکن یزیدیوں نے حضرت عباس کو پانی نہ لینے دیا انہیں شدید زخمی کردیا اور ان کے ہم راہیوں کو شہید کردیا زخموں سے چور عباس امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اب تو بجز آبِ شمشیر کوئی پانی نصیب ہوتا نظر نہیں آتا۔

Marfat.com

کربلا آمد کی وجہ اہل کوفہ کے خطوط تھے

بعض راویوں نے روایت کی ہے کہ امام حسین کا خیمہ صحرا میں نصب تھا اور آں جناب رضی اللہ عنہ اپنے خیمہ میں تلاوت قرآن میں مشغول تھے، آپ کی آنکھوں سے اشک جاری تھے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ آپ اس مقام پر کیسے تشریف لائے؟ آپ نے فرمایا۔

اہل کوفہ نے خط لکھ لکھ اور قاصد بھیج بھیج کر ہمیں طلب کیا اور اب ہمارے خون کے پیاسے ہو چکے ہیں۔ اور یہ لوگ جنہوں نے میرے قتل کے لیے خروج کیا ہے ان میں سے اکثر ایسے ہیں جنہوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔

برادر اکبر کی نصیحت یاد کر کے امام کا گریہ کرنا

صواعق محرقہ میں منقول ہے کہ جب حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو یہ سختی اور مصائب درپیش آئے تو وہ اپنے بھائی حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی وہ نصیحت یاد کر کے روتے تھے جو انہوں نے وقت رحلت امام عالی مقام کو فرمائی تھی۔ اے حسین رضی اللہ عنہ کمینہ خصلت لوگوں اور ان کے ساتھیوں سے ڈرتے رہنا اور ان کے کہنے پر خروج نہ کرنا کہ یہ تمہارے لیے پریشانی کا باعث بنے گا۔

امام کی اپنے رفقا سے گفتگو

تاریخ طبری میں منقول ہے کہ امام عالی مقام نے اہل خانہ کو نصیحت فرمائی اور صبر کی تلقین کی خواتین خانہ گریہ وزاری کرنے لگیں امام عالی مقام نے خواتین کو گریہ کرنے سے منع فرمایا اور نظر آسمان کی جانب اٹھائی اور فرمایا: اے خداوندا! تو جانتا ہے کہ انہوں نے مجھ سے بیعت کی اور پھر اپنے عہد کو توڑ ڈالا۔ اے اللہ! ان لوگوں کے بارے میں تو ہی انصاف فرما پھر اپنے ہم راہیوں کو طلب کر کے سب کو جمع کیا اور فرمایا کہ جو کچھ تم لوگوں سے ہو سکا تم نے کیا، خدمت بجالائے، لیکن تم تعداد میں تھوڑے ہو اور وہ لوگ بہت زیادہ ہیں میں تم سب کو اپنی بیعت سے آزاد کرتا ہوں جو کوئی جس طرف جانا چاہتا ہے چلا جائے۔ میں تو اپنی زندگی کے بارے میں مایوس ہو چکا ہوں۔ (تاریخ طبری، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

رفقا کی جانب سے اظہار جان نثاری

تمام لوگوں نے عرض کی کہ ہم سے یہ نہ ہو سکے گا کہ آپ کو اس مصیبت کی گھڑی میں دشمنوں کے ہاتھ میں چھوڑ کر اپنی جان سلامت لے جائیں کل قیامت کو آپ کے نانا کے حضور کیا عذر پیش کریں گے ہم سب آپ کے سامنے اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ پس اس شعر کے مصداق انہوں نے اپنی کمر ہمت کو باندھ لیا اور اپنی جانوں سے ہاتھ دھو کر شہادت کی طلب وانتظار میں مصروف ہو گئے: گردست دھد ہزار جانمدر پای مبارکت فشانم

دشت کرب وبلا اور معرکہ حق وباطل

لشکر ابن سعد مقابلہ پر اترا اور آمادہ کارزار ہوا پس جو کچھ کہ واقعہ ہوا اس کو سنیے:

Marfat.com

فَلَمَّا تَيَقَّنَ اَنَّ الْقَوْمَ مُقَاتِلُوْهُ() اَمَرَ اَصْحَابَهُ فَاحْتَفَرُوْا حُفْرَةً شَبِيْهَةً بِالْخَنْدَقِ حَوْلَ الْعَسْكَرِ وَجَعَلُوْا لَهَا جِهَةً وَاحِدَةً يَكُوْنُ الْقِتَالُ مِنْهَا وَرَكِبَ عَسْكَرُ() ابْنُ سَعْدٍ وَاَحْدَقُوْا بِالْحُسَيْنِ وَزَحَفُوْا وَاقْتَتَلُوْا .

پس جب اس بات کا یقین ہوگیا کہ جماعت ابن سعد ہر صورت میں آمادہ قتال ہے تو آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا اور (سنگری) لشکر کے گرد اگرد خندق کے مشابہ ایک کھائی کھدوائی جس کا صرف ایک دروازہ رکھا تا کہ لڑنے کے لئے اس میں سے نکلا جا سکے لشکر ابن سعد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر کا نرغہ کیا اور پیش قدمی کر کے قتال کرنا شروع کیا۔

یعنی جب امام مظلوم رضی اللہ عنہ کو پورا یقین ہو گیا کہ ابن سعد اور اس کے لشکری جنگ کرنے سے باز نہیں آئیں گے تو آپ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ جنگ کے لئے تیار ہوں تا کہ داد شجاعت دیتے ہوئے مرتبہ شہادت پہ فائز ہو جائیں۔

خیمہ بستی کے گرد خندق کی کھدائی

چناں چہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے لشکر کے گرد خندق کھودی اور اس میں سے ایک راستہ چھوڑا تا کہ جنگ کے لئے نکلا جا سکے اور جوں ہی یہ سامان مکمل ہوا سواران ابن سعد نے خیمہ گاہ حسین رضی اللہ عنہ کا گھیراؤ کر لیا اور سرگرم کارزار ہو گئے۔ جب محرم کی دس تاریخ ہوئی اور عاشورہ کی صبح طلوع ہوئی ابن سعد نے لشکر کو آراستہ کیا اور خیمہ گاہ حسین رضی اللہ عنہ کے بالمقابل صف آرا ہو کر مبارزت طلب ہوا۔

امام رضی اللہ عنہ کا لشکر یزید سے خطاب اور اتمام حجت

جناب سید الشہداء علیہ التحیۃ والثناء نماز صبح پڑھنے کے بعد اونٹ پر بیٹھے اور ابن سعد کے لشکر کے روبرو تشریف لے گئے اور ان سے خطاب کیا اللہ کی حمد و ثناء اور نعت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مخالفین سے فرمایا:

اے لوگو! دیکھو کہ عیسائی حضرت عیسیٰ رضی اللہ عنہ کے گدھے کے سموں کے نشانات کی تعظیم کرتے ہیں اور یہودی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا میں سے اگر کوئی نشان پاتے ہیں تو اس کو عزیز رکھتے ہیں اور میں جو تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگر بیٹی کا بیٹا ہوں تم میرے قتل پر کمر بستہ ہو اور نہیں جانتے ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنا بیٹا کہا ہے اور مجھ سے بہت زیادہ محبت کی اور میری بہت تعریف فرمائی کیا میں نے تم میں سے کسی کا خون بہایا ہے کہ اس کے قصاص میں میری جان کے دشمن بنے ہو یا تمہارا کوئی مال میرے ذمہ ہے جو مجھ سے طلب کرتے ہو یا کوئی دوسرا مطالبہ رکھتے ہو جس کے لئے مجھ پر تم نے عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے میں مدینہ منورہ میں اپنے نانا کی قبر پر بیٹھا تھا مجھے تم نے وہاں نہ چھوڑا مکہ آیا تم نے قاصد میرے پاس بھیجے، خطوط لکھے، اور مجھے بلا بھیجا اب تمہارے پاس پہنچا ہوں تو تم نے اپنا عہد توڑ دیا۔

یہ خطاب سن کر سب خاموش ہو گئے کسی نے جواب نہ دیا پھر آپ نے فرمایا تم پر خدا کی حجت ہے اور تمہیں مجھ پر کوئی حجت نہیں ہے۔

Marfat.com

ایک عبدالشیطان کی گستاخی اور امام کی دعائے ضرر سے اس کی ہلاکت

پھر آپ رضی اللہ عنہ اونٹ سے اترے اور گھوڑے پر سوار ہو کر صف آرا ہو گئے اور اس بات کا انتظار کیا کہ ابتدائے جنگ لشکر ابن سعد کی جانب سے ہو۔ کہتے ہیں کہ لشکر ابن سعد میں سے عبداللہ نامی ایک شخص جو درحقیقت عبدالشیطان تھا، نے اپنے گھوڑے کو مہمیز کیا اور میدان جنگ میں داخل ہوا۔ اس نے دیکھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال اور بچوں کے خیموں کے گرد آگ روشن کی گئی ہے تاکہ وہاں کوئی نہ پہنچ سکے۔ کہنے لگا:

اے حسین رضی اللہ عنہ تمہیں آخرت کی آگ سے پہلے ہی دنیا کی آگ مبارک ہو۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اس کے حق میں بدعا کی۔ اسی وقت اس کے گھوڑے کے پاوں میں لغزش ہوئی اور وہ آگ سے بھری ہوئی خندق میں جا گرا۔ وہ جہنمی اسی آگ میں جل کر جہنم رسید ہوا۔ اس کے بعد لشکر ابن سعد سے دو آدمی اور نکلے اور طالب مبارزت ہوئے امام عالی مقام کی جانب سے دو افراد مقابلہ کے لئے برآمد ہوئے اور ان دونوں کو جہنم کے تاریک گڑھوں تک پہنچا دیا۔

رفقائے امام کا ان پر نثار ہونا

کہتے ہیں کہ جب لشکریان سعد نے مبارزت طلب کی تو امام مظلوم رضی اللہ عنہ نے خود پیش قدمی فرمائی، جنگ کے لئے سوار ہوئے اور مقابلہ کا ارادہ کیا لیکن سب بھائیوں عزیزوں اور غلاموں نے عرض کی:

اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند! جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی زندہ وسلامت موجود ہے ہم آپ رضی اللہ عنہ کو جنگ نہ کرنے دیں گے۔

لشکر ابن سعد کی گھبراہٹ اور بزدلی

بالجملہ جب لشکریان ابن سعد نے دیکھا کہ حسین رضی اللہ عنہ کے ہم راہی مرنے کے لئے تیار ہیں اور ان کے ساتھ انفرادی مقابلوں کی صورت میں جنگ میں کامیابی حاصل نہیں کی جا سکتی تو ایک کے مقابلہ میں کئی کئی لوگ آ جاتے اور حسینی لشکر کے جری مجاہد پر تیروں کی بارش کر دیتے نوبت یہاں تک پہنچی کہ لشکر حسین میں سے جو بھی جنگ کے لئے نکلتا وہ زندہ واپس نہ لوٹ سکتا۔

وَلَمْ يَزَلْ يُقْتَلُ مِنْ اَهْلِ الْحُسَيْنِ رضی اللہ عنہ () وَاَصْحَابِهٖ وَاحِدٌ بَعْدَ وَاحِدٍ اِلٰى اَنْ قُتِلَ مِنْهُمْ مَايُنِيْفُ عَلٰى خَمْسِيْنَ رَجُلًا ۔

اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے اہل خاندان اور ساتھی ایک کے بعد ایک جام شہادت نوش کرنے لگے یہاں تک کہ ان میں سے پچاس سے زیادہ افراد درجہ شہادت پر فائز ہو گئے۔

Marfat.com

امام عالی مقام کی پکار

فَعِنْدَ ذٰلِكَ صَاحَ الْحُسَيْنُ رضی اللہ عنہ اَمَا مِنْ مُغِيْثٍ يُغِيْثُنَا لِوَجْهِ اللّٰهِ اَمَا مِنْ ذَابٍّ يَذُبُّ عَنْ حَرَمِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ۔

پس امام حسین رضی اللہ عنہ پکار اٹھے کہ کیا کوئی فریادرس ہے جو از راہِ خدا ہماری مدد کو پہنچے۔ ہے کوئی جو حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچالے۔

یعنی جب امام حسین رضی اللہ عنہ کے اصحاب اور اہل بیت کے غلاموں کی ایک کثیر تعداد قتل ہوگئی اور پچاس سے زیادہ اہل خاندان اور اصحاب حسین رضی اللہ عنہ جام شہادت نوش کر چکے تو امام حسین رضی اللہ عنہ فریاد کناں ہوئے اور استغاثہ طلب کیا اور یہ فریاد و استغاثہ صرف اتمام حجت کے لئے تھا تاکہ معلوم ہو جائے کہ اس حال میں مدعیان اسلام میں سے کون شخص امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی مصیبت و ابتلاء میں شریک ہوتا ہے۔

حر بن یزید کی صدائے لبیک

فَاِذَا بِالْحُرِّ بْنِ يَزِيْدَ الرِّيَاحِيِّ الَّذِيْ تَقَدَّمَ ذِكْرُهٗ قَدْ اَقْبَلَ عَلٰى فَرَسِهٖ اِلَيْهِ وَقَالَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِنِّيْ كُنْتُ اَوَّلَ مَنْ خَرَجَ عَلَيْكَ وَاَنَا الْاٰنَ فِيْ حِزْبِكَ فَمُرْنِيْ اَنْ اَكُوْنَ مَقْتُوْلًا فِيْ نُصْرَتِكَ لَعَلِّيْ اَنَالُ شَفَاعَةَ جَدِّكَ غَدًا ثُمَّ كَرَّ عَلٰى عَسْكَرِ عُمَرَ ابْنِ سَعْدٍ فَلَمْ يَزَلْ يُقَاتِلُهُمْ حَتّٰى قُتِلَ وَ قُتِلَ مَعَهٗ اَخُوْهُ وَ ابْنُهٗ وَمَوْلَاهُ اَيْضًا ۔

یہ استغاثہ وفریاد سن کر ناگاہ حر بن یزید ریاحی جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے متوجہ ہوا اور اپنے گھوڑے پر سوار آگے بڑھ کر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:

اے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے پہلے آپ سے لڑنے کو نکلا تھا اور اب میں آپ کے گروہ میں شامل ہوتا ہوں سو مجھ کو اجازت دیجئے کہ آپ کی مدد و معاونت میں قتل کر دیا جاؤں شاید اس جانثاری اور وفاداری کے صلے میں مجھے آپ کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قیامت کے دن نصیب ہو سکے۔

یہ کہہ کر لشکر ابن سعد پر ٹوٹ پڑا اور یہاں تک لڑا کہ جام شہادت نوش کر لیا اس کے ساتھ اس کا بھائی بیٹا اور غلام بھی شہید ہوئے۔

یعنی جوں ہی امام حسین رضی اللہ عنہ نے صدائے فریاد بلند کی اور حر بن یزید ریاحی نے جناب سید الشہداء فرزند رسول خدا رضی اللہ عنہ کی بے کسی ملاحظہ کی تو بتوفیق سعادت ابدی اپنے گلے سے اطاعت ابن سعد کا طوق اتار ڈالا اور یزیدیوں کی رفاقت سے انحراف کرتے ہوئے امام مظلوم رضی اللہ عنہ کے حضور پہنچا اور عرض گزار ہوا: جیسا کہ میں ان اولین لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے آپ سے جنگ کے لئے خروج کیا اسی طرح اب میں آپ کی نصرت کرنے والوں میں سے ہوں حکم دیجئے کہ میں

Marfat.com

آپ کی نصرت واعانت میں اپنی جان فدا کردوں اور کل قیامت کے دن آپ کے جدامجد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی دولت اپنے دامن ایمان میں بھرلوں

حر کی جاں سپاری اور شہادت

حر نے اپنے بھائی، بیٹے اور غلام کی معیت میں لشکر ابن سعد پر حملہ بول دیا یہ چار شخص میدان جنگ میں اتنی جاں سپاری سے لڑے کہ قوم اشقیاء کے بے شمار ظالموں کو تہ تیغ کر دیا اور شاداں وفرحاں منزل شہادت پر پہنچے۔ فرزندان اہل بیت ایک ایک کر کے امام پاک پر قربان ہو گئے۔

مختصر یہ کہ جب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے اصحاب وغلام ایک ایک کر کے میدان جنگ میں داد شجاعت دیتے ہوئے اپنی جانوں کو فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت مصطفی کی محبت میں فدا کر چکے اور عزیز واقارب میں سے چند لوگوں کے علاوہ کوئی باقی نہ رہا تو جناب سید الشہداء نے فرمایا اب میری باری ہے۔

اور چاہا کہ صف میں سے نکل کر لشکر اعداء کی طرف متوجہ ہوں تو آپ کے بھائی، بھتیجے اور دوسرے تمام اعزہ واقرباء فریاد کناں ہوئے، جب تک ہم میں سے ایک شخص بھی اپنے جسم میں جان رکھتا ہے آپ کو عازم جنگ نہ ہونے دیں گے۔

پھر جب ان تمام نے بھی یکے بعد دیگرے اپنی جانثاری کا ثبوت دیتے ہوئے مرتبہ شہادت حاصل کر لیا تو سید الشہداء رضی اللہ عنہ تن تنہا لشکر اشقیاء کے مقابلہ کے لئے پہنچے اور پھر وہ انہونی ہوئی جو چشم عالم نے کبھی نہ دیکھی تھی۔

فَالْتَحَمَ الْقِتَالُ حَتّٰى قُتِلَ اَصْحَابُ الْحُسَيْنِ رضي الله عنه بِاَسْرِهِمْ وَوَلَدُهٗ وَاِخْوَتُهٗ وَبَنُوْ عَمِّهٖ وَبَقِيَ وَحْدَهٗ فَبَارَزَ بِنَفْسِهٖ وَسَيْفُهٗ مُصْلَتٌ فِيْ يَدِهٖ فَلَمْ () يَزَلْ يُقَاتِلُ وَيَقْتُلُ مَنْ بَرَزَ اِلَيْهِ حَتّٰى قُتِلَ مِنْهُمُ الْكَثِيْرُ فَاَثْخَنَتْهُ الْجِرَاحَاتُ وَالسِّهَامُ تَاْتِيْهِ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۔

پھر خوب معرکہ ہوا یہاں تک کہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے تمام ہمراہی، بھائی بیٹے اور چچازاد ایک ایک کر کے شہید ہو گئے اور نبی کریم علیہ السلام تن تنہا رہ گئے اور بنفس نفیس شمشیر برہنہ ہاتھ میں لے کر مقابلہ اعداء کے لئے نکلے اور نہایت بے جگری سے لڑے اور ہر اس شخص کو واصل جہنم کر دیا جو مقابلہ کے لئے آیا یہاں تک کہ بہت سے اعداء واشقیاء کو جہنم سپرد کیا (لشکر اعداء نے امام عالی مقام پر تیروں اور تلواروں کی بوچھاڑ کر دی)، ہر جانب سے آپ پر تیر پھینکے جانے لگے اور آپ زخموں سے چور چور ہو گئے۔

ہزاروں کے مقابلہ میں اکیلا حسین علیہ السلام

یعنی جب جنگ اپنے عروج کو پہنچی اور بات اصحاب، غلاموں، بیٹوں، بھائیوں اور چچازادوں کی شہادت سے بھی آگے بڑھ گئی تو سید الشہداء تن تنہا تیغ برہنہ ہاتھ میں لئے عازم مقابلہ اشقیاء ہوئے۔

Marfat.com

رجز امام عالی مقام

میدان میں آپ کی آمد اس شان سے ہوئی کہ اپنی زبان بلاغت ترجمان سے یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

میرے بابا مرتضیٰ ہیں آل ہاشم کا وقار اس قدر کافی ہے مجھ کو افتخار و اعتبار

میرے نانا ہیں محمد مصطفیٰ خیر الورا جملہ مخلوق زمیں سے بہترین و باوقار

میری اماں فاطمہ زہرا ہیں بنتِ مصطفیٰ اور چچا جعفرِ طیار فخرِ روزگار

سبط پیغمبر ہوں مجھ کو جان لو پہچان لو حق نما ہے ذات میری، ہوں چراغ کردگار

اور کتاب اللہ ہمارے درمیاں نازل ہوئی ہے وہ اک روشن ہدایت اور حق کی یادگار

دشمنان اہل بیت پر کپکپی طاری ہوگئی

یہ اشعار پڑھے اور لشکر اعداء پر شیرِ غراں کی طرح حملہ آور ہوئے اور جو کوئی نا ہنجار آپ کے مقابلہ میں آیا آپ کی تیغ دودم سے اس کا ٹھکانہ جہنم ہوا اور لشکر اعداء پر ایک عجیب خوف و کپکپی طاری ہوگئی۔ چنانچہ جب یزیدیوں پر عرصہ جنگ تنگ ہونے لگا تو انہوں نے دور سے حملے کرنا شروع کئے اور آپ کو تیروں کی زد پر لے لیا۔ جب اس سے بھی کام نہ چلا تو شمر ذی الجوشن نے ایک حیلہ کیا۔

اور شمر ذی الجوشن سکونی اپنی فوج کے ساتھ آگے بڑھا اور امام مظلوم رضی اللہ عنہ اور ان کے حرم کے خیموں کے درمیان حائل ہوگیا تو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے للکارا کہ اے شیطانی گروہ! تم پر افسوس ہے جب میں تم سے لڑ رہا ہوں تو تمہیں میرے اہل بیت سے کیا کام وہ تو تم سے جنگ نہیں کر رہے یہ سن کر شمر ذی الجوشن نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ خواتین کی طرف مت جاؤ اور اسی شخص کو گھیرے میں لے لو سو وہ ظالم امام مظلوم پر تیر اور نیزے لے کر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ امام مظلوم رضی اللہ عنہ زمین پر گر پڑے اور شہید ہوگئے نصر بن خرشہ نے چاہا کہ آپ کے سر مبارک کو جسم اقدس سے علیحدہ کرلے لیکن ایسا نہ کرسکا پھر خولی بن یزید اپنی سواری سے نیچے اترا اور اس نے آپ کا سر مبارک بدن سے علیحدہ کیا۔ روایت میں ہے کہ شمر ملعون نے اپنے ساتھیوں کو کہا افسوس ہے تم پر اب کس بات کا انتظار کر رہے ہو اب تو یہ شخص زخموں سے چور چور ہے یہ سنتے ہی انہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ پر تیروں اور نیزوں کا تانتا باندھ دیا یہاں تک کہ ایک ظالم کا تیر امام مظلوم رضی اللہ عنہ کے حلق سے پار ہوگیا اور آپ رضی اللہ عنہ گھوڑے سے گر پڑے اور اسی حالت میں شمر لعین نے آپ کے چہرہ انور پر تلوار ماری پھر سنان ابن انس نخعی نے نیزہ مارا اور پھر خولی بن یزید آپ کا سر اقدس کاٹنے کے لئے اپنے گھوڑے سے اترا خولی نے آپ کا سر مبارک کاٹنا چاہا تو اس کے ہاتھ کانپنے لگے پھر اس کا بھائی شبل بن یزید آیا اور اس نے سر مبارک کو کاٹا اور اپنے بھائی خولی کے حوالے کر دیا۔

Marfat.com

شمر بد پیکر کی کمینگی

مختصر یہ کہ جب ابن سعد کے لشکری جناب سید الشہداء علیہ الوف من التحیۃ والثناء کے ساتھ مقابلہ ومحاربہ کی تاب نہ لا سکے تو شمر بد پیکر وحیلہ گر آگے بڑھا اور اپنی جماعت کے ساتھ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور ان کے حرم محترم کے درمیان حائل ہو کر چاہا کہ دست تعارض اہل بیت نبوت کی جانب دراز کرے امام مظلوم رضی اللہ عنہ نے للکارا۔

وَيَحْكُمْ يَا شِيعَةَ الشَّيْطَان

خبردار اے گروہ شیطان! یہ کیا نامردی ہے کہ تم سے جنگ تو میں کرتا ہوں اور تم بے گناہ خواتین کی طرف بڑھ رہے ہو۔

امام عالی مقام کی شہادت

جب شمر ذی الجوشن نے یہ للکار سنی تو سراپردہ عصمت وطہارت کی طرف سے باز آیا اور اپنے ہم راہیوں کو امام عالی مقام کی جانب متوجہ کرتے ہوئے گھیراؤ کرنے کے لئے کہا پھر شمر کی جماعت نے آپ کو گھیرے میں لے لیا اور ہر جانب سے حملہ آور ہوئے اور اس قدر تیروں اور نیزوں کی بارش کی کہ اس یکہ تاز میدان وغا نے جام تسلیم ورضا ہاتھ میں لیا اور گھوڑے کی پشت پر سے زمین شہادت پر گر پڑے اور اس جہان فانی سے عنان عزیمت پکڑے راہی فردوس اعلی ہوئے۔

نماز اس طرح بھی ادا کی جاتی ہے

کہتے ہیں کہ یہ سانحہ اس وقت پیش آیا جب سورج دائرہ نصف النہار سے مائل بہ زوال ہوا جو کہ نماز ظہر کا شروع وقت ہے گویا آپ نے تکبیر کا آغاز گھوڑے کی پشت پر فرمایا اور رکوع گھوڑے کی پشت سے جدا ہونے پر اور سجدہ زمین شہادت پر گرنے کے بعد ادا فرمایا اور اس صورت سے آپ نے نماز ظہر دم واپسین ادا کی اور رسالہ (سر الشہادتین) میں سر مبارک کو کاٹنے والے شخص کے بارے میں جو اختلاف ہے اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ شقاوت ازل سے ہی خولی بن یزید کی سیاہ پیشانی کا مقدر ہو چکی تھی۔ (کتاب، تحریر الشہادتین، تاریخ طبری، صواعق محرقہ، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

میدان کربلا میں صحابہ کرام کی شہادت کا بیان

تاریخ شاہد ہے کہ اس وقت کے علما، صحابہ، تابعین اور سیاستدان سب اس بات پر متفق تھے کہ حضرت امام حسین حق پر ہیں۔ انہوں نے یزید کے اس غیر انسانی اقدام کی مذمت کی اور کسی نے بھی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کے اقدام کو خلیفہ المسلمین کے خلاف بغاوت نہیں سمجھا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ ایک فرد نہیں تھے جنہوں نے یزید کی باطل حکومت کے خلاف قیام کیا بلکہ آپ اس مقدس تحریک کے عظیم راہبر تھے جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت ومحبت رکھنے والے شخص نے ساتھ دیا کسی نے تحریک کی حمایت زبانی کلامی کی اور کسی نے عملی۔ جبکہ بعض افراد جن میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خاص تعداد تھی جنہوں نے اپنی

Marfat.com

جان کی بازی لگا کر اس انقلاب کو پائیدار کرنے میں مدد کی۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اصحاب میں سے کچھ نے کربلا میں پہنچ کر جنگ میں حصہ لیا اور لڑتے ہوئے شہید ہوئے، بعض کربلا سے قبل کوفہ یا دیگر مقامات پر امام حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت میں شہید کر دیے گئے اور کچھ اصحاب واقعہ کربلا میں شریک نہ ہو سکے اور بعد میں یزید کے مظالم کے خلاف اور امام حسین کی حمایت میں قیام کرتے ہوئے منصب شہادت پر فائز ہوئے۔ ان اصحاب کا ذکر درج ذیل ہے۔

حضرت مسلم بن کثیر یا اسلام بن کثیر الازردی رضی اللہ عنہ

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ مسلم بن کثیر بن قلیب الصدفی الازدی الاعرج صحابی رسول تھے اور فتح مصر میں شریک تھے۔ طبری لکھتے ہیں کہ مسلم بن کثیر ازد قبیلہ کے فرد تھے۔ جب امام حسین نے مدینہ سے ہجرت کی تو ان دنوں یہ کوفہ میں قیام پذیر تھے اور امام حسین کو کوفہ میں آنے کی دعوت دینے والوں میں شامل ہیں۔ پھر حضرت مسلم بن عقیل جب کوفہ میں سفیر حسین بن کر پہنچے تو انہوں نے حضرت مسلم بن عقیل کی حمایت کی لیکن حضرت مسلم کی شہادت کے بعد کوفہ کو چھوڑ کر کربلا کے نزدیک حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملے اور پہلے حملہ میں جام شہادت نوش کیا۔

(الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت انس بن حارث رضی اللہ عنہ

یہ بھی رسول کے صحابی تھے اور جنگ بدر و حنین میں شرکت کی تھی۔ ابن عبدالبر اپنی کتاب الاستیعاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت انس بن حارث نے رسول خدا سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا میرا بیٹا (حسین) کربلا کی سرزمین پر قتل کیا جائے گا، جو شخص اس وقت زندہ ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ میرے بیٹے کی مدد و نصرت کو پہنچے چنانچہ انس بن حارث نے پیغمبر کے اس فرمان پر لبیک کہتے ہوئے کربلا میں شرکت کی اور امام حسین کے قدموں پر اپنی جان نچھاور کر دی۔ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ انس بن حارث رضی اللہ عنہ ان عظیم اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے جنہیں حضرت پیغمبر کی زیارت نصیب ہوئی اور انہیں اصحاب صفہ میں شمار کیا جاتا ہے۔ (الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

حضرت بکر بن حی رضی اللہ عنہ

علامہ سماوی نے اپنی کتاب ابصار العین میں لکھا ہے کہ بکر بن حی کوفہ سے عمر بن سعد کے لشکر میں شامل ہو کر کربلا پہنچے لیکن جب جنگ شروع ہونے لگی تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عمر بن سعد کے خلاف جنگ کرتے ہوئے پہلے حملے میں شہید ہو گئے۔ الاصابہ میں بکر بن حی کے صحابی رسول ہونے کی گواہی ملتی ہے۔

(الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

Marfat.com

حضرت جابر بن عروہ غفاری رضی اللہ عنہ

کتاب شہدائے کربلا میں بیان ہوا ہے کہ آپ بھی صحابی رسول خدا تھے جو کربلا میں شہید ہوئے۔ جنگ بدر اور دیگر غزوات میں رسول اکرم کے ہمراہ شریک ہوئے۔ یہ بوڑھے صحابی روز عاشور رومال باندھ کر اپنے ابروؤں کو آنکھوں سے ہٹاتے ہیں اور عازم میدان جنگ ہوتے ہیں۔ جب امام رضی اللہ عنہ کی نظر پڑی تو فرمایا: اے بزرگ مرد۔ خدا تجھے اجر دے۔ (الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

حضرت جنادہ بن کعب الانصاری رضی اللہ عنہ

جنادہ بن کعب وہ صحابی رسول ہیں جو حضرت امام حسین کی نصرت کے لیے کربلا میں اپنی زوجہ اور کم سن فرزند کے ساتھ شریک ہوئے۔ خود کو اپنے بیٹے سمیت نواسہ رسول کے قدموں پر قربان کر دیا۔ علامہ رسولی محلاتی نقل کرتے ہیں۔ جنادہ صحابی رسول خدا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخلص ساتھی تھے۔ جنگ صفین میں حضرت علی کے ساتھ شریک ہوئے اور کوفہ میں حضرت مسلم بن عقیل کے لیے بیعت لینے والوں میں شامل تھے، حالات خراب ہونے کی وجہ سے کوفہ کو چھوڑ کر امام حسین سے جا ملے۔ حضرت جنادہ کا نام بعض کتب میں جابر یا جبار یا جیاد درج ہوا ہے ان کے والد کے نام کو بھی بعض نے حارث اور بعض نے حرث لکھا ہے۔ (الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

حضرت جندب بن حجیر الخولانی الکوفی رضی اللہ عنہ

جندب بن حجیر کندی خولانی یا جندب بن حجر پیغمبر اکرم کے عظیم صحابی اور اہل کوفہ میں سے تھے۔ یہ ان افراد میں سے ہیں جنہیں حضرت عثمان نے کوفہ سے شام بھیجا تھا۔ جنگ صفین میں بھی شرکت کی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے قبیلہ کندہ اور ازد کے لشکر کے سپہ سالار مقرر ہوئے اور واقعہ کربلا میں امام حسین کے ہمرکاب جنگ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔ جندب کوفہ کے نامدار اور معروف خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ کوفہ کے حالات خراب ہونے کی وجہ سے وہاں سے نکل پڑے۔ عراق میں حُر کا لشکر پہنچنے سے قبل حضرت امام حسین سے مقام حاجر میں ملاقات کی اور روز عاشور جنگ شروع ہوئی تو یہ دشمن کا مقابلہ کرتے ہوئے پہلے حملہ میں مقام شہادت پر فائز ہوئے۔ (الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

حبیب بن مظاہر الاسدی رضی اللہ عنہ

آپ خاندان بنی اسد کے معروف فرد اور حضرت رسول اکرم کے صحابی اور حضرت امام علی، امام حسن و امام حسین کے وفادار ساتھی تھے۔ عسقلانی لکھتے ہیں کہ حبیب بن مظاہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص اور وفادار صحابی تھے، اپنے مولا کے ساتھ کئی جنگوں میں شرکت کی، بہت سے علوم پر دسترس تھی، زہد و تقویٰ کے مالک تھے۔ ان کا شمار پارسان شب اور شیران روز میں ہوتا ہے۔ حضرت حبیب بن مظاہر کا شمار راویان حدیث میں بھی ہوتا ہے۔ حضرت حبیب ان افراد میں شامل تھے

Marfat.com

جنہوں نے سب سے پہلے امام حسین کو کوفہ آنے کی دعوت دی پھر جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ پہنچے تو سب سے پہلا شخص جس نے حضرت مسلم کی حمایت اور وفاداری کا اعلان کیا بس بن ابی شبیب شاکری تھے۔ اس کے بعد حبیب ابن مظاہر کھڑے ہوئے اور عابس سرکری کی بات کی تائید کرتے ہوئے یوں گویا ہوئے: خدا تم پر رحم کرے کہ تو نے بہترین انداز میں مختصر الفاظ کے ساتھ اپنے دل کا حال بیان کر دیا۔ خدا کی قسم میں بھی اسی نظریہ پر پختہ یقین رکھتا ہوں جیسے عابس نے بیان کیا ہے۔ جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کے بعد اہل کوفہ کی بے وفائی کی وجہ سے روپوش ہو گئے لیکن جونہی انہیں امام حسین رضی اللہ عنہ کے کربلا پہنچنے کی خبر ملی تو رات کے وقت کوفہ سے نکل کر امام سے جا ملے۔ (الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

حضرت زاھر بن عمرو الاسلمی رضی اللہ عنہ

زاھر شجاع اور بہادر شخص تھے۔ یہ بھی صحابی رسول اور اصحاب شجرہ میں سے تھے۔ رسول خدا کے ہمراہ غزوہ حدیبیہ اور جنگ خیبر میں شریک ہوئے۔ زاھر بن عمرو اسلمی محب اہل بیت تھے اور بہت تجربہ کار پہلوان اور بہادر تھے۔ حضرت علی کی شہادت کے بعد عمر بن حمق کے ساتھ مل کر ابن زیاد کے خلاف برسر پیکار رہے۔ بعد ازاں دونوں شہر سے فرار کر گئے، پہاڑوں اور جنگلوں میں زندگی بسر کرنے لگے یہاں تک کہ عمرو بن حمق حکومتی کارندوں کے ہاتھوں گرفتار ہونے کے بعد شہید کر دیے گئے لیکن زاھر زندہ رہے۔ آخر کار 60ھ میں حج کے موقع پر امام حسین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے ساتھ مل کر کربلا کی جنگ میں شرکت کی۔ عاشورہ کے دن پہلے حملے میں جام شہادت نوش کیا۔ (الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

حضرت زیاد بن عریب ابو عمرو رضی اللہ عنہ

زیاد بن عریب نے بھی بچپن میں پیغمبر خدا کی زیارت کی تھی جبکہ ان کے والد بزرگوار صحابی رسول تھے۔ زیاد بن عریب ابو عمرو شجاع، عابد و زاہد اور شب زندہ دار شخص تھے۔ زاہد و تقویٰ کی وجہ سے ممتاز مقام رکھتے تھے۔ جب انہیں امام حسین کے کربلا پہنچنے کا علم ہوا تو زیاد بن عریب اپنا کردار ادا کرنے کی غرض سے امام حسین کی خدمت میں پہنچے اور دشمن کے خلاف جہاد و مبارزہ کرنے کے بعد درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ (الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

حضرت سعد بن الحارث رضی اللہ عنہ

انہوں نے بھی بچپن میں رسول خدا کی زیارت کی تھی اور آپ کے والد بھی صحابی رسول تھے۔ پھر امیر المومنین علی کے ہمراہ رہے اور کچھ عرصہ کے لیے سپاہ کوفہ کے سالار بھی رہے۔ سعد بن الحارث امیر المومنین علی کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن و امام حسین کے ساتھ رہے۔ جب حضرت امام حسین مدینہ سے مکہ پہنچے تو وہاں مولا کی خدمت میں پیش ہوئے اور پھر مکہ سے کربلا آئے اور روز عاشور جنگ کرتے ہوئے جان قربان کر دی۔ اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ مرحوم محقق شوشتری نے اپنی کتاب میں ان کے صحابی ہونے پر تنقید کی ہے اس دلیل کی بنا پر کہ اگر صحابی ہوتے تو قدیم منابع نے کیوں ذکر نہیں کیا۔

(الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

Marfat.com

حضرت شبیب بن عبداللہ مولیٰ الحرث رضی اللہ عنہ

شبیب بن عبداللہ بن شکل بن جی بن جدیہ حضرت رسول اکرم کے صحابی اور کوفہ کی معروف و مشہور شخصیات اور بڑے بافضیلت انسان تھے جہاں بھی ظلم وستم دیکھا اس کے خاتمہ کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ جنگ جمل وصفین و نہروان میں بھی شرکت کی اور حضرت علی کے وفادار اور مددگار رہے۔ آپ شبیب سیف بن حارث اور مالک بن عبداللہ کے ہمراہ کربلا پہنچے اور اپنے مولا امام حسین کی اطاعت میں جنگ کرتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

(الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

حضرت شوذب بن عبداللہ الھمد انی الشاکری رضی اللہ عنہ

جناب شوذب صحابی رسول اور حضرت علی کے باوفا ساتھی تھے۔ شوذب علم وتقویٰ کے اعتبار سے بلند پایہ شخصیت تھے۔ کوفہ کی معروف علمی شخصیت ہونے کی وجہ سے اہل کوفہ کے لیے حضرت امیر المومنین کی احادیث نقل کرتے تھے اور حضرت علی کے ساتھ جنگوں میں شریک رہے۔ جب حضرت مسلم بن عقیل کوفہ میں پہنچے تو ان کی بیعت کرنے کے بعد حضرت امام حسین تک اہل کوفہ کے مزید خطوط پہنچانے میں عابس شاکری کے ہمراہ رہے۔ نہایت مخلص اور عابد وزاہد انسان تھے۔ بڑھاپے کے عالم میں بھی ظلم کے خلاف عملی کردار ادا کیا۔ کوفہ میں حضرت مسلم کی شہادت کے بعد عابس شاکری کے ہمراہ حضرت امام حسین کی خدمات میں کربلا پہنچے اور یزیدی لشکر سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

حضرت عبدالرحمٰن الارجی رضی اللہ عنہ

آپ رسول اکرم کے بزرگ صحابی تھے۔ تمام معتبر کتب میں ان کا ذکر موجود ہے۔ آپ بہادر اور فصیح و بلیغ صحابی تھے۔ آپ 60ھ میں 50 افراد پر مشتمل ایک وفد کے ہمراہ حضرت امام حسین کی خدمت اقدس میں مکہ پہنچے اور حضرت امام حسین کو اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ پھر حضرت کے نمائندہ خاص جناب امیر مسلم کے لیے کوفہ میں انقلابی سرگرمیوں میں مشغول رہے۔ کوفہ میں حالات خراب ہونے کے بعد کربلا میں جنگ میں شرکت کی۔ جب عمر بن سعد نے امام حسین کے قتل کا پختہ ارادہ کر لیا تو اس صحابی رسول نے اپنی جان کی بازی لگا کر بھی اپنے مولا وآقا کی حمایت کا اعلان کیا۔ اپنی شجاعت کے کارنامے دکھانے کے علاوہ فصاحت و بلاغت کے ذریعے بھی حسین ابن علی کی حقانیت کو اپنے اشعار میں واضح کیا۔ تاریخ میں اس وفادار صحابی کے جو رجز بیان ہوئے ہیں اس زمانہ کی بہترین عکاسی کرتے ہیں۔ (الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

حضرت عبدالرحمٰن بن عبدربہ الخزرجی رضی اللہ عنہ

مختلف کتب نے ان کے صحابی رسول ہونے کی گواہی دی ہے۔ انہیں بعض نے انصاری بھی لکھا ہے، اصل میں مدینہ میں مقیم تھے۔ جب پیغمبر اسلام نے مدینہ میں ہجرت فرمائی تو اوس وخزرج قبائل نے اسلام قبول کیا۔ اس وقت سے ان سب کو

Marfat.com

انصاری کہا جاتا تھا۔ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخلص اصحاب میں سے تھے اور ان کی تربیت بھی مولا علی نے کی تھی۔ انہیں قرآن مجید کی تعلیم دی۔ جب حضرت علی نے گواہی طلب کی تو اس صحابی نے من کنت مولا کی حدیث کو دہرا کر لبیک کہا۔ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے اور وہاں کی معروف شخصیت تھے۔ یہی وجہ ہے کہ کوفہ میں امام حسین کے لیے لوگوں سے بیعت طلب کرتے تھے لیکن جب کوفہ میں امام حسین کے لیے راہ ہموار کرنے میں ناکام ہوئے تو کربلا میں امام سے آ ملے اور دشمن کے خلاف جنگ لڑتے ہوئے پہلے حملہ میں یا بعد از ظہر شہید ہو گئے۔ (الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

حضرت عبداللہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ

یہ صحابی رسول ایک عظیم شاعر بھی تھے اور انہوں نے پیغمبر سے بعض روایات بھی نقل کی ہیں۔ اپنے بعض اشعار میں حضرت علی کی مدح و ثنا بھی بیان کی ہے۔ رسول اکرم کے وصال کے بعد مولا علی کے ساتھ رہے اور انہیں کے ہمرکاب مختلف جنگوں میں شرکت کی۔ ایک مرتبہ جب حضرت عبداللہ کو علم ہوا کہ عمرو عاص نے بنی ہاشم پر طعن و تشنیع اور عیب جوئی کی ہے تو عمرو عاص پر سخت غصہ ہوئے اور اسے مورد عتاب قرار دیا۔ آخر تک اہل بیت کے ہمراہ رہے۔ کربلا میں جب حضرت امام حسین کا معلوم ہوا تو ان کی خدمت میں پہنچ کر اپنی وفاداری کا عملی ثبوت دیا۔ اس طرح عاشورہ کے دن رسول خدا کے نواسہ کی حمایت کرتے ہوئے یزیدی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ (الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

حضرت عمرو بن ضبیعہ رضی اللہ عنہ

مختلف کتب میں ذکر ہوا ہے کہ یہ صحابی رسول تھے اور کربلا میں حضرت امام حسین کے ہمرکاب شہادت پائی۔ کتاب فرسان میں الاصابہ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ تجربہ کار، شجاع اور ماہر جنگجو شخص تھے۔ کئی ایک جنگوں میں شرکت کی۔ ابتدا میں عمر سعد کے لشکر کے ساتھ وارد کربلا ہوئے لیکن جب دیکھا کہ عمر سعد نواسہ رسول کے قتل کا ارادہ رکھتا ہے تو فوراً حضرت امام حسین کے ساتھ شامل ہو گئے اور حملہ اولیٰ میں شہادت پائی۔ (الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

حضرت عون بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور حضرت جعفر بن ابی طالب کے بیٹے ہیں۔ حضرت رسول اکرم نے جنگ موتہ میں حضرت جعفر طیار کی شہادت کے بعد عون اور ان کے بھائی عبداللہ و محمد کو اپنی گود میں بٹھایا اور پیار کرتے رہے۔ جناب عون کا شمار حضرت علی کے قریبی ساتھیوں میں ہوتا ہے۔ آپ حضرت علی کے ہمراہ جنگوں میں بھی شریک رہے۔ حضرت علی کی شہادت کے بعد ہمیشہ امام حسن، حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے یہاں تک کہ جب حضرت امام حسین مدینہ سے روانہ ہوئے تو حضرت عون بھی اپنی زوجہ محترمہ کے ہمراہ اپنے مولا کے اس جہاد میں شریک رہے اور روز عاشور حضرت علی اکبر کی شہادت کے بعد حضرت امام حسین کی اجازت سے وارد میدان ہوئے اور بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

(الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

Marfat.com

حضرت کنانہ بن عتیق رضی اللہ عنہ

جناب کنانہ کوفہ کے شجاع اور متقی و پرہیزگار افراد میں سے تھے اور ان کا شمار قرآن کے قاریوں میں ہوتا ہے۔ جناب کنانہ اور ان کے والد عتیق رسول اکرم کے ہمرکاب جنگ احد میں شریک ہوئے۔ جب انہیں امام حسین کے کربلا پہنچنے کی خبر ملی تو امام کی مدد و نصرت کے لیے کربلا تشریف لائے اور اپنی جان کو نواسہ رسول کے قدموں میں نچھاور کیا۔ زیارت ناحیہ میں ان پر سلام پیش کیا گیا ہے۔ (الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

حضرت مجمع بن زیاد جھنی رضی اللہ عنہ

آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے تھے۔ جنگ بدر و احد میں شریک رہے۔ جناب مجمع نے کوفہ میں حضرت مسلم کی بیعت کی۔ سب لوگ حضرت مسلم کو چھوڑ گے لیکن حضرت مجمع ان افراد میں سے تھے جوڑے رہے اور کوفہ میں حالات سازگار نہ ہونے کی وجہ سے کربلا میں حضرت امام حسین سے جا ملے۔ یہ بڑے جری اور بہادر تھے۔ جب کربلا میں دشمن ان کو آسانی سے شکست نہ دے سکا تو ان کا محاصرہ کر کے انہیں شہید کیا گیا۔

(الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ

تاریخ طبری اور دیگر میں درج ہے کہ یہ صحابی رسول خدا تھے اور صدر اسلام کے بزرگ اعراب میں شمار ہوتے تھے۔ ابتدائے اسلام کی بہت سی جنگوں میں شریک رہے۔ غزوہ آذربائیجان اور جنگ جمل و صفین و نہروان میں بھی شرکت کی۔ حضرت علی کے باوفا ساتھی تھے۔ آپ شجاع و بہادر ہونے کے ساتھ ساتھ قاری قرآن، عالم علوم، متقی و پرہیزگار اور سخی انسان تھے۔ حضرت مسلم بن عقیل کے کوفہ وارد ہوتے ہی ان کی مدد و نصرت میں پیش پیش تھے اور ان کی حمایت میں لوگوں سے بیعت لیتے تھے نیز مجاہدین کے لیے اسلحہ کی فراہمی اور دیگر امدادی کارروائیوں میں مصروف رہے۔ حضرت مسلم و جناب ہانی بن عروہ کی شہادت کے بعد مخفی طور پر رات کے وقت اپنی زوجہ کو ساتھ لے کر حضرت امام حسین کی خدمت میں پہنچے۔ سات یا آٹھ محرم کو مسلم کوفہ سے کربلا پہنچ گئے اور سپاہ یزید کے خلاف ہر مقام پر پیش پیش رہے۔ شب عاشور جس وقت امام حسین نے اپنے اصحاب کو چلے جانے کی اجازت دی تو جہاں بعض دیگر اصحاب امام نے اپنی وفاداری کا یقین دلایا وہاں حضرت مسلم بن عوسجہ نے جو تاثرات بیان کیے وہ سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہیں۔ عرض کی خدا کی قسم! ہرگز چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ یہاں تک کہ اپنے نیزے کو دشمن کے سینہ میں توڑ نہ دوں، خدا کی قسم اگر ستر بار مجھے قتل کیا جائے، پھر جلا کر زندہ کر دیا جائے اور ذرہ ذرہ ہو جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں تو بھی آپ سے جدا نہیں ہوں گا۔ یہاں تک کہ ہر بار آپ پر اپنی جان قربان کروں گا اس لیے کہ جان تو ایک ہی جائے گی لیکن عزت ابدی ملے گی۔ جب مسلم بن عوسجہ پچاس دشمنوں کو ہلاک کرنے کے بعد شہید ہو گئے تو حضرت امام حسین فوراً ان کی لاش پر پہنچے اور فرمایا خدا تم پر رحمت کرے اے مسلم۔ (الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

Marfat.com

حضرت نعیم بن عجلان رضی اللہ عنہ

ایک روایت کے مطابق نعیم اور ان کے دو بھائیوں نظر نعمان نے حضرت رسول اکرم کی بچپن میں زیارت کی تھی۔ یہ خزارج قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد مولا علی کے ساتھ جنگ صفین میں شامل رہے۔ ان کے بھائی نعمان بحرین کے علاقے کے والی تھے۔ نعیم کے دونوں بھائی حضرت امام حسن کے زمانہ میں انتقال کر گئے جبکہ نعیم کوفہ میں زندگی بسر کر رہے تھے کہ اطلاع ملی کہ حضرت امام حسین عراق میں پہنچ چکے ہیں۔ چنانچہ کوفہ چھوڑ کر فوراً امام کی خدمت میں حاضر ہو کر غیرت دینی کا عملی ثبوت پیش کیا اور نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی وفاداری کا اعلان کرتے ہوئے سپاہ یزید کے خلاف جنگ میں اپنے خون کا آخری قطرہ بھی قربان کر دیا۔ (الاصابہ، الاستیعاب، نیل الاوطار، تاریخ طبری، انساب الاشراف)

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے مختصر احوال کا بیان

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ،

نام، نسب، خاندان

زبیر نام، ابوعبداللہ کنیت، حواریِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقب، والد کا نام عوام اور والدہ کا نام صفیہ تھا، پورا سلسلہ نسب یہ ہے، زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزی بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی القرشی الاسدی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب قصی بن کلاب پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے اور چونکہ ان کی والدہ حضرت صفیہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپی تھیں، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے، اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھی حقیقی بھتیجے تھے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے داماد ہونے کے سبب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساڑھو بھی تھے اور اس طرح ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کو متعدد نسبتیں حاصل تھیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھائیس سال قبل پیدا ہوئے، بچپن کے حالات بہت کم معلوم ہیں، لیکن اس قدر یقینی ہے کہ ان کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ابتدا ہی سے ان کی ایسی تربیت کی تھی کہ وہ جوان ہو کر ایک عالی حوصلہ، بہادر، الوالعزم مرد ثابت ہوں، چنانچہ وہ بچپن میں عموماً انہیں مارا پیٹا کرتیں اور سخت سے سخت محنت ومشقت کے کام کا عادی بناتی تھیں، ایک دفعہ نوفل بن خویلد جو اپنے بھائی عوام کے مرنے کے بعد ان کے ولی تھے، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا پر نہایت خفا ہوئے کہ کیا تم اس بچے کو اس طرح مارتے مارتے مار ڈالو گی، اور بنو ہاشم سے کہا کہ تم لوگ صفیہ رضی اللہ عنہا کو سمجھاتے کیوں نہیں، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حسب ذیل رجز میں اس خفگی کا جواب دیا۔ (ابن سعد اصابہ تذکرہ زبیر رضی اللہ عنہ)

من قال انی ابغضه فقد كذب انما اضربه لكی يلب

Marfat.com

جس نے یہ کہا کہ میں اس سے بغض رکھتی ہوں، اس نے جھوٹ کہا، میں اس کو اس لیے مارتی ہوں کہ عقل مند ہو۔

ویھزم الجیش یاتی باسلب الخ

اور فوج کو شکست دے اور مال غنیمت حاصل کرے

اس تربیت کا یہ اثر تھا کہ وہ بچپن ہی میں بڑے بڑے مردوں کا مقابلہ کرنے لگے تھے، ایک دفعہ مکہ میں ایک جوان آدمی سے مقابلہ پیش آیا، انہوں نے ایسا ہاتھ مارا کہ اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا، لوگ اسے لاد کر شکایۃً حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس لائے، تو انہوں نے معذرت وعفوخواہی کیجائے سب سے پہلے یہ پوچھا کہ تم نے زبیر رضی اللہ عنہ کو کیسا پایا، بہادر یا بزدل۔ (اصابہ، تذکرہ زبیر رضی اللہ عنہ)

اسلام

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ صرف سولہ برس کے تھے کہ نورِ ایمان نے ان کے خانہ دل کو منور کر دیا (مستدرک، امام حاکم، دارالکتب بیروت حاکم) بعض روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پانچویں یا چھٹے مسلمان تھے، لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا، تاہم سابقین اسلام میں وہ ممتاز اور نمایاں تقدم کا شرف رکھتے ہیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اگرچہ کمسن تھے، لیکن استقامت اور جان نثاری میں کسی سے پیچھے نہ تھے، قبول اسلام کے بعد ایک دفعہ کسی نے مشہور کر دیا، کہ مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کر لیا ہے، یہ سن کر جذبہ جانثاری سے اس قدر بیخود ہوئے کہ اسی وقت ننگی تلوار کھینچ کر مجمع کو چیرتے ہوئے آستانہ اقدس پر حاضر ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو پوچھا زبیر رضی اللہ عنہ! یہ کیا ہے؟ عرض کیا مجھے معلوم ہوا تھا کہ (خدانخواستہ) حضور گرفتار کر لیے گئے ہیں، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نہایت خوش ہوئے اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی؛ اہل سیر کا بیان ہے کہ یہ پہلی تلوار تھی جو راہ فدویت وجان نثاری میں ایک بچے کے ہاتھ سے برہنہ ہوئی۔ (اسد الغابہ تذکرہ زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ)

ہجرت

عام بلاکشان اسلام کی طرح حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مشرکین مکہ کے پنجہ ظلم وستم سے محفوظ نہ تھے، ان کے چچا نے ہر ممکن طریقہ سے ان کو اسلام سے برگشتہ کرنا چاہا، لیکن توحید کا نشہ ایسا نہ تھا جو اتر جاتا، بالآخر اس نے برہم ہو کر اور بھی سختی شروع کی، یہاں تک کہ چٹائی میں لپیٹ کر باندھ دیتا، اور اس قدر دھونی دیتا کہ دم گھٹنے لگتا؛ لیکن وہ ہمیشہ یہی کہے جاتے کچھ بھی کرو اب میں کافر نہیں ہو سکتا۔ (اصابہ، تذکرہ زبیر رضی اللہ عنہ)

غرض مظالم وشدائد سے اس قدر تنگ آئے کہ وطن چھوڑ کر حبش کی راہ لی، پھر کچھ دنوں کے بعد وہاں سے واپس آئے، تو خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا قصد کیا، اس لیے انہوں نے بھی مدینہ کی مبارک سرزمین کو وطن بنایا۔

Marfat.com

مواخات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا اسلامی بھائی قرار دیا تھا، لیکن جب مدینہ پہنچنے کے بعد انصار و مہاجرین میں تعلقات پیدا کرنے کے لیے ایک دوسری مواخات منعقد ہوئی تو اس دفعہ حضرت سلمہ بن سلامہ انصاری رضی اللہ عنہ سے رشتہ اخوت قائم کیا گیا، جو مدینہ کے ایک معزز بزرگ اور بیعت عقبہ میں شریک تھے۔

غزوات

غزوات میں ممتاز حیثیت سے شریک رہے، سب سے پہلے غزوہ بدر پیش آیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس معرکہ میں نہایت جانبازی و دلیری کے ساتھ حصہ لیا، جس طرف نکل جاتے تھے غنیم کی صفیں تہ و بالا کر دیتے، ایک مشرک نے ایک بلند ٹیلے پر کھڑے ہو کر مبارزت چاہی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بڑھ کر اس سے لپٹ گئے، اور دونوں قلابازیاں کھاتے ہوئے نیچے آئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں میں جو سب سے پہلے زمین پر رکے گا وہ مقتول ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ مشرک پہلے زمین پر گر کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے واصلِ جہنم ہوا، (کنز العمال)

اسی طرح عبیدہ بن سعید سے مقابلہ پیش آیا جو سر سے پاؤں تک زرہ پہنے ہوئے تھا، صرف دونوں آنکھیں کھلی ہوئی تھیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے تاک کر اس زور سے آنکھ میں نیزہ مارا کہ اس پار نکل گیا، اس کی لاش پر بیٹھ کر بمشکل نیزہ نکالا، پھل ٹیڑھا ہو گیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور یادگار حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے اس نیزہ کو لے لیا، اس کے بعد پھر خلفاء میں تبرکاً منتقل ہوتا رہا، یہاں تک خلیفہ ثالث رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے وارث حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا اور ان کی شہادت تک ان کے پاس موجود تھا۔

وہ جس بے جگری کے ساتھ بدر میں لڑے اس کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کی تلوار میں دندانے پڑ گئے تھے، تمام جسم زخموں سے چھلنی ہو گیا تھا، خصوصاً ایک زخم اس قدر کاری تھا کہ وہاں پر ہمیشہ کے لیے گڑھا پڑ گیا تھا، حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ان میں انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔ (بخاری باب غزوہ بدر)

معرکہ بدر میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج ملائکہ بھی اسی وضع میں آئے ہیں، (کنز العمال) غرض مسلمانوں کی شجاعت و ثابت قدمی نے میدان مار لیا حق غالب رہا اور باطل کو شکست ہوئی۔

غزوہ احد

سنہ ۳ ھ میں معرکہ احد کا واقعہ ہوا، اثنائے جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار کھینچ کر فرمایا کون اس کا حق ادا کرے گا؟ تمام جان نثاروں نے بیتابی کے ساتھ اپنے ہاتھ پھیلائے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے تین دفعہ اپنے آپ کو پیش

Marfat.com

کیا، لیکن یہ فخر حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ انصاری کے لیے مقدر ہو چکا تھا۔ (زرقانی)

جنگ احد میں جب تیراندازوں کی بے احتیاطی سے فتح شکست سے مبدل ہوگئی اور مشرکین کے اچانک حملے سے غازیان دین کے پاؤں متزلزل ہوگئے، یہاں تک کہ شمع نبوت کے گرد صرف چودہ صحابہ رضی اللہ عنہ پروانہ وار ثابت قدم رہ گئے تھے تو اس وقت بھی یہ جان نثار حواری جان نثاری کا فرض ادا کر رہا تھا۔

غزوہ خندق

۵ھ میں یہودیوں کی مفسدہ پردازی سے تمام عرب مسلمانوں کے خلاف امنڈ آیا، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے قریب خندق کھود کر اس طوفان کا مقابلہ کیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس حصہ پر معمور تھے جہاں عورتیں تھیں۔

(مسند احمد بن حنبل، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

بنوقریظہ اور مسلمانوں میں باہم معاہدہ تھا، لیکن عام سیلاب میں وہ بھی اپنے عہد پر قائم نہ رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کے لیے کسی کو بھیجنا چاہا اور تین بار فرمایا" کون اس قوم کی خبر لائے گا؟" حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ہر مرتبہ بڑھ کر عرض کیا کہ "میں" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر فرمایا" ہر نبی کے لیے حواری ہوتے ہیں، میرا حواری زبیر رضی اللہ عنہ ہے"، (بخاری کتاب المغازی باب غزوہ خندق) اس نازک وقت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اس طرح بے خطر تنہا آمدورفت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس جانبازی سے اس قدر متاثر تھے کہ فرمایا: فداک ابی وامی، یعنی میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔

(مسند احمد بن حنبل، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

کفار بہت دنوں تک خندق کا محاصرہ کیے رہے، لیکن پھر کچھ تو ارضی وسماوی مصائب اور کچھ مسلمانوں کے غیر معمولی ثبات واستقلال سے پریشان ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

غزوہ خیبر

غزوہ خندق کے بعد غزوہ بنوقریظہ اور بیعت رضوان میں شریک ہوئے پھر خیبر کی مہم میں غیر معمولی شجاعت دکھائی، مرحب یہودی خیبر کا رئیس تھا وہ مقتول ہوا تو اس کا بھائی یاسر غضبناک ہو کر "ھل من مبارز کا نعرہ بلند کرتے ہوئے میدان میں آیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر اس کا مقابلہ کیا وہ اس قدر تنومند اور قوی ہیکل تھا کہ ان کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ! میرا لخت جگر آج شہید ہوگا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! زبیر رضی اللہ عنہ اس کو مارے گا، چنانچہ درحقیقت تھوڑی دیر ردوبدل کے بعد وہ واصل جہنم ہوا۔ (سیرت ابن ہشام، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

غرض خیبر فتح ہوا اور اس کے بعد فتح مکہ کی تیاریاں شروع ہوئیں، مشہور صحابی حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے تمام کیفیت لکھ کر ایک عورت کے ہاتھ قریش مکہ کے پاس روانہ کی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوگئی اور ایک جماعت اس عورت کو گرفتاری پر مامور ہوئی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی اس میں شریک تھے، وہ گرفتار ہو کر آئی اور خط پڑھا گیا، تو ابن ابی

Marfat.com

بلتعہ رضی اللہ عنہ کا سر ندامت سے جھک گیا، رحمۃ للعالمین نے ان کی عفو خواہی پر جب معاف فرمادیا، اور یہ آیت نازل ہوئی:

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَاءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ" (الممتحنۃ)

فتح مکہ

۸ رمضان میں دس ہزار مجاہدین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کا قصد کیا اور شاہانہ جاہ وجلال کے ساتھ اس سرزمین میں داخل ہوئے جہاں سے آٹھ سال قبل طرح طرح کے مصائب وشدائد برداشت کرنے کے بعد بے بسی کی حالت میں نکلنے پر مجبور ہوئے تھے، اس عظیم الشان فوج کے متعدد دستے بنائے گئے تھے، سب سے چھوٹا اور آخری دستہ وہ تھا جس میں خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس کے علمبردار تھے۔ (بخاری باب غزوۃ الفتح)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے اور ہر طرف سکون واطمینان ہوگیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ اپنے گھوڑوں پر بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر ان کے چہروں سے گردوغبار صاف کیا اور فرمایا میں نے گھوڑے کے لیے دو حصے اور سوار کے لیے ایک حصہ مقرر کیا ہے، جوان حصوں میں کمی کریگا خدا اس کو نقصان پہنچائیگا۔ (طبقات ابن سعد قسم اول جزء ثالث)

مختلف غزوات

فتح مکہ کے بعد واپسی کے وقت غزوہ حنین پیش آیا کفار کمین گاہوں میں چھپے ہوئے مسلمانوں کی نقل وحرکت دیکھ رہے تھے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس گھاٹی کے قریب پہنچے تو ایک شخص نے اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہا "لات وعزیٰ کی قسم یہ طویل القامت سوار یقیناً زبیر رضی اللہ عنہ ہے، تیار ہو جاؤ، اس کا حملہ نہایت خطرناک ہوتا ہے" یہ حملہ ختم ہی ہوا تھا کہ ایک زبردست جمعیت نے اچانک حملہ کر دیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نہایت پھرتی اور تیز دستی کے ساتھ اس آفتِ ناگہانی کو روکا اور اس قدر شجاعت وجانبازی سے لڑے کہ یہ گھاٹی کفار سے بالکل صاف ہوگئی۔

اس کے بعد جنگ طائف اور تبوک کی فوج کشی میں شریک ہوئے، پھر ۱۰ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا قصد کیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس میں بھی ہمرکاب تھے۔

حج سے واپس آنے کے بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے، بعض روایات کے مطابق حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی خلیفہ اول کی بیعت میں پس وپیش تھا، تاہم وہ زیادہ دنوں تک اس پر قائم نہیں رہے۔

جنگ یرموک کا حیرت انگیز کارنامہ

سوا دو برس کی خلافت کے بعد خلیفہ اول کا وصال ہوگیا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسند حکومت پر قدم رکھا، خلیفہ اول

Marfat.com

کے عہد میں فتوحات کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام عرب میں جوش پھیلا کر اس کو اور بھی زیادہ وسیع کر دیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا دل گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے افسردہ ہو چکا تھا، تاہم ایک مردِ میدان و جانباز بہادر کے لیے اس جوش وولولہ کے وقت عزلت نشین رہنا سخت تنگ تھا، خلیفہ وقت سے اجازت لے کر شامی رزم گاہ میں شریک ہوئے، اس وقت یرموک کے میدان میں ملک شام کی قسمت کا آخری فیصلہ ہو رہا تھا، اثنائے جنگ میں لوگوں نے کہا اگر آپ حملہ کر کے غنیم کے قلب میں گھس جائیں تو ہم آپ کا ساتھ دیں۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگ میرا ساتھ نہیں دے سکتے، لوگوں نے عہد کیا تو اس زور سے حملہ آور ہوئے کہ رومی فوج کا قلب چیرتے ہوئے تنہا اس پار سے اُس پار نکل گئے اور کوئی رفاقت نہ کر سکا، پھر واپس لوٹے تو رومیوں نے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور نرغہ کر کے سخت زخمی کیا گردن پر دو زخم اس قدر کاری تھے کہ اچھے ہونے کے بعد بھی گڑھے باقی رہ گئے، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ بدر کے زخم کے بعد یہ دوسرا زخم کا گڈھا تھا جس میں بچپن میں ہم انگلیاں ڈال کر کھیلا کرتے تھے۔ (بخاری کتاب المغازی)

فسطاط کی فتح

فتح شام کے بعد حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں مصر پر حملہ ہوا انہوں نے چھوٹے چھوٹے مقامات کو فتح کرتے ہوئے فسطاط کا محاصرہ کر لیا اور قلعہ کی مضبوطی نیز فوج کی قلت دیکھ کر دربارِ خلافت سے اعانت طلب کی، امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دس ہزار فوج اور چار افسر بھیجے اور خط میں لکھا کہ ان افسروں میں ایک ایک، ہزار و ہزار سوار کے برابر ہے، افسروں میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بھی تھے، ان کا جو رتبہ تھا اس کے لحاظ سے عمرو رضی اللہ عنہ نے ان کو افسر بنایا اور محاصرہ وغیرہ کے انتظامات ان کے ہاتھ میں دیئے، انہوں نے گھوڑے پر سوار ہو کر خندق کے چاروں طرف چکر لگایا اور جہاں جہاں مناسب تھا مناسب تعداد کے ساتھ سوار اور پیادے متعین کیے، اس کے ساتھ منجنیقوں سے پتھر برسانے شروع کر دیئے، اس پر پورے سات مہینے گذر گئے، اور فتح وشکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک دن تنگ آ کر کہا کہ آج میں مسلمانوں پر فدا ہوتا ہوں، یہ کہہ کر ننگی تلوار ہاتھ میں لی اور سیڑھی لگا کر قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے، چند اور صحابہ رضی اللہ عنہ نے ان کا ساتھ دیا، فصیل پر پہنچ کر سب نے ایک ساتھ تکبیر کے نعرے بلند کئے، ساتھ ہی تمام فوج نے نعرہ مارا کہ قلعہ کی زمین دہل اٹھی، عیسائی یہ سمجھ کر کہ مسلمان قلعہ کے اندر گھس آئے، بدحواس ہو کر بھاگے ادھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فصیل سے اتر کر قلعہ کا دروازہ کھول دیا اور تمام فوج اندر گھس آئی، مقوقس حاکم مصر نے یہ دیکھ کر صلح کی درخواست کی اور اسی وقت سب کو امان دے دی گئی۔ (فتوح البلدان)

اسکندریہ کی تسخیر

فسطاط فتح کر کے اسلامی فوج نے اسکندریہ کا رخ کیا اور مدتوں قلعہ کا محاصرہ کیے پڑی رہی، لیکن جس قدر زیادہ دن

Marfat.com

گذرتے جاتے تھے، اسی قدر دربار خلافت سے اس کے جلد فتح کرنے کا تقاضا بڑھتا جاتا تھا، غرض ایک روز عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آخری اور قطعی حملہ کا ارادہ کرلیا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ کو فوج کا ہراول بنا کر اس زور سے یورش کی کہ ایک ہی حملہ میں شہر فتح ہو گیا۔

مفتوحہ ممالک کی تقسیم کا مطالبہ

مصر کامل طور پر مسخر ہو گیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سپہ سالار فوج سے اراضی مفتوحہ کی تقسیم کا مطالبہ کیا اور فرمایا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کو مجاہدین پر تقسیم فرما دیا تھا، اسی طرح تمام ممالک مفتوحہ کو تقسیم کر دینا چاہئے، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھا گیا تو انہوں نے لکھا کہ اس کو اسی طرح رہنے دینا چاہئے تاکہ آئندہ نسلیں بھی اس سے مستفید ہوتی رہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ذہن میں بھی اس کی مصلحت آ گئی اور خاموش ہو رہے۔ (مسند ابن حنبل)

۱۳ھ میں حضرت عمر کے عہد خلافت کی ابتدا میں، شام کے علاقہ یرموک میں اسلامی اور رومی فوجوں میں سخت جنگ ہوئی جس میں ۷۰ ہزار رومی مارے گئے۔ زبیر بن عوّام، ابوعبیدہ بن جراح کی قیادت میں شریک جنگ تھے۔ ابن کثیر کہتے ہیں، اس جنگ میں سب سے زیادہ صاحب فضیلت حضرت زبیر ہی تھے۔ کچھ اصحاب رسول نے زبیر سے کہا، چلو ہم مل کر کافروں پر حملہ کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا، اگر میں نے حملہ کیا اور تم نے ساتھ نہ دیا تو جھوٹے پڑ جاؤ گے۔ سب نے کہا، ایسا نہیں ہوگا۔ حضرت زبیر نے ایسے زور کی یلغار کی کہ سب کو پیچھے چھوڑ کر اکیلے دشمن کی صفوں میں گھس گئے۔ جب وہ پلٹے تو رومیوں نے ان کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور ان کے کندھوں پر تلوار کے دو وار کیے جن سے دو نئے گھاؤ آ گئے، جنگ بدر کے زخم کا نشان ان کے بیچ تھا۔

(بخاری)

۱۸ھ میں حضرت عمر نے عمرو بن عاص کو مصر میں پیش قدمی کرنے کی اجازت دی۔ فرما اور بلبیس کے شہر فتح کرنے کے بعد وہ بابلیوں پہنچے تو مدینہ سے ہزار سپاہیوں کی کمک آئی۔ زبیر بن عوام، عبادہ بن صامت، مقداد بن اسود اور مسلمہ بن مخلد جیسے صحابہ اس میں شامل تھے۔ سیدنا عمر نے سیدنا زبیر کو قائد جیش مقرر کرتے ہوئے سوال کیا تھا، کیا تم مصر کی گورنری لینا چاہتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا، میں عمرو بن عاص کا ساتھ دوں گا۔ چنانچہ مصر پہنچتے انھوں نے ہی عین شمس کے معرکے میں حصہ لیا پھر قلعۂ بابلیون کے محاصرہ میں شامل ہو گئے۔ حضرت زبیر ہی تھے جنھوں نے ربیع الاول ۲۰ھ میں قلعہ کی بیرونی خندق پھلانگ کر دیوار سے سیڑھی لگائی اور کچھ سپاہیوں کو لے کر اندر اتر گئے۔ انھوں نے دروازہ کھولا تو ماہ سے جاری محاصرہ ختم ہوا اور قلعے پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ حضرت عمرو نے اہل مصر سے معاہدۂ امن کیا تو سیدنا زبیر نے گواہ کے طور پر دستخط کیے۔ ھ میں جنگ نہاوند ہوئی۔ ایرانی اپنے بڑے بڑے شہر اہواز، اصطخر اور مدائن چھن جانے سے رنجیدہ تھے۔ انھوں نے فیرزان کی قیادت میں ڈیڑھ لاکھ فوج اکٹھی کرلی تو حضرت عمر نے مقابلے کے لیے خود ایران جانے کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر عثمان، طلحہ، علی، زبیر اور

Marfat.com

عبدالرحمان بن عوف نے مشورہ دیا کہ امیر المومنین کا خود قیادت کرنا مناسب نہ ہوگا چنانچہ نعمان بن مقرن کو اس مہم پر روانہ کیا گیا۔

جب خلیفۂ دوم حضرت عمر پر قاتلانہ حملہ ہوا اور جان بر ہونے کی امید نہ رہی تو انھوں نے اصحاب عشرۂ مبشرہ میں سے افراد کی مجلس تشکیل دے کر ان میں سے ایک کو اپنا جانشین بنانے کی وصیت کی۔ زبیر بن عوام ان میں شامل تھے لیکن جب عبدالرحمان بن عوف نے انتخاب کو تین افراد پر موقوف کرنے کی تجویز پیش کی تو وہ حضرت علی کے حق میں دست بردار ہو گئے۔ (بخاری)

۳۱ھ میں حضرت عثمان کو دوسری بار نکسیر پھوٹی اور وہ حج پر نہ جا سکے۔ ایک قریشی صحابی ان کے پاس آئے اور مشورہ دیا کہ اپنا جانشین مقرر کر دیں۔ انھوں نے باقی مسلمانوں سے مشورہ کر کے ایک نام بھی تجویز کیا جس پر حضرت عثمان نے خاموش رضامندی ظاہر کی۔ ایک روایت کے مطابق وہ تجویز کردہ زبیر بن عوام اور دوسری کے مطابق عبدالرحمان بن عوف تھے۔ (بخاری)

بلوائیوں نے حضرت عثمان کو گھر میں محصور کر مدینہ میں شورش برپا کی تو حضرت زبیر سورۂ انفال کی آیت: (واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة ۔ اس فتنہ سے بچ کر رہو جو تم میں سے محض ظلم کرنے والوں تک محدود نہ رہے گا) تلاوت کرتے اور کہتے، میں یہ آیت ایک عرصہ تلاوت کرتا اور سوچتا رہا، میں اس کا مصداق نہیں ہوں لیکن اب ہم پر اس کا اطلاق ہونے لگا ہے۔ اہل کوفہ زبیر کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے، وہ ان کی حمایت حاصل کرنے آئے تو انھوں نے ڈانٹ کر واپس بھیج دیا۔ حضرت عثمان کا آخری جمعہ وہ تھا جب باغیوں نے مسجد نبوی میں سنگ باری کی، نمازی زخمی ہو گئے اور سیدنا عثمان بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت زبیر نے اس موقع پر حضرت علی اور حضرت طلحہ کے ساتھ گھر جا کر ان کی عیادت کی۔ انھوں نے اپنے بیٹے عبداللہ پر حضرت عثمان کے گھر کی حفاظت کی ذمہ داری ڈال رکھی تھی۔ حضرت عثمان نے اپنی وصیت سیدنا زبیر ہی کو لکھوائی۔ حضرت زبیر ان چند صحابہ میں سے تھے جنھوں نے حضرت عثمان کے جنازے اور تدفین میں شرکت کی۔

جنگ جمل اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی حق پسندی

حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو بھی خطوط لکھ کر شرکت کی ترغیب دی؛ لیکن وہاں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے پہنچ کر پہلے ہی ان کو اپنا طرفدار بنالیا اور تقریباً نو ہزار کی عظیم الشان جمعیت مقام ذی قار میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج سے مل کر بصرہ کی طرف بڑھی، حضرت طلحہ وزبیر کو معلوم ہوا تو انہوں نے بھی اپنی فوج کو مرتب ومنظم کر کے آگے بڑھادیا، دسویں جمادی الآخر ۳۶ھ جمعرات کے دن دونوں فوجوں میں مڈبھیڑ ہوئی، کیسا عبرت انگیز نظارہ تھا، چند دن بیشتر جو لوگ بھائی بھائی تھے، آج باہم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو کر نگاہِ غیظ وغضب سے اپنے مقابل کو گھور رہے ہیں؛ لیکن ذاتی مخاصمت وعداوت سے نہیں بلکہ حق وصداقت کے جوش میں، یہی وجہ ہے کہ ایک ہی قبیلہ کے کچھ آدمی اس طرح ہیں تو کچھ اس طرف،

Marfat.com

چونکہ دونوں جماعتوں کے سربراہ کاروں کو اصلاح مدنظر تھی، اس لیے پہلے مصالحت کی سلسلہ جنبانی شروع ہوئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ تنہا گھوڑا آگے بڑھا کر بیچ میدان میں آئے اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا "ابو عبداللہ! تمہیں وہ دن یاد ہے جب کہ ہم اور تم دونوں ہاتھ میں ہاتھ دیئے رسالت مآب صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے سامنے گذرے تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم اس کو دوست رکھتے ہو؟ تم نے عرض کیا تھی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم یاد کرو اس وقت تم سے حضور انور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک دن تم اسی سے ناحق لڑو گے، (مستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت حاکم) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہاں! اب مجھے بھی یاد آیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تو صرف ایک بات یاد دلا کر پھر اپنی جگہ چلے گئے، لیکن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے قلب حق پرست میں ایک خاص سخت تلاطم برپا ہو گیا تمام عزائم اور ارادے فسخ ہو گئے، ام المومنین رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگے میں برسرِ غلط تھا، علی رضی اللہ عنہ نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا مقولہ یاد دلا دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا پھر اب کیا ارادہ ہے؟ بولے "اب میں اس جھگڑے سے کنارہ کش ہوتا ہوں" حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے صاحب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ لوگوں کو دو گروہوں کے درمیان پھنسا کر خود علی رضی اللہ عنہ کے خوف سے بھاگنا چاہتے ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں قسم کھاتا ہوں کہ علی رضی اللہ عنہ سے نہیں لڑوں گا" عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا قسم کا کفارہ ممکن ہے اور اپنے غلام مکحول کو بلا کر آزاد کر دیا، لیکن حوارِی رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا دل اچاٹ ہو چکا تھا، کہنے لگے جان پدر علی رضی اللہ عنہ نے ایسی بات یاد دلائی کہ تمام جوش فرو ہو گیا، بے شک ہم حق پر نہیں ہیں آؤ تم بھی میرا ساتھ دو، حضرت عبداللہ نے انکار کر دیا تو تنہا بصرہ کی طرف چل کھڑے ہوئے؛ تا کہ وہاں سے اپنا اسباب وسامان لے کر حجاز کی طرف نکل جائیں، احنف بن قیس نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جاتے دیکھا تو کہا دیکھو یہ کسی وجہ سے واپس جا رہے ہیں، کوئی جا کر خبر لائے، عمرو بن جرموز نے کہا میں جاتا ہوں اور ہتھیار سج کر گھوڑا دوڑاتے ہوئے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا وہ اس وقت اپنے غلاموں کو اسباب وسامان کے ساتھ روانگی کا حکم دے کر بصرہ کی آبادی سے دور نکل آئے تھے، ابن جرموز نے قریب پہنچ کر پوچھا:

ابن جرموز: ابو عبداللہ آپ نے قوم کو کس حال میں چھوڑا؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: سب باہم ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے تھے۔ ابن جرموز: آپ کہاں جا رہے ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ: میں اپنی غلطی پر متنبہ ہو گیا، اس لیے اس جھگڑے سے کنارہ کش ہو کر کسی طرف نکل جانے کا قصد ہے۔

ابن جرموز نے کہا چلئے مجھے بھی اسی طرف کچھ دور تک جانا ہے، غرض دونوں ساتھ چلے، ظہر کی نماز کا وقت آیا تو زبیر رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے کے لیے ٹھہرے، ابن جرموز نے کہا میں بھی شریک ہوں گا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں امان دیتا ہوں کیا تم بھی میرے ساتھ ایسا ہی سلوک روا رکھو گے، اس نے کہا ہاں اس عہد و پیمان کے بعد دونوں اپنے گھوڑے سے اترے اور معبود حقیقی کے سامنے سر نیاز جھکانے کو کھڑے ہو گئے۔

Marfat.com

شہادت

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ جیسے ہی سجدہ میں گئے کہ عمرو بن جرموز نے غداری کر کے تلوار کا وار کیا اور حواری رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا سرتن سے جدا ہو کر خاک وخون میں تڑپنے لگا، افسوس! جس نے اعلاء کلمۃ اللہ کی راہ میں کبھی اپنی جان کی پروانہ کی اور جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے سامنے سے بارہا مصائب وشدائد کے پہاڑ ہٹائے تھے وہ آج خود ایک کلمہ خوان اور پیرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شقاوت اور بے رحمی کا شکار ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ابن جرموز حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار اور زرہ وغیرہ لے کر بارگاہِ مرتضوی رضی اللہ عنہ میں حاضر ہوا اور فخر کے ساتھ اپنا کارنامہ بیان کیا، جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تلوار پر ایک حسرت کی نظر ڈال کر فرمایا اس نے بارہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے سامنے سے مصائب کے بادل ہٹائے ہیں اے ابن صفیہ کے قاتل تجھے بشارت ہو کہ جہنم تیری منتظر ہے۔ (مسند)

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے چونسٹھ برس کی عمر پائی اور ۳۶ھ میں شہید ہو کر وادی السباع میں سپرد خاک ہوئے، فنور اللہ مرقدہ وحسن مثواہ۔

اخلاق وعادات

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا دامن اخلاقی زروجواہر سے مالا مال تھا، تقوی، پارسائی، حق پسندی، بے نیازی، سخاوت اور ایثار آپ کا خاص شیوہ تھا، رقت قلب اور عبرت پذیری کا یہ عالم تھا کہ معمولی سے معمولی واقعہ پر دل کانپ اٹھتا تھا۔

خشیتِ الٰہی

جب یہ آیت نازل ہوئی "اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ، ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عِنْدَ رَبِّکُمْ تَخْتَصِمُوْنَ" (الزمر)

تو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ کیا قیامت کے روز ہمارے جھگڑے پھر دہرائے جائیں گے؟ ارشاد ہوا ہاں ایک ایک ذرہ کا حساب ہو کر حقدار کو اس کا حق دلایا جائے گا، یہ سن کر ان کا دل کانپ اُٹھا کہنے لگے، اللہ اکبر! کیسا سخت موقع ہوگا۔

تقویٰ وپرہیزگاری حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی کتاب اخلاق کا سب سے روشن باب ہے، وہ خود اس کا خیال رکھتے تھے اور دوسروں کو بھی ہدایت کرتے تھے، ایک دفعہ وہ اپنے غلام ابراہیم کی دادی ام عطاء کے پاس گئے دیکھا کہ یہاں ایام تشریق کے بعد بھی قربانی کا گوشت موجود ہے، کہنے لگے، ام عطاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے مسلمانوں کو تین دن سے زیادہ قربانی کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے، انہوں نے عرض کیا کہ میں کیا کروں لوگوں نے اس قدر ہدیئے بھیج دیئے کہ ختم ہی نہیں ہوتے۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جب دعوتِ اصلاح کا علم بلند کیا تو ایک شخص نے آ کر کہا اگر حکم دیجئے تو علی رضی اللہ عنہ کی

Marfat.com

گردن اڑادوں" بولے تم تنہا اس عظیم الشان فوج کا کیسے مقابلہ کروگے؟ اس نے کہا میں علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں جا کر مل جاوں گا اور کسی وقت موقع پا کر دھوکے سے قتل کر ڈالوں گا، فرمایا نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا ارشاد ہے ایمان قتل ناگہانی کی زنجیر ہے، اس لیے کوئی مومن کسی کو اچانک نہ مارے۔ (مسند احمد بن حنبل، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

قلتِ روایت کا سبب

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے حواری اور ہر وقت کے حاضر رہنے والوں میں تھے، لیکن کمال اتقاء کے باعث بہت کم حدیثیں روایت کرتے تھے، ایک دفعہ آپ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا، پدر بزرگوار کیا سبب ہے کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی اتنی باتیں بیان نہیں کرتے جتنی اور لوگ بیان کرتے ہیں، فرمایا جان پدر! حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی رفاقت اور معیت میں دوسروں سے میرا حصہ کم نہیں ہے، میں جب سے اسلام لایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے جدا نہیں ہوا، لیکن حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی صرف اس تنبیہ نے مجھے محتاط بنا دیا ہے:

من كذب علي متعمدا فليبتوا مقعده من النار

یعنی جس نے قصداً میری طرف غلط بات منسوب کی اسے چاہیے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانا بنالے۔

(ابوداؤد کتاب العلم باب فی التشدید فی الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم ومسند، وصحیح بخاری، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

مساوات پسندی

مساواتِ اسلامی کا اس قدر خیال تھا کہ دو مسلمان لاشوں میں بھی کسی تفریق یا امتیاز کو جائز نہیں سمجھتے تھے، جنگ احد میں آپ کیا ماموں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے بھائی کی تجہیز وتکفین کے لیے دو کپڑے لا کر دیئے، لیکن ماموں کے پہلو میں ایک انصاری کی لاش بھی بے گور وکفن پڑی تھی، دل نے گوارا نہ کیا کہ ایک کے لیے دو دو کپڑے ہوں اور دوسرا بے کفن رہے، غرض تقسیم کرنے کے لیے دونوں ٹکڑوں کو ناپا، اتفاق سے چھوٹا بڑا نکلا قرعہ ڈال کر تقسیم کیا کہ اس میں بھی کسی طرح کی ترجیح نہ پائی جائے۔ (مسند احمد، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

استقلال

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ خطرات کی مطلق پروانہ کرتے اور موت کا خوف کبھی ان کے عزم وارادہ میں حائل نہ ہوتا، اسکندریہ کے محاصرہ نے طول کھینچا تو چاہا کہ سیڑھی لگا کر قلعہ پر چڑھ جائیں، لوگوں نے کہا قلعہ میں سخت طاعون ہے، فرمایا "ہم طعن وطاعون ہی کے لیے آئے ہیں" یعنی موت سے ڈرنا کیا ہے غرض سیڑھیاں لگائی گئیں اور جان بازی کے ساتھ چڑھ گئے۔

امانت

حواری رسول کی امانت، دیانت اور انتظامی قابلیت کا عام شہرہ تھا، یہاں تک کہ لوگ عموماً اپنی وفات کے وقت ان کو اپنے

Marfat.com

آل واولاد اور مال ومتاع کے محافظ بنانے کی تمنا ظاہر کرتے تھے، مطیع بن الاسود نے ان کو وصی بنانا چاہا، انہوں نے انکار کیا تو لجاجت کے ساتھ کہنے لگے "میں آپ کو خدا، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور قرابت داری کا واسطہ دلاتا ہوں، میں نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا ہے کہ زبیر رضی اللہ عنہ دین کے ایک رکن ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، مقداد، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بھی ان کو اپنا وصی بنایا تھا، چنانچہ یہ دیانتداری کے ساتھ ان کے مال ومتاع کی حفاظت کر کے ان کے اہل وعیال پر صرف کرتے تھے۔ (الاصابہ فی معرفت الصحابہ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فیاضی

فیاضی، سخاوت اور خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں بھی پیش پیش رہتے تھے، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک ہزار غلام تھے، روزانہ اجرت پر کام کر کے ایک بیش قرار رقم لاتے تھے، لیکن انہوں نے اس میں سے ایک حبہ بھی کبھی اپنی ذات یا اپنے اہل وعیال پر صرف کرنا پسند نہ کیا بلکہ جو کچھ آیا اسی وقت صدقہ کر دیا، غرض ایک پیغمبر کے حواری میں جو خوبیاں ہو سکتی ہیں، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی ذات والاصفات میں ایک ایک کر کے وہ سب موجود تھیں۔ (اصابہ مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

ذریعہ معاش اور تمول

معاش کا اصلی ذریعہ تجارت تھا، اور عجیب بات ہے کہ انہوں نے جس کام میں ہاتھ لگایا، کبھی گھاٹا نہیں ہوا۔ (استیعاب)

تجارت کے علاوہ مالِ غنیمت سے بھی گراں قدر رقم حاصل کی، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے تمول کا صرف اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ان کے تمام مال کا تخمینہ پانچ کروڑ دولاکھ درہم (یا دینار) کیا گیا تھا، لیکن یہ سب نقد نہیں؛ بلکہ جائیداد غیر منقولہ کی صورت میں تھا، اطراف مدینہ میں ایک جھاڑی تھی، اس کے علاوہ مختلف مقامات میں مکانات تھے، چنانچہ خاص مدینہ میں گیارہ، بصرہ میں دو اور مصر وکوفہ میں ایک ایک مکان تھا۔ (بخاری کتاب الجہاد باب برکۃ الغازی مالہ)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت

حضرت عبداللہ بن زبیر، زبیر ابن العوام کے صاحبزادے تھے۔ آپ کی والدہ حضرت اسماء حضرت ابوبکر صدیق کی بڑی بیٹی اور حضرت عائشہ کی حقیقی بہن تھیں۔ مدینہ منورہ میں 2ھ کو پیدا ہوئے۔ اس سے پہلے مہاجرین کے ہاں چونکہ کافی عرصہ تک کوئی اولاد نہ ہوئی اس لیے یہود مدینہ نے اسے سحر کاری کا کرشمہ قرار رکھا تھا۔ لہذا آپ کی پیدائش پر مسلمانوں نے خوب خوشیاں منائیں۔ تقریباً 8 برس کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کا شمار ان مشاہیر اسلام میں ہوتا ہے جنہوں نے حق وصداقت کا علم بلند رکھنے کے لیے اپنی جان تک بھی نثار کرنے سے دریغ نہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیش گوئی

طبرانی، دارقطنی اور بیہقی وغیرہ نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو

Marfat.com

خطاب کر کے فرمایا کہ تم کو لوگوں سے اور لوگوں کو تم سے تکلیف و مصیبت پہنچے گی، یہ پیشن گوئی بھی سچی ہوئی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ۶۴ھ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوئے، شام کے علاوہ باقی تمام اسلامی ممالک نے ان کی خلافت تسلیم کی، عبدالملک بن مروان نے ھ میں حجاج کی سرپرستی میں ایک بڑی جرار فوج عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے لڑنے کے لیے بھیجی، اس فوج نے مکہ کو گھیر لیا اور عبداللہ بن زبیر کو شہید کر دیا؛ چنانچہ ابن زبیر کو لوگوں سے یہ مصیبت پہنچی کہ یہ شہید کر دیے گئے اور ان کے گھر والوں نے بھی بڑی تکلیفیں اٹھائیں اور لوگوں کو عبداللہ بن زبیر سے یہ مصیبت پہنچی کہ مکہ والے حجاج کی چڑھائی سے پریشان ہوئے اور بہت سے لوگ مارے گئے اور چونکہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کا مکان خانہ کعبہ کے پاس تھا اس لیے حجاج نے ان کے گھر پر پتھر برسائے، جس سے خانہ کعبہ پر بھی صدمہ پہنچا، اس کے علاوہ یہ مصیبت بھی لوگوں کو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی وجہ سے پہنچی ان کو قتل کرنے والے عذاب آخرت کے مستحق ہوئے، بہر حال یہ پیشن گوئی پوری ہوئی۔

یہ محاصرہ تقریباً 7 ماہ جاری رہا۔ دونوں افواج نے حج کے دوران طواف وغیرہ کے لیے جنگ روک دی۔ حج کے اختتام پر جنگ دوبارہ شروع ہوئی تو حجاج نے شہر پر سنگباری کا حکم دیا جس سے شہر کا اکثر حصہ منہدم ہو گیا۔ جب مقابلہ جاری رکھنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو آپ مشورہ کی غرض سے اپنی والدہ حضرت اسماء کے پاس گئے اور عرض کیا کہ

اب جب کہ میرے بیٹے بھی میرا ساتھ چھوڑ گئے ہیں اور جو چند باقی رہ گئے ان میں بھی لڑنے کی تاب نہیں ہے۔ ہمارا دشمن ہمارے ساتھ کوئی رعایت کرنے کو تیار نہیں ہے۔ ایسی حالت میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟

حضرت اسماء جو حضرت صدیق اکبر کی بیٹی تھیں نے جواب دیا بیٹا تم کو اپنی حالت کا اندازہ خود ہوگا۔ اگر تم حق پر ہو اور حق کے لیے لڑتے رہے ہو تو اب بھی اس کے لیے لڑو کیونکہ تمہارے بہت سے ساتھیوں نے اس کے لیے جان دی ہے اور اگر دنیا طلبی کے لیے لڑتے تھے تو تم سے برا کون خدا کا بندہ ہوگا۔ تم نے خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور اپنے ساتھ کتنوں کو ہلاک کیا۔ اگر یہ عذر ہے کہ حق پر ہو لیکن اپنے مددگاروں کی وجہ سے مجبور ہو تو یاد رکھو شریفوں اور دینداروں کا یہ شیوہ نہیں ہے۔ تم کو کب تک دنیا میں رہنا ہے۔ جاؤ حق پر جان دینا دنیا کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔

یہ جواب سن کر ابن زبیر نے کہا ماں مجھے ڈر ہے کہ میرے قتل کے بعد بنو امیہ میری لاش کو مثلہ کر کے سولی پر لٹکائیں گے۔ اس خدا پرست خاتون نے جواب دیا۔ ذبح ہو جانے کے بعد بکری کی کھال کھینچنے سے تکلیف نہیں ہوتی۔ جاؤ خدا سے مدد مانگ کر اپنا کام پورا کرو۔ ماں کے اس جواب سے ابن زبیر ایک نئے ولولہ اور جذبہ سے اٹھے۔ ماں کو آخری بار الوداع کہہ کر دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے اور ان کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ لیکن بالآخر میدان جنگ میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ حجاج آپ کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔ جو تین دن وہیں لٹکتی رہی آپ کی والدہ حضرت اسماء کا ادھر سے گزر ہوا تو دیکھ کر بولیں۔ شہسوار ابھی اپنی سواری سے نہیں اترا۔

Marfat.com

حجاج بن یوسف اور اس کی فوج نے شہر فتح کر کے کعبے پر منجنیقوں سے پتھر برسائے اور پھر آگ لگا دی۔ جس سے کعبہ کی دیواریں شق ہو گئیں اور حجر اسود کے تین ٹکڑے ہو گئے۔ لوگ کعبہ کی دیواروں کے ٹکرے اور حجر اسود کے ٹکرے اٹھا کر لے گئے جنہیں بعد میں منگوا کر کعبہ کو دوبارہ تعمیر کیا گیا۔

حضرت قیظی بن قیس انصاری رضی اللہ عنہ

قبیلہ اوس کے خاندان بنی حارثہ سے تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ قیظی بن قیس بن لوذان بن ثعلبہ بن عدی بن مجدعہ بن حارثہ بن خزرج بن عمرو (بنیت) بن مالک بن اوس۔ والدہ کا نام لبنیٰ بنت رافع (بن عدی بن زید بن جشم بن حارثہ) تھا۔

غزوہ اُحد میں اپنے بھائی سلیم رضی اللہ عنہ بن قیس اور تین فرزندوں عبداللہ رضی اللہ عنہ، عقبہ رضی اللہ عنہ اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ ان کے چوتھے بیٹے حضرت عباد رضی اللہ عنہ کو بھی شرف صحابیت حاصل تھا لیکن غزوہ اُحد میں ان کی شرکت کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض نے کہا ہے، شریک تھے اور بعض نے کہا ہے کہ شریک نہیں تھے۔

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے غزوات میں حضرت قیظی رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزندوں کی شرکت کے بارے میں اہلِ سیر نے تصریح نہیں کی اور لکھا ہے کہ حضرت قیظی رضی اللہ عنہ جنگِ اجنادین میں شہید ہوئے۔ ان کے بیٹوں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباد رضی اللہ عنہ کے بارے میں سب کا اتفاق ہے کہ وہ تینوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اوائل عہد خلافت میں عراقِ عرب کی اس مہم میں شریک تھے۔

جس کے قائد حضرت ابوعبید ثقفی رحمۃ اللہ علیہ تھے، ان تینوں نے جسر ابی عبید (پُل کی لڑائی) میں شہادت پائی۔ یہ عہدِ فاروقی کی واحد لڑائی ہے جس میں مسلمانوں کو اندازے کی غلطی کی بناء پر ہزیمت اٹھانی پڑی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن قیظی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے (بعہدِ خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) یا جسر ابی عبید میں۔ بہرصورت والد اور چاروں فرزندوں کو رتبہ شہادت نصیب ہوا۔ حضرت سلیم بن قیس رضی اللہ عنہ کے حالات غزوہ اُحد کے بعد پردہ خفا میں ہیں۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن زید انصاری

قبیلہ خزرج کی معزز ترین شاخ بنی نجار کے چشم وچراغ تھے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ کعب رضی اللہ عنہ بن زید بن قیس بن مالک بن کعب بن حارثہ بن دینار بن نجار۔

ہجرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی زمانے میں (کچھ پہلے یا کچھ بعد) شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے غزوہ بدر الکبریٰ (رمضان ۲ ہجری) میں سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی کا عظیم شرف حاصل کیا۔ ان کے بدری صحابی ہونے پر سب اربابِ سیر کا اتفاق ہے۔

Marfat.com

۴ھ صفر ہجری میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے باختلاف روایت ستر یا چالیس آدمیوں کی ایک جماعت تبلیغ کے لیے نجد کی طرف روانہ کی۔ حضرت کعب بن زید رضی اللہ عنہ بھی اس جماعت میں شامل تھے۔ بئر معونہ کے قریب بنو عامر، بنو سلیم اور بعض دوسرے قبائل نے ان مبلغین حق کو گھیر لیا اور دو کے سوا سب کو بڑی سفا کی سے شہید کر ڈالا۔ ان دو میں سے ایک حضرت عمرو بن امیہ الضمیر ی رضی اللہ عنہ تھے (ایک روایت میں ہے کہ نجدیوں نے انہیں گرفتار کر لیا تھا بعد میں وہ موقع پا کر بھاگ نکلے، دوسری روایت یہ ہے کہ بنو عامر کے سردار عامر بن طفیل کی ماں نے ایک قیدی کو آزاد کرنے کی منت مانی تھی، یہ منت پوری کرنے کے لیے اس نے انہیں آزاد کر دیا) دوسرے حضرت کعب بن زید رضی اللہ عنہ تھے، وہ شدید زخمی ہو کر لاشوں کے ڈھیر میں پڑے تھے۔ نجدیوں نے انہیں مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ بعد میں وہ کسی نہ کسی طرح گھسٹتے گھسٹاتے مدینہ منورہ پہنچ گئے اور چند دن کے علاج کے بعد صحت یاب ہو گئے۔

۵ھ ہجری میں غزوہ احزاب پیش آیا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن زید اس میں بھی بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ شریک ہوئے۔ علامہ واقدی کا بیان ہے کہ انہوں نے اس غزوے میں ضرار بن خطاب کے ہاتھ سے شہادت پائی مگر ابنِ اسحاق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوہ خندق میں دشمن کی طرف سے آنے والا ایک تیر ان کو لگ گیا جس کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے۔ اس اختلاف سے قطع نظر غزوہ خندق میں ان کی شہادت پر جمہور کا اتفاق ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن عمرو انصاری

خزرج کے معزز ترین خاندان بنو نجار میں سے تھے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ کعب رضی اللہ عنہ بن عمرو بن زید بن حارث بن کعب بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔

قبولِ اسلام کا زمانہ متعین نہیں ہے لیکن یہ بات یقینی ہے کہ غزوہ اُحد سے پہلے مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ چنانچہ سب سے پہلے غزوہ اُحد میں شریک ہوئے۔ بڑے بہادر اور مخلص مسلمان تھے۔ دل میں ہر وقت شوقِ جہاد موجزن رہتا تھا۔

اُحد کے بعد عہدِ رسالت کے دوسرے تمام غزوات میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سریر آرائے خلافت ہوئے تو عرب میں جا بجا فتنہ ارتداد کے شعلے بھڑک اٹھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بے مثال عزم و استقامت سے اس فتنے کا مقابلہ کیا اور مرتدین کی سرکوبی کے لیے مختلف اطراف کو گیارہ لشکر بھیجے۔ ان لشکروں کی مرتدین سے خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ اس سلسلے کی سب سے شدید جنگ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کے میدان میں لڑی گئی۔ حضرت کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل تھے۔ وہ اسی لڑائی میں مردانہ وار لڑتے ہوئے جامِ شہادت پی کر جنت الفردوس کو سدھارے۔

Marfat.com

حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن عمیر غفاری

ارباب سیر نے ان کا نسب نامہ بیان نہیں کیا۔ صرف اتنا لکھا ہے کہ ان کا تعلق بنو غفار سے تھا اور وہ کبارِ صحابہ میں سے تھے۔ حافظ ابن عبدالبر نے الاستیعاب میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کئی مہمات (سرایابُعوث) پر امیر بنا کر بھیجا تھا۔ ربیع الاول ۸ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی کہ بنو قضاعہ نے شرارت پر کمر باندھی ہے اور ان کی ایک کثیر تعداد ذات الاطلاح میں جمع ہو کر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کا ارادہ رکھتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ آدمیوں کا ایک دستہ ان کو مرعوب کرنے کے لیے روانہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جماعت پر حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کو امیر مقرر فرمایا۔

یہ اصحاب رات کو چلتے اور دن کو کسی محفوظ جگہ پر قیام کرتے تھے یہاں تک کہ وہ ذات الاطلاح کے قریب پہنچ گئے۔ بنو قضاعہ کے ایک مخبر نے ان کو اطلاع دی کہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے۔ یہ سن کر ان کے بہت سے سوار مسلمانوں کی طرف لپکے۔ حضرت کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے یہ دعوت قبول کرنے کے بجائے اس کا جواب تیروں سے دیا۔ مسلمانوں نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا لیکن دشمن کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس نے سب کو شہید کر ڈالا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک زخمی مسلمان بچ گئے۔ انہوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر اس سانحہ کی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدلہ کے لیے دوسرا سریہ بھیجنے کا ارادہ کر رہے تھے کہ دشمنوں کے منتشر ہو جانے کی خبر موصول ہوئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے سریہ کی روانگی ملتوی کر دی۔

بعض اہلِ سیر نے لکھا ہے کہ حضرت کعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اس مہم میں زخمی ہو گئے تھے اور انہیں اٹھا کر مدینہ لایا گیا تھا لیکن قرائن سے یہ روایت درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ جب ان کے سب ساتھی شہید ہو گئے تھے تو ان کو مدینہ لانے والا کون تھا؟ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ خود کسی نہ کسی طرح مدینہ پہنچ گئے تو پھر بعد کے کسی نہ کسی واقعہ میں ان کا نام آنا چاہیے لیکن ایسا نہیں ہے۔ اس واقعہ کے بعد وہ یکسر پردہ خفا میں چلے جاتے ہیں۔ اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس سانحہ میں شہید ہو گئے تھے۔ ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے یہی خیال ظاہر کیا ہے۔

حضرت کلیب رضی اللہ عنہ بن تمیم انصاری

بعض نے لکھا ہے کہ خزرج کے خاندان بنی حارث بن خزرج میں سے تھے اور بعض کا بیان ہے کہ اس قبیلے کے حلیف تھے۔ ان کا سلسلہ نسب صرف اتنا ہی بیان کیا گیا ہے۔ کلیب رضی اللہ عنہ بن تمیم بن بشر۔

غزوہ اُحد سے پہلے سعادت اندوزِ ایمان ہوئے اور پھر سب سے پہلے اسی غزوے میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد عہدِ رسالت کے دوسرے تمام غزوات میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔

Marfat.com

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کی سرکوبی پر مامور ہوئے تو حضرت کلیب رضی اللہ عنہ بھی ان کے لشکر میں شامل تھے۔ انہوں نے جنگِ یمامہ میں بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہادت پائی۔

حضرت قرہ بن ایاس شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ مشہور قبیلہ مزنیہ کے چشم و چراغ تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ قرہ رضی اللہ عنہ بن ایاس بن ہلال بن رباب بن عبید بن سار یہ بن ذبیان بن ثعلبہ بن سلیم بن اوس بن عمرو مزنی۔

جمہور ارباب سیر نے ان کے شرف صحابیت پر اتفاق کیا ہے۔ البتہ بعض نے لکھا ہے کہ وہ عہدِ رسالت میں کم سن تھے (یعنی ان کا شمار اصاغر صحابہ میں ہے) ان کے فرزند ابوایاس معاویہ بن قرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اس وقت وہ کمسن تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور ان کے لیے استغفار کیا۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

خود حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے مہر نبوت دکھا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا ہاتھ (میرے گریبان کے اندر) ڈالو۔ چنانچہ میں نے اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گریبان مبارک کے اندر ڈالا اور مہر نبوت پر ہاتھ پھیرا اور اس کو دیکھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ پر مثل بیضہ کے تھی۔ میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گریبان مبارک کے اندر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دعا مانگ رہے تھے۔ (مسند ابی داؤد)

حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث کو پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ عہدِ رسالت میں خاصے ہوشیار (باشعور) ہو چکے تھے۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں بصرہ آباد ہوا تو حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ بصرہ چلے گئے اور وہیں مستقل اقامت اختیار کر لی۔ علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے ابتدائی زمانے میں ازارقہ (خوارج کا ایک فرقہ) نے شورش بپا کی تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کی سرکوبی کے لیے ایک بڑا لشکر عبدالرحمن بن عبیس بن کریز عبشمی کی قیادت میں روانہ کیا۔ حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے معاویہ رحمۃ اللہ علیہ بن قرہ رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں شامل ہو گئے۔ حضرت قرہ رضی اللہ عنہ نے ازارقہ کے خلاف لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ ان کے بیٹے معاویہ رحمۃ اللہ علیہ نے والد کے قاتل کا تعاقب کیا اور اسے قتل کر ڈالا۔ یہ ۴۱یا۴۲ ہجری کا واقعہ ہے۔

بصرہ کے قاضی ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے اپنی ذہانت اور قابلیت کی بدولت تاریخ میں بڑی شہرت پائی۔ حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ کے پوتے تھے۔

Marfat.com

حضرت قرہ بن ایاس رضی اللہ عنہ سے مروی احادیث میں سے دو یہ ہیں۔(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، جس وقت اہلِ شام میں خرابی آجائے اس وقت تم میں خیریت رہے گی۔میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ فتح یاب ہوتا رہے گا۔ جو شخص ان کی مخالفت کرے گا ان کو کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔قیامت تک یہی کیفیت رہے گی۔(ابوداؤد)

(۲) اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نشست فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کچھ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ جاتے۔ان بیٹھنے والوں میں ایک صاحب تھے جن کا ایک چھوٹا بچہ تھا، وہ بچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی جانب سے آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے سامنے بٹھا لیتے۔پھر (قضائے الٰہی سے) وہ بچہ فوت ہوگیا تو بچے کے والد اس کے غم میں چند دن تک بارگاہِ رسالت سے غیر حاضر رہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (لوگوں سے) پوچھا کہ وہ فلاں شخص کیوں نہیں آتا؟ کیا معاملہ ہے؟

لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ ان کا چھوٹا بچہ جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا فوت ہوگیا ہے (شاید اسی کے غم کی وجہ سے وہ نہیں آرہے) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (غم زدہ باپ) سے ملاقات کی اور بچے کے بارے میں پوچھا جب انہوں نے عرض کیا کہ اس کا انتقال ہوگیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں تسلی دی، پھر فرمایا۔

بتاؤ تمہیں کیا چیز پسند ہے، کیا یہ بات پسند ہے کہ وہ بچہ زندہ رہے یا یہ پسند ہے کہ وہ بچہ پہلے جائے اور جنت کا دروازہ تمہارے لیے کھولے اور جب تم پہنچو تو تمہارا استقبال کرے۔انہوں نے عرض کیا، یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے یہی بات پسند ہے کہ وہ مجھ سے پہلے جنت میں جائے اور میرے لیے جنت کا دروازہ کھولے، یہ بات مجھے زیادہ پسند ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ بچہ اسی لیے تمہاری زندگی میں فوت ہوا کہ وہ تمہارے لیے جنت کا دروازہ کھولے۔(نسائی شریف)

حضرت قیس رضی اللہ عنہ بن حارث انصاری شہید رضی اللہ عنہ

قبیلہ اوس کے خاندان بنی حارثہ سے تعلق رکھتے تھے۔نسب نامہ یہ ہے۔قیس رضی اللہ عنہ بن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ بن حارث مشہور صحابی حضرت براء رضی اللہ عنہ بن عازب کے چچا تھے۔اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ بن حارث کو شرف شہادت حاصل ہوا لیکن اس میں اختلاف ہے کہ انہوں نے کون سی لڑائی میں جامِ شہادت پیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ انہوں نے غزوہ اُحد میں شہادت پائی اور دوسری روایت یہ ہے کہ انہوں نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں جنگِ یمامہ میں شربتِ شہادت نوش کیا۔جن اہلِ سیر نے ان کا غزوہ اُحد میں شہید ہونا بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب مشرکین نے عقب سے مسلمانوں پر اچانک حملہ کیا اور ان میں انتشار پھیلا تو حضرت قیس رضی اللہ عنہ بن

Marfat.com

حارث انصار کی ایک جماعت کے ساتھ مشرکین کے مقابلے پر ڈٹ گئے۔ مشرکین نے جو تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ اس مختصر سی جماعت کو گھیر لیا اور سارے مسلمانوں کو شہید کر ڈالا۔

حضرت قیس رضی اللہ عنہ نہایت پامردی سے لڑے اور کئی مشرکوں کو مار ڈالا۔ وہ تلوار سے لڑ رہے تھے۔ مشرکین نے جب دیکھا کہ تلوار سے ان کا مقابلہ کرنا محال ہے تو انہوں نے اپنے نیزوں میں ان کو پرولیا۔ ان کے جسم پر نیزوں کے چودہ زخم تھے، جن میں دس پیٹ تک پہنچ گئے تھے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جو صحابی اس طریقے سے غزوہ احد میں شہید ہوئے ان کا نام قیس بن محرث تھا لیکن ارباب سیر ومغازی نے عام طور پر شہدائے اُحد کی جو فہرست دی ہے اس میں قیس رضی اللہ عنہ بن محرث نام کے کسی صحابی کا نام نہیں ملتا۔ اگر علامہ واقدی کی روایت کو درست تسلیم کیا جائے تو پھر حضرت قیس رضی اللہ عنہ بن حوارث کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا بھی تسلیم کیا جاسکتا ہے ورنہ اسی روایت پر صاد کرنا پڑے گا کہ حضرت قیس رضی اللہ عنہ بن حارث نے غزوہ اُحد میں شہادت پائی۔

حضرت قُثم بن عباس شہید رضی اللہ عنہ

حضرت قثم بن عباس رضی اللہ عنہ قریش کے معزز ترین خاندان بنی ہاشم کے چشم وچراغ تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ قثم رضی اللہ عنہ بن عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی الخ

آپ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عباس رضی اللہ عنہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور نامور صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ حضرت ابوالفضل لبابہ رضی اللہ عنہ بنت حارث کا شمار بھی نہایت عظیم المرتبت صحابیات میں ہوتا ہے۔

حضرت قثم رضی اللہ عنہ عہد رسالت میں کم سن تھے۔ اس لئے ان کا شمار اصاغر صحابہ میں ہوتا ہے۔ ارباب سیَر کا بیان ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شبیہ تھے، بعض شعراء نے ان کے اس وصف خداداد کے بارے میں اشعار بھی کہے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت قثم رضی اللہ عنہ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ اس محبت میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری اولاد اور حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد بھی شریک تھی۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک دن (بچپن میں) میں، عبیداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور قثم بن عباس رضی اللہ عنہ تینوں کھیل رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف سے سواری پر گذرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہمیں دیکھا تو) فرمایا۔ اس بچے کو میرے پاس لاؤ۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ میری طرف تھا) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سواری پر اپنے آگے بٹھالیا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قثم کو لاؤ، اور ان کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ سلم کی رحلت کے وقت سن شعور کو پہنچ چکے

Marfat.com

تھے۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو غسل دینے میں حضرت قثم رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ وہ غسل دیتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جسد اقدس کو کروٹیں بدلاتے تھے۔

ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ۔ یہ قثم وہ شخص ہیں کہ سب سے آخر میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تھا۔ آپ صلی الہ علیہ وسلم کی قبر اقدس میں جو لوگ اترے تھے ان میں یہ بھی تھے اور یہ سب کے بعد (قبر سے) نکلے تھے۔

بعض روایتوں کے مطابق سب سے آخر میں زیارت کا شرف حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ کو حاصل ہوا تھا۔ لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک یہ شرف حاصل کرنے والے حضرت قثم رضی اللہ عنہ تھے۔

علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ عہد فاروقی میں ایک دفعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ عمرہ کے لئے مکہ گئے، وہاں عراق سے کچھ لوگ آئے ہوئے تھے۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اے ابو الحسن! ہم آپ سے ایک بات پوچھنے آئے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ بات آپ ہمیں (واضح اور دوٹوک انداز میں) بتا دیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ شاید تم سے مغیرہ بن شعبہ نے بیان کیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری زیارت میں سب سے سابق القدم ہیں۔ ان لوگوں نے کہا، ہم اسی کے متعلق آپ سے پوچھنے آئے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ یہ فضیلت قثم بن عباس کو حاصل ہوئی۔

بقول حافظ ابن عبد البر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بھی اس آخری شرف کا سہرا حضرت قثم رضی اللہ عنہ کے سر باندھا کرتے تھے۔

(ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین میں شریک تھے۔ جب دوسرے اصحاب جسد اچہر کو رحمۃ اللہ علیہ قبر انور میں رکھ کر نکلے تو انہوں نے جان بوجھ کر اپنی انگوٹھی قبر مبارک میں گرا دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ نکال لو۔ چنانچہ وہ قبر انور میں اترے اور قدم مبارک کو ہاتھ سے مس کیا اور لوگوں سے کہا مٹی گراو۔ جب تھوڑی مٹی ڈالی جا چکی تو باہر نکلے۔ انگوٹھی انہوں نے اس لیے گرائی تھی کہ ان کو ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے آخر میں جدا ہونے کا شرف حاصل ہو جائے۔ چنانچہ وہ تحدیث بالنعمت کے طور پر لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ میں تم سب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آخر میں جدا ہونے والا ہوں۔ اس روایت کی حضرت قثم رضی اللہ عنہ والی روایت سے تطبیق یوں ہو سکتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو قبر انور میں رکھ کر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کے روئے انور سے کفن مبارک سرکا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنے والے سب سے آخری آدمی حضرت قثم رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے قبر انور سے باہر آنے کے بعد انگوٹھی والا واقعہ پیش آیا ہوگا، جس میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے صرف قدم مبارک کو مس کیا تھا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت قثم رضی اللہ عنہ کو باختلاف روایت مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ کا گورنر (عامل یا امیر) مقرر کیا اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تک اسی عہدے پر فائز رہے۔

سیدنا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت قثم رضی اللہ عنہ کو جوش جہاد نے بے قرار کر دیا۔ سن ۵۵ ہجری میں سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت سعید رضی اللہ عنہ ترکستان کی مہم پر مامور ہوئے تو حضرت قثم رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے۔ یہ لشکر دریائے جیحون کو عبور کر کے بخارا کی طرف بڑھا اور اسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے آگے بڑھ کر سمرقند کا محاصرہ کر لیا۔ تین دن تک اہل شہر نے زبردست مدافعت کی اور مسلمانوں پر سخت تیر باری کی۔ مسلمانوں نے بھی برابر کا جواب دیا۔ اسی لڑائی میں حضرت قثم رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

آخر اہل سمرقند نے ہتھیار ڈال دیے اور اس شرط پر صلح کر لی کہ سات لاکھ سالانہ خراج دیں گے اور مسلمان شہر کے ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکل جائیں گے۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ترکستان کی فتوحات کے سلسلے میں حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر حضرت قثم رضی اللہ عنہ کو (ان کی شہادت سے پہلے) مال غنیمت سے ایک ہزار رقم دینی چاہی تو انہوں نے فرمایا کہ مال غنیمت سے خمس نکال کر عام مجاہدین میں تقسیم کر دیں اس کے بعد اگر کچھ بچے تو جو چاہے دے دیجئے گا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت قثم رضی اللہ عنہ علم و فضل کے اعتبار سے بلند مقام رکھتے تھے اور بڑے پاکباز آدمی تھے۔ ابو اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے یہ روایت کی ہے کہ ایک دفعہ کسی نے (بقول بعض، حضرت عبد الرحمٰن بن خالد رضی اللہ عنہ نے) حضرت قثم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ بارگاہ رسالت میں جو تقرب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تھا وہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو نہ تھا؟

انہوں نے جواب دیا۔ اس لیے کہ علی ہم میں سب سے پہلے اسلام لائے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر باش رہتے تھے۔ (تہذیب الکمال، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

آخر میں بطور تبرک حضرت قثم رضی اللہ عنہ کے والدین کریمین حضرت عباس اور حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہما کا مختصر تذکرہ کرنے کو جی چاہ رہا ہے، کیونکہ وہ دونوں حضرات شہید نہیں، اس لئے ہمارے اس سلسلے میں ان کا مستقل تذکرہ تو نہ آ سکے گا، البتہ مختصراً کچھ تذکرہ پیش خدمت ہے۔

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چچا تھے۔ ہجرت نبوی سے پہلے ایمان لے آئے

Marfat.com

تھے لیکن انہوں نے عرصہ تک اپنے ایمان لانے کو مشرکین سے مخفی رکھا۔ فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔ فتح مکہ، حنین، طائف، تبوک اور حجۃ الوداع میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ بارگاہ نبوی میں ان کو بڑا اعزاز حاصل تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی ان کا بے حد اکرام کرتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگوں نے ان کے توسل سے بارش کی دعا مانگی تو خوب موسلا دھار بارش ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے سن ۳۲ ہجری میں وفات پائی۔ امیر المومنین حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔

حضرت ام الفضل لبابہ رضی اللہ عنہا، ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی حقیقی بہن تھیں۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد وہ دوسری خاتون تھیں جو شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئیں۔ انہوں نے اپنے شوہر، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ سارا خاندانِ نبوت ان کی بہت عزت وتکریم کرتا تھا۔ حجۃ الوداع میں شریک تھیں۔ ان کے بطن سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی سات اولادیں ہوئیں۔ فضل رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ، عبیداللہ رضی اللہ عنہ، معبد رضی اللہ عنہ، قثم رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہ۔ یہ ساری اولادیں نہایت قابل تھیں۔ حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اپنے شوہر کے سامنے وفات پائی۔ ان سے تیس (۳۰) احادیث مروی ہیں۔

حضرت عمرو بن طفیل ازدی شہید رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ مشہور صحابی حضرت طفیل (ذوالنور) دوسی کے صاحبزادے تھے۔ قبیلہ دوس، بنو ازد کی ایک شاخ تھا۔ اس لیے ان کو ازدی بھی کہا جاتا ہے اور دوسی بھی۔ اس قبیلے کی آماجگاہ تہامہ یمن کے نزدیک جبال السراۃ میں واقع تھی۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ عمرو بن طفیل بن عمرو بن طریف بن العاص بن ثعلبہ بن سلیم بن فہم بن غنم بن دوس بن عدنان بن ازداز دی۔

حضرت طفیل (ذوالنور) بن عمرو رضی اللہ عنہ دعوتِ توحید کے ابتدائی سالوں میں مشرف باسلام ہوئے اور پھر وطن واپس جا کر اپنے اہل خاندان کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بھی والد کی تبلیغ سے اسی زمانے میں شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔

علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ غزوۂ خیبر سے پہلے حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ تم اپنی قوم (بنودوس) کے پاس جاؤ اور ان سے مدد طلب کرو۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے دل میں شوق جہاد موجزن تھا۔ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! جب لڑائی کا وقت آ گیا ہے تو آپ مجھے یہاں سے ہٹا رہے ہیں۔

Marfat.com

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول (پیغامبر، قاصد) بنو۔ یہ سن کر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ خوشی خوشی اپنے وطن کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہما کا شمار عرب کے نامی گرامی بہادروں میں ہوتا تھا اور وہ فارس العرب کے لقب سے مشہور تھے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر بیٹھے تو یکا یک سارے عرب میں فتنہ ارتداد کے شعلے بھڑک اٹھے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بے مثال عزم وہمت سے اس فتنے کا مقابلہ کیا۔ اس سلسلے میں سب سے خوفناک لڑائی مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کے میدان میں پیش آئی۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ اور عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہ دونوں اس لڑائی میں شریک تھے۔ حضرت طفیل رضی اللہ عنہ نے اسی لڑائی میں مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ حافظ ابن عبدالبر کا بیان ہے کہ اس لڑائی میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کا ایک ہاتھ بھی شہید ہو گیا تاہم ان کا جذبہ جہاد سرد نہ ہوا۔ روم سے معرکہ آرائیوں کا آغاز ہوا تو وہ شام کے میدان جہاد میں پہنچ گئے اور یرموک کی خونریز جنگ میں جوش اور جذبے کے ساتھ شریک ہوئے۔ اس لڑائی میں وہ فوج کے ایک حصے کے افسر تھے۔ ایک نازک موقع پر جب رومیوں نے مسلمانوں پر سخت دباؤ ڈال رکھا تھا وہ قبیلہ ازد کو ساتھ لے کر آگے بڑھے۔ تلوار چلاتے جاتے اور اپنے قبیلے کو للکارتے جاتے تھے کہ ازدیو! دیکھنا تمہاری وجہ سے مسلمانوں پر داغ نہ آئے۔ رومیوں نے ان کو نرغے میں لے کر تلواروں اور برچھیوں کی بارش برسا دی اور وہ جام شہادت نوش فرما گئے۔

حضرت عمارہ بن حزم انصاری شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج کی معزز شاخ بنی نجار کے چشم وچراغ تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ عمارہ رضی اللہ عنہ بن حزم بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن مالک بن نجار۔ والدہ کا نام خالدہ بنت انس بن سنان بن وہب بن لوذان تھا۔

حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ کا شمار بڑے عظیم المرتبت صحابہ میں ہوتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ انصار کے سابقین اولین میں شامل ہیں۔ ہجرت نبوی سے پہلے سعادت ایمان سے بہرہ ور ہوئے اور پھر مدینہ کے ستر سے زیادہ دوسرے اہل ایمان کے ساتھ مکہ جا کر بیعت عقبہ کبیرہ میں شریک ہوئے۔ یہ بیعت تاریخ اسلام میں ایک تاریخ ساز واقعہ کی حیثیت سے مشہور ہے، کیونکہ اسی بیعت کے موقع پر مدنی اہل ایمان نے تمام اہل عرب کی دشمنی مول لے کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ مدینہ تشریف لائیں تو ہم اپنی جان، مال اور اولاد کے ساتھ آپ کی حمایت اور حفاظت کریں گے۔ ان مردان حق (یعنی اصحاب بیعت عقبہ) کو فضیلت کے اعتبار سے دوسرے صحابہ میں مہاجرین اولین کے بعد خاص مقام حاصل ہے۔

ہجرت کے کچھ عرصہ بعد سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان عقد مواخاۃ قائم کرایا تو حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ کو حضرت محرز بن نضلہ اسدی رضی اللہ عنہ کا دینی بھائی بنایا۔

غزوات کا آغاز ہوا تو حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ نے بدر کبریٰ سے لے کر تبوک تک عہد رسالت کے تمام غزوات

Marfat.com

میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی کا شرف حاصل کیا۔

علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ فتح مکہ میں بنو مالک بن نجار کا جھنڈا انہی کے پاس تھا۔ مختصر یہ کہ عہد رسالت کی تمام وہ بڑی بڑی سعادتیں ان کو حاصل ہوئیں جو کسی انصاری صحابی کو حاصل ہو سکتی تھیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند نشین خلافت ہوئے تو عرب میں جگہ جگہ ارتداد کی آگ بھڑک اٹھی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس فتنے کا بے مثال عزم وہمت سے مقابلہ کیا اور مرتدین کے استیصال کے لئے مختلف علاقوں کو گیارہ لشکر روانہ کیے، جن میں سیکڑوں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ پہلے تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کچھ دوسرے معرکے سر کیے پھر خلیفۃ رضی اللہ عنہ الرسول نے انہیں مسیلمہ کذاب کی سرکوبی پر مامور کیا۔ اس سلسلے میں یمامہ کی خونریز لڑائی پیش آئی۔ جس میں مسیلمہ کذاب کو تباہ کن شکست ہوئی اور وہ اپنے ہزاروں ساتھیوں سمیت جہنم واصل ہوا لیکن ساتھ ساتھ مسلمانوں کو بھی کافی جانی نقصان اٹھانا پڑا۔ حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ بھی رتبہ شہادت پر فائز ہونے والے مجاہدین میں شامل تھے۔ انہوں نے اپنے پیچھے مالک نامی ایک فرزند چھوڑے مگر ان سے نسل نہیں چلی۔

حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ جھاڑ پھونک کا ایک عمل جانتے تھے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس عمل کے الفاظ سنانے کا حکم دیا۔ انہوں نے تعمیلِ ارشاد کی۔ اور چونکہ اس میں کوئی ایسا لفظ نہ تھا جس سے شرک کی بو آتی ہو اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے کام لینے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ وہ عمل عرصہ تک ان کے خاندان میں استعمال ہوتا رہا اور لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہے۔ (سیر انصار، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت عمارہ بن حزم رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چار باتیں ہیں جو شخص ان پر عمل کرے گا مسلمانوں میں سے ہوگا اور جو شخص ان میں سے ایک بات بھی چھوڑ دے گا باقی تین باتیں اس کو نفع نہ دیں گی۔ یہ چار باتیں ہیں نماز، زکوۃ، صوم رمضان اور حج۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت عمرو بن اوس انصاری شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ اوس کے خاندان زعورا بن جشم کے چشم و چراغ تھے۔ زعورا، عبدالاشہل کا بھائی تھا۔ عبدالاشہل کی اولاد بنو عبدالاشہل کو اوس کا معزز ترین خاندان سمجھا جاتا ہے اور زعورا کی اولاد کو بھی بعض اوقات بنو عبدالاشہل میں شمار کر لیا جاتا ہے۔

حضرت عمرو بن اوس رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ عمرو بن اوس بن عتیک بن عمرو بن عبدالاعلم بمن عامر بن زعوراء بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔

حضرت عمرو بن اوس رضی اللہ عنہ اپنے دو بھائیوں مالک رضی اللہ عنہ اور حارث رضی اللہ عنہ کے ساتھ غزوۂ احد سے پہلے

Marfat.com

شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئے اور پھر تینوں نے غزوۂ احد سے لے کر غزوۂ تبوک تک عہد رسالت کے تمام غزوات میں داد شجاعت دی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی تینوں بھائی برابر جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول رہے اور تینوں بھائی رتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے مرتدین کے خلاف داد شجاعت دیتے ہوئے جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے جنگ اجنادین (جمادی الاولیٰ ۱۳ھ) میں جام شہادت پیا۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ عہد فاروقی میں اس لشکر میں شامل ہوگئے جو امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبید ثقفی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں عراقِ عرب روانہ کیا۔ اور معرکہ جسر (سن ۱۴ھ) میں سینکڑوں دوسرے مجاہدین کے ساتھ رتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

حضرت عمرو بن قیس انصاری شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج کے معزز ترین خاندان بنی نجار کے چشم و چراغ تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ عمرو بن قیس بن زید بن سواد بن مالک بن غنم بن مالک بن نجار۔

علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ان کی کنیت ابو عمرو اور ابو الحکم تھی۔

(اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

آپ رضی اللہ عنہ انصار کے سابقین اولین میں سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شادی مشہور صحابیہ حضرت ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ دونوں میاں بیوی بلکہ ان کے سارے گھرانے کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عقیدت اور محبت تھی۔ اور وہ راہ حق میں ہر وقت اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔

ہجرت نبوی کے بعد غزوات کا آغاز ہوا تو حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ اور ان کے نوجوان فرزند حضرتِ قیس بن عمرو رضی اللہ عنہما کو ان تیرہ سو تیرہ سرفروشوں میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا جو حق و باطل کے معرکہ اول غزوۂ بدر الکبریٰ (رمضان المبارک سن ۲ھ) میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔

علاہ علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ کے شریک بدر ہونے پر سب کا اتفاق ہے لیکن ان کے فرزند حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے بدری ہونے میں اختلاف ہے، البتہ ان کے احدی ہونے میں کوئی کلام نہیں۔

سن ۳ ہجری میں معرکہ احد برپا ہوا تو حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزندِ سعید حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ عنہ بڑے ذوق و شوق سے میدان کارزار میں پہنچے اور سر بکف ہو کر مشرکین مکہ سے نبرد آزما ہوگئے۔ ایک موقع پر مشرکین نے ان کو نرغے میں لے لیا اور ان پر تلواروں اور برچھیوں کا مینہ برسا دیا، یوں دونوں باپ بیٹے جام شہادت نوش فرماگئے۔

Marfat.com

ایک روایت کے مطابق حضرت عمرو بن قیس رضی اللہ عنہ کو نوفل بن معاویہ دیلی نے شہید کیا۔ نیز حضرت قیس بن عمرو رضی اللہ عنہما کے شہید احد ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

حضرت عمیر بن اوس انصاری شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ اوس کے چشم و چراغ تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ عمیر رضی اللہ عنہ بن اوس بن عتیک بن عمرو بن عبدالاعلم بن عامر بن زعوراء الخ۔

حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے غزوۂ احد میں داد شجاعت دی۔ اس کے بعد عہد رسالت کے دوسرے تمام غزوات میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف لڑتے ہوئے جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔

ان کے دو بھائیوں حضرت حارث اور حضرت مالک رضی اللہ عنہما کو بھی شرف صحابیت حاصل تھا۔ یہ دونوں بھی احد اور بعد کے غزوات میں شریک رہے تھے۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ، جنگ اجنادین میں ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳ ہجری کو شہید ہوئے او رحضرت مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ گویا تینوں بھائیوں نے شہادت کا عظیم رتبہ حاصل کیا۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ۔ (حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو اصحاب)

حضرت عبیداللہ بن معمر تیمی قرشی شہید رضی اللہ عنہ

قریش کے خاندان بنی تیم سے تھے (سیدنا حضرت ابوبکر صدیق اور سیدنا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما کا تعلق بھی اسی خاندان سے تھا)۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ عبیداللہ رضی اللہ عنہ بن معمر بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب تیمی قرشی۔ کنیت ابومعاذ تھی۔

ان کا شمار اصاغر صحابہ میں ہوتا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر دس گیارہ برس کی تھی اس لیے عہد رسالت کے کسی غزوے میں شریک نہ ہو سکے۔

بعض حضرات کی تحقیق یہ ہے کہ رحلتِ نبوی کے وقت ان کی عمر اکیس برس کی تھی لیکن جمہور کی رائے یہی ہے کہ وہ اس وقت کم سن تھے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت عبیداللہ بن معمر رضی اللہ عنہ کا شمار قریش کے معززین میں ہوتا تھا۔ (یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ جوان ہو چکے تھے)۔

حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ نے عجم کی فتوحات میں شاندار خدمات انجام دیں۔ ان کو عہد عثمانی کے مشہور شہسواروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ انہوں نے خراسان اور فارس وغیرہ کی لڑائیوں میں خوب داد شجاعت دی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں انہوں نے مکران فتح کیا اور کچھ عرصہ اس کے امیر بھی رہے۔ سن ۲۹ ہجری میں اہل اصطخر (اصطخر، علاقے کا نام

Marfat.com

ہے) نے اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کا جھنڈا بلند کیا تو حضرت عبید اللہ بن معمر رضی اللہ عنہ ان کی سرکوبی پر مامور ہوئے۔ (ایک روایت کے مطابق وہ امیر عراق حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی فوج کے ہراول دستے کے افسر تھے)۔ شہر پناہ کے دروازوں پر اسلامی فوج اور باغیوں کے درمیان خونریز لڑائی ہوئی۔ اس میں حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ نہایت بہادری سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اصطخر کو مسخر کیا اور حضرت عبید اللہ بن معمر رضی اللہ عنہ کو اصطخر کے دلکش باغ بستان رامجرد میں دفن کیا۔

حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے پیچھے چار بیٹے چھوڑے۔ (۱) عمر رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ اپنے دور کے نامور سخی اور بہادر تھے۔ انہوں نے سندھ کے شہر ارمائیل کو فتح کیا۔ (۲) محمد رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ خوارج کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ (۳) موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ۔ (۴) معاذ رحمۃ اللہ علیہ۔ ان کے نام پر حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو معاذ تھی۔

حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی روایت کی ہے۔ ان سے مروی ایک مشہور حدیث یہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس گھرانے کو اللہ تعالیٰ نے نرمی دی اس کو اس سے فائدہ پہنچا اور جسے اس سے محروم کیا وہ نقصان میں رہا۔ (ابو نعیم اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت عصمہ بن رباب انصاری شہید رضی اللہ عنہ

علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔ عصمہ بن رباب بن حنیف بن رباب بن حارث بن امیہ بن زید بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف اوسی انصاری۔

اگر اس نسب نامہ کو من وعن درست تسلیم کیا جائے تو پھر وہ حضرت حنیف بن رباب رضی اللہ عنہ کے پوتے ہوتے ہیں۔ حضرت حنیف رضی اللہ عنہ غزوہ احد، خندق اور خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ انہوں جنگ موتہ میں شہادت پائی۔ یہ قیاس بھی ہے کہ ان کے نسب میں رباب سہواً دو مرتبہ لکھا گیا ہے اگر یہ ایک مرتبہ لکھا جائے تو وہ حضرت حنیف رضی اللہ عنہ کے بھائی ہوں گے۔

حضرت عصمہ رضی اللہ عنہ قبیلہ اوس کے خاندان عمرو بن عوف کے فرزند سعید تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے ذیقعدہ ھ میں بیعت رضوان کا متہم بالشان شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد عہد رسالت کے دوسرے تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ خلیفۃ الرسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو مسیلمہ کذاب کی سرکوبی پر مامور کیا گیا تو حضرت عصمہ رضی اللہ عنہ بھی ان کے لشکر میں شامل ہوگئے اور یمامہ کی خونریز لڑائی میں داد شجاعت دیتے ہوئے جام شہادت پی کر جنت الفردوس میں پہنچ گئے۔

Marfat.com

حضرت علی بن ابی العاص شہید رضی اللہ عنہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے حقیقی نواسے تھے۔ والدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں۔ اور والد حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی سے چھ سات سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئے۔ اس زمانے کے دستور کے مطابق انہوں نے رضاعت (دودھ پینے کے) دو سال قبیلہ بنی غاضرہ میں گزارے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ رضاعت کا زمانہ گزارنے کے بعد جب وہ گھر واپس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لخت جگر حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو مانگ لیا۔ چنانچہ انہوں نے بچپن سے جوانی تک اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش شفقت میں پرورش پائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے بہت محبت تھی۔ آپ رمضان ھ میں فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے پیچھے سواری پر بٹھا رکھا تھا۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

اس وقت ان کی عمر چودہ برس تھی۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں رومیوں کے خلاف یرموک کی خونریز لڑائی پیش آئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اسلامی لشکر میں شامل تھے۔ وہ اس لڑائی میں مردانہ وار لڑتے ہوئے رتبۂ شہادت پر فائز ہوئے۔ (۱۵ھ)

(ابن عساکر، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ میں کے بعد کسی وقت رسول اللہ کے سامنے وفات پائی۔

(اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضور کی پیاری نواسی حضرت امامہ رضی اللہ عنہا بنت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن تھیں۔ وہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے عقد نکاح میں آئیں۔ انہوں نے طویل زندگی پائی اور حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے عہد حکومت میں وفات پائی۔ حضرت علی بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ کے اسم گرامی کی نسبت سے علی زینبی بھی کہا جاتا ہے۔

حضرت عبد الجبار بن حارث شہید رضی اللہ عنہ

ان کا تعلق قبیلہ بنی منار کی ایک شاخ بنی حدس (بروایتِ دیگر حرش) سے تھا۔ کُتُبِ سیر میں ان کا نسب نامہ صرف اتنا ہی بیان کیا گیا ہے۔ عبد الجبار بن حارث بن مالک۔

وہ اپنی قوم کے بہادروں میں شمار ہوتے تھے اور ان کی سکونت جبل السراۃ کی کسی شمالی وادی میں تھی (جزیرہ نمائے عرب کے مغربی رُخ پر شمال سے جنوب تک پھیلے ہوئے پہاڑی سلسلہ کو جبل السراۃ یا جبال السراۃ کہتے ہیں۔ شمال میں اس سلسلہ کو:کا

Marfat.com

رشتہ شام و فلسطین کے پہاڑوں سے مل جاتا ہے۔ جنوب کے حصے یمن تک پہنچتے ہیں اور ان کو جبال العسیر یا جبال الیمن کہا جاتا ہے)۔

ارباب سِیَر نے حضرت عبدالجبار رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کا زمانہ بیان نہیں کیا لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ ۹ ہجری میں یا اس کے کچھ بعد بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر شرَف اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ زمانہ جاہلیت میں ان کا نام جبار تھا۔ نبی کریم نے اسے بدل کر عبدالجبار کر دیا۔

حضرت عبدالجبار رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی میں اپنی حاضری اور قبولِ اسلام وغیرہ کا واقعہ خود اس طرح بیان کیا ہے۔ میں وفد بن کر مُلک سراۃ (متصل سرحدِ شام) سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرب کے دستور کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اَنعم صَبَاحاً (یعنی صبح بخیر) کہہ کر سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کی اُمت کو دوسرے سلام کا حکم دیا ہے یعنی السلام علیکم وعلیکم السلام کیا کریں۔ پس میں نے اسی کے مطابق السلام علیکم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عرض کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا، وعلیکم السلام۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ جبار۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، (یہ نہیں) بلکہ تمہارا نام عبدالجبار ہے۔

اس کے بعد میں نے اسلام قبول کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی۔ جب میں بیعت کر چکا تو ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے متعلق عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ منادی اپنی قوم کے شہسواروں میں سے ایک شہسوار ہے (یعنی اس کا شمار اپنی قوم کے شہسواروں میں ہوتا ہے) اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک گھوڑا عنایت فرمایا۔ پس میں مدینہ منورہ میں مقیم ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی میں دشمنوں سے جہاد کرنے لگا۔ (یعنی غزوات میں شریک ہونے لگا) ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز نہ سنی تو فرمایا: کیا وجہ ہے کہ میں عبدالجبار حدسی (بروایتِ دیگر حرشی) کے گھوڑے کی آواز نہیں سُن رہا؟

میں نے عرض کیا، مجھے خبر ملی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی آواز سے تکلیف پہنچتی ہے۔ چنانچہ میں نے اس کو خصی کر دیا ہے اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کو خصی کرنے کی ممانعت فرمائی۔

حضرت عبدالجبار رضی اللہ عنہ کے مزید حالات کسی کتاب میں نہیں ملتے۔ ان کا سالِ وفات بھی وثوق کے ساتھ کسی نے بیان نہیں کیا۔ ایک غریب روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے عہدِ رسالت کے کسی غزوے میں شہادت پائی۔ (واللہ اعلم بالصواب) (ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ، ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ، کذا فی المنتخب)

حضرت عبدالرحمٰن بن ربیعہ باہلی رضی اللہ عنہ

مشہور عرب قبیلہ باہلہ کے چشم و چراغ تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ عبدالرحمٰن بن ربیعہ بن یزید بن سہم بن عمرو بن ثعلبہ بن غنم

Marfat.com

بن قتیبہ بن معن باہلی۔

علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ ذی النور کے لقب سے مشہور تھے۔ ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا مگر انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث نہیں سنی۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ربیعہ رضی اللہ عنہ عالم فاضل آدمی تھے۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ان کے علم وفضل کے معترف تھے۔ چنانچہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے قادسیہ (عراقِ عرب) کی لڑائی میں فتح پائی تو امیر المومنین کی ہدایت کے مطابق مالِ غنیمت کی وصولی اور تقسیم حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے سپرد کی گئی۔ اس کے علاوہ ان کو قضا کا عہدہ بھی سپرد کیا گیا۔ (یعنی وہاں کے قاضی بنائے گئے) چند سال بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک لشکر کا امیر مقرر کر کے آرمینیا (بلادِ ارمن) کی تسخیر کے لیے روانہ کیا۔

چنانچہ وہ یلغار کرتے ہوئے باب کے قریب پہنچ گئے۔ وہاں کے مجوسی حاکم شہر براز نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی اور ان کے ساتھ ہولیا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مملکتِ خزر کے پایہ تخت بلنجر کی طرف بڑھے۔ حاکم شہر براز نے تعجب سے کہا کہ یہ کیا ارادہ ہے؟ ہم لوگ تو اسی کو غنیمت سمجھتے تھے کہ ارمنی ہم پر چڑھ کر نہ آئیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے جو جوشِ جہاد سے سرشار تھے، فرمایا لیکن میں تو جب تک ارمنی مملکت کے جگر میں نہ گھس جاؤں باز نہیں آسکتا۔

چنانچہ انہوں نے شہر بیضا کو مسخر کر لیا لیکن اس اثناء میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کی وجہ سے عہدِ فاروقی ختم ہو گیا اور مسلمانوں کی پیش قدمی وقتی طور پر رک گئی۔ سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے آٹھویں سال ۳۱ ہجری میں آرمینیا کی طرف توجہ فرمائی اور حضرت حبیب رضی اللہ عنہ بن مسلمہ فہری کو اس کی تسخیر پر مامور کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر کے ساتھ تھے۔ وہ بلنجر کے مقام پر آرمینیوں کے خلاف دادِ شجاعت دیتے ہوئے رتبہ شہادت پر فائز ہو گئے تاہم حضرت حبیب رضی اللہ عنہ نے آرمینیا فتح کر کے اسے مملکتِ اسلامیہ میں شامل کر لیا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان تیمی شہید رضی اللہ عنہ

قریش کے خاندان بنو تیم سے تھے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عثمان بن عبیداللہ بن عثمان بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرۃ بن کعب بن لُوی بن غالب القرشی التیمی۔

سیدنا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبیداللہ (یکے از اصحاب عشرہ مبشرہ) ان کے چچا تھے۔ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اسی خاندان سے تھے۔

والدہ کا نام عُمَیرہ بنتِ جُدعان تھا۔ وہ مکہ کے مشہور رئیس عبداللہ بن جُدعان کی بہن تھیں۔ ان کے قبول اسلام کے بارے میں دو مختلف روایتیں ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ صلح حدیبیہ (ذیقعدہ ۶ ہجری) موقع پر ایمان لائے۔

Marfat.com

دوسری روایت یہ ہے کہ فتح مکہ (رمضان المبارک ۸ ہجری) کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

ارباب سیر نے صراحت تو نہیں کی لیکن قیاس ہے کہ قبول اسلام کے بعد (عہدِ نبوی میں) جو غزوات پیش آئے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ان میں ضرور شریک ہوئے ہوں گے۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان شام کے میدان جہاد میں پہنچ گئے اور رومیوں کے خلاف کئی معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ ان میں سے یرموک کی خونیں جنگ خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے۔ یہ جنگ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح کی قیادت میں لڑی گئی اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اس میں شروع سے اخیر تک سربکف ہو کر لڑے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عثمان نے طویل زندگی پائی لیکن جنگِ یرموک کے بعد ان کے بہت کم حالاتِ زندگی معلوم ہیں۔ صرف اتنا پتا چلتا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد یزید کے عہدِ حکومت میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خلافت کا دعویٰ کیا تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اُن کے ساتھ ہو گئے اور ہجری میں اُن کی حمایت میں لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے حکم سے ان کو مسجد میں دفن کیا گیا اور ان کی قبر کو پوشیدہ کر دیا گیا تا کہ اہلِ شام اس کی بے حرمتی نہ کر سکیں۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان رضی اللہ عنہ سے یہ دو حدیثیں مروی ہیں۔ (۱) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عید کے دن دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازار میں (ایک جگہ) کھڑے تھے اور جو لوگ اس طرف سے گزر رہے تھے، اُن کو دیکھ رہے تھے۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاجیوں کی (گری) پڑی ہوئی چیز کو اُٹھانے سے منع فرمایا ہے۔

(صحیح مسلم، مطبوعہ داز الکتب، بیروت لبنان)

حضرت عبید بن تیہان انصاری شہید رضی اللہ عنہ

قبیلہ اَوس کے خاندان بنی عبدالاشہل کے بھائی (ابنِ عم) تھے۔

نسب نامہ یہ ہے۔ عبید رضی اللہ عنہ بن تیّھان بن مالک بن عتیک بن عمرو بن عبدالاعلم بن عامر بن زعورا بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس بعض نے ان کے والد کا نام تیّھان بھی لکھا ہے۔

زعورا عبدالاشہل کا بھائی تھا چونکہ عبدالاشہل کی اولاد کثرتِ تعداد کے اعتبار سے زعورا کی اولاد سے بہت بڑھ گئی اس لیے زعورا کی اولاد کو بھی بنو عبدالاشہل میں شمار کیا جانے لگا۔

بعض اہلِ سیر نے لکھا ہے کہ حضرت عبید بن تیہان قبیلہ بلی کے ایک فرد تھے اور ان کے بنو عبدالاشہل سے حلیفانہ تعلقات تھے۔ اس لیے وہ اشہلی انصاری کہلاتے تھے، لیکن جمہور ارباب سیر نے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے۔

Marfat.com

علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے اہل سیر نے لکھا ہے کہ حضرت عبید بن تیہان رضی اللہ عنہ بیعتِ عقبہ کبیرہ (۱۳ ہجرت نبوی) میں شریک تھے لیکن کثرتِ رائے اس جانب ہے کہ حضرت عبید بن تیہان رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ ان کے بھائی حضرت ابوالہیثم بن تیہان رضی اللہ عنہ بیعتِ عقبہ کبیرہ میں شریک ہوئے اور یہی روایت صحیح ہے۔

ہجرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد رمضان المبارک ۲ ہجری میں غزوہ بدر الکبریٰ پیش آیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو جن خوش بخت اصحاب کو ہمرکابی کی سعادت نصیب ہوئی ان میں حضرت عبید بن تیہان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

ابنِ جریر طبری کا بیان ہے کہ حضرت عبید رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عباد رضی اللہ عنہ بھی شریکِ بدر تھے لیکن اہلِ سیر نے شرکائے بدر کی فہرست میں حضرت عباد رضی اللہ عنہ کا نام شامل نہیں کیا۔

اگلے سال غزوہ اُحد میں بھی حضرت عبید رضی اللہ عنہ بڑے ذوق وشوق سے شریک ہوئے اور اسی میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے جامِ شہادت پیا۔ اُن کو عکرمہ بن ابی جہل نے شہید کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے لیکن جمہور اہلِ مغازی نے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے۔

حضرت عبداللہ بن حنظلہ انصاری شہید رضی اللہ عنہ

قبیلہ اوس کے خاندان عمرو بن عوف سے تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر بن صیفی بن مالک بن امیہ بن ضبیعہ بن زید بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔ والدہ کا نام جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔

دادا ابی عامر کو اسلام دشمنی کی بنا پر بارگاہ رسالت سے فاسق کا لقب ملا اور نانا عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے لقب سے مشہور ہوا لیکن والد حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ اور ماموں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن ابی کا شمار نہایت عظیم المراتب صحابہ میں ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبدالرحمٰن تھی۔ ایک روایت میں ابوبکر بھی بیان کی گئی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت ان کی عمر سات برس کی تھی اس لئے ان کا شمار صغار صحابہ میں ہوتا ہے۔ تاہم وہ بڑے ذہین اور سمجھدار تھے۔ اگر کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی ارشاد مبارک سننے کا اتفاق ہوتا تو اس کو یاد رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کے اواخر میں پورے جوان ہو چکے تھے لیکن یزید کے دورِ حکومت سے پہلے ان کی کسی سیاسی سرگرمی کا سراغ نہیں ملتا، البتہ اتنا معلوم ہے کہ وہ مدینہ منورہ کے عمائد اور اشراف میں شمار ہوتے تھے اور بڑے عابد و زاہد بھی تھے۔

ذی الحجہ ۶۳ھ میں اہل مدینہ کو ایک ہولناک ابتلا کا سامنا کرنا پڑا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ اہل مدینہ کا ایک وفد دمشق (دار الخلافہ) گیا۔ اس وفد میں حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ یہ وفد واپس مدینہ آیا تو اس نے یزید کے بارے

Marfat.com

میں کسی اچھی رائے کا اظہار نہ کیا۔ چنانچہ اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی۔ اس پر یزید نے مسلم بن عقبہ مری کو ایک مضبوط فوج دے کر مدینہ پر اموی حکومت کا اقتدار بحال کرنے کے لئے بھیجا۔ مدینہ کے انصار نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو اور مہاجرین نے حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کو اپنا امیر بنا کر شامی فوج کا سخت مقابلہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کے آٹھ بیٹے تھے انہوں نے ایک ایک کر کے سارے بیٹوں کو آگے بڑھایا اور وہ سب مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ پھر حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کا میان توڑ ڈالا اور تلوار چلاتے ہوئے شامیوں کی فوج میں گھس گئے۔ دیر تک لڑتے رہے اور آخر شہید ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کے سات بیٹے بھی لڑائی میں شہید ہو گئے، مگر وہ خود بچ نکلے اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے پاس مکہ پہنچ گئے۔ اہل شام نے اپنی عسکری برتری کی بنا پر غلبہ حاصل کر کے مدینہ منورہ پر قبضہ کر لیا۔

علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن ابی سفیان کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ کو ان کی شہادت کے بعد خواب میں نہایت اچھی حالت میں دیکھا۔ میں نے پوچھا: کیا آپ شہید نہیں ہوئے؟ انہوں نے جواب دیا، ہاں اور میں اپنے رب سے ملا۔ اس نے مجھے جنت میں داخل کیا اور میں جنت کے میووں میں سے جو چاہتا ہوں کھاتا ہوں۔

میں نے پوچھا: آپ کے ساتھیوں کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ انہوں نے جواب دیا، وہ میرے ساتھ میرے جھنڈے کے گرد ہیں اس کی گرہ قیامت تک نہ کھلے گی۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت عبداللہ بن امیہ مخزومی شہید رضی اللہ عنہ

آپ کا خاندانی تعلق قریش کے خاندان بنی مخزوم سے تھا۔ نسب نامہ یہ ہے۔ عبداللہ بن امیہ (حذیفہ) بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم، والدہ کا نام عاتکہ بنت عبدالمطلب تھا۔ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ اس نسبت سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھیرے بھائی تھے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان کی حقیقی بہن تھیں۔

ان کے والد ابو امیہ بنو مخزوم کے مقتدر رئیس تھے۔ وہ نہایت دریا دل اور سخی آدمی تھے۔ جب کسی سفر پر جاتے تو اپنے تمام ساتھیوں کی خوراک اور دوسری ضروریات کا بوجھ خود اٹھاتے اس لئے زاد الراکب (توشہ مسافر) کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ ان کا انتقال دعوت توحید کے پھیلنے سے پہلے ہی ہو گیا تھا البتہ ان کی سعید الفطرت بیٹی ہند (ام سلمہ رضی اللہ عنہ) نے دعوت حق کے اوائل ہی میں اسلام قبول کر لیا لیکن بدقسمتی سے عبداللہ نے اپنے قبیلے کے رئیس ابو جہل کی پیروی اختیار کی اور اہل حق کو ستانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور استہزاء کہا کرتے تھے کہ میں اس وقت تک تم پر ایمان نہیں لا سکتا جب تک تمہارے لئے زمین سے کوئی چشمہ نہ پھوٹے یا تمہارے لئے کوئی سونے کا محل تیار نہ ہو

Marfat.com

جائے۔

مشرکین مکہ کا یہی رویہ تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے گئے۔ اس کے بعد بھی کئی سال گزر گئے۔ آخر فتح مکہ سے چند دن پہلے یکا یک حضرت عبداللہ بن امیہ کی طبیعت میں انقلاب آ گیا اور وہ اسلام کی طرف مائل ہو گئے۔ چنانچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ابوسفیان مغیرہ بن حارث بن عبدالمطلب کے ساتھ قبول اسلام کی غرض سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے مکہ اور مدینہ کے درمیان ثنیۃ العقاب کے مقام پر پہنچے تو وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خیمہ زن پایا۔ دونوں نے عفو تقصیر کے لئے بارگاہ رسالت میں باریابی کی اجازت چاہی لیکن آپ نے ان کو ملنے سے انکار کر دیا۔ آخر ام المومنین حضرت ام سلمہ نے بارگاہ نبوی میں سفارش کی کہ یا رسول اللہ! یہ جیسے بھی ہیں پھر بھی ایک آپ کا چچا زاد بھائی ہے اور دوسرا پھوپھی زاد بھائی نیز برادر نسبتی بھی۔ ان کو مایوس نہ کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے ایسے بھائیوں کی ضرورت نہیں، انہوں مکہ میں میرے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا۔ ایک نے میری ہجو کی اور دوسرے نے جو کچھ کہا کہا۔

دونوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کی خبر ہوئی تو انہوں نے عالم یاس میں بھوک پیاس سے تڑپ تڑپ کر جان دینے کا ارادہ ظاہر کیا۔ آخر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جذبہ رحم و کرم جوش میں آ گیا اور آپ نے دونوں کو معاف کر کے شرف باریابی بخشا۔ اسی موقع پر دونوں صدق دل سے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

قبول اسلام کے بعد حضرت عبداللہ بن امیہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد غزوہ حنین میں داد شجاعت دی۔ پھر غزوہ طائف میں مجاہدانہ شریک ہوئے۔ محاصرہ طائف کے دوران ہی میں ایک دن حضرت عبداللہ بن امیہ کو دشمن کا ایک تیر لگا۔ یہ تیر تیر قضا ثابت ہوا اور وہ اسی دن جام شہادت پی کر خلد بریں میں پہنچ گئے۔

حضرت عبداللہ بن حارث سہمی شہید رضی اللہ عنہ

قریش کی شاخ بنی سہم میں سے تھے۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ عبداللہ بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم قرشی سہمی۔ قدیم الاسلام صحابی ہیں۔ شعر و شاعری میں بھی درک رکھتے تھے۔ اوائل بعثت میں اسلام قبول کرنے والی سعادت مند ہستیوں کو جن مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ بھی ان سے مستثنیٰ نہیں تھے۔

سن ۶ بعد بعثت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کے مظلوم مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا مشورہ دیا تو حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ بھی اپنے بھائیوں اور دوسرے بہت سے مسلمانوں کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے اور وہاں کئی سال تک غریب الوطنی کی زندگی گزارتے رہے۔ اہل سیر نے یہ تصریح نہیں کی کہ وہ حبشہ سے کب واپس آئے۔

ابن اسحاق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ غزوہ طائف (۸ ہجری) میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے اور اسی غزوے میں انہوں نے شہادت پائی۔ لیکن ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یمامہ کی جنگ میں شہادت پائی۔

حضرت صلہ بن اشیم عدوی شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کا خاندانی تعلق عدی بن رباب سے تھا۔ یہ عدنانی مضری قبیلہ تھا۔ جو طابخہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کی نسل سے تھا۔ یہ لوگ نجد اور عراق میں آباد تھے۔ اہل سیر نے حضرت صلہ رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب نہیں لکھا لیکن ان کے شرف صحابیت پر سب کا اتفاق ہے۔ قبول اسلام کے وقت بہت بوڑھے تھے۔ ایک روایت کے مطابق اس وقت ان کی عمر سو (۱۰۰) برس کے لگ بھگ تھی۔ بڑے عبادت گذار تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میری امت کا ایک شخص ہوگا صلہ۔ اس کی شفاعت سے بہت سے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ (اس شفاعت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حشر کے دن حضرت صلہ رضی اللہ عنہ کو ان کے اعمال حسنہ کے بدلے میں اجازت مرحمت فرمائیں گے کہ جو مانگنا ہو مانگو، وہ گنہگاروں کی ایک کثیر تعداد کے بارے میں بارگاہ الٰہی میں عرض کریں گے کہ۔ اے غفور و رحیم! ان کے گناہ بخش دے اور ان کو جنت میں جگہ عطا فرما۔ حق تعالیٰ ان کی التجا قبول فرمالے گا۔)

حضرت صلہ رضی اللہ عنہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک حیات تھے۔ سن ۳۰ ہجری میں امیر المومنین رضی اللہ عنہ کے حکم پر حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے سجستان پر لشکر کشی کی تو حضرت صلہ رضی اللہ عنہ بڑھاپے کے باوجود جہاد کا اجر حاصل کرنے کے لئے اسلامی لشکر میں شریک ہو گئے اور اسی سلسلے کے ایک معرکے میں شہادت پائی۔ اس وقت ان کی عمر ایک سو تیس (۱۳۰) سال برس کی تھی۔

حضرت صلہ بن اشیم رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص نماز پڑھے اور اس میں دنیا کا کچھ خیال نہ کرے تو وہ جو چیز اللہ تعالیٰ سے مانگے گا، اللہ تعالیٰ اس کو عطا فرمائیں گے۔

(اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت سعید بن حریث مخزومی شہید رضی اللہ عنہ

خاندانی تعلق قریش کے خاندان بنو مخزوم سے تھا۔ نسب نامہ یہ ہے۔ سعید رضی اللہ عنہ بن حریث بن عمرو بن عثمان بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم، فتح مکہ سے کچھ عرصہ پہلے شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ فتح مکہ کے موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ اس وقت ان کی عمر پندرہ سال کی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ ایک دفعہ وہ اپنے چھوٹے بھائی حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ بارگاہ نبوی میں لے گئے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سونا تقسیم فرما رہے تھے۔ (یہ سونا مال غنیمت یا خراج میں کہیں سے آیا ہوگا)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کا ایک ٹکڑا عمرو رضی اللہ عنہ بن حریث کو بھی عنایت فرمایا۔ عمرو رضی اللہ عنہ بن حریث کہتے ہیں کہ میں نے (دل میں) کہا کہ میں یہ سونا جس چیز میں رکھ دوں گا اس میں برکت ہو جائے گی۔

Marfat.com

چنانچہ انہوں نے عمر بھر یہ سونے کا ٹکڑا حرزِ جان بنا کر رکھا اور ایک وقت آیا کہ وہ کوفہ کے امیر ترین آدمی بن گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کوفہ آباد ہوا تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں مستقل اقامت اختیار کر لی۔ خلافتِ فاروقی کے اواخر میں خراسان پر لشکر کشی ہوئی تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے اور اہل خراسان کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لیا۔

حضرت سعید بن حریث رضی اللہ عنہ کی وفات کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ان کے ایک غلام نے انہیں حیرہ میں شہید کر ڈالا۔ دوسری روایت یہ ہے کہ انہوں نے کوفہ میں وفات پائی اور ان کی قبر کوفہ میں موجود ہے۔ انہوں نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

حضرت سعید بن حریث رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم میں سے جو کوئی اپنا گھر یا جائیداد بیچے تو وہ اس لائق ہے کہ اس کے عمل میں برکت نہ ہو البتہ اگر وہ اس کی قیمت کو اسی طرح کی کسی جائیداد میں لگا دے تو پھر ٹھیک ہے۔ (سنن ابن ماجہ، مسند دارمی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

شارحین حدیث نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو ایک مشفقانہ ہدایت اور مشورہ سمجھنا چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ مکان، زمین اور باغ جیسی غیر منقولہ جائیداد کو بغیر کسی خاص ضرورت کے فروخت نہ کیا جائے، اور اگر فروخت کیا جائے تو (اس کی قیمت کو دوسرے امور پر صرف کرنے کے بجائے) بہتر یہ ہوگا کہ اس قیمت سے کوئی دوسری غیر منقولی جائیداد خرید لی جائے۔

غیر منقولہ جائیداد اس لیے بہتر ہوتی ہے کہ اس کو نہ کوئی چرا سکتا ہے اور نہ اس پر اس طرح کے دوسرے حادثات آسکتے ہیں جو اموالِ منقولہ پر آتے رہتے ہیں۔ (معارف الحدیث، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

حضرت صفوان بن بیضاء فہری رضی اللہ عنہ

قریش کے خاندان بنی فہر کے چشم و چراغ تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ صفوان رضی اللہ عنہ بن وہب بن ربیعہ بن ہلال بن مالک بن ضبہ بن حارث بن فہر فہری قرشی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کے لقب یا عرف کی نسبت سے شہرت پائی۔

والدہ کا نام دعد بنت جحدم تھا لیکن وہ اپنے لقب یا عرف بیضاء سے مشہور تھیں۔ ان کا خاندانی تعلق بھی بنو فہر سے تھا۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے دو بھائی حضرت سہل رضی اللہ عنہ اور حضرت سہیل رضی اللہ عنہ بھی جلیل القدر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ یہ تینوں بھائی ابناء بیضاء (بیضاء کے بیٹے) کے نام سے مشہور ہوئے۔

حضرت صفوان رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے اور ہجرت کی اجازت ملنے پر ارض مکہ کو خیر باد کہہ کر مدینہ منورہ آ گئے۔ شروع شروع میں ان کا قیام مدینہ منورہ کی نواحی بستی قبا میں ہوا جہاں حضرت کلثوم بن الہدم انصاری رضی

Marfat.com

اللہ عنہ نے انہیں اپنا مہمان بنایا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاۃ قائم کرائی تو حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کو حضرت رافع بن معلیٰ انصاری رضی اللہ عنہ کا مواخاتی بھائی بنایا۔

ہجرت کے بعد حضرت صفوان رضی اللہ عنہ سب سے پہلے سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ میں شریک ہوئے جو رجب سن ۲ ہجری میں پیش آیا۔ اس کے بعد رمضان المبارک سن ۲ ہجری میں غزوہ بدر الکبریٰ میں شریک ہونے کا عظیم شرف حاصل کیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ اسی غزوے میں طعیمہ بن عدی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ مگر اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ بعض لوگوں کے قول کے مطابق وہ غزوہ بدر میں شہید نہیں ہوئے بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں طاعون عمواس میں وفات پائی۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہوں نے رمضان سن ۳۸ ہجری میں (بعہد خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ) وفات پائی۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت عائذ رضی اللہ عنہ بن ماعص انصاری شہید رضی اللہ عنہ

بعض حضرات نے ان کے والد کا نام ماعص کی بجائے ماعض لکھا ہے۔ خزرج کے خاندان بنی زُریق کے چشم و چراغ تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ عائذ بن ماعص بن قیس بن خلدہ بن مخلّد بن عامر بن زریق۔

بعض روایتوں میں ان کے دادا کا نام میسرہ بھی آیا ہے۔ شاید قیس کا دوسرا نام میسرہ ہو۔

حضرت عائذ رضی اللہ عنہ انصار کے سابقین اولین میں سے ہیں۔ ہجرت نبوی کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان عقد مواخاۃ قائم کرایا تو حضرت عائذ رضی اللہ عنہ کو حضرت سویبط بن حرملہ عبدری رضی اللہ عنہ کا مواخاتی بھائی بنایا۔ غزوات کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے وہ اپنے بھائی حضرت معاذ بن ماعص رضی اللہ عنہ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے اور یوں بدری صحابی ہونے کا مہتم بالشان شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد دونوں بھائیوں نے غزوۂ احد میں داد شجاعت دی۔

حضرت عائذ رضی اللہ عنہ کے زمانہ شہادت میں کے بارے میں اہل سِیَر کا اختلاف ہے۔ بعض کا بیان ہے کہ وہ سانحہ بئر معونہ میں (سن ۴ ہجری) میں شہید ہوئے اور بعض نے لکھا ہے کہ وہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ واللہ اعلم بالصواب

اگر ان کی شہادت جنگ یمامہ میں تسلیم کی جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ غزوہ احد کے بعد عہد رسالت کے دوسرے غزوات میں بھی شریک ہوئے ہوں گے۔ (حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو اصحاب)

حضرت سعد بن جمّاز انصاری شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ اصلاً بنو جہینہ سے تعلق رکھتے تھے۔ بعض نے ان کو غسانی بتایا ہے۔ مدینہ منورہ میں خزرج کی شاخ بنی

Marfat.com

ساعدہ کے حلیف تھے، اس لئے انصار ہی میں داخل ہیں۔

ان کے والد کے نام میں سخت اضطراب ہے۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے جمّاز لکھا ہے، ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ نے حبشان، دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے حمان اور طبری نے حمّار لکھا ہے۔ بعض روایتوں میں جمار اور جماز بھی آیا ہے۔

سلسلہ نسب میں بھی اختلاف ہے۔ عام طور پر ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے سعد رضی اللہ عنہ بن جماز بن ثعلبہ بن خرشہ (بروایتِ دیگر خزیمہ) بن عمرو بن سعد بن ذبیان بن رشدان بن قیس بن جہینہ۔ بعض نے ان کو سعد رضی اللہ عنہ بن مالک بن ثعلبہ بن جمّاز لکھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ان کے بھائی حضرت کعب بن جماز رضی اللہ عنہ بالاتفاق غزوۂ بدر میں شریک تھے، لیکن حضرت سعد رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے۔ البتہ غزوۂ احد میں شریک ہوئے اور اس کے بعد عہد رسالت کے دوسرے تمام غزوات میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتنہ ارتداد کے استیصال میں بھرپور حصہ لیا اور اسی سلسلے کے خونریز معرکے جنگِ یمامہ میں مردانہ وار لڑتے شہادت پائی۔

حضرت سعد بن حارثہ انصاری شہید رضی اللہ عنہ

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ بن حارثہ بن لوذان بن عبد ود بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن ساعدہ

اس نسب سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن حارثہ خزرج کے خاندان بنی ساعدہ سے تعلق رکھتے تھے۔ لیکن بعض نے ان کا تعلق بنی سالم بن عوف سے اور بعض نے بنی حارث بن خزرج سے بتایا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

علامہ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابونُعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے والد کا نام حارثہ کے بجائے جاریہ لکھا ہے لیکن جمہور اہل سیر نے حارثہ لکھا ہے۔

حضرت سعد بن حارثہ رضی اللہ عنہ غزوۂ احد سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے اور سب سے پہلے غزوۂ احد میں دادِ شجاعت دی۔ اس کے بعد عہد رسالت کے دوسرے تمام غزوات میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سریر آرائے خلافت ہوئے تو عرب کے طول وعرض میں فتنہ ارتداد (الرِّدّۃ) کے شعلے بھڑک اٹھے۔ خلیفۃ رضی اللہ عنہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنے کا نہایت بہادری اور استقامت کے ساتھ مقابلہ کیا اور چند ماہ کے اندر اندر اس کا قلع قمع کیا۔ اس سلسلے میں سب سے خوفناک لڑائی مُسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کے میدان میں پیش آئی۔ لشکر اسلام میں حضرت سعد بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ انہوں نے اسی لڑائی میں مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ یہ ان جیسے مردان حق کی قربانیوں کا نتیجہ تھا کہ مسیلمہ کذاب

Marfat.com

کو عبرتناک شکست ہوئی۔ وہ خود بھی لڑائی میں مارا گیا اور اس کے ساتھ ہی فتنہ ارتداد کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عمارہ انصاری شہید رضی اللہ عنہ

ان کا تعلق خزرج کے خاندان نجار سے تھا۔ نسب نامہ یہ ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ بن عمار بن مالک بن خنساء بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار۔

غزوۂ احد میں ان کی شرکت پر سب اہلِ سِیَر کا اتفاق ہے۔ ان کے بھائی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بن عمار بھی ان کے ساتھ اس غزوے میں شریک تھے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عمار نے سانحہ بئر معونہ (۴ھ) میں شہادت پائی۔ (المشاہد، مطبوعہ دار الکتب، بیروت لبنان)

دوسری روایت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ غزوۂ احزاب (۵ھ) میں بھی شریک تھے لیکن اس روایت میں ان کا سالِ وفات نہیں بتایا گیا اور نہ ہی دوسرے حالات بیان کئے گئے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عمرو بن ثقف انصاری شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ خزرج کے معزز ترین خاندان بنی نجار کے فرزندِ سعید تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ بن عمرو بن ثقف (کعب) بن مالک بن مبذول بن مالک بن نجار

غزوۂ احد میں اپنے بیٹے حضرت طفیل رضی اللہ عنہ سمیت شریک ہوئے۔ اس کے بعد دونوں باپ بیٹے مبلغینِ اسلام کی اس جماعت میں شامل ہو گئے، جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سن ۴ھ میں بنو عامر کی طرف بھیجی۔ بنو عامر نے ان مبلغین کے ساتھ غداری کی اور ان کو گھیر کر ایک (حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن امیہ ضمری) کے سوا سب کو شہید کر ڈالا۔ حضرت سعد بن عمرو اور حضرت طفیل بن سعد رضی اللہ عنہما بھی ان میں شامل تھے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن عمرو انصاری شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ بھی خزرج کے خاندان مالک بن نجار سے تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ بن عمرو بن عُبید بن حارث رضی اللہ عنہ بن کعب بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن نجار۔

سب سے پہلے غزوۂ احد میں شریک ہو کر دادِ شجاعت دی۔ علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق احد کے بعد کی جنگوں میں بھی شریک ہوئے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

حضرت سعید بن حارث سہمی شہید رضی اللہ عنہ

قریش کے خاندان بنی سہم کے اسم بامسمیٰ فرزند سعید تھے۔ شجرہ نسب یہ ہے۔ سعید رضی اللہ عنہ بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لوی بن غالب قرشی سہمی۔

Marfat.com

والدہ کا نام صفیہ بنت عبد عمرو تھا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے چھ یا سات بھائی اور تھے۔ ان میں سے ایک کو چھوڑ کر باقی سب کو اَلسّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ کی مقدس جماعت میں شامل ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ ان میں سے ایک تھے۔

حبشہ کی ہجرت ثانیہ میں حضرت سعید رضی اللہ عنہ اپنے سب مومن بھائیوں کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے حبش چلے گئے اور وہاں طویل مدت تک قیام کیا۔ وہ حبشہ سے کب واپس آئے؟ اس سوال کا جواب کتب سِیَر سے نہیں ملتا، البتہ طبقات ابن سعد سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے شام میں رومیوں کے خلاف جہاد میں بھرپور حصہ لیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ہونے والی یرموک کی خونریز جنگ میں بھی شریک تھے۔ اور اسی جنگ میں مردانہ وار لڑتے ہوئے رتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ (حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو اصحاب)

حضرت سُلیم بن مِلحان انصاری شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج کے خاندان عدی بن نجار کے چشم و چراغ تھے۔

نسب نامہ یہ ہے۔ سلیم رضی اللہ عنہ بن مِلحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی الخ

حضرت سلیم رضی اللہ عنہ کا گھرانہ ایں خانہ ہمہ آفتاب است کا مصداق تھا۔ ان کے بھائی حضرت حرام رضی اللہ عنہ بن ملحان، دو بہنوں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اور حضرت ام حرام رضی اللہ عنہ کو اور خود انہیں ہجرت نبوی سے پہلے ہی قبول ایمان کی سعادت حاصل ہوگئی تھی۔ ان سب کا شمار انصار کے سابقین اولین اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت مخلص جاں نثاروں میں ہوتا ہے۔ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پردادی کے بھائی (حضرت عبدالمطلب کے ماموں) کی اولاد سے تھے۔ اس نسبت سے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق دار تھے۔ جلیل القدر صحابی حضرت انس بن مالک خادمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت سلیم رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھانجے تھے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت سلیم رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل خاندان اور دوسرے انصاری بھائیوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا والہانہ جوش وخروش سے خیر مقدم کیا اور پھر شب و روز فیضانِ نبوی سے بہرہ یاب ہونے لگے۔

غزوات کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے حضرت سلیم اور ان کے بھائی حضرت حرام رضی اللہ عنہما نے غزوۂ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کا شرف حاصل کیا، یوں وہ اصحاب بدر کی عظیم المرتبت مغفور جماعت میں شامل ہوگئے۔

اگلے سال ۳ ہجری میں غزوۂ احد پیش آیا تو اس میں بھی دونوں بھائیوں نے سربکف ہوکر دادِ شجاعت دی۔

صفر ۴ ہجری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باختلاف روایت ستر یا چالیس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت تبلیغ دین کے لئے نجد کی طرف روانہ فرمائی۔ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جماعت بنو کلاب کے رئیس ابو براء عامر بن مالک کی درخواست پر روانہ کی تھی۔ اس شخص نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر درخوست کی کہ کچھ مسلمانوں کو میرے ساتھ بھیجیں جو میرے

Marfat.com

قبیلے کو اسلام کی دعوت دیں اور لوگوں کو احکام دین کی تعلیم دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی درخواست قبول کرنے میں تامل فرمایا کیونکہ چند دن پہلے ابو براء کے بھتیجے عامر بن طفیل رئیسِ بنی عامر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا تھا کہ مجھے اپنا جانشین بنائیں یا اپنی حکومت میں شریک کرلیں ورنہ میں مدینہ پر چڑھائی کردوں گا۔ لیکن ابو براء نے بار بار قسمیں کھا کر یقین دلایا کہ جو مسلمان اس کے ساتھ جائیں گے وہ ان کی حفاظت اور سلامتی کا ضامن ہوگا۔) ان صحابہ میں زیادہ تعداد انصار اور اصحاب صفہ کی تھی جو قرآن کریم کے حافظ تھے اور قرّاء کے لقب سے مشہور تھے۔ حضرت سلیم اور حضرت حرام رضی اللہ عنہما بھی اس جماعت میں شامل تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن طفیل کے نام ایک خط بھی اس جماعت کے ہاتھ بھیجا۔ یہ اصحاب مدینہ منورہ سے چل کر بئر معونہ کے مقام پر جا کر ٹھہر گئے۔ یہ مقام مکہ اور عسفان کے درمیان واقع تھا۔ دراصل یہ پانی کا ایک کنواں یا چشمہ تھا جو بنی عامر اور بنی سلیم کی مشترکہ ملکیت تھا (یا دونوں قبیلے اس سے فائدہ اٹھاتے تھے)۔ بئر معونہ سے حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا والا نامہ لے کر عامر طفیل کے پاس گئے۔ اس بدبخت نے اسے پڑھنا تک گوارا نہ کیا اور ایک آدمی کو اشارہ کیا، اس نے پیچھے سے آکر حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا جو ان کے جسم کو چیرتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے خون کا چلّو بھر کر اپنے چہرے اور سر پر چھڑکا۔ اس وقت ان کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔

فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ (رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا)

اور اس کے ساتھ ہی زمین پر گر پڑے اور جام شہادت پی کر اللہ تعالیٰ کے جوار رحمت میں پہنچ گئے۔ اس کے بعد عامر بن طفیل نے بنو سلیم، رعل، ذکوان وغیرہ کے مشرکین کو جمع کر کے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت حرام رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر مسلمان خود موقع پر پہنچ گئے۔ عامر بن طفیل اور اس کے کثیر التعداد ساتھیوں نے مٹھی بھر مسلمانوں کو گھیر لیا اور دو کے سوا باقی سب کو شہید کر ڈالا ان شہیدوں میں حضرت سلیم رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ گویا دونوں بھائیوں نے بیک وقت راہ حق میں اپنی جانیں قربان کر دیں۔ بچنے والے دو مسلمانوں میں ایک حضرت کعب رضی اللہ عنہ بن زید انصاری تھے۔ وہ شدید زخمی حالت میں لاشوں کے ڈھیر میں پڑے تھے۔ مشرکین نے انہیں مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ دوسرے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن امیہ ضمری تھے، انہیں نجدیوں نے گرفتار کر لیا اور پھر عامر بن طفیل کی ماں نے ایک منت پوری کرنے کے لئے انہیں آزاد کر دیا۔ انہوں نے مدینہ منورہ پہنچ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سانحہ کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک قاتلوں کے لئے دعائے ضرر کرتے رہے۔

حضرت سَلِیط بن قیس انصاری شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ خزرج کے خاندان عدی بن نجار سے تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ سلیط رضی اللہ عنہ بن قیس بن عمرو بن عبید بن مالک بن عدی بن عامر خزرجی نجاری۔ ہجرت نبوی کے قریبی زمانے میں حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے، اور اسلام کے سرفروش

Marfat.com

سپاہی بن گئے۔ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غزوات کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے حضرت سلیط بن قیس کی تلوار بدر کے میدان میں چمکی اور دشمنان حق کے سر پر برق خاطف بن کر گری۔ اس کے بعد وہ احد، خندق، خیبر، فتح مکہ، حنین، تبوک وغیرہ تمام غزوات میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔

خلافت فاروقی کے اوائل حضرت ابوعبید ثقفی رحمۃ اللہ علیہ عراق عرب کی مہم پر مامور ہوئے تو حضرت سلیط بن قیس رضی اللہ عنہ بھی ان کے لشکر میں شامل ہو گئے اور جسر ابی عبید کے معرکے میں خلعت شہادت سے سرفراز ہوئے۔ اپنے پیچھے ایک بیٹے عبداللہ کو چھوڑا مگر ان سے نسل نہیں چلی۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ انہوں نے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

حضرت سلیط بن قیس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ ایک انصاری کا ایک احاطہ تھا جس کے ساتھ ایک دوسرے شخص کے کھجور کے درخت تھے، وہ ان کو دیکھنے صبح شام آتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کو حکم دیا کہ (احاطے) کی دیوار سے جو درخت ملے ہوئے ہیں ان کے خرمے وہ احاطے کے مالک کو دیا کریں۔

حضرت سلمہ بن اسلم انصاری شہید رضی اللہ عنہ

قبیلہ اوس کی شاخ بنی حارثہ سے تھے۔ نسب نامہ یہ ہے۔ سلمہ بن اسلم بن حریش بن عدی بن مخدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس انصاری اوسی حارثی۔ ان کی کنیت ابوسعد تھی۔

ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نہایت مخلص اور بہادر مسلمان تھے۔ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غزوات کا آغاز ہوا تو سب سے پہلے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ نے غزوہ بدر الکبریٰ میں داد شجاعت دی۔ یوں وہ اصحاب بدر کی عظیم المرتبت مغفور جماعت میں شامل ہو گئے۔ اس غزوے میں انہوں نے مشرکین قریش کے دو بہادروں سائب بن عبید اور نعمان (بروایت دیگر عبید) بن عمرو کو گرفتار کیا (یہ دونوں بعد میں بوجہ مفلسی فدیہ کے بغیر رہا کر دیئے گئے)

غزوہ بدر کے بعد حضرت سلمہ بن اسلم رضی اللہ عنہ احد، احزاب اور عہد رسالت کے دوسرے تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ بن اسلم اس لشکر میں شامل تھے جو ۱۳ھ میں حضرت ابوعبید ثقفی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں عراق عرب بھیجا گیا۔ انہوں نے معرکہ جسر (ابی عبید) میں ایرانیوں کے خلاف مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ اس وقت ان کی عمر باختلاف روایت ۳۸ یا ۶۳ برس کی تھی۔

حضرت سلکان رضی اللہ عنہ بن سلامہ انصاری شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کا نام باختلاف روایت سعد یا اسعد تھا۔ سلکان لقب تھا اور ابونائلہ کنیت۔ انہوں نے اپنے لقب سلکان یا کنیت ابونائلہ سے شہرت پائی۔ اوس کے خاندان بنی عبدالاشہل سے تعلق رکھتے تھے۔ نسب نامہ یہ ہے: سلکان رضی اللہ عنہ بن

Marfat.com

سلامہ بن وقش بن زغبہ بن زعورا بن عبدالاشہل ،مشہور صحابی حضرت سلمہ بن سلامہ انصاری رضی اللہ عنہ ان کے بھائی تھے۔

حضرت سلکان رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی سے کچھ پہلے مشرف با سلام ہوئے۔غزوۂ بدر کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کو مشہور دشمن اسلام شاعر کعب بن اشرف یہودی کے قتل پر مامور فرمایا تو حضرت سلکان رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ بھیجا۔حضرت سلکان رضی اللہ عنہ ،کعب بن اشرف یہودی کے رضاعی بھائی تھے۔ان کو تو اللہ تعالیٰ نے شرف اسلام سے بہرہ ور فرمایا لیکن کعب بن اشرف اسلام کا بدترین دشمن بن گیا۔اس کی معاندانہ سرگرمیوں کی بناء پر ہی اس کے قتل کا فیصلہ ہوا۔حضرت محمد رضی اللہ عنہ بن مسلمہ اور حضرت سلکان رضی اللہ عنہ نے یہ مہم کامیابی سے سرانجام دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت سلکان رضی اللہ عنہ سب سے پہلے غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔اس کے بعد وہ عہد رسالت کے دوسرے تمام غزوات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت ابوعبید ثقفی رحمۃ اللہ علیہ کو عراق عرب کی مہم پر مامور فرمایا تو حضرت سلکان رضی اللہ عنہ بھی اسلامی لشکر میں شریک ہوگئے اور معرکہ جسر میں مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پائی۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ بن سعید بن العاص اموی شہید رضی اللہ عنہ

قریش کے خاندان بنی امیہ سے تعلق رکھتے تھے۔نسب نامہ یہ ہے؛ سعید رضی اللہ عنہ بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی

والدہ کا نام صفیہ بنت مغیرہ تھا۔وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ابوجہل بن ہشام کی پھوپھی تھیں۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کا والد ابواُحیحہ سعید بن العاص بڑے دبدبے والا رئیس تھا۔وہ ذوالتاج (تاج والا) کے لقب سے مشہور تھا۔وہ جس رنگ کا عمامہ باندھتا تھا مکہ میں کوئی دوسرا شخص اس رنگ کا عمامہ نہیں باندھ سکتا تھا۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کے چار بھائی حضرت خالد، حضرت عمرو، حضرت عبداللہ اور حضرت ابان رضی اللہ عنہم ان سے پہلے ہی اسلام قبول کر چکے تھے مگر وہ خود متذبذب رہے، یہاں تک کہ فتح مکہ سے کچھ پہلے اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی ہدایت دی اور وہ بھی سعادت اندوزِ اسلام ہوگئے۔

علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعید بن سعید رضی اللہ عنہ کو مکہ کے بازار کا نگران مقرر فرمایا۔اہل سیر نے وضاحت نہیں کی کہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ غزوۂ حنین میں شریک تھے یا نہیں لیکن اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ غزوۂ طائف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور اسی غزوے میں جامِ شہادت پی کر خلد بریں کو سدھار گئے۔ (حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو اصحاب)

Marfat.com

حضرت تمیم بن حارث سہمی شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ قریش کی شاخ بنی سہم کے چشم و چراغ تھے۔نسب نامہ یہ ہے۔تمیم بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم قرشی سہمی

دعوت توحید کے اوائل میں اسلام لا کر السّابِقُونَ الْاَوَّلُونَ کی مقدس جماعت میں شامل ہونے کا شرف حاصل کیا۔

جب مکہ میں مسلمانوں پر مشرکینِ قریش کے مظالم حد سے بڑھ گئے تو حضرت تمیم رضی اللہ عنہ اپنے مومن بھائیوں ابوقیس رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ، حجاج رضی اللہ عنہ، سائب رضی اللہ عنہ، سعید رضی اللہ عنہ اور بشر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ سے ہجرت کر کے حبش چلے گئے۔ان کی یہ ہجرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایماء پر ۶ بعد بعثت میں ہوئی۔

ارباب سیر نے ان کے بھائی حضرت ابوقیس بن حارث رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو صراحت کے ساتھ لکھا ہے کہ وہ غزوۂ بدر سے پہلے حبش سے مدینہ منورہ آ گئے اور عہد رسالت کے تمام غزوات میں شریک ہوئے مگر حضرت تمیم رضی اللہ عنہ کے بارے میں کسی نے یہ وضاحت نہیں کی کہ وہ حبش سے کب واپس آئے۔البتہ علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ خلیفۃ الرسول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں شام پر لشکر کشی ہوئی تو حضرت تمیم رضی اللہ عنہ بھی شام جانے والے مجاہدین میں شامل تھے۔انہوں نے رومیوں کے خلاف کئی معرکوں میں دادِ شجاعت دی۔ اجنادین کی لڑائی میں بھی شریک تھے اور اسی میں مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پائی۔ایک اور روایت میں ان کی شہادت جنگ یرموک میں بیان کی گئی ہے۔

حضرت حارث بن عبداللہ مازنی انصاری شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ قبیلہ خزرج کے خاندان بنی مازن بن نجار کے چشم و چراغ تھے۔

نسب نامہ یہ ہے۔حارث رضی اللہ عنہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن مازنی انصاری۔

ایک روایت میں کعب کو مالک بن عمرو بن عوف کا بیٹا بتایا گیا ہے لیکن بیشتر اربابِ سیَر نے مالک کا نام نہیں لیا اور کعب کو عمرو بن عوف کا بیٹا بتایا ہے۔واللہ اعلم بالصواب

حضرت حارث رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابوالحارث (بروایت دیگر ابویحییٰ) عبداللہ رضی اللہ عنہ بن کعب کا شمار عظیم المرتبت صحابہ میں ہوتا ہے۔وہ بدر سے لے کر تبوک تک تمام غزوات و مشاہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔ حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ وہ بدر کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مال غنیمت کی حفاظت پر مامور تھے اور بدر کے علاوہ دوسرے غزوات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خمس پر متعین رہے۔

Marfat.com

انہوں نے ۳۰ ہجری میں وفات پائی۔ امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

حضرت حارث بن عبداللہ رضی اللہ کا نام پہلی بار بیعت رضوان (ذوالقعدہ ۶ ہجری) کے سلسلے میں منظر عام پر آتا ہے۔ وہ اس بیعت میں شریک ہوئے اور یوں اصحاب الشجر ہ کی مقدس جماعت کے رکن بنے۔ اللہ تعالیٰ نے ان اصحاب کو کھلے لفظوں میں اپنی خوشنودی کی بشارت دی۔

بیعت رضوان کے بعد حضرت حارث رضی اللہ عنہ عہد رسالت کے باقی غزوات ومشاہد (خیبر، فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک) میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔

حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے یزید کے عہد حکومت میں واقعہ حرہ میں شہادت پائی۔ یہ واقعہ ۲۸ ذوالحجہ ۶۳ ہجری کو پیش آیا۔ اس واقعہ میں قریش اور انصار کے اور بھی بہت سے اکابر واشراف مسلم بن عقبہ مُری کی فوج کے ہاتھوں سے شہید ہوئے۔

حضرت زہرہ بن حُوَیّہ شہید رضی اللہ عنہ

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے۔ زہرہ بن جویہ بن عبداللہ بن قتادہ بن مرثد بن معاویہ بن قسطن بن مالک بن ازنم الخ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ابن اثیر شیبانی)

بعض نے ان کے والد کا نام حُوَیّہ (یا کی تشدید کے ساتھ) لکھا ہے۔

علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے الفاروق میں ان کا نام زہرہ بن عبداللہ بن قتادہ لکھا ہے اور بیان کیا ہے کہ وہ جاہلیت میں بحرین کے بادشاہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنی قوم کی طرف سے وکیل ہو کر آئے تھے ور اسلام لائے تھے۔

علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت زہرہ رضی اللہ عنہ کے جو حالات بیان کیئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خوز بادشاہ نہیں تھے بلکہ بادشاہ (یا حاکم) کی طرف سے سفیر بن کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تھے اور اسلام قبول کر لیا تھا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص کو عراق عرب کی مہم کا امیر بنایا تو حضرت زہرہ رضی اللہ عنہ ان کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کی عسکری صلاحیتوں کو بھانپ لیا اور انہیں اپنے لشکر کے مقدمۃ الجیش (ہراول) کا افسر بنا دیا۔ چنانچہ انہوں نے ایرانیوں کے خلاف کئی معرکوں میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ ایران کے ایک نامی گرامی بہادر جالینوس کو انہوں نے ہی قتل کیا۔

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت زہرہ رضی اللہ عنہ نے جنگ قادسیہ میں شہادت پائی لیکن علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تردید کی ہے اور لکھا ہے کہ حضرت زہرہ رضی اللہ عنہ جنگ قادسیہ کے بعد بہت عرصہ تک زندہ رہے اور حجاج بن یوسف کے زمانے میں شبیب بن یزید خارجی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

حضرت زید بن اسلم بلوی انصاری رضی اللہ عنہ

خاندانی تعلق قبیلہ بلی سے تھا لیکن اوس کی شاخ بنی عمرو بن عوف کے حلیف تھے اس لئے ان کو بلوی بھی کہا جاتا ہے اور

Marfat.com

انصاری بھی۔

نسب نامہ یہ ہے۔زید بن اسلم بن ثعلبہ بن عدی بن عجلان بن حارثہ بن ضبیعہ بن حرام بن جعل عجلانی بلوی۔

سب اہل سیر کا اس پر اتفاق ہے کہ وہ غزوۂ بدر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے اپنی کتاب اصحاب بدر میں لکھا ہے کہ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ غزوۂ احد میں میں بھی حاضر تھے۔مورخ ہشام کلبی کا بیان ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جنگ بزاخہ کے موقع پر طلیحہ بن خویلد اسدی کے ہاتھ سے شہادت پائی۔جلیل القدر صحابی حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ بھی انہی کے ساتھ شہید ہوئے۔

ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک حیات تھے اور جنگ صفین میں لشکر مرتضوی میں شامل تھے،لیکن ہشام کلبی نے اس روایت کی مخالفت کی ہے۔

حضرت زید بن ودیعہ انصاری رضی اللہ عنہ

خزرج کے خاندان بنی عوف بن خزرج کے چشم و چراغ تھے۔نسب نامہ یہ ہے۔زید بن ودیعہ بن عمرو بن قیس بن جزی بن عدی بن مالک الخ

نہایت مخلص اور بہادر مسلمان تھے۔موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا صرف غزوۂ بدر میں شریک ہونا تحریر کیا ہے لیکن دوسرے ارباب سیر کا بیان ہے وہ غزوۂ بدر اور غزوۂ احد دونوں میں شریک تھے اور یہی صحیح ہے۔ابن کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ودیعہ نے غزوۂ احد میں داد شجاعت دیتے ہوئے شہادت پائی۔(حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو اصحاب)

حضرت خلاد بن عمرو انصاری شہید رضی اللہ عنہ

نسب نامہ۔خلاد رضی اللہ عنہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بن جموح بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنی سلمہ سے تھا۔

ان کے بھائی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے اور پھر بعثت کے ۱۳ویں سال مکہ جا کر بیعت لیلۃ العقبہ میں شریک ہونے کی سعادت حاصل کی۔حضرت خلاد رضی اللہ عنہ بھی غالباً اسی زمانے مین شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔بعد میں ان کے والد حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن جموح بھی (جو بنو سلمہ کے رئیس اور قبیلے کے بت خانے کے متولی تھے) سعادت اندوز ایمان ہو گئے۔

ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد غزوات کا آغاز ہوا تو حضرت خلاد رضی اللہ عنہ غزوہ بدر الکبریٰ (رمضان المبارک ۲ھ) میں شریک ہوئے اور بدری صحابی ہونے کا مہتم بالشان شرف حاصل کیا۔حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ اس غزوہ میں ان کے والد حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن جموح اور تین بھائی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ،حضرت معوذ رضی اللہ عنہ اور

Marfat.com

حضرت ابوایمن رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔ لیکن حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن جموح کے بارے میں بعض اہل سیر نے لکھا ہے کہ وہ غزوہ بدر میں شریک ہونے کے لئے تیار ہوئے مگر ان کے بیٹوں نے اس بنا پر ان کو لڑائی میں شریک ہونے سے روک دیا کہ ان کے پیر میں چوٹ آگئی تھی اور وہ لنگڑا کر چلتے تھے۔ بیٹوں نے ان سے کہا کہ اس صورت میں ان پر جہاد فرض نہیں ہے چنانچہ وہ رک گئے اور لڑائی میں شریک نہ ہو سکے۔

حضرت خلاد رضی اللہ عنہ اگلے سال غزوہ احد میں بھی شریک ہوئے۔ اس مرتبہ ان کے والد یقینی طور پر ان کے ساتھ تھے۔ جب ایک اتفاقی غلطی کی وجہ سے مسلمانوں میں انتشار پھیلا تو دونوں باپ بیٹا تلواریں سونت کر مشرکین کی صفوں میں گھس گئے اور دونوں جامِ شہادت پی کر خلد بریں پہنچ گئے۔

اس لڑائی میں حضرت خلاد رضی اللہ عنہ کے ماموں حضرت ابو جابر عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن حرام بھی شہید ہو گئے۔ حضرت خلاد کی والدہ ہند رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں میں انتشار کی خبر سنی تو وہ شہر (مدینہ) سے میدان جنگ کی طرف روانہ ہو ئیں۔ راستے میں کسی نے بتایا کہ تمہارے شوہر شہید ہو گئے۔ آگے چلیں تو کسی نے خبر دی کہ تمہارا بیٹا شہید ہو گیا۔ پھر آگے بڑھیں تو کسی نے بتایا تمہارے بھائی نے شہادت پائی۔ بولیں لوگو! مجھے بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ جب لوگوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بخیریت ہیں (صرف زخم آئے ہیں) تو بولیں۔ میرا شوہر، بیٹا اور بھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلامت ہیں تو سب مصیبتیں ہیچ ہیں۔

حضرت عُمارہ بن عقبہ شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ عمارہ بن عقبہ بن حارثہ الغفاری۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ابن اثیر شیبانی)

حضرت رافع بن سہل انصاری شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ رافع رضی اللہ عنہ بن سہل بن رافع بن عدی بن زید بن امیہ بن زید۔ آپ کا تعلق انصار کے خاندان خزرج سے تھا۔ اور بنو قواقل کے حلیف تھے۔

بقول ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ وہ غزوہ بدر میں شریک تھے۔

لیکن جمہور ارباب سیر نے ان کا نام شرکائے بدر میں نہیں لیا۔ صحیح یہی ہے کہ وہ سب سے پہلے غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ اس کے بعد عہد رسالت کی باقی تمام جنگوں میں بھی سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی کا شرف حاصل کیا۔ اس پر سب اہل سیر کا اتفاق ہے۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں حضرت رافع رضی اللہ عنہ نے فتنہ ارتداد کے استیصال کے لئے جان کی بازی لگا دی۔ وہ اس اسلامی لشکر میں شریک تھے جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسیلمہ کذاب کی

Marfat.com

سرکوبی کے لئے روانہ کیا گیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن ولید نے یمامہ کی لڑائی میں مسیلمہ کو تباہ کن شکست دی۔ حضرت رافع اسی لڑائی میں مرتدین کے خلاف مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حضرت رافع بن معلیٰ شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ رافع بن معلیٰ بن لوذان بن حارثہ بن عدی بن زید بن ثعلبہ انصاری خزرجی۔ انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنی حبیب بن عبد حارثہ سے آپ کا تعلق تھا۔

رمضان المبارک ۲ھ سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ غزوہ بدر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ اسی غزوے میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہادت پائی۔ ایک راویت کے مطابق ان کو عکرمہ بن ابوجہل نے شہید کیا۔ ان کے بھائی حضرت ہلال بن معلیٰ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے ساتھ بدر میں شریک تھے۔ بعض نے حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کو بھی شہید بدر بتایا ہے لیکن جمہور کی رائے یہی ہے کہ بدر میں حضرت رافع رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ تاہم بدر کے بعد حضرت ہلال رضی اللہ عنہ کے حالات پردہ خفا میں ہیں۔

حضرت زرعہ بن عامر اسلمی شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ زرعہ بن عامر بن مازن بن ثعلبہ بن ہوازن بن اسلم اسلمی۔ آپ کا خاندانی تعلق بنو اسلم سے تھا، یہ بنو خزاعہ کا ایک خاندان ہے۔ اس خاندان کی جائے سکونت کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ ایک روایت ہے کہ مر الظہر ان کے قریب آباد تھے، دوسری روایت کے مطابق مکہ کے قریب، اور تیسری روایت ہے کہ مدینہ کے نواح میں آباد تھے۔

علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ یہ قدیم الاسلام صحابی ہیں لیکن اہل سیر نے اہل بدر کی جو فہرست دی ہے اس میں ان کا نام شامل نہیں ہے۔ شاید اس کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے ہوں۔ غزوہ احد (شوال ۳ھ) میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

ابن کلبی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ احد کے دن سب سے پہلے انہوں نے شہادت پائی۔ یعنی وہ غزوہ احد کے پہلے شہید ہیں۔ (حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو اصحاب)

حضرت حُبَیش الاشعر رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حبیش بن خالد بن سعد بن منقذ بن ربیعہ بن اصرم الخزاعی، کنیت۔ ابوصخر الاشعر، آپ رضی اللہ عنہ کا لقب ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ ام معبد الخزاعیہ کے بھائی ہیں، جن کا تذکرہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر ہجرت میں ملتا ہے۔

فتح مکہ کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو جانبازوں کا ایک دستہ دے کر حکم فرمایا کہ تم مکہ کی اوپر کی جانب سے شہر میں داخل ہونا، حضرت حبیش رضی اللہ عنہ بھی اس دستہ میں شامل تھے، لیکن راستے میں یہ اور

Marfat.com

حضرت کرز بن جابر رضی اللہ عنہ ساتھیوں سے بچھڑ گئے، مشرکین نے انہیں تنہا پا کر شہید کر ڈالا۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ابن اثیر شیبانی)

حضرت حصین رضی اللہ عنہ بن وحوح رضی اللہ عنہ انصاری

خاندانی تعلق قبیلہ اوس سے تھا۔ نسب نامہ یہ ہے۔ حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ بن اسلت (عامر) بن جشم بن وائل بن زید بن قیس بن عامر بن مرہ بن مالک بن اوس۔

حضرت حصین رضی اللہ عنہ اور ان کے والد حضرت وحوح رضی اللہ عنہ دونوں کو شرف صحابیت حاصل ہوا۔ علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت وحوح رضی اللہ عنہ غزوہ احزاب اور بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔

حضرت حصین رضی اللہ عنہ عہد رسالت کے کن غزوات میں شریک ہوئے؟ کتب رجال میں اس سوال کا کوئی جواب نہیں ملتا۔ البتہ ان سے مروی ایک حدیث بہت مشہور ہے جس میں حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ اس حدیث کو امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سنن میں نقل فرمایا ہے، جس کا مفہوم اور خلاصہ یہ ہے۔

حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ طلحہ رضی اللہ عنہ بن براء بیمار ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے اور (ان کے گھر والوں سے) فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ طلحہ کی موت آ گئی ہے۔ جب ان کا انتقال ہو جائے تو مجھے فوراً خبر کرنا اور اس کی تجہیز و تکفین میں عجلت سے کام لینا اس لئے کہ مسلمان میت کو گھر والوں کے درمیان زیادہ دیر رکھنا مناسب نہیں ہے۔

(رات کو ان کا انتقال ہو گیا اور انہیں ان کی وصیت کے مطابق رات ہی کو دفن کر دیا گیا۔ یہود کی طرف سے ممکنہ خطرے کے پیش نظر رات کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہیں کی گئی، اور پھر جب) صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کی قبر کے پاس کھڑے ہو گئے۔ لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صف باندھ کر کھڑے ہو گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی۔

اے اللہ! طلحہ سے اس حال میں ملاقات کر کہ تو اس کو دیکھ کر ہنسے اور وہ تجھے دیکھ کر ہنسے۔

(ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ، طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو عراق عرب کی مہم پر روانہ کیا تو حضرت حصین رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی محصن رضی اللہ عنہ بھی اسلامی لشکر میں شامل ہو گئے، اور دونوں جنگ قادسیہ میں مردانہ وار لڑتے ہوئے رتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ دونوں نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

(اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

Marfat.com

حضرت حکم بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حکم بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔ آپ رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ آپ کا نام کیا ہے؟ عرض کیا۔ حکم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آپ عبداللہ ہو (یعنی آج سے آپ کا نام عبداللہ ہے)۔ انہوں نے عرض کیا۔ (جی ٹھیک ہے، آج سے) میں عبداللہ ہوں اے اللہ کے رسول!

آپ رضی اللہ عنہ کے مقام شہادت میں اختلاف ہے۔ غزوہ بدر، جنگ موتہ اور جنگ یمامہ ان میں سے کسی جنگ میں شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ابن اثیر شیبانی)

حضرت حُممہ رضی اللہ عنہ بن ابی حممہ دوسی

ارباب سیر نے ان کا نسب نامہ بیان نہیں کیا، صرف ان کا نام حممہ رضی اللہ عنہ بن ابی حممہ دوسی لکھا ہے۔ شاید دوس ان کے آباواجداد میں سے کسی کا نام ہوگا، اسی کی نسبت سے انہیں دوسی کہا جاتا ہے۔ کسی نے یہ تصریح بھی نہیں کی کہ ان کا تعلق کس قبیلے سے تھا، البتہ ان کے صحابی رسول ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔

وہ کب اسلام لائے اور عہد رسالت میں ان کے لیل ونہار کیسے گزرے؟ کتب سیر سے ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں ملتا، البتہ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر خشیت الٰہی کا بہت غلبہ تھا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزہد میں حضرت ہرم رحمۃ اللہ علیہ بن حیان عبدی (تابعی) سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ وہ حضرت حممہ رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان رہے، انہوں نے دیکھا کہ حضرت حممہ رضی اللہ عنہ نے ساری رات روتے روتے گزار دی۔ انہوں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیوں روتے ہیں؟ حضرت حممہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں نے اس رات کو یاد کیا جس کی صبح کو لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ پھر وہ دوسری رات ان کے پاس رہے۔ وہ رات بھی انہوں نے روتے روتے گزاری۔ ہرم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے فرمایا۔ مجھے وہ رات یاد آ گئی جس کی صبح کو ستارے پراگندہ ہو جائیں گے الیٰ آخر الحدیث۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت حممہ رضی اللہ عنہ خوف خدا سے ہر وقت لرزاں و ترساں رہتے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں اصفہان پر لشکر کشی ہوئی تو حضرت حممہ رضی اللہ عنہ بھی اسلامی لشکر میں شریک ہو کر میدان جہاد میں پہنچ گئے۔ وہاں انہوں نے دعا مانگی کہ۔

اے اللہ! حممہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کو تیری ملاقات محبوب ہے، اے اللہ! اگر وہ سچا ہے تو اس کو اس پر جما دیجئے اور اس کو سچا کر دکھایئے (یعنی شہادت عطا فرما دیجیے) اور اگر وہ جھوٹا ہے تو تب بھی اس پر اپنی ملاقات ڈال دیجئے اگرچہ وہ اس کو ناپسند کرے، اے اللہ! حممہ کو اس کے اس سفر سے واپس نہ لوٹایئے گا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور ان کی تمنا اصفہان ہی میں شہادت کی صورت میں پوری ہوگئی۔ اس شہادت کی نوعیت کیا تھی؟ ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے پیٹ کی کسی بیماری میں مبتلا ہو کر وفات پائی۔ امیر لشکر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا۔

اے لوگو! خدا کی قسم، جو کچھ ہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، یہی سنا اور جہاں تک میرا مبلغ علم ہے یہی ہے کہ حممہ رضی اللہ عنہ شہید ہیں۔

بقول علامہ ابن اثیر جذری رحمۃ اللہ علیہ حضرت حممہ رضی اللہ عنہ اصفہان ہی میں دفن ہوئے۔

طبری کا بیان ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ہجری میں اصفہان پر لشکر کشی کی تھی، اس اعتبار سے حضرت حممہ رضی اللہ عنہ کا سن شہادت ۲۲ ہجری ٹھہرتا ہے۔ (اسد الغابہ، حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو اصحاب)

حضرت اقرع بن حابس شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ فراس نام، اقرع لقب۔ نسب نامہ یہ ہے۔ اقرع بن حابس بن عبقان تمیمی۔ زمانہ جاہلیت میں شرفائے بنی تمیم میں تھے، اسلام کے بعد بھی یہ اعزاز قائم رہا۔

اسلام سے پہلے، حضرت اقرع رضی اللہ عنہ باضابطہ اسلام قبول کرنے سے بہت پہلے اسلام سے متاثر تھے، چنانچہ فتح مکہ، حنین اور طائف میں کفر کی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

مجلس مفاخرہ

فتح مکہ کے بعد جب روسائے تمیم مدینہ آئے تو ان میں حضرت اقرع رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ روسائے عرب کی طرح بنی تمیم کے عمائد میں بھی عالی نسبی کا بڑا غرور اور دولت کا بڑا نشہ تھا، فخر وتعلّی کی مجلسیں ہوتی تھیں جن میں روساء، عمائد اپنے اپنے فخریہ سناتے تھے۔ مدینہ آئے تو یہ تمام لوازم ساتھ تھے۔ کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ کر ارکانِ وفد نے آواز دی۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باہر نکلو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگوار ہوا تاہم حجرہ اقدس سے باہر تشریف لائے۔ روسائے تمیم نے کہا کہ ہم لوگ فخار کے لیے آئے ہیں، اجازت دو کہ ہمارے شعراء بلغاء اپنی سحر بیانی کے جوہر دکھائیں۔ ابن ہشام کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول کر لی۔

لیکن صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں شعر بازی اور فخاری کے لیے نہیں مبعوث ہوا ہوں، لیکن اگر تم اسی کے لیے آئے ہو تو ہم بھی اس سے باہر نہیں ہیں۔ اجازت ملنے کے بعد عطارد بن حاجب کھڑے ہوئے اور نہایت فخر ومباہات کے ساتھ بنی تمیم کے تمول، ثروت، اثر واقتدار، عالی نسبی، شجاعت وبہادری اور مہمان نوازی کی جاہلانہ داستان سنائی، ان کی تقریر ختم ہونے کے بعد مسلمانوں کی جانب سے جواب کے لیے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کھڑے

Marfat.com

ہوئے لیکن یہ جواب کیا تھا، تمول وثروت کی افتخاری نہ تھی، عالی نسبی کا غرور نہ تھا، شجاعت اور بہادری کی داستان سرائی نہ تھی بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت، قرآن کا نزول، اسلام کی تبلیغ، انصار کی حمایت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی تاریخ اور اسلام کی دعوت تھی۔ ثابت کے بعد بنی تمیم کے معزز رکن زبرقان بن بدر اٹھے اور اسی جاہلیت کی غرور آمیز داستان کو اشعار میں دہرایا۔ ان کے مقابلہ میں دربارِ رسالت کے ملک الشعراء اور طوطی اسلام حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جواب کا حکم ہوا۔ انہوں نے جواب دیا۔

اسلام

روسائے بنی تمیم کی فخاری اور مسلمانوں کے تبلیغی جواب کا یہ اثر ہوا کہ بنی تمیم کے معزز رکن اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر اپنے ارکان سے کہا۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خطیب ہمارے خطیبوں اور ان کے شعراء ہمارے شعراء سے زیادہ بہتر ہیں، ان کی آوازیں ہماری آوازوں سے زیادہ شیریں اور دل آویز ہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے رسول ہیں، اس کے قبل جو کچھ ہو چکا وہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

قبول اسلام کے بعد انہیں کسی غزوہ میں شرکت کا موقعہ نہیں ملا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض سرایا کے مال غنیمت میں ان کا حصہ بھی لگایا چنانچہ حجۃ الوداع کے قبل جو سریہ بھیجا تھا، اس کے مال غنیمت میں سے تھوڑا سا سونا انہیں عطا فرمایا۔

عہد خلفاء

عہد نبوی میں حضرت اقرع رضی اللہ عنہ غزوات میں نہ شریک ہو سکے تھے، حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس کی تلافی کی کوشش کی۔ عہد صدیقی میں یمامہ کی مشہور جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ پھر عراق کی فوج کشی میں بھی ان کے ساتھ نکلے اور انبار کی فتوحات میں شریک ہوئے، دومۃ الجندل کے معرکہ میں شرجیل رضی اللہ عنہ بن حسنہ کے ساتھ تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بعض معرکے حضرت اقرع رضی اللہ عنہ کی امارت میں سر ہوئے۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ والی خراسان نے انہیں خراسان کے ایک حصہ پر مامور کیا تھا، چنانچہ جوز جان ان ہی کی قیادت میں فتح ہوا۔

شہادت

حافظ ابن حجر کے بیان کے مطابق اسی غزوہ میں شہید ہوئے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ بن سعنہ شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ زید نام، بنی اسرائیل سے تھے اور یہود میں بہت بڑے حبر (عالم) شمار ہوتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

مدینہ تشریف لائے تو صورت دیکھتے ہی ان کو آپ کی نبوت کا یقین ہو گیا۔

تورات میں نبوت کی جو علامات مذکور ہیں، ان سے تطبیق دی تو صرف دو باتوں کی کمی محسوس ہوئی جن کا تعلق اخلاق سے تھا اور انہی کی تحقیق پر ان کا ایمان لانا موقوف تھا چنانچہ ایسا اتفاق ہوا کہ ایک روز دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک سوار پہنچا کہ فلاں گاؤں کے لوگ مسلمان ہو گئے ہیں لیکن قحط زدہ ہیں، آپ سے کچھ امداد ہو سکے تو دریغ نہ کیجئے۔ شہنشاہ مدینہ کے پاس نام خدا کے سوا اور کیا تھا، زید رضی اللہ عنہ کو اب آزمائش کا موقع ملا، تورات میں پیغمبر کی دو علامتیں مذکور ہیں، ایک یہ کہ اس کا حلم اس کے غیظ و غضب پر سبقت کرتا ہے اور دوسری یہ کہ جاہلانہ حرکتوں کا جواب تحمل سے دیتا ہے۔

زید رضی اللہ عنہ علم کے ساتھ مال و دولت سے بھی بہرہ مند تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر چاہو تو فلاں باغ کے چھوہارے اتنی مدت کے لیے میرے ہاتھ رہن کر دو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸۰ دینار (۴۰۰ روپے) پر چھوہاروں کی ایک معین مقدار رہن کر دی اور روپیہ سوار کے حوالہ کیا۔

ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے جنازہ پر تشریف لائے، حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے، نماز سے فارغ ہوئے تو زید نے میعاد ختم ہونے سے قبل ہی تقاضا شروع کیا اور نہایت سختی کی، چادر اور قمیض کا دامن پکڑا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گھور کر دیکھا اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا حق نہ دو گے؟ خدا کی قسم! عبدالمطلب کی اولاد ہمیشہ کی نادہند ہے۔ یہ جملہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو طیش آ گیا۔ بولے، خدا کے دشمن! میرے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ باتیں کہتا ہے خدا کی قسم وار خالی جانے کا احتمال نہ ہوتا تو ابھی تیرا سر اڑا دیتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: یہ بات زیبا نہیں، تم ان کو قرض ادا کرنے کی فکر کرو، ان کو لے جا کر روپے دو، ۲۰۰ صاع اور زیادہ دینا جو اس خفگی کا جرمانہ ہے۔ زید نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روپیہ لیا اور چونکہ ان دونوں وصفوں کی اب تصدیق ہو گئی تھی، اس لیے کلمہ توحید پڑھ کر فوراً مسلمان ہو گئے۔

غزوات

اکثر غزوات میں شامل ہوئے۔

وفات

غزوہ تبوک میں مدینہ واپس ہوتے وقت شہادت نصیب ہوئی، اس غزوہ میں نہایت شجاعت سے لڑے تھے، صاحب اصابہ لکھتے ہیں۔ استشهد فی غزوة تبوك مقبلا غير مدبر

حضرت حکم رضی اللہ عنہ بن کیسان شہید رضی اللہ عنہ

نام و نسب۔ حکم نام، باپ کا نام کیسان تھا، ابوجہل کے والد مغیرہ کے غلام تھے۔

Marfat.com

گرفتاری

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے کاروانِ تجارت کے نقل وحرکت کا پتہ چلانے کے لیے عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک دستہ بھیجا تھا، کھجور کے ایک باغ کے پاس دونوں میں مڈبھیڑ ہوئی۔ حکم رضی اللہ عنہ اس وقت قریش کے قافلہ کے ساتھ تھے، چنانچہ گرفتار کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے۔ قریش نے ان کے چھڑانے کے لیے فدیہ بھیجا لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قریش کے ہاتھوں میں اسیر تھے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حکم رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ جب تک سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ واپس نہ آئیں گے، اس وقت تک تم نہیں چھوٹ سکتے۔

اسلام

اس گفتگو کے دوسرے دن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آگئے۔ اب حضرت حکم رضی اللہ عنہ کی رہائی میں کوئی رکاوٹ باقی نہ تھی لیکن جب آزادی کا موقع آیا تو اسلام کی غلامی کا طوق گردن میں ڈال کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگے۔

شہادت

قبول اسلام کے بعد جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول ہو گئے اور بیر معونہ کے معرکہ میں جام شہادت پیا۔

سید الشہداء حضرت حمزہ شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حمزہ نام، ابوعلی اور ابوعمارہ کنیت، اسد اللہ لقب۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا تھے۔ ماں کی طرف سے یہ تعلق تھا کہ ان کی والدہ ہالہ بنت وہب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ کی چچازاد بہن تھیں۔ پورا سلسلہ نسب یہ ہے حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔

اس نسبی تعلق کے علاوہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے، یعنی ابولہب کی لونڈی حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہ نے دونوں کو دودھ پلایا تھا۔ عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دو برس بڑے تھے، شمشیر زنی، تیراندازی اور پہلوانی کا بچپن ہی سے شوق تھا، سیر وشکار سے بھی غیر معمولی دلچسپی تھی چنانچہ زندگی کا بڑا حصہ اسی مشغلہ میں بسر ہوا۔

اسلام

دعوت توحید کی صدا گو ایک عرصہ سے مکہ کی گھاٹیوں میں گونج رہی تھی، تاہم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے سپاہی منش کو ان باتوں سے کیا تعلق؟ انہیں صحرانوردی اور سیر وشکار سے کب فرصت تھی جو شرک وتوحید کی حقانیت پر غور کرتے لیکن خدا نے عجیب طرح سے ان کی رہنمائی کی، ایک روز حسب معمول شکار سے واپس آرہے تھے، کوہِ صفا کے پاس پہنچے تو ایک لونڈی نے کہا، ابو

Marfat.com

عمارہ! کاش تھوڑی دیر پہلے تم اپنے بھتیجے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حال دیکھتے، وہ خانہ کعبہ میں اپنے مذہب کا وعظ کر رہے تھے کہ ابوجہل نے نہایت سخت گالیاں دیں اور بہت بری طرح ستایا لیکن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کچھ جواب نہ دیا اور بے بسی کے ساتھ لوٹ گئے، یہ سننا تھا کہ رگ حمیت میں جوش آ گیا، تیزی کے ساتھ خانہ کعبہ کی طرف بڑھے، ان کا دستور تھا کہ شکار سے واپس آتے ہوئے کوئی راہ میں مل جاتا تو کھڑے ہو کر اس سے دو چار باتیں کر لیتے تھے۔

لیکن اس وقت جوش انتقام نے مغلوب الغضب کر دیا تھا، کسی طرف متوجہ نہ ہوئے اور سیدھے خانہ کعبہ پہنچ کر ابوجہل کے سر پر زور سے اپنی کمان دے ماری جس سے وہ زخمی ہو گیا۔ یہ دیکھ کر بنی مخزوم کے چند آدمی ابوجہل کی مدد کے لیے دوڑے اور بولے، حمزہ! شاید تم بھی بددین ہوئے۔ فرمایا: جب اس کی حقانیت مجھ پر ظاہر ہو گئی تو کون چیز اس سے باز رکھ سکتی ہے؟ ہاں! میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں سب حق ہے، خدا کی قسم! اب میں اس سے پھر نہیں سکتا، اگر تم سچے ہو تو مجھے روک کر دیکھ لو۔

اسلام کا وہ زمانہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں پناہ گزین تھے اور مومنین کا حلقہ صرف چند کمزور ناتواں ہستیوں پر محدود تھا، لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اضافہ سے دفعتاً حالت بدل گئی اور کفار کی مطلق العنان دست درازیوں اور ایذا رسانیوں کا سدباب ہو گیا، کیونکہ ان کی شجاعت و جانبازی کا تمام مکہ لوہا مانتا تھا۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آستانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر دستک دی، چونکہ شمشیر بکف تھے، اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تردد ہوا لیکن اس شیر خدا نے کہا، کچھ مضائقہ نہیں، آنے دو، اگر مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا۔ غرض وہ اندر داخل ہوئے اور کلمہ توحید ان کی زبان پر تھا اور مسلمان جوش مسرت سے اللہ اکبر کے نعرے بلند کر رہے تھے۔

مواخات

مکہ کی مواخات میں حضرت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب غلام حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے اسلامی بھائی قرار پائے، ان کو حضرت زید رضی اللہ عنہ سے اس قدر محبت ہو گئی تھی کہ جب غزوات میں تشریف لے جاتے تو ان ہی کو ہر قسم کی وصیت کر جاتے تھے۔

ہجرت

بعثت کے تیرہویں سال تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ پہنچے جہاں ان کو زور بازو اور خداداد شجاعت کے جوہر دکھانے کا نہایت اچھا موقع ہاتھ آیا۔ چنانچہ پہلا اسلامی پھریرا ان ہی کو عنایت ہوا اور تین آدمیوں کے ساتھ ساحلی علاقہ کی طرف روانہ کیے گئے تاکہ قریشی قافلوں کا راستہ بند کریں۔ غرض وہاں پہنچ کر ابوجہل کے قافلہ سے جس میں تین

Marfat.com

سوسوار تھے، مڈبھیڑ ہوئی اور طرفین نے جنگ کے لیے صف بندی کی، لیکن مجدی بن عمرو الجہنی نے بیچ بچاؤ کر کے لڑائی روک دی اور حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بغیر کشت وخون واپس آئے۔

غزوات

اسی سال ماہ صفر میں خود حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلی دفعہ تقریباً ساٹھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ قریش مکہ کی نقل وحرکت میں سدراہ ہونے کے لیے ابواء پر فوج کشی فرمائی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ علمبردار تھے اور تمام فوج کی کمان ان کے ہاتھ میں تھی لیکن قریش کا قافلہ آگے بڑھ چکا تھا، اس لیے جنگ وجدل کا موقع پیش نہ آیا تاہم اس مہم کا سب سے زیادہ نتیجہ خیز اثر یہ تھا کہ بنوضمرہ سے ایک دوستانہ معاہدہ طے پا گیا۔

اسی طرح ھ میں غزوہ عشیرہ پیش آیا، اس میں بھی علمبرداری کا طرہ افتخار حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے دستار فضل وکمال پر آویزاں تھا، لیکن اس دفعہ بھی کوئی جنگ واقع نہ ہوئی اور صرف بنومدلج سے امداد باہمی کا ایک عہدنامہ طے پایا۔

غزوہ بدر

اسی سال بدر کا مشہور معرکہ پیش آیا۔ صف آرائی کے بعد عتبہ، شیبہ اور ولید نے کفار کی طرف سے نکل کر مبارزطلبی کی تو غازیان دین میں سے چند انصاری نوجوان مقابلہ کے لیے آگے بڑھے لیکن عتبہ نے پکار کر کہا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم ناجنسوں سے نہیں لڑ سکتے، ہمارے مقابل والوں کو بھیجو۔ ارشاد ہوا، حمزہ رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، عبیدہ رضی اللہ عنہ! اٹھو اور آگے بڑھو، حکم کی دیر تھی کہ یہ تینوں نبرد آزما بہادر نیزے ہلاتے ہوئے اپنے حریف کے مقابل جا کھڑے ہوئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی حملہ میں عتبہ کو واصل جہنم کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اپنے حریف پر غالب آئے لیکن حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ اور ولید میں دیر تک کشمکش جاری رہی، وہ زخمی ہو گئے تو ان دونوں نے ایک ساتھ حملہ کر کے اس کو تہ تیغ کر دیا۔ یہ دیکھ کر طعیمہ بن عدی جوش انتقام میں آگے بڑھا لیکن شیر خدا نے ایک ہی وار میں اس کو بھی ڈھیر کر دیا، مشرکین نے طیش میں آ کر عام ہلہ کر دیا، دوسری طرف سے مجاہدین اسلام بھی اپنے دلاور کو نرغہ میں دیکھ کر ٹوٹ پڑے۔

نہایت گھمسان کا رن پڑا، اسد اللہ حمزہ رضی اللہ عنہ کے دستار پر شترمرغ کی کلغی تھی اس لیے جس طرف گھس جاتے تھے، صاف نظر آتے تھے، دونوں ہاتھ میں تلوار تھی اور مردانہ وار دودستی حملوں سے پرے کا پرا صاف کر رہے تھے، غرض جب تھوڑی دیر میں دشمن بہت سے قیدی اور مال غنیمت چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا تو بعض قیدیوں نے پوچھا۔ یہ کلغی لگائے کون ہے؟ لوگوں نے کہا۔ حمزہ رضی اللہ عنہ! بولا، آج ہم کو سب سے زیادہ نقصان اسی نے پہنچایا۔

غزوہ بنی قینقاع

بنوقینقاع نام کی اطراف مدینہ میں یہودیوں کی ایک جماعت تھی، چونکہ یہ عبداللہ بن ابی سلول کے حلیف تھے، اس لیے

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دوستانہ معاہدہ طے پا گیا تھا لیکن غزوہ بدر کی کامیابی نے ان کے دلوں میں رشک وحسد کی آگ بھڑکا دی اور اعلانیہ سرکشی پر آمادہ ہو گئے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عہد شکنی کے باعث اسی سال ماہ شوال میں ان پر فوج کشی فرمائی اور بزور اطراف مدینہ سے ان کو جلاوطن کر دیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں بھی علمبرداری کے منصب پر مامور تھے۔

غزوہ احد

بدر کی شکست فاش نے مشرکین قریش کی غیرت کے لیے تازیانہ کا کام کیا اور جوش انتقام سے برانگیختہ ہو کر ھ میں قریش کا سیلاب عظیم پھر مدینہ کی طرف بڑھا۔ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاں نثاروں کے ساتھ نکل کر کوہِ احد کے دامن میں اس کو روکا۔

شوال ھفتہ کے دن لڑائی شروع ہوئی، کفار کی طرف سے سباع نے بڑھ کر مبارز طلبی کی تو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی شمشیر خاراشگاف تولتے ہوئے میدان میں آئے اور للکار کر کہا۔ اے سباع! اے ام انمار مضغہ نجس کے بچے! کیا تو خدا اور اس کے رسول سے لڑنے آیا ہے۔ یہ کہہ کر اس زور سے حملہ کیا کہ ایک ہی وار میں اس کا کام تمام ہو گیا۔ اس کے بعد گھمسان کی جنگ شروع ہوئی، اس شیر خدا نے دوبارہ کفر کے ٹڈی دل میں گھس کر کشتوں کے پشتے لگا دیئے اور جس طرف جھک پڑے صفیں کی صفیں الٹ دیں، غرض اس جوش سے لڑے کہ تنہا تیں کافروں کو واصل جہنم کر دیا۔

شہادت

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے چونکہ جنگ بدر میں چن چن کر اکثر صنادید قریش کو تہ تیغ کیا تھا، اس لیے تمام مشرکین قریش سب سے زیادہ ان کے خون کے پیاسے تھے۔ چنانچہ جبیر بن مطعم نے ایک غلام کو جس کا نام وحشی تھا، اپنے چچا طعیمہ بن عدی کے انتقام پر خاص طور سے تیار کیا تھا اور اس صلہ میں اسے آزادی کا لالچ دلایا تھا۔ غرض وہ جنگ احد کے موقع پر ایک چٹان کے پیچھے گھات میں بیٹھا ہوا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہا تھا، اتفاقاً وہ ایک دفعہ قریب سے گزرے تو اس نے اچانک اس زور سے اپنا حربہ پھینک کر مارا کہ دو ٹکڑے ہو کر گر پڑے۔

اس شیر خدا کی شہادت پر کفار کی عورتوں نے خوشی ومسرت کے ترانے گائے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے ناک کاٹ کاٹ کر زیور بنائے، نیز شکم چاک کر کے جگر نکالا اور چبا چبا کر تھوک دیا۔ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو پوچھا: کیا اس نے کچھ کھایا بھی ہے، لوگوں نے عرض کی نہیں، فرمایا: اے خدا! حمزہ رضی اللہ عنہ کے کسی جزو کو جہنم میں داخل نہ ہونے دینا۔

سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت عظمیٰ

غزوۂ احد میں سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اپنی مکمل شجاعت وجواں مردی کے ساتھ اہل مکہ کا مقابلہ کرتے رہے۔ ہند بنت

Marfat.com

عتبہ کے وحشی نامی ایک حبشی غلام جو ماہر نشانہ باز تھے اور وہ دونوں اس وقت تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے چنانچہ ان سے ہندہ نے کہا: اگر تم جنگ میں امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دو تو تمہیں آزاد کر دیا جائے گا۔

وہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا مسلسل تعاقب کر رہے تھے اور موقع کی تلاش میں تھے کہ جیسا ہی موقع ملے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ پر نشانہ لگائیں گے۔ وہ ایک مقام پر چھپ کر بیٹھ گئے، جب سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ مقابلہ کرتے ہوئے ان کے قریب سے گزرے تو انہوں نے چھپ کر آپ رضی اللہ عنہ پر ایک نیزہ سے وار کیا جو سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی ناف مبارک سے ہوکر پشت مبارک سے نکل گیا۔ اور آپ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ پھر ہندہ نے سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی نعش مبارک کی بے حرمتی کی اور آپ کا شکم مبارک چاک کر کے اس سے جگر کو نکالا اور چبا کر نگلنا چاہا لیکن وہ نگل نہ سکی۔ واضح رہے کہ بعد میں حضرت وحشی اور حضرت ہندہ دونوں کو نعمت اسلام سے سرفرازی ہوگئی! رضی اللہ عنہما۔ جس وقت آپ کی شہادت ہوئی اس وقت آپ کی عمر مبارک 54 سال تھی۔ (تفسیر قرطبی، روح المعانی)

سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ بھی جہاد کرنے والوں میں سرفہرست تھے۔ احد کے روز جب جنگ زوروں پر تھی، ہر طرف چیخ وپکار تھی۔ مسلمانوں کی صفوں میں انتشار پیدا ہوگیا تھا۔ اس وقت انہوں نے جرات و بہادری سے جنگ کا پانسہ پلٹ دیا۔

عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ خالہ زاد بھائی تھے۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے احد کے روز کہا کہ آیئے مل کر تنہائی میں اللہ سے اپنی اپنی دعا کرتے ہیں۔

میں نے دعا کی: اے اللہ کل جب میرا دشمن سے مقابلہ ہو تو مجھے ان میں سے سب سے سخت، مضبوط اور بہادر دشمن سے ملا۔ میں اس کو قتل کروں اور اس کی اشیاء پر قبضہ کروں۔ اس پر عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے کہا۔ پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے دعا کی: اے اللہ میں دعا کرتا ہوں کہ کل میرا مقابلہ کافروں میں سے کسی سورما سے ہو، میں تیری خاطر اس سے لڑوں اور وہ مجھ سے لڑے۔ پھر وہ مجھے قتل کرے اور میرے جسم کو قبضے میں لے۔ میری ناک کاٹے، میرے کان کاٹے، پھر جب میری تجھ سے ملاقات ہو اور تو پوچھے عبداللہ تیری ناک اور کان کیوں کاٹے گئے؟ میں جواب دوں: تیری خاطر اور تیرے رسول کی خاطر اور اللہ کہے تو نے سچ کہا۔ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں عبداللہ رضی اللہ عنہ کی دعا میری دعا سے بہت بہتر تھی۔ میں نے شام کے وقت دیکھا کہ ان کی ناک اور کان ایک دھاگے کے ساتھ لٹک رہے تھے۔ (مجمع الزوائد رقم: 9/304)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری رضی اللہ عنہ

ان کا نام سیدنا عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری تھا اللہ تعالیٰ ان سے رضامند ہو، صحیح بخاری شریف میں ہے سیدنا جابر فرماتے ہیں۔ میرے باپ کی شہادت کے بعد میں رونے لگا اور ابا کے منہ سے کپڑا ہٹا ہٹا کر بار بار ان کے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔

Marfat.com

صحابہ مجھے منع کرتے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش تھے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جابر رومت جب تک تیرے والد کو اٹھایا نہیں گیا فرشتے اپنے پروں سے اس پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔ ابوبکر بن مردویہ میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور فرمانے لگے جابر کیا بات ہے کہ تم مجھے غمگین نظر آتے ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ میرے والد شہید ہو گئے۔ جن پر بار قرض بہت ہے اور میرے چھوٹے چھوٹے بہن بھائی بہت ہیں آپ نے فرمایا سن میں تجھے بتاؤں۔

جس کسی سے اللہ نے کلام کیا پردے کے پیچھے سے کلام کیا لیکن تیرے باپ سے آمنے سامنے بات چیت کی فرمایا مجھ سے مانگ جو مانگے گا دوں گا (سبحان اللہ) تیرے باپ نے کہا اللہ عزوجل میں تجھ سے یہ مانگتا ہوں کہ تو مجھے دنیا میں دوبارہ بھیجے اور میں تیری راہ میں دوسری مرتبہ شہید کیا جاؤں، رب عزوجل نے فرمایا یہ بات تو میں پہلے ہی مقرر کر چکا ہوں کہ کوئی بھی لوٹ کر دوبارہ دنیا میں نہیں جائے گا۔ کہنے لگے۔ پھر اے اللہ میرے بعد والوں کو ان مراتب کی خبر پہنچا دی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آیت (ولا تحسبن) الخ، فرمائی۔ بیہقی میں اتنا اور زیادہ ہے کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو اے اللہ تیری عبادت کا حق بھی ادا نہیں کر سکا۔ (تفسیر ابن کثیر سورۃ آل عمران آیت نمبر 169)

مسند احمد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے فرمایا اے جابر تمہیں معلوم بھی ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو زندہ کیا اور ان سے کہا اے میرے بندے مانگ کیا مانگتا ہے؟ تو کہا اے اللہ دنیا میں پھر بھیج تا کہ میں دوبارہ تیری راہ میں مارا جاؤں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تو میں فیصلہ کر چکا ہوں کہ کوئی یہاں دوبارہ لوٹایا نہیں جائے گا۔

حضرت حرام بن ملحان شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حرام نام، قاری لقب۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ حرام بن مالک (ملحان) بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن نجاری ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ کے بھائی تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خالہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ تھیں۔

اسلام

بنو نجار صدائے اسلام پر لبیک کہنے میں تمام انصار میں سے پیش پیش رہے تھے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہ کی وجہ سے خاندان عدی اسلام کے نام سے گوش آشنا ہو چکا تھا، اس لیے بھائی نے بھی قبول اسلام میں سبقت کی۔

غزوات اور وفات

بدر اور احد کے معرکوں میں ان کی شرکت کا پتہ نہیں چلتا، سریہ بیر معونہ میں جو احد کے بعد ہوا تھا، ان کے موجود ہونے کی شہادت ملتی ہے۔

Marfat.com

ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ یہ درخواست لے کر آئے کہ ہمارے ملک میں اشاعت اسلام کے لیے کچھ آدمی بھیج دیجئے جو قرآن وسنت کی اچھی طرح تعلیم دے سکیں۔

آپ نے ستر آدمیوں کو جو قراء کے لقب سے مشہور تھے، ان کے ساتھ کر دیا۔ حرام بھی اسی جماعت میں تھے۔ وہاں پہنچ کر ایک مقام پر قیام کیا۔ حرام دو آدمیوں کے ساتھ جن میں سے ایک کے پاؤں میں لنگ تھا، قبیلہ میں اشاعت اسلام کے لیے گئے اور یہ کہہ کر ان کو قریب چھوڑ دیا کہ تم یہیں ٹھہرو، پہلے میں جاتا ہوں، اگر زندہ بچ گیا تو خیر، ورنہ تم دوڑ کر ہمارے ساتھیوں کو خبر کر دینا اور قبیلہ میں جا کر کہا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر کچھ کہنا چاہتا ہوں، تم مجھے امان دیتے ہو؟

ادھر ان کی تقریر شروع ہوئی تھی کہ ادھر قبیلہ والوں نے ایک شخص کو اشارہ کر دیا جس نے پیچھے سے نیزہ کا وار کیا جو ایک پہلو کو توڑ کر دوسرے پہلو سے نکل گیا۔ حضرت حرام رضی اللہ عنہ نے زخم کا خون لے کر چہرہ اور سر پر چھڑکا اور فرمایا۔

اللہ اکبر! فزت ورب الکعبہ رب کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہوا۔ دونوں ساتھیوں میں سے جن کے پاؤں میں لنگ تھا پہاڑ میں چھپ رہے، دوسرے نے مسلمانوں کو خبر کی، واقعہ سن کر سب موقع پر پہنچ گئے اور اسی جگہ لڑ کر جام شہادت نوش کیا۔

بنا کردند خوش رسمے، بخون وخاک غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ تک قاتلین کے حق میں دعائے ضرر کی۔

حضرت ابو عامر اشعری شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ عبید نام، ابو عامر کنیت۔ نسب نامہ یہ ہے۔ عبید بن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن غز بن بکر بن عامر اشعری۔ آپ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے چچا تھے۔

اسلام

آپ رضی اللہ عنہ آغاز دعوت اسلام میں اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے، بعض ارباب سیر نے انہیں مہاجرین کے زمرہ میں شامل کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

غزوات

قبول اسلام کے بعد آپ رضی اللہ عنہ سب سے اول غزوہ فتح مکہ میں نظر آتے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین میں شریک ہوئے۔ حنین کی جنگ ختم ہونے کے بعد بنی ہوازن کی ہزیمت خوردہ فوج اوطاس میں جا کر جمع ہوئی تھی اور درید بن صمہ بہت سی فوج لے کر اوطاس پہنچ گیا تھا، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے استیصال کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں تھوڑی سی فوج بھیج دی، حضرت ابو عامر رضی اللہ عنہ اور درید بن صمہ کا مقابلہ ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ایک ایک کر کے نو مشرکوں کو قتل کیا۔ آخر میں علاء اور اوفی کے بیٹوں نے ان پر تیر برسانا شروع کر دیے۔ ایک تیر آپ رضی اللہ عنہ کے گھٹنے اور

Marfat.com

ایک سینہ پر آ کر لگا اور آپ رضی اللہ عنہ گر گئے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے لپک کر پوچھا چچا کس نے تیر مارا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اشارہ سے بتایا۔

قاتل بھاگا، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے غیرت دلا کر روکا اور بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا اور واپس آ کر حضرت ابوعامر رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سنائی کہ آپ کا قاتل مارا گیا۔ تیر ابھی تک ابوعامر رضی اللہ عنہ کے جسم میں پیوست تھا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے اس تیر کو نکلوایا۔ تیر نکلتے ہی زخم سے خون جاری ہو گیا۔ ابوعامر رضی اللہ عنہ زندگی سے مایوس ہو گئے اور ابوموسیٰ سے کہا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کرنا کہ میرے لیے دعاء مغفرت فرمائیں۔ یہ وصیت کر کے ابوموسیٰ کو اپنا قائم مقام بنا کر جاں بحق ہو گئے۔ حضرت ابوموسیٰ نے درید بن صمہ کو قتل کر کے مشرکوں کو شکست دی۔ شکست دینے کے بعد واپس ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوری کیفیت سنائی اور ابوعامر کی دعائے مغفرت کی درخواست پیش کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت پانی منگا کر وضو فرمایا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ خدایا! میری خاطر عبید ابوعامر رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرما اور قیامت کے دن اپنی مخلوق میں ان کو سربلند فرما۔

ابوعامر نے شہادت کے وقت وصیت کر دی تھی کہ میرا اسلحہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دینا۔ اس وصیت کے مطابق ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کا گھوڑا، ان کا اسلحہ اور ان کے تمام متروکات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کے صاحبزادے کو واپس کر دیا۔

حضرت ابوقیس بن حارث شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ نام اور کنیت دونوں ابوقیس ہے، والد کا نام حارث تھا۔ نسب نامہ یہ ہے۔ ابوقیس بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم قرشی السہمی۔ ان کے دادا قیس بن عدی سرداران قریش میں سے تھے اور باپ حارث اس کینہ پرور گروہ میں تھا، جو قرآن کا مضحکہ اڑایا کرتا تھا اور جس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

الذین جعلوا القرآن عضین فوربك لنسئلن اجمعین عما کانوا یعلمون فاصدع بما تو مروا عرض عن المشرکین انا کفیناك المستهزئین

جن لوگوں نے قرآن کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے تمہارے رب کی قسم! ہم ان کے اعمال کی ضرور باز پرس کریں گے پس تم کو جو حکم دیا گیا ہے اس کو کھول کر سنا دو اور مشرکین کی پرواہ نہ کرو جو لوگ تم پر ہنستے ہیں ہم ان کے لیے کافی ہیں۔ (حجر ۵)

اسلام وہجرت

لیکن اسی آذر کے گھر میں ابوقیس جیسا بت شکن پیدا ہوا، جس نے دعوت حق کی آواز سنتے ہی لبیک کہا اور سبقت فی الاسلام کا شرف حاصل کیا۔ اسلام کے بعد پھر ہجرت حبشہ کا شرف حاصل کیا۔

Marfat.com

غزوات

احد اور خندق وغیرہ سب میں شریک ہوئے۔

شہادت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ارتداد کے سلسلہ کی مشہور جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔

حضرت ابودجانہ شہید رضی اللہ عنہ

نام و نسب۔ سماک نام، ابودجانہ کنیت، قبیلہ ساعدہ سے ہیں اور سعد بن عبادہ سردار خزرج کے چچازاد بھائی ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ سماک بن عوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ ابن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر۔

اسلام

ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے۔

غزوات اور دیگر حالات

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو عتبہ بن غزوان سے ان کی برادری قائم کی۔ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

غزوہ احد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار ہاتھ میں لے کر کہا اس کا حق کون ادا کرتا ہے؟ ابودجانہ بولے میں ادا کروں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلوار عنایت فرمائی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے دریافت کیا اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ مسلمان کو نہ مارنا اور کافر سے نہ بھاگنا۔

حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ نے حسب معمول سر پر سرخ پٹی باندھی اور تنتے اکڑتے صفوں کے درمیان آکر کھڑے ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ چال اگر چہ خدا کو ناپسند ہے لیکن ایسے موقع پر کچھ حرج نہیں۔

معرکہ کارزار میں نہایت پامردی سے مقابلہ کیا اور بہت سے کفار قتل کئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں بہت سے زخم کھائے لیکن میدان سے نہ ہٹتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی اس جانبازی سے نہایت خوش ہوئے۔ مکان میں تشریف لائے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میری تلوار دھوڈالو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی آکر یہی خواہش کی اور کہا کہ آج میں خوب لڑا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم خوب لڑے تو سہل بن حنیف اور ابودجانہ رضی اللہ عنہ بھی خوب لڑے۔

غزوہ بنو نضیر کا کل مال اور اسباب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصہ تھا۔ تاہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مہاجرین اور انصار کو اس میں سے حصہ عنایت فرمایا تھا۔ حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کو بھی زمین دی تھی جو انہی کے نام سے مال ابن خرشہ مشہور تھی۔ غرض تمام معرکہ میں ان کی شرکت نمایاں تھی۔

Marfat.com

مصنف استیعاب لکھتے ہیں۔

لہ مقامات محمودۃ فی مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کو ممتاز درجہ حاصل ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں جنگ یمامہ میں نہایت جانبازی دکھائی۔ مسلیمہ کذاب سے جو مدعی نبوت تھا، مقابلہ تھا۔ وہ اپنے باغ کے اندر سے لڑ رہا تھا، مسلمان گھسنا چاہتے تھے لیکن دیوار حائل تھی۔ ابودجانہ رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے، اس کے بعد کہا، مسلمانو! مجھ کو اندر پھینک دو۔

اس ترکیب سے اگرچہ دیوار پھاند گئے، لیکن پاؤں ٹوٹ گیا۔ تاہم پھر بھی دروازہ روکے کھڑے رہے اور جب تک مسلمان باغ میں داخل نہ ہو گئے اپنی جگہ سے نہ ہلے۔

شہادت

مسلمان اندر پہنچ کر جوش وخروش سے لڑنے لگے، حضرت ابودجانہ رضی اللہ عنہ کا پاؤں ٹوٹ چکا تھا، اس کے باوجود وہ مسلیمہ کو مارنے کے لیے بڑھے اور آخر کار خود بھی شہید ہو گئے۔

حضرت ابوحذیفہ شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ ہشیم نام، ابوحذیفہ کنیت، والد کا نام عتبہ اور والدہ کا نام ام صفوان تھا۔ پورا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی القرشی

اسلام

حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے والد ذی اثر روسائے قریش میں سے تھے، جنہوں نے اسلام کی مخالفت میں اپنی پوری طاقت صرف کر دی تھی۔ لیکن ارادہ خداوندی میں کون مانع ہو سکتا ہے؟ خود عتبہ کے لخت جگر حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس وقت داعی اسلام کو لبیک کہا، جب کہ بظاہر اس دعوت کے کامیاب ہونے کی کوئی صورت نہ تھی اور فرزندانِ توحید کی ایک نہایت مختصر جماعت کسمپرسی کے ساتھ اسیر پنجہ ظلم وجفا تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک ارقم بن ابی الارقم رضی اللہ عنہ کے مکان میں پناہ گزین نہیں ہوئے تھے۔

غزوات

عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اہم مشہور معرکوں میں جوش پامردی کے ساتھ سرگرم کارزار تھے۔ خصوصاً غزوہ بدر میں کیسا عبرت انگیز منظر تھا، جب کہ ایک طرف سے ان کے والد اور دوسری طرف سے یہ جوہر شجاعت دکھا رہے تھے، حقانیت کے جوش نے خویش وبیگانہ کی تمیز اٹھا دی تھی، انہوں نے اپنے والد کو مقابلہ کے لیے لکارا، اس پر ان کی بہن ہندہ بنتِ عتبہ نے اشعارِ ذیل میں ملامت کی۔

Marfat.com

الاحول الا ثقل المشئوم طائره ابو حذیفه شر الناس فی الدین

احول بڑے دانت والا نحوست والا ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ جو مذہب میں نہایت برا ہے۔

اما شکرت اباربك من صغر حتی شببت شبابا غیر محجون

کیا تو اپنے باپ کا مشکور نہیں ہے جس نے بچپن سے تیری پرورش کی، یہاں تک کہ تو نے بے داغ جوانی پائی۔

معرکہ بدر میں عتبہ بن ربیعہ اور اکثر روسائے قریش تہ تیغ ہوئے اور ایک غار میں ڈال دیے گئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرداً فرداً نام لے کر فرمایا۔ اے عتبہ! اے شیبہ! اے امیہ بن خلف! اے ابوجہل! کیا تم نے وعدہ الٰہی کو حق پایا؟ مجھ سے تو جو کچھ وعدہ ہوا تھا وہ سچ ثابت ہوا۔

ابن اسحاق کی روایت ہے کہ اس وقت حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کا چہرہ نہایت اداس تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غمگین دیکھ کر پوچھا: ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ! شاید تم کو اپنے باپ کا کچھ افسوس ہے۔ عرض کی، خدا کی قسم! نہیں مجھے اس کے مقتول ہونے کا صدمہ نہیں ہے لیکن میرا خیال تھا کہ وہ ایک ذی عقل پختہ کار و صاحب رائے شخص تھا، اس بنا پر امید تھی کہ وہ دولت ایمان سے متمتع ہوگا لیکن جب کہ حضور نے حالت کفر پر اس کے مرنے کا یقین دلا دیا تو مجھے اپنی غلط توقع پر افسوس ہوا۔

شہادت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عہد صدیقی رضی اللہ عنہ میں مسیلمہ کذاب نے یمامہ میں علم نبوت بلند کیا۔ دارالخلافت سے جو فوج اس کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئی اس میں شریک ہوئے اور داد شجاعت دے کر ۵۴ برس کی عمر میں واصل بحق ہوئے۔

حضرت ابان بن سعید بن العاص شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ ابان نام، سلسلہ نسب یہ ہے، ابان بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی القرشی الاموی۔ ماں کا نام ہند بنت مغیرہ تھا، ان کا سلسلہ نسب پانچویں پشت پر عبد مناف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔

اسلام وہجرت

کچھ دنوں تک آبائی مذہب کی لاج اور ہم چشموں کی طعنہ زنی کے خیال سے خاموش رہے لیکن زیادہ دنوں تک جذبہ حق نہ دب سکا اور غزوہ خیبر سے پہلے مشرب با اسلام ہو گئے اور غالباً اسلام کے بعد ہجرت کی سعادت بھی حاصل کی۔

غزوات

اسلام لانے کے بعد ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ کا امیر بنا کر نجد روانہ کیا، وہاں سے کامیاب ہو کر واپس

Marfat.com

ہوئے تو خیبر فتح ہو چکا تھا۔ اسی وقت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بھی مہاجرین جیش کے ساتھ واپس ہوئے تھے، دونوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خیبر کے مال غنیمت سے کچھ ہم لوگوں کو بھی مرحمت ہو۔ نجد کی مہم کے علاوہ ان کو دوسرے سریوں کی امارت بھی عطا کی گئی۔

شہادت

زمانہ شہادت میں بہت اختلاف ہے، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آخر عہد خلافت میں جنگ اجنادین میں شہادت پائی، ابن اسحاق کی روایت ہے کہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے، ایک اور روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت تک زندہ تھے اور مصحف عثمانی ان ہی کی نگرانی میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کاتب وحی نے لکھا تھا، لیکن ان سب میں مستند تر اجنادین کی شہادت کی روایت ہے، چنانچہ مصعب، زبیر اور دوسرے نسابوں کا بھی یہی خیال ہے۔

حضرت جلبیب رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ جلبیب نام تھا، انصار کے کسی قبیلہ سے تھے، سلسلہ نسب معلوم نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی ایک لڑکی سے ان کی نسبت ٹھہرائی۔ چونکہ نہایت کم رو اور پستہ قد تھے، اس لیے لڑکی کے والدین نے انکار کرنا چاہا لیکن لڑکی نہایت سمجھدار تھی اس کو معلوم ہوا تو یہ آیت پڑھی۔

وما كان لمومن ولا مومنة اذا قضىٰ الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم

یعنی جب اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو کسی کو اس میں چون وچرا کی گنجائش نہیں اور میں بالکل رضامند ہوں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی ہے وہی میری مرضی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا۔

اللهم اصبب عليها الخير ولا تجعل عيشها كدا

خداوندا اس پر خیر کا دریا بہادے اور اس کی زندگی کو تلخ نہ کرے۔

دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اثر ہوا کہ تمام انصار میں اس سے زیادہ کوئی عورت تونگر اور سخی نہ تھی۔ عورت کی رضامندی پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جلبیب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ فلاں لڑکی سے تمہارا نکاح کرتا ہوں۔ بولے۔ یا رسول اللہ! آپ مجھے کھوٹا پائیں گے۔ فرمایا۔

لكنك عندالله لست بكاسد

Marfat.com

یعنی تم اللہ کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو۔

شہادت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی غزوہ میں تھے کہ مال غنیمت آیا۔ ارشاد ہوا۔ دیکھو کون کون لوگ لا پتہ ہیں۔ لوگوں نے چند آدمیوں کے نام گنائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ پوچھا اور وہی جواب ملا تو فرمایا۔ لکنی افقد جلبیبا لیکن میں جلبیب کو گم پاتا ہوں۔

مسلمان حضرت جلبیب رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ سات آدمیوں کے پہلو میں مقتول پڑے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور لاش کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا۔ قتل سبعة ثم قتلوه هذا منی انا منه هذا منی وانا منه سات کو قتل کر کے قتل ہوا، یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ اور جلبیب رضی اللہ عنہ کی لاش کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر لائے اور قبر کھدوا کر دفن کیا اور غسل نہیں دیا۔

حضرت جلبیب رضی اللہ عنہ واقعی خدا کے نزدیک کھوٹے نہ تھے۔ شہادت عظمیٰ کے ساتھ ساتھ یہ شرف کتنا عظیم الشان تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اپنے ہاتھ سے ان کی لاش اٹھا کر لائے، تمام لوگوں کا تابوت لکڑی کے تختوں سے تیار ہوتا ہے لیکن حضرت جلبیب رضی اللہ عنہ کا تابوت مہبط وحی والہام کا دست مبارک تھا۔

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندی کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

حضرت حارث بن عمیر ازدی شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حارث نام، باپ کا نام عمیر تھا۔ قبیلہ ازد سے نسبی تعلق تھا۔

اسلام۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے۔

سفارت اور شہادت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سلاطین اور امراء کے پاس دعوت اسلام کے خطوط بھیجے تو ایک خط شرجیل بن عمر فرمانروائے بصریٰ کے نام بھی لکھا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ کو اس کے پاس خط پہنچانے کی خدمت سپرد ہوئی۔ یہ خط لے کر مقام موتہ پہنچے تھے کہ شرجیل سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے پوچھا: کہاں جارہے ہو؟ حارث رضی اللہ عنہ نے کہا، شام۔ شرجیل نے کہا، تم کسی کے قاصد معلوم ہوتے ہو۔ انہوں نے کہا، ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد ہوں۔ یہ سن کر اس نے حارث رضی اللہ عنہ کی مشکیں کسوا کے قتل کر دیا۔ حارث رضی اللہ عنہ تاریخ اسلام میں سب سے پہلے قاصد ہیں جس نے خدا کی راہ میں جام شہادت پیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی شہادت کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ ہوا اور حارث کے خون کے انتقام کے لیے زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ کی سرکردگی میں ایک سریہ موتہ روانہ کیا، اسی میں حضرت زید رضی اللہ عنہ اور جعفر طیار

Marfat.com

رضی اللہ عنہ وغیرہ شہید ہوئے تھے۔

حضرت ابورفاعہ عدوی شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔تمیم نام،ابورفاعہ کنیت۔نسب نامہ یہ ہے۔تمیم بن اسید بن عدی بن مالک بن تمیم بن دول بن جبل بن عدی۔

اسلام

فتح مکہ کے بعد مشرف باسلام ہوئے۔ان کے اسلام قبول کرنے کا واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں خطبہ دے رہے تھے کہ ابورفاعہ رضی اللہ عنہ پہنچے اور قریب جا کر عرض کیا۔یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!ایک غریب الدیار،اپنے دین کی بابت سوال کرنے آیا ہے۔وہ نہیں جانتا کہ اس کا مذہب کیا ہے۔اس سوال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ روک کر اپنے پاس بلایا اور ایک کرسی پر جس میں لوہے کے پائے لگے ہوئے تھے،بیٹھ کر ان کو ضروری تعلیم دی۔

جہاد فی سبیل اللہ اور شہادت

ابورفاعہ کی رگ رگ مں جہاد فی سبیل اللہ کا خون دوڑتا رہتا تھا،وہ خدا سے دعا مانگا کرتے تھے کہ خدا مجھے ایسی طاہر اور پاکیزہ موت دے جس پر دوسرے مسلمانوں کو رشک آئے اور وہ موت تیری راہ میں ہو۔ان کی یہ پر اخلاص دعا مقبول ہوئی۔

۴۴ھ میں حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں کابل پر فوج کشی ہوئی۔اس فوج میں بنوحلیفہ کا پورا قبیلہ شریک ہوا۔حضرت ابورفاعہ رضی اللہ عنہ نے بھی شرکت کا ارادہ کیا۔حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے روکا کہ تمہارے بال بچے بالکل تنہا ہیں،اس لیے تم نہ جاؤ لیکن یہ ذوق شہادت میں بے تاب تھے۔جواب دیا،میں مصمم اراہ کر چکا ہوں،اس لیے ضرور شریک ہوں گا۔چنانچہ فوج میں شامل ہو کر کابل روانہ ہو گئے۔سجستان پہنچنے کے بعد رات بھر فوج ایک قلعہ کے گرد چکر لگاتی رہی اور ابورفاعہ رضی اللہ عنہ شہادت کی تیاری میں ساری رات عبادت کرتے رہے،آخری شب میں نیند کا غلبہ ہوا۔ڈھال کا تکیہ لگا کر سو گئے،صبح کو اسلامی فوج دشمن کے رخ کا اندازہ لگانے میں ایسی مشغول ہوئی کہ کسی کو ابورفاعہ رضی اللہ عنہ کا خیال نہ رہا،ابو رفاعہ رضی اللہ عنہ رات بھر کے جاگے ہوئے تھے،صبح کو بھی آنکھ نہ کھلی،دشمنوں نے انہیں تنہا پا کر ذبح کر دیا۔کچھ دیر کے بعد لوگوں کو ان کا خیال آیا اور ان کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ وہ خاک وخون میں غلطاں ہیں۔

حضرت ابوزید شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔قیس نام،ابوزید کنیت،قاری لقب،قبیلہ خزرج سے ہیں۔نسب نامہ یہ ہے۔

قیس بن السکن بن قیس بن زعورا،بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار،حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک کے چچا ہوتے تھے۔

غزوات۔غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔

Marfat.com

وفات۔ خلافت فاروقی میں جسر ابوعبید کے معرکہ میں شہادت پائی۔ یہ ۱۵ھ کی آخر تاریخوں کا واقعہ ہے۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ

نام و نسب۔ جعفر نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کا نام عبدالمناف (ابوطالب) اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔

شجرہ نسب یہ ہے۔ جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی القرشی الہاشمی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابن عم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سگے بھائی تھے اور عمر میں ان سے تقریباً دس سال بڑے تھے۔

اسلام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشغول عبادت تھے، خاندان ہاشم کے سردار ابوطالب نے اپنے دو عزیزوں کو بارگاہ صمدیت میں سربسجود دیکھا تو دل پر خاص اثر ہوا۔ اپنے صاحبزادہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھ کر کہا، جعفر رضی اللہ عنہ! تم بھی اپنے ابن عم کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بائیں طرف کھڑے ہو کر نماز ادا کی۔ ان کو خدائے لایزال کی عبادت و پرستش میں ایسا مزہ ملا کہ وہ بہت جلد یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر میں پناہ گزین ہونے سے قبل ہمیشہ کے لیے اس کے پرستاروں میں داخل ہو گئے۔ اس وقت تک اکتیس بتیس آدمی اس سعادت سے مشرف ہوئے تھے۔

ہجرت حبشہ

مشرکین مکہ کی ستم آرائیوں سے تنگ آکر جب مسلمانوں کی جماعت نے حبش کی راہ لی تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ ہو گئے لیکن قریش نے یہاں بھی چین نہ لینے دیا، نجاشی کے دربار میں مکہ سے گراں قدر تحائف کے ساتھ ایک وفد آیا اور اس نے درباری پادریوں کو تائید پر آمادہ کر کے نجاشی سے درخواست کی کہ ہماری قوم کے چند ناسمجھ نوجوان اپنے آبائی مذہب سے برگشتہ ہو کر حضور کے قلمروئے حکومت میں چلے آئے ہیں، انہوں نے ایک ایسا نرالا مذہب ایجاد کیا ہے جس کو پہلے کوئی جانتا بھی نہ تھا، ہم کو ان کے بزرگوں اور رشتہ داروں نے بھیجا ہے کہ حضور ان لوگوں کو ہمارے ساتھ واپس کر دیں۔ درباریوں نے بھی بلند آہنگی کے ساتھ اس مطالبہ کی تائید کی، نجاشی نے مسلمانوں کو بلا کر پوچھا کہ وہ کون سا نیا مذہب ہے جس کے لیے تم لوگوں نے اپنا خاندانی مذہب چھوڑ دیا؟

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی دربارِ حبش میں اسلام پر تقریر

مسلمانوں نے نجاشی سے گفتگو کے لیے اپنی طرف سے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا۔ انہوں نے اس طرح تقریر کی۔

Marfat.com

بادشاہ سلامت! ہماری قوم نہایت جاہل تھی، ہم بت پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاریاں کرتے تھے، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کوستاتے تھے، طاقتور کمزوروں کو کھا جاتا تھا، غرض ہم اس بدبختی میں تھے کہ خدا نے خود ہی ہماری جماعت میں سے ایک شخص کو ہمارے پاس رسول صلی اللہ علیہ وسلم بنا کر بھیجا، ہم اس کی شرافت، راستی، دیانت داری اور پاکبازی سے اچھی طرح آگاہ تھے، اس نے ہم کو شرک و بت پرستی سے روک کر توحید کی دعوت دی، راست بازی، امانت داری، ہمسایہ اور رشتہ داروں سے محبت کا سبق ہم کو سکھایا اور ہم سے کہا کہ ہم جھوٹ نہ بولیں، بے وجہ دنیا میں خونریزی نہ کریں، بدکاری اور فریب سے باز آئیں، یتیم کا مال نہ کھائیں، شریف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں، بت پرستی چھوڑ دیں، ایک خدا پر ایمان لائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں، زکوٰۃ دیں۔ ہم اس پر ایمان لائے اور اس کی تعلیم پر چلے، ہم نے بتوں کو پوجنا چھوڑا، صرف ایک خدا کی پرستش کی اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا۔ اس پر ہماری قوم ہماری جان کی دشمن ہوگئی، اس نے طرح طرح سے ظلم و تشدد کر کے ہم کو پھر بت پرستی اور جاہلیت کے برے کاموں میں مبتلا کرنا چاہا، یہاں تک کہ ہم لوگ ان کے ظلم وستم سے تنگ آ کر آپ کی حکومت میں چلے آئے۔

نجاشی نے کہا، تمہارے نبی پر جو کتاب نازل ہوئی ہے اس کو کہیں سے پڑھ کر سناؤ۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی چند آیتیں تلاوت کیں تو نجاشی پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی۔ اس نے کہا، خدا کی قسم! یہ اور تورات ایک ہی چراغ کے پر تو ہیں اور قریش کے سفیروں سے مخاطب ہو کر کہا، واللہ میں ان کو کبھی واپس جانے نہ دوں گا۔

سفرائے قریش نے ایک دفعہ پھر کوشش کی اور دوسرے روز دربار میں باریاب ہو کر عرض کی، حضور! کچھ یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق ان لوگوں کا کیا خیال ہے؟ نجاشی نے جواب دینے کے لیے مسلمانوں کو بلایا، ان لوگوں کو سخت تردد تھا کہ کیا جواب دیں گے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا، کچھ بھی ہو، خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ بتایا ہے، ہم اس سے انحراف نہیں کریں گے۔ غرض دربار میں پہنچے تو نجاشی نے پوچھا: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نسبت تمہارا کیا اعتقاد ہے؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا، ہم ان کو خدا کا بندہ، پیغمبر اور اس کی روح مانتے ہیں۔ نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا کر کہا، واللہ! جو کچھ تم نے کہا، عیسیٰ بن مریم اس سے اس تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں ہیں۔ یہ سن کر دربار کے پادری جو ابن اللہ کا عقیدہ رکھتے تھے، نہایت برہم ہوئے، نتھنوں سے خرخراہٹ کی آوازیں آنے لگیں، لیکن نجاشی نے کچھ پرواہ نہ کی اور قریش کی سفارت ناکام واپس آئی۔

حبشہ سے مدینہ منورہ

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ کی ہجرت کے چھ سال بعد تک حبشہ ہی میں رہے، ھ میں وہ حبشہ سے مدینہ آئے، یہ وہ زمانہ تھا کہ خیبر فتح ہوگیا تھا اور مسلمان اس کی خوشی منا رہے تھے کہ مسلمانوں کو اپنے ان دور افتادہ بھائیوں کی واپسی کی دوہری خوشی حاصل ہوئی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سامنے آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو گلے

Marfat.com

سے لگایا اور پیشانی چوم کر فرمایا: میں نہیں جانتا کہ مجھ کو جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی یا خیبر کی فتح سے۔
حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی واپسی کو ابھی ایک سال بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ ان کے امتحان کا وقت آ گیا۔

غزوہ موتہ

جمادی الاول ۸ھ میں موتہ پر فوج کشی ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کا علم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو عطا کر کے فرمایا کہ اگر زید رضی اللہ عنہ شہید ہوں تو جعفر رضی اللہ عنہ اور اگر جعفر رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوں تو عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ اس جماعت کے امیر ہوں گے۔

شہادت

موتہ پہنچ کر معرکہ کارزار گرم ہوا، تین ہزار غازیان دین کے مقابلہ میں دشمن کا ایک لاکھ ٹڈی دل لشکر تھا، امیر فوج حضرت زید رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ گھوڑے سے کود پڑے اور علم کو سنبھال کر دشمن کی صفیں چیرتے ہوئے آگے بڑھے، دشمنوں کا ہر طرف سے نرغہ تھا، تیغ وتبر، تیروسنان کی بارش ہورہی تھی، یہاں تک کہ تمام بدن زخموں سے چھلنی ہوگیا، دونوں ہاتھ بھی یکے بعد دیگرے شہید ہوئے مگر اس جانباز نے اس حالت میں بھی توحید کے جھنڈے کو سرنگوں ہونے نہ دیا بالآخر شہید ہوکر گرے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اور ان کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے علم ہاتھ میں لیا اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کچھ مانگتا تو وہ انکار کردیتے لیکن جب اپنے والد جعفر رضی اللہ عنہ کا واسطہ دیتا تو بغیر کچھ دیے نہ رہتے۔

حضرت ربیعہ بن اکثم شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ ربیعہ بن اکثم بن سنجرہ بن عمرو بن لکیز بن عامر الاسدی۔ کنیت ابو یزید۔

آپ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے، اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر تیس برس تھی، اس کے بعد احد، خندق، حدیبیہ وغیرہ میں بھی شریک رہے، غزوہ خیبر میں شہادت پائی۔

خیبر کے قلعوں میں سے ایک قلعہ تھا جسے نطاۃ کہا جاتا تھا۔ اسی قلعے میں حارث نامی یہودی نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ رواۃ حدیث میں سے ہیں کتب حدیث میں آپ رضی اللہ عنہ کی سند سے حدیث روایت کی گئی ہے، بطور تبرک وتعلم ایک حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں۔

عن سعید بن المسیب عن ربیعة بن اکثم قال ۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیستاك

Marfat.com

عرضًا، ویشرب مصاً، ویقول . هو اهنا وامرا

حضرت ربیعہ بن اکثم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چوڑائی میں مسواک فرمایا کرتے تھے اور (پانی وغیرہ پینے کی چیزیں) چسکی لے کر پیتے تھے اور فرماتے تھے۔ یہ (طریقہ) خوشگوار اور زود ہضم (ونافع) ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب الاشربہ) (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی واسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت رِفاعہ بن وقش شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ رفاعہ بن وقش بن زغبہ بن زعوراء بن عبید الاشہل الانصاری۔

آپ رضی اللہ عنہ حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں، جو بڑھاپے کے عالم میں غزوہ احد میں شہید ہوئے تھے، ان کی شہادت کا تذکرہ گزر چکا ہے، اتفاق سے حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بھی غزوہ احد میں شہید ہوئے اور اس وقت وہ بھی بوڑھے تھے، گویا دو بھائی، دونوں بوڑھے، دونوں شہید اور دونوں کی شہادت غزوہ احد میں، سبحان اللہ۔

آپ رضی اللہ عنہ کو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شہید کیا تھا، (اس وقت تک حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مسلمان نہ ہوئے تھے)۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت رافع بن بدیل شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ رافع بن بدیل بن ورقاء الخزاعی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے نام میں قدرے اختلاف ہے۔ ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام رافع نقل کیا ہے، جبکہ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام نافع بتلایا ہے اور بظاہر نافع والی روایت ہی صحیح ہے، کیونکہ اہل مغازی اور مورخین اسی نام پر اتفاق کرتے نظر آتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ بیئر معونہ کے واقعہ میں شہید ہوئے۔ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ شعر کہا ہے۔

رحم الله نافع بن بدیل رحمة المبتغی ثواب الجهاد

اللہ تعالیٰ نافع بن بدیل پر ویسی رحمت نازل فرمائے جیسی جہاد کا اجر پانے کی خواہش رکھنے والے پر نازل فرماتا ہے۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت زہیر بن عیاض شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ زہیر بن عیاض الفہری۔ قبیلہ بنی حارث بن فہر سے تھے۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کس طرح واقع ہوئی ؟ آیئے اس کا واقعہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی زبانی سنتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقیس بن صبابہ کو بنی النجار کے پاس بھیجا، ان کے ساتھ مہاجرین میں سے ایک صحابی زہیر بن عیاض فہری کو کر دیا اور یہ زہیر اہلِ بدر میں سے تھے اور غزوہ احد میں بھی شریک ہوئے تھے۔ ان کو بنی نجار کے پاس بھیجنے کا مقصد مقیس کے مقتول بھائی کی دیت وصول کرنا تھا، چنانچہ جب انہوں نے مقیس کو اس کے بھائی کی دیت اداء کر دی اور مقیس دیت کو اپنی تحویل میں لے کر مطمئن ہو گیا تو اس نے زہیر بن عیاض رضی اللہ عنہ پر حملہ کر کے انہیں شہید کر دیا اور خود مرتد ہو کر (بھاگ کھڑا ہوا)۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ابن اثیر شیبانی)

حضرت زہیر بن قیس شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ زہیر بن قیس البلوی، کنیت، ابوشداد۔

آپ رضی اللہ عنہ برقہ نامی جگہ میں رومیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ شہادت سے کچھ عرصہ قبل عبدالعزیز بن مروان سے کسی بات پر بحث ہوئی، اس نے کچھ اونچ نیچ بات کی تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا۔

اتقول لوجل جمع ما انزل الله علی نبیه قبل ان یجمع ابواك هذا؟

کیا تو (یہ بات) ایسے شخص کو کہہ رہا ہے جس نے وہ کتاب جو اللہ نے اپنے نبی پر نازل کی تیرے والدین سے پہلے (اپنے سینے میں) جمع و محفوظ کر رکھی ہے۔

یہ کہا اور اٹھ کر برقہ تشریف لے گئے وہاں رومیوں سے مڈبھیڑ ہو گئی اور اسی لڑائی میں شہید ہو گئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت رباح مولیٰ بنی جُحجبی شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کو غزوہ احد میں شرکت کی سعادت ملی اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ابن اثیر شیبانی)

حضرت ربعی بن تمیم شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ ربعی بن تمیم بن یعار۔

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ غزوہ احد میں شریک ہوئے اور شہادت جنگ یمامہ میں ہوئی۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت ربیعہ بن ابی خرشہ شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ ربیعہ بن ابی خرشہ بن عمرو بن ربیعہ بن حبیب القرشی العامری۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ فتح مکہ والے دن مسلمان ہوئے اور جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت ربیعہ بن الفضل شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ ربیعہ بن الفضل بن حبیب بن زید تمیم۔ بنی معاویہ بن عوف سے تعلق تھا۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق غزوہ احد میں شریک ہوئے اور اسی غزوہ میں شہادت پائی۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت رفاعہ بن عمرو بن نوفل شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ رفاعہ بن عمرو بن نوفل بن عبداللہ بن سنان انصاری۔

آپ رضی اللہ عنہ بدری صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے ہیں۔ غزوہ احد میں شریک ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت رفاعہ بن مسروح شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ رفاعہ بن مصروح الاسدی۔ قبیلہ بنی اسد بن خزیمہ سے تعلق تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت رئاب بن حنیف شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ رئاب بن حُنیف بن رئاب بن حارث بن امیہ بن زید انصاری۔

غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور بئر معونہ کے واقعے میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت زُرارہ بن قیس شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ زرارہ بن قیس بن حارث بن فہر بن قیس بن ثعلبہ انصاری۔

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں، جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت زُرعہ بن عامر شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ زرعہ بن عامر بن مازن بن ثعلبہ بن ھوازن بن اسلام الاسلم۔

آپ رضی اللہ عنہ قدماء صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے ہیں۔ غزوہ احد میں شریک ہوئے اور اسی غزوہ میں شہید ہوئے، بلکہ غزوہ احد میں مسلمانوں میں سب سے پہلے مقتول ہونے والے آپ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ یعنی آپ رضی اللہ عنہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد کے پہلے شہید ہیں۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت زہیر بن عجوہ شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ غزوہ حنین میں شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

Marfat.com

حضرتِ زیاد بن نعیم شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ زیادہ بن نعیم الفہری۔

جس دن بلوائیوں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے حتمی حملہ کیا اور گھر پر چڑھ دوڑے، آپ رضی اللہ عنہ اسی دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دفاع کرتے ہوئے ان کے ہمراہ شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت زید بن ازور شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت زید بن اسید شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ زید بن اسید بن حارثہ الثقفی۔

آپ رضی اللہ عنہ بھی جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت زید بن ربعہ شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ زید بن ربعہ بن اسد بن عبدالعزیٰ

آپ رضی اللہ عنہ کے والد کے نام کے بارے میں اختلاف ہے، چنانچہ اس بارے میں دو اقوال اور ہیں، ایک یہ کہ ان کا نام ربیعہ ہے اور دوسرا یہ کہ ان کا نام زمعہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ حنین میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت زید بن رقیش شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ زید بن رقیش۔ آپ رضی اللہ عنہ جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت زید بن زمعہ شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ زید بن زمعہ بن اسود بن اسد بن عبدالعزیٰ القرشی۔

آپ رضی اللہ عنہ غزوہ حنین میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت خارجہ بن حذافہ شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ آپ رضی اللہ عنہ کا نام خارجہ بن حذافہ بن غانم بن عامر عبداللہ القرشی العدوی۔

قریش کے نامور شہسواروں میں سے تھے۔ مشہور تھا کہ خارجہ ایک ہزار شہسواروں کے ہم پلہ ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمرو

Marfat.com

بن العاص رضی اللہ عنہ نے ایک جنگ کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین ہزار مجاہدین بطور کمک بھیجنے کی درخواست کی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی درخواست کے جواب میں حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا، گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ یہ تین حضرات تین ہزار کے قائم مقام ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ مصر کی فتح میں شریک رہے۔ حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو قاضی مقرر فرمایا تھا اور ایک روایت کے مطابق آپ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی پولیس کے چیف تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ حدیث کے راویوں میں سے ہیں۔ لیجئے! بطور تبرک ایک حدیث مبارکہ ملاحظہ فرمایئے۔

اخبر نا ابراھیم بن محمد بن مھران عن خارجة بن حذافة انه قال .خرج علینا رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال . ان الله امرکم بصلاة هي خیرلکم من حمرالنعم الوتر، جعله الله لکم فیما بین صلوٰة العشاء الیٰ ان یطلع الفجر .

حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اپنے دولت کدہ سے) ہم پر نکلے اور فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ایک نماز کا اضافہ کر دیا ہے، وہ نماز تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے زیادہ بہتر (اور قیمتی) ہے (اور وہ نماز) وتر ہے، جسے اللہ نے تمہارے لیے عشاء اور طلوع فجر کے درمیان مقرر فرمایا ہے۔

(مفہوم حدیث) (سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب تفریع ابواب الوتر)

شہادت

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ تین خوارج نے بیک وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا اور ان میں سے ہر ایک نے ایک ایک ہستی کو اپنے ذمے لے لیا۔

جس خارجی نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو شہید کرنا تھا، اتفاق سے جس دن وہ حملہ آور ہوا، اس دن فجر کی نماز علالت کی وجہ سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے خود نہیں پڑھائی بلکہ حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا کہا، چنانچہ دورانِ نماز خارجی نے حملہ کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ابن اثیر شیبانی) اناللہ وانا الیہ راجعون

حضرت خالد بن ثابت شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ خالد بن ثابت بن نعمان بن حارث بن عبدرزاح انصاری۔

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں اور بئیر معونہ کے واقع میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

Marfat.com

حضرت خالد بن سنان شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ خالد بن سنان بن ابی عبید بن وھب بن لوذان بن عبدود بن ثعلبہ الاوسی۔
آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے مشہور قبیلے اوس سے تھا، غزوہ احد میں شریک ہوئے اور واقعہ جسر میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت خالد بن نعمان شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ خالد بن نعمان بن حارث بن عبدرزاح انصاری
ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ جنگ موتہ میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت خِداش بن قتادہ شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ خداش بن قتادہ بن ربیعہ بن مطرف بن حارث انصاری۔
آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا۔ غزوہ بدر میں شریک تھے اور غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت خداش بن عیاش شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ خداش بن عیاش انصاری عجلانی۔
ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت خزیمہ بن اوس شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ خزیمہ بن اوس بن یزید بن اصرم انصاری۔
انصار کے قبیلہ بنونجار سے تعلق تھا۔ غزوہ بدر کے مجاہدین میں سے ہیں اور واقعہ جسر میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت خلاد بن عمرو بن جموح شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ خلاد بن عمرو بن جموح بن زید بن حرام بن کعب انصاری۔ انصار کے قبیلہ خزرج سے تعلق تھا۔ بدری صحابہ میں سے ہیں۔ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔

علامہ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔ ان کی والدہ ہند بنت عمرو حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی پھوپھی تھیں۔ انہوں نے احد کے دن اپنے شہید بیٹے، شہید خاوند اور شہید بھائی کے اجساد مطہرہ کو اونٹ پر لادا تا کہ انہیں مدینہ لے جا

Marfat.com

کردفنائیں لیکن انہیں واپس کرنے کا حکم دیا گیا، چنانچہ پھر یہ حضرات وہیں احد میں مدفون ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت خنیس بن حذافہ شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سہم القرشی۔

آپ رضی اللہ عنہ سابقین اولین مسلمانوں میں سے ہیں۔ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی، پھر واپس آ گئے اور پھر مدینہ ہجرت فرمائی، یوں دونوں ہجرتوں کا اجر اور سعادت حاصل کی۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے، غزوہ احد میں زخمی ہوئے اور اسی زخم سے شہادت واقع ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شوہر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حفصہ رضی اللہ عنہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت خثیمہ بن حارث شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ خثیمہ بن حارث بن مالک بن کعب بن نحاط بن غنم انصاری اوسی۔

آپ رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن خثیمہ رضی اللہ عنہ کے والد گرامی ہیں۔ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ ھبیرہ بن ابی وھب نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ (اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ابن اثیر شیبانی)

حضرت خالد بن ھلال شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ عہد فاروقی میں حضرت مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت دُرید بن زید الساعدی شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں اور جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت رافع بن سہل شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ رافع بن سہل بن وافع بن عدی بن زید بن امیہ بن زید انصاری۔

آپ رضی اللہ عنہ کا بدری ہونا بعض کمزور روایات سے ثابت ہے، البتہ اس بارے میں کوئی اختلاف اور ابہام نہیں غزوہ احد اور اس کے بعد کی جنگوں میں آپ رضی اللہ عنہ شریک رہے، یہاں تک کہ جنگِ یمامہ میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ علامہ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

دوران جنگ حضرت رافع بن سہل رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور بلند آواز سے اپنی قوم کو پکار کر کہا۔

یا آلَ سَهل! ماتستبقون من انفسكم؟

Marfat.com

اے آلِ سہل! کتنا بچاؤ گے اپنی جانوں کو؟

بس یہ کہا اور زرہ اتار پھینکی اور تلوار لے کر حملہ آور ہو گئے یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت رافع بن معلّٰی شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ رافع بن معلّٰی بن لوذان بن حارثہ بن عدی بن ثلعبہ انصاری۔

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے، عکرمہ بن ابوجہل نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت خارجہ بن زید بن ابی زہیر شہید

خارجہ نام، قبیلہ خزرج کے خاندان اغر سے ہیں۔ نسب نامہ یہ ہے۔ خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ بن ابی زہیر بن مالک اغر بن امراء القیس بن مالک۔ رئیس قبیلہ اور کبار صحابہ میں سے تھے۔

اسلام

عقبہ میں بیعت کی۔

غزوات اور عام حالات

ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ آ کر انہی کے ہاں قیام کیا تھا اور انہی سے مواخاۃ ہوئی۔ بدر میں شریک تھے اور امیہ بن خلف کو کئی آدمیوں کے ساتھ مل کر مارا تھا، امیہ کے بیٹے صفوان نے ا۔ باپ کے قاتلوں کو تاڑ لیا تھا، چنانچہ دوسرے سال جب غزوہ احد واقع ہوا تو اس کو ان لوگوں کے قتل کی فکر ہوئی۔

شہادت

حضرت خارجہ رضی اللہ عنہ نہایت بہادری سے لڑے اور دس سے اوپر نیزوں کے زخم کھا کے زمین پر گر گئے، صفوان نے ان کو شناخت کر کے ناک، کان اور دیگر اعضاء کاٹے اور کہا کہ اب میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوا، میرے باپ کے عوض محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بڑے بڑے بہادر کام آئے۔

ان کے بھتیجے سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ بھی اس معرکہ میں دادِ شجاعت دے کر شہید ہوئے تھے۔ چچا بھتیجے دونوں ایک ہی قبر میں دفن کئے گئے۔

حضرت ذوالشمالین شہید

عمیر نام، ابومحمد کنیت، ذوالشمالین لقب۔ نسب نامہ یہ ہے۔ عمیر بن عبد عمرو بن نضلہ بن عمرو بن غبشان بن سلیم بن مالک

Marfat.com

بن عبسی بن حارثہ بن عمرو بن عامر۔

اسلام و ہجرت

ان کا زمانہ اسلام متعین نہیں، قبول اسلام کے بعد ہجرت کی اور سعد بن خثیمہ کے مہمان ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں اور یزید بن حارث میں مواخاۃ کرادی۔

شہادت

حضرت ذوالشمالین رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب بزرگوں میں تھے جن کا دامن زیادہ عرصہ تک دنیا سے ملوث نہ ہونے پایا، مدینہ آنے کے بعد بدر عظمیٰ میں شریک ہوئے۔ ان کا اول اور آخر غزوہ یہی تھا، اس میں جام شہادت پی کر پاک وصاف دنیا سے اٹھ گئے۔ غربت کے غمگسار بھائی یزید نے بھی جو زندگی میں رفیق تھے، سفر آخرت میں ساتھ نہ چھوڑا اور انہوں نے بھی اسی غزوہ میں مرتبہ شہادت حاصل کیا۔

حضرت سلمہ بن ہشام شہید

سلمہ نام، سلسلہ نسب یہ ہے۔ سلمہ بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر المخزومی القرشی۔ ماں کا نام ضباعہ تھا، سلمہ رضی اللہ عنہ مشہور دشمن اسلام ابوجہل کے بھائی تھے۔

اسلام، ہجرت اور شدائد

دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں مشرف با اسلام ہوئے اور ہجرت کر کے حبشہ گئے لیکن کچھ دنوں کے بعد اہل مکہ کے اسلام کی غلط خبر سن کر دوسرے مہاجرین کے ساتھ واپس آگئے، اس خبر کی تردید کے بعد اور لوگ تو واپس چلے گئے لیکن ان کو ابوجہل نے نہ جانے دیا اور طرح طرح کی تکلیفیں پہنچانا شروع کیں، کھانا پینا بالکل بند کر دیا، مار پیٹ بھی کرتا تھا لیکن یہ وہ نشہ نہ تھا جس کو سختی کی تلخی اتار دیتی، اس لیے اس کی تمام کوششیں ناکام ہوئیں، ابھی اسلام بھی اتنا قوی نہیں ہوا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ مدد فرماتے۔ لیکن نماز کے بعد سلمہ اور ان کے ساتھیوں کے لیے دعا فرماتے تھے کہ خدایا ولید بن ولید، سلمہ بن ہشام اور عیاش بن ربیعہ کو مشرکین مکہ کی سختیوں سے نجات دلا اور پھر بالآخر نجات مل گئی۔

بدر کا معرکہ ان کی قید کے زمانہ میں ختم ہو چکا تھا، رہائی کے بعد اور تمام لڑائیوں میں برابر شریک ہوتے رہے۔ غزوہ موتہ میں جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پیرا کھڑ گئے تھے، ان میں ایک سلمہ رضی اللہ عنہ بھی تھے، اس ندامت میں انہوں نے باہر نکلنا چھوڑ دیا، جب باہر نکلتے تو لوگ فرار بھگوڑا کہہ کر طعنہ زنی کرتے تھے۔ لیکن رحمۃ اللعالمین کرار حملہ آور کہہ کر حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔

شہادت

عہد صدیقی میں شام کی فوج کشی میں شریک ہوئے، اسی سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ھ میں مرج

Marfat.com

روم کے معرکہ میں شہید ہو گئے۔

حضرت زید بن ازور شہید

آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ حضرت ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت زید بن اسید شہید

آپ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے۔زید بن اسید بن حارثہ الثقفی رضی اللہ عنہ۔آپ رضی اللہ عنہ بھی جنگِ یمامہ میں شہید ہوئے۔(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت زید بن ربعہ بن اسد بن عبدالعزیٰ

آپ رضی اللہ عنہ کے والد کے نام کے بارے میں اختلاف ہے، چنانچہ اس بارے میں دو اقوال اور ہیں۔

ایک یہ کہ ان کا نام ربیعہ ہے اور دوسرا یہ کہ ان کا نام زمعہ ہے۔آپ رضی اللہ عنہ غزوہ حنین میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت زید بن رقیش شہید

آپ رضی اللہ عنہ کا نام زید بن رقیش۔آپ رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت زید بن زمعہ شہید

آپ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے۔زید بن زمعہ بن اسود بن اسد بن عبدالعزی القرشی۔آپ رضی اللہ عنہ غزوہ حنین میں شہید ہوئے۔(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت زید بن سراقہ شہید

آپ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے۔زید بن سراقہ بن کعب بن عمرو بن عبدالعزی بن خزیمہ الخزرجی۔

آپ رضی اللہ عنہ اہلِ فارس سے لڑی جانے والی جنگوں میں شامل رہے اور ہجری میں پیش آنے والے واقعہ جسر میں شہادت پائی۔(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی، اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت زید بن عبید شہید

آپ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے۔زید بن عبید بن معلی بن لوذان انصاری۔

آپ رضی اللہ عنہ انصار کے قبیلہ اوس سے تھے۔عدوی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کو غزوہ بدر میں

Marfat.com

شمولیت کا شرف حاصل ہے۔ جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ موتہ میں ہوئی۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت زید بن ملحان شہید

آپ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے۔ زید بن ملحان بن خالد بن زید بن حرام۔

غزوہ احد میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی اور واقعہ جسر میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت زہیر بن المغفل شہید

آپ رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ یہ ہے۔ زہیر بن المغفل بن عوف بن عمیر بن کلب بن ذہل بن یسار۔ آپ رضی اللہ عنہ جنگ قادسیہ میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حارث بن صمہ شہید

حارث نام، ابوسعید کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن عتیک بن عمرو بن عامر (مبذول) بن مالک بن نجار۔ ہجرت سے قبل اسلام لائے۔

غزوات اور دیگر حالات

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ سے جو راہِ خدا میں سخت مصیبتوں کا مقابلہ کر چکے تھے، اخوت قائم ہوئی۔

غزوہ بدر میں شریک تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روحاء نام کے ایک مقام پر پہنچے تھے کہ چوٹ آ گئی، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مدینہ واپس کر دیا اور غنیمت و اجر میں شامل فرمایا۔

غزوہ احد میں جبکہ تمام لوگ منتشر ہو گئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت پامردی سے داد شجاعت دی اور عثمان بن عبداللہ بن مغیرہ کو قتل کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا تمام سامان ان کو دے دیا۔ ان کے علاوہ اس غزوہ میں اور کسی مسلمان کو کسی کافر کا سامان نہیں دیا۔

اسی معرکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ بولے، پہاڑ کی طرف مشرکین کے نرغہ میں تھے۔ میں نے جانا چاہا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر پڑ گئی تو اس طرف چلا آیا۔ ارشاد ہوا ان کو فرشتے بچا رہے ہیں۔ حارث حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف کے پاس گئے۔ دیکھا تو ان کے سامنے سات آدمی پچھڑے پڑے ہوئے ہیں۔ پوچھا یہ سب تمہیں نے مارے ہیں؟ بولے ارطاۃ اور فلاں فلاں کو تو میں نے قتل کیا۔ باقی ان لوگوں کے قاتل مجھ کو نظر نہیں آئے۔ حارث نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل صحیح فرمایا تھا۔

وفات

بیر معونہ کے معرکہ میں آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن امیہ لشکر کے جانوروں کو چرانے گئے ہوئے تھے کہ اسی دوران

Marfat.com

انہیں اپنے مقام پڑاؤ پر چیلیں اور دوسرے پرندے اُڑتے نظر آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ عمرو رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر اسی سمت چلے، دیکھا تو مسلمانوں کی لاشیں خاک وخون میں غلطاں ہیں۔ عمرو سے کہا، بولو! کیا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے خیال میں ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلنا چاہیے اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جہاں منذر مارے جائیں، میں کس طرح وہاں سے ہٹ سکتا ہوں اور عمرو کو ساتھ لے کر کفار کی طرف بڑھے۔ انہوں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی جو بدن میں ہر جگہ پیوست ہو گئے اور حارث کی روح مطہر نے داعی اجل کو لبیک کہا، دوسرے ساتھی عمرو اسیر ہو گئے۔

حضرت حارثہ بن سراقہ

حارثہ نام، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے۔ حارثہ بن سراقہ بن حارث بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار۔ والدہ کا نام ربیع بنت نضر تھا وہ جلیل القدر صحابیہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی حقیقی پھوپھی تھی۔

اسلام

ہجرت سے قبل فوت ہو گئے تھے، والدہ زندہ تھیں اور اسلام کے شرف سے مشرف ہوئیں۔ ماں کے ساتھ بیٹے نے بھی دائرہ اسلام میں شمولیت اختیار کی۔

غزوہ بدر کی شرکت اور شہادت

غزوہ بدر میں شریک تھے۔ جس روز کوچ کا حکم ہوا سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ناظر ونگران بنا کر ساتھ لیا۔ ایک حوض پر پانی پی رہے تھے کہ حبان بن عرفہ نے تیر مارا۔ جس نے اس تشنہ دہن کو شربت شہادت سے سیراب کیا۔ کہتے ہیں کہ انصار میں سب سے پہلے انہی کو شرف شہادت حاصل ہوا۔

بدر سے واپسی کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حارثہ سے مجھے جس قدر محبت تھی آپ کو معلوم ہے اگر وہ جنت میں گئے ہوں تو خیر میں صبر کروں گی، ورنہ آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ ارشاد ہوا کیا کہہ رہی ہو، جنت ایک نہیں بلکہ بہت سی ہیں اور حارثہ تو جنت الفردوس میں ہیں۔

اس بشارت کو سن کر وہ باغ باغ ہو گئیں، مسکراتی ہوئی اٹھیں اور کہنے لگیں، بخ بخ یا حارثہ! یعنی واہ واہ اے حارثہ۔

حضرت حنظلہ بن ابی عامر شہید

حنظلہ نام، غسیل الملائکہ، تقی القاب، قبیلہ اوس کے خاندان عمرو بن عوف سے ہیں۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔

حنظلہ بن ابی عامر، عمرو بن صیفی بن مالک بن امیہ بن ضبیعہ ابن زید بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

Marfat.com

ابو عامر (حنظلہ کا باپ) قبیلہ اوس میں نہایت شریف اور با اثر شخص تھا، بعثت نبوی کا قائل تھا، اسی جذبہ مذہبی نے رہبانیت کی طرف مائل کیا، ریاست دنیاوی سے دست کش ہوکر مذہبی سیادت حاصل کی اور گوشہ عزلت اختیار کیا، راہب اسی وجہ سے لقب پڑا۔

لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور مدینہ میں خلافت الٰہی کی بناء ڈالی گئی تو ابو عامر اور ابن ابی دونوں کی سیادت میں رخنہ پڑا تو ابن ابی نے منافقانہ طرز عمل اختیار کیا اور مدینہ میں مقیم رہا۔ ابو عامر کا پیمانہ صبر زیادہ لبریز تھا۔ وہ مدینہ میں نہ ٹھہر سکا اور مکہ کی سکونت اختیار کی۔ غزوہ احد میں قریش مکہ نہایت سرو سامان سے اٹھے تو ابو عامر بھی جوش حسد میں ان کے ساتھ آیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے فاسق کا لقب تجویز کیا۔ جس سے تاریخ اسلام میں وہ اب تک مشہور ہے۔

احد کے بعد پھر مکہ کو مراجعت کی اور وہیں مقیم رہا۔ ۸ھ میں جب فضائے بطحا پر توحید کا علم لہرایا تو اس پر یہ زمین بھی تنگ ہوگئی۔ مکہ سے نکل کر روم پہنچا اور ہرقل کے دامن میں پناہ لی اور اسی جگہ ۹ھ یا ۱۰ھ میں مر گیا۔

ابو عامر کی شدت کفر کا تو یہ عالم تھا۔ اس کے بیٹے (حنظلہ) کی حرارت ایمانی کا یہ حال تھا کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حکم ہو تو اپنے باپ کا خاتمہ کروں لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور نہیں کیا۔ عبد اللہ بن ابی کے فرزند حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بھی یہی درخواست کی تھی، ان کو بھی یہی جواب عنایت ہوا۔

غزوہ بدر میں کسی سبب سے شریک نہ تھے، احد میں شرکت کی جو ان کے لیے پہلا اور آخری غزوہ ثابت ہوا۔

شہادت

بیوی سے ہم بستر تھے کہ نفیر عام سنی، اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے، نہانا تک یاد نہ رہا تھا۔ شمشیر بکف میدان میں پہنچے۔ ابو سفیان بن حرب رئیس کفر سے مقابلہ ہوا، اس کو اٹھا کر دے مارنا چاہتے تھے کہ کام تمام کر دیں کہ شداد بن اسود لیثی (ابن شعوب) نے دیکھ لیا جھپٹ کر بڑھا اور ایسا وار کیا کہ حنظلہ کا سر دھڑ سے الگ ہوگیا۔

بعض کا خیال ہے کہ ابوسفیان نے ابن شعوب کے ساتھ مل کر مارا تھا۔ مار کر بولا، حنظلۃ، حنظلاۃ یعنی حنظلہ، حنظلہ کے مقابلہ میں ہے۔

بدر میں ابوسفیان کا ایک لڑکا حنظلہ مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا، یہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

غسیلِ ملائکہ

چونکہ حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے اس لیے ملائکہ نے ان کو غسل دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان کی بیوی سے دریافت کرو بات کیا تھی؟ بیوی نے واقعہ بیان کیا۔ فرمایا: اسی وجہ سے فرشتے غسل دے رہے تھے۔ غسیل ملائکہ کا لقب اسی وجہ سے ان کو حاصل ہوا۔

Marfat.com

حضرت خالد بن سعید بن العاص شہید رضی اللہ عنہ

نام و نسب، حضرت خالد رضی اللہ عنہ بن سعید بن العاص شہید رضی اللہ عنہ

خالد نام، ابو سعید کنیت۔ سلسلہ نسب یہ ہے۔ خالد بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی قرشی اموی۔ نانہالی تعلق ثقیف سے تھا۔

اسلام

حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب بزرگوں میں ہیں جو اس وقت مشرف با اسلام ہوئے جب چند بندگان خدا کے سوا ساری دنیا توحید کی آواز سے نا آشنا تھی، ان ہی کے اسلام سے ان کے گھر میں اسلام کی روشنی پھیلی۔

ان کے اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ دعوت اسلام کے ابتدائی زمانہ میں انہوں نے خواب دیکھا کہ یہ ایک آتشیں غار کے کنارے کھڑے ہیں اور ان کے والد ان کو اس میں دھکیل رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گلا پکڑے ہوئے روک رہے ہیں۔ اس پریشان کن خواب نے آنکھ کھول دی۔ گھبرا کر اٹھ بیٹھے اور بے ساختہ زبان سے نکل گیا کہ خدا کی قسم! یہ خواب حقیقت ہے اور اس کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ تم ایک نہ ایک دن ضرور مشرف با اسلام ہوگے۔ اس لیے میں تم کو دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ تم فوراً حلقہ بگوش اسلام ہو جاؤ اور تمہارے والد اس آتشیں غار میں گریں گے، لیکن تم کو اسلام اس میں گرنے سے بچالے گا۔

چنانچہ خالد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس چیز کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بلاشرکت غیر خدائے واحد کی عبادت کرو، مجھ کو اس کا بندہ اور رسول مانو اور ان پتھروں کی پوجا چھوڑ دو جو تمہارے نفع اور نقصان کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے، حتیٰ کہ اس سے بھی لاعلم ہیں کہ ان کی پرستش کے دعویداروں میں کون ان کی پرستش کرتا ہے اور کون نہیں کرتا، یہ تعلیمات سن کر دل کے ساتھ زبان نے بھی خدا کی وحدانیت اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کر دی۔

آزمائش اور استقامت

اسلام لانے کے بعد گھر والوں سے چھپ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعوت اسلام میں مصروف ہو گئے، والد کو خبر ہوئی تو انہوں نے ان کے بھائیوں کو پکڑنے کے لیے بھیجا، وہ ان کو گرفتار کر کے لے گئے۔ پہلے اسلام چھوڑنے کا مطالبہ ہوا۔ یہاں جواب صاف تھا کہ جان جائے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب نہیں چھوٹ سکتا، اس جواب پر پہلے زجر و توبیخ شروع ہوئی۔ جب یہ بے اثر ثابت ہوئی تو زدوکوب کی نوبت آئی اور اس بے دردی سے مارے گئے کہ سر پر پڑتے پڑتے لکڑی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی، جب مارتے مارتے تھک گئے تو پھر باز پرس شروع ہوئی کہ تم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکتوں کو جانتے ہوئے

Marfat.com

ان کا ساتھ کیوں دیا؟ تم آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ وہ پوری قوم کی مخالفت کرتے ہیں ان کے معبودوں اور ان کے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہتے ہیں اور اس میں تم بھی ان کی ہمنوائی کرتے ہو، مگر اس مار کے بعد بھی اس بادہ حق کے سرشار کی زبان سے نکلا کہ خدا کی قسم! وہ جو کچھ کہتے ہیں سچ کہتے ہیں اور اس میں میں ان کے ساتھ ہوں۔ جب سنگدل باپ ہر طرح سے تھک چکا تو عاجز ہو کر قید کر کے کھانا پینا بند کر دیا اور لوگوں کو منع کر دیا کہ کوئی شخص ان سے گفتگو نہ کرے۔

چنانچہ یہ کئی دن تک بے آب ودانہ تنہائی کی قید جھیلتے رہے، چوتھے دن موقع پا کر بھاگ نکلے اور اطراف مکہ میں روپوش ہو گئے۔

ہجرت حبشہ

جب مسلمانوں کا دوسرا قافلہ حبشہ جانے لگا تو یہ بھی اپنی بیوی امیمہ یا ہمینہ اور بھائی عمرو کو ساتھ لے کر حبشہ چلے گئے، یہیں ان کے صاحبزادہ سعید اور صاحبزادی ام خالد پیدا ہوئیں۔

ہجرت مدینہ اور غزوات

غزوہ خیبر کے زمانہ میں حبشہ سے مدینہ آئے۔ گو یہ اس میں شریک نہیں ہوئے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں ان کا حصہ بھی لگایا، اس کے بعد عمرۃ القضا، فتح مکہ، حنین، طائف اور تبوک وغیرہ سب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔

ابتدائی غزوات بدر واحد وغیرہ میں شریک نہیں ہو سکے تھے۔ اس محرومی پر ہمیشہ افسوس کرتے رہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ہم لوگ بدر کے شرف سے محروم رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ کیا تم کو یہ پسند نہیں ہے کہ لوگوں کو ایک ہجرت کا شرف حاصل ہو اور تم کو دو کا۔

مدینہ کا قیام

مدینہ آنے کے بعد سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مراسلات کا عہدہ ان کے متعلق کر دیا تھا اور وہ تحریری نامہ وپیام کی خدمت انجام دیتے تھے۔ ھ میں بنو ثقیف کا جو وفد آیا تھا اس کے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان گفتگو کی خدمت انہی نے انجام دی تھی اور وفد کے مشرف باسلام ہونے کے بعد معاہدہ بھی انہی نے تحریر کیا تھا۔

یمن کی گورنری

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے کنبہ بھر میں حکومت کی صلاحیت تھی، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں بھائیوں کو حکومت کے عہدوں پر ممتاز کیا تھا۔ آبان کو بحرین پر، عمرو کو تیماء پر اور خالد رضی اللہ عنہ کو یمن پر مامور کیا۔ یہ تینوں تاحیات نبوی خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سن کر وہاں سے واپس ہوئے۔

Marfat.com

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ بھیجنا چاہا اور فرمایا کہ تم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ عامل ہو، تم سے زیادہ کون اس عہدہ کا مستحق ہوسکتا ہے لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم ابی لحیمہ کی اولاد ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے عامل نہ بنیں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتنہ ارتداد کی روک تھام میں بڑی سرگرمی سے حصہ لیا، مشہور مرتد عمرو بن معدیکرب زبیدی کو جو اسود عنسی کے حلقہ میں تھا، زخمی کیا اور اس کی تلوار اور گھوڑا چھین لیا، مگر وہ بچ کر بھاگ نکلا۔ فتنہ ارتداد ختم ہونے کے بعد شام کی فوج کشی کے سلسلہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو فوج کے ایک حصہ کا سپہ سالار بنایا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے متردد ہوئے لیکن آخر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اصرار سے مجبور ہوگئے تاہم پھر بھی انہیں معزول نہیں کیا بلکہ سپہ سالاری کے عہدہ سے تنزل کر کے تیماء کی امدادی فوج کے دستہ کا امیر بنا دیا اور ان کی جگہ پر یزید بن ابی سفیان کا تقرر کیا اور خالد رضی اللہ عنہ کو یہ ہدایتیں دے کر تیماء روانہ کیا کہ راستہ میں ان مسلمانوں کو جو پہلے ارتداد کی شورش میں شریک ہوئے ہوں ساتھ لے لینا اور بغیر میرا حکم ملے خود حملہ کی ابتدا نہ کرنا۔ رومیوں کی خبر ہوئی تو انہوں نے بہت سے عربی قبائل کو لے کر مختلف اطراف میں چھاپے مارنا شروع کر دئے۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دربار خلافت میں اطلاع بھیجی وہاں سے مقابلہ کا حکم آیا، لیکن خالد رضی اللہ عنہ کے بڑھتے بڑھتے رومی منتشر ہوگئے اور عربی قبائل جو ان کے ساتھ ہوگئے تھے، پھر اسلام لے آئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے دوبارہ اطلاع بھیجی آپ نے حکم دیا کہ ابھی پیش قدمی جاری رکھو، مگر اس طرح کہ دشمن عقب سے حملہ نہ کرسکیں۔ اس حکم کے مطابق یہ آگے بڑھے، باہان رومی مقابلہ کو نکلا، لیکن شکست ہوئی۔ انہوں نے اس کی اطلاع دربار خلافت میں بھیجی نیز مزید امدادی فوج طلب کی۔

اسی دوران میں عام لشکر کشی ہوئی عکرمہ ذوالکلاع اور ولید آپ رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے بھیجے گئے، ان کے پہنچتے ہی خالد رضی اللہ عنہ رومیوں کے مقابلہ میں نکلے، باہان بطریق رومی اپنی فوج کو دمشق کی طرف ہٹالے گیا۔ لیکن یہ برابر بڑھتے ہوئے چلے گئے اور دمشق واقوصہ کے درمیان خیمہ زن ہوئے، باہان کا مسلح دستہ تاک میں لگا ہوا تھا، اس نے ہر چہار طرف سے ناکہ بندی کر دی اور خود حملہ کرنے کے لیے بڑھا راستہ میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سعید ملے ان کو گھیر کر شہید کر دیا۔

حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو وہ ایسے سراسیمہ ہوئے کہ پیش قدمی روک کر پیچھے ہٹ آئے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے ہوشیاری کے ساتھ باہان کو ان کے تعاقب سے روک دیا اور خالد رضی اللہ عنہ ذوالمرہ میں آکر مقیم ہوگئے، پھر کچھ دنوں کے بعد مدینہ آگئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی کمزوری پر مناسب تنبیہ کی اور فرمایا واقعی عمر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ ان کا زیادہ تجربہ رکھتے تھے۔ کاش میں نے ان کے مشورہ پر عمل کیا ہوتا۔ اس کے بعد برابر لڑائیوں میں شریک ہوتے رہے اور گزشتہ کمزوری کی تلافی میں بڑے جوش سے لڑتے تھے۔ چنانچہ فحل، دمشق وغیرہ میں بڑی جانبازی دکھائی۔

Marfat.com

شہادت

فحل کی مہم کے بعد اسلامی فوج نے مرج صفر کا رخ کیا، اسی درمیان میں حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ام حکیم سے عقد کر لیا اور مرج صفر پہنچ کر بیوی سے ملنے کا قصد کیا۔ بیوی نے کہا اس معرکہ کے بعد اطمینان سے ملنا زیادہ بہتر ہے۔

انہوں نے جواب دیا میرا دل کہتا ہے کہ اس لڑائی میں جام شہادت پیوں گا۔ غرض مرج صفر ہی میں بیوی سے ملاقات کی اور صبح کو احباب کی دعوت کی، ابھی لوگ کھانے سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ رومی میدان میں آ گئے۔ ایک رومی نے مبارز طلبی کی، حضرت خالد رضی اللہ عنہ مقابلہ کے لیے نکلے اور نکلتے ہی شہید ہو گئے۔

ان کی بیوی کا یہ سبق آموز واقعہ قابل ذکر ہے کہ جزع فزع اور سوگ نشینی کے بجائے شوہر کے خون کے انتقام کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی اور مردوں کے دوش بدوش لڑ کر سات رومیوں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔

حضرت حارث بن ہشام شہید

نام ونسب۔ حارث بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم قرشی مخزومی۔

دشمن اسلام ابوجہل کے حقیقی بھائی تھے۔ قبل از اسلام حارث مکہ کے رئیس اور بڑے مخیّر اور فیاض آدمی تھے، صدہا غریبوں کی روٹی ان کی ذات سے چلتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے اسلام لانے کی بڑی خواہش تھی، ایک مرتبہ ان کا ذکر آیا تو فرمایا حارث سردار ہیں، کیوں نہ ہوں ان کے باپ بھی سردار تھے۔ کاش خدا انہیں اسلام کی ہدایت دیتا۔ بدر میں ابوجہل کے ساتھ تھے، لیکن میدان جنگ سے بھاگ نکلے اور ابوجہل مارا گیا۔ ان کی اس بزدلی پر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اشعار میں غیرت دلائی۔ انہوں نے اشعار ہی میں اس کی توجیہ پیش کی، احد میں بھی مشرکین کے ہمراہ تھے۔

فتح مکہ میں دوسرے سرداران قریش کی طرح مشرف با اسلام ہوئے۔ اسلام کے بعد سب سے پہلے غزوہ حنین میں شریک ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مال غنیمت میں سے سو اونٹ مرحمت فرمائے۔

حنین کے بعد مکہ لوٹ گئے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت مدینہ ہی میں موجود تھے۔ چنانچہ جب سقیفہ بنی ساعدہ میں مہاجرین اور انصار میں خلافت کے بارے میں اختلاف ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے یہ صائب رائے ظاہر کی کہ خدا کی قسم اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الایمۃ من قریش نہ فرمایا ہوتا تو ہم انصار کو بے تعلق نہ کرتے کیونکہ وہ اس کے اہل ہیں، لیکن رسول اللہ کے فرمان میں کوئی شک وشبہ نہیں، اگر قریش میں صرف ایک شخص باقی ہوتا تو بھی خدا اس کو خلیفہ بناتا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب شام پر فوج کشی کا عزم کیا اور تمام بڑے بڑے روساء کو اس میں شرکت کی دعوت دی تو حضرت حارث رضی اللہ عنہ کو بھی ایک خط لکھا۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ حصول سعادت کے بہت سے مواقع کھو چکے تھے، اس لئے گذشتہ کی تلافی کے لئے فوراً آمادہ ہو گئے لیکن ان کی ذات تنہا نہ تھی، وہ صدہا غریبوں کا سہارا تھے، اس لئے مکہ ماتم کدہ بن گیا۔ سب با دیدہ پرنم رخصت کرنے کو نکلے، جب بطحی کے بلند حصے پر پہنچے تو رونے والوں کی گریہ وزاری پر ان کا دل بھر آیا، اور

Marfat.com

ان الفاظ میں ان کی تشفی کی کوشش کی۔

لوگو! خدا کی قسم میں اس لئے تم لوگوں سے جدا نہیں ہو رہا ہوں کہ مجھ کو تمہارے مقابلہ میں کوئی ذاتی منفعت مقصود ہے یا تمہارے شہر کے مقابلہ میں دوسرا شہر پسند ہے، بلکہ ایک اہم معاملہ پیش آ گیا ہے اس میں قریش کے بہت سے اشخاص شریک ہو چکے ہیں جو تجربہ اور خاندانی اعزاز کے اعتبار سے کوئی امتیاز نہیں رکھتے، اگر ہم نے اس زریں موقع کو چھوڑ دیا تو اگر مکہ کے تمام پہاڑ سونے کے ہو جائیں اور ان سب کو ہم خدا کی راہ میں لوٹا دیں تب بھی اس کے ایک دن کے برابر اجر نہیں پا سکتے۔ ان لوگوں کے مقابلہ میں اگر ہم کو دنیا نہ ملی تو کم از کم آخرت کے اجر میں تو شریک ہو جائیں گے، ہماری یہ نقل مکانی خدا کے لئے اور شام کی طرف ہے۔

غرض اس ولولہ اور جوش کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے فحل اور اجنادین کے معرکوں میں داد شجاعت دی، اس سلسلہ کی مشہور جنگ یرموک میں جب ابتداء میں مسلمانوں کے پاؤں اکھڑے تو بہت سے مسلمان شہید ہو گئے، حضرت حارث رضی اللہ عنہ بھی شدید زخمی ہو گئے، دم واپسیں پیاس کا غلبہ ہوا، پانی مانگا، فوراً پانی لایا گیا، پاس ہی ایک دوسرے زخمی مجاہد تشنہ لب پڑے تھے، فطری فیاضی نے گوارہ نہ کیا کہ ان کو پیاسا چھوڑ کر خود سیراب ہوں۔ چنانچہ پانی ان کی طرف بڑھا دیا، ان کے پاس ایک تیسرے زخمی اسی حالت میں تھے، اس لئے انہوں نے ان کی طرف بڑھا دیا، ان کے پاس پانی پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ دم توڑ دیا، غرض تینوں پیاسے دم آخر ایثار و قربانی کی مثال بنے حوض کوثر پر پہنچ گئے۔

جاتے جاتے آپ رضی اللہ عنہ سے علمی استفادہ بھی کرتے چلیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار حدیث کے راویوں میں ہوتا ہے، اور آپ رضی اللہ عنہ کی برکت سے کئی مفید باتیں امت کو پہنچیں، ایک حدیث پیش خدمت ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ آپ پر وحی کس طرح آتی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کبھی تو میرے پاس وحی گھنٹی کی گونج کی طرح آتی ہے اور یہ مجھ پر وحی کی سب سے پر مشقت صورت ہے، پھر جب وہ مجھ سے منقطع ہوتی ہے تو جو کچھ (اس وحی میں) ارشاد فرمایا ہوتا ہے وہ میں یاد کر چکا ہوتا ہوں، اور کبھی فرشتہ میرے لئے انسانی شکل اپنا لیتا ہے، پھر وہ مجھ سے گفتگو کرتا ہے جو کچھ وہ کہتا ہے میں یاد کر لیتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے سخت سردی کے دن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب وحی مکمل ہوئی تو ان کی پیشانی سے پسینہ بہ رہا تھا۔ (مفہوم حدیث) (الصحیح للبخاری/الصحیح لمسلم، کتاب الفضائل)

حضرت حسیل بن جابر شہید

نام ونسب۔ حسیل بن جابر بن ربیعہ بن فروہ بن حارث بن مازن العبسی۔

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار سے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ مشہور زمانہ صحابی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے والد

Marfat.com

محترم ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے دو بیٹوں حذیفہ رضی اللہ عنہ اور صفوان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غزوہ احد میں شریک ہوئے، اور اسی غزوہ میں آپ رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ہاتھوں غلطی سے شہید ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ کے تذکرے میں گزر چکا ہے، قندِ مکرر کے طور پر دوبارہ ملاحظہ ہو۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد کے لئے تشریف لے جانے لگے تو حضرت حسیل رضی اللہ عنہ اور حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ کو عورتوں اور بچوں کے پاس چھوڑ گئے، یہ دونوں بوڑھے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

مَا نَنْتَظِرُ؟ وَاللّٰهِ مَا نَحْنُ اِلَّا هَامَةَ الْيَوْمِ اَوْ غَداً، فَلَوْ خَرَجْنَا، اَفَلَا نَاْخُذُ اَسْيَافَنَا ثُمَّ نَلْحَقُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّرْزُقَنَا الشَّهَادَةَ ۔

ہم کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ آج نہیں تو کل، بالآخر ہم نے فنا ہو جانا ہے، تو کیا ہم بھی جنگ کے لئے نہ چلیں؟ کیا ایسا نہ کریں کہ تلواریں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں، شاید کہ اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت عطا فرما دے۔

بس یہ کہا اور تلواریں لے کر میدان میں پہنچ گئے اور لڑائی میں کود گئے۔ مسلمانوں کو ان کی آمد اور جنگ میں شرکت کا پتہ نہ تھا، چنانچہ حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ مشرکین کے ہاتھوں شہید ہو گئے، جب کہ حضرت حسیل رضی اللہ عنہ انجانے میں مسلمانوں کی تلواروں کا شکار ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو اپنے والد کا خون معاف کر دیا اور ان کی دیت بھی مسلمانوں پر صدقہ کر دی۔ اور یوں یہ دونوں بوڑھے حضرات نئی اور لازوال جوانی پانے کے لئے جنت جا پہنچے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ابن اثیر شیبانی)

حضرت حکم بن مسعود شہید

نام ونسب۔ حکم بن مسعود بن عمرو الثقفی۔

آپ رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبید رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ اور انہیں کے ہمراہ واقعہ جسر میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حکیم بن حزن شہید

نام ونسب۔ حکیم بن حزن بن ابی وہب بن عمرو بن عایذ القرشی المخزومی۔

آپ رضی اللہ عنہ مشہورِ زمانہ تابعی حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کے چچا ہیں۔

فتح مکہ والے سال آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے والد گرامی رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے اور جنگ یمامہ میں دونوں شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت حمام بن الجموح شہید

نام ونسب۔ حمام بن الجموح بن زید انصاری۔

Marfat.com

انصاری صحابی ہیں غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی / اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت حُنَیف بن ریاب شہید

نام ونسب۔ حنیف بن ریاب بن حارث بن امیہ بن سالم انصاری۔

غزوہ احد اور اس کے بعد کی اسلامی جنگوں میں شریک رہے، اور جنگ موتہ میں شہادت پائی۔

(اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت حارث بن مالک انصاری شہید

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ امام المجاہدین والمحدثین سیدنا عبداللہ بن مبارک و دیگر محدثین کرام رحمہم اللہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک حدیث نقل کی ہے، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ رضی اللہ عنہ کے مابین ہونے والے ایک خوبصورت اور ایمان افروز مکالمے پر مشتمل ہے، آیئے وہ حدیث مبارکہ اصل الفاظ سمیت پڑھتے ہیں اور پھر اس کی روشنی میں اپنا جائزہ لیتے ہیں۔

حضرت صالح بن مسمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک بار) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَا حَارِثُ بنُ مَالِك، كَيْفَ اَصبَحتَ؟

اے حارث بن مالک! تم نے کس حال میں صبح کی؟

قال ۔ اَصْبَحْتُ مُومِناً حَقًا ۔

عرض کیا۔ میں نے پکے مومن ہونے کی حالت میں صبح کی۔

قال ۔ اِنَّ لِكُلِّ قَوْلٍ حَقِيقَةً، فَمَا حَقِيقَةُ اِيْمَانِكَ؟

ارشاد فرمایا۔ بے شک ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟

قال ۔ عَزَفَتْ نَفْسِيْ عَنِ الدنيا، فَاَسْهَرْتُ لَيْلِي، وَاَظْمَاْتُ نَهَارِيْ، وَكَاَنّي اَنْظُرُ اِلىٰ عَرْشِ رَبّي، وَكَاَنّي اَنْظُرُ اِلىٰ اَهْلِ الجَنَّةِ يَتَزَاوَرُوْنَ فِيهَا وَكَاَنّي اَسْمَعُ عُوَاءَ اَهْلِ النَّارِ ۔

عرض کیا۔ میرا دل دنیا سے بے رغبت ہو گیا، پس میں نے اپنی راتوں کو بیدار رکھا اور دن کو پیاسا رکھا (یعنی رات عبادت میں اور دن روزے میں کٹتا ہے) اور (میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ) گویا میں اپنے پروردگار کا عرش دیکھ رہا ہوں، اور اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جنت میں باہم مل رہے ہیں، ملاقاتیں کر رہے ہیں، اور گویا میں جہنم والوں کی (آہ و بکا اور) بھونک سن رہا ہوں۔

فقلل ۔ مُومِنٌ نَوَّرَاللهُ قَلْبَه

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مومن ہے، اللہ نے اس کا دل منور کر دیا ہے۔ (اوردہ الحسینی فی اتحاف السادۃ

Marfat.com

المتقین ،،، الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

اس روایت کو اور بھی کئی حضرات نے کلمات کی کچھ تبدیلی کے ساتھ نقل کیا ہے۔ طبرانی نے کبیر میں، امام ابن ابی شیبہ نے، علامہ ہیثمی نے زوائد میں اور امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔

ایک دوسری روایت کے آخر میں یہ الفاظ بھی ہیں۔

فقال یَا رَسُولَ اللهِ ! اُدْعُ اللهَ لِی بِالشَّهَادَةِ، فَدَعَا لَه، فَأُغِيرَ علىٰ سَرْحِ الْمَدِينَةِ فَخَرَجَ فَقَاتَلَ فَقُتِلَ.

انہوں نے درخواست کی کہ یارسول اللہ! میرے لئے اللہ تعالیٰ سے شہادت کی دعا فرمادیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمادی، (چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو شہادت نصیب ہوئی، اور وہ اس طرح کہ) مدینہ کے مویشیوں پر کچھ لوگوں نے حملہ کر دیا (مسلمان دفاع کے لئے نکلے، ان کے ہمراہ) آپ رضی اللہ عنہ بھی گئے اور وہاں لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حبیب بن عبداللہ شہید

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد جب ارتدادی فتنوں نے سر اٹھایا تو خلیفۃ المسلمین، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف علم جہاد بلند کر دیا۔ ان فتنوں میں سے ایک بڑا فتنہ مسیلمہ کذاب کا تھا۔ حضرت حبیب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا خط دے کر بطور قاصد مسیلمہ اور اس کے قبیلہ بنو حنیفہ کے پاس بھیجا تھا، تاکہ وہ جا کر انہیں سمجھائیں اور اسلام کی طرف لوٹ آنے کی دعوت دیں۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے بڑی خوبی سے اس ذمہ داری کو نبھایا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خط انہیں پڑھ کر سنایا اور خوب نصیحت آموز وعظ فرمایا۔ لیکن مسیلمہ کذاب نے بجائے ماننے کے الٹا انہیں شہید کر ڈالا۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حارث بن مضرس شہید

نام ونسب۔ حارث بن مضرس بن عبدرزاج۔

آپ رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جنہوں نے سن ۶ ھ میں حدیبیہ کے موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر موت کی بیعت کی تھی، جسے بیعت رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ بیعت رضوان کے بعد ہونے والی اسلامی جنگوں میں برابر شریک رہے اور جنگ قادسیہ میں شہادت پائی۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت حارث بن مسعود شہید

نام ونسب۔ حارث بن مسعود بن عبدہ بن مظہر بن قیس انصاری۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے مشہور قبیلے اوس سے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ ۱۵ھ میں واقعہ جسر میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حبیب بن اسید شہید

نام ونسب۔ حبیب بن اسید بن جاریہ۔

آپ رضی اللہ عنہ بنی زہرہ کے حلیف تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ یمامہ میں ہوئی۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حجاج بن حارث شہید

نام ونسب۔ حجاج بن حارث بن قیس بن عدی بن سہم القرشی السہمی۔

آپ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بھی حبشہ کی جانب ہجرت کی تھی اور غزوہ احد کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ اجنادین میں ہوئی۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی، اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ

وہ ایک یتیم بچہ تھا۔ اس کے چچا نے اس کی پرورش کی تھی، جب وہ بچہ جوان ہوا تو چچا نے اونٹ، بکریاں غلام دے کر اس کی حیثیت مستحکم کردی تھی۔ اس نے اسلام کے متعلق کچھ سنا اور دل میں توحید کا شوق پیدا ہوا لیکن چچا سے اس قدر ڈرتا تھا کہ اظہار اسلام نہ کرسکا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس گئے تو اس نے چچا سے کہا: مجھے برسوں انتظار کرتے گزر گئے کہ کب آپ کے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔ اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں؟ لیکن آپ کا حال وہی پہلے کا سا چلا آ رہا ہے۔ میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کرسکتا۔ مجھے اجازت دیجئے کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔

چچا نے جواب دیا: دیکھ! اگر تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبول کرنا چاہتا ہے تو میں سب کچھ تجھ سے چھین لوں گا۔ تیرے بدن پر چادر اور تہبند تک باقی نہ رہنے دوں گا۔ اس نے جواب دیا: چچا جان! میں مسلمان ضرور ہوں گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع قبول کروں گا۔ شرک اور بت پرستی سے بیزار ہو چکا ہوں۔ اب آپ کا جو منشاء ہے کریں۔ اور جو کچھ میرے قبضہ میں مال وزر وغیرہ ہے سب کچھ سنبھال لیجئے۔ میں جانتا ہوں کہ ان چیزوں کو آخر ایک روز یہیں دنیا میں چھوڑ جانا ہے۔ اس لیے میں ان کے لئے سچے دین کو ترک نہیں کرسکتا۔

اس نے یہ کہہ کر ان کے دیے کپڑے بھی لوٹا دیئے اور ایک پھٹی پرانی چادر اوڑھ لی۔ پھر اپنی ماں کی خدمت میں حاضر ہوا، اور کہا: میں مومن اور موحد ہو گیا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں۔ ستر پوشی کے لئے کپڑے کی

Marfat.com

ضرورت ہے مہربانی کر کے کچھ دے دیجیے۔ ماں نے ایک کمبل دے دیا، اس نے کمبل پھاڑ آدھے کا تہبند بنالیا، آدھا اوپر کر لیا اور مدینہ کو روانہ ہو گیا۔ علی الصبح مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پہنچ گیا اور مسجد سے ٹیک لگا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں بیٹھ گیا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں آئے، اسے دیکھ کر پوچھا کہ کون ہو؟ کہا میرا نام عبدالعزی ہے، فقیر ومسافر ہوں، طالب ہدایت ہو کر آپ کے پاس آ پہنچا ہوں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (آج سے) تمہارا نام عبداللہ ہے۔ ذوالبجادین لقب ہے، تم ہمارے قریب ہی ٹھہرو اور مسجد میں ہی رہا کرو۔ یوں عبداللہ اصحاب صفہ میں شامل ہو گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن پاک سیکھتے اور دن بھر عجب ذوق وشوق اور خوش ونشاط سے پڑھا کرتے۔

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگ تو نفل نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے ذکر کر رہا ہے کہ دوسروں کی قرآت میں مزاحمت ہوتی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! اسے کچھ نہ کہو۔ یہ تو اللہ اور اس کے رسول کے لئے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے۔ عبداللہ کے سامنے غزوہ تبوک کی تیاری ہونے لگی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعا دیتے ہوئے فرمایا: الٰہی! میں کفار پر اس کا خون حرام کرتا ہوں۔ عبداللہ نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تو شہادت کا طالب ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ کے راستے میں نکلو اور پھر بخار آئے اور مر جاؤ تب بھی تم شہید ہی ہو گے۔ تبوک پہنچ کر یہی ہوا کہ بخار چڑھا اور انتقال کر گئے۔

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ کے دفن کی کیفیت دیکھی ہے۔ رات کا وقت تھا پہلے وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اترے، اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ان کی لاش لحد میں رکھ رہے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی قبر میں اترے اور حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے فرما رہے تھے، اپنے بھائی کو میرے قریب کرو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں اینٹیں بھی اپنے ہاتھ سے رکھیں اور پھر دعا فرمائی۔ اے اللہ! میں ان سے راضی ہوا، تو بھی ان سے راضی ہو جا۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کاش! اس قبر میں، میں دفن کیا جاتا۔

(مدارج النبوۃ مترجم جلد 2، صفحہ 90-91؛ ابن ہشام)

حضرت حبیب بن تیم شہید

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ ابن ابی حاتم کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

حضرت مصعب بن عمیر مکے کے ایسے حسین وجمیل اور خوشرو نوجوان تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کا تذکرہ

Marfat.com

کرتے تو فرماتے کہ مکے میں مصعب رضی اللہ عنہ سے زیادہ کوئی حسین وخوش پوشاک اور پروردہ نعمت نہیں ہے۔ ان کے والدین کو ان سے شدید محبت تھی، خصوصاً ان کی والدہ خناس بنت مالک نے مالدار ہونے کی وجہ سے اپنے جگر گوشے کو نہایت ناز ونعم سے پالا تھا۔ وہ اپنے زمانہ کے لحاظ سے عمدہ سے عمدہ پوشاک پہنتے اور لطیف سے لطیف خوشبو استعمال کرتے تھے۔ حضرمی جوتا جو اس زمانے میں صرف امراء کے لئے مخصوص تھا وہ ان کے روزمرہ کے کام آتا تھا اور ان کے وقت کا اکثر حصہ آرائش وزیبائش میں بسر ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں انہیں اتنی نعمتوں سے نوازا تھا وہاں ان کے آئینہ دل کو بھی نہایت صاف وشفاف بنایا تھا جس پر صرف ایک عکس کی دیر تھی

چنانچہ مکے میں توحید کی صدا بلند ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی دعوت دی تو یہ بھی شرک وبت پرستی سے متنفر ہو گئے۔ اور آستانہ نبوت پر حاضر ہو کر اسلام کے جانبازوں میں داخل ہو گئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارقم بن ابی ارقم کے مکان میں قیام پذیر تھے اور مکے کی سرزمین مسلمانوں پر تنگ ہو رہی تھی۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان کی ماں اور ان کے اہلِ خاندان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیغام کے اس قدر دشمن ہیں کہ اس کو ایک لحظہ کے لئے بھی برداشت نہیں کر سکتے لیکن نیکی رغبت اور بدی سے نفرت نے انہیں ہر چیز سے بے نیاز کر دیا اور وہ زندگی کے حقیقی مقصد کو جان کر اس کے حصول میں لگے گئے۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر بہترین امت میں داخل تو ہو گئے لیکن کفر وشرک کی بے پناہ یلغار کے باعث ایک عرصے تک انہیں اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھنا پڑا اور وہ چھپ چھپ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے اور اسلامی تعلیمات حاصل کرتے رہے۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ عثمان بن طلحہ نے جو اس وقت تک مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے، انہیں کہیں نماز پڑھتے دیکھ لیا اور جا کر ان کی ماں اور ان کے اہلِ خاندان کو خبر کر دی۔ بس پھر کیا تھا ماں اور خاندان والوں کی ساری محبت نفرت میں بدل گئی، سارے ناز ونعم ختم ہو گئے اور مجرم توحید کو قیدِ تنہائی کے مصائب وآلام کے حوالے کر دیا گیا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ ایک عرصے تک تمام اذیتیں برداشت کرتے رہے، نرم ونازک لباس میں ان کے لئے کوئی جاذبیت نہ رہی۔ انواع واقسام کے کھانے ان کی نظروں میں ہیچ ہو گئے، نشاط افزا عطریات کا شوق ختم ہو گیا اور دنیاوی عیش وتنعم اور مادی اسباب ووسائل سے یکسر بے نیاز ہو گئے۔ اب ان کے سامنے صرف ایک ہی مقصد تھا۔ یہ وہ مقصد تھا جسے جلوہ توحید نے ان کے دل میں روشن کیا اور تمام فانی ساز وسامان سے بے پروا کر دیا تھا۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ اب زندانِ تنہائی سے تنگ آ گئے، اشاعت اسلام کا جذبہ ان کے دل میں ابھرتا اور وہ اپنی اس

Marfat.com

تلخ زندگی پر سخت متاسف ہوتے ادھر کچھ دوسرے دلدادگانِ جلوہ توحید بھی کفار کی سختیاں سہتے سہتے عاجز آ گئے تھے اور کسی ایسی جائے پناہ کی تلاش میں تھے جہاں انہیں کچھ اطمینان وسکون میسر ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مشورہ دیا کہ تم لوگ فی الحال حبشہ کو ہجرت کر جاؤ، وہاں کا بادشاہ رحمدل اور منصف مزاج ہے وہ تم کو آرام سے رکھے گا۔ یہ حکم پاتے ہی مصیبت زدہ مسلمانوں کا ایک کثیر التعداد قافلہ ہجرت کے لئے آمادہ ہو گیا جس کے رئیس حضرت عثمان بن منطعون تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس قافلے میں تھے۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر نے بھی ان متلاشیانِ امن وسکون کے ساتھ سرزمینِ حبشہ کی راہ لی اور آ اپنے آپ کو غریب الوطنی کے مصائب وآلام کے حوالے کر دیا۔

ابھی یہ لوگ کچھ ہی دن حبش میں رہے تھے کہ ان کو اہل مکہ کے اسلام کی خبر ملی اور فطرۃً وطن لوٹنے کا شوق پیدا ہوا۔ لہٰذا یہ لوگ مکہ روانہ ہو گئے۔ مگر مکے کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط تھی۔ بہر حال یہ سب کسی نہ کسی کی امان میں داخل ہو گئے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کے علاوہ تمام حضرات مکے ہی میں ٹھہر گئے۔ ہجرت کے مصائب نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کی ظاہری حالت میں نمایاں فرق پیدا کر دیا تھا۔ اب نہ وہ رنگ باقی رہا تھا اور نہ وہ روپ چہرے پر دکھائی دیتا تھا۔ یہاں تک کہ خود ان کی ماں کو اپنے نورِ نظر کی پریشاں حالی پر رحم آ گیا اور وہ مظالم کے اعادہ سے باز آ گئی۔

اس اثنا میں آفتابِ اسلام کی شعاعیں یثرب کی وادی میں پہنچ چکی تھیں اور مدینہ منورہ کا ایک معزز طبقہ مشرف باسلام ہو گیا تھا۔ مدینے کے حق پرستوں نے دربارِ نبوت میں درخواست بھیجی کہ ہماری تعلیم وتلقین پر کسی کو مامور فرمایا جائے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا۔ آپ کی نگاہ جوہر شناس نے اس خدمت کے لئے مصعب رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا اور چند زریں نصائح کے بعد انہیں مدینہ منورہ کی طرف بھیج دیا۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر نے اس منصبِ جلیلہ پر فائز ہو کر تعلیمِ قرآن اور اشاعتِ اسلام کے سلسلے میں جو بیش بہا خدمت انجام دیں اور جس حسن وخوبی کے ساتھ عقائد ومحاسنِ اسلام بیان کر کے مدینے کی فضا کو اسلام کے لئے ہموار کیا وہ اسلامی تاریخ کا ایک پورا باب ہے اور اسلامی دعوت کی آئندہ مرکزی عمارت کے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔

ان کی شبانہ روز کوششوں اور انتھک محنت سے جب مدینہ منورہ میں فدا کارانِ اسلام کی ایک معتد بہ جماعت پیدا ہو گئی تو انہوں نے دربارِ نبوت سے اجازت حاصل کر کے حضرت سعد رضی اللہ عنہ بن خثیمہ کے مکان میں جماعت کے ساتھ نمازِ جمعہ کی بنا ڈالی۔ پہلے کھڑے ہو کر ایک نہایت موثر خطبہ دیا۔ پھر خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھائی اور نماز کے بعد حاضرین کی ضیافت کے لئے ایک بکری ذبح کی گئی۔ اس طرح وہ شعار اسلامی جو روزانہ عباداتِ الٰہی کے علاوہ ہفتہ میں ایک دفعہ برادرانِ اسلام کو ایک جگہ جمع ہو کر باہم بغل گیر ہونے کا موقع دیتا ہے، خاص حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر کی تحریک سے قائم کیا گیا تھا اور سب سے پہلے وہی اس کے امام تھے۔

Marfat.com

عقبہ کی پہلی بیعت میں صرف بارہ انصار شریک تھے لیکن حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ایک ہی سال میں تمام اہلِ یثرب کو فدائی اسلام بنا دیا اور تحریکِ اسلامی کو ایک نئے موڑ پر لے آئے۔ چنانچہ عقبہ ثانیہ کی بیعت میں تہتر اکابر و اعیانِ مدینہ کی پرعظمت جماعت اپنی قوم کی طرف سے تجدیدِ بیعت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں مدعو کرنے کے لئے روانہ ہوئی۔ ان کے معلمِ دین حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بھی ساتھ تھے۔ انہوں نے مکہ پہنچتے ہی سب سے پہلے آستانہ نبوت پر حاضری دی اور اپنی حیرت انگیز کامیابی کی مفصل داستان عرض کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت توجہ اور دلچسپی کے ساتھ تمام واقعات سنے اور ان کی محنت، جاں فشانی سے حد درجہ محظوظ ہوئے۔

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ ایک عرصہ کے بعد مکہ تشریف لائے تھے لیکن ابھی تک ماں سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ ماں نے بیٹے کے آنے کی خبر سنی تو کہلا بھیجا:۔

اے نافرمان فرزند! کیا تو ایسے شہر میں آئے گا جس میں مَیں موجود ہوں اور تو پہلے مجھ سے ملنے نہ آئے۔

انہوں نے نہایت بے نیازی سے جواب دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی سے ملنے نہیں جاوں گا۔

اس کے بعد حضرت مصعب رضی اللہ عنہ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملازمت حاصل کر چکے تو اپنی ماں کے پاس آئے اور طویل گفتگو کے بعد واپس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں چلے گئے۔ یہ ذی الحجہ کا مہینہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے تین مہینے (ذی الحجہ، محرم، صفر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی خدمت میں بسر کیے اور پہلی ربیع الاوّل کو آپ سے بارہ دن قبل مستقل طور پر ہجرت کر کے مدینہ کی راہ لی۔

2ھ سے حق و باطل، کفر و اسلام اور نور و ظلمت میں خونریز معرکوں کا سلسلہ شروع ہوا اور کفار کے فساد و بدامنی، طمع و ہوس، بغض و عدات اور تعصب و تنگ نظری کی آگ کو فرد کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ:

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا (الحج)

تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر بھی عرصہ دغا میں نکلے اور اس شان سے نکلے کہ غزوہ بدر میں مہاجرین کی جماعت کا سب سے بڑا پرچم ان کے ہات میں تھا۔ انہوں نے میدانِ فصاحت کی طرح یہاں بھی اپنے نمایاں جوہر کا اظہار کیا۔ چنانچہ اس کے بعد غزوہ احد پیش آیا تو اس میں بھی علمبرداری کا تمغائے شرف ان ہی کو ملا۔

شہادت

اس جنگ میں ایک اتفاقی غلطی نے جب فتح و شکست کا پانسہ پلٹ دیا اور فاتح مسلمان ناگہاں طور سے مغلوب ہو کر منتشر ہو گئے تو یہ علمبردار اسلام اس وقت بھی یکہ و تنہا زغہ اعداء میں ثابت قدم اور ہمت آزما رہا کیونکہ پرچم توحید کو پیچھے کی طرف جنبش دینا اس فدائی ملت کے لئے سخت عار تھا۔ غرض اسی حالت میں مشرکین کے ایک شہسوار ابن قمیہ نے بڑھ کر تلوار کا وار کیا جس سے داہنا ہاتھ شہید ہو گیا لیکن بائیں ہاتھ نے فوراً علم کو پکڑ لیا۔ اس وقت ان کی زبان پر یہ آیت جاری تھی۔

Marfat.com

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران)

ابن قمیہ نے دوسرا وار کیا تو بایاں ہاتھ بھی قلم تھا لیکن اس مرتبہ دونوں بازوؤں نے حلقہ کر کے علم کو سینے سے چمٹا لیا۔ دشمن نے جھنجھلا کر تلوار پھینک دی اور اس زور سے تاک کر نیزہ مارا کہ اس کی انی ٹوٹ کر سینے میں رہ گئی اور اسلام کا سچا جانباز اسی آیت کا اعادہ کرتے ہوئے فرش خاک پر دائمی راحت اور ابدی سکون کی نیند سو رہا تھا۔ یہ صورت دیکھ کر ان کے بھائی ابوالدوم رضی اللہ عنہ بن عمیر آگے بڑھے اور لوائے توحید کو سنبھالا دے کر پہلے کی طرح بلند رکھا اور آخر وقت تک شجاعانہ مدافعت کرتے رہے۔

تجہیز و تکفین کا بیان

جنگ ختم ہوگئی اور لشکر کفار اپنی موہوم فتح کے غرور باطل میں بدمست ہو کر واپس چلا گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی لاش کے قریب تشریف لائے۔ آپ نے کھڑے ہوئے پہلے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ

(اہل ایمان میں سے چند آدمی ایسے ہیں جنہوں نے خدا سے جو عہد کیا تھا اس کو سچا کر دکھایا) پھر لاش سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ:۔

میں نے تم کو مکہ میں دیکھا تھا جہاں تمہارے جیسا حسین و خوش پوشاک کوئی نہ تھا۔ لیکن آج دیکھتا ہوں کہ تمہار بال الجھے ہوئے ہیں اور جسم پر صرف ایک چادر ہے۔ بے شک خدا کا رسول گواہی دیتا ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہو گے۔ اس کے بعد نمازیانِ دینِ متین کو حکم ہوا کہ:۔ کشتانِ راہِ خدا کی آخری زیارت کر کے سلام بھیجیں۔

اور فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ روزِ قیامت تک جو کوئی ان پر سلام بھیجے گا وہ اس کا جواب دیں گے۔ (اللھم صلّ وسلِّم علیھم)

یہ وہ زمانہ تھا کہ مسلمان نہایت عسرت و تنگ دستی کی زندگی گزار رہا تھا اور غربت و افلاس کے باعث شہیدانِ ملت کے لئے کفن تک میسر نہ تھا۔ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کی لاش پر صرف ایک چادر تھی، جس سے سر چھپایا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور پاؤں چھپائے جاتے تو سر کھل جاتا تھا۔ بالآخر چادر سے چہرہ چھپایا گیا کہ حورانِ بہشتی کا شوقِ دیدار فزوں سے فزوں تر ہو جائے اور ان کے بھائی حضرت ابوالدوام رضی اللہ عنہ نے تین اور حضرات کی مدد سے سپردِ خاک کیا۔

بنا کروند خوش رسمے بخاک وخون غلطیدن خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اللہ اکبر! یہ وہی مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر تھے جن کو ابھی ہم مکے میں قبولِ اسلام سے پہلے بھی دیکھ چکے اور زبانِ صداقت و لسانِ وحی سے ان کے حسن و جمال اور ناز و نعم پروری کا حال سن چکے ہیں۔ ان کو مادی اسباب کی کیا پرواتھی؟ دنیاوی آسائش و راحت کی کون سی چیز انہیں حاصل نہیں تھی؟ وہ کونسا انسانی تکلف تھا جس کی ان سے آشنائی نہ ہو لیکن نیکوکاری کی رغبت اور خدا اور رسول کی محبت نے انہیں اس مقام پر پہنچا دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ دیا اور اہلِ دنیا

Marfat.com

کی حالت پر رحم آ گیا۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر دربار نبوت میں حاضر ہوئے۔ حالت یہ تھی کہ جسم پر ستر پوشی کے لئے صرف کھال کا ایک ٹکڑا تھا۔ جس میں جا بجا پیوند لگے ہوئے تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو عبرت سے گردنیں جھکا لیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الحمد للہ! اب دنیا کی تمام اہل دنیا کی حالت بدل جانا چاہئے۔ یہ وہ نوجوان ہے جس سے زیادہ کے میں کوئی ناز پروردہ نہ تھا۔ لیکن نیکوکاری کی رغبت اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نے اس کو تمام چیزوں سے بے نیاز کر دیا ہے۔

حضرت حبیب بن ربیعہ شہید

نام و نسب۔ حبیب بن ربیعہ بن عمرو الثقفی۔ آپ رضی اللہ عنہ واقعہ جسر میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حبیب بن زید شہید

نام و نسب۔ حبیب بن زید بن تمیم بن اسید بن خفاف الانصاری البیاضی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کی شاخ بنی بیاضہ سے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت حبیب بن عبد شمس شہید

نام و نسب۔ حبیب بن عبد شمس بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم۔ آپ رضی اللہ عنہ یمامہ کے معرکے میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حبیب بن عمرو شہید

نام و نسب۔ حبیب بن عمرو بن محصن بن عمرو بن عتیک بن مبذول۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی انصاری صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شرکت کے لئے جاتے ہوئے شہید کیے گئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حبیب بن یزید شہید

نام و نسب۔ حبیب بن یزید۔ بنی عمرو بن مبذول سے تعلق تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی انصاری صحابی ہیں۔ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حبیب بن ابی الیسر شہید

نام و نسب۔ حبیب بن ابی الیسر بن عمرو انصاری۔ آپ رضی اللہ عنہ واقعہ حرہ میں شہید ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دو

Marfat.com

بھائی اور بھی۔ ایک کا نام یزید رضی اللہ عنہ اور دوسرے کا نام عمیر رضی اللہ عنہ تھا۔ ان میں سے یزید رضی اللہ عنہ بھی واقعہ حرہ میں شہید ہو گئے تھے، جبکہ عمیر کو شہادت واقعہ جسر میں ملی۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی، اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت حبی بن حارثہ شہید

نام ونسب۔ حبی بن حارثہ الثقفی)۔ فتح مکہ کے دن مسلمان ہوئے اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی، اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت ثابت بن وقش انصاری شہید رضی اللہ عنہ

شوق شہادت بھی عجیب چیز ہے، جب یہ کسی دل میں سما جائے تو پھر اسے ہر چیز سے بے نیاز کر دیتا ہے پھر صبح ہو یا شام، دن ہو یا رات، طالب شہادت کے دل و دماغ پر ایک ہی دھن اور ایک ہی جنون سوار رہتا ہے کہ کب ملاقات کا پیام آتا ہے؟ کب جسم کے اعضاء بکھرتے ہیں؟ اور کب محبوب حقیقی کا دیدار نصیب ہوتا ہے شہادت کا سچا شوق، ولولہ اور جذبہ انسان کی ایمانی ترقی کا ایسا عروج ہے کہ جہاں پہنچ کر ایمان کی خاطر ہر قسمی قربانی دینا صرف آسان ہی نہیں، محبوب ترین عمل بن جاتا ہے یہ دیکھیے ایک منظر! یہ دو بوڑھے مسلمان ہیں ان کی گفتگو سنیے اور ان کا ولولہ اور ذوق دیکھیے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا نام ہے، ثابت بن وقش بن زغبہ بن زعوراء بن عبدالاشہل انصاری رضی اللہ عنہ

اور دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کا نام ہے، حُسیل بن جابر رضی اللہ عنہ (یہ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کے والد ہیں)۔

یہ دونوں حضرات بوڑھے تھے، چنانچہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ احد کے لئے تشریف لے جانے لگے تو ان دونوں کو عورتوں اور بچوں کے پاس چھوڑ گئے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔

مَا نَنْتَظِرُ؟ وَاللّٰهِ مَا نَحْنُ اِلَّا هَامَّةَ الْيَوْمَ اَوْ غَداً، فَلَوْ خَرَجْنَا، اَفَلَا نَاْخُذُ اَسْيَافَنَا ثُمَّ نَلْحَقُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم لَعَلَّ اللّٰهَ اَنْ يَّرْزُقَنَا الشَّهَادَةَ۔

ہم کس چیز کا انتظار کر رہے ہیں؟ آج نہیں تو کل، بالآخر ہم نے فنا ہو جانا ہے، تو کیا ہم بھی جنگ کے لئے نہ چلیں؟ کیا ایسا نہ کریں کہ تلواریں لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملیں، شاید کہ اللہ تعالیٰ ہمیں شہادت عطا فرما دے۔

بس یہ کہا اور تلواریں لے کر میدان میں پہنچ گئے اور لڑائی میں کود گئے۔ مسلمانوں کو ان کی آمد اور جنگ میں شرکت کا پتہ نہ تھا، چنانچہ حضرت ثابت بن وقش رضی اللہ عنہ مشرکین کے ہاتھوں شہید ہو گئے، جب کہ حضرت حسیل رضی اللہ عنہ انجانے میں مسلمانوں کی تلواروں کا شکار ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو اپنے والد کا خون معاف کر دیا اور ان کی دیت بھی مسلمانوں پر صدقہ کر دی۔ اور یوں یہ دونوں بوڑھے حضرات نئی اور لازوال جوانی پانے کے لئے جنت جا پہنچے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ابن اثیر شیبانی)

Marfat.com

حضرت حارث بن ابی ہالہ شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ربیب ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔

(ربیب بیوی کی اس اولاد کو کہا جاتا ہے جو اس کے پہلے خاوند سے ہو، اور اب دوسرے کی پرورش میں ہو، جیسے حضرت ھند بن ابی ھالہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حارث بن ابی ھالہ رضی اللہ عنہ، ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے خاوند سے بیٹے تھے۔)

علامہ کلبی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اِنَّہ اَوَّلُ مَنْ قُتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ تَحْتَ الرُّکْنِ الیَمَانِیِّ

آپ رضی اللہ عنہ پہلے وہ شخص ہیں جو راہ خدا میں (بیت اللہ شریف کے) رکن یمانی کے سائے میں شہید کیے گئے۔

علامہ عسکری رحمۃ اللہ علیہ آپ رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا واقعہ کچھ یوں نقل فرماتے ہیں۔

جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بعثت و رسالت کا برملا اعلان کرنے کا اور کھلے بندوں اسلام کی دعوت شروع فرمانے کا حکم دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام تشریف لے گئے اور (مشرکین مکہ کو مخاطب کر کے) فرمایا۔

لا الٰہ الا اللّٰہ کہہ دو! کامیاب ہو جاؤ گے۔

(یہ سننا تھا کہ) مشرکین آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر چڑھ دوڑے۔ ایک شخص (بھاگتا دوڑتا) اس واقعے کی خبر دینے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے پاس آیا۔ (خبر سنتے ہی) حضرت حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے لئے پہنچ گئے اور لوگوں میں گھس کر انہیں مارنا شروع کیا۔ مشرکین آپ رضی اللہ عنہ پر پل پڑے (اور اتنا مارا کہ) آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، اور یوں پہلے شہید کا درجہ پا گئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حارث بن عقبہ شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حارث بن عقبہ بن قابوس المزنی۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے چچا حضرت وہب بن قابوس رضی اللہ عنہ دونوں (اسلام قبول کرنے کے لئے) اپنی بکریوں سمیت مدینۃ المنورہ آئے۔ مگر جب وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں مدینۃ المنورہ تو خالی پڑا ہے۔ (لوگوں سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان کہاں ہیں؟ بتایا گیا کہ وہ مشرکین مکہ سے قتال فرمانے کے لئے احد تشریف لے گئے ہیں۔) یہ دونوں حضرات بھی احد چلے آئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں پیش ہوئے، اسلام قبول کیا اور میدان میں کود گئے، یہاں تک کہ لڑتے لڑتے جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کی شہادت کو یاد کر کے فرمایا کرتے تھے۔

Marfat.com

اِنَّ اَحَبَّ مَوْتَۃٍ اِلَیَّ مَوْتَۃُ الْمُزَنِیَّیْنِ

میرے نزدیک پسندیدہ ترین موت وہ ہے جوان دو مزنیوں کو نصیب ہوئی۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی راسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت حارث بن عتیک شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔حارث بن عتیک بن نعمان بن عمرو بن عتیک بن عمرو بن مبذول انصاری۔

کنیت۔آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابواحزم تھی۔اور آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے مشہور قبیلے بنی نجار سے تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ اسلامی جنگوں میں سب سے پہلے غزوہ احد میں شریک ہوئے اور پھر اس کے بعد برابر راہ خدا میں چلتے رہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کی جنگوں میں شریک ہوتے رہے، یہاں تک کہ سن ھ کے مشہور واقعے، واقعہ جسر میں شہادت پائی۔(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حارث بن عدی بن مالک شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔حارث بن عدی بن مالک بن حزام بن خدیج بن معاویہ انصاری، المعاوی۔

آپ رضی اللہ عنہ بھی اسلام کے سپاہی کی حیثیت سے سب سے پہلے جس جنگ میں کودے وہ غزوہ احد تھا۔شہادت کا تاج آپ رضی اللہ عنہ کو واقعہ جسر میں عطا ہوا۔(اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت حارث بن نعمان شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔حارث بن نعمان بن اساف بن نضلہ بن عبد مناف بن غنم بن مالک بن نجار انصاری۔

آپ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر، غزوہ احد سمیت تمام اسلامی معرکہ آرائیوں میں شریک رہے، یہاں تک کہ جنگ موتہ میں شہادت پائی۔(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حارث بن کعب شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔حارث بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار انصاری مازنی۔

آپ رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔(اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت حارث بن عدی بن خرشہ شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔حارث بن عدی بن خرشہ بن امیہ بن عامر بن خطمہ

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔غزوہ احد میں آپ رضی اللہ عنہ نے جان، جان آفریں پر نچھاور کی۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

Marfat.com

حضرت حارثہ بن سہل شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حارثہ بن سہل بن حارثہ بن قیس بن عامر بن مالک بن لوذان بن عمرو بن عوف انصاری۔

علامہ طبری، ابن شاہین اور ابن القداح رحمہم اللہ نے آپ کو رضی اللہ عنہ شہدائے احد میں شمار کیا ہے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حُباب بن جزء شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حباب بن جزء بن عمرو بن عامر بن رزاح بن ظفر الانصاری۔

آپ رضی اللہ عنہ کے والد کے نام میں قدرے اختلاف ہے، چنانچہ ابن قداح رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نام جُزَیٌ بتایا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ کو غزوہ احد میں شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی، اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حُباب بن زید شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حباب بن زید بن تیم بن امیہ بن خفاف انصاری۔

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا۔ غزوہ احد میں شریک ہوئے اور جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔

(اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت جعال الحبشی شہید رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا۔

اے اللہ کے رسول! اگر میں آپ کے سامنے لڑوں یہاں تک کہ (لڑتے لڑتے) شہید کر دیا جاوں تو کیا میرا پروردگار مجھے جنت میں داخل فرمادے گا اور میری تحقیر تو نہیں کرے گا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ اس نے کہا۔ یہ کیسے ہوگا، جبکہ میں بدبودار، سیاہ رنگ والا اور قوم کا ادنیٰ آدمی ہوں؟

(یہ کہہ کر) وہ چل دیا اور لڑائی میں شامل ہو کر شہید ہو گیا۔ شہادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے تو فرمایا۔

اَلْاٰنَ طَيَّبَ اللّٰهُ رِيْحَكَ يَا جُعَالُ وَبَيَّضَ وَجْهَكَ

اب تو اللہ نے آپ کو خوشبودار بنا دیا اے جعال! اور تمہارے چہرے کو سفید کر دیا۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

Marfat.com

حضرت ثعلبہ بن عنمہ شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ثعلبہ بن عنمہ بن عدی بن نابی بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ انصاری۔

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا، آپ رضی اللہ عنہ بھی بدری صحابی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ کے مشہور کارناموں میں سے ایک کارنامہ بنوسلمہ کے بتوں کی گت بنانا ہے۔آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دوساتھیوں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ کیا ساتھ مل کر بنوسلمہ کے بت توڑ ڈالے تھے۔قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ یَسْئَلُونَکَ عَنِ الاَهِلَّةِ (الآیۃ) (سورۃ البقرۃ)

آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی، چنانچہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

یَسْئَلُونَکَ عَنِ الاَهِلَّةِ (الآیۃ) (یہ آیت) معاذ بن جبل اور ثعلبہ بن عنمہ کے بارے میں نازل ہوئی، وہ دونوں انصاری تھے۔(اس کا سبب یوں ہوا کہ) یہ دونوں حضرات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا۔

اے اللہ کے رسول! یہ چاند کا کیا حال ہے؟ شروع شروع دنوں میں جب طلوع ہوتا ہے تو بالکل باریک ہوتا ہے پھر بڑھتے بڑھتے بڑا، ہموار اور گول ہو جاتا ہے پھر (دوبارہ گھٹنا شروع ہوتا ہے) تو اس وقت تک برابر گھٹتا چلا جاتا ہے جب تک کہ اپنی سابقہ حالت پر نہ لوٹ آئے۔(ان کے اس سوال کے جواب میں یہ) آیت مبارکہ نازل ہوئی۔(اخرجہ الثلاثۃ)

آپ رضی اللہ عنہ کے مقام شہادت کے بارے میں قدرے اختلاف ہے۔ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ خندق میں شہید ہوئے، ہبیرہ بن ابی وہب نامی شخص نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔اور حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت غزوہ خیبر میں ہوئی۔(واللہ اعلم)

(اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی / الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت جندب بن عمرو شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔جندب بن عمرو بن حُمَمہ الدوسی۔بنوامیہ کے حلیف تھے۔زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب النسب میں آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

حضرت جندب بن عمرو بن حُمَمہ الدوسی رضی اللہ عنہ ہجرت کر کے (مدینہ) آئے، پھر وہاں سے شام چلے گئے اور اپنی بیٹی ام ابان کو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس یہ کہہ کر چھوڑ گئے کہ اگر آپ کو اس کے برابر کا رشتہ مل جائے تو اس کا نکاح اس سے کرادینا اگرچہ جوتے کے تسمے کے برابر مہر کے بدلے ہی میں کیوں نہ ہو۔اور اگر رشتہ نہ ملے تو پھر اسے اس کی قوم تک پہنچا دینا۔چنانچہ وہ بچی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس رہی، وہ آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا والد کہا اور پکارا کرتی تھی۔یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کرادیا۔اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت ہی میں اس کے بطن سے عمرو بن عثمان کی پیدائش ہوئی۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ اجنادین میں ہوئی۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت جنادہ بن ابی نبقہ شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ جنادہ بن ابی نبقہ عبداللہ بن علقمہ بن المطلب بن عبد مناف۔

آپ رضی اللہ عنہ اور آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت ہذیم رضی اللہ عنہ دونوں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت جرجہ شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ کو جرجیر رومی اور صرف جرجیر کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حاجب بن یزید شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حاجب بن یزید انصاری اشہلی۔

قبیلہ بنو عبدالاشہل سے تعلق تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حارث بن اوس بن عتیک شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حارث بن اوس بن عتیک بن عمرو بن عبدالاعلم بن عامر بن زعوراء بن جشم بن الحارث بن الخزرج انصاری۔

آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد اور اس کے بعد کی تمام اسلامی جنگوں میں شریک ہوئے اور جنگ اجنادین میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حارث بن ثابت بن سعید شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حارث بن ثابت بن سعید بن عدی بن امرء القیس بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج انصاری۔

ابن شاہین کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حارث بن ثابت بن عبداللہ شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حارث بن ثابت بن عبداللہ بن سعد بن عمرو بن قیس بن عمرو بن امرء القیس بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج۔

آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حارث بن حارث شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حارث بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم القرشی السہمی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت اجنادین کے معرکے میں ہوئی۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

Marfat.com

حضرت حارث بن الحُباب شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حارث بن الحباب بن الارقم بن عوف بن وہب الانصاری۔

غزوہ احد کے مجاہدین میں سے ہیں اور واقعہ جسر میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حارث بن حبیب رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حارث بن حبیب بن خزیمہ بن مالک بن حنبل بن عامر بن لوی القرشی العامری۔

آپ رضی اللہ عنہ ان صحابہ کرام میں سے ہیں جنہوں نے مصر کو جا مسکن بنایا تھا، اور آپ رضی اللہ عنہ افریقہ میں حضرت معبد بن عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حارث بن رافع شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی / اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت حارث بن زید شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حارث بن زید بن حارثہ بن معاویہ بن بن ثعلبہ بن جذیمہ بن عوف الربعی العبدی۔

آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوعتاب تھی۔ ۲۱ھ میں آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حارث بن سراقہ شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حارث بن سراقہ بن حارث انصاری نجاری۔

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حارث بن سُلیم شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حارث بن سلیم بن ثعلبہ بن کعب بن حارثہ۔

آپ رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں اور غزوہ احد کے شہید ہیں۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت حارث بن سہل شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حارث بن سہل بن ابی صعصعہ انصاری۔

انصار کے قبیلہ بنی مازن بن نجار سے تعلق تھا۔ طائف کے معرکے میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت حارث بن عبداللہ بن سعد شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حارث بن عبداللہ بن سعد بن عمرو بن قیس بن امرء القیس بن مالک الاغر انصاری۔

Marfat.com

آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت حارث بن عبداللہ بن کعب شہید رضی اللہ عنہ

نام ونسب۔ حارث بن عبداللہ بن کعب بن عمرو بن عوف بن مبذول انصاری۔

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا، صلح حدیبیہ میں شریک تھے، اور اس کے بعد ہونے والی اسلامی جنگوں میں بھی برابر شریک رہے۔ واقعہ حرہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت ثابت بن قیس بن شماس شہید

آپ رضی اللہ عنہ بہت جلیل القدر صحابی ہیں، ایک موقع پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نعم الرجل ابو بكر، نعم الرجل عمر، نعم الرجل ابو عبيده، نعم الرجل اسيد بن حضير، نعم الرجل ثابت بن قيس، نعم الرجل معاذ بن جبل، نعم الرجل معاذ بن عمرو بن الجموح

یعنی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا سات افراد کو نام بہ نام خوب قرار دیا اور ان کی توصیف وتعریف فرمائی، جن میں ایک حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب یوں ہے۔ ثابت بن قیس بن شماس بن زہیر بن مالک بن امرء القیس بن مالک۔ کنیت۔ ابو محمد۔ اور ایک قول کے مطابق ابو عبدالرحمن۔

آپ رضی اللہ عنہ خطیب الانصار کے لقب سے مشہور تھے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب شمار ہوتے تھے۔ جس طرح حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ شاعر النبی کہلاتے ہیں اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ خطیب النبی کہلاتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو دنیا ہی میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی جنت کی بشارت نصیب ہوئی۔ واقعہ طویل ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کو (اپنی مجلس سے) غائب پایا تو فرمایا۔ مجھے کون ان کی خبر لا کر دے گا؟ ایک شخص نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کام کے لئے حاضر ہوں۔ چنانچہ وہ شخص گئے تو انہوں نے ثابت بن قیس کو ان کے گھر میں پایا، وہ سر جھکائے بیٹھے تھے۔

جانے والے صحابی نے پوچھا۔ آپ کا کیا حال ہے؟ کہنے لگے۔ بہت برا۔ کیونکہ میری آواز (طبعی طور پر) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند ہے (اور قرآن کی آیت لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی الآیۃ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اپنی آوازیں بلند کرنے والوں کے اعمال کے برباد ہو جانے کی خبر دی گئی ہے) چنانچہ میرے اعمال بھی برباد ہو گئے اور میں اہل جہنم میں سے ہو گیا۔ (بس اسی غم وپریشانی میں گھر بیٹھا ہوں)

Marfat.com

وہ شخص یہ باتیں سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور ساری صورتحال کہہ سنائی، دو تین مرتبہ اسی طرح مختلف باتوں پر جانبین سے پیغام رسانی چلتی رہی۔ آخری بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد سے فرمایا۔ اذھب فقل لہ۔ لست من اھل النار، ولکنک من اھل الجنۃ،

جاؤ اور انہیں کہہ دو تم اہل جہنم میں سے نہیں ہو، بلکہ اہل جنت میں سے ہو۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد اور اس کے بعد کی جنگوں میں برابر شریک رہے اور سیدنا و مولانا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد والی وصیت کا بیان

حضرت ثابت بن قیس بن شماس کا واقعہ بہت مشہور ہے اور یہ واقعہ کئی صحابہ کرام اور مفسرین نے ذکر فرمایا ہے۔ حضرت ثابت کی بیٹی فرماتی ہیں کہ جب قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی، (اے اہل ایمان! اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے اونچی نہ کرو۔ الحجرات۔2)

تو میرے والد گھر کے دروازے بند کر کے اندر بیٹھ گئے اور رونے لگے جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نہ پایا تو بلا کر گھر بیٹھ رہنے کی وجہ پوچھی انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میری آواز طبعی طور پر بلند ہے میں ڈرتا ہوں کہ میرے اعمال ضائع نہ ہو جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں ہیں بلکہ آپ خیر والی زندگی جئیں گے اور خیر والی موت مریں گے ان کی بیٹی کہتی ہیں کہ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی۔ (کہ اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے خود پسند کو پسند نہیں کرتا۔ (لقمان۔18)

تو میرے والد نے پھر دروازہ بند کر دیا گھر میں بیٹھ گئے اور روتے رہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں نہ پایا تو انہیں بلوایا اور وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں تو خوبصورتی کو پسند کرتا ہوں اور اپنی قوم کی قیادت کو بھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ ان میں سے نہیں جن کے بارے میں آیت نازل ہوئی ہے بلکہ آپ تو بڑی پسندیدہ زندگی گزاریں گے اور شہادت کی موت پا کر جنت میں داخل ہوں گے۔ جنگ یمامہ کے دن جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں نے مسیلمہ کذاب پر حملہ کیا تو ابتداء میں مسلمانوں کو پیچھے ہٹنا پڑا اس وقت حضرت ثابت بن قیس اور حضرت سالم رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو اس طرح نہیں لڑتے تھے۔ پھر دونوں حضرات نے اپنے لیے ایک ایک گڑھا کھودا اور اس میں کھڑے ہو کر ڈٹ کر لڑتے رہے یہاں تک کہ شہید ہو گئے اس دن حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک قیمتی زرہ پہن رکھی تھی ان کی شہادت کے بعد ایک مسلمان نے وہ زرہ اٹھالی۔ اگلے دن ایک مسلمان نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ اسے فرما رہے ہیں میں تمہیں ایک وصیت کر رہا ہوں تم اسے خیال سمجھ کر ضائع نہ کر دینا میں جب کل شہید ہوا تو ایک مسلمان میرے پاس سے گزرا اور اس نے میری زرہ اٹھالی وہ شخص لوگوں میں سب سے دور جگہ پر رہتا ہے اور اس کے

Marfat.com

خیمے کے پاس ایک گھوڑا رسی میں بندھا ہوا کود رہا ہے اور اس نے میری زرہ کے اوپر ایک بڑی ہانڈی رکھ دی ہے اور اس ہانڈی کے اوپر اونٹ کا کجاوہ رکھا ہوا ہے۔

تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ وہ کسی کو بھجوا کر میری زرہ اس شخص سے لے لیں پھر جب تم مدینہ منورہ جانا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہنا کہ میرے ذمے اتنا اتنا قرضہ ہے اور میرے فلاں فلاں غلام آزاد ہیں پھر اس خواب دیکھنے والے کو فرمایا اور تم اسے جھوٹا خواب سمجھ کر بھلا مت دینا۔ چنانچہ صبح وہ شخص حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان تک پیغام پہنچایا تو انہوں نے آدمی بھیج کر زرہ وصول فرمالی۔ پھر مدینہ پہنچ کر اس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پورا خواب سنایا تو انہوں نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی وصیت کو جاری فرمادیا۔ ہم کسی ایسے شخص کو نہیں جانتے جس نے مرنے کے بعد وصیت کی ہو اور اس کی وصیت کو پورا کیا گیا ہو سوائے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے۔ (المستدرک از امام حاکم، بیروت)

حضرت ثابت بن الجذع شہید

حضرت ثابت بن الجذع ثعلبہ بن زید بن الحارث بن حرام بن کعب بن غنم الانصاری الخزرجی السلمی۔

بیعت عقبہ اور غزوہ بدر میں شریک ہوئے، اور طائف کے محاصرے میں شہید ہوئے۔

حضرت ثابت بن خالد شہید

حضرت ثابت بن خالد بن نعمان بن خنساء بن عُسیرہ بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن بنی تیم اللہ۔

عبد بن عوف پر آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب جمع ہو جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ اور جنگ یمامہ میں شہید ہوئے، ایک قول کے مطابق بئر معونہ والے واقعہ میں شہید ہوئے۔

حضرت ثابت بن عتیک شہید

حضرت ثابت بن عتیک انصاری رضی اللہ عنہ، بنی عمرو بن مبذول سے ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ ثقفی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ واقعہ جسر میں شہید ہوئے۔

حضرت ثابت بن عَمرو بن زید شہید

حضرت ثابت بن عمرو بن زید بن عدی بن سواد بن اشجع انصاری رضی اللہ عنہ۔ بنو نجار کے حلیف تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بدری ہونے میں اختلاف ہے۔ ابوعمرو اور ابونعیم نے آپ رضی اللہ عنہ کو بدریین میں شمار کیا ہے جبکہ ابن اسحاق نے آپ رضی اللہ عنہ کو اصحاب بدر میں شامل نہیں کیا۔

Marfat.com

البتہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں اتفاق ہے کہ غزوہ احد میں ہوئی۔

حضرت ثابت بن مُخلّد شہید

حضرت ثابت بن مخلد بن زید بن مخلد بن حارثہ بن عمرو۔ آپ رضی اللہ عنہ عامر بن لوذان بن خطمہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مبارکہ روایت کی ہے۔

من ستر مسلماً ستره الله فی الدنیا والآخرة (ترجمہ) جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ پاک دنیاو آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمایں گے۔

آپ رضی اللہ عنہ واقعہ حَرَّہ میں شہید ہوئے۔

حضرت ثابت بن ہزّال شہید

حضرت ثابت بن ہزال بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ بنی عمرو بن عوف بن خزرج سے ہیں۔ غزوہ بدر سمیت تمام جنگوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے اور جنگ یمامہ میں جام شہادت نوش کیا۔ (از۔ اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی

حضرت اقرع بن حابس شہید

نام۔ فراس۔ لقب۔ الاقرع۔

نسب۔ اقرع بن حابس بن عقال بن محمد بن سفیان بن مُجاشع بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناۃ بن تمیم۔

آپ رضی اللہ عنہ کا لقب اقرع اس لئے پڑا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے سر میں گنجا پن تھا۔ قَرَعُ عربی میں گنجے پن کو کہتے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کا شمار شرفاء میں ہوتا تھا اور اسلام میں بھی۔ فتح مکہ، غزوہ حنین اور محاصرہ طائف میں آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے۔

آپ رضی اللہ عنہ بنی تمیم کے اس وفد میں شامل تھے جس کے بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِینَ یُنَادُونَكَ مِن وَّرَآءِ الحُجُرَاتِ اَکثَرُهُم لَا یَعقِلُونَ (الحجرات ۔)

اس وفد نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خطابت اور شعروشاعری میں مقابلے کی دعوت دی تھی، جس کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مابالشعر بعثنا ولا با لفخار امرنا، ولکن ھاتوا

ہمیں شعروشاری کے لئے نہیں بھیجا گیا، اور نہ فخر جتلانے کا حکم دیا گیا، لیکن (پھر بھی) لاو! (اپنا کلام پیش کرو)۔

اس کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ اور حضرت حسان بن ثابت رضی

Marfat.com

اللہ عنہ کو مقابلے کا حکم دیا، ان دونوں حضرات نے ان کا مقابلہ کیا، حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے خطابت میں اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے شعروشاعری میں۔ قصہ طویل ہے، خلاصہ یہ ہے کہ یہ مقابلہ چلتا رہا اور آخر میں حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ (جو اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے) میدان میں اترے اور کچھ اشعار کہے، جن کا برجستہ اور نپا تلا جواب فوراً حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے دے دیا۔ یہ صورتحال دیکھ کر حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اپنی قوم کو مخاطب کر کے کہا۔

یا ھٰولاء ! ما ادری ما ھٰذا الامر؟ تکلم خطیبنا فکان خطیبھم ارفع صوتا، وتکلم شاعرنا فکان شاعرھم ارفع صوتا واحسن قولاً

اے لوگو! یہ کیا ماجرا ہے؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ ہمارے خطیب نے گفتگو کی، (مقابلے میں) ان کا خطیب زیادہ بلند آواز نکلا (یعنی ہمارے خطیب سے ان کا خطیب عمدہ رہا)، ہمارے شاعر نے کلام پیش کیا (جواب میں) ان کے شاعر نے زیادہ (اچھی اور) اونچی آواز میں بہت اچھے مضامین (کے اشعار) کہے۔

اس کے بعد حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لا یضرك ما كان قبل ھٰذا

اس سے پہلے (یعنی اسلام لانے سے پہلے) جو کچھ ہوا اس سے تمہارا کچھ نقصان نہ ہوگا۔ (یعنی وہ سب معاف ہے)۔

آپ رضی اللہ عنہ سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی احادیث مروی ہیں۔ اور خود آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بخاری ومسلم وغیرہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال ۔ ابصر الاقرع بن حابس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقبل الحسن وقال ابن ابی عمر ۔ او الحسین، فقال ۔ ان لی من الولد عشرۃ ما قبلت وا حدامنھم، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لا یَرحم لا یُرحم (بخاری ومسلم۔ کتاب الفضائل)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا تو کہا۔ میرے دس بچے ہیں، میں نے تو ان میں سے ایک کو بھی بوسہ نہیں دیا۔ اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو (دوسروں پر) رحم نہیں کرتا اس پر (بھی) رحم نہیں کیا جاتا۔

آپ رضی اللہ عنہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہمراہ عراق کی جنگوں میں شریک ہوئے اور انبار کی فتح میں شامل رہے۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر خراسان پر چڑھائی کے لئے بھیجا، اسی مہم

Marfat.com

کے دوران جوز جان نامی علاقے میں آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت انس بن اوس بن عتیک شہید

نام ونسب۔ انس بن اوس بن عتیک بن عمرو بن عبد الاعلم بن عامر بن زعوراء بن جشم بن حارث انصاری۔

موسیٰ بن عقبہ آپ رضی اللہ عنہ کو غزوہ خندق کے شہداء میں شمار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو خالد بن ولید (اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) نے تیر مار کر قتل کیا اور یوں آپ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے۔

ابن اسحاق رقمطراز ہیں۔ غزوہ خندق میں مسلمانوں کے صرف چھ افراد شہید ہوئے۔ جن میں سے ایک انس بن اوس بن عتیک رضی اللہ عنہ ہیں۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت انس بن فضالہ شہید

نام ونسب۔ انس بن فضالہ بن عدی بن حرام بن الہیثم بن ظفر الانصاری الظفری۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھو وابوہ، واتاھم زائراً فی بنی ظفر

آپ رضی اللہ عنہ کو اور آپ رضی اللہ عنہ کے والد کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ رضی اللہ عنہ بنی ظفر کے وفد کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے آئے تھے۔

علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔ جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو لشکرِ قریش کے احد کے قریب پہنچ جانے کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انس بن فضالہ اور ان کے بھائی مُونّس بن فضالہ کو ان کی جاسوسی کے لئے بھیجا۔ چنانچہ یہ دونوں بھائی عقیق نامی مقام میں قریش سے جا ملے اور ان میں گھل مل گئے، پھر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور قریش کی تعداد اور پڑاو وغیرہ کے بارے میں بتایا، اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی اسی غزوہ احد میں ہوئی۔

حضرت اُبی بن معاذ شہید

نام ونسب۔ ابی بن معاذ بن انس بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار انصاری، خزرجی، نجاری۔

آپ رضی اللہ عنہ اپنے بھائی حضرت انس بن معاذ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے اور دونوں بھائی اکٹھے بیر معونہ کے واقعے میں شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت اسعد بن حارثہ بن لوذان شہید

نام ونسب۔ اسعد بن حارثہ بن لوذان بن عبدِ وُد بن زید بن ثعلبہ بن الخزرج الانصاری الساعدی۔

Marfat.com

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں پیش آنے والے واقعہ جسر میں آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔

(اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت اسعد بن سلامہ شہید

حضرت اسعد بن سلامہ الاشہلی رضی اللہ عنہ، انصاری صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی واقعہ جسر میں ہوئی۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت انس بن ارقم شہید

نام ونسب۔ انس بن ارقم بن زید بن نعمان بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج بن الحارث انصاری، خزرجی۔

عبدان کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی گواہی دی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت انس بن اوس انصاری شہید

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنی عبد الاشہل سے ہے اور آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت واقعہ جسر میں ہوئی، جو کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں پیش آیا تھا۔

حضرت اُکال بن نعمان شہید

آپ رضی اللہ عنہ انصاری مازنی ہیں۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ یمامہ میں ہوئی۔

حضرت انس بن النضر شہید

آپ رضی اللہ عنہ مشہور زمانہ صحابی وخادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے چچا ہیں۔

نام ونسب۔ انس بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار الانصاری الخزرجی۔

آپ رضی اللہ عنہ بے شمار فضائل وخصائل کے مالک تھے۔ دیکھئے ایک جھلک۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ربیع بنت النضر (یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی پھوپھی اور حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ ہیں) نے انصار کی ایک لڑکی کا دانت توڑ دیا۔ (اس کی) قوم نے قصاص کا مطالبہ کیا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ لے گئے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاص کا حکم دیا تو حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ نے کہا۔

لا واللہ لا تکسر ثنیتھا یا رسول

اللہ، نہیں! اللہ کی قسم اس کا دانت نہیں توڑا جائے گا اے اللہ کے رسول! اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کتاب اللہ القصاص، اللہ کا فیصلہ (اور حکم) قصاص ہے۔

Marfat.com

(اس کے بعد) وہ لوگ (قصاص چھوڑ کر) دیت لینے پر راضی ہو گئے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ان من عباد اللہ من لواقسم علی اللہ لابرہ، بے شک اللہ کے بندوں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ پر قسم اٹھالیں تو اللہ اسے پورا فرماتے ہیں۔ (مسلم، کتاب القسامہ)

آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ جبکہ غزوہ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ شریک نہ ہو سکے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بڑا دلچسپ ہے، لیجیے وہ واقعہ خود ان کے بھتیجے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زبانی سنیے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

غاب عمی عن قتال بدر فقال . یارسول اللّٰہ اغبت عن اول قتال قاتلت فیہ المشرکین، واللّٰہ لئن اشھدنی اللّٰہ قتال المشرکین لیرن اللّٰہ ما اصنع، فلما کان یوم احد انکشف المسلمون . فقال . اللّٰھم انی اعتذر الیک مما صنع ھٰولاء، یعنی المسلمین، وابراء الیک مماجاء بہ ھٰولاء، یعنی المشرکین، ثم تقدم فاستقبلہ سعد بن معاذ فقال . ای سعد ! ھذہ الجنۃ ورب انس اجد ریحھا دون احد، قال سعد بن معاذ . فما استطعت ما صنع، فقال قال انس . فوجدنا بہ بضعاً وثمانین ما بین ضربۃ بسیف، او طعنۃ برمح، او رمیۃ بسھم، ووجدناہ قد قتل مثل بہ الشرکون، فما عرفتہ اختہ الربیع بنت النضر الا ببنانہ

میرے چچا جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے جس پر انہوں نے کہا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس پہلی لڑائی میں شریک نہ ہو سکا جو آپ نے مشرکین کے خلاف لڑی۔ اللہ کی قسم! اب اگر اللہ نے مجھے مشرکین سے قتال کا موقعہ دیا تو ضرور بالضرور اللہ دیکھ لے گا کہ میں کیا کرتا ہوں۔ چنانچہ جب احد کا موقعہ آیا اور مسلمان پیچھے ہٹ گئے تو انہوں نے کہا۔

اے اللہ! میں آپ سے اس کام پر معذرت کرتا ہوں جو ان مسلمانوں نے کیا، اور میں اس کام سے بھی برات کا اعلان کرتا ہوں جو ان مشرکین نے کیا۔ پھر وہ آگے بڑھے تو ان کی ملاقات حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ (انہیں دیکھ کر) آپ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یہ رہی جنت۔ انس کے پروردگار کی قسم! میں احد کے دامن میں جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر اس دن انہوں نے جو کچھ کیا میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ لڑائی میں کود گئے (اور اسی دن لڑتے لڑتے شہید ہو گئے) ہم نے ان کے جسم پر تلواروں، نیزوں اور تیروں کے اسی (۸۰) سے زیادہ زخم پائے۔ مشرکین نے آپ رضی اللہ عنہ کا مثلہ بھی کر دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو آپ رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت ربیع بنت النضر نے انگلیوں کے پوروں سے پہچانا۔

(اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی، الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا .(23)

Marfat.com

مومنوں میں (ایسے) لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا انہیں سچا کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض (موقعہ کے) منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "میں سمجھتا ہوں کہ یہ آیت (میرے چچا) انس بن نضر کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ (بخاری۔ کتاب التفسیر)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا نام میرے چچا انس بن نضر کے نام پر رکھا گیا تھا۔ وہ جنگ بدر میں رسول اللہ کے ساتھ حاضر نہ ہو سکے اور یہ بات ان پر بہت شاق گزری۔ اور کہا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہنے کا پہلا موقع تھا جس سے میں غائب رہا۔ اللہ کی قسم! اب اگر آپ کے ساتھ حاضر ہونے کا کوئی موقع آیا۔ تو اللہ تعالیٰ خود دیکھ لے گا کہ میں کیا کچھ کرتا ہوں راوی کہتا ہے کہ: پھر وہ ڈر گئے کہ ان الفاظ کے علاوہ کچھ اور لفظ کہنا مناسب تھا۔ پھر جب اگلے سال احد کے دن رسول اللہ کے ساتھ حاضر ہوئے۔ تو انھیں (راہ میں) سعد بن معاذ ملے۔ انہوں نے پوچھا: "ابو عمرو! کہاں جاتے ہو؟ انس کہنے لگے: "واہ میں تو احد (پہاڑ) کے پار جنت کی خوشبو پا رہا ہوں۔ چنانچہ وہ (بڑی جرأت سے) لڑے۔ حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔

اور ان کے جسم پر ضربوں، نیزوں اور تیروں کے اسی (۸۰) سے زیادہ زخم پائے گئے۔ میری پھوپھی ربیع بنت نضر کہنے لگی: میں اپنے بھائی کی نعش کو صرف اس کے پوروں سے پہچان سکی اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترمذی۔ ابواب التفسیر)

حضرت انس بن حارث شہید

نام و نسب۔ انس بن حارث بن نبیہ۔ آپ رضی اللہ عنہ کا شمار اہل کوفہ میں ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔

انس بن حارث قتل مع الحسين بن علي، سمع النبي صلى الله عليه وسلم الخ

انس بن حارث رضی اللہ عنہ، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شہید ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع حاصل ہے۔ سعید بن عبدالملک الحرانی نے آپ رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ۔ ان ابني هذا يعني الحسين يقتل بارض من ارض العراق، فمن ادركه فلينصره

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں) ارشاد فرمایا۔ میرا یہ بیٹا عراق کی سرزمین پر شہید کیا جائے گا، پس جو اس کو پائے وہ اس کی مدد کرے۔ (ابن عساکر۔ کنز العمال، رقم الحدیث، اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مدد کرتے ہوئے ان کے ہمراہ شہید ہوئے۔

(اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی، الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

Marfat.com

حضرت جارود بن المعلیٰ شہید

کلبی کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کا اصل نام بشر بن حنش بن المعلی ہے۔ جارود آپ رضی اللہ عنہ کا نام اس لئے پڑا کہ ایک مرتبہ زمانہ جاہلیت میں آپ رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بکر بن وائل پر حملہ کیا اور ان کا بالکل صفایا کر کے رکھ دیا۔ لفظ جارود جرؔ دسے ہے، جس کا معنیٰ ہے چھیلنا، ننگا کر دینا وغیرہ۔

وانمالقب الجارود، لانه اغار فی الجاهلية علی بکر بن وائل فاصابهم وجردهم (اسد الغابہ)

سلسلہ نسب۔ الجارود بشر بن حنش بن المعلیٰ بن یزید بن حارثہ بن معاویہ بن ثعلبہ بن جذیمہ الخ

کنیت۔ ابو منذر یا ابوغیاث۔

آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام دریمکہ بنت رویم تھا جو قبیلہ بنی شیبان سے تھیں۔

آپ رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے سے قبل نصرانی تھے۔ سن ۱۰ ہجری میں وفد عبدالقیس کے ہمراہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کا اکرام فرمایا اور اپنے قرب میں آپ رضی اللہ عنہ کو جگہ عطا فرمائی۔

حضرات صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم میں کئی حضرات نے آپ رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ میں آپ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت موجود ہے۔

اخبرنا منصور بن ابی الحسین عن الجارود ان النبی صلی الله علیه وسلم قال ۔ ضالة المسلم حرق النار

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان کی گم شدہ چیز آگ کا شعلہ ہے۔ (یعنی کسی مسلمان کی گمشدہ چیز کوئی دوسرا اٹھا کر بغیر پوچھے اپنی بنالے تو یہ چیز اس کو آگ کا مستحق بنادے گی) (ترمذی، کتاب الاشربہ)

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں کئی اقوال ہیں، مثلاً

(۱) آپ رضی اللہ عنہ ملک فارس میں شہید ہوئے۔

(۲) آپ رضی اللہ عنہ حضرت نعمان بن مُقرّن کے ہمراہ جنگ نہاوند میں شہید ہوئے۔

(۳) فارس کے ساحل کے قریب عقبۃ الجارود نامی علاقے میں شہید ہوئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی، الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت اسعد بن یربوع شہید

نام ونسب۔ اسعد بن یربوع الانصاری الخزرجی الساعدی۔

آپ رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

Marfat.com

حضرت اُسید بن یربوع شہید

نام ونسب۔اسید بن یربوع بن البدی بن عامر بن عوف بن حارث بن سمرو بن الحارث بن ساعدۃ الانصاری الخزرجی الساعدی۔

ابن اسحاق، علامہ واقدی اور وثیمہ کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ یمامہ میں ہوئی، جبکہ جنگ احد میں بھی آپ رضی اللہ عنہ شریک رہے۔(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت اُسَیر بن عروہ شہید

نام ونسب۔اسیر بن عروہ بن سواد بن الھیثم بن ظفر الانصاری الظفری

آپ رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شریک ہوئے اور اس کے بعد لڑی جانے والی جنگوں میں داد شجاعت دیتے رہے۔آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ نہاوند میں ہوئی۔(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت انس بن معاذ شہید

نام ونسب۔انس بن معاذ بن انس بن قیس بن عبید بن زید بن معاویہ بن عمرو بن مالک بن النجار الانصاری۔

آپ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور عبداللہ بن محمد بن عُمارہ کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ بیر معونہ کے واقعے میں شہید ہوئے۔(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

سیدنا حضرت جعفر بن ابی طالب شہید

آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دس سال بڑے تھے۔شروع اسلام میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ابن اسحاق کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ ۲۶ ویں نمبر پر مسلمان ہوئے، جبکہ ایک روایت ۳۲ ویں نمبر کی بھی ہے۔ہجرت حبشہ اور ہجرت مدینہ دونوں کی سعادت حاصل کی۔حبشہ میں جب اہل مکہ مہاجرین کو واپس لینے گئے تھے تو اس وقت شاہ حبشہ نجاشی سے بات چیت کے لئے آپ رضی اللہ عنہ کا انتخاب ہوا اور پھر آپ رضی اللہ عنہ کی ایمان افروز گفتگو اور تلاوت قرآن سے جو سماں بندھا اور اہل مجلس پر اس کا جو اثر ہوا وہ مشہور ومعروف ہے، اس لئے پورے واقعے کو چھوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کو مساکین سے بہت الفت وہمدردی تھی، اسی وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو ابوالمساکین کی کنیت عطا فرمائی تھی۔آپ رضی اللہ عنہ بڑے بڑے فضائل وکمالات کے حامل تھے، لیجئے! ایک جھلک۔

کان ابو ھریرۃ یقول . انہ افضل الناس بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جعفر بن ابی طالب، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل ترین شخص

Marfat.com

ہیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو فرمایا۔

اشبهت خلقی و خلقی

تم (اپنی خلقت اور اخلاق میں) میری خلقت اور میرے اخلاق کے مشابہ ہو۔ (بخاری، ترمذی)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ سے پہلے ہر نبی کو سات چنے ہوئے رفقاء عطا کئے گئے جوان کے وزیر بھی ہوا کرتے تھے، جبکہ مجھے چودہ (رفقاء خواص) دیئے گئے ہیں۔ پھر ان چودہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو بھی شمار فرمایا۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

آپ رضی اللہ عنہ حبشہ سے اس وقت واپس آئے جب مسلمان خیبر فتح کر چکے تھے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ رضی اللہ عنہ کے آنے سے بہت خوشی ہوئی۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کا استقبال کیا، انہیں گلے لگایا، دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا۔

ما ادری بایهما انا اشد فرحا، بقدوم جعفر ام بفتح خیبر؟

میں نہیں جانتا کہ مجھے کس بات پر زیادہ خوشی ہو رہی ہے، جعفر کے آنے پر یا خیبر کی فتح پر؟

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موتہ کی جانب ایک لشکر بھیجا، جہاں عیسائیوں سے زوردار جنگ ہوئی۔ اس لشکر کے امراء حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالترتیب حضرت زید بن حارثہ، حضرت جعفر بن ابی طالب اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کو مقرر فرمایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ اگر یہ تینوں شہید ہو جائیں تو پھر مشورے سے کسی کو امیر بنا لینا۔ اس سے ان تینوں حضرات کو اپنی شہادت کا یقین ہو چلا تھا۔ چنانچہ تینوں حضرات بڑی بے جگری اور دلیری سے لڑے اور یکے بعد دیگرے شہید ہوتے چلے گئے۔ سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، ان کے شہید ہوتے ہی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھا لیا اور لشکر کی قیادت شروع کی، بالآخر لڑتے لڑتے آپ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے تو پھر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا اٹھا لیا اور پھر وہ بھی شہید کر دیئے گئے۔

اس دن حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بہادری کے وہ جوہر دکھلائے اور پرچم اسلام کی حفاظت کے لئے ایسی عظیم جانثاری کا مظاہرہ کیا جو رہتی دنیا تک اہل اسلام کے لئے مشعل راہ ہے۔ لڑتے لڑتے جب آپ رضی اللہ عنہ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا اور جب وہ بھی کاٹ دیا گیا تو جھنڈا سینے سے لگا لیا اور گرنے نہ دیا، یہاں تک کہ روح پرواز کر گئی۔

بنی مرہ بن عوف کے ایک شخص کہتے ہیں۔

اللہ کی قسم! میں نے اس منظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا جب حضرت جعفر بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) نے اپنے گھوڑے سے کود کر اس کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں اور لڑائی میں گھس گئے یہاں تک کہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

Marfat.com

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے جسم کے اگلے حصے پر اس دن (۹۰) نوے سے زائد زخم آئے تھے۔

چونکہ پرچم اسلام کی حفاظت کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں بازو کٹ گئے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان بازوؤں کے بدلے انہیں دو پر عطا فرمائے، جن سے وہ جنت میں اڑتے پھرتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

ابدلہ اللہ جناحین یطیر بھما فی الجنۃ

اللہ تعالیٰ نے بدلے میں انہیں دو پر عطا فرمائے ہیں جن سے جنت میں وہ اڑتے پھرتے رہتے ہیں۔

(ترمذی، کتاب المناسک)

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے تو کہتے۔

السلام علیک یا ابن ذی الجناحین السلام علیکم اے دو پروں والے کے بیٹے

شہادت کے وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر برس تھی۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت اوس بن ثابت انصاری شہید

نام و نسب۔ اوس بن ثابت بن منذر بن حرام الانصاری الخزرجی۔

آپ رضی اللہ عنہ مشہور زمانہ صحابی رسول اور شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔

ابن اسحاق کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ ثانیہ، غزوہ بدر اور غزوہ احد میں شریک ہوئے اور غزوہ احد ہی میں آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کی بیوی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

للرجال نصیب مما ترك الوالدان والاقربون ۔ (النساء) (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت انیس بن عتیک شہید

نام و نسب۔ انیس بن عتیک بن عامر الانصاری الاشہلی۔ بعض حضرات نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام اوس ذکر کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت واقعہ جسر میں ہوئی۔

حضرت انیس بن قتادہ شہید

نام و نسب۔ انیس بن قتادہ بن ربیعہ بن خالد بن الحارث الانصاری الاوسی۔

آپ رضی اللہ عنہ جنگ بدر اور جنگ احد میں شریک ہوئے اور غزوہ احد ہی میں آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ اخنس بن شریق نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ حضرت خنساء بنت خذام کے شوہر تھے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی، اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

Marfat.com

حضرت انیف بن حبیب شہید

نام ونسب۔ انیف بن حبیب۔ بنی عمرو بن عوف سے تعلق تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت انیف بن واثلہ شہید

آپ رضی اللہ عنہ کے والد کے نام میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک واثلہ ہے اور بعض کے نزدیک وایلہ۔ یا کے ساتھ۔

آپ رضی اللہ عنہ بھی غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت اوس بن ارقم شہید

آپ رضی اللہ عنہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں اور انصاری صحابی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت غزوہ احد میں ہوئی۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت بجیر بن بجرہ شہید

ارتداد کی جنگوں میں آپ رضی اللہ عنہ نے خوب کارنامے دکھائے اور خوب اشعار کہے۔ جنہیں ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے مغازی میں تفصیل سے نقل کیا ہے۔ آج آپ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔ سنیئے ان کا واقعہ خود ان ہی کی زبانی۔ حضرت بجیر بن بجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے اس دستے میں شریک تھا جسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دومۃ الجندل کے حاکم اکیدر کو گرفتار کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ اور (ساتھ ہی نشانی کے طور پر) فرمایا تھا کہ تم اسے گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔ چنانچہ ہم نے ایک چاندرات میں جا کر اسے آلیا، وہ اسی حالت میں نکلا تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائی تھی۔ ہم نے اسے گرفتار کرلیا اور اس کے بھائی کو قتل کر دیا کیونکہ وہ ہم سے لڑائی پر اتر آیا تھا۔ اس (کے بھائی) نے ریشم کا ایک جبہ پہنا ہوا تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وہ جبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ پھر جب ہم نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی کی بارگاہ اقدس میں پہنچے تو میں نے (یہ) شعر کہا۔

تبارك سائق البقرات انی رایت الله یهدی كل هاد

بابرکت ہے گائیوں کو ہانکنے والا بے شک میں نے دیکھا ہے کہ اللہ ہر ہادی کی راہنمائی فرماتا ہے۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا دی۔ لایفضض الله فاك

Marfat.com

اللہ تیرے دانت نہ گرائے (یعنی تیرے دانت سلامت رہیں۔ یہ ایک دعائیہ کلمہ ہے)
اس دعا کی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے نوے سال عمر پائی، لیکن آپ رضی اللہ عنہ کا کوئی دانت ہلا تک نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ قادسیہ میں ہوئی۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت بشیر بن سعد شہید

نام ونسب۔ بشیر بن سعد بن ثعلبہ بن جلدس بن زید بن مالک بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج الانصاری۔
آپ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے والد گرامی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا ہبہ والا واقعہ صحیح مسلم وغیرہ میں مذکور ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو سریہ فدک اور وادی القریٰ کی طرف بھیجا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ انصار میں سے آپ رضی اللہ عنہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت سن ۱۲ھ کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں عین التمر میں ہوئی۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت بشیر بن ابی زید الانصاری شہید

آپ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابوزید انصاری رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں قرآن پاک جمع کر لیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ واقعہ حرہ میں شہید ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت ابوزید رضی اللہ عنہ واقعہ جسر میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت بشیر بن عنبس شہید

نام ونسب۔ بشیر بن عنبس بن زید بن عامر بن سواد بن ظفر انصاری ظفری۔
آپ رضی اللہ عنہ فارس الحواء کے نام سے مشہور تھے۔ حواء آپ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کا نام تھا یعنی حواء کا شہسوار۔
غزوہ اُحد اور غزوہ خندق میں شریک ہوئے اور واقعہ جسر میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت بشیر بن عتیک شہید

نام ونسب۔ بشیر بن عتیک بن قیس بن حارث بن ہیشہ الانصاری۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق بنی عمرو بن عوف سے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شریک رہے، جب کہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ یمامہ میں ہوئی۔ (الاصابہ)

حضرت بشیر بن عبداللہ شہید

ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام بشیر کی بجائے بشر نقل کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ یمامہ میں ہوئی۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

Marfat.com

حضرت انس بن ہلال النمیری شہید

آپ رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عراق کی فتوحات کے دوران حضرت مثنیٰ بن حارثہ الشیبانی رضی اللہ عنہ کی مدد و عانت کے لئے بھیجا تھا۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ خود بھی شہید ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کے بھائی سعود بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت اشہب بن حارث شہید

نام ونسب۔ اشہب بن حارث ہزلہ بن معتب بن احب بن نموث الغنوی۔

زمانہ جاہلیت میں آپ رضی اللہ عنہ شاعر تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے دو بھائی روم کی جنگوں میں زعفران کے معرکے میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت ابرہیم بن نعیم شہید

نام ونسب۔ ابراہیم بن نعیم بن النحام العدوی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے والد کے نام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نعیم سے بدل کر صالح کر دیا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی جھولی میں بھی بہت سعادتیں اور فضیلتیں ہیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی لخت جگر حضرت رقیہ بنت عمر رضی اللہ عنہما کا نکاح آپ سے کرایا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت واقعہ حرہ میں ہوئی۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت اوس بن جبیر شہید

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ قبیلہ بنی عمرو بن عوف سے تعلق تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر میں ناعم نامی قلعہ کی مہم جوئی میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت اوس بن سلامہ شہید

نام ونسب۔ اوس بن سلامہ بن وقش۔

آپ رضی اللہ عنہ حضرات سلمہ وسعد اور ابو نائلہ رضی اللہ عنہم کے بھائی ہیں۔ ابن الکلبی نے جمہرہ میں نقل کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت اوس بن عابد شہید

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت غزوہ خیبر میں ہوئی۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

Marfat.com

حضرت اوس بن عمرو شہید

آپ رضی اللہ عنہ بھی انصاری، مازنی صحابی ہیں۔ وثیمہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ شہدائے یمامہ میں کیا ہے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت اوس بن فائد شہید

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنی عمرو بن عوف سے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق فائد ہے، دوسرے قول کے مطابق فاتک جبکہ تیسرا قول فاکہ کا ہے۔

ابن اسحٰق کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت اوس بن قتادہ شہید

آپ رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔ (کذاذکرہ ابن اسحٰق) (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت اوس بن مغراء شہید

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ یمامہ میں ہوئی۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت اوس بن المنذر شہید

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنی عمرو بن مالک بن نجار سے ہے۔ ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اور ابوالاسود رحمۃ اللہ علیہ نے عروہ سے نقل کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت ایاس بن اوس شہید

نام ونسب۔ ایاس بن اوس بن عتیک انصاری اشہلی۔

موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ، ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ اور ابوالاسود رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہدائے احد میں شمار کیا ہے۔ جبکہ ابن الکلبی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ خندق میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت ایاس بن عدی شہید

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلہ بنی عمرو بن مالک بن نجار سے ہے۔ ابن عبدالبر کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

Marfat.com

حضرت ایاس بن ودقہ شہید

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق بنی سالم بن عوف بن خزرج سے ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ یمامہ میں ہوئی۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت برتا بن اسود شہید

نام ونسب۔ برتا بن اسود بن عبد شمس القضاعی۔

آپ رضی اللہ عنہ مصر کی فتح میں شریک ہوئے اور اسکندریہ کی فتح میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت خبیب بن عدی شہید

نام ونسب۔ خبیب بن عدی بن مالک بن عامر بن مُجدعہ جُحجبی بن عوف بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن الاوس۔

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس سے تھا۔ غزوہ بدر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں آپ رضی اللہ عنہ کو شہادت کی خلعتِ فاخرہ نصیب ہوئی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ کچھ یوں ذکر فرماتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس آدمیوں کی ایک جماعت کو جاسوسی کی غرض سے بھیجا، ان کا امیر حضرت عاصم بن ثابت بن اقلح انصاری رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ یہ لوگ جب مکہ اور عسفان کے درمیان ھَدَّہ نامی مقام پر پہنچے تو قبیلہ ھذیل کی ایک شاخ بنولحیان کے لوگوں کو ان کی اطلاع ہوگئی۔ ان کے ایک سو کے قریب تیرانداز ان حضرات کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ ایک جگہ انہیں کھجوروں کی کچھ گٹھلیاں پڑی ہوئی ملیں۔ ان گٹھلیوں کو دیکھ کر انہوں نے کہا۔

یہ تو یثرب (مدینہ) کے کھجوروں کی گٹھلیاں ہیں۔ (گویا اس طرح ان کو مزید تصدیق ہوگئی کہ واقعی مسلمانوں کے کچھ افراد یہاں آئے ہوئے ہیں)۔

چنانچہ اب انہوں نے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قدموں کے نشانات کو سامنے رکھ کر ان کا پیچھا شروع کر دیا اور (بالآخر ان تک پہنچ گئے)۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو جب ان مشرکین کا پتہ چلا تو وہ ایک بلند ٹیلے پر چڑھ گئے، مشرکین نے اس ٹیلے کا گھراؤ کر لیا اور کہا۔ ٹیلے سے نیچے اتر آؤ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو، ہم تم سے یہ وعدہ کرتے ہیں کہ تم میں سے کسی کو قتل نہیں کریں گے۔

اس کے جواب میں امیرِ دستہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ یوں گویا ہوئے۔

اَمَّا اَنَا فَوَ اللّٰهِ لَا اَنزِلُ فِی ذِمَّةِ الکَافِرِ، اَللّٰهُمَّ اَخبِر عَنَّا نَبِیَّكَ

Marfat.com

جہاں تک میرا معاملہ ہے تو اللہ کی قسم! میں تو کسی کافر سے عہد و میثاق کر کے ٹیلے سے نہیں اتروں گا۔ اے اللہ! اپنے نبی کو ہماری اطلاع فرما دیجئے۔

ان کا یہ اعلان سن کر مشرکین نے تیر برسانا شروع کر دیئے، جس کے نتیجے میں حضرت عاصم سمیت سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہو گئے۔ باقی تین حضرات ان سے معاہدہ کر کے نیچے اتر آئے، جن میں ایک حضرت خبیب رضی اللہ عنہ، دوسرے حضرت زید رضی اللہ عنہ بن دثنہ اور ایک تیسرے صحابی رضی اللہ عنہ تھے۔ مشرکین نے جب ان پر قابو پا لیا تو فوراً انہیں باندھنے لگے، یہ دیکھ کر وہ تیسرے صحابی بولے۔

هٰذَا اَوَّلُ غَدرٍ، وَاللّٰهِ لَا اَصحَبُكُم، اِنَّ لِي بِهٰؤلآءِ لَاُسوَةً

یہ پہلا دھوکہ ہے، اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا، میرے لیے ان (سات شہداء کے طرز عمل) میں بہترین نمونہ ہے۔ (یعنی میں بھی شہادت کو ترجیح دوں گا پر تمہارے ساتھ ہرگز نہ جاؤں گا)

مشرکین نے بڑا زور لگایا کہ کسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے جائیں، لیکن آپ رضی اللہ عنہ نہ مانے، آخر تنگ آ کر انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا، باقی دو صحابہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو وہ اپنے ساتھ لے گئے اور انہیں مشرکین مکہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خریدا، کیونکہ حارث بن عامر کو غزوہ بدر میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ ہی نے قتل کیا تھا (چنانچہ اس کے بیٹوں نے اپنے باپ کا انتقام لینے کے لیے انہیں خریدا) کئی دن تک تو آپ رضی اللہ عنہ ان کے پاس قید رہے، پھر بالآخر انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اس فیصلے کے بعد حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے شہادت کے لیے تیاری شروع کر دی، اسی دوران انہوں نے حارث بن عامر کی ایک بیٹی سے اُسترا لیا تاکہ صفائی وغیرہ کر لیں۔

اس عورت کا ایک چھوٹا بچہ چلتا چلتا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے پاس آ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اسے (پیار سے) اپنی ران پر بٹھا لیا اور استرا ابھی آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ بچے کی ماں کی جب اس منظر پر نظر پڑی تو اس کے ہوش اُڑ گئے (اس نے یہ سمجھا کہ خبیب کہیں انتقام میں میرے بچے کو ذبح نہ کر ڈالیں۔ کیونکہ ہم نے جوان کے قتل کا فیصلہ کیا ہوا ہے) اس کی یہ گھبراہٹ اور پریشانی دیکھ کر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

اَتَحسَبِينَ اَنِّي اَقتُلُه؟ مَا كُنتُ لِاَفعَلَ ذَالِكَ

کیا تو یہ سمجھتی ہے کہ میں اس بچے کو قتل کر دوں گا؟ نہیں! میں ایسا شخص نہیں ہوں کہ یہ گھٹیا کام کروں۔

بعد میں وہ عورت حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی تعریف کرتے ہوئے کہا کرتی تھی۔

اللہ کی قسم! میں نے خبیب سے بہتر کوئی قیدی نہیں دیکھا، ایک دن میں نے ان کو دیکھا کہ وہ انگوروں کا گچھا لیے اس سے

Marfat.com

کھا رہے ہیں، حالانکہ وہ لوہے (کی زنجیروں) میں جکڑے ہوئے تھے اور ان دنوں تو مکہ میں کھجوریں بھی نہیں تھیں (چہ جائیکہ انگوروں کا تصور کیا جائے)۔

بہر حال (جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو شہید کیے جانے کا وقت آیا تو) وہ انہیں حرم سے باہر لے گئے تاکہ انہیں حل میں لے کر جا کر قتل کریں، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے انہیں کہا۔

مجھے ذرا چھوڑو! تاکہ میں دو رکعت نماز پڑھ سکوں۔

انہوں نے چھوڑ دیا، آپ رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر ارشاد فرمایا۔

وَاللّٰهِ لَوْلَا اَنْ تَحسَبُوا اَنَّ مَابِی جَزَعٌ مِّنَ الْمَوتِ لَزِدتُ، اَللّٰهُمَّ اَحصِهِم عَدَداً، وَاقتُلهُم بَدَداً، وَلَا تُبقِ مِنهُم اَحَداً

اللہ کی قسم! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تم میرے بارے میں یہ گمان کرو گے کہ میں موت سے ڈر رہا ہوں تو مزید نماز پڑھتا۔ اے اللہ! ان کو شمار کر کے رکھنا اور ان سب کو قتل کر دینا اور ان میں سے ایک بھی باقی نہ چھوڑنا۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ نے کچھ اشعار پڑھے، جن میں سے دو اشعار تو بہت مشہور ہیں لیکن ہم آج آپ کو سارے اشعار سنائیں گے۔ لیجئے!

لَقَد جَمَعَ الاَحزَابُ حَولِی وَاَلَّبُوا قَبَائِلَهُم وَاستَجمَعُوا كُلَّ مَجمَعِ

لشکر میرے اردگرد جمع ہو چکے اور انہوں نے اپنے قبیلوں کو اور جس کسی کو جمع کر سکتے تھے جمع کر لیا۔

وَقَد قَرَّبُوا اَبنَاءَ هُم وَنِسَاءَ هُم وَقُرِّبتُ مِن جِذعٍ طَوِيلٍ مُّمَنَّعِ

اپنے بچوں اور عورتوں کو بھی قریب لے آئے اور مجھے بھی ایک مضبوط، لمبے کھجور کے تنے کے قریب کر دیا گیا۔

وَكُلُّهُم يُبدِی العَدَاوَةَ جَاهِداً عَلَيَّ، لِاَنِّی فِی وَثَاقٍ بِمَضيَعِ

سب کے سب میرے خلاف تگ و دو کر رہے ہیں اور مجھ سے دشمنی کا اظہار کر رہے ہیں، کیونکہ میں بندھنوں میں جکڑا، فنا ہونے والا ہوں۔

اِلَی اللّٰهِ اَشكُو غُربَتِی بَعدَ كُربَتِی وَمَا جَمَعَ الاَحزَابُ لِی عِندَ مَصرَعِی

اللہ ہی سے میں اپنی تکلیف اور غریب الوطنی کا شکوہ کرتا ہوں اور ان لشکروں کا جو میرے قتل کا تماشہ دیکھنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔

فَذَا العَرشِ صَبَّرنِی عَلَی مَا اَصَابَنِی فَقَد بَضَعُوا لَحمِی وَقَد ضَلَّ مَطمَعِی

عرش والے نے ہی مجھے میری تکلیف پر صبر کی توفیق دی ہے، ورنہ یہ لوگ تو میرا گوشت تک کاٹ چکے اور میری امید تک ختم ہو چکی۔

Marfat.com

وَذَالِكَ فِي ذَاتِ الاِلٰهِ وَاِن يَّشَاء يُبَارِكْ عَلٰى اَوصَالِ شِلوٍ مُّمَزَّعِ

اور میری یہ قربانی ذات باری تعالیٰ کی خاطر ہے، اگر وہ چاہے تو جدا جدا کئے ہوئے اعضاء کے جوڑوں میں برکت ڈال دے۔

وَقَد عَرَضُوا بِالكُفرِ وَالمَوتُ دُونَه وَقَد ذَرَفَت عَينَايَ مِن غَيرِ مَدمَعِ

انہوں نے (مجھ پر) کفر پیش کیا، جبکہ موت اس سے بہتر ہے اور میری آنکھیں بغیر آنسوؤں کے بہہ رہی ہیں۔

وَمَابِي حَذَارُ المَوتِ، اِنِّي لَمَيِّتٌ وَلٰكِن حَذَارِي حَرُّنَارٍ تَلَفَّعُ

مجھے موت کا کوئی ڈر نہیں، کیونکہ میں نے مرنا تو ہے ہی، لیکن مجھے شعلے اٹھاتی آگ کی تپش اور حرارت ڈرا رہی ہے۔

فَلَستُ بِمُبدٍ لِلعَدُوِّ تَخَشُّعاً وَلَا جَزَعاً، اِنِّي اِلَى اللّٰهِ مَرجَعِي

میں دشمن کے سامنے نہ جھکوں گا، نہ جزع فزع کروں گا، کیونکہ میں اپنے اللہ کی طرف جا رہا ہوں۔

وَلَستُ اُبَالِي حِينَ اُقتَلُ مُسلِماً عَلٰى اَيِّ جَنبٍ كَانَ لِلّٰهِ مَصرَعِي

اور جب میں مسلمان ہونے کی حالت میں قتل کیا جا رہا ہوں تو مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ اللہ کے نام پر میں کس پہلو کے بل قتل کیا جاتا ہوں۔ اس کے بعد حارث بن عامر کا بیٹا، ابو سروعہ عقبہ بن حارث آگے بڑھا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر ڈالا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون، اللھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ

آپ رضی اللہ عنہ پہلے وہ مسلمان شخص ہیں، جنہوں نے ظلماً قتل ہوتے وقت نماز پڑھنے کا طریقہ جاری کیا۔ شہادت کے بعد مشرکین نے بڑی کوشش کی کہ کسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کا چہرہ قبلہ کے رخ سے پھیر دیں لیکن جب بھی وہ چہرہ دوسری جانب پھیرتے چہرہ واپس قبلہ رخ ہو جاتا۔

ادھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بھیجا تا کہ وہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے جسد اطہر کو سولی سے اتار کر لے آئیں۔ جب وہ دونوں حضرات تنعیم نامی جگہ پر پہنچے تو دیکھا کہ ان کے گرد چالیس افراد کا پہرہ بیٹھا ہے لیکن وہ سب کے سب مدہوش اور مست تھے، چنانچہ ان کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر ان دونوں نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی سے اتار لیا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنے گھوڑے پر سوار کر دیا، اس وقت بھی ان کا بدن بالکل تروتازہ تھا اور اس میں ذرا بھی تغیر نہیں آیا تھا۔ لیکن اتفاقاً اسی دوران مشرکین کو بھی اطلاع ہو گئی اور انہوں نے پیچھا شروع کر دیا، جب وہ بالکل قریب پہنچ گئے تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو زمین پر ڈال دیا اور زمین نے انہیں نگل لیا۔ اسی سے آپ رضی اللہ عنہ کا نام بلیع الارض پڑ گیا۔

(اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی، الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

Marfat.com

حضرت ثابت بن عدی شہید

نام ونسب۔ ثابت بن عدی بن مالک بن حرام بن خدیج بن معاویہ بن مالک بن عمرو بن عوف۔

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں، قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے، غزوہ احد میں آپ رضی اللہ عنہ اپنے تین بھائیوں، حارث، عبدالرحمن اور سہل سمیت شامل ہوئے، گویا ایک گھر کے چار سپوت اور ایک ماں کے چار لخت جگر بیک وقت میدانِ جہاد میں، سبحان اللہ! آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ام عثمان بنت معاذ بن فروہ تھا۔ جن کا تعلق انصار کے دوسرے بڑے قبیلے خزرج سے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت واقعہ جسر میں ہوئی۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت تمیم بن حارث

نام ونسب۔ تمیم بن حارث بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم القرشی السہمی۔

ابوالاسود اور امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ مہاجرین حبشہ میں سے ہیں، آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت شام کے علاقے اجنادین میں ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کے ماں شریک بھائی سعید بن عمرو التمیمی رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت بشر بن رُدیح شہید

نام ونسب۔ بشر بن رُدیح یا ذِریح بن حارث بن ربیعہ بن غنم بن عائذ الثعلبی۔ آپ رضی اللہ عنہ حتّات کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت واقعہ جسر میں ہوئی۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ رضی اللہ عنہ

حضرت تمیم بن ایاس شہید

نام ونسب۔ تمیم ابن ایاس بن بکیر اللیثی۔

آپ رضی اللہ عنہ مصر کی فتح میں شامل رہے اور مصر ہی میں آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔

حضرت ثابت بن نعمان شہید

نام ونسب۔ ثابت بن نعمان بن حارث بن عبدرزح بن ظفر انصاری الظفری۔

آپ رضی اللہ عنہ غزوہ احد اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے اور واقعہ جسر میں شہید ہوئے۔

حضرت بشیر انصاری شہید

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں اور بیر معونہ کے واقعے میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

Marfat.com

حضرت عاصم بن ثابت شہید

نام ونسب۔عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح قیس بن عصمہ بن نعمان بن مالک بن امہ بن ضبیعہ بن زید انصاری، اوسی۔

آپ رضی اللہ عنہ امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہما کے نانا تھے۔غزوہ بدر میں شریک ہوئے، اور واقعہ رجیع میں شہید ہوئے۔اللہ پاک نے آپ رضی اللہ عنہ کے جسد اطہر کی بھڑوں کے ذریعے حفاظت فرمائی (جسکا تفصیلی تذکرہ ابھی آتا ہے) اس لئے آپ رضی اللہ عنہ حمیُ الدّبر (بھڑوں سے محفوظ کیا گیا) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

واقعہ رجیع میں آپ رضی اللہ عنہ امیر دستہ تھے، اور آپ رضی اللہ عنہ ہی نے یہ اعلان کیا تھا۔اَمَّا اَنَا فَوَاللّٰہِ لَا اَنزِلُ فِی ذِمَّۃِ الکَافِرِ، اَللّٰھُمَّ اَخبِر عَنَّا نَبِیَّکَ۔

میں کسی کافر کی پناہ میں کبھی نہ اتروں گا، اے اللہ! اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے حال کی خبر دے دیجئے۔اور اسی اعلان کے بعد مشرکین نے آپ رضی اللہ عنہ کو سات ساتھیوں سمیت شہید کر دیا تھا۔اسی موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے ایک دعاء اور بھی کی تھی، وہ یہ تھی۔اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَحمِی لَکَ الیَومَ دِینَکَ فَاحمِ لِی لَحمِی

اے اللہ! آج میں تیرے دین کی حفاظت کر رہا ہوں، تو میرے گوشت یعنی جسم کی کافروں سے حفاظت فرما۔آپ رضی اللہ عنہ کی یہ دعاء من وعن قبول ہوئی۔وہ کیسے؟ ملاحظہ کریں۔

غزوہ احد میں حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے سلافہ بنت سعید کے دولڑکوں کو قتل کیا تھا۔اس لئے سلافہ نے یہ نذر کی (مانی) تھی کہ عاصم رضی اللہ عنہ کے کاسہ سر میں ضرور شراب پیوں گی۔اس لئے قبیلہ ہذیل کے کچھ لوگ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا سر لینے کے لئے روانہ ہوئے تاکہ سلافہ کے ہاتھ فروخت کر کے خاطر خواہ قیمت وصول کریں۔

امام طبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلافہ نے یہ اعلان کیا تھا کہ جو عاصم رضی اللہ عنہ کا سر لائے گا اس کو سو اونٹ دیئے جائیں گے۔حضرت عاصم رضی اللہ عنہ اپنی لاش کی عصمت وحفاظت کی خدا سے پہلے ہی دعا مانگ چکے تھے۔حق تعالیٰ شانہ نے دشمنوں سے ان کی عصمت وحفاظت کا یہ انتظام فرمایا کہ زنبوروں (بھڑوں) کا ایک لشکر بھیج دیا، جس نے ہر طرف سے ان کی لاش کو گھیر لیا، کوئی کافر ان کے قریب بھی نہ آسکا، (چنانچہ) اس وقت (وہ کافر) یہ کہہ کر علیحدہ ہو گئے کہ جب شام کے وقت یہ زنبوریں دفع ہو جائیں گی اس وقت سر کاٹ لیں گے، مگر جب رات ہوئی تو ایک سیلاب آیا جوان کی لاش کو بہالے گیا۔اور یہ سب بے نیل مرام (مقصود حاصل کئے بغیر) خائب وخاسر واپس ہوئے۔قتادہ سے مروی ہے کہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ نہ میں کسی مشرک کو ہاتھ لگاؤں گا اور نہ کوئی مشرک مجھے ہاتھ لگائے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کبھی حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کا تذکرہ آتا تو یہ فرماتے حق تعالیٰ بعض مرتبہ اپنے بندہ کی مرنے کے بعد بھی حفاظت فرماتے ہیں جیسے زندگی میں اس کی حفاظت فرماتے تھے۔ (سیرت المصطفیٰ، الطاف اینڈ سنز)

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن طارق شہید

نام ونسب۔ عبداللہ بن طارق الظفری۔ انصار کے حلیف تھے۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور واقعہ رجیع میں شہید ہوئے۔

آپ رضی اللہ عنہ وہ تیسرے صحابی ہیں جو واقعہ رجیع میں مشرکین سے عہد و پیمان کر کے ٹیلے سے اتر آئے تھے لیکن پھر جب مشرکین نے ان تینوں (حضرت خبیب رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ) کو باندھنا چاہا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ هٰذَا اَوَّلُ غَدرٍ۔

یہ پہلا دھوکہ ہے۔

ابتداء ہی بدعہدی سے ہو رہی ہے، آگے چل کر نہ جانے کیا ہوتا ہے اور پھر مشرکین کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ جس پر مشرکین نے انہیں شہید کر دیا۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی وسیرت المصطفیٰ)

حضرت زید بن دثنہ شہید

نام ونسب۔ زید بن دثنہ بن معاویہ بن عبید بن عامر بن بیاضہ بن عامر بن زریق انصاری خزرجی بیاضی۔ غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی ان تین صحابہ میں سے ایک ہیں جنہوں واقعہ رجیع میں مشرکین سے معاہدہ کیا تھا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت کیسے ہوئی؟ پڑھیے۔

صفوان بن امیہ نے (جس کا باپ امیہ بن خلف بدر میں مارا گیا تھا) حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے باپ کے عوض قتل کرنے کے لئے خریدا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے جنگ بدر میں حارث بن عامر مارا گیا تھا اس لئے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو حارث کے بیٹوں نے خریدا۔

صفوان نے اپنے قیدی کے قتل میں تاخیر مناسب نہ سمجھی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اپنے غلام نسطاس کے ساتھ حرم سے باہر تنعیم میں قتل کے لئے بھیج دیا۔ اور قتل کا تماشہ دیکھنے کے لئے قریش کی ایک جماعت تنعیم میں جمع ہو گئی جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھا۔

جب حضرت زید رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لئے سامنے لایا گیا تو ابوسفیان نے کہا۔ اے زید! میں تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم اس کو پسند کرو گے کہ تم کو چھوڑ دیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے بدلے قتل کر دیں اور تم اپنے گھر آرام سے رہو۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جھنجھلا کر کہا۔ خدا کی قسم مجھ کو یہ بھی گوارہ نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر میں کوئی کانٹا یا پھانس چبھے اور میں اپنے گھر بیٹھا رہوں۔

Marfat.com

ابوسفیان نے کہا خدا کی قسم میں نے کسی کو کسی کا اس درجہ محبّ، مخلص اور دوست اور جانثار نہیں دیکھا جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے محبّ اور جان نثار ہیں بعد ازاں نسطاس نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ بعد میں چل کر نسطاس بھی مشرف باسلام ہوئے۔ (سیرت المصطفیٰ بتغیر یسیر۔ ج، ص الطاف اینڈ سنز)

حضرت مُعَتّب بن عبید شہید

نام ونسب۔ معتب بن عبید بن ایاس البلوی الظفری۔ انصار کے قبیلہ بنی ظفر کے حلیف تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے والد کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق عبید اور دوسری روایت کے مطابق عبدہ ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ بھی بدری صحابی ہیں اور واقعہ رجیع میں شہادت پائی۔ آپ رضی اللہ عنہ ان سات آدمیوں میں سے تھے جنہوں نے مشرکین سے معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا تھا اور لڑتے لڑتے جان، جان آفرین کے سپرد کر دی تھی۔

(اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت مرثد بن ابی مرثد شہید

نام ونسب۔ مرثد بن ابی مرثد کنّاز الغنوی۔

ابومرثد آپ رضی اللہ عنہ کے والد کی کنیت تھی اور نام ان کا کنّاز تھا اور وہ بھی صحابی رسول تھے۔ غزوہ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے والد رضی اللہ عنہ دونوں کو شرکت کی سعادت ملی۔ اور واقعہ رجیع میں آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ہجرت مدینہ کے بعد جب انصار و مہاجرین میں مواخات ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ کو حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ بہت جری، شجاع اور طاقتور تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے کارناموں میں سے عجیب ترین کارنامہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ مکہ میں جو کمزور مسلمان قید تھے انہیں چھاپہ مار کاروائی کے ذریعے وہاں سے اٹھا کر مدینہ لے آتے۔ ایک واقعہ ملاحظہ کیجئے۔

مکہ میں عناق نامی ایک زانیہ عورت تھی۔ زمانہ جاہلیت میں آپ رضی اللہ عنہ کے اس سے مراسم تھے۔ ادھر مکہ کے ایک قیدی سے آپ رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا ہوا تھا کہ میں تجھے مکہ سے اٹھا کر لے جاؤں گا، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اسے چھڑانے کے لئے مکہ گئے، آگے کیا ہوا؟ انہی کی زبانی سنیئے!

میں مکہ گیا، یہاں تک کہ میں مکہ شہر کی دیوار کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ رات چاندنی تھی۔ اسی دوران عناق آگئی۔ اس نے مجھے دیکھا تو فوراً پہچان گئی اور پوچھا۔ مرثد ہو؟

میں نے کہا۔ ہاں مرثد ہوں۔ اس نے کہا۔ مرحبا! آؤ ہمارے ہاں رات گزارو۔ میں نے کہا۔ اے عناق! اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام کر دیا ہے۔ (اس نے شور مچا دیا) اور کہنے لگی۔ اے اہل مکہ! یہ شخص مکہ سے قیدیوں کو اٹھا کر لے جاتا ہے۔ (اس کا شور

Marfat.com

سن کر) آٹھ آدمی میرے پیچھے لگ گئے۔ میں بھاگتے بھاگتے ایک غار میں جا چھپا۔ وہ لوگ (مجھے تلاش کرتے کرتے) میرے بالکل سر کے اوپر آ کھڑے ہوئے لیکن اللہ نے ان کو اندھا کر دیا۔ وہ مجھے نہ دیکھ سکے اور واپس لوٹ گئے۔ (اس کے بعد) میں اس شخص کے پاس گیا اور اسے اٹھا لایا۔ لیکن وہ بہت بھاری بھر کم آدمی تھا (اسے اٹھانے میں کافی دقت محسوس ہو رہی تھی، بہر حال پھر بھی) میں اسے اذخر تک لے آیا۔ وہاں آ کر اس کی بیڑیاں کھول دیں۔

پھر جب میں مدینہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں عناق سے نکاح کر لوں؟۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

اَلزَّانِی لَا یَنکِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَو مُشرِکَةً الأیة (النور)

(اخرجہ اصحاب السنن۔ الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی، اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

آپ رضی اللہ عنہ رواۃ احادیث میں سے ہیں۔ امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ، بغوی رحمۃ اللہ علیہ اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی سند سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

عَن مَرثَدِ بنِ اَبِی مَرثَدٍ، وَکَانَ بَدرِیاً، قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم ۔اِن سَرَّکُم اَن تُقبَلَ مِنکُم صَلَاتُکُم فَلیَؤُمَّکُم خِیَارُکُم

حضرت مرثد بن ابی مرثد رضی اللہ عنہ جو کہ بدری صحابی ہیں ان سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر تمہیں یہ بات اچھی لگے کہ تمہاری نماز قبول کی جائے تو چاہئے کہ تم میں سے بہترین لوگ تمہاری امامت کرائیں۔

(مستدرک، امام حاکم، دارالکتب بیروت حاکم۔ کنز العمال، رقم) (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی والاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت خالد بن البکیر شہید

نام ونسب۔ خالد بن البکیر بن عبد یا لیل بن ناشب بن غیرۃ بن سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ اللیثی الکنانی۔

آپ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی حضرت ایاس بن بکیر رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی بدری صحابی ہیں۔

غزوہ بدر سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ایک قافلے کی خبر لینے کے لئے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک سریہ بھیجا تھا کہ جو سریہ عبداللہ بن جحش کے نام سے مشہور ہے، آپ رضی اللہ عنہ اس میں شامل تھے۔ اسی دستے کے بارے میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تھی۔

یَسئَلُونَکَ عَنِ الشَّهرِ الحَرَامِ قِتَالٍ فِیهِ الأیة (البقرہ)

آپ رضی اللہ عنہ بھی واقعہ رجیع میں شہید ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے دیگر شہید ساتھیوں کے بارے میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ اشعار کہے تھے۔

Marfat.com

اَلَا لَیْتَنِی فِیْهَا شَهِدتُّ ابنَ طَارِقِ وَزَیداً، وَمَا تُغنِی الاَمَانِی، وَمَرثَداً

اے کاش! میں اس سانحہ میں ابن طارق، زید اور مرثد کے ساتھ ہوتا، لیکن آرزوئیں کچھ کام نہیں آتیں۔

فَدَافَعتُ عَن حِبِّی خُبَیبِ وَعَاصِمِ وَکَانَ شِفَاءَ لَو تَدَارَکتُ خَالِداَ

چنانچہ میں اپنے محبوب خبیب اور عاصم کا دفاع کرتا اور اگر خالد کو پالیتا تو (دل کے درد اور غم کو) شفاء مل جاتی۔

(اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی والاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت ثقب بن فروہ شہید

نام ونسب۔ ثقب بن فروہ بن البدن انصاری ساعدی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے نام کے بارے میں قدرے اختلاف ہے۔ علامہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کا نام ثقب نقل کیا ہے۔ جبکہ عبداللہ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے آپ رضی اللہ عنہ کا نام ثقیب بتایا۔

آپ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو اخرش کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو شہادت کا جام غزوہ احد میں نصیب ہوا۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی / اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت ثقف بن عمرو شہید

نام ونسب۔ ثقف بن عمرو بن سُمیط۔

آپ رضی اللہ عنہ کا تعلق بنی غنم بن دودان سے تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ بھی بدری صحابی ہیں۔ غزوہ بدر میں آپ رضی اللہ عنہ اپنے دو بھائیوں مدلاج رضی اللہ عنہ اور مالک رضی اللہ عنہ کے ہمراہ شریک ہوئے جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت غزوہ خیبر میں ہوئی۔ اسید بن رزام نامی یہودی نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت ثعلبہ بن زید شہید

نام ونسب۔ ثعلبہ بن زید بن حارث بن حرام بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی الانصاری الخزرجی۔

آپ رضی اللہ عنہ کا لقب جِذع تھا۔ موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بدریین میں شمار کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت طائف میں ہوئی۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی / اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت ثعلبہ بن ساعدہ شہید

نام ونسب۔ ثعلبہ بن ساعدہ بن مالک بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو الانصاری۔

آپ رضی اللہ عنہ انصاری صحابی ہیں۔ حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ اور زہری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق آپ رضی

Marfat.com

اللہ عنہ غزوہ احد میں شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت ثعلبہ بن عمرو شہید

نام ونسب۔ ثعلبہ بن عمرو بن محصن بن عمرو بن عتیک بن عمرو بن مبذول بن مالک بن النجار انصاری۔

آپ رضی اللہ عنہ بھی بدری صحابی ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق آپ رضی اللہ عنہ بدر کے علاوہ دیگر جنگوں میں بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک رہے اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں سانحہ جسر میں شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت ثابت بن واثلہ شہید

علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام بجائے واثلہ کے اِثلہ نقل کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت جابر بن ابی صَعْصَعَہ شہید

نام ونسب۔ جابر بن ابی صعصعہ عمرو بن زید بن عوف بن مبذول بن عمرو بن غنم بن مازن بن نجار انصاری مازنی۔

آپ رضی اللہ عنہ اسلامی جنگوں میں سب سے پہلے غزوہ احد میں شریک ہوئے۔ پھر اس کے بعد کی جنگوں میں برابر شریک ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ جنگ موتہ میں لیلائے شہادت کو جا گلے لگایا۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت جاریہ بن حُمیل شہید

نام ونسب۔ جاریہ بن حمیل بن نشبہ بن قرط بن مرہ بن نصر بن دہمان بن بصار بن سبیع بن بکر بن اشجع الدہمانی الاشجعی۔

آپ رضی اللہ عنہ بھی بدری صحابی ہیں۔ جبکہ شہادت کا تاج غزوہ احد میں نصیب ہوا۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت جبر بن ابی عبید ثقفی شہید

آپ رضی اللہ عنہ خود اور آپ کے والد رضی اللہ عنہ دونوں واقعہ جسر میں شہید ہوئے۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت جُبَیر بن بُحَینہ شہید

بحینہ آپ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ والدہ کی نسبت ہی سے مشہور ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام مالک القرشی ہے۔ بنی نوفل بن عبد مناف سے تعلق تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت جنگ یمامہ میں ہوئی۔

(الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی / اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

Marfat.com

حضرت جُدَیّ بن مرہ شہید

نام ونسب۔ جدی بن مرہ بن سراقہ البلوی۔

انصار کے قبیلے بنی عمرو بن عوف کے حلیف تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ اور آپ کے والد رضی اللہ عنہ دونوں غزوہ خیبر میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت جَرو بن مالک شہید

نام ونسب۔ جرو بن مالک بن عمرو الدوسی انصاری۔

آپ رضی اللہ عنہ کے نام کے بارے میں ایک قول جزء (زاء اور ہمزہ کے ساتھ) بھی ہے آپ رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ (الاصابہ، علامہ شہاب الدین ابن حجر عسقلانی)

حضرت جُلَیحہ بن عبداللہ شہید

نام ونسب۔ جلیحہ بن عبداللہ بن محارب بن ناشب بن غَیَرہ بن سعد بن لیث بن بکر بن عبد مناۃ اللیثی۔

آپ رضی اللہ عنہ طائف کے محاصرے کے دوران شہید ہوئے۔ (اسد الغابہ فی معرفت صحابہ از ابن اثیر شیبانی)

حضرت مالک رضی اللہ عنہ بن سِنان خُدری انصاری شہید رضی اللہ عنہ

خزرج کے خاندان خُدرہ سے تھے۔ نسب نامہ یہ ہے: مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن ابجر (خدرہ) بن عوف بن حارث بن خزرج۔

والد سنان رئیس محلہ تھے اور شہید کے لقب سے مشہور تھے۔ انہوں نے اسلام کا زمانہ نہ پایا اور ہجرت نبوی سے کئی سال پہلے فوت ہو گئے۔

حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے ہجرت نبوی سے کوئی دس سال پہلے بنو عدی بن نجار کی ایک بیوہ خاتون انیسہ رضی اللہ عنہ بنتِ ابی حارثہ سے نکاح کیا۔ ان کے بطن سے ایک صاحبزادے سعد پیدا ہوئے۔ جنہوں نے ابوسعید کی کنیت سے شہرت پائی اور عظیم المرتبت صحابہ میں شمار ہوئے۔

سنہ ۱۱ نبوت اور سنہ ۱۲ نبوت میں مدینہ کے جو اصحاب بیعتِ عقبہ سے سرفراز ہوئے انہوں نے واپس آ کر بڑی تندہی سے اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔ حضرت مالک رضی اللہ عنہ بن سنان اسی زمانے میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ سعادت مند بیوی نے بھی ان کی پیروی کی۔ کمسن فرزند ابوسعید رضی اللہ عنہ (خُدری) کے کسی دوسری طرف جانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ انہوں نے مسلمان ماں باپ کے دامن میں تربیت پائی۔

حضرت مالک رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں کسی وجہ سے شریک نہ ہو سکے مگر اگلے سال (۳ ہجری) میں غزوہ اُحد میں بڑے

Marfat.com

جوش اور جذبہ کے ساتھ شریک ہوئے۔ تیرہ سالہ فرزند (ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ) بھی ساتھ تھے اور حضرت مالک کی دلی خواہش تھی کہ وہ بھی کافروں کے خلاف لڑیں۔ چنانچہ لڑائی سے پہلے انہوں نے بیٹے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور درخواست کی کہ انہیں بھی لڑائی میں شریک ہونے کی اجازت دی جائے۔ حضور نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور ان کی عمر دریافت کی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ انہوں نے ابھی عمر کی تیرہ منزلیں طے کی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو لڑائی میں شریک ہونے کی اجازت نہ دی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ پندرہ برس سے کم عمر کے لڑکوں کو لڑائی میں شریک ہونے کی اجازت نہ دیتے تھے۔

حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ سن کر بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کے ہاتھ تو پورے مرد کے ہیں (اس لیے اسے لڑنے کی اجازت دے دیں) مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فیصلہ برقرار رکھا۔

لڑائی کا آغاز ہوا تو حضرت مالک رضی اللہ عنہ سربکف ہو کر لڑے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر زخم آیا تو حضرت مالک رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر خون پونچھا اور ادب کے خیال سے زمین پر پھینکنے کی بجائے اسے چوس کر نگل گیا۔ یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے جس کے خون میں میرا خون شامل ہو گیا ہو تو وہ مالک بن سنان کو دیکھ لے۔

اس کے بعد وہ دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پائی حضرت مالک رضی اللہ عنہ کے والد اگرچہ رئیس محلّہ تھے مگر ان کے بعد حضرت مالک رضی اللہ عنہ کو کچھ ایسے حالات پیش آئے کہ وہ تنگ دست ہو گئے مگر بڑے صابر اور غیور تھے کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کیا۔ ایک موقع پر وہ تین دن بھوکے رہے مگر کسی سے کچھ نہ مانگا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایسے آدمی کو دیکھنا چاہے جس کی پارسائی نے اسے سوال نہ کرنے دیا وہ مالک بن سنان کو دیکھے۔ اس روایت کے مطابق حضرت مالک رضی اللہ عنہ بن سنان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ایک پارسا آدمی تھے۔

حضرت مالک رضی اللہ عنہ بن نمیلہ مزنی شہید رضی اللہ عنہ

ان کا خاندانی تعلق بنومُزنیہ سے تھا اور مدینہ منورہ میں اَوس کی شاخ بنی معاویہ کے حلیف تھے۔

والد کا نام ثابت بن مُزنیہ تھا اور ماں کا نام نُملیہ (ایک روایت میں نملہ بھی آیا ہے) انہوں نے والدہ کی نسبت سے شہرت پائی۔

حضرت مالک رضی اللہ عنہ بن نُملیہ رضی اللہ عنہ اس مقدس اور مغفور جماعت کے ایک معزز رکن ہیں جس کو غزوہ بدر میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کا مہتمم بالشان شرف حاصل ہوا۔

Marfat.com

غزوہ بدر کے بعد حضرت مالک رضی اللہ عنہ غزوہ اُحد (شوال ۳ ہجری) میں بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ شریک ہوئے اور اسی غزوے میں مشرکین کے خلاف دادِ شجاعت دیتے ہوئے رتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

حضرت مسعود رضی اللہ عنہ بن الاسود عدوی شہید رضی اللہ عنہ

خاندانی تعلق قریش کی شاخ بنی عدی سے تھا۔ (سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی اسی خاندان سے تھے) نسب نامہ یہ ہے: مسعود رضی اللہ عنہ بن الاسود بن حارثہ بن نضلہ بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب القرشی عدوی۔

والدہ کا نام عجماء بنتِ عامر (بن فضل بن عفیف بن کلیب بن حبشہ بن سلول تھا)۔

ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مکہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور اذنِ ہجرت ہونے پر مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ اکثر ارباب سیر نے ان کی ہجرت مدینہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے کہ وہ بنو عدی کے ان ستر اصحاب میں سے تھے جنہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تھی۔

مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد حضرت مسعود بن الاسود رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی کے بارے میں ارباب سیر نے بہت کم لکھا ہے صرف اتنا معلوم ہے کہ انہوں نے ذیقعدہ ۶ ہجری میں بیعتِ رضوان کا عظیم الشان شرف حاصل کیا۔ پھر جمادی الاولیٰ ۸ ہجری میں غزوہ موتہ میں شریک ہوئے اور اسی غزوے میں مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پائی۔

قیاس یہ ہے کہ اس سے پہلے وہ عہدِ رسالت کے بعض دوسرے غزوات میں بھی شریک رہے ہوں گے۔

حضرت مسعود رضی اللہ عنہ بن خلدہ زُرقی الانصاری شہید رضی اللہ عنہ

خزرج کے خاندانِ زریق سے تھے۔ نسب نامہ یہ ہے: مسعود رضی اللہ عنہ بن خلدہ (بروایت دیگر خالد) بن عامر بن مخلد بن زریق زرقی الانصاری۔

غزوہ بدر سے پہلے سعادت اندوزِ ایمان ہوئے اور پھر غزوہ بدر میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کی شرف حاصل کیا۔ ان کے بدری صحابی ہونے پر سب اہل سیر کا اتفاق ہے۔

اگلے سال (۳ ہجری میں) غزوہ اُحد میں دادِ شجاعت دی۔

ایک روایت کے مطابق وہ غزوہ بئر معونہ (۴ ہجری) میں رُتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

دوسری روایت کے مطابق انہوں نے غزوہ خیبر (۷ محرم ہجری) میں جامِ شہادت پیا۔

حضرت مسعود رضی اللہ عنہ بن سُوید عدوی شہید رضی اللہ عنہ

حضرت مسعود بن سوید رضی اللہ عنہ اس عظیم المرتبت جماعت کے ایک معزز رکن ہیں جس کو قرآنِ کریم میں السابقون الاولون کہا گیا ہے اور ان سے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ ان کا تعلق قریش کے خاندان بنی عدی سے تھا۔

Marfat.com

نسب نامہ یہ ہے: مسعود رضی اللہ عنہ بن سوید بن حارثہ بن نضلہ بن عوف بن عبید بن عویج بن عدی بن کعب القرشی عدوی۔

وہ حضرت مسعود بن الاسود رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی تھے جو بیعتِ رضوان میں شریک تھے۔

قبولِ اسلام کے بعد حضرت مسعود بن سوید رضی اللہ عنہ مشرکینِ قریش کے جور وستم کا نشانہ بن گئے لیکن وہ برابر مکہ میں مقیم رہے تا آنکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہجرتِ مدینہ کا اذن دیا۔ چنانچہ وہ بنوعدی کے انہتر دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مکے سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے۔

اربابِ سیر نے یہ تصریح نہیں کہ ہجرت نبوی کے بعد حضرت مسعود بن سوید رضی اللہ عنہ کس کس غزوے میں شریک ہوئے۔ البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ اس لشکر میں شامل تھے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جمادی الاولیٰ ۸ھ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں شام کی طرف بھیجا تھا۔

اس مہم کا مقصد سفیرِ اسلام حضرت حارث بن عمیر ازدی رضی اللہ عنہ کے خونِ ناحق کا بدلہ لینا تھا۔ دشمن سے اس لشکر کا سامنا موتہ کے مقام پر ہوا۔ حضرت مسعود بن سوید رضی اللہ عنہ نے اسی لڑائی میں مردانہ وار لڑتے ہوئے شہادت پائی۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن صمہ انصاری شہید رضی اللہ عنہ

قبیلہ خزرج کے خاندان بنی سلمہ سے تھے۔ سلسلہ نسب یہ ہے: معاذ رضی اللہ عنہ بن صمہ بن عمر رضی اللہ عنہما بن جموح بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ۔

ان کے دادا حضرت عمر رضی اللہ عنہ و بن جموح (شہید اُحد) بنوسلمہ کے رئیس اور قبولِ اسلام سے پہلے قبیلے کے بُت خانے کے متولی تھے۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سے پہلے مسلمان ہو چکے تھے لیکن (غالباً) کمسنی کی وجہ سے لڑائی میں شریک نہ ہو سکے۔ پہلی بار غزوہ اُحد میں شریک ہوئے اور اس کے بعد عہدِ رسالت کے دوسرے تمام غزوات میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں ان کی سرگرمیوں کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے، البتہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ حرہ میں شامی فوج کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ (اُسد الغابہ)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بن عمرو انصاری شہید رضی اللہ عنہ

خزرج کے خاندان بنی مالک بن نجار کے چشم و چراغ تھے۔ نسب نامہ یہ ہے: معاذ رضی اللہ عنہ بن عمرو بن قیس بن عبدالعزیٰ بن غزیہ بن عمرو بن عدی بن عوف بن مالک بن نجار۔

Marfat.com

شوال ۳ہجری سے کچھ سال پہلے ایمان سے بہرہ ور ہوئے اور قبول اسلام کے بعدِ راہ حق کے جانباز سپاہی بن گئے۔ سب سے غزوہ اُحد میں داد شجاعت دی۔ اس کے بعد عہدِ رسالت کے دوسرے تمام غزوات میں بھی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔

سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں فتنہ ردہ کے استیصال میں بھر پور حصہ لیا اور اسی سلسلے کے پیش آنے والے خونریز معرکے جنگِ یمامہ میں شہادت پائی۔

حضرت مُعَتِّب بن عُبَیْد انصاری شہید رضی اللہ عنہ

بعض نے ان کا نام مُغیث لکھا ہے لیکن جمہور اہل سیر کے نزدیک صحیح نام معتب ہے۔ قبیلہ بلی سے تھے اور انصار کے قبیلہ اوس کی شاخ بنی ظفر کے حلیف تھے۔ اس لیے ان کو بلوی بھی کہا گیا ہے ظفری بھی اور انصاری بھی۔

نسب نامہ یہ ہے: معتب بن عبید بن ایاس بن تیم بن شعبۃ بن سعد بن قران بن بلی۔

آپ رضی اللہ عنہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ ان کے اخیافی (ماں شریک) بھائی تھے۔ والدہ کا نام معلوم نہیں۔

قبول اسلام کا زمانہ بھی متعین نہیں ہے۔ غالباً اپنے اخیافی بھائی حضرت عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت نبوی علیہ السلام کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے ہوں گے۔ قبولِ اسلام کے بعد انہیں سب سے پہلے غزوہ بدر الکبریٰ (رمضان ۲ہجری) میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کا مہتم بالشان شرف حاصل ہوا۔

غزوہ احد میں ان کی شرکت کے بارے میں کسی نے تصریح نہیں کی۔

۳ہجری کے آخر یا ۴ہجری کے اوائل میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ اختلاف روایت سات یا دس صحابہ رضی اللہ عنہ کو تبلیغ اسلام کے لیے قبیلہ عضل و قارہ کی طرف بھیجا۔ ان میں حضرت معتب بن عبید رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ رجیع کے مقام پر قبیلہ ہذیل نے ان اصحاب رضی اللہ عنہ کو گھیر لیا۔ انہوں نے مردانہ وار مقابلہ کیا لیکن دو حضرات، حضرت خبیب رضی اللہ عنہ بن عدی اور حضرت زید رضی اللہ عنہ بن الدثنہ کے سوا باقی سب شہید ہو گئے۔ کفار نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا اور قریش مکہ کے پاس لے جا کر ان کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ مشرکین قریش نے کچھ عرصہ بعد ان کو سولی پر چڑھا کر شہید کر دیا۔ سانحہ رجیع میں حضرت معتب بن عبید رضی اللہ عنہ کی شہادت پر سب ارباب سیر کا اتفاق ہے۔

حضرت مُنذر بن محمد انصاری شہید رضی اللہ عنہ

خاندانی تعلق قبیلہ مالک بن اوس سے تھا۔ نسب نامہ یہ ہے: منذر بن محمد بن عقبہ بن احیحہ بن حلاج بن حریش بن جحجبا بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

Marfat.com

ان کی کنیت ابوعبیدہ تھی۔ بڑے نیک فطرت آدمی تھے۔غزوہ بدر سے پہلے اسلام قبول کیا اور پھر غزوہ بدر میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی کا شرف حاصل کیا۔

ان کے بدری صحابی ہونے پر سب اہل سیر کا اتفاق ہے۔غزوہ بدر کے بعد حضرت منذر بن محمد رضی اللہ عنہ نے غزوہ اُحد (ہجری) میں دادِ شجاعت دی۔

۴ ہجری میں ابو براء عامر بن مالک عامری کی درخواست پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت تبلیغ کے لیے نجد کی طرف روانہ کی۔ حضرت منذر بن محمد رضی اللہ عنہ بھی اس جماعت میں شامل تھے۔ مشرکین بنی عامر نے غدّاری کی اور بئر معونہ کے مقام پر اس جماعت کو گھیر کر ایک (حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن امیہ) کے سوا سب مبلغین کو شہید کر ڈالا۔ اسی سانحہ میں حضرت منذر بن محمد رضی اللہ عنہ بھی خلعت شہادت پہن کر جنت الفردوس میں پہنچ گئے۔

حضرت نُعمان بن عبدِ عَمْرُ و انصاری شہید رضی اللہ عنہ

آپ رضی اللہ عنہ خزرج کی شاخ بنی نجار کے خاندان بنی دینار سے تھے۔نسب نامہ یہ ہے: نعمان بن عبد عمرو بن مسعود بن عبدالاشہل بن حارثہ بن دینار بن نجار۔

ان کے ایک بھائی ضحاک رضی اللہ عنہ بن عبد عمرو تھے۔ دونوں بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے فطرتِ سلیم عطا کی تھی۔ دونوں غزوہ بدر سے پہلے مُشرَف بہ اسلام ہو کر راہِ حق کے جانباز سپاہی بن گئے۔

غزوات کا آغاز ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کے لیے تشریف لے گئے تو دونوں بھائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے۔ یوں ان کو اصحاب بدر میں شامل ہونے کا عظیم شرف حاصل ہو گیا۔

اگلے سال غزوہ اُحد میں بھی دونوں بھائی بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ شریک ہوئے۔ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے اسی لڑائی میں اپنی جان راہِ حق میں قربان کر دی۔ انہوں نے اپنے پیچھے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

حضرت ضحاک بن عبد عمرو رضی اللہ عنہ کے حالات غزوہ اُحد کے بعد پردہ خفا میں ہیں۔ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے صرف اتنا لکھا ہے کہ وہ بھی لا ولد تھے۔

حضرت نَوفل بن ثَعلبہ انصاری شہید رضی اللہ عنہ

ان کا تعلق خزرج کے خاندان بنی سالم بن عوف سے تھا۔ حافظ ابنِ عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا نسب نامہ اس طرح بیان کیا ہے: نوفل رضی اللہ عنہ بن ثعلبہ بن عبداللہ بن نضلہ بن مالک بن عجلان بن زید بن غنم بن سالم بن عوف بن عمرو بن عوف بن خزرج۔ (الاستیعاب)

Marfat.com

لیکن ابنِ اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے اہلِ سِیَر نے ان کے نسب نامہ سے ثعلبہ کا نام حذف کر دیا ہے اور ان کا نام نوفل بن عبداللہ لکھا ہے۔

حضرت نوفل رضی اللہ عنہ غزوہ بدر سے پہلے مُشرف باسلام ہوئے اور اللہ کے سپاہی بن گئے۔ رمضان ۲ھ ہجری میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت نوفل رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ لڑائی میں بڑے جوش اور جذبے کے ساتھ لڑے اور یوں بدری صحابی ہونے کی عظیم سعادت حاصل کی۔

شوال ۳ھ ہجری میں غزوہ اُحد پیش آیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی کے لیے مدینہ منورہ سے چلنے لگے تو ایک ہزار آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب تھے لیکن راستے میں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی سلول کے بہکانے پر تین سو آدمی لشکر اسلام سے الگ ہو گئے اور صرف سات سو مجاہدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ گئے۔ ان مخلص مسلمانوں میں حضرت نوفل رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ دشمن کی تعداد مسلمانوں کی تعداد سے چار گنا سے بھی زیادہ تھی لیکن راہِ حق کے سرفروشوں نے اس کی مطلق پروانہ کی اور طاغوت کی مہیب طاقت سے مردانہ وار بھڑ گئے۔ حضرت نوفل رضی اللہ عنہ اسی لڑائی میں دادِ شجاعت دیتے ہوئے شہید ہو گئے۔ غزوہ اُحد میں ان کی شہادت پر سب اہلِ سِیَر کا اتفاق ہے۔

حضرت ہبّار بن سُفیان مخزومی شہید رضی اللہ عنہ

حضرت ہبار بن سفیان رضی اللہ عنہ اُن عظیم المرتبت اصحاب میں سے ہیں جن کو قرآن پاک میں السابقون الاولون کہہ کر جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ اُن کا تعلق قریش کے خاندانِ مخزوم سے تھا۔ نسب نامہ یہ ہے:

ہبار رضی اللہ عنہ بن سفیان بن عبدالاسد بن ہلال بن عبداللہ بن عمرو (عمر) بن مخزوم القرشی مخزومی حضرت ہبار رضی اللہ عنہ مشہور صحابی حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بن عبدالاسد (ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے پہلے شوہر) کے بھتیجے تھے، وہ اپنے بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کے ساتھ دعوتِ توحید کے ابتدائی تین سالوں کے اندر شرف اسلام سے بہرہ ور ہوئے۔

سنہ ۶ بعد بعثت میں دوسری ہجرت حبشہ واقع ہوئی۔ حضرت ہبار بن سفیان رضی اللہ عنہ بھی مہاجرین میں شامل ہو کر حبش چلے گئے اور وہاں طویل عرصہ تک غریب الوطنی کی زندگی گزارتے رہے۔ مہاجرین حبشہ کی ایک جماعت تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرتِ مدینہ سے پہلے ہی مکہ واپس آ گئی اور ایک جماعت غزوہ خیبر (محرم ۷ ہجری) کے موقع پر حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچی حضرت ہبار بن سفیان رضی اللہ عنہ اسی دوسری جماعت میں شامل تھے۔ یہ اصحاب مدینہ منورہ سے خیبر پہنچے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آمد پر بڑی مسرت کا اظہار فرمایا اور ان کو خیبر کے مالِ غنیمت سے حصہ عطا فرمایا۔

ایک روایت کے مطابق حضرت ہبار بن سفیان رضی اللہ عنہ نے جنگِ موتہ (جمادی الاولیٰ ۸ھ ہجری) میں شہادت پائی لیکن

Marfat.com

حافظ ابنِ عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو مشکوک بتایا ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں روم سے معرکہ آرائیوں کا آغاز ہوا تو حضرت ہبار بن رضی اللہ عنہ سفیان شام کے میدان جہاد میں معرکہ اجنادین رومیوں کے خلاف دادِ شجاعت دیتے ہوئے رتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ بہرصورت میدانِ جہاد میں ان کی شہادت پر سب کا اتفاق ہے۔

حضرت یزید بن برذع انصاری شہید رضی اللہ عنہ

حافظ ابنِ عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق خزرج کے خاندان بنی ظفر میں سے تھے۔ نسب نامہ یہ ہے: یزید رضی اللہ عنہ بن برذع بن زید بن عامر بن سواد بن ظفر الانصاری ظفری۔

غزوہ اُحد سے پہلے سعادت اندوزِ اسلام ہوئے اس کے بعد اُحد اور عہدِ رسالت کے دوسرے تمام غزوات میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد طویل عرصہ تک حیات رہے لیکن اس عرصہ میں ان کے حالاتِ زندگی پردہ خفا میں ہیں۔ ابن القداح رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق حضرت یزید بن برذع رضی اللہ عنہ نے واقعہ حرہ (۶۳ ہجری) میں شہادت پائی۔

حضرت یزید بن ثابت انصاری شہید رضی اللہ عنہ

خاندانی تعلق خزرج کے معزز خاندان نجار سے تھا۔ نسب نامہ یہ ہے: یزید رضی اللہ عنہ بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار۔

حبر الامت کاتب الوحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان کے چھوٹے بھائی تھے۔ ان کے والد ثابت بن ضحاک جنگِ بعاث میں مارے گئے تھے۔ یہ جنگ ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ سال پہلے ہوئی تھی۔

ایک روایت کے مطابق حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ غزوہ بدر الکبریٰ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے مگر جمہور اربابِ سیر کا بیان ہے کہ وہ سب سے پہلے غزوہ اُحد میں شریک ہوئے۔ قیاس یہ ہے کہ اُحد کے بعد وہ عہدِ رسالت کے دوسرے غزوات میں بھی شریک ہوئے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فتنہ ارتداد نے زور پکڑا تو حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کے استیصال میں بھرپور حصہ لیا۔ اس سلسلے میں مسلیمہ کذاب کے خلاف یمامہ کی لڑائی پیش آئی تو حضرت یزید رضی اللہ عنہ اس میں مرتدین کے خلاف جان توڑ لڑائی لڑے۔ لڑائی میں ان کو ایک تیر لگا جس سے شدید زخمی ہوگئے۔ واپسی میں اسی زخم کی وجہ سے راستے ہی میں شہید ہوگئے۔

حضرت یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے کہ ایک دفعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت البقیع گیا۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نئی قبر دیکھی لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے، عرض کیا گیا، فلاں کنیز کی ہے

Marfat.com

جسے فلاں شخص نے آزاد کیا تھا۔ فرمایا: مجھے کیوں نہیں بتایا۔ ہم نے گزارش کی کہ آپ قیلولہ فرمارہے تھے جگانا مناسب معلوم نہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہیں کھڑے ہوگئے۔ ہمراہیوں کو ایک صف میں کھڑا کیا اور چار تکبیر نماز جنازہ پڑھائی، فرمایا: جب تک میں تم میں موجود ہوں تو جب بھی کوئی شخص فوت ہو، مجھے بتایا کرو۔ (راوی کا خیال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری نماز اس کے لیے رحمت ہوگی)۔ (اُسد الغابہ)

حضرت سعد کی شادی اور شہادت

حضرت سعد الاسود رضی اللہ عنہ کا اصل نام تو سعد تھا لیکن ان کی غیر معمولی سیاہ رنگت کی وجہ سے لوگ ان کو سعد الاسود یا اسود کہا کرتے تھے (جیسا کہ ہمارے ملک میں سیاہ فام آدمی کو لوگ کالو یا کالا کہہ کر پکارتے ہیں)۔ حضرت سعد الاسود رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نکاح کرنا چاہتا ہوں لیکن کوئی شخص میری بدصورتی کے سبب مجھ کو رشتہ دینے پر راضی نہیں ہوتا۔ میں نے بہت سے لوگوں کو پیام دیے لیکن سب نے رد کر دیے۔ ان میں سے کچھ یہاں موجود ہیں اور کچھ غیر حاضر ہیں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ اس سیاہ فام شخص کو اللہ تعالیٰ نے نورانی جبلت عطا کی ہے اور جوشِ ایمان اور اخلاص فی الدین کے اعتبار سے اس کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سراپا رحمت تھے، بیکسوں اور حاجت مندوں کے ملجاو ماویٰ تھے۔ اپنے ایک جاں نثار کی بیکسانہ درخواست سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحیمی نے گوارا نہ کیا کہ لوگ اس کو محض اس وجہ سے ٹھکرائیں کہ وہ ظاہری حسن و جمال سے محروم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعد گھبراؤ نہیں، میں خود تمہاری شادی کا بندوبست کرتا ہوں، تم اسی وقت عمرو رضی اللہ عنہ بن وہب ثقفی کے گھر جاؤ اور سلام کے بعد ان سے کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی بیٹی کا رشتہ میرے ساتھ کر دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر حضرت سعد الاسود رضی اللہ عنہ شاداں و فرحاں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن وہب کے گھر کی طرف چل دیے۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن وہب ثقفی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور ابھی ان کے مزاج میں زمانہ جاہلیت کی درشتی موجود تھی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کے گھر پہنچ کر انہیں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے مطلع کیا تو ان کو بڑی حیرت ہوئی کہ میری ماہ پیکر ذہین و فطین لڑکی کی شادی ایسے کریہہ منظر شخص سے کیسے ہوسکتی ہے! انہوں نے سوچے سمجھے بغیر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا پیام رد کر دیا اور بڑی سختی کے ساتھ انہیں واپس جانے کے لیے کہا۔ سعادت مند لڑکی نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور اپنے باپ کی گفتگو سن لی تھی، جونہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ واپس جانے کے لیے مڑے وہ لپک کر دروازے پر آئی اور آواز دی: اللہ کے بندے واپس آؤ، اگر واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں بھیجا ہے تو میں بخوشی تمہارے ساتھ شادی کے لیے تیار ہوں، جس بات سے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہیں میں بھی اس پر راضی ہوں۔ اس اثناء میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ آگے بڑھ چکے تھے، معلوم نہیں انہوں نے لڑکی کی بات سنی یا نہیں، بہرصورت بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوکر سارا واقعہ عرض کر دیا۔ اُدھر ان کے جانے کے بعد نیک بخت لڑکی نے اپنے والد سے کہا: ابا قبل اس کے کہ اللہ آپ کو رسوا

Marfat.com

کرے آپ اپنی نجات کی کوشش کیجیے۔ آپ نے بڑا غضب کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی پروانہ کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرستادہ کے ساتھ درشت سلوک کیا۔ عمرو رضی اللہ عنہ بن وہب نے لڑکی کی بات سنی تو اپنے انکار پر سخت پشیمان ہوئے اور ڈرتے ہوئے بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دیکھ کر فرمایا تم ہی نے میرے بھیجے ہوئے آدمی کو لوٹایا تھا۔ عمرو رضی اللہ عنہ بن وہب نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے شک میں نے اس آدمی کو لوٹایا تھا لیکن یہ غلطی لاعلمی میں سرزد ہوئی۔ میں اس شخص سے واقف نہ تھا، اس لیے اس کی بات کا اعتبار نہ کیا اور اس کا پیام نامنظور کر دیا، خدا کے لیے مجھے معاف فرما دیجیے۔ مجھے اپنی لڑکی کی شادی اس شخص سے بسر و چشم منظور ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بن وہب کا عذر قبول فرمایا اور حضرت سعد الاسود رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: سعد میں نے تمہارا عقد بنتِ عمرو بن وہب سے کر دیا۔ اب تم اپنی بیوی کے پاس جاؤ۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو بے حد مسرت ہوئی، بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اٹھ کر سیدھے بازار گئے اور ارادہ کیا کہ نوبیاہتا بیوی کے لیے کچھ تحائف خریدیں۔ ابھی کوئی چیز نہیں خریدی تھی کہ ان کے کانوں میں ایک منادی کی آواز پڑی جو پکار رہا تھا: اے اللہ کے شہسوارو، جہاد کے لیے سوار ہو جاؤ اور جنت کی بشارت لو۔ سعد رضی اللہ عنہ نوجوان تھے۔ نئی نئی شادی ہوئی تھی۔ دل میں ہزار امنگیں اور ارمان تھے۔ بارہا مایوس ہونے کے بعد شادی کا مژدہ فردوسِ گوش ہوا تھا، لیکن منادی کی آواز سن کر تمام جذبات پر جوشِ ایمانی غالب آ گیا اور نوعروس کے لیے تحائف خریدنے کا خیال دل سے یکسر کافور ہو گیا، جو رقم اس مقصد کے لیے ساتھ لائے تھے، اس سے گھوڑا، تلوار اور نیزہ خریدا اور سر پر عمامہ باندھ کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں غزوہ پر جانے والے مجاہدین میں جا شامل ہوئے۔

اس سے پہلے نہ ان کے پاس گھوڑا تھا، نہ نیزہ و تلوار، اور نہ انہوں نے کبھی عمامہ اس طرح باندھا تھا، اس لیے کسی کو معلوم نہ ہوا کہ یہ سعد الاسود رضی اللہ عنہ ہیں۔ میدان جہاد میں پہنچ کر سعد رضی اللہ عنہ ایسے جوش و شجاعت کے ساتھ لڑے کہ بڑے بڑے بہادروں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ ایک موقع پر گھوڑا اڑ گیا تو اس کی پشت پر سے کود پڑے اور آستینیں چڑھا کر پیادہ پا ہی لڑنا شروع کر دیا۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ہاتھوں کی سیاہی دیکھ کر شناخت کر لیا اور آواز دی سعد۔ لیکن سعد رضی اللہ عنہ اُس وقت دنیا و مافیہا سے بے خبر اس جوش و وارفتگی کے ساتھ لڑ رہے تھے کہ اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز کی بھی خبر نہ ہوئی۔ اسی طرح دادِ شجاعت دیتے ہوئے جُرعۂ شہادت نوش کیا اور عروسِ نو کے بجائے حورانِ جنت کی آغوش میں پہنچ گئے۔

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سعد الاسود رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی لاش کے پاس تشریف لائے، ان کا سر اپنی گود میں رکھ کر دعائے مغفرت کی اور پھر فرمایا: میں نے سعد رضی اللہ عنہ کا عقد عمرو بن وہب کی لڑکی سے کر دیا تھا، اس لیے اس کے متروکہ سامان کی مالک وہی لڑکی ہے۔ سعد رضی اللہ عنہ کے ہتھیار اور گھوڑا اسی کے پاس پہنچا دو اور اس کے ماں باپ سے جا کر کہہ دو کہ اب خدا نے تمہاری لڑکی سے بہتر لڑکی سعد کو عطا کر دی، اور اس کی شادی جنت میں

Marfat.com

ہوگئی۔

قبولِ اسلام کے بعد حضرت سعد الاسود رضی اللہ عنہ نے اس دنیائے فانی میں بہت کم عرصہ قیام کیا، لیکن اس مختصر مدت میں انہوں نے اپنے جوشِ ایمان اور اخلاصِ عمل کے جو نقوش صفحۂ تاریخ پر ثبت کیے وہ امتِ مسلمہ کے لیے تا ابد مشعلِ راہ بنے رہیں گے

ایک ایمان افروز واقعہ

اسی اثناء میں دشمن کا ٹڈی دل لشکر سامنے آ گیا، ہم میں سب سے پہلے اسی نوجوان نے حملہ کیا اور دشمنوں کو خوب قتل کیا اور ان کے جتھے کو اس نے توڑ دیا اور ان کی صفوں میں قلب تک گھستا چلا گیا، میں نے اسے اس طرح لڑتے دیکھا تو اس کے قریب آ کر میں نے اس کے گھوڑے کی لگام پکڑ لی اور کہا، اے بیٹے! تم ابھی بچے ہو اور لڑائی کے گروں سے واقف نہیں ہو، اس لئے پیچھے واپس چلو (اور اس طرح سے دشمنوں کے درمیان نہ گھسو) اس نے کہا، چچا جان! کیا آپ نے قرآن مجید کی آیت نہیں سنی؟

ترجمہ۔ اے ایمان والو! جب تم کافروں سے میدان جنگ میں لڑو تو پیٹھ نہ پھیرو۔

تو کیا اے چچا جان! آپ چاہتے ہیں کہ میں پیچھے ہٹ کر جہنم والوں میں سے ہو جاؤں؟ ہم دونوں باتیں کر رہے تھے کہ دشمن نے یک بارگی حملہ کر دیا اور وہ ہم دونوں کے درمیان حائل ہو گئے اور ہر شخص اپنے طور پر لڑائی میں لگ گیا، اس دن بہت سے مسلمان شہید ہو گئے، جب لڑائی تھمی تو مقتولوں کی تعداد گننے میں نہیں آ رہی تھی، میں اپنے گھوڑے پر مقتولین کے درمیان گھومنے لگا، ان کا خون زمین پر بہہ رہا تھا اور خون اور غبار کی کثرت کی وجہ سے ان کے چہرے پہچانے نہیں جاتے تھے، ابھی میں گھوم رہا تھا کہ میں نے اسی نوجوان لڑکے کو گھوڑوں کے سموں کے درمیان مٹی اور خون میں تڑپتے دیکھا، وہ زخمی حالت میں کہہ رہا تھا۔

اے مسلمانو! میرے چچا ابو قدامہ کو میرے پاس بھیجو! میں آگے بڑھا اور اس کے پاس پہنچ گیا، خون، غبار اور سموں کے نیچے روندے جانے کی وجہ سے اس کا چہرہ پہچانا نہیں جا رہا تھا۔ میں نے کہا، میں ابو قدامہ ہوں۔ اس نے کہا، اے چچا جان! رب کعبہ کی قسم! میرا خواب سچا نکلا، میں اسی رسی والی خاتون کا بیٹا ہوں۔

ابو قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، میں نے اسے گود میں لے لیا اور اس کی پیشانی کا بوسہ لے کر اس کے چہرے سے خون اور غبار صاف کرنے لگا۔ میں نے کہا، پیارے بیٹے! قیامت کے دن شفاعت کے وقت اپنے چچا ابو قدامہ کو بھول نہ جانا۔ اس نے کہا، آپ جیسوں کو نہیں بھلایا جا سکتا، آپ تو اپنے کپڑوں سے میرا چہرہ صاف کر رہے ہیں، حالانکہ میرے کپڑے اس خون اور خاک کے زیادہ مستحق ہیں۔ چچا جان! اسے اسی طرح چھوڑ دیجیے تاکہ میں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کروں۔ چچا جان! وہ حور جس کا میں نے رات کو آپ سے تذکرہ کیا تھا، میرے سرہانے کھڑی ہے اور مجھے کہہ رہی ہے، جلدی کیجئے! میں

Marfat.com

بہت مشتاق ہوں، چچا جان! اگر آپ واپس چلے گئے تو میری غمگین اور بے چین ماں کو میرے یہ خون آلود کپڑے دے دیجئے گا، تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی وصیت کو پورا کیا ہے اور دشمنوں کے ساتھ مقابلے میں میں نے بزدلی نہیں دکھائی اور میری طرف سے اسے سلام بھی کہہ دیجئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا تحفہ قبول کر لیا ہے۔ اے چچا جان! میری ایک چھوٹی سی بہن ہے، وہ ابھی دس سال کی ہے، میں جب گھر آتا تھا وہ سلام کر کے میرا استقبال کرتی تھی اور جب میں گھر سے نکلتا تھا وہی سب سے آخر میں مجھ سے جدا ہوتی تھی، ابھی جب میں آ رہا تھا تو اس نے مجھے رخصت کرتے وقت کہا تھا کہ بھائی جان! اللہ تعالیٰ کے واسطے واپس آنے میں زیادہ دیر نہ کرنا۔ جب آپ کی اس سے ملاقات ہو اسے میرا سلام کہئے گا اور کہئے گا کہ تمہارے بھائی نے کہا ہے۔

اے پیاری بہن! اب قیامت تک اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہے، پھر وہ مسکرایا اور اس نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، یہ وہ وقت ہے جس کا ہم سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں۔ یہ الفاظ کہتے ہوئے اس کی روح پرواز کر گئی، ہم نے اسے دفن کر دیا، اللہ تعالیٰ اس سے اور ہم سے راضی ہو جائے۔ ہم جب اس لڑائی سے واپس لوٹے، تو رقہ شہر میں بھی آئے، میں فوراً اس نوجوان کے گھر روانہ ہوا، میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت بچی جو شکل و خوبصورتی میں اس نوجوان جیسی تھی، دروازے پر کھڑی ہے اور ہر گزرنے والے سے پوچھتی ہے، چچا جان! آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟ وہ جواب دیتا، جہاد سے۔ تو پھر پوچھتی، کیا میرا بھائی آپ کے ساتھ واپس نہیں آیا؟ وہ کہتا، میں تمہارے بھائی کو نہیں پہچانتا۔

ابو قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ سنا، تو میں اس کے پاس پہنچا، مجھ سے بھی اس نے وہی پوچھا کہ چچا جان! آپ کہاں سے آ رہے ہیں؟ میں نے کہا، جہاد سے۔ کہنے لگی، کیا میرا بھائی آپ کے ساتھ نہیں آیا؟ یہ کہہ کر وہ رونے لگی اور کہنے لگی، کیا ہو گیا، سارے لوگ آ رہے ہیں، میرا بھائی ابھی تک نہیں آیا؟ اس کی یہ بات سن کر مجھے بہت رونا آیا، مگر میں نے اس بچی کی خاطر خود کو سنبھال لیا۔ میں نے کہا، بیٹی! اس گھر کی مالکن کو بتاؤ کہ ابو قدامہ سے بات کر لے۔ میری آواز سن کر وہ خاتون نکل آئیں۔ میں نے سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور کہنے لگی، ابو قدامہ! خوشخبری دینے آئے ہو یا تعزیت کرنے؟ میں نے کہا، مجھے اپنی بات کا مطلب سمجھائیے! کہنے لگیں، اگر میرا بیٹا واپس آ گیا ہے تو پھر تم تعزیت کرو اور اگر شہید ہو گیا ہے تو پھر تم خوشخبری سنانے والے ہو۔ میں نے کہا، خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے تمہارا تحفہ قبول فرما لیا ہے۔ وہ رونے لگی اور کہنے لگی، کیا واقعی قبول فرما لیا ہے؟ میں نے کہا، ہاں۔ وہ کہنے لگی، تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اسے میرے لئے آخرت میں ذخیرہ بنا دیا۔ پھر میں بچی کی طرف بڑھا اور میں نے کہا، بیٹی! تمہارے بھائی نے تمہیں سلام کہا ہے اور اس نے کہا ہے کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ تمہارا نگہبان ہے۔ یہ سن کر بچی نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر گئی، تھوڑی دیر بعد میں نے اسے ہلایا تو اس

Marfat.com

کی روح بھی پرواز کر چکی تھی۔ میں نے نوجوان کے کپڑے اس کی والدہ کے سپرد کیے اور میں نوجوان اور بچی کے انتقال پر صدمے اور اس عورت کے صبر واستقلال پر تعجب کے ساتھ واپس آ گیا۔

(حکاھا احمد بن الجوزی الدمشقی فی کتابہ المسمٰی بسوق العروس وانس النفوس)

قارئین گرامی!

واقعہ آپ نے پڑھ لیا یہ واقعہ محض ایک واقعہ نہیں بلکہ مسلمانوں کے حسین اور درخشاں ماضی کی ایک جھلک ہے اور ساتھ ساتھ روشن مستقبل کے حصول کی شاہراہ بھی جب تک اہلِ اسلام کے عوام وخواص، مرد وزن اور بوڑھوں و بچوں میں جذبہ جہاد جوان رہا اور اسلام کی خاطر تن من دھن قربان کرنے کے جنون نے دلوں کو بے قرار کیے رکھا، اس وقت دنیا پہ اسلام کا سکہ جما دیا۔ کسی کو بری نگاہ سے اسلام اور اہلِ اسلام کی طرف دیکھنے کی جرات تک نہ ہوتی تھی، لیکن جوں جوں مسلمان اس جذبے سے عاری ہوتے گئے، قربانی سے دور ہوتے گئے اور غلبہ اسلام کی لگن، فکر اور تڑپ دلوں سے نکل گئی تو اسلام کمزوری ہو گیا، اہلِ اسلام مغلوب ومقہور ہو گئے اور آج ہر طرف وہ کافروں کے لیے تختہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اپنے حال کو ماضی سے جوڑنے کے لیے پوری قوت اور شدت سے جذبہ جہاد کو صرف اجاگر ہی نہیں بلکہ دلوں میں پیوست کیا جائے، امت کا ہر طبقہ اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھے، جوان بھی سمجھیں اور بوڑھے بھی، بچے بھی سمجھیں اور عورتیں بھی اور ہر ایک اپنے دائرے میں رہتے ہوئے جہاد کی لو کو اونچا کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔

مدینہ منورہ میں ایک مجاہد اور بزرگ ابوقدامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں رومیوں کے خلاف جہاد کرنے کا شوق اور ولولہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا تھا، ایک بار وہ مسجد نبوی شریف میں بیٹھے ہوئے اپنے ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کر رہے تھے، ان کے ساتھیوں نے کہا، اے ابوقدامہ! آج آپ اپنے جہاد کا کوئی عجیب وغریب واقعہ سنایئے!۔ ابوقدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

ایک بار میں رقہ نامی شہر میں اونٹ خریدنے گیا تا کہ اس پر اسلحہ لاد سکوں، ایک دن میں وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی، اے ابوقدامہ! مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ لوگوں کو جہاد کی دعوت اور ترغیب دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسے بال عطاء فرمائے ہیں جو میرے علاوہ کسی عورت کو عطاء نہیں فرمائے۔ میں نے ان بالوں کو کاٹ کر رسی بنالی ہے اور اس پر اچھی طرح مٹی مل دی ہے، تا کہ ان بالوں کو کوئی دیکھ نہ سکے۔ میری تمنا ہے کہ آپ میرے بالوں کی اس رسی کو اپنے ساتھ لے جائیں، دشمنوں کے ساتھ جہاد کے وقت آپ یا کوئی اور ضرورت مند مجاہد اس رسی کو گھوڑے کی لگام وغیرہ میں استعمال کر لے، تا کہ میرے بالوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے کا غبار نصیب ہو جائے، میں ایک بیوہ عورت ہوں، میرا خاوند اور خاندان سب اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو چکے ہیں، اگر مجھے جہاد کرنے کی اجازت ہوتی تو میں بھی شریک ہوتی۔ اس نے وہ رسی مجھے دے دی اور کہنے لگی، اے ابوقدامہ! میرے شہید خاوند نے اپنے پیچھے ایک لڑکا بھی چھوڑا ہے، جو قرآن کا عالم، گھڑ سواری

Marfat.com

اور تیر اندازی کا مشاق ماہر خوبصورت نوجوان ہے، وہ راتوں کو قیام کرتا ہے اور دن کو روزے رکھتا ہے، اس کی عمر پندرہ سال ہے، ابھی وہ اپنے والد کی چھوڑی ہوئی زمین پر گیا ہوا ہے، ممکن ہے کہ وہ آپ کی روانگی سے پہلے آ جائے تو میں اسے اللہ تعالیٰ کے حضور بطور ہدیہ آپ کے ساتھ میدان جہاد میں بھیج دوں گی، میں آپ کو اسلام کی حرمت کا واسطہ دیتی ہوں کہ میری اجر و ثواب حاصل کرنے کی تمنا ضرور پوری کریں۔

میں (ابوقدامہ رحمۃ اللہ علیہ) نے وہ رسی لے لی اور اسے اپنے سامان میں رکھ لیا۔ اس کے بعد میں اپنے رفقاء سمیت رقہ سے روانہ ہو گیا، ابھی ہم مسلمہ بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ کے قلعہ کے پاس پہنچے تھے کہ ایک گھڑسوار نے مجھے پیچھے سے آواز دی، ہم رک گئے۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا، تم چلتے رہو، میں اس گھڑسوار کو دیکھتا ہوں۔ تھوڑی دیر میں وہ گھڑسوار آ پہنچا اور اس نے ملاقات کے بعد کہا، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے مجھے آپ کی ہمراہی سے محروم نہیں فرمایا اور مجھے ناکام نہیں لوٹایا۔ میں نے کہا، اے عزیز! اپنے چہرے سے کپڑا ہٹاؤ، تاکہ میں تمہیں دیکھ کر فیصلہ کر سکوں کہ تم پر جہاد لازم ہوتا ہے یا نہیں، اگر لازم ہو گا تو ساتھ لے جاؤں گا ورنہ واپس لوٹا دوں گا۔ اس نے چہرہ کھولا تو وہ چودھویں کے چاند کی طرح ایک خوبصورت لڑکا تھا اور اس کے چہرے پر ناز و نعمت کے آثار چمک رہے تھے۔ میں نے کہا، بیٹا! تمہارے والد زندہ ہیں؟ اس نے کہا، میں آپ کے ساتھ اپنے والد کا انتقام لینے کے لئے نکلا ہوں، وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو چکے ہیں، امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کی طرح قبول فرما لے۔ میں نے پوچھا: اے بیٹے! کیا تمہاری والدہ نہیں ہیں؟ اس نے کہا، جی ہاں۔ میں نے کہا، جاؤ! ان سے اجازت لے کر آؤ، اگر اجازت دیں تو آ جاؤ ورنہ ان کی خدمت کرو، کیونکہ جنت تلواروں کے سائے اور ماؤں کے قدموں کے نیچے ہے۔ نوجوان نے کہا، اے ابوقدامہ! آپ نے مجھے نہیں پہچانا؟ میں اس خاتون کا بیٹا ہوں جس نے آپ کو اپنے بالوں کی رسی دی ہے۔ میں ان شاء اللہ شہید ابن شہید ہوں، آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے جہاد سے محروم نہ رکھیں۔ میں نے قرآن حفظ کر لیا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا علم بھی حاصل کر لیا ہے، گھڑسواری اور تیر اندازی بھی سیکھ چکا ہوں، بلکہ میں نے اپنے علاقے میں اپنے پیچھے اپنے جیسا کوئی گھڑسوار نہیں چھوڑا، آپ میری عمر کو نہ دیکھیں، میری والدہ نے مجھے قسم دی ہے کہ میں واپس لوٹ کر ان کے پاس نہ جاؤں اور انہوں نے مجھے کہا ہے کہ اے پیارے بیٹے! کافروں سے ڈٹ کر ثابت قدمی کے ساتھ لڑنا اور اپنی جان اللہ تعالیٰ کو پیش کرنا اور اللہ تعالیٰ کے قرب کی جستجو کرنا اور اپنے شہید والد اور ماموں صاحبان کے ساتھ جنت میں ملنے کی کوشش کرنا، اگر اللہ تعالیٰ تمہیں شہادت کی نعمت نصیب فرما دے تو پھر قیامت کے دن میری شفاعت کرنا، کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ شہید قیامت کے دن اپنے ستر اہل خانہ اور ستر پڑوسیوں کی شفاعت کرے گا۔ پھر میری ماں نے مجھے سینے سے لگا کر بھینچا اور اپنا رخ آسمان کی طرف کر کے کہا، اے میرے اللہ! اے میرے آقا! اے میرے مولا! یہ میرا بچہ ہے، میرے دل کا پھول اور کلیجے کا ٹکڑا ہے، میں اسے تیرے سپرد کر رہی ہوں، اسے اپنے والد کے قریب کر دے۔

ابوقدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے جب یہ باتیں سنیں تو میں رونے لگا۔ لڑکے نے کہا، اے چچا جان! آپ کیوں

Marfat.com

روتے ہیں؟ اگر آپ کو میرا بچپن دیکھ کر رونا آ رہا ہے تو اگر مجھ سے بھی چھوٹی عمر والا کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بھی عذاب دے گا۔ میں نے کہا، میں تمہاری چھوٹی عمر پر نہیں رو رہا، لیکن میں تمہاری والدہ کے دل کا سوچ کر رو رہا ہوں اور اس بات پر بھی کہ تمہاری شہادت کے بعد اس پر کیا گزرے گی۔ بہرحال ہمارا لشکر روانہ ہو گیا، میں نے اس لڑکے کے معمولات کو غور سے دیکھا وہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے بالکل غافل نہیں ہوتا تھا، جب ہمارا لشکر چلتا تو وہ ہم میں بہترین گھڑ سوار تھا اور جب ہم کسی منزل پر رکتے تو وہ ہمارا خدمتگار بن جاتا تھا، وہ مسلسل اپنے عزم کو مضبوط اور اپنی چستی کو دوبالا اور اپنے دل کو صاف ستھرا کرنے میں لگا رہتا تھا اور خوشی کے آثار اس کے چہرے سے پھوٹتے نظر آتے تھے۔

ایک دن غروب آفتاب کے وقت ہم نے دشمن کے علاقے کے بالکل قریب پہنچ کر پڑاؤ ڈالا، چونکہ ہم روزے دار تھے اس لئے وہ نوجوان ہمارے افطار کے لئے کھانا بنانے لگا، اچانک اسے اونگھ آ گئی اور وہ سو گیا، نیند کے دوران وہ مسکرانے لگا، جب وہ بیدار ہوا تو میں نے کہا، بیٹے! آپ نیند میں ہنس رہے تھے؟ اس نے کہا، میں نے ایک ایسا عجیب خواب دیکھا جس نے مجھے خوشی سے ہنسا دیا۔ میں نے پوچھا: تم نے خواب میں کیا دیکھا؟ کہنے لگا، میں نے دیکھا کہ میں عجیب و غریب سبز باغ میں ہوں، میں اس میں گھوم پھر رہا تھا کہ میں نے چاندی کا ایک محل دیکھا جس پر موتی جواہرات جڑے ہوئے تھے، اس کے سونے کے دروازے پر پردے لٹکے ہوئے تھے، اچانک میں نے دیکھا کہ نوجوان لڑکیوں نے پردے ہٹائے، ان لڑکیوں کے چہرے چاند کی طرح خوبصورت تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو خوش آمدید کہنے لگیں۔

میں نے ان میں سے ایک کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا، تو اس نے کہا۔ جلدی نہ کرو، ابھی اس کا وقت نہیں آیا، پھر میں نے سنا کہ وہ ایک دوسرے سے کہہ رہی تھیں کہ یہ مرضیہ کا خاوند ہے۔ پھر وہ مجھ سے کہنے لگیں، تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو آگے بڑھو۔ میں آگے بڑھا تو محل کے اوپر والے حصے پر سرخ سونے کا کمرہ تھا، جس میں سبز زمرد کی ایک مسہری تھی، جس کے پائے چاندی کے تھے، اس پر ایک لڑکی بیٹھی تھی، جس کا چہرہ سورج کی طرح تابناک تھا، اگر اللہ تعالیٰ میری نظروں کو مضبوط نہ فرماتے تو کمرے کا حسن اور لڑکی کی خوبصورتی دیکھ کر میری عقل زائل ہو جاتی اور میری آنکھیں دیکھنے کے قابل نہ رہتیں۔ جب اس لڑکی نے مجھے دیکھا تو کہنے لگی، خوش آمدید خوش آمدید، اے اللہ کے ولی اور اس کے محبوب! تم میرے ہو اور میں تمہاری ہوں۔ میں نے چاہا کہ اسے سینے سے لگا لوں۔ تو کہنے لگی، ابھی رکو، جلدی نہ کرو، میری اور تمہاری ملاقات کل ظہر کی نماز کے وقت ہو گی۔

ابو قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ خواب سن کر میں نے کہا، بیٹے! تم نے بڑی خیر کی بات دیکھی، اب خیر ہی ہو گی (انشاء اللہ)۔ صبح کے وقت اعلان جنگ ہو گیا، ہر طرف آوازیں لگنے لگیں، اے اللہ کے سپاہیو! سوار ہو جاؤ اور جنت کی بشارت پاؤ۔

چار شہداء بیٹوں کی والدہ کی نصیحت کا واقعہ

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا بڑی عظیم خاتون تھیں۔ ان کی زندگی کا جاہلی دور اور اسلامی دور ایک دوسرے سے یکسر مختلف ہیں۔ وہ حقیقی انقلاب کی بہترین مثال ہیں۔ حقیقی انقلاب وہ ہوتا ہے جو دل کی دنیا کو بدل دے۔ انہوں نے اپنے بھائی معاویہ

Marfat.com

بن عمرو کے قتل پر بھی مرثیے لکھے تھے۔لیکن دوسرے بھائی صخر بن عمرو کے قتل پر تو ایسے دردناک اشعار مسلسل کئی سال تک کہے جن کو سن کر مخالف قبیلے کے لوگوں کی آنکھوں میں بھی آنسو آ جاتے تھے۔انہوں نے اپنا گریبان چاک کر لیا تھا۔

سر میں خاک ڈال لی تھی اور قسم کھائی تھی کہ جب تک بھائی کے خون کا انتقام نہ لے لیا جائے وہ اسی حال میں رہیں گی۔

اپنے ایک مرثیے میں وہ کہتی ہیں سورج کا طلوع وغروب اپنے معمول کے مطابق جاری ہے مگر ہر طلوع آفتاب صخر کی جدائی کا پیغام لے کر آتا ہے اور دل پر آرے چلاتا ہے۔

ہر غروب آفتاب غم کی اتھاہ گہرائیاں لے کر سیاہ رات مسلط کر دیتا ہے اور مجھے صخر کی یاد تڑپاتی ہے۔ میں مانند بسمل تڑپتی ہوں۔نہ موت کی آغوش نصیب ہوتی ہے نہ زندگی کی مسکراہٹ کا سراہا تھ آتا ہے۔صخر تیرے فراق میں میری آنکھیں بے نور ہوا چاہتی ہیں مگر تیری رفاقت ومعیت نے سالہا سال مجھے خوشیوں اور مسرتوں کی بہاریں بھی تو دکھائیں۔مقتولین پر آہ وزاری اچھی نہیں ہوتی لیکن تجھ پر رونا قابل تحسین وستائش ہے کہ تو واقعی بے مثال شہسوار اور منبع جود وسخا تھا۔

حضرت خنساء کی یہ کیفیت کئی سال رہی۔آخر اللہ نے ان کی قسمت بدلنے کا فیصلہ فرما لیا۔توحید کی روشنی فاران کی چوٹیوں سے نمودار ہوئی۔ پھر یثرب کو مینارہ نور بننے کا شرف ملا۔خنساء کی جوانی ڈھل چکی تھی۔اب مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست قائم ہو چکی تھی۔انسانیت نے صدیوں تک تاریکیوں میں دھکے کھائے تھے اب انسانوں کے درمیان حق کا چراغ روشن تھا۔

قبیلہ بنوسلیم میں جب یہ دعوت اور روشنی پہنچی تو خنساء کو یہ پیغام مانوس اور پسندیدہ محسوس ہوا۔خوش بخت تھیں،لمبا سفر کر کے مدینے آئیں۔آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دی اور اپنے قبیلے کے پورے وفد کے ساتھ ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئیں۔اس موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا دل نشین کلام سنا اور ان کی تعریف کی۔قبول اسلام کے چند دنوں بعد وہ اپنے علاقے میں واپس چلی گئیں مگر کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ بے قرار ہو کر واپس مرکز اسلام میں آ گئیں اور پھر یہیں مقیم ہو گئیں۔ایران وروم کے مقابلے پر جنگیں جاری تھیں۔

یہ حضرت عمر بن خطاب کا دور خلافت تھا اور حضرت سعد بن ابی وقاص ایران کے مقابلے پر قلعے پہ قلعے فتح کرتے کسریٰ کی نام نہاد سپر یمیسی کو خاک میں ملا رہے تھے۔ایرانیوں نے بالآخر ہاتھیوں کی فوج مقابلے میں لانے کا فیصلہ کیا۔حضرت سعد نے امیر المومنین کی خدمت میں خط لکھا کہ ان کی مدد کے لیے تازہ دم فوج روانہ کی جائے۔ جب امیر المومنین نے مدینہ میں اعلان کیا تو مجاہدین فوراً جہاد پر جانے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس تازہ دم لشکر اسلام کو مدینے سے رخصت کرنے کے لیے باہر تک پیدل چلتے ہوئے ساتھ گئے۔اس موقع پر وہ دعائیں بھی دیتے رہے اور نصیحتیں بھی کرتے رہے۔عین اس موقع پر آپ نے ایک اونٹ پر ایک بوڑھی عورت کو بیٹھے دیکھا تو پوچھا آپ کہاں جا رہی ہیں؟ وہ فرمانے لگیں اپنے چار نوجوان فرزندوں کے ساتھ میدان جہاد میں جا رہی ہوں۔

Marfat.com

یہ بوڑھی خاتون سیدہ خنساء بنت عمرو تھیں۔ یہ مجاہدین جب میدان جنگ میں پہنچے تو حضرت خنساء نے اپنے بچوں کو رات کے وقت اپنے خیمے میں ایک یادگار نصیحت فرمائی۔ میرے بچو تم نے اپنی رضا اور خوشی سے اسلام اور ایمان کی دولت کو سینے سے لگایا۔ پھر اللہ کی راہ میں ہجرت کا شرف بھی حاصل کیا۔ خدا کی قسم! جس طرح تم ایک ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہو اسی طرح ایک باپ کے صلب سے پیدا ہوئے ہو۔ میں نے تمہارے باپ سے کبھی خیانت نہیں کی اور نہ تمہارے ماموں کو کبھی رسوا کیا۔ تمہارا حسب اور نسب ہر عیب اور داغ سے پاک ہے۔ آخرت کی دائمی زندگی دنیا کی حیات فانی سے کہیں بہتر ہے۔ اگر میدان جنگ میں لوگوں کے قدم اکھڑیں تو تم آگے بڑھنا۔ اللہ کا ذکر اور دعائیں کرتے ہوئے میدان میں ڈٹ جانا۔ خبردار اگر تم میدان جنگ سے بھاگ کر آئے تو میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔

اللہ کے راستے میں جان قربان کر دینا سعادت اور جہاد سے منہ موڑنا اللہ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ چشم فلک نے اس روز وہ ہولناک منظر دیکھا جو کم ہی دیکھنے میں آتا ہے۔ جب ہاتھیوں کے لشکر نے ہلہ بولا تو آغاز میں غازیوں کے قدم اکھڑ گئے۔ اللہ اکبر! آج فاتحین پر بڑا کڑا وقت آ گیا تھا۔ عین اس لمحے سیدہ خنساء کے چاروں بیٹوں نے ایک دوسرے کو نام بنام پکار کر کہا ماں کی نصیحت کو یاد کرو۔ چنانچہ وہ آگے بڑھے اور ہاتھیوں کی سونڈیں کاٹنا شروع کر دیں۔

ہاتھی کے پورے جسم میں کانوں سے لے کر دم اور سر سے لے کر پاؤں تک کوئی حصہ ایسا نہیں ہوتا جس پر تیر، تلوار یا نیزہ کوئی اثر دکھا سکے۔

صرف سونڈ وہ حصہ ہے جو نرم ہوتا ہے اور تلوار سے کاٹا جا سکتا ہے۔ اب ایرانی ہاتھی بلبلا کر پیچھے کی جانب بھاگنا شروع ہو گئے۔ اکھڑے ہوئے قدم جم گئے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ دونوں جانب سے لاتعداد لوگ قتل اور شہید ہوئے اور ان سے زیادہ زخمی اور مجروح ہوئے۔ شام کو لوگ اپنے اپنے خیموں میں واپس پلٹے تو معلوم ہوا کہ کون زندہ سلامت واپس آیا اور کون خلعت شہادت سے سرفراز ہوا ہے۔ شام کے جھٹپٹے میں ہی اس خیمے میں چراغ جل رہا تھا اور آج اس میں بوڑھی خنساء تنہا بیٹھی تھیں۔

اس خیمے میں کوئی بھی واپس نہ آیا۔ سعد بن ابی وقاص کو معلوم ہوا تو خود چل کر اس خیمے میں پہنچے۔ بہادر اور جری سعد کے لیے زبان سے ایک لفظ نکالنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ خنساء نے پوچھا سعد بتاؤ جنگ کا کیا نتیجہ رہا؟ سعد نے بمشکل یہ اطلاع دی کہ خنساء کے چاروں بیٹے میدان جنگ میں شہید ہو گئے ہیں۔ ماں نے پھر پوچھا جنگ کا نتیجہ کیا نکلا؟ سپہ سالار نے بتایا کہ اللہ نے فتح عطا فرمائی ہے۔

یہ سننا تھا کہ سیدہ خنساء سجدے میں گر گئیں۔ ان کی زبان پر نہ کوئی نوحہ تھا نہ بین اور مرثیہ۔ وہ اللہ کا شکر ادا کر رہی تھیں اور زبان سے مسلسل کہہ رہی تھیں اے اللہ میں نے یہ قربانی تیرے راستے میں پیش کی ہے تو اسے قبول فرما لے۔ اے اللہ بوڑھی ماں کو اپنے بچوں سے جنت میں ملا دینا۔ کہاں وہ جاہلی زندگی کے شب و روز اور کہاں آج اسلام و ایمان کی عزیمت و قربانی کی یہ مثال! یہی تو حقیقی انقلاب ہے جو دل و دماغ اور سوچ فکر کو نئے سانچے میں ڈھال دیتا ہے۔ آج بھی شہدا کی مائیں انہی

Marfat.com

جذبات کا اظہار کرتی ہیں۔ جب ان کے لخت جگر میدان قتال میں داد شجاعت دیتے ہوئے جانوں کے نذرانے پیش کر کے اپنے اسلاف کی تاریخ کو زندہ کر دیتے ہیں تو ماؤں کے دل حضرت خنساء والی کیفیت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔

حضرت خنساء نے اپنے دور ایمانی میں کئی مرتبہ اپنے مقتول بھائیوں کی یاد میں ان جذبات کا اظہار بھی کیا کہ اگر وہ حالت ایمان میں اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو جاتے تو دل کو قرار آ جاتا مگر ہائے حسرت کہ وہ جاہلی زندگی میں موت سے ہمکنار ہو گئے۔ اسلام ایک قوت ہے، نا قابل تسخیر! ایمان اور شوق شہادت ایک دولت ہے، بے بہا و بے بدل۔ اپنے ایمان کو تازہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اسلام کی صحیح قدر و قیمت جاننے کا وقت ہے پھر ہم پر اللہ کے فضل سے کوئی غالب نہیں آ سکتا۔

حضرت سمیہ کا اسلام کے لئے شہیدہ اول ہونے کے شرف کا بیان

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد دعوت حق کا آغاز فرمایا تو وہی قریش مکہ جن کی زبانیں آپ کو امین امین کہتے نہیں تھکتی تھیں وہ نہ صرف آپ کے خون کے پیاسے بن گئے بلکہ جو شخص بھی دعوت حق پر لبیک کہتا اس پر بے تحاشہ ظلم و ستم ڈھانا شروع کر دیتے تھے۔ اس میں مرد یا عورت کی کوئی تخصیص نہ تھی۔ اسی زمانے میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن بنو مخزوم کے محلّے سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کفار قریش نے ایک ضعیف العمر خاتون کو لوہے کی زرہ پہنا کر دھوپ میں لٹا رکھا ہے اور پاس کھڑے ہو کر قہقہے لگا رہے ہیں۔ ساتھ ہی اس خاتون سے مخاطب ہو کر کہہ رہے ہیں محمد کا دین قبول کرنے کا مزہ چکھ۔

مظلوم خاتون کی بے بسی دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: صبر کرو تمہارا ٹھکانا جنّت میں ہے۔ راہ حق میں ظلم سہنے والی یہ خاتون جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی تلقین فرمائی اور جنّت کی بشارت دی حضرت سُمیّہ بنت خباط رضی اللہ عنہا تھیں۔

حضرت سُمیّہ بنت خباط رضی اللہ عنہا کا شمار نہایت بلند پایہ صحابیات میں ہوتا ہے۔ انہوں نے راہِ حق میں ضعف اور کبر سنی کے باوجود زہرہ گداز مظالم جھیلے یہاں تک کہ اپنی جان بھی اسی راہ میں قربان کر دی اور اسلام کی سب سے پہلی شہید ہونے کا مہتم بالشان شرف حاصل کیا۔

حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہا کے آباؤ اجداد میں صرف ان کے باپ خباط کا نام معلوم ہے۔ ان کا وطن اور خاندان کون سا تھا اور وہ کب اور کیسے مکہ پہنچیں؟ کُتب سیَر ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں دیتیں۔ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ وہ ایامِ جاہلیت میں مکہ کے ایک رئیس ابوحذیفہ بن المغیر ہ مخزومی کی کنیز تھیں۔ یہ بعثت نبوی سے تقریباً پینتالیس سال پہلے کا ذکر ہے۔ اسی زمانے میں یمن سے ایک قحطانی النسل شخص یاسر بن عامر اپنے ایک مفقود الخبر بھائی کی تلاش کرتے ہوئے مکّے میں وارد ہوئے اور وہیں مستقل اقامت اختیار کر کے ابوحذیفہ بن المغیر ہ کے حلیف بن گئے۔ اس نے حضرت سمیّہ کی شادی حضرت یاسر بن عامر سے کر دی۔ ان کی صلب سے حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہا کے دو بیٹے پیدا ہوئے عبداللہ رضی اللہ عنہ اور عمار رضی اللہ عنہ۔ یہ وہ زمانہ تھا

Marfat.com

جب رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن اور جوانی کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ قیاس یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس کا یہ سارا دور یاسر، سمیہ عبداللہ اور عمار کے سامنے گزرا اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم ترین شخصیت اور اعلیٰ سیرت و کردار کا نہایت گہرا اثر قبول کیا۔ کیونکہ بعثت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت حق کا آغاز فرمایا تو اس سارے خاندان نے کسی تامّل کے بغیر اس پر لبیک کہا۔ اس وقت ابو حذیفہ مخزومی کا انتقال ہو چکا تھا اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اس کے ورثا کی غلامی میں تھیں۔

مظالم کفار کو رضائے الٰہی کے لئے برداشت کرنے والوں کے صبر کا بیان

یہ اہل حق کے لئے بڑا پُر آشوب زمانہ تھا۔ مکہ کا جو شخص اسلام قبول کرتا مشرکین قریش کے غیظ و غضب اور لرزہ خیز جور و تشدّد کا نشانہ بن جاتا۔ مشرکین اس معاملے میں اپنے قریب ترین عزیزوں کا بھی لحاظ نہیں کرتے تھے۔ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ اور ان کے لڑکے غریب الوطن تھے اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو بھی ابھی بنو مخزوم نے رہا نہیں کیا تھا۔ ان بے چاروں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے میں مشرکین کو کوئی چیز مانع نہیں تھی۔ انہوں نے اس بے کس خاندان پر ایسے ایسے ظلم ڈھائے کہ انسانیت سر پیٹ کر رہ گئی۔ حضرت یاسر اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا دونوں بہت ضعیف اور کبر السن تھے مگر ان کی قوت ایمانی اور استقامت کا یہ عالم تھا کہ مشرکین ان کو طرح طرح کی دردناک تکلیفیں دیتے تھے اور شرک پر مجبور کرتے تھے لیکن ان کے قدم جادہ حق سے ایک لحہ کے لئے بھی نہیں ڈگمگاتے تھے۔ یہی حال ان کے بیٹوں کا تھا۔ ان مظلوموں کو لوہے کی زرہیں پہنا کر مکہ کی جلتی تپتی ریت پر لٹانا، اُن کی پشت کو آگ کے انگاروں سے داغنا اور پانی میں غوطے دینا کفار کا روز کا معمول بن گیا تھا۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام سے گزرے جہاں ان مظلوموں کو عذاب دیا جا رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر سخت دکھ ہوا اور آپ صلی اللہ علہ وسلم نے فرمایا: صبر کرو اے آلِ یاسر تمہارے لئے جنّت کا وعدہ ہے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت یاسر رضی اللہ عنہ۔ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا، اور ان کے بچوں کو مبتلائے مصیبت دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صبر کرو۔ الٰہی آل یاسر کی مغفرت فرما دے اور تو نے ان کی مغفرت کر ہی دی۔ بوڑھے یاسر رضی اللہ عنہ یہ ظلم سہتے سہتے ایک دن جاں بحق ہو گئے لیکن مشرکین کو پھر بھی اس خاندان پر رحم نہیں آیا اور انہوں نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بچوں پر ظلم و ستم کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔

ایک دن حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا دن بھر سختیاں سہنے کے بعد شام کو گھر واپس آئیں تو ابو جہل نے ان کو گالیاں دینی شروع کر دیں اور پھر اس کا غصہ اس قدر تیز ہوا کہ اپنا برچھا حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو کھینچ مارا۔ وہ اسی وقت زمین پر گر گئیں اور اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کر دی۔ ایک روایت میں ہے کہ ابو جہل نے حضرت سمیہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھی تیر مار کر شہید کر دیا۔ اب صرف حضرت عمار رضی اللہ عنہ رہ گئے تھے۔ ان کو اپنی والدہ کی مرگِ بے کسی پر سخت صدمہ ہوا اور روتے ہوئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ سنا کر عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب تو

Marfat.com

ظلم کی انتہا ہوگئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا: اے اللہ آلِ یاسر کو دوزخ سے بچا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ تو بیٹے تھے ان کو والدہ کی مظلومانہ شہادت کبھی نہیں بھول سکتی تھی لیکن سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ابوجہل کی شقاوت اور حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہا کی مرگِ بیکسی یاد رہی۔ چنانچہ غزوہ بدر (رمضان المبارک سنہ ۲ ہجری) میں ابوجہل جہنم واصل ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: قَدْ قَتَلَ اللّٰهُ قَاتِلَ اُمِّكَ (اللہ نے تمہاری ماں کے قاتل سے بدلہ لے لیا)

حضرت سمیّہ رضی اللہ عنہا کی شہادت ہجرتِ نبوی سے کئی سال قبل واقع ہوئی تھی اسلئے تمام اہل سیر انہیں اسلام کی شہیدِ اوّل قرار دیتے ہیں۔

بنا کردند خوش رسمے بخون وخاک غلطیدن   خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

شہیدہ اسلام نے قیامت تک کے لئے جذبہ جہاد کو زندہ کر دیا ہے

یہ حضرت عمار بن یاسر صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی والدہ ہیں اسلام لانے کی وجہ سے مکہ کے کافروں نے ان کو بہت زیادہ ستایا ایک مرتبہ ابوجہل نے نیزہ تان کر ان سے دھمکا کر کہا کہ تو کلمہ نہ پڑھ ورنہ میں تجھے یہ نیزہ ماردوں گا حضرت بی بی سمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سینہ تان کر زور زور سے کلمہ پڑھنا شروع کیا ابوجہل نے غصہ میں بھر کر ان کی ناف کے نیچے اس زور سے نیزہ مارا کہ وہ خون میں لت پت ہو کر گر پڑیں اور شہید ہوگئیں۔

یہ ایک جاں باز مسلمان عورت کا پہلا خون تھا جس سے خدا کی زمین رنگین ہوگی مگر اس خون کی گرمی نے ہزاروں مسلمان مردوں اور عورتوں میں جوش جہاد کا ایسا جذبہ پیدا کر دیا کہ بدر واحد اور حنین کا میدان کفار کا قبرستان بن گیا اور مکہ وخیبر میں کفر وشرک کے جنگلات کٹ گئے اور ہر طرف اسلام کا باغ پھلنے پھولنے لگا۔ (طبقات ابن سعد، بدایہ نہایہ، تاریخ طبری)

شہداء کے قافلہ سے ملاقات کرنے کا واقعہ

ایک واقعہ علامہ حزولی رحمہ اللہ نے ابومحمد عبداللہ بن زید رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے یہ واقعہ کچھ معتمد لوگوں نے حضرت ابومحمد رحمہ اللہ سے خود سنا ہے ابومحمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں عبدالرحمٰن بن ناصر اندلسی کے زمانے میں خندق والے سال جہاد میں نکلا۔ لڑائی میں مسلمانوں کو شکست ہوگئی اور بچ جانے والے مختلف اطراف میں بکھر گئے میں بھی بچ جانے والوں میں شامل تھا میں دن کو چھپ جاتا تھا اور رات کو چلتا تھا ایک رات اچانک میں ایک ایسے لشکر میں پہنچ گیا جس نے پڑاؤ ڈالا تھا۔ ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے آگ جل رہی تھی اور جگہ جگہ قرآن پاک کی تلاوت ہو رہی تھی میں نے شکر ادا کہ مسلمانوں کے لشکر میں پہنچ گیا ہوں چنانچہ میں ان کی طرف چل پڑا۔

Marfat.com

اچانک میری ملاقات ایک نوجوان سے ہوئی اس کا گھوڑا قریب بندھا ہوا تھا اور وہ بنی اسرائیل کی تلاوت کر رہا تھا میں نے اسے سلام کیا اس نے جواب دیکر کہا کیا آپ بچ جانے والوں میں سے ہیں میں نے کہا جی ہاں اس نے کہا آپ بیٹھے اور آرام کیجئے پھر وہ میرے پاس بے موسم انگور دو روٹیاں اور پانی کا پیالہ لے آیا میں نے ایسا لذیذ کھانا کبھی نہیں کھایا تھا پھر اس نے کہا کیا آپ سونا چاہتے ہیں میں نے کہا جی ہاں اس نے اپنی ران پر میرا سر رکھا اور میں سو گیا یہاں تک کہ سورج کی شعاعوں نے مجھے جگایا میں نے دیکھا کہ اس میدان میں کوئی بھی نہیں ہے اور میرا سر ایک انسانی ہڈی کے اوپر پڑا ہوا ہے میں سمجھ گیا کہ وہ سب شہداء کرام تھے میں اس دن چھپا رہا جب رات ہوئی تو پھر میں نے دیکھا کہ ایک لشکر وہاں سے گزر رہا ہے اور وہ گزرتے ہوئے مجھے سلام کرتے تھے اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے تھے۔

ان سب کے آخر میں ایک آدمی لنگڑے گھوڑے پر سوار تھا اس نے مجھے سلام کیا تو میں نے کہا: اے بھائی یہ کون لوگ ہیں اس نے کہا یہ شہداء ہیں اور اپنے گھر والوں سے ملنے جا رہے ہیں میں نے کہا تمہارا گھوڑا لنگڑا کیوں ہے اس نے کہا اس گھوڑے کی قیمت میں سے میرے ذمے دو دینار باقی ہیں میں نے کہا اللہ کی قسم اگر میں مسلمانوں کے ملک پہنچ گیا تو تمہارے یہ دو دینار ادا کروں گا یہ گھڑ سوار گھوڑا اچھلاتا ہوا لشکر میں شامل ہو گیا پھر وہ واپس لوٹا اور اس نے مجھے اپنے پیچھے بٹھا لیا۔

جب صبح مرغوں کی اذان سنائی دی تو ہم مدینہ سالم نامی جگہ پہنچ چکے تھے اس شہر اور اس جگہ جہاں سے میں سوار ہوا تھا اس کے درمیان دس دن کی مسافت تھی اس شہید نے مجھے کہا تم اس شہر میں چلے جاؤ میں اسی میں رہتا تھا وہاں جا کر تم محمد بن یحییٰ غافقی کے گھر کا پوچھنا اس گھر میں جا کر تم میری بیوی جس کا نام فاطمہ بنت سالم ہے کہ میرا سلام کہنا اور اسے یہ پیغام دینا کہ طاقچے میں ایک تھیلی ہے جس میں پانچ سو دینار رکھے ہوئے ہیں تم ان میں سے دو دینار فلاں آدمی کو پہنچا دو کیونکہ میرے ذمے گھوڑے کی قیمت میں سے یہ دو دینار باقی ہیں میں شہر میں داخل ہوا اور میں نے اس کے کہنے کے مطابق کیا۔ اس کی بیوی نے وہ تھیلی نکالی پھر مجھے کھانا کھلایا اور دس دینار دے کر کہا یہ سفر میں آپ کے کام آئیں گے۔ (شرح دیباجہ الرسالہ)

شہید کے پاس دو حوریں ہونے کا بیان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خیبر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مسلمانوں کا ایک دستہ نکلا تو واپسی پر اپنے ساتھ ایک چرواہے کو لے آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چرواہے سے اللہ نے جو چاہا بیان فرمایا تو وہ چرواہا کہنے لگا میں آپ پر اور آپ کے دین پر ایمان لاتا ہوں اب میں ان بکریوں کا کیا کروں یہ تو میرے پاس امانت ہیں اور ایک ایک دو دو بکریاں مختلف لوگوں کی ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کے چہروں پر کنکریاں مارو یہ اپنے مالکوں کے پاس چلی جائیں گی اس نے ایک مٹھی کنکریاں یا مٹی لی اور بکریوں کے منہ پر ماری وہ بکریاں دوڑتی ہوئی اپنے گھروں کو چلی گئیں۔ پھر وہ چرواہا میدان جہاد میں آیا جہاں اسے تیر لگا اور وہ شہید ہو گیا۔ اور اس نے اللہ تعالیٰ کو ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے خیمے میں لے آؤ چنانچہ اسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے میں لایا گیا آپ

Marfat.com

اس کے پاس گئے اور پھر وہاں سے باہر نکل آئے اور ارشاد فرمایا: تمہارے ساتھی کا اسلام بہت خوب رہا ابھی جب میں اس کے پاس گیا تو اس کی دو بیویاں حور عین اس کے پاس تھیں۔ (المستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت صحیح الاسناد)

اس شہید کا نام یسار تھا اور وہ عامر یہودی کا غلام تھا البتہ ابن اسحٰق نے اس کا نام اسلم بتایا ہے۔

شہداء کی جنت میں باہمی محبت کا بیان

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار جہاد میں تشریف لے گئے۔ مشرکوں کی طرف سے ایک آدمی نے مسلمانوں کو مقابلے کی دعوت دی ایک مسلمان اس کے مقابلے کے لیے نکلے تو مشرک نے انہیں شہید کر دیا پھر دوسرے مسلمان شخص نکلے مشرک نے انہیں بھی شہید کر دیا پھر وہ مشرک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کھڑا ہوا اور کہنے لگا آپ لوگ کس بات پر قتال کرتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا دین یہ ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتال کرتے ہیں۔ جب تک وہ گواہی نہ دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے حقوق کو پورا کرتے ہیں اس شخص نے کہا بخدا یہ تو بہت اچھی بات ہے میں بھی اس پر ایمان لاتا ہوں پھر وہ مسلمانوں کی طرف ہو گیا اور اس نے مشرکوں پر حملہ کر دیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گیا شہادت کے بعد اسے اٹھا کر ان دو مسلمانوں کے ساتھ رکھا گیا جن کو اس نے شہید کیا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تینوں جنت میں سب سے زیادہ آپس میں محبت کرنے والے ہوں گے۔ (مجمع الزوائد)

شہید کے کلام کرنے کا بیان

محمود وراق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایک کالے رنگ کا مبارک نامی شخص تھا ہم اسے کہتے تھے کہ اے مبارک کیا آپ شادی نہیں کرتے تو وہ کہتے تھے میں اللہ سے دعاء کرتا ہوں کہ وہ حور عین سے میری شادی کر دے۔ محمود رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم جہاد میں نکلے ہوئے تھے کہ دشمنوں نے ہم پر حملہ کر دیا اس میں مبارک شہید ہو گیا ہم نے اسے دیکھا تو اس کا سر الگ پڑا ہوا تھا اور باقی جسم الگ اور اس کے ہاتھ اس کے سینے کے نیچے تھے۔ ہم اس کے پاس کھڑے ہوئے اور ہم نے کہا: اے مبارک اللہ تعالیٰ نے کتنی حوروں سے آپ کی شادی کرائی ہے انہوں نے اپنا ہاتھ سینے کے نیچے سے نکالا اور تین انگلیاں بلند کر کے اشارہ کیا کہ تین حوروں سے شادی ہوئی ہے۔ (روض الریاحین)

سعید العجمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم سمندر میں جہاد کے لیے نکلے ہمارے ساتھ ایک بہت عبادت گزار نوجوان بھی تھا جب سخت لڑائی شروع ہوئی تو وہ بھی لڑتا ہوا شہید ہو گیا اور اس کی گردن کٹ گئی ہم نے دیکھا کہ وہ سر پانی کے اوپر آیا اور ہماری طرف متوجہ ہو کر یہ آیت پڑھنے لگا: وہ جو آخرت کا گھر ہے ہم نے اسے ان لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور انجام نیک تو پرہیزگاروں ہی کا ہے۔ (قصص۔38، شوق العروس وانس النفوس)

Marfat.com

عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ملک شام میں اندر (نامی مقام) پر ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ رہتا تھا اس کا ایک بیٹا شہید ہو چکا تھا ایک بار اس نے دیکھا کہ اس کا وہی بیٹا گھوڑے پر بیٹھ کر آ رہا تھا اس نے اپنی بیوی کو بتایا تو بیوی نے کہا توبہ کرو کیونکہ شیطان تمہیں ورغلا رہا ہے ہمارا بیٹا تو شہید ہو چکا ہے وہ توبہ کرنے لگا مگر اس نے پھر دیکھا کہ واقعی اس کا بیٹا آ رہا ہے اس نے بیوی کو بتایا تو اس نے بھی دیکھ کر کہا بخدا یہ تو ہمارا بیٹا ہے وہ نوجوان جب ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا بیٹا آپ تو شہید ہو چکے تھے اس نے کہا جی ہاں لیکن ابھی ابھی حضرت عمر بن عبدالعزیز کا انتقال ہوا ہے اور کچھ شہداء نے اللہ تعالیٰ سے ان کے جنازے میں شرکت کی اجازت لے لی ہے میں بھی ان میں سے ہوں اور میں نے آپ دونوں کو سلام کرنے کی اجازت بھی لے لی تھی پھر اس نے ان دونوں کے لیے دعاء کی اور لوٹ گیا۔ اسی دن حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تھا اور اس بستی والوں کو ان کے انتقال کی خبر اسی بزرگ (یعنی شہید کے والد) نے دی ورنہ انہیں معلوم نہیں تھا۔

ایسا ہی ایک واقعہ علامہ ابوعلی حسین بن یحییٰ بخاری حنفی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "روضۃ العلماء" میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک کوئی نوجوان جہاد میں نکلا پھر اس نے خواب میں اپنا محل اور حوریں دیکھیں پھر رومیوں نے اسے مسجد میں گھس کر شہید کر دیا کچھ عرصے کے بعد اس کے والد نے اسے گھوڑے پر سوار دیکھا تو پوچھا بیٹے آپ تو شہید ہوئے تھے اس نے کہا جی ہاں مگر آج ہم لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے جنازے میں شرکت کے لیے آئے ہیں۔ (روضۃ العلماء)

ابوعمران الجونی فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا انہوں نے فرمایا مسلمانوں میں ایک شخص بطال نامی تھا وہ رومیوں کے علاقے میں چلا جاتا اور ان کا حلیہ اپنا لیتا اور اپنے سر پر انہیں کی ٹوپی پہن کر انجیل گلے میں لٹکا لیتا تھا پھر اگر اسے دس سے پچاس تک رومی کہیں مل جاتے تو انہیں قتل کر دیتا تھا اور اگر اس سے زیادہ ہوتے تو انہیں کچھ نہیں کہتا تھا چونکہ رومی اسے اپنا پادری سمجھتے تھے اس لیے انہیں کچھ نہیں کہتے تھے اس طرح سے سالہا سال تک وہ رومیوں کے اندر گھس کر (یہ خفیہ) کاروائیاں کرتا رہا۔ ہارون الرشید کے زمانے میں وہ واپس آیا تو ہارون الرشید نے اسے بلایا اور فرمایا اے بطال رومیوں کے ملک میں جو سب سے عجیب واقعہ تمہارے ساتھ پیش آیا ہو وہ سناؤ اس نے کہا حاضر اے امیر المؤمنین (لیجئے سنئے)

میں ایک بار کسی سبزہ زار سے گزر رہا تھا کہ ایک نیزہ بردار مسلح شہسوار میرے پاس آیا اور اس نے مجھے سلام کیا میں سمجھ گیا کہ یہ مسلمان ہے میں نے اسے جواب دیا اسے نے مجھے کہا کیا آپ بطال کو جانتے ہیں میں نے کہا میں بطال ہوں تمہیں کیا کام ہے اس نے گھوڑے سے اتر کر مجھے گلے لگایا اور میرے ہاتھ پاؤں چومے اور کہا میں اس لیے آیا ہوں تاکہ زندگی بھر آپ کا خادم بن کر رہوں میں نے اسے دعاء دی اور ساتھ لے لیا ایک بار ہم جا رہے تھے کہ رومیوں نے ہمیں دور سے ایک قلعے سے دیکھ لیا وہاں سے چار مسلح سپاہی گھوڑے دوڑاتے ہوئے ہمارے طرف بڑھے اس نوجوان نے کہا: اے بطال مجھے اجازت دیجئے کہ میں ان کا مقابلہ کروں میں نے اجازت دے دی وہ ان کے مقابلے پر نکلا اور تھوڑی دیر بعد شہید ہو گیا وہ چاروں میری طرف حملہ کرنے کے لیے بڑھے اور کہنے لگے تم خود کو بچاؤ اور جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ چھوڑ جاؤ میں نے کہا میرے پاس تو

Marfat.com

یہی ٹوپی اور انجیل ہے اگر تم مجھ سے لڑنا چاہتے ہو تو مجھے مہلت دو تا کہ میں اپنے ساتھی کا اسلحہ پہن لوں اور اس کے گھوڑے پر سوار ہو جاؤں انہوں نے کہا ٹھیک ہے تمہیں اجازت ہے میں جب تیار ہو گیا تو وہ پھر آگے بڑھے میں نے کہا یہ کیسا انصاف ہے کہ چاروں مل کر ایک پر حملہ کر رہے ہو تم بھی ایک ایک کر کے میرا مقابلہ کرو۔

انہوں نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو چنانچہ وہ ایک ایک کر کے میرے مقابلے پر آتے رہے میں نے تین کو تو مار گرایا مگر چوتھے کے ساتھ مقابلہ سخت رہا لڑتے لڑتے ہمارے نیزے تلواریں اور ڈھالیں ٹوٹ گئیں پھر دونوں میں کشتی شروع ہو گئی مگر کوئی غالب نہ آ سکا میں نے اسے کہا: اے رومی میری نماز قضا ہو رہی ہے اور تمہاری عبادت بھی چھوٹ رہی ہو گی کیوں نہ ہم اپنی اپنی عبادت کو ادا کریں اور رات کو آرام کریں اور کل صبح پھر مقابلہ کریں اس نے کہا یہ ٹھیک ہے وہ خود ایک پادری تھا ہم نے ایک دوسرے کو چھوڑ دیا میں نے اپنی نمازیں پڑھیں اور وہ کافر بھی کچھ کرتا رہا۔ سوتے وقت اس نے کہا تم عرب لوگ دھوکے باز ہوتے ہو پھر اس نے دو گھنٹیاں نکالیں ایک اپنے کان پر اور ایک میرے کان پر باندھ دی اور کہا تم اپنا سر میرے اوپر اور میں اپنا سر تمہارے اوپر رکھوں گا ہم میں سے جو بھی حرکت کرے گا اس کی گھنٹی بجے گی تو دوسرا متنبہ ہو جائے گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔

صبح میں نے نماز پڑھی اور کافر بھی کچھ کرتا رہا۔ پھر ہم کشتی میں مشغول ہو گئے میں نے اسے پچھاڑ دیا اور اس کے سینے پر بیٹھ کر اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس نے کہا اس بار مجھے چھوڑ دو تا کہ ہم پھر مقابلہ کریں میں نے اسے چھوڑ دیا جب دوبارہ مقابلہ ہوا تو میرا پاؤں پھسل گیا وہ مجھے گرا کر میرے سینے پر بیٹھ گیا اور اس نے خنجر نکال لیا میں نے کہا میں تمہیں ایک بار موقع دے چکا ہوں کیا تم مجھے موقع نہیں دو گے اس نے کہا ٹھیک ہے اور مجھے چھوڑ دیا۔

تیسری بار کی لڑائی میں اس نے مجھے پھر گرا دیا اور میرے کہنے پر مجھے چھوڑ دیا جب چوتھی بار اس نے مجھے گرایا تو کہنے لگا میں تمہیں پہچان چکا ہوں کہ تم بطال ہو اب میں تمہیں لازماً ذبح کروں گا اور زمین کو تجھ سے راحت دوں گا۔ میں نے کہا اگر میرے اللہ نے مجھے بچانا چاہا تو تم نہیں مار سکو گے اس نے کہا تم اپنے رب کو بلاؤ کہ وہ تمہیں مجھ سے بچائے یہ کہہ کر اس نے خنجر بلند کیا تا کہ میری گردن پر وار کرے اے امیر المؤمنین اسی وقت میرا شہید ساتھی اٹھا اور اس نے تلوار مار کر اس رومی کا سر اڑا دیا اور اس نے یہ آیت پڑھی۔ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاء

تم شہیدوں کو مردہ گمان نہ کرو بلکہ تو زندہ ہیں۔ پھر وہ دوبارہ گر گیا یہ وہ عجیب ترین واقعہ ہے جو میں نے اپنی زندگی میں دیکھا ہے۔ (روضۃ العلماء)

اور اس بطال کا نام عبداللہ تھا۔ اور ان کی کنیت ابو محمد یا ابو یحییٰ تھی اور وہ تابعی تھے علامہ ابن ذھبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بطال بہادروں اور جانبازوں کے سردار اور شامی امراء میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ رومی ان کے نام سے خوف اور ذلت محسوس کرتے تھے چنانچہ انہوں نے حضرت بطال کی طرف بہت غلط اور جھوٹی باتیں مشہور کر رکھی ہیں۔ ان کے عجیب وغریب واقعات مشہور ہیں ان میں سے ایک واقعہ وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار ہم ایک بستی پر حملہ کرنے کے لیے آئے تو ایک گھر میں چراغ جل

Marfat.com

رہا تھا اور ایک بچہ رو رہا تھا اس بچے کی ماں نے کہا چپ ہو جاؤ ورنہ تمہیں بطال کو دے دوں گی بچہ پھر بھی روتا رہا تو عورت نے اسے چارپائی سے اٹھا کر کہا: اے بطال اسے لے لو میں اندر داخل ہوا اور میں نے کہا لاؤ دے دو۔

شہداء کی حیات کے مختلف انداز کا بیان

حضرت رافع بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے ہشام بن یحییٰ کنانی نے کہا میں تمہیں ایک ایسا واقعہ سناتا ہوں جو میں نے خود دیکھا ہے اور اس واقعے کی بدولت اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت نفع پہنچایا ہے اور میں تمہیں اس لیے سنا رہا ہوں تاکہ تمہیں بھی فائدہ پہنچے۔ میں نے کہا ضرور سنایئے انہوں نے کہا ہم نے 38ھ میں جہاد روم میں حصہ لیا اس وقت ہمارے امیر مسلمہ بن عبدالملک اور عبداللہ بن ولید تھے یہی وہ جنگ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے طوانہ (نامی مقام) مسلمانوں کے ہاتھوں فتح فرمایا۔ اس جہاد میں ہم اہل بصرہ اور اہل جزیرہ اکھٹے تھے اور ہم نے خدمت، پہرے داری، اور جانوروں کا چارہ لانے کے لیے باریاں مقرر کر رکھی تھیں ہماری جماعت میں سعید بن حارث نام کے ایک شخص بھی تھے وہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور رات بھر سجدوں میں لگے رہتے تھے۔ ہم چاہتے تھے کہ خدمت میں ان کی باری ہلکی رکھیں اور ان کی جگہ ہم خدمت کر لیا کریں تو وہ اس بات کو نہیں مانتے تھے۔ بس صبح شام رات دن ہو محنت ہی محنت میں لگے رہتے تھے۔

رات کو سعید بن حارث کے پہرے کی باری تھی انہوں نے اس رات عبادت اور پہرے میں اتنی مشقت اور صبر کا مظاہرہ کیا کہ میں خود کو ان کے سامنے حقیر سمجھنے لگا۔ میں نے رات گزرنے کے بعد کہا: اے سعید! آپ کے نفس اور آپ کی آنکھوں کا بھی آپ پر حق ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم اتنا عمل کیا کرو جتنے کی تم طاقت رکھتے ہو میں نیہ اور اسی طرح کی کئی احادیث انہیں سنائیں۔ انہوں نے فرمایا اے میرے بھائی ہمارے پاس چند گنے چنے سانس، فنا ہونے والی عمر اور گزر جانے والے دنوں کے علاوہ اور کیا ہے۔ میں تو موت کے انتظار میں ہوں۔

یہ سن کر میں رونے لگا اور میں نے انہیں ثابت قدمی کی دعاء دی پھر ان سے کہا آپ تھوڑی دیر آرام کر لیجیے تاکہ اگر دشمنوں سے لڑائی ہو تو آپ اس کے لیے تیار ہوں وہ خیمے کے ایک کونے میں سو گئے۔ باقی تمام ساتھی مختلف کاموں میں بکھر گئے اور میں کھانا تیار کرنے لگ گیا۔ اچانک مجھے خیمے میں باتیں کرنے کی آواز آئی میں حیران ہوا اور جلدی سے اندر گیا تو وہاں سعید سو رہے تھے۔ وہی نیند میں باتیں کر رہے تھے اور ہنس رہے تھے انہوں نے نیند ہی میں اپنا ہاتھ آگے بڑھایا پھر آرام سے واپس کھینچ لیا۔ اور پھر کہا رات تو وہی رات ہوگی پھر وہ اوچھل کر جاگ گئے اور وہ کانپ رہے تھے میں نے انہیں سینے سے لگا لیا وہ برابر تڑپتے رہے پھر آہستہ آہستہ ان کا ذہن واپس آ گیا اور وہ ذکر کرنے لگ گئے۔

میں نے کہا کیا ہوا۔ انہوں نے کہا سب ٹھیک ہے۔ میں نے نیند کے دوران ان کے باتیں کرنے اور ہنسنے کا تذکرہ کر کے پوچھا کہ یہ کیا تھا۔ انہوں نے کہا آپ مجھے معاف رکھئے اور کچھ نہ پوچھئے۔ مگر جب میں نے زیادہ اصرار کیا اور اپنی دوستی کا حق بتلایا تو وہ کہنے لگے جب میں سو گیا تو میں نے دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے لوگ قبروں سے نکل کر محشر میں جمع ہے اچانک دو

Marfat.com

خوبصورت ترین شخص میرے پاس آئے اور کہنے لگے خوش ہو جاؤ اے سعید اللہ نے تمہیں بخش دیا ہے اور تمہاری محنت کی قدر فرمائی ہے اور تمہارے اعمال اور دعاؤں کو قبول کر لیا ہے اور تمہیں زندگی ہی میں بشارت دے دی ہے آؤ ہم تمہیں وہ نعمتیں دیکھائیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے تیار فرمائی ہیں وہ مجھے تمام لوگوں سے الگ کر کے دائیں جانب لے گئے جہاں پر ایک گھوڑا موجود تھا جو ہمارے گھوڑوں جیسا نہیں تھا وہ تو بجلی کی چمک کر طرح تیز رفتار تھا وہ ہمیں لے کر ہوا کی طرح تیز اڑتا ہوا ایک ایسے بڑے محل کے پاس لے آیا جس کے اول آخر اور بلندی کی انتہا پر نظر نہیں پڑتی تھی وہ محل گویا کہ شفاف چاندی کا تھا اور نور کی طرح چمک دمک رہا تھا ہم اس کے پاس پہنچے تو وہ خود بخود کھل گیا اور ہم نے اس میں داخل ہو کر وہ چیزیں دیکھی جن کی تعریف کوئی بیان نہیں کر سکتا اور نہ ان کا کھٹکا آدمی کے دل پر گزر سکتا ہے ہم نے اس محل میں ستاروں کی تعداد میں ایسے خدمتگار بچے دیکھے جو موتیوں کی طرح تھے جب انہوں نے ہمیں دیکھا۔

تو خوبصورت آواز میں پکارنے لگے یہ اللہ کا ولی ہے اللہ کا ولی آ گیا خوش آمدید اے اللہ کے ولی پھر ہم آگے ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں سونے کے پلنگ بچھے ہوئے تھے ان موتیوں سے جڑے پلنگوں پر ایسی لڑکیاں بیٹھی تھیں جن کی شان مخلوق میں سے کوئی بیان نہیں کر سکتا۔ ان کے درمیان میں ایک بلند پلنگ پر ان میں سب سے زیادہ حسین و جمیل اور سب سے زیادہ کمالات والی لڑکی تھی۔ ان دونوں آدمیوں نے مجھے کہا یہ تیرا گھر ہے یہ لڑکی تیری بیوی ہے یہی تیرا ٹھکانہ اور منزل ہے یہ کہہ کر وہ دونوں آدمی چلے گئے اور لڑکیاں بے تابی کے ساتھ بڑھیں اور مجھے خوش آمدید کہنے لگیں اور اس طرح استقبال کرنے لگیں جس طرح گھر والے اپنے کسی سفر سے واپس آنے والے کا کرتے ہیں۔

پھر انہوں نے مجھے درمیان والے پلنگ پر اس لڑکی کے پہلو میں بٹھا دیا اور کہنے لگیں یہ تیری بیوی ہے اور اس جیسی ایک بیوی اور بھی ہے اور ہم بہت عرصے سے تیرے انتظار میں تھے۔ پھر میں اس لڑکی سے باتیں کرتا رہا وہ بھی میرے ساتھ باتیں کرتی رہی اس نے بتایا کہ میں تیری ہمیشہ رہنے والی بیوی ہوں تو ایک دن میرے پاس رہے گا اور دوسرے دن دوسرے محل میں دوسری بیوی کے پاس۔ پھر میں نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے نرمی سے میرا ہاتھ واپس کر دیا اور کہنے لگی آج نہیں آج تو تمہیں دنیا میں واپس جانا ہے میں نے کہا میں واپس نہیں جانا چاہتا اس نے کہا ابھی تو آپ کو جانا ہے اور تین دن وہاں رہ کر آپ نے تیسری رات ہمارے ساتھ روزہ افطار کرنا ہے ان شاء اللہ۔ میں نے کہا رات تو وہی رات ہوگی اس کے بعد میں جاگ گیا۔

ہشام کہتے ہیں میں نے کہا تم اللہ کا شکر کرو جس نے تمہیں آخرت کا بدلہ جیتے جی دیکھا دیا انہوں نے کہا میری زندگی میں آپ یہ بات کسی کو نہ بتایئے گا میں نے کہا ٹھیک ہے۔ انہوں نے پوچھا ساتھی کہاں ہیں؟ میں نے کہا بعض جنگ کرنے گئے ہیں اور بعض دوسرے کاموں کے لیے گئے ہوئے ہیں یہ سن کر وہ اٹھے، انہوں نے غسل کیا خوشبو لگائی اور اسلحہ اٹھا کر میدان جنگ میں چلے گئے وہ روزے کی حالت میں تھے سارا دن وہ لڑتے رہے اور شام کو واپس آ گئے واپسی پر ساتھیوں نے مجھے بتایا کہ آج

Marfat.com

انہوں نے (یعنی سعید نے) وہ کام کیا جو ہم نے کبھی نہیں دیکھا انہوں نے آگے بڑھ کر حملے کئے اپنے آپ کو دشمنوں کے تیروں اور پتھروں کے درمیان ڈالا مگر انہیں کوئی تیر یا پتھر نہیں لگ رہا تھا میں نے دل میں کہا اگر تمہیں اصل بات معلوم ہو جائے تو تم بھی اسی کی طرح آگے بڑھو گے اس کے بعد سعید نے کسی چیز سے روزہ افطار کیا اور رات بھر مصلے پر کھڑے رہے اور صبح پھر روزہ رکھا اور پچھلے دن کی طرح جہاد کیا تیسرے دن میں بھی ان کے ساتھ نکلا تا کہ ان کا پورا معاملہ دیکھ سکوں وہ سارا دن بہادری کے ساتھ لڑتے رہے مگر دشمن کا کوئی ہتھیار اور کوئی تدبیر ان پر کارگر نہیں ہو رہی تھی یہاں تک کہ سورج کے غروب کا وقت قریب آ گیا۔

اور وہ پہلے سے زیادہ چست نظر آنے لگے۔ اس وقت قلعے کے اوپر سے ایک کافر نے تاک کر انہیں تیر مارا جو ان کی گردن میں لگا اور وہ زخمی ہو کر گر پڑے۔ ساتھیوں نے جلدی بڑھ کر اٹھایا اور پیچھے لے آئے اس وقت ان کے جسم میں کچھ جان تھی میں نے انہیں کہا مبارک ہو اس چیز کی جو آپ کو افطار کے وقت ملنے والی ہے کاش میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا۔ انہوں نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر مجھے سے آنکھ سے اشارہ کیا اور ہنس پڑے گویا کہ مجھے واقعہ خفیہ رکھنے کا وعدہ یاد دلایا۔ میں نے اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ میں وعدہ خلافی سے بچ گیا پھر ان کی روح پرواز کر گئی اس کے بعد میں نے بلند آواز سے پکار کر کہا: اے لوگو! ہمیں بھی اسی طرح عمل کرنا چاہیے آؤ میں تمہیں تمہارے اس بھائی کا واقعہ سناؤں۔ لوگ جمع ہو گئے میں نے انہیں پورا واقعہ سنایا تو لوگ رونے لگے میں نے اس دن سے زیادہ کبھی لوگوں کو روتے نہیں دیکھا پھر انہوں نے تکبیر و رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ بلند کیا جس سے میدان گونج اٹھا دیکھتے ہی دیکھتے یہ خبر ہر طرف پھیل گئی اور ہمارے امیر مسلمہ بن عبدالملک تک بھی پہنچ گئی ہم نے ان سے کہا آپ کا انتظار ہے آئیے جنازہ پڑھایئے انہوں نے کہا ان کا جنازہ وہی شخص پڑھائے گا جس کو اس واقعے کا علم ہوا ہے۔

ہشام کہتے ہیں کہ میں نے جنازہ پڑھایا اور اسی جگہ ان کو دفن کر کے ان کی قبر کے نشان کو مٹا دیا۔ رات کے وقت سارے لوگ انہیں کی باتیں کرتے رہے اور ایک دوسرے کو جہاد پر ابھارتے رہے اور صبح کے وقت سب نے ایک نئے عزم اور اللہ سے ملاقات کے والہانہ جذبے کے ساتھ قلعے پر حملہ کر دیا اور سورج چڑھتے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی برکت سے قلعہ فتح فرما دیا ان پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں ہوں۔ (کتاب الجہاد لابی الحسن علی بن الخضر السلمی)

امام احمد اور مسئلہ خلق قرآن کا بیان

امام صاحب کی زندگی کا سب سے بڑا امتحان خلقِ قرآن کا فتنہ تھا۔ یہ فتنہ برپا کرنے والا شخص قاضی احمد بن ابوداؤد تھا۔ یہ بڑا عالم فاضل تھا۔ معتزلی عقیدہ کا مالک تھا۔ خلیفہ مامون کے بہت قریب تھا۔ اس نے خلیفہ مامون کو پٹی پڑھائی کہ قرآن مخلوق ہے۔ اس عقیدے کی اشاعت کی جانی چاہیے اور دراصل یہ یہودیوں کا عقیدہ تھا۔ اسلام سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ اس شخص نے قرآن کے مخلوق ہونے کا عقیدہ بشر مریسی سے لیا تھا۔ بشر مریسی نے جہم بن صفوان سے جہم بن صفوان نے جعد بن

Marfat.com

درہم سے جعد بن درہم نے ربان بن سمعان سے اور ربان بن سمعان نے لبید بن اعصم یہودی کے بھانجے طالوت سے سیکھا تھا۔ یہ لبید بن اعصم وہی یہودی ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کرایا تھا یہ تورات کے مخلوق ہونے کا عقیدہ رکھتا تھا۔ طالوت بد دین اور زندیق تھا۔ سب سے پہلے اس نے اس موضوع پر کتاب لکھی تھی۔

قاضی احمد کی بات مان کر خلیفہ نے سن 218 ہجری میں پورے عالمِ اسلام میں سرکاری حکم جاری کر دیا کہ ہر مقام کا امیر اور حاکم اپنے ہاں کے علماء سے اس کا اقرار لے۔ کوئی انکار کرے تو اسے گرفتار کر کے خلیفہ کے دربار میں بھیج دے۔

بغداد کے پولیس آفیسر اسحاق بن ابراہیم کو یہ حکم پہنچا۔ اس نے وہاں کے علماء کو بلا لیا۔ ان میں امام احمد بن حنبل بھی تھے۔ ان کے سامنے مامون کا حکم سنایا گیا اور کہا گیا سب لوگ اقرار کریں کہ قرآن اللہ کی مخلوق ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فوراً کہا قرآن اللہ کا کلام ہے۔

آپ کے ساتھ تین اور محدثین نے بھی قرآن کو مخلوق ماننے سے انکار کیا۔ اسحاق بن ابراہیم نے انہیں قید میں ڈال دیا۔ دوسرے دن اس نے چاروں کو جیل سے نکلوایا اور کہا اقرار کرلو کہ قرآن اللہ کی مخلوق ہے۔

ان میں سے ایک نے اقرار کرلیا۔ امام صاحب اور ان کے باقی دو ساتھیوں کو پھر جیل میں ڈال دیا گیا۔ تیسرے دن اس نے تینوں کو بلا کر پھر اقرار کروانا چاہا۔ آج بھی ان میں سے ایک نے اقرار کر لیا۔ اب امام صاحب کے ساتھ صرف ایک ساتھی رہ گئے۔ ساتھی کا نام محمد بن نوح تھا۔ ان دونوں کو حالتِ قید ہی میں طرسوس روانہ کر دیا گیا۔ محمد بن نوح طرسوس کے راستے میں انتقال کر گئے۔ امام احمد بن حنبل نے ان کی تجہیز و تکفین کی۔

ایسے حالات میں ایک دن مامون کا ایک درباری روتا ہوا آپ کے پاس آیا اور بولا ابو عبداللہ! معاملہ بہت سخت ہے۔ مامون نے تلوار نیام سے نکال لی ہے اور قسم کھا کر کہہ رہا ہے اگر احمد نے خلقِ قرآن کا اقرار نہ کیا تو میں اس تلوار سے اس کی گردن اڑا دوں گا۔

یہ سن کر امام احمد بن حنبل نے اپنا گھٹنا زمین پر ٹیک دیا اور آسمان کی طرف دیکھا پھر بولے۔ اے اللہ! اس فاجر کو تیرے حلم نے اتنا مغرور کر دیا ہے کہ اب وہ تیرے دوستوں پر بھی ہاتھ اُٹھانے سے باز نہیں آ رہا اے اللہ! اگر قرآن تیرا کلام ہے اور مخلوق نہیں ہے تو مجھے اس پر ثابت قدم رکھ اور میں اس کے لئے ساری مشقیں برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں۔

یہ دُعا بھی ختم ہوئی ہی تھی کہ رات کے آخری حصے میں مامون کی موت کی خبر آ گئی۔ حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں مجھے یہ خبر سن کر بہت خوشی ہوئی لیکن پھر مجھے معلوم ہوا کہ معتصم کو خلیفہ بنایا گیا ہے اور محمد بن ابی داؤد اس کا وزیر مقرر ہوا ہے تو صورتِ حال اور زیادہ خوفناک محسوس ہونے لگی۔

خلیفہ مامون کے بعد معتصم خلیفہ بنا تھا۔ مامون نے اس بارے میں اسے تاکید کی تھی کہ علماء سے یہ مسئلہ منوایا جائے۔ اس نے خلیفہ بنتے ہی حکم دیا کہ ان علماء کو پیش کیا جائے۔

Marfat.com

امام صاحب اوران کے ساتھیوں کوجیل خانے میں ڈال گیا۔اس حالت میں بھی ان کی بیڑیاں نہ کھولی گئیں۔امام صاحب بیڑیوں میں رہ کر قیدیوں کی امامت کراتے رہے۔امام صاحب کوجیل سے نکال کر بھرے دربار میں پیش کیا جاتا۔ معتصم قرآن کے مخلوق ہونے کے بارے میں بحث کرتا۔جب آپ نہ مانتے توجیل میں بھجوادیتا۔آخراس نے ایک دن کہا اگر آپ نہیں مانیں گےتو پھرآپ کوکوڑے لگوائے جائیں گے۔

امام صاحب کہتے ہیں اس بات سے میں خوف زدہ ہوگیا کوڑوں کی سزا میرے لئے خوفناک تھی اور میرا خیال تھا کہ میں برداشت نہیں کرسکوں گا لیکن انھی حالات میں ایک دن جب خلیفہ نے بات کرنے کے لئے بلایا تو ایک دیہاتی راستے میں آپ کے سامنے آ گیا۔اس کا نام جابر بن عامر تھا۔اس نے امام احمد کوسلام کیا اور کہا

امام صاحب! آپ کی ذات اس وقت مُسلمانوں کے لئے بہت اہم ہے۔آپ اس وقت مُسلمانوں کے نمائندے بن کر بادشاہ کے دربار میں جارہے ہیں۔اللہ کے لئے آپ مُسلمانوں کوشرمندہ نہ کرایئے گا۔ہرگز ہرگز خلقِ قرآن کا اقرار نہ کیجئے گا۔ اگرآپ اللہ کودوست رکھتے ہیں توصبر کیجئے گا بس جنت اورآپ میں آپ کے شہید ہونے کی دیر ہےاور موت تو بہر حال آنے والے ہےاگرآپ اس فتنے میں کامیاب ہوگئےتوآپ کی دُنیا اور آخرت دونوں بن جائیں گی۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی یہ باتیں میرے دل پراثر کرگئیں اور میں نے پختہ ارادہ کرلیا کہ خلیفہ کی بات ہرگزنہیں مانوں گا۔

اس کے علاوہ ایک اور واقعہ یہ پیش آیا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ایک خط ربیع کے ہاتھ امام احمد کی طرف بھیجا۔ربیع کہتے ہیں جس وقت میں ان کے پاس پہنچا وہ صبح کی نماز سے فارغ ہوکر واپس ہورہے تھے۔میں نے خط انہیں پیش کیا۔آپ نے پوچھا تم نے اس خط کو پڑھا ہے۔میں نے بتایا کہ نہیں میں نے خط نہیں پڑھا۔اب آپ نے خط کھول کر پڑھا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے لکھا تھا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوخواب میں دیکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ احمد کی میرا سلام کہواور انہیں اطلاع دو کہ عن قریب خلقِ قرآن کے مسئلے میں ان کی آزمائش ہوگی خبر دار خلقِ قرآن کا اقرار نہ کریں اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ ان کے علم کوقیامت تک برقرار رکھیں گے۔

خط پڑھ کرامام احمد رونے لگے۔پھر اپنا کرتا اُتار کر مجھے دیا۔میں اسے لے کرمصر واپس آ گیا اور امام شافعی رحمہ اللہ سے سفر کے حالات بیان کیے۔اس کے کرتے کا بھی ذکر کیا۔امام شافعی رحمہ اللہ نے سن کر فرمایا

میں وہ کرتا تم سے نہیں مانگتا ہاں اتنا کروکہ اسے پانی میں تر کرکے وہ پانی مجھے دےدو تاکہ میں اس سے برکت حاصل کروں۔(سنن بیہقی)

ان واقعات سے آپ کو بہت حوصلہ ملا۔آپ کو 18 ماہ تک قید میں رکھا گیا۔پاؤں میں بیڑیاں ڈال دی گئی تھیں۔اسی حالت میں آپ قیدیوں کی امامت کرتے رہے۔آخر 18 ماہ بعد اور بعض روایات کے مطابق تیس ماہ بعد آپ کوقید خانے سے

Marfat.com

نکال کر معتصم کے سامنے لایا گیا۔ بھاری بیڑیوں کی وجہ آپ کے لیے چلنا حد درجے دشوار ہو رہا تھا۔ امام صاحب فرماتے ہیں اس وقت حالت یہ تھی کہ بیڑیوں کو ازار بند سے باندھا اور ہاتھوں سے اُٹھا کر کچھ دور تک چلا پھر سواری لائی گئی۔ کوئی سواری پر بیٹھنے میں مدد دینے کو تیار نہیں تھا خود ہی ہزار دِقت کے ساتھ سوار ہوا۔ اس طرح دار الخلافہ لایا گیا۔ یہاں ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ کمرے میں چراغ تک نہیں تھا۔ وضو کی ضرورت پیش ائی تو اندھیرے میں ٹٹولنے لگا۔ ایک کونے میں پانی کا برتن مل گیا ہے۔ اس سے وضو کیا۔ نماز کے لئے اس طرح کھڑا ہوا کہ قبلے کی سمت معلوم نہیں تھی۔ پھر دن نکلنے پر مجھے معتصم کے سامنے پیش کیا گیا۔ ابن ابی داؤد بھی موجود تھا۔ مجھے دیکھتے ہی بولا

امیر المومنین! میرا تو خیال تھا یہ کوئی جوان آدمی ہوگا۔ یہ تو ادھیڑ عمر معلوم ہوتا ہے۔ پھر میں معتصم کے قریب چلا گیا۔ اس نے اور نزدیک ہونے کے لئے کہا میں اور نزدیک ہو گیا اور سلام کیا۔ اس کے بعد میں نے کہا امیر المومنین! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کس چیز کی طرف دعوت دی تھی؟ معتصم نے کہا۔ لا الہ الا اللہ کی طرف۔

میں نے کہا۔ تو میں گواہی دیتا ہوں اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اب اس نے پوچھا۔ قرآن کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے جواب دیا قرآن اللہ کا کلام ہے جس نے اللہ کے کلام کو مخلوق کہا اس نے کفر کیا۔ اس پر سارے درباری طیش میں آگئے اور بول اُٹھے۔ اس نے ہم سب کو کافر کہا ہے۔

معتصم نے اس بات کو زیادہ اہمیت نہ دی۔ اب معتزلی گروہ نے آپ سے سوالات شروع کیے۔ آپ ہر سوال کا مکمل جواب دیتے رہے۔

تمام دن سوالات اور جوابات ہوتے رہے آخر بات دوسرے دن پر گئی دوسرے دِن پھر سوالات شروع ہوئے وہ دن بھی گزر گیا پھر تیسرے دن مناظرہ شروع ہوا آپ کی ایک اکیلی آواز سب پر بھاری رہی ادھر معتصم ان سے بار بار یہ کہہ رہا تھا

احمد! تم میرے مسلک کی تائید کرو میں تمہیں اپنا خاص مقرب بناؤں گا۔ پھر تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ گے جن کو میرے اس قیمتی فرش پر چلنے کا فخر حاصل ہے۔ اس کے جواب میں آپ یہی فرماتے۔ نہیں! میں اللہ کی کتاب اور سنتِ رسول سے اس کی دلیل چاہتا ہوں۔

ادھر معتزلیوں نے دیکھا امام ان کے سوالات کی زد میں بالکل نہیں آرہے تو معتصم سے کہنے لگے۔ امیر المومنین! یہ شخص کافر ہے گمراہ ہے اسے ضرور سزا ملنی چاہیے اگر اسے چھوڑ دیا گیا تو یہ بات خلافت کے خلاف ہوگی۔ پھر آپ کی کیا عزت رہ جائے گی۔

معتصم کا اپنا ذہن معتزلی تھا۔ اپنے درباریوں کی باتیں سن کر اس نے سخت لہجے میں کہا اللہ تیرا برا کرے میں نے تو تجھے اپنی طرف لانے کی پوری کوشش کی تھی لیکن تو بہت ضدی اور ناسمجھ نکلا۔ پھر اس نے حکم دیا اسے کوڑے لگائے جائیں۔ تب میرے دونوں ہاتھ باندھ دیے گئے۔ کوڑے مارنے والے نزدیک آئے تو میں نے معتصم سے کہا

Marfat.com

امیر المومنین ! اللہ اللہ ! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات کے ہوتے ہوئے میرا خون حلال کیا جارہا ہے کیا میں مُسلمان نہیں ہوں قیامت کے دن آپ میرے اس خون کا حساب کیسے دیں گے؟

میری یہ بات سن کر معتصم بہت متاثر ہوا اور قریب تھا کہ مجھے چھوڑ دینے کا حکم دے دیتا لیکن شریر لوگوں کی جماعت نے بھی یہ بات بھانپ لی۔وہ پکار اُٹھے

امیر المومنین ! یہ شخص بدترین گمراہ ہے سزا ضرور ملنی چاہیے۔آخر کوڑے مارنے والوں نے کوڑے مارنا شروع کیے۔جب پہلا کوڑا پڑا میں نے کہا بسم اللہ ! دوسرا کوڑا مارا گیا تو میں نے کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔تیسرا کوڑا مارا گیا تو میں نے کہا القرآن کلام اللہ

ادھر کوڑے مارنے والے کہتے تھے۔اللہ تمہارا برا کرے اپنی نافرمانی کا بدلہ چکھو۔

مجھے یہاں تک کوڑے مارے گئے کہ میں بے ہوش ہوگیا۔کوڑے روک دیے گئے ہوش آیا تو معتصم نے پھر پوچھا میں نے کوئی جواب نہ دیا تو کوڑے پھر برسنے لگے۔غرض خلیفہ نے بار بار کوڑے لگوائے آخر میں پھر بے ہوش ہوگیا۔ہوش آیا تو ایک کوٹھری میں بند تھا۔یہ واقعہ 25 رمضان المبارک سن 221 ہجری کا ہے۔اس کے بعد خلیفہ نے مجھے میرے گھر پہنچانے کا حکم دیا۔کہا جاتا ہے آپ کو اسّی کے قریب کوڑے لگائے گئے۔آپ کو گھر کی طرف لے جایا گیا تو راستے میں آپ اسحاق بن ابراہیم کے ہاں بھی ٹھہرے۔آپ روزے سے تھے۔کھانے کے لئے ستو روغیرہ لایا گیا تو آپ نے انکار کردیا۔اسی تکلیف کی حالت میں روزہ پورا کیا۔ظہر کی نماز بھی جماعت سے پڑھی۔کسی نے اشکال کیا۔

آپ نے خون بہنے کی حالت میں نماز پڑھی ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ہاں ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسی حالت میں نماز پڑھی تھی کہ ان کے زخم سے خون فوارے کی طرح نکل رہا تھا۔کوڑے لگنے کے وقت کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس وقت اپ کا ازار بند کھل گیا اور آپ کو بے ستر ہونے کا خوف لاحق ہوگیا تھا چنانچہ آپ نے ان الفاظ میں دُعا فرمائی تھی۔

اے اللہ ! اگر یہ مشقت میں حق کے لئے برداشت کر رہا ہوں تو میری ستر پوشی فرما۔آپ کی اس دُعا کی وجہ سے پاجامہ سرک کر اپنی جگہ پر آ گیا اور بدن سے چمٹ گیا۔

جرح نے آپ کا علاج کیا اور آپ تندرست ہوگئے لیکن ان زخموں کی تکلیف موسم سرما میں عمود کر آتی تھی۔وفات تک یہ صورت رہی۔اپ نے معتزلہ کے سواسب کے قصور معاف کردیے۔انہیں اس لیے معاف نہ کیا کہ وہ اہلِ بدعت تھے۔آپ فرمایا کرتے تھے

اپنے کسی مومن بھائی کو اپنے لئے تکلیف دینا اچھا نہیں۔قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جب لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا دینے کے لئے بلائے گا تو وہی شخص پہلے جائے گا جس نے دُنیا میں کسی کا قصور معاف کیا ہوگا۔

آپ کے ساتھ یہ حضرات بھی اسی مسئلے میں ڈٹے رہے اور شہادت پائی۔محمد بن نوح نیشا پوری نعیم بن حماد خزاعی۔

Marfat.com

ابو یعقوب یوطی۔

پھر آپ نے معتصم کو بھی معاف کر دیا۔ معتصم کے بعد واثق خلیفہ تھا یہ بھی معتزلی تھا۔ اس نے بھی اس مسئلے پر علماء کو جمع کیا اور خلقِ قرآن کے مسئلے میں انہیں مشکل میں ڈالا لیکن امام احمد بن حنبل کو اس نے نہیں چھیڑا۔ وہ جانتا تھا کہ انہیں ستانے کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔ البتہ اس نے امام صاحب کو یہ پیغام بھیج دیا کہ آپ اس شہر میں نہ رہیں چنانچہ امام صاحب واثق کے دور میں روپوشی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ واثق کے بعد متوکل خلیفہ ہوا۔ اس نے اس فتنے کو ختم کیا اور علماء کو ہدایت کی درس وتدریس کی مجلس قائم کریں اور معتزلہ اور اس جیسے دوسرے فرقوں کا رد کریں۔

صحابہ کرام سے محبت

حضراتِ صحابہ کرام سے محبت اہلسنت و جماعت کے نزدیک اصول ایمان میں سے ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بنی نوع انسان کے برگزیدہ و منتخب افراد میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی مصاحبت و نصرت اور دین کی دعوت و اشاعت کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اُمت کا وہ طبقہ ہے جس نے حفاظت دین اور اگلی نسلوں تک اس کی تبلیغ کی اہم اور سنگین ذمہ داری کو اچھی طرح پوری کر چکا ہے۔ اگر یہ منتخب گروہ نہ ہوتا تو اسلامی شریعت بھی یہودیت و مسیحیت کی طرح تحریف کا شکار ہو جاتی۔ اب اگر کوئی شخص صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی صلاحیت وراست گوئی اور امانتداری کے حوالے سے شک وشبہ کا اظہار کرتا ہے تو دراصل وہ قرآن وسنت کی حقانیت پر طعن کرتا ہے اور ان مآخذ ومنابع کو مشکوک بناتا ہے جو صحابہ کرام کے ذریعے ہم تک پہنچے ہوئے ہیں۔

دوسری جانب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی فضیلت میں موجود متعدد آیات واحادیث ان کی محبت کو ہم پر واجب بناتی ہیں، نیز جو افراد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی شان میں گستاخی کرتے ہیں ان سے دشمنی وبغض کا سبق بھی ہمیں انہی قرآنی آیات واحادیث نبوی سے ملتا ہے۔ ہم صحابہ کرام سے بے پناہ محبت کرتے ہیں چونکہ:

1۔ اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوا، ارشاد ربانی ہے: (لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ، الفتح/18) (بیشک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ (حدیبیہ میں) درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے، سو جو (جذبۂ صدق ووفا) ان کے دلوں میں تھا اللہ نے معلوم کر لیا تو اللہ نے ان (کے دلوں) پر خاص تسکین نازل فرمائی اور انہیں ایک بہت ہی قریب فتح (خیبر) کا انعام عطا کیا)

2۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان کی صفت سے متصف کر کے یاد کیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ ، الانفال/62). (اور اگر وہ چاہیں کہ آپ کو دھوکہ دیں تو بیشک آپ کے لئے اللہ کافی ہے، وہی ہے جس نے آپ کو اپنی مدد کے ذریعے اور اہلِ ایمان کے ذریعے طاقت

Marfat.com

بخشی)

3۔ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اس لئے محبت ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تصدیق کر کے انہیں کامیاب قرار دیا ہے اور انہیں جنت کا وعدہ بھی دیا ہے، ارشاد باری ہے: (لَـٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ وَأُولَـٰئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ * أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ) (التوبہ/88-89)۔ (لیکن رسول (صلی اللہ علیہ آلہ وسلم) اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرتے ہیں اور انہی لوگوں کے لئے سب بھلائیاں ہیں اور وہی لوگ مراد پانے والے ہیں* اللہ نے ان کے لئے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں (وہ) ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔)

4۔ ہم صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یوں مخاطب کیا ہے: (كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران/110)؛ (تم بہترین اُمّت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔) ابن عباس فرماتے ہیں: یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے ساتھ ہجرت کی۔

5۔ ہم صحابہ سے محبت کرتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ بھی صحابہ کرام سے محبت کرتا ہے، چنانچہ فرماتا ہے: (فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ ، (المائدہ:54) (عنقریب اللہ (ان کی جگہ) ایسی قوم کو لائے گا جن سے وہ (خود) محبت فرماتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے۔

حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم یہ آیت حروراء کے لوگوں کے بارے میں نازل نہیں ہوئی بلکہ حضرت ابوبکر و عمر اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

6۔ ہم صحابہ کرام سے محبت کرتے ہیں چونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سچے مومن قرار دیا ہے، ارشاد ربانی ہے: (وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَّهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ، (الانفال/74)

اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے (راہِ خدا میں گھر بار اور وطن قربان کر دینے والوں کو) جگہ دی اور (ان کی) مدد کی، وہی لوگ حقیقت میں سچے مسلمان ہیں، ان ہی کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

.7۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ان سے محبت کرنے کو ایمان کی علامت اور بغض صحابہ کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا ارشاد ہے: آیۃُ الایمان: حب الانصار، وآیۃُ النفاق بغض الانصار؛ متفق علیہ۔
ترجمہ: انصار سے محبت ایمان کی علامت اور ان سے بغض نفاق کی علامت ہے۔

Marfat.com

8۔ہمیں صحابہ کرام سے پیار ہے چونکہ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان کے تعلق سے برا کہنے سے منع کیا ہے، ارشاد نبوی ہے۔إذا ذُکِرَ أصحابي فأمسکوا، و إذا ذُکِرتِ النُّجوم فأمسکوا، و إذا ذُکِرَ القدر فأمسکوا)(صحیح الألبانی 545 فی صحیح الجامع)

جب بھی میرے صحابہ کے بارے میں بات ہورہی ہوتو خاموش رہو، جب بھی ستاروں سے متعلق بات ہو ہی ہوتو خاموش رہو، اور جب بھی قدر سے متعلق بات ہو ہی ہوتو خاموش رہو۔

9۔صحابہ کرام سے ہمیں محبت ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو امت مسلمہ کے امن وقرار کا سبب قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

النجوم أمنة للسماء، فإذا ذھبت النجوم أتی السماء ما توعد، و أنا أمنة لأصحابي فإذا ذھبتُ أتی أصحابي ما یوعدون، و أصحابي أمنة لأمتي، فإذا ذھب أصحابي أتی أمتي ما یوعدون (مسلم:2531)
ترجمہ: ستارے آسمان کے لئے امان ہیں جب ستاروں کا نکلنا بند ہوجائے گا تو پھر آسمان پر وہی آجائے گا جس کا وعدہ کیا گیا میں اپنے صحابہ کے لئے امان ہوں اور میرے صحابہ میری امت کے لئے امان ہیں پھر جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ میری امت کے لئے امان ہیں تو جب صحابہ کرام چلے جائیں گے تو ان پر وہ فتنے آن پڑیں گے کہ جن سے ڈرایا جاتا ہے۔

10۔آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس امت کے بہترین افراد قرار دیا ہے اسی لیے ہمیں ان سے محبت ہے، چنانچہ فرماتے ہیں (خیر أمّتی القرن الّذین یلونی ثمّ الّذین یلونھم ثمّ الّذین یلونھم (مسلم 2532)۔ ترجمہ: میری امت کے بہترین اشخاص وہ ہیں جن کے درمیان میری بعثت ہوئی (صحابہ کرام)، پھر (وہ نسل) جو ان کے بعد آئے (تابعین)، پھر (سب سے بہترین افراد وہ ہیں) جو ان کے بعد آئیں (تبع تابعین)۔

11۔ہم صحابہ سے محبت کرتے ہیں اس لیے کہ ہمارے پیارے نبی علیہ السلام نے ہمیں صحابہ کو برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے، فرمان نبوی ہے: (لا تسبوا أصحابي، فو الذی نفسي بیدہ لو أنّ أحدکم أنفق مثل أحد ذھباً ما بلغ مُدّ أحدھم و لا نصیفہ ، (مسلم: 2540)؛ ترجمہ: میرے اصحاب کو برا بھلامت کہو، اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کرڈالے تو ان کے ایک مد (مٹھی) غلہ کے برابر بھی نہیں ہوسکتا اور نہ ان کے آدھے مد کے برابر۔

12۔ہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے محبت کرتے ہیں چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ہے ہر اس شخص پر جو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو گالی دیتا ہے، فرماتے ہیں: لعن اللہ من سبّ أصحابي (صحیح الجامع) (ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جو میرے صحابہ کو برا بھلا کہے۔)

13۔ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے محبت ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ان کے ذریعے دین پھیلے گا اور اسلام کی نصرت ہوگی۔ امر واقع بھی یہی ہے۔ ارشاد نبوی ہے: (یأتی علی الناس زمان، یغزو فئام من

Marfat.com

الناس، فيقال: فيكم من صاحب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فيقولون: نعم، فيفتح لهم، ثم يأتي على الناس زمان، فيغزو فئام من الناس، فيقال لهم: فيكم من صاحب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فيقولون: نعم، فيفتح لهم، ثم يأتي على الناس زمان، فيغزو فئام من الناس، فيقال لهم: هل فيكم من صاحب من صاحب أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فيقولون: نعم، فيفتح لهم)۔(بخاری ومسلم)؛ ترجمہ: ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ کچھ لوگ جہاد کریں گے، ان سے پوچھا جائے گا تمہارے ساتھ ایسا آدمی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کا ہمرکاب رہا ہو؟ وہ کہیں گے: جی ہاں، اس طرح (مقابلے کے بعد) وہ لوگ فتح یاب ہوں گے۔ پھر کسی اور زمانے میں مسلمانوں کا ایک گروہ جہاد کرنے جائے گا، ان سے پوچھا جائے گا کہ کیا تمہارے ساتھ ایسا بندہ ہے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے ساتھ رہا ہو؟ جواب آئے گا کہ جی ہاں، پھر مجاہدین کا وہ گروہ فتح یاب ہوگا۔ ایک ایسا دور بھی آئے گا کہ بعض لوگ جہاد کے لیے نکلیں گے تو ان سے سوال ہوگا کہ کیا تمہارے ساتھ ایسا آدمی ہے جو صحابہ کرام کے ساتھیوں کے ہمرکاب رہا ہو؟ وہ کہیں گے: جی، تو کامیاب ہوں گے۔

14۔ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت ہے چونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے وزیر اور مددگار ساتھی تھے، اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا: (ان الله تبارك وتعالىٰ اختارني، واختار لي أصحاباً، فجعل لي منهم وزراء وأنصاراً وأصهاراً، فمن سبهم فعليه لعنة الله والملائكة والناس أجمعين، لا يقبل منه يوم القيامة صرف ولا عدل، رواہ حاکم وصححہ)۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے مجھے منتخب فرمایا ہے اور میرے لئے میرے صحابہ کو منتخب کیا ان کو میرا وزیر مددگار اور رشتہ دار بنایا جو ان کو برا کہے اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا کوئی فرض اور کوئی کفارہ قبول نہ کرے گا

15۔ ہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے محبت کرتے ہیں اس لیے کہ ان سے محبت کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور صحابہ سے نفرت آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے نفرت کی دلیل وعلامت ہے، اسی بارے میں فرمان نبوی ہے: (الله الله في أصحابي، لا تتخذوهم غرضاً بعدي، فمن أحبهم فبحبي أحبهم، ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم، ومن آذاهم فقد آذاني، ومن آذاني فقد آذى الله، ومن آذى الله أوشك أن يأخذه)

(رواہ احمد وترمذی وجعله حسناً)

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو! میرے بعد ان کو (طعن وتشنیع کا) نشانہ نہ بنانا (یاد رکھو) جس نے اِن سے محبت کی، پس میری محبت کی وجہ سے اِس نے اُن سے محبت کی۔ جس نے اُن سے بغض رکھا پس میرے بغض کی وجہ سے اُن سے بغض رکھا اور جس نے اُن کو اذیت دی پس اس نے مجھے اذیت دی جس نے مجھے اذیت دی، اس نے اللہ کو اذیت دی اور

Marfat.com

جس نے اللہ کو اذیت دی، پس قریب ہے کہ وہ اس کو گرفت کرلے۔

16۔ ہمیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے محبت ہے چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے احترام وعزت کو اپنے ہی احترام کے مترادف قرار دیا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں: (احفظونی فی أصحابی، ثم الذین یلونھم، ثم الذین یلونھم) ۔ (ابن ماجہ: 1927، وصححہ الالبانی) ترجمہ: میری منزلت وعزت کی حفاظت کے لیے میرے صحابہ اور ان کے بعد آنے والے دو صدیوں کے لوگوں کی منزلت وعزت کا خیال رکھو۔

18۔ ہم صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے محبت کرتے ہیں اس لیے کہ وہ اہل علم وفضیلت، اخلاق اور سچائی والے تھے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم ہے: (أرأف أمتی بأمتی أبوبکر، وأشدھم فی دین اللہ عمر، وأصدقھم حیاء عثمان، وأقضاھم علی، وأفرضھم زید بن ثابت، وأقرؤھم أبیّ، وأعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل، ألا وإن لکل أمة أمیناً، وأمین ھذہ الأمة أبوعبیدة بن الجراح) ۔ (حاکم، صححہ الألبانی 868 فی صحیح الجامع۔)
ترجمہ: میری امت پر سب سے زیادہ رحیم ابوبکر ہے، دین پر سختی سے عمل کرنے والا عمر ہے، سب سے زیادہ سچے باحیا عثمان ہے، عدل میں سب سے آگے علی ہے، ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ بن الجراح ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صحابہ کرام کے صفات عالیہ کے ذکر میں کہتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو بہترین پایا۔ تو انہیں منتخب کر کے اپنا نبی بنایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سارے قلوب پر نظر ڈالی تو صحابہ کرام کے دلوں کو بہترین پایا سو انہیں اپنے برگزیدہ پیغمبر کی صحبت کے لیے منتخب کر کے آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے وزیر بنا دیا تا کہ اس کے دین کی راہ میں لڑیں۔ اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص سنت پر عمل کرنا چاہتا ہے تو ان کی پیروی کرے جن کا انتقال ہو چکا ہے، چونکہ جو زندہ ہیں معلوم نہیں فتنے کا شکار ہوں گے کہ نہیں۔ جو اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے صحابہ ہیں جو امت میں عقائد کے اعتبار مضبوط ترین اور سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، دین میں وہ بہت کم تکلف کرنے والے تھے۔ صحابہ کرام وہ لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے مصاحبت اور دین کے قیام کے لیے منتخب فرمایا تھا۔ ان کی جاہ ومقام کو پہچانو اور ان کے طریقے پر چلو اس لیے کہ وہ ہدایت اور راہ راست پر تھے۔ (رواہ ابن عبدالبرؒ)

صحابہ کرام کے حوالے سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: واضح اور آشکار مسائل میں سے ایک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی تمام خوبیوں کو بیان کرنا، ان کی غلطیوں اور آپس کے اختلافات کو بیان کرنے سے گریز کرنا ہے۔ لہٰذا جو شخص کسی بھی صحابی کی شان میں گستاخی کرے، برا بھلا کہے اور طعنہ زنی کرے یا کسی صحابی کی عیب جوئی کرے تو وہ شخص بدعتی، ناپاک، رافضی اور اہل سنت کا مخالف ہے۔ اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) نہ اس کی توبہ قبول فرمائے گا نہ کوئی فدیہ وکفارہ اس کی جان چھڑا سکے گا۔ اس کے برعکس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے محبت سنت اور ضروری ہے، ان کے لیے نیک دعاء کرنا

Marfat.com

قرب الٰہی کا باعث ہے۔ ان کی پیروی باعث نجات ہے اور ان کی راہ پر چلنا فضیلت شمار ہوتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سب سے اچھے لوگ تھے، کسی انسان کے لیے مناسب نہیں کہ انہیں گالیاں دے یا عیب جوئی کر کے ان کی شان میں گستاخی کرے اور انہیں گندی زبان سے یاد کرے۔ (کتاب الشریعہ ص 78)

امام آجری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی توفیق سے میں نے اپنی کتاب (شریعہ) میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل تحریر کیا۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے فضائل کا تذکرہ ہوگا۔ جنہیں اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور اپنے برگزیدہ نبی کے لیے وزیر، رشتہ دار، ساتھی اور اس کی امت کے لیے خلیفہ مقرر فرمایا۔ مہاجرین و انصار وہ حضرات تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بہترین اوصاف کے ساتھ یاد کیا ہے۔ قرآن میں آیا ہے اللہ تعالیٰ نے توریت میں بھی صحابہ کرام کو اچھے الفاظ و اوصاف میں یاد کیا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اللہ جل و علیٰ کا فضل بہت بڑا ہے جسے چاہے وہ عطا فرماتا ہے۔

مہاجرین: مہاجرین وہ جاں نثار صحابہ تھے جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم پر ایمان لایا اور اپنے عمل سے اُسے ثابت کر دکھایا، سختیوں اور برے دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے ساتھ رہے، اللہ کی راہ میں ذلت اور بھوک کو غیر اللہ کے راستے میں عزت اور شکم سیری پر ترجیح دی۔ اللہ کی رضا کے لیے رشتہ دار اور اجنبی کی مخالفت کو بخوشی قبول کیا۔ مہاجرین اپنے والدین، خاندان، قبیلہ، جائیداد اور سب کچھ چھوڑ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی میں ہجرت کے لیے نکلے۔ ان سب چیزوں سے زیادہ اہم ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول تھے اس لیے کہ ان کا ایمان مضبوط، عقل سلیم، نفس پاک، رائے صائب اور صبر زیادہ تھا اور یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق تھی۔

ارشاد الٰہی ہے: رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (المجادلہ) ترجمہ: اللہ اُن سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں، یہی اللہ (والوں) کی جماعت ہے، یاد رکھو! بیشک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔ انصار: وہ لوگ تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی نصرت اور نبی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی پیروی کے لیے منتخب فرمایا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف فرما تھے انصاری صحابہ آپ کے پاس تشریف لا کر مومنوں کی صف میں شامل ہو گئے۔ انصار اپنی بیعت میں مخلص تھے اور ہمہ تن آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی نصرت و مدد کیلیے کمربستہ تھے۔ انصار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کی مکمل پیروی کرنے والے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم سے محبت کی وجہ سے انہوں نے آپ کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا ابھی تک ہجرت کا وقت نہیں آیا ہے۔ انصار کا وہ دستہ جو آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کر چکا تھا واپس مدینہ چلا گیا تو وہ دیگر اہل مدینہ کے مشرف بہ اسلام ہونے کا ذریعہ بن گئے۔

تمام انصار اپنے ایمان میں ثابت قدم تھے چنانچہ جب مہاجرین مدینہ پہنچے تو انکا شاندار استقبال کیا گیا، انہوں نے نبی

Marfat.com

کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم و دیگر مہاجرین کا خوب اکرام کیا۔ انصار کو معلوم ہوا یہ مبارک ہجرت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے بڑی نعمت ہے۔ اس کے بعد دیگر مہاجرین جب مدینہ پہنچے تو انصار نے ان کی بھی عزت و خدمت کی۔ اپنے گھروں کو تقسیم کر کے انہیں جگہ دینے کے علاوہ ان کو اپنے بچوں اور بیویوں پر بھی ترجیح دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں الفت و محبت ڈالی تھی جس کی برکت سے وہ بھائی بھائی بن کر رہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کی تعریف میں فرماتے ہیں: (وَإِن يُرِيدُوا أَن يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي أَيَّدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ * وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعاً مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ، الأنفال۔63۔62)؛ ترجمہ: اور اگر وہ چاہیں کہ آپ کو دھوکہ دیں تو بیشک آپ کے لئے اللہ کافی ہے، وہی ہے جس نے آپ کو اپنی مدد کے ذریعے اور اہلِ ایمان کے ذریعے طاقت بخشی اور (اسی نے) ان (مسلمانوں) کے دلوں میں باہمی الفت پیدا فرما دی۔ اگر آپ وہ سب کچھ جو زمین میں ہے خرچ کر ڈالتے تو (ان تمام مادی وسائل سے) بھی آپ ان کے دلوں میں (یہ) الفت پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ نے ان کے درمیان (ایک روحانی رشتے سے) محبت پیدا فرما دی۔ بیشک وہ بڑے غلبہ والا حکمت والا ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ، آل عمران۔103) ترجمہ: اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو، اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہو گئے، اور تم (دوزخ کی) آگ کے گڑھے کے کنارے پر (پہنچ چکے) تھے پھر اس نے تمہیں اس گڑھے سے بچا لیا، یوں ہی اللہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ ان آیات قرآنی سے معلوم ہوا سارے صحابہ کرام بشمول مہاجرین و انصار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی نصرت و مدد پر وہ متفق تھے، شریعت اور احکام کے نفاذ میں وہ متحد اور آپ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے بہترین ساتھی تھے۔ اس راہ میں وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتے تھے اور ہر حال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی نصرت اور اسلام کے لیے جاں نثاری ان کا مقصد حیات بن چکا تھا۔ اسی لیے ایک سے زائد مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین و انصار کی تعریف کی ہے، انہیں جنت کا وعدہ دیا ہے اور اپنی رضامندی کا اعلان بھی فرمایا ہے رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ، المجادلہ۔22)؛ (ترجمہ: اللہ اُن سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے ہیں، یہی اللہ (والوں) کی جماعت ہے، یاد رکھو! بیشک اللہ (والوں) کی جماعت ہی مراد پانے والی ہے۔

صحابہ کرام کے بارے میں امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام کے فضائل سے وہ شخص واقف ہو سکتا ہے جو عہد نبوی

Marfat.com

صلی اللہ علیہ آلہ وسلم میں ان کا تعامل اور اس کے بعد کی زندگی پر گہری نظر ڈالے۔صحابہ کرام وہ عظیم شخصیات تھے جو ایمان، کفار سے جہاد و قتال، اشاعت دین، قیام دین، اعلائے شان احکامات الٰہی و نبوی، فرائض اور سنن نبوی کی تعلیم و تعلم میں ایک دوسرے سے سبقت لینے کی کوشش کرتے تھے۔اگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نہ ہوتے تو ہرگز دین کا کوئی اصل یا فرع ہم تک نہیں پہنچ سکتا۔ ہرگز نبی کریم صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کی کوئی حدیث یا سنت سے ہم واقف نہیں ہو سکتے تھے۔اس لیے جو شخص صحابہ کے حوالے سے طعنہ زنی و گستاخی سے کام لے وہ پوری طرح دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے چونکہ جو شخص صحابہ کو گالیاں دے کر طعنہ زنی کرتا ہے وہ اس طرح اپنے عقیدے کا اظہار کرتا ہے کہ صحابہ کرام ہی غلط راستے پر تھے اور قرآن پاک اور احادیث میں ان کے جتنے اوصاف مذکور ہیں یہ لوگ ان تعریفوں کی تردید کرتے ہیں۔ یہ قرآن وحدیث کا انکار ہے۔جو شخص صحابہ پر طعن کرتا ہے دراصل وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتا ہے۔نصوص شریعت کے ناقلین کی توہین و گستاخی درحقیقت نصوص (قرآن وسنت) کی توہین ہے۔یہ اہم بات ہر اس شخص کے لیے قابل فہم و درک ہے جو تدبر کا اہل ہو، نفاق و کفر اور الحاد سے دور ہو۔(الکبائر)

فُضیل بن عیاض رحمہ اللہ اس بارے میں فرماتے ہیں: صحابہ سے محبت ذخیرہ آخرت ہے۔اللہ کی رحمت ہو اس شخص پر جو صحابہ رسول صلی اللہ علیہ آلہ وسلم پر سلام و درود بھیجے۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر کسی شخص میں یہ دو صفات ہوں مجھے امید ہے کہ وہ قیامت کے عذاب سے محفوظ رہے گا، ایک سچائی اور دوسرا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت۔(الشریعۃ 4/1688)

Marfat.com

تذکرہ تابعین کرام

تابعی کی تعریف

تابعی کی جمع تابعین ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کا معنی ہے بعد میں آنے والا۔ اصطلاحی مفہوم میں تابعی اس شخص کو کہا جاتا ہے جس نے کسی صحابی سے حالت اسلام میں ملاقات کی ہو اور پھر اس نے حالت اسلام ہی پر وفات پائی ہو۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ تابعی اس شخص کو کہتے ہیں جس نے کسی صحابی کی صحبت اختیار کی ہو۔

تابعین کے طبقات

تابعین کے طبقات کی تعداد کے بارے میں اختلاف رائے ہے۔ ہر عالم نے الگ انداز میں انہیں طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ امام مسلم نے انہیں تین، ابن سعد نے چار اور حاکم نے پانچ طبقات میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں سب سے افضل تابعی انہیں سمجھا جاتا ہے جنہیں عشرہ مبشرہ کے صحابہ سے شرف صحبت حاصل ہو۔

مخضرمین

مخضرمین، مخضرم کی جمع ہے۔ اس کا مطلب ہے ایسے افراد جو جاہلیت اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے زمانے میں موجود رہے ہوں لیکن ان کی آپ سے ملاقات نہ ہوئی ہو (لیکن وہ آپ پر ایمان لے آئے ہوں۔) صحیح نقطہ نظر کے مطابق مخضرمین کو تابعین میں شمار کیا جاتا ہے۔ امام مسلم کی رائے کے مطابق مخضرمین کی تعداد بیس ہے لیکن درست یہ ہے کہ ان کی تعداد اس سے زیادہ ہے۔ ابوعثمان النہدی اور اسود بن یزید النخعی کا شمار انہی میں ہوتا ہے۔ اویس قرنی اور حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا شمار بھی انہی میں ہوتا ہے۔

تابعین میں سب سے افضل حضرات

اہل علم کی اس معاملے میں مختلف آراء ہیں۔ مشہور یہ ہے کہ سعید بن مسیّب رحمہ اللہ ان میں سب سے افضل ہیں۔ محمد بن خفیف الشیرازی نے بیان کیا ہے کہ اہل مدینہ سعید بن مسیّب کو، اہل کوفہ اویس القرنی کو اور اہل بصرہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہم کو سب سے افضل سمجھتے ہیں۔

Marfat.com

تابعین میں سب سے افضل خواتین

ابوبکر بن داؤد کی رائے کے مطابق حفصۃ بنت سیرین اور عمرۃ بنت عبدالرحمن اوران کے بعدام الدرداء (الصغریٰ) رحمۃ اللہ علیہن سب سے افضل تابعیات ہیں۔

ابراہیم بن یزید تیمی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

ابراہیم نام، ابواسماء کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابراہیم بن یزید بن شریک بن تیم الرباب تیمی، ابراہیم کوفہ کے عابد وزاہد تابعین میں تھے۔

فضل وکمال

فضل وکمال کے لحاظ سے کوئی ممتاز شخصیت نہ رکھتے تھے، تاہم کوفہ کے علمائے باعمل میں شمار تھا۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حافظ ذہبی انہیں حفاظ میں شمار کرتے ہیں، حدیث میں انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ، حارث بن سوید، عمرو بن میمون اوراپنے والد یزید سے استفادہ کیا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت کی ہے؛ لیکن یہ روایت مرسل ہے، بیان بن بشیر، حکم بن عتبہ، زبید بن حارث، مسلم البطین اور یونس بن عبید وغیرہ ان کے زمرہ تلامذہ میں ہیں۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

زہدوعبادت

ان کا امتیازی وصف زہد وتقویٰ ہے، ان کے والد یزید بن رضی اللہ عنہ شریک بڑے عابد وزاہد تابعی تھے، انہوں نے بڑی دولت پیدا کی، لیکن دنیا سے کبھی آلودہ نہ ہوئے، ان کے لباس تک پران کی ثروت کا اثر ظاہر نہ تھا، ایک مرتبہ ابراہیم نے ان کے جسم پرروئی کا معمولی کرتہ جس کی آستینیں ہتھیلیوں تک لٹکتی تھیں دیکھ کر کہا، ابا کوئی قرینہ کا لباس کیوں نہیں پہن لیتے، جواب دیا بیٹا جب میں بصرہ میں آیا، اُس وقت ہزاروں پیدا کئے؛ لیکن اس سے میری خوشی اور مسرت میں کوئی اضافہ نہیں ہوا اور نہ اسے دوبارہ حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہوئی ہے، میں یہ چاہتا ہوں کہ جو پاک لقمہ میں کھاتا ہوں وہ اس شخص کے منہ میں جائے جو مجھے سب سے زیادہ مبغوض ہو، کیونکہ میں نے ابودرداء سے سنا ہے کہ قیامت میں ایک درہم رکھنے والے سے زیادہ دو درہم رکھنے والے سے حساب ہوگا۔ (ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

ایسے زاہد باپ کی تعلیم وتربیت نے ابراہیم علیہ السلام کو ابتداء ہی سے دنیا سے بے نیاز اور زہد وعبادت کی جانب مائل کردیا تھا؛ چنانچہ آگے چل کر وہ اپنے عہد کے ممتاز ترین عباد میں ہوئے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ بڑے عابد وزاہد تھے اور فاقہ کشی پر اُن کو بڑی قدرت تھی۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عبادت میں اس قدر اہتمام تھا کہ تکبیر اولیٰ کبھی قضا نہ ہوتی تھی اور اُس سے غفلت کرنے والے کو گیا گزرا سمجھتے تھے؛ چنانچہ فرماتے تھے کہ جسے تکبیر اولیٰ میں تساہل کرتے دیکھو اُس سے ہاتھ دھوڈالو۔ (طبقات کبریٰ شعرانی)

نماز میں کیف واستغراق کا یہ عالم تھا کہ سجدہ کی حالت میں چڑیاں پیٹھ پر اڑ اڑ کے بیٹھتی تھیں اور چونچیں مارتی تھیں (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) دو دو مہینے مسلسل روزے رکھتے تھے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) اور محض ایک انگور روزانہ پر پورا چلہ گذار دیتے تھے۔

لیکن اس زہد وعبادت پر بھی اپنے اعمال کو قابل اعتنا نہ سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب اپنے قول وعمل میں موازنہ کرتا ہوں تو جھوٹا بننے سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ (طبقات کبریٰ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ایثار کا بے مثل نمونہ اور شہادت، ایثار اور قربانی کا مجسم پیکر تھے، اس کی آخری حد یہ ہے کہ دوسروں کے لیے جان تک دینے میں دریغ نہ کیا، انہوں نے ایثار، قربانی کا ایسا نمونہ پیش کیا جس کی مثالیں کم ملتی ہیں، حجاج ثقفی ابراہیم نخعی کا جو بڑے ممتاز عالم تابعی ہیں سخت دشمن تھا وران کے درپے آزار رہا کرتا تھا، لیکن دست رس حاصل نہ ہوسکا، اس کے آدمی ہمیشہ ان کی تلاش میں رہتے تھے، ایک مرتبہ وہ ابراہیم نخعی کو تلاش کررہے تھے، ابراہیم تیمی کو دونوں کی مخالفت کا علم تھا اس علم کے باوجود انہوں نے ان کے بچانے کے لیے کہہ دیا کہ ابراہیم میں ہوں تلاش کرنے والے آدمی ابراہیم نخعی کو پہچانتے نہ تھے، اس لیے ان کے اقرار پر انہی کو پکڑ لے گئے، حجاج نے زنجیروں میں جکڑ وا کے دیماس کے قید خانہ میں جس کو اُس نے سنگین مجرموں کے لیے خاص طور سے بنوایا تھا ڈلوادیا، یہ قید خانہ کیا تھا موت کا گھر تھا، اس میں سردی اور گرمی پانی اور دھوپ سے بچنے کا بھی کوئی انتظام نہ تھا، اس پر محن قید نے چند ہی دنوں میں ابراہیم کا رنگ وروپ ایسا بدل دیا کہ ان کی ماں تک ان کو پہچان نہ سکیں؛ لیکن وہ نہایت صبر واستقلال کے ساتھ ان مصائب کا مقابلہ کرتے رہے اور ان کو جھیلتے جھیلتے بالآخر انتقال کرگئے، اُن کی شب وفات کو حجاج نے خواب میں دیکھا کہ آج شہر میں ایک جنتی مرگیا ہے، صبح کو اس نے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ابراہیم نے قید خانہ میں انتقال کیا، یہ سن کر اس جفا شعار نے کہا خواب شیطانی وسوسہ معلوم ہوتا ہے اور ابراہیم کی لاش گھوڑ پر پھینکوادی۔ (ابن سعد، ج۶، ص۱۹۹، بیروت)

بعض اقوال

ابراہیم کے بعض اقوال نہایت حکیمانہ ہیں، فرماتے تھے کہ انسان کے لیے علم کے نتائج میں سے خشیت الٰہی اور جہل کے نتائج میں سے اپنے عمل پر غرور کافی ہے اور طمعیں انسان کو بدکرداریوں پر آمادہ کرتی ہیں۔

Marfat.com

ابراہیم بن یزید النخعی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

ابراہیم نام، ابوعمران کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ابراہیم بن یزید بن اسود بن عمرو بن حارثہ ابن سعد بن مالک بن نخع نخعی، نخع قبیلہ مذحج کی ایک شاخ تھا اور کوفہ میں آباد تھا۔

فضل وکمال

فضل وکمال کے لحاظ سے ابراہیم نخعی کوفہ کے ممتاز ترین تابعین میں تھے ان کا گھرانا علم وعمل کا گہوارہ تھا، ان کے چچا علقمہ اور ماموں اسود دونوں کوفہ کے ممتاز محدثین میں تھے، ابراہیم نے انہی کے دامن میں پرورش پائی، علقمہ کا حلقہ درس اتنا وسیع تھا کہ محمد بن سیرین جیسے اکابر اس میں شریک ہوتے تھے، ابراہیم بھی اسی حلقہ کے فیض یافتہ تھے (ابن سعد) اس کے علاوہ علقمہ اور اسود کے سلسلہ سے ابراہیم کو اس عہد کی بڑی بڑی ممتاز ہستیوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا تھا؛ چنانچہ بچپن میں وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آتے جاتے تھے، ابومعشر کا بیان ہے کہ ابراہیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) کے پاس آتے جاتے تھے، ایوب نے اعتراض کیا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ بچپن میں بلوغ کے پہلے اپنے چچا اور ماموں علقمہ اور اسود کے ساتھ حج کو جاتے تھے اور ان لوگوں کو ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عقیدت ورادت اور اُن کی مجلسوں میں ان صاحبوں کی آمد ورفت تھی (تہذیب التہذیب الاسمارق اول) گو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابراہیم کا سماع ثابت نہیں ہے، لیکن ان کی جیسی برگزیدہ ہستیوں کی مجلس میں شریک ہوجانا ہی حصولِ برکت وسعادت کے لیے کافی تھا۔

ان بزرگوں کے فیضِ صحبت نے ابراہیم کا دامن دولتِ علم سے مالا مال کردیا تھا اور وہ اپنے عہد کے ممتاز ترین علماء میں شمار ہوتے تھے، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق جلالت اور فقہی کمال پر سب کا اتفاق ہے، ابوزرعہ نخعی کہتے ہیں کہ وہ اعلام اہل اسلام میں ایک علم تھے (تہذیب الاسماء) ان کو حدیث وفقہ دونوں علوم میں بڑی دست گاہ حاصل تھی۔

حدیث

حدیث کے وہ ممتاز حفاظ میں تھے، حافظ ذہبی ان کو دوسرے طبقہ کے حفاظ میں شمار کرتے ہیں، حدیث میں انہوں نے اپنے دونوں ماموں اسود اور عبدالرحمٰن بن یزید اور مسروق علقمہ، ابومعمر، ہمام، ابن حارث، قاضی شریح اور سہم بن منجاب وغیرہ سے استفادہ کیا تھا اور اعمش، منصور، ابن عون، زبید الیمامی، حماد بن سلیمان اور مغیرہ بن مقسم ضبی وغیرہ ان کے زمرہ تلامذہ میں تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حدیث میں ان کے معلومات اس قدر وسیع تھے کہ اعمش کا بیان ہے کہ میں نے جب کبھی ابراہیم کے سامنے کوئی حدیث

Marfat.com

بیان کی تو انہوں نے اس حدیث کے بارہ میں میری معلومات میں اور اضافہ کر دیا (ابن سعد) ابن معین ان کی مرسل حدیثوں کو امام شعبی کی مرسل روایات سے زیادہ پسند کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

روایت بالمعنی

روایت حدیث میں الفاظ کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے اور بالمعنی روایت کافی سمجھتے تھے۔ (ابن سعد)

انتساب رسول میں احتیاط

لیکن اسی کے ساتھ وہ روایت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منسوب کرنے میں بڑے محتاط تھے اور مرفوع روایات کے حفظ کے باوجود انہیں روایت نہ کرتے تھے، ابو ہاشم کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم سے پوچھا، آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث نہیں پہنچی ہے، جس کو آپ ہم سے بیان کریں، جواب دیا کیوں نہیں، لیکن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ، علقمہ اور اسود سے روایت کرنا اپنے لیے زیادہ آسان معلوم ہوتا ہے۔

فقہ

ابراہیم کا خاص فن فقہ تھا، اس فن کے وہ امام تھے، اُن کے فقہی کمال پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء) حافظ ذہبی انہیں فقیہ عراق اور امام نووی فقیہ کوفہ لکھتے ہیں، امام شعبی نے ان کی وفات کے وقت کہا کہ ابراہیم نے اپنے بعد اپنے سے بڑا عالم اور اپنے سے بڑا فقیہ نہیں چھوڑا، لوگوں نے کہا حسن بصری اور ابن سیرین بھی نہیں، شعبی نے جواب دیا نہ صرف حسن بصری اور ابن سیرین؛ بلکہ اہل بصرہ کوفہ، حجاز اور شام میں کوئی بھی نہیں (تہذیب الاسماء) بڑے بڑے علماء فقہی مسائل کے سائلین کو ان کے پاس بھیج دیتے تھے، سعید بن جبیر کے پاس جب کوئی فتویٰ پوچھنے کیلیے آتا تو اس سے کہتے ابراہیم کی موجودگی میں مجھ سے پوچھتے ہو۔ (ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ابووائل کے پاس جب کوئی مستفتی جاتا تو اس کو ابراہیم کے پاس بھیج دیتے اور اس سے کہہ دیتے کہ وہ جو جواب دیں مجھے بتانا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

اظہار علم سے احتراز

ان کمالات کے باوجود وہ علم کا اظہار کرنا اچھا نہ سمجھتے تھے؛ چنانچہ بغیر سوال کیے ہوئے کبھی خود سے کوئی علمی تذکرہ نہ کرتے تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) اور سوالات سے بھی گھبراتے تھے زبید کا بیان ہے کہ جب کبھی میں نے ابراہیم سے کسی چیز کے متعلق کچھ پوچھا تو ان میں ناگواری کے آثار نظر آئے۔ (طبقات ابن سعد)

ذمہ داری کا احساس اور احتیاط

اس کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ وہ علم کی بڑی ذمہ داری محسوس کرتے تھے؛ چنانچہ فرماتے تھے کہ ایک زمانہ وہ تھا جب لوگ

Marfat.com

قرآن کی تفسیر کرتے ہوئے ڈرتے تھے اوراب یہ زمانہ ہے کہ جس کا دل چاہتا ہے مفسر بن بیٹھا ہے، مجھے یہ زیادہ پسند ہے کہ میں علم کے متعلق ایک کلمہ بھی منہ سے نہ نکالوں، جس زمانہ میں فقیہ ہواوہ بہت ہی بُرا زمانہ ہے (طبقات کبریٰ امام شعرانی) میں نے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے کہ جب وہ مجمعوں میں ہوتے تھے تو اپنی بہترین احادیث بھی نہ بیان کرتے تھے۔

اس ذمہ داری اوراحتیاط کی وجہ سے مسائل کے جوابات میں بڑے محتاط تھے، اعمش کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابراہیم سے کہا کہ میں چند مسائل آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں، فرمایا میں یہ ناپسند کرتا ہوں کہ میں کسی شے کے متعلق کہوں کہ وہ اس طرح ہے اوروہ اس کے خلاف ہو۔

دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ شہرت اورریاء کو سخت ناپسند کرتے تھے؛ چنانچہ فرماتے تھےکہ جوشخص علم کا ایک کلمہ بھی اس نیت سے منہ سے نکالتا ہے کہ اس سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے تو وہ اس کے وسیلہ سے سیدھا جہنم میں گرتا ہے، نہ کہ جس کی شروع سے آخر تک یہی نیت ہو۔ (طبقات کبریٰ امام شعرانی، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

استفادہ کے مخصوص اوقات

لیکن اس احتیاط کے باوجود انہوں نے اپنی ذات سے استفادہ کا دروازہ بند نہیں کردیا تھا، وہ مسائل بتاتے تھے اوراس کے لیے خاص اوقات مقرر تھے جن میں ہر شخص مسائل پوچھ سکتا تھا اورآپ اس کے جواب دیتے تھے، حسن بن عبید اللہ کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم سے کہا کہ آپ ہم لوگوں سے حدیث نہ بیان کریں گے، جواب دیا کیا تم چاہتے ہو کہ میں فلاں شخص کی طرح ہوجاوں، اگر تم کو اس کی خواہش ہے تو قبیلہ کی مسجد میں آیا کرو وہاں جب کوئی شخص کچھ پوچھے گا تو تم بھی جواب سن لوگے۔ (ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

تحریر پر حفاظ کو ترجیح

بعض قدما اوراسلاف کی طرح ابراہیم کو علم سفینہ سے زیادہ علم سینہ پر اعتماد تھا؛ چنانچہ وہ لکھتے نہ تھے، فضیل کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم سے کہا کہ میں نے مسائل کو کتاب میں جمع کیا تھا، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے اوس کو مجھ سے چھین لیا انہوں نے کہا کہ جب انسان لکھ لیتا ہے تو اس پر اس کو اعتماد ہوجاتا ہے اور جب انسان علم کی جستجو کرتا ہے تو خدا اس کو بقدر کفایت علم عطا فرماتا ہے۔

فضائل اخلاق

اس علم کے ساتھ وہ عمل اورفضائل اخلاق کی دولت سے بھی مالا مال تھے۔

عبادت وریاضت

نہایت عابد وزاہد اورمتورع تھے، راتوں کی تنہائی میں لوگوں کی آنکھوں سے چھپ کر عبادت کرتے تھے، طلحہ کا بیان ہے

Marfat.com

کہ جب لوگ سو جاتے تھے، اس وقت ابراہیم ایک عمدہ حلہ پہن کر خوشبو لگا کر مسجد چلے جاتے تھے، صبح تک وہیں رہتے، صبح کو حلہ اتار کر پھر معمولی لباس پہن لیتے تھے (ابن سعد) عبادت کے اثر سے بالکل چور اور خستہ ہو جاتے تھے، اعمش کا بیان ہے کہ ابراہیم اکثر نماز پڑھ کر ہمارے یہاں آتے تھے، دن چڑھے تک یہ حال رہتا تھا کہ بیمار معلوم ہوتے تھے۔

ایک دن ناغہ دے کر پابندی کے ساتھ روزہ رکھتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

صحت عقیدہ

عقیدہ میں سلف کے عقائد سے ذرا تجاوز کرنا پسند نہ کرتے تھے؛ چنانچہ ارجاء کا عقیدہ رکھنے والوں کے جو کوئی اہم شے نہیں ہے بعض تابعین بھی اس عقیدہ کے تھے، سخت خلاف تھے، فرماتے تھے ارجاء بدعت ہے، تم لوگ ہمیشہ اس سے بچتے رہو، مرجئہ کے پاس نہ بیٹھو ان کے پاس آنے والوں میں جس کے خیالات میں ارجاء کا ادنیٰ سا شائبہ بھی نظر آتا ان کو آنے سے منع کر دیتے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

انتہائی احتیاط

صلحاء اور خیار است سے طلب دعا کی ممانعت نہیں ہے اور اس پر صحابہ اور تابعین کا عمل بھی رہا ہے، لیکن چونکہ اس سے بعض بدعات کا دروازہ کھلتا ہے اور عوام کے عقیدوں میں اس سے ضعف پیدا ہوتا ہے، اس لیے اسے بھی پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ ابو عمران دعا کیجئے کہ خدا مجھے شفا عطا فرمائے، ان کو یہ درخواست گراں گزری اور اس شخص سے کہا کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حذیفہ سے مغفرت کی دعا کی درخواست کی انہوں نے دعا کے بجائے کہا کہ خدا تمہاری مغفرت نہ فرمائے، یہ سن کر وہ شخص الگ ہٹ گیا تھوڑی دیر کے بعد حذیفہ نے اس کو بلا کر دعا کی کہ خدا تم کو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی جگہ داخل کرے اس دعا کے بعد اس شخص کو بلا کر پوچھا کہ اب تم راضی ہو، تم میں سے بعض اشخاص ایک شخص کے پاس اس عقیدہ کے ساتھ جاتے ہیں کہ اس نے تمام مراتب حاصل کر لیے ہیں اور وہ کوئی بلند ہستی بن گیا ہے یہ واقعہ سنا کر ابراہیم نے سنت کا تذکرہ کر کے اس کی پابندی کی تلقین کی اور بدعتوں کا ذکر کر کے ان سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

(ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

مسامحت

لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں میں سخت گیر نہ تھے اور ان میں سختی ناپسند کرتے تھے؛ بلکہ ایک دن آپ کے یہاں دو آدمی آئے، ان میں سے ایک کا بند کھلا ہوا تھا اور دوسرے کے بال گندھے ہوئے تھے، قرقد سنجی نے ابراہیم سے کہا کہ ابو عمران اس شخص کو بند کھولنے اور اس شخص کو بال گوندھنے سے منع نہیں کرتے، ابراہیم نے کہا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم میں بنی اسد کی سنگدلی پیدا ہو گئی ہے یا بنی تمیم کی سختی، ان میں سے ایک شخص کو گرمی معلوم ہو رہی تھی، اس نے بند کھول دیا اور دوسرا شخص نماز کے وقت بال کھول دیتا ہے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

Marfat.com

اختلافِ صحابہ میں سکوت

صحابہ کرام کے اختلافات پر تنقید اظہار رائے اور فریقین میں سے کسی ایک کی جانب داری ناپسند کرتے تھے اور ان مسائل میں سکوت سے کام لیتے تھے، ان کے ایک شاگرد نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اختلاف کے بارہ میں سوال کیا، انہوں نے کہا نہ میں سبائی ہوں نہ مرجی، اسی طرح ایک مرتبہ ایک اور شخص نے ان سے کہا مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت ہے، انہوں نے کہا اگر علی رضی اللہ عنہ تمہارا یہ خیال سنتے تو تم کو سزا دیتے، اگر تم کو اس قسم کی باتیں کرنی ہیں تو میرے پاس نہ بیٹھا کرو، فرماتے تھے مجھ کو عثمان رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں علی رضی اللہ عنہ سے زیادہ محبت ہے، لیکن میں آسمان سے منہ کے بل گرنا پسند کرتا ہوں اور یہ گوارا نہیں ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی قسم کا سوئے ظن رکھوں۔ (ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

تواضع وخاکساری

ابراہیم بایں جلالتِ شان نہایت خاموش، عزلت نشین، بے تکلف اور سادہ مزاج تھے، تواضع اور خاکساری کا یہ حال تھا کہ ٹیک لگا کر بیٹھنے تک کا امتیاز بھی گوارا نہ تھا (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ) کبھی کبھی حصول اجر کے لیے دوسروں کا بوجھ تک اٹھا لیتے تھے، اعمش کا بیان ہے کہ میں نے بسا اوقات ابراہیم کو بوجھ اٹھائے ہوئے دیکھا ہے، وہ کہتے تھے کہ میں حصولِ اجر کے لیے ایسا کرتا ہوں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ہیبت

لیکن اس خاکساری کے باوجود لوگوں کے دلوں پر ان کی ہیبت چھائی رہتی تھی مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حکام اور امراء کی طرح ابراہیم سے ڈرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

سلاطین اور امراء سے تعلقات

سلاطین اور امراء کے ساتھ ابراہیم کے دوستانہ تعلقات تھے اور دونوں میں باہم ہدایا و تحائف کا تبادلہ ہوا کرتا تھا، اکثر ممتاز امراء ان کی خدمت کیا کرتے تھے (ابن سعد) یہ اس کو قبول کرنے میں مضائقہ نہ سمجھتے تھے اور اسے برا سمجھتے تھے کہ خدا کسی کی کوئی شے عطا فرمائے اور وہ اس سے انکار کرے (ایضاً) لیکن وہ ہدایا لینے کے ساتھ ان کا بدلہ بھی کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ظالم امراء کی مخالفت

البتہ ظالم اور جفاکار امراء کے سخت خلاف رہتے تھے، اسی لیے ان میں اور حجاج میں کبھی نہ بنتی تھی وہ آپ کا سخت دشمن تھا، ابراہیم اسے بہت برا بھلا کہا کرتے تھے اس پر لعنت بھیجنے میں بھی مضائقہ نہ سمجھتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے حجاج اور اس

Marfat.com

کے جیسے دوسرے ظالموں پر لعنت بھیجنے کے بارہ میں سوال کیا، آپ نے جواب دیا، خدا خود قرآن میں فرماتا ہے: ألا لعنة الله علی الظالمین حجاج کی موت پر اس قدر مسرور ہوئے کہ سجدہ میں گر پڑے اور آنکھوں سے اشک مسرت رواں ہو گئے۔
(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

حجاج کی موت کے چند مہینے بعد بیمار پڑے، دم آخر نہایت مضطرب و بے قرار تھے، لوگوں نے اس کا سبب پوچھا، فرمایا اس سے زیادہ خطرہ کا وقت کون ہوگا کہ خدا کا قاصد جنت یا دوزخ کا پیام لے کر آئے گا، میں اس پیام کے مقابلہ میں قیامت تک موجودہ صورت کا قائم رہنا پسند کرتا ہوں، (ابن خلقان) اسی علالت میں آغاز ھ میں انتقال کیا، باختلاف رائے انتقال کے وقت انچاس یا پچاس یا اس سے کچھ اوپر عمر تھی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حلیہ ولباس

ابراہیم نہایت خوش لباس تھے، رنگین اور بیش قیمت پوشاک پہنتے تھے، زعفرانی اور سرخ رنگ کا لباس استعمال کرنے میں بھی مضائقہ نہ سمجھتے تھے، جاڑوں کے لباس میں سمور کی سنجاف لگی ہوتی تھی، سمور کی ٹوپی دیتے تھے، عمامہ بھی باندھتے تھے، لوہے کی انگوٹھی پہنتے تھے، اس کا نقش ذباب اللہ ونحن لہ تھا (ابن سعد) امام شعرانی کا بیان ہے کہ اپنے کو چھپانے کے لیے رنگین کپڑے پہنتے تھے تاکہ یہ نہ معلوم ہو کہ قراء کی جماعت سے ہیں یا دنیاداروں کی۔ (طبقات امام شعرانی)

حکیمانہ اقوال

آپ کے بعض اقوال نہایت حکیمانہ اور پُر موعظت ہیں، فرماتے تھے کہ انسان چالیس سال تک جس سیرت پر قائم رہے، پھر وہ نہیں بدل سکتی۔ ایمان کے بعد آدمی کو سب سے بڑی دولت تکلیفوں پر صبر کی عطا کی گئی ہے، اسی لیے بیماری کا حال بیان کرنا بھی پسند نہ کرتے تھے، فرماتے تھے کہ جب مریض سے اس کی حالت پوچھی جائے تو اس کو چاہئے کہ پہلے اچھا کہے اس کے بعد اصل حالت بیان کرے کہ شکوہ غم بھی شانِ صبر کے خلاف ہے۔ انسان کے لیے یہ معصیت کافی ہے کہ لوگ دنیا یا دین کے معاملہ میں اس پر انگشت نمائی کریں۔ (طبقات امام شعرانی، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

احنف بن قیس علیہ الرحمہ

نام ونسب

ضحاک نام، ابو بحر کنیت، عرفی نام احنف ہے، اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ احنف کے پیروں میں خلقی کجی تھی، عربی میں اس کو حنف کہتے ہیں، اس لیے وہ احنف مشہور ہو گئے نسب نامہ یہ ہے احنف ابن قیس بن معاویہ بن حصین بن حفص بن عبادہ بن نزال

Marfat.com

بن مرہ بن عبید بن مقاعس بن عمرو بن کعب ابن سعد بن زید مناۃ بن تمیم کے سرداروں میں تھے۔

عہد رسالت

احنف عہد رسالت میں موجود تھے، ابن عماد حنبلی کے بیان کے مطابق وہ اسی عہد میں مشرف باسلام ہوئے اوران کا قبیلہ انہی کی تحریک پر اسلام لایا۔ (شذرات الذہب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

لیکن اور تمام ارباب طبقات ورجال کا بیان اس کے خلاف ہے؛ چنانچہ ابن سعد نے ان کے حالات تابعین ہی کے زمرہ میں لکھے ہیں، حافظ ابن عبدالبر بھی جنہوں نے احتیاطاً ان کے حالات صحابہ کے زمرہ میں اس لیے لکھ دیئے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا، مگر شرف دیدار سے محروم رہے، تابعین ہی میں شمار کرتے ہیں (استیعاب) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا مگر اس وقت اسلام نہیں لائے۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

جس روایت سے ان کے اسلام کا نتیجہ نکالا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو قبیلہ بنی سعد (احنف کا قبیلہ) میں تبلیغ اسلام کے لیے بھیجا، انہوں نے جا کر اسلام پیش کیا احنف بھی موجود تھے، انہوں نے اسلامی تعلیمات سن کر کہا کہ یہ شخص بھلائی کی طرف بلاتا ہے اور اچھی باتیں سناتا ہے، مبلغ صحابی نے جا کر یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا آپ نے سن کر دعا فرمائی کہ خدایا احنف کی مغفرت فرما۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

لیکن اولاً اس روایت کی صحت محل نظر ہے؛ لیکن اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے تو اس میں اسلام کی کوئی تصریح نہیں، اس سے صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ حق شناس تھے اور ان کے دل میں قبول حق کا مادہ موجود تھا، آپ نے یہ دعا ان کی حق شناسی پر فرمائی تھی اور اگر بالفرض اسلام بھی مان لیا جائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا، آپ سے ملنا، آپ کی صحبت اٹھانا تو قطعی ثابت نہیں، جو صحابیت کیلیے ضروری ہے، لیکن ان کا یہی شرف کیا کم ہے کہ وہ اسلام سے پہلے بھی حق شناس تھے اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام سے کوئی عناد نہ تھا۔

اسلام

قیاس یہ ہے کہ وہ شیخین کے زمانہ میں کسی وقت اسلام سے مشرف ہوئے۔

عہد فاروقی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینہ آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بنی تمیم کے ساتھ سوظن تھا، اس لیے آپ اکثر اس کی مذمت کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ احنف کی موجودگی میں بنی تمیم کا کچھ تذکرہ آیا، آپ نے حسب معمول اس کی مذمت کی، احنف نے کہا آپ نے بلا استثنا پورے قبیلہ بنی تمیم کی برائی کی؛ حالانکہ وہ بھی عام انسانوں کی طرح ہیں، ان میں

Marfat.com

اچھے برے ہر قسم کے لوگ ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سچی بات سن کر فرمایا تم نے سچ کہا اور ذکر خیر سے گذشتہ مذمت کی تلافی فرمائی، احنف کے بعد اسی قبیلہ کے ایک اور آدمی حتات نے کچھ کہنا چاہا، مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روک دیا کہ تم بیٹھ جاؤ، تمہاری جانب سے تمہارے سردار فرض ادا کر چکے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صحبت

اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احنف کی اصولی بات کی وجہ سے اس کا اعتراف کر لیا تھا، لیکن ان کے قبیلہ کے ساتھ ان کو سوظن تھا، اس لیے بہ تقاضائے احتیاط احنف کی سیرت کا اندازہ لگانے کے لیے اُن کو ایک سال تک اپنے ساتھ مدینہ میں رکھا اور تجربہ کے بعد ان سے کہا کہ میں نے ایک سال تک تمہارا تجربہ کیا، مجھ کو تم میں بھلائی کے سوا اور کوئی قابل اعتراض شے نظر نہ آئی تمہارا ظاہر اچھا ہے، امید ہے کہ باطن بھی اچھا ہوگا، میں نے یہ اس لیے کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو بتایا تھا کہ اس امت کی ہلاکت باخبر منافقین کے ہاتھوں ہوگی۔

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی بصرہ کو احنف کے بارہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہدایت

اس تجربہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب ان پر کامل اعتماد ہو گیا تو انہیں ان کے وطن بصرہ واپس کر دیا اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ والی بصرہ کو ہدایت کر دی کہ ان کو اپنے ساتھ رکھنا، ان سے مشورہ لینا اور ان کے مشوروں اور ہدایتوں پر عمل کرنا (ابن سعد) احنف اہل بصرہ کے سردار تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس حکم کے بعد سے احنف کے مراتب روز بروز بلند ہونے لگے۔ (اسد الغابہ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فارس کی مہم میں شرکت

اس وقت ایران پر فوج کشی ہو چکی تھی، بصرہ واپس جانے کے بعد احنف اس میں شریک ہوئے؛ چنانچہ ۱۷ھ میں فارس کی مہم میں نظر آتے ہیں۔ (ابن اثیر، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اہل بصرہ کی نمائندگی

احنف بڑے عاقل و مدبر تھے، اس لیے قومی و ملکی مہمات میں ان کا نام سرفہرست ہوتا تھا اور اکثر قوم کی نمایندگی کی خدمت اُن کے سپرد ہوتی تھی؛ چنانچہ اسی زمانہ میں وہ بصرہ کے وفد میں مدینہ آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وفد سے اہل بصرہ کی شکایتیں اور ضرورتیں پوچھیں احنف نے جو ضروریات تھیں وہ پیش کیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُن کی تقریر بہت پسند کی اور خاندانِ کسریٰ کی بعض مفتوحہ جاگیریں انہیں عطا کیں اور والی بصرہ کو لکھ بھیجا کہ وہ انتظامی امور میں احنف سے صلاح و مشورہ کیا کریں اور ان پر عمل کیا کریں (ایضاً) پھر اہواز کی فتح کے بعد مشہور ایرانی افسر ہرمزان کو جس نے خوزستان کی مہم میں سپر ڈال دی تھی، لے کر مدینہ آئے۔

Marfat.com

ایران پر عام فوج کشی کا مشورہ

اس وقت عراق فتح ہو چکا تھا، لیکن ایران پر عام فوج کشی نہ ہوئی تھی اور مفتوحہ علاقے بار بار باغی ہو جاتے تھے، اسی زمانہ میں مجاہدین کا وفد مدینہ آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ ایرانی بار بار باغی کیوں ہو جاتے ہیں، معلوم ہوتا ہے مسلمان انہیں ستاتے ہیں مسلمانوں نے اس کی تردید کی، لیکن کوئی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کا تشفی بخش جواب نہ دے سکا، احنف کا دماغ نہایت نکتہ رس تھا، یہ اصل تہ تک پہنچ گئے، انہوں نے کہا، اس کی وجہ یہ ہے کہ امیر المومنین نے مسلمانوں کو ایران کے اندرون ملک فوج کشی سے روک دیا ہے اور سلطنت کا وارث تاج وتخت ملک میں موجود ہے، جب تک وہ باقی رہے گا ایرانی اس کے سہارے پر برابر بغاوت کرتے رہیں گے؛ کیونکہ ایک ملک میں دو حکومتیں ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتیں، ایران کا بادشاہ ایرانیوں کو ابھارتا رہتا ہے، اس لیے جب تک ہم لوگ ایران کے اندر فوج کشی کر کے اس کو ختم نہ کر دیں گے اس وقت تک ایرانیوں کی یہی روش رہے گی، جب وہ لوگ اپنی حکومت سے بالکل مایوس ہو جائیں گے اس وقت خاموش ہوں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی تقریر کو سن کر فرمایا تم سچ کہتے ہو اور ان کے مشورہ کے مطابق ایران پر عام فوج کشی کے انتظامات شروع کر دیئے اور ہر ہر صوبے پر علیحدہ علیحدہ فوجیں روانہ کیں۔ (ابن اثیر، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

یزدگرد کا استیصال

چونکہ یزدگرد کے استیصال کا مشورہ احنف ہی نے دیا تھا اور وہ اپنے دل و دماغ کے لحاظ سے اس مہم کے لیے سب سے زیادہ موزوں تھے، اس لیے خراسان کی مہم جہاں یزدگرد پناہ گزیں تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہی کے سپرد کی، یہ ھ میں خراسان کی طرف بڑھے اور طبسین ہو کر ہرات پہنچے اور اس کو فتح کر کے مرد شاہجہاں کا جہاں یزدگرد مقیم تھا رخ کیا، وہ ان کی پیش قدمی کی خبر سن کر مرو الروز چلا گیا یہاں پہنچ کر خاقان چین اور دوسرے سرحدی حکمرانوں کو مدد کے لیے خطوط لکھے، یزدگرد کے مرو الروز جانے کے بعد احنف مرد شاہجہاں میں حارثہ بن نعمان باہلی کو چھوڑ کر مرو کی طرف بڑھے، ان کا رخ دیکھ کر یزدگرد یہاں سے بھی بھاگا اور بلخ پہنچا، اس دوران میں کوفہ سے تازہ دم امدادی فوجیں آ گئیں، احنف نے انہیں لے کر بلخ پر حملہ کر دیا، یزدگرد شکست کھا کر دریا پار خاقان کے حدود حکومت میں چلا گیا، اس کے بعد احنف نے خراسان کے تمام علاقوں میں فوجیں پھیلا دیں خراسانی نہیں نہ روک سکے اور نیشاپور سے طخارستان تک کا پورا علاقہ صلحاً فتح ہو گیا اور احنف نے مرو الروز واپس ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح کا مژدہ لکھا، آپ فتوحات کا دائرہ ایران سے آگے نہیں بڑھانا چاہتے تھے، اس لیے دریا پار پیش قدمی کرنے سے روک دیا۔

یزدگرد کے حدود چین میں داخل ہونے کے بعد خاقان چین نے اس کی بڑی پذیرائی کی اور ایک لشکر جرار کے ساتھ اس کی مدد کے لیے خراسان پہنچا اور سیدھا بلخ کی طرف بڑھا بلخ کی اسلامی فوجیں احنف کے ساتھ مرو الروز واپس جا چکی تھیں اس لیے یزدگرد اور خاقان دونوں بلخ ہوتے ہوئے مرو کی طرف بڑھے، یزدگرد مرو شاہجہاں جہاں اس کا خزانہ تھا، چلا گیا احنف

Marfat.com

اور یزدگرد کا مقابلہ ہوا، احنف نے پہاڑ کے دامن میں صف آرائی کی فریقین میں عرصے تک صبح شام معمولی جھڑپ ہوتی رہی، ایک دن احنف خود میدان میں نکلے، خاقان کی فوج سے ایک بہادر ترک طبل اور دمامہ بجاتا ہوا، مقابل میں آیا، احنف نے اس کا کام تمام کردیا، اس کے بعد دو اور بہادر یکے بعد دیگرے مقابلہ میں آئے، مگر دونوں احنف کی تلوار کا لقمہ بنے، اس کے بعد ترکوں کا پورا لشکر آگے بڑھا، خاقان کی نظر لاشوں پر پڑی اس نے فال بدلی، یزدگرد کی حمایت میں اس کا کوئی خاص فائدہ نہ تھا اور مسلمانوں کو زیر کرنا بھی آسان نہ تھا، اس لیے اس نے کہا ہم کو یہاں آئے ہوئے بہت دن ہوگئے ہیں، ہمارے بہت سے نامور بہادر قتل ہوچکے ہیں، ہم کو ان لوگوں سے لڑنے میں کوئی فائدہ نہیں نظر آتا اور فوج کو کوچ کا حکم دے دیا۔

اس وقت یزدگرد مرو شاہجہاں میں تھا، اس کو خاقان کی واپسی کی خبر ملی تو اس کی ہمت چھوٹ گئی اور اس نے خزانہ لے کر ترکستان نکل جانا چاہا، ایرانیوں نے اس کو اس ارادہ سے روکا اور کہا کہ ترکوں کا کوئی دین و مذہب نہیں ہے اور نہ ان کے عہد و پیمان کا ہمیں کوئی تجربہ ہے مسلمان بہرحال صاحب مذہب اور عہد کے پابند ہیں، اس لیے اگر آپ کو ملک ہی چھوڑنا ہے تو مسلمانوں سے صلح کرلیجئے؛ لیکن یزدگرد نے اس مشورہ کو قبول کرنے سے انکار کیا، ایرانیوں نے جب دیکھا کہ ان کے ملک کی دولت دوسرے ملک میں نکلی جارہی ہے، تو لڑ کر یزدگرد سے کل خزانہ چھین لیا اور وہ شکست کھا کر ترکستان چلا گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک خاقان کے پاس مقیم رہا۔

یزدگرد کے ترکستان چلے جانے کے بعد ایرانیوں کا آخری سہارا بھی جاتا رہا اور انہوں نے مایوس ہوکر احنف سے صلح کرلی اور یزدگرد کا کل خزانہ ان کے حوالہ کردیا، احنف نے اُن کے ساتھ ایسا شریفانہ برتاو کیا کہ انہیں اس کا افسوس ہوا کہ وہ اب تک مسلمانوں کی حکومت سے کیوں محروم رہے۔

ایک پراثر تقریب

اس مصالحت کے بعد احنف نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فتح کی اطلاع بھجوائی اور مسلمانون کو جمع کرکے ایک پراثر تقریر کی، جو اپنی اثر پذیری کے اعتبار سے آج بھی مسلمانوں کے لیے درس بصیرت ہوسکتی ہے، تقریر یہ تھی۔

مسلمانو! آج مجوسیوں کی حکومت برباد ہوگئی اور اب ان کے قبضہ میں ان کے ملک کا ایک چپہ بھی باقی نہیں رہا کہ وہ مسلمانوں کو کسی قسم کا نقصان پہنچاسکیں، خدا نے اب تم کو ان کی زمین، ان کے ملک اور ان کے اہل ملک کا وارث بنایا ہے تاکہ تمہارا امتحان لے، اگر تم بدل گئے تو خدا بھی تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدل دے گا، مجھے مسلمانوں ہی کے ہاتھوں سے ان کی بربادی کا خوف ہے۔ (ابن اثیر ملخصا، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عہد عثمانی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب ایران میں بغاوت ہوئی اور خراسان مسلمانوں کے قبضہ سے نکل گیا، اس وقت احنف ہی نے فوج کشی کرکے دوبارہ اس پر قبضہ کیا۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

Marfat.com

خانہ جنگی سے اجتناب اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بیعت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب مسلمانوں میں خانہ جنگی کا سلسلہ شروع ہوا اور اس وقت احنف نے اپنی تلوار میان میں کر لی؛ چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں اختلافات شروع ہوئے، اس وقت احنف نے جو مکہ میں تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ سے مل کر اصل حقیقت کا اندازہ کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں پر بیعت کر لی (ابن اثیر) لیکن جنگ میں کسی جانب سے حصہ نہ لیا (اخبار الطوال) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی انہیں اپنے ساتھ آنے کی دعوت دی لیکن اس وقت وہ بیعت کر چکے تھے۔

جنگ صفین میں شرکت

البتہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں جنگ چھڑی، اس وقت ان کی حق شناس تلوار میان میں نہ رہ سکی اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں نہایت پر جوش حصہ لیا اور اہل بصرہ کو ان کی امداد و اعانت پر آمادہ کیا۔
(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

جنگ صفین کے التواء پر جب تحکیم کا مسئلہ پیش ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جانب سے ابوموسیٰ اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا گیا، اس وقت احنف نے سخت مخالفت کی اور کہا آپ کو عرب کے مدبر اعظم سے سابقہ پڑا ہے، ابوموسیٰ کا مجھ کو خوب تجربہ ہے، وہ اس اہم کام کے اہل نہیں ہیں اس کے لیے نہایت چالاک اور عاقل شخص کی ضرورت ہے اگر ہو سکے تو آپ مجھے حکم بنایئے اور اگر اس کے لیے صحابی ہونا ضروری ہے تو آپ کسی اور صحابی کو منتخب کیجئے اور مجھ کو اس کا مشیر بنایئے لیکن عراقی قوم کا فیصلہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے حق میں تھا، اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ احنف کے خیر خواہانہ اور زریں مشورہ پر عمل پیرا نہ ہو سکے (ایضاً) جنگِ صفین کے بعد خوارج پر فوج کشی میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور کئی ہزار اہل بصرہ کو آپ کی مدد کے لیے لے گئے۔ (ابن اثیر)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت اور آزادی رائے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امیر معاویہ کی خلافت تسلیم کر لی، لیکن اس وقت بھی انہوں نے آزادی اور حق گوئی کا جوہر قائم رکھا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ہر جائز و ناجائز خواہش کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتے تھے؛ بلکہ ان کے نزدیک ان کا جو فعل درست نہیں ہوتا تھا، اس پر نہایت جرات کے ساتھ اپنی رائے ظاہر کرتے تھے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب یزید کی ولیعہدی کے لیے تمام ممالک محروسہ سے وفود طلب کیے، تو احنف بھی بصرہ کے وفد کے ساتھ آئے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے بھی یزید کی ولیعہدی کے بارہ میں پوچھا انہوں نے کہا امیر المومنین آپ یزید کے شبانہ یوم کے مشاغل، اس کے ظاہر اور مخفی حالات، اس کے آنے جانے کے مقامات سے اچھی طرح واقف ہیں، اگر اس واقفیت کے بعد بھی آپ اس کو خدا اور امت محمدی کے لیے بہتر سمجھتے ہیں تو اس میں مشورہ کی ضرورت نہیں اور اگر بہتر نہیں سمجھتے، تو ایسی حالت میں کہ آپ کو

Marfat.com

عنقریب آخرت کا سفر پیش آنے والا ہے یزید کو دنیا کا توشہ نہ دیجئے، ورنہ یوں ہمارا فرض ہے کہ آپ جو کچھ فرمائیں ہم اُس کو بجالائیں۔ (ابن اثیر، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر ان کا اثر

لیکن ان کی حق پرستی اور صاف گوئی کے باوجود امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی بڑی قدر و منزلت کرتے تھے اور بڑے بڑے عمال کو ان کے اشارہ پر معزول کر دیتے تھے، عبیداللہ بن زیاد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نہایت معتمد علیہ اور ان عمال میں تھا جنہوں نے اموی حکومت کی بنیاد مستحکم کی تھی، اس کا طرز عمل احنف کے ساتھ پسندیدہ نہ تھا، ھ میں عبیداللہ چند عمائد کوفہ کے ساتھ جس میں احنف بھی تھے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس شام آیا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حسب معمول احنف کے ساتھ بڑے تپاک سے پیش آئے اور انہیں اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھا دیا، عمائد بصرہ نے عبیداللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے امیر معاویہ کے سامنے اُس کی بڑی تعریفیں کیں، احنف کی رائے ان سب کے خلاف تھی، اس لیے وہ خاموش رہے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا ابو بحر تم کیوں نہیں بولتے، انہوں نے جواب دیا، اگر میں بولوں گا تو قوم کی مخالفت ہوگی، ان کا خیال سن کر امیر معاویہ نے اسی وقت عبیداللہ کو معزول کر دیا اور اہل بصرہ سے کہا تم لوگ جس والی کو پسند کرتے ہو اس کو پیش کرو، ان لوگوں نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خوشامد میں اموی خاندان اور شامیوں میں سے انتخاب کیا، احنف اس وقت بھی خاموش رہے اور کسی کو پیش نہیں کیا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیش کرنے والوں سے پوچھا تم نے کسے منتخب کیا؛ چونکہ ان میں سے ہر شخص کا انتخاب جداگانہ تھا، اس لیے کسی ایک شخص پر اتفاق نہ ہوسکا احنف بالکل خاموش تھے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تم کیوں نہیں بولتے یہ منتخب کرنے والوں کا رنگ دیکھ چکے تھے، اس لیے انہوں نے کہا اگر آپ کو اپنے خاندان والوں میں سے کسی کو والی بنانا ہے، تو ایسی صورت میں ہم عبیداللہ ہی کو ترجیح دیں گے اور اگر کسی تیسرے شخص کو بنانا ہو اس میں جو آپ کی رائے ہو، ان کا منشاء سن کر معاویہ نے عبیداللہ ہی کو برقرار رکھا اور اس کو احنف کے نظر انداز کرنے پر ملامت اور آیندہ ان کے ساتھ حسن عمل کی تاکید کی۔ (ابن اثیر)

یزید کی خلافت

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد احنف نے یزید کی خلافت تسلیم کر لی، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب یزید کے مقابلہ کے لیے اُٹھے تو احنف کو بھی امداد کے لیے خط لکھا (ابن اثیر) لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے آپ کا ساتھ نہیں دیا اور یزید کی بیعت پر قائم رہے۔

ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی حمایت: یزید کی موت کے بعد جب اموی حکومت میں انقلاب برپا ہوا اور عراق سے اموی حکومت اُٹھ گئی، اس وقت بصریوں کی رہنمائی کرتے رہے، اس سلسلہ میں ان کے قبیلہ بنی تمیم اور بعض دوسرے قبائل میں کچھ ہنگامہ آرائیاں ہوئیں، پھر جب عراق عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے قبضہ میں آ گیا، اس وقت احنف ان کے ساتھ ہو گئے، ان

Marfat.com

کے زمانہ میں بھی احنف کا قدیم اعزاز ووقار قائم رہا، ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے حکام ان سے صلاح ومشورہ کرتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے؛ چنانچہ جب عراق میں خوارج کا زور بڑھا اور اس کا اثر بصرہ تک پہنچا اس وقت احنف ہی کی تحریک سے مشہور سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ خوارج کے مقابلہ پر مامور کیے گئے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں مختار ثقفی نے جب عراق پر قبضہ کرنے کی کوشش کی اس وقت احنف نے ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی حمایت میں مختار کے داعی مثنیٰ کو عراق سے نکالا (ابن اثیر) لیکن رفتہ رفتہ جب عراق میں مختار کا اثر نفوذ کرنے لگا، اس وقت احنف نے ابن زبیر کے بھائی مصعب کے ساتھ مل کر مختار کے آدمیوں کا مقابلہ کیا۔ (اخبار الطوال)

اسی زمانہ میں عبداللہ بن زبیر کے اصل حریف عبدالملک اموی نے احنف کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کی؛ لیکن گذشتہ تجربات کے بعد سے یہ امویوں کے سخت خلاف ہوگئے تھے اس لیے انہوں نے نہایت سخت جواب دیا کہ ابن زرقاء مجھے شامیوں کی دوستی کی دعوت دیتا ہے، خدا کی قسم میں چاہتا ہوں کہ میرے اور اس کے درمیان آگ کا پتھر حائل ہوجاتا کہ نہ اس کے آدمی ادھر آسکتے اور نہ میرے آدمی ادھر جاسکتے۔ (ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

وفات

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے بھائی مصعب والی کوفہ کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے، احنف ان سے ملنے کے لیے کوفہ گئے، یہیں انتقال ہوگیا (ایضاً) ابن عماد حنبلی کے بیان کے مطابق یہ ۷۲ھ تھا۔ (شذرات الذہب)

فضل وکمال

علمی اعتبار سے احنف کوئی قابل ذکر شخصیت نہ رکھتے تھے، تاہم اکابر صحابہ کی صحبت اٹھائی تھی، اس لیے علم سے تہی دامن نہ تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ جیسے اجلہ صحابہ سے انہوں نے سماع حدیث کیا تھا اور اُن سے ان کی روایات موجود ہیں، خود ان سے استفادہ کرنے والوں میں حسن بصری ابوالعلا بن شخیر اور طلق بن حبیب وغیرہ لائق ذکر ہیں۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

عقل ودانش

ان کی فضیلت کا میدان مسند علم کے بجائے خارزار سیاست تھا، وہ اپنے عہد کے بڑے عاقل، مدبر، حکیم اور حلیم تھے (استیعاب) ان کے بارہ میں لوگوں کی رائے تھی کہ کسی قوم میں احنف سے بہتر شریف نہیں دیکھا گیا (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) جب ان کی وفات ہوئی تو مصعب نے کہا آج سے حزم اور رائے کا خاتمہ ہوگیا۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

عبادت وریاضت

عام طور سے غیر معمولی عقل ودانش اور تدبر کے ساتھ زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت کا اجتماع کم ہوتا ہے، لیکن احنف جس درجہ کے مدبر تھے، اسی درجہ کا اُن میں زہد وتقویٰ تھا، اُن کی عبادت کا خاص وقت پردہ شب تھا، جب دنیا خواب شیریں کے مزے لیتی تھی، اس وقت وہ اپنے رب کے حضور میں اظہار عبودیت کرتے تھے، اسی وقت وہ اپنے اعمال کا جائزہ بھی لیتے تھے، ابومنصور کا بیان ہے کہ احنف کی نماز کا وقت عموماً رات کو ہوتا تھا، وہ چراغ جلا کر اس کی لو پر انگلی رکھتے اور نفس سے خطاب کر کے کہتے تجھ کو فلاں فلاں دن فلاں فلاں کام کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا۔ (ابن سعد)

ضعف پیری میں جب کہ قویٰ روزے کے متحمل نہ رہ گئے تھے، سعید بن زید کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا کہ کسی نے احنف سے کہا کہ اب آپ کے قویٰ بہت ضعیف ہوگئے ہیں، روزے آپ کو اور زیادہ کمزور کر دیں گے جواب دیا میں اس کو ایک بہت لمبے سفر کے لیے تیار کرتا ہوں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

قرآن

قرآن کی تلاوت سے خاص شغف تھا، جب تنہائی ہوتی تو فوراً قرآن لے کر بیٹھ جاتے۔ (ایضاً) ان عبادتوں پر بھی پورا اعتماد نہ تھا، خدا سے عرض کیا کرتے تھے خدایا اگر تو میری مغفرت کر دے تو یہ تیری رحمت ہے اور اگر سزا دے تو میں اس کا مستحق ہوں۔ (ابن سعد)

طہارت میں غلو

طہارت میں اتنا غلو تھا کہ سخت سے سخت موسم میں بھی تیمم نہ کرتے تھے اور برف آلود پانی کی ٹھنڈک برداشت کر لیتے تھے، خراسان کی مہم کے زمانہ میں ایک شب کو نہانے کی حاجت ہوگئی، سردی کا موسم تھا، وہ بھی خراسان کی سردی، رات بھی ٹھنڈی تھی، احنف نے کسی خادم اور سپاہی تک کو نہ جگایا اور اسی وقت تن تنہا پانی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے راستہ میں کانٹے دار جھاڑیاں تھیں ان کو روندتے ہوئے آگے بڑھے کانٹوں کی خراش سے دونوں پاؤں لہولہان ہوگئے بالآخر ایک برف کی تہ تک پہنچے اور اس کو توڑ کر برف آلود پانی سے غسل کیا۔ (ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حق گوئی

نہایت حق گو اور حق پرست تھے، سلاطین اور امرا کے سامنے بھی ان کی زبان اظہار حق میں باک نہ کرتی تھی، یزید کی ولی عہدی کے مسئلہ میں اظہار رائے کا واقعہ اوپر گزر چکا ہے ایک اور کسی موقع پر اسی قبیل کا کوئی اختلافی مسئلہ پیش آیا تھا اور لوگ اپنی اپنی رائے ظاہر کرتے تھے لیکن احنف خاموش تھے، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا ابو بحر تم بھی کچھ بولو، انہوں نے کہا کیا بولوں، اگر جھوٹ بولتا ہوں۔ تو خدا کا خوف ہے اور اگر سچ بولتا ہوں تو تم لوگوں کا ڈر ہے۔ (ابن سعد، جلد، ق ۱)

Marfat.com

حلم

ضبط وتحمل ان کا خاص وصف تھا، علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ان کے مناقب بہ کثرت ہیں ان کا حلم ضرب المثل تھا (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) لیکن خود ہمیشہ انکساراً کہتے تھے کہ میں حقیقۃً حکیم نہیں ہوں؛ بلکہ اپنے کو حکیم دکھانا چاہتا ہوں۔

(ابن سعد، ج، اول، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

بعض اصول

احنف کے بعض اصول ایسے تھے کہ وہ ہر شخص کے لیے لائق عمل ہیں فرماتے تھے کہ میں تین کاموں کے کرنے میں زیادہ جلدی کرتا ہوں، نماز پڑھنے میں جب اس کا وقت آجائے، جنازہ دفن کرنے میں اور لڑکی کی شادی کرنے میں جب اُس کی نسبت ہو جائے۔

اجمالی تبصرہ

ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ وہ سادات تابعین میں تھے، ان کا حلم مثالاً پیش کیا جاتا تھا، حسن بصری فرماتے تھے کہ میں نے کسی قوم کے شریف کو احنف سے افضل نہیں پایا، انہوں نے متعدد خلفاء کا عہد پایا تھا، ان میں سے کسی خلیفہ نے ایک شخص سے ان کے اوصاف پوچھے اس نے کہا اگر آپ ایک وصف سننا چاہتے ہوں تو ایک بتاؤں، اگر دو چاہتے ہوں تو دو بتاؤں، اگر تین چاہتے ہوں تو تین بتاؤں، خلیفہ نے کہا دو بتاؤ، اس شخص نے کہا وہ بھلائی کرتے تھے اور بھلائی کو پسند کرتے تھے اور شر سے بچتے تھے اور اس سے بغض رکھتے تھے، خلیفہ نے کہا اچھا تین اوصاف بتاؤ اس شخص نے کہا کسی پر حسد نہیں کرتے تھے، کسی پر بیجا زیادتی اور ظلم نہیں کرتے تھے اور کسی کو اس کے حق سے نہیں روکتے تھے، خلیفہ نے کہا ایک وصف بیان کرو اس شخص نے کہا کہ وہ اپنے نفس کے سب سے بڑے حکمران تھے۔ (شذرات الذہب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اسمٰعیل بن ابی خالد احمسی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

اسمٰعیل نام، ابو عبداللہ کنیت، قبیلہ بجیلہ کی شاخ بنی احمس کے غلام تھے، اسی نسبت سے احمسی کہلاتے ہیں، ابن سعد کی روایت کے مطابق چھ صحابہ کو دیکھا تھا، انس بن مالک ابن ابی اوفی، ابو کاہل، ابو جحیفہ، عمرو بن حریث اور طارق بن شہاب اور ابو نعیم کی روایت کے مطابق بارہ کو۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضل وکمال

فضل وکمال کے اعتبار سے کبار تابعین میں تھے، عامر کہتے تھے، انہوں نے علم کو پی لیا ہے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

امام نووی رضی اللہ عنہ لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث میں ان کا پایہ نہایت بلند تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ حجت تھے، متقن تھے، مکثر تھے اور عالم تھے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) تمام بڑے بڑے علماء ان کے حفظ حدیث کے معترف تھے، سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ حفاظ ہمارے نزدیک چار ہیں، عبدالملک بن ابی سلیمان، اسمٰعیل بن ابی خالد، عاصم الاحول اور یحییٰ ابن سعید انصاری۔ امام شعبیؒ کے تمام ساتھیوں میں ابو حاتم ان پر کسی کو ترجیح نہیں دیتے تھے (تہذیب الاسماء) اپنی صداقت کی وجہ سے میزان کہے جاتے تھے۔ (تہذیب الاسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

صحابہ میں انہوں نے اپنے والد ابو خالد رضی اللہ عنہ اور ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ابی اوفی، عمرو رضی اللہ عنہ بن حریث اور ابو کاہل رضی اللہ عنہ سے سماع کیا تھا اور غیر صحابہ میں زید بن وہب، محمد بن سعد، ابی بکر بن عمارہ قیس بن ابی حازم، اشبیل بن عوف، حارث بن شبیل، طارق بن شہاب اور شعبی وغیرہ سے۔

ان سے روایت کرنے والوں میں شعبہ دونوں سفیان، زائدہ، ابن مبارک، ہشیم، یزید بن ہارون اور یحییٰ القطان وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ (تہذیب الاسماء)

ابن مدائنی کے بیان کے مطابق ان کے مرویات کی تعداد تین سو ہے (تہذیب الاسماء) اور عجلی کے بیان کے مطابق پانچ کے قریب۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عمل کا درجہ

علم کے ساتھ عمل کے لباس سے بھی آراستہ تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ باعمل علماء میں تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ شیخ صالح تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

کسب حلال

علمائے اسلام کا یہ خاص امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے علم کو کسب معاش کا ذریعہ نہیں بنایا، اسمٰعیل بھی انہیں علماء میں تھے اور آٹا پیسنے کی چکی چلا کر رزق پیدا کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وفات

۱۴۶ھ میں وفات پائی۔ (ابن سعد، ج ۶، ص ۱۲۰، بیروت)

Marfat.com

اسود بن یزید رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

اسود نام ابوعمر کنیت والد کا نام یزید تھا، نسب نامہ یہ ہے، اسود بن یزید بن قیس بن عبداللہ بن مالک بن علقمہ بن سلامان بن کہیل بن بکر بن عوف بن نخع نخعی۔

فضل وکمال

فضل وکمال اور زہد وعبادت کے لحاظ سے اسود کوفہ کے ممتاز ترین علماء میں تھے، حافظ ذہبی انہیں امام فقیہ، زاہد وعابد اور کوفہ کا عالم لکھتے تھے (تذکرہ الحفاظ) امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے۔

(تہذیب، الاسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث کے ممتاز حفاظ میں تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حذیفہ رضی اللہ عنہ، ابومحذورہ رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ جیسے اکابر کی صحبت اور ان سے استفادہ کا موقع ملا تھا (تہذیب التہذیب) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ زیادہ تعلقات تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ زیادہ رہتے تھے (ابن سعد) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عقیدت مندانہ تعلقات تھے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) مذکورہ بالا تمام بزرگوں سے انہوں نے روایتیں کی ہیں۔

تلامذہ

ان کی ذات سے ان کا پورا گھرانا دولتِ علم سے مالا مال ہوگیا تھا، ان کے بھانجے ابراہیم نخعی بھائی عبدالرحمٰن اور چچیرے بھائی علقمہ جو آسمانِ علم کے روشن ستارے تھے، ان ہی کے فیض یافتہ تھے ان کے علاوہ دوسرے لوگوں میں عمارہ بن عمیر، ابواسحٰق سبیعی، ابوبردہ بن ابوموسیٰ محارب بن وثار اور اشعث بن ابی الشثاء وغیرہ نے ان سے سماع حدیث کیا تھا۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ میں بھی درک حاصل تھا، ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ فقیہ تھے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) حافظ ذہبی اور ابن حجر وغیرہ سب آپ کے تفقہ کے معترف ہیں۔

Marfat.com

عبادت وریاضت

علم سے بڑھ کر آپ کا عمل یعنی زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت تھی، تابعین کی جماعت میں آٹھ بزرگ زہد وعبادت میں زیادہ ممتاز اور مشہور تھے ان میں ایک نام اسود کا ہے۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ عبادت میں وہ بڑے درجہ پر تھے۔
(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

نماز

نماز مشغلہ زندگی تھا، سات سو نوافل روزانہ پڑھتے تھے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) نماز ہمیشہ اول وقت ادا کرتے تھے، اس میں اس قدر اہتمام تھا کہ کسی کام اور کسی حالت میں بھی ہوتے نماز کا وقت آتے ہی کام چھوڑ کر فوراً نماز ادا کرتے، ان کے سفر کے ہمراہیوں کا بیان ہے کہ سفر کی حالت میں بھی خواہ کیسے ہی دشوار گذار راستے سے جا رہے ہوں، نماز کا وقت آنے کے ساتھ سواری روک کر نماز پڑھتے، تب آگے بڑھتے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

روزے

روزوں سے بھی یہی شغف وانہاک تھا، تقریب قریب ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے، ایسے سخت موسم میں بھی روزہ نہ چھوٹتا، جب سرخ اونٹ جیسا قوی اور گرمی برداشت کرنے والا جانور گرمی کی شدت سے بے حال ہو جاتا ہے، سفر میں بھی روزوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا، بعض اوقات سفر کی تکالیف اور پیاس کی شدت سے رنگ بدل جاتا تھا اور زبان سوکھ کر کانٹا ہو جاتی تھی، لیکن روزہ نہ چھوٹتا تھا اس عبادت شاقہ کی وجہ سے ایک آنکھ جاتی رہی تھی اگر لوگ کہتے کہ جسم کو اتنی تکلیف نہ دیجئے تو جواب دیتے تکلیف نہیں؛ بلکہ راحت پہنچانا چاہتا ہوں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حج

حج کے ذوق کا یہی حال تھا، حجوں کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کا شاید کوئی سال حج سے ناغہ نہیں ہوا، باختلاف روایت آپ کے حجوں اور عمروں کی مجموعی تعداد ستر سے اسی تک ہے، کبھی کبھی ولولہ شوق میں کوفہ ہی سے احرام باندھ کر لبیک غفار الذنوب اور لبیک وحنانیک کی صدا لگاتے ہوئے روانہ ہوتے تھے، لیکن یہ دائمی عمل نہ تھا؛ بلکہ مختلف اوقات میں مختلف مقامات میں احرام باندھنے کا ثبوت ملتا ہے، مکہ میں عموماً شب کے وقت داخل ہوتے تھے آپ کو طواف کوئے محبوب سے ایسا والہانہ شغف تھا، اور اس بارہ میں اس قدر متشدد تھے کہ جو شخص حج کی استطاعت رکھتے ہوئے حج نہیں کرتا تھا اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھتے تھے۔ (ابن سعد)

تلاوت قرآن

قرآن کی تلاوت کا ہمیشہ معمول تھا، رمضان کے مہینہ میں قرآن کا ورد بہت بڑھ جاتا تھا، مغرب وعشا کے درمیان

Marfat.com

سو رہتے تھے، اس کے بعد اٹھ کر ساری رات قرآن پڑھتے تھے اور دوراتوں میں ایک قرآن ختم کر دیتے تھے۔
(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد مطبوعہ، بیروت)

اختلاف مسلک اور اتحاد ورابطہ

آج ادنیٰ سے اختلاف مسلک پر ہر قسم کے معاشرتی اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں، ان بزرگوں کا یہ اسوہ لائقِ تقلید ہے کہ اختلافِ مسلک کے باوجود ان میں باہم روابط قائم رہتے تھے، اسود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں زیادہ رہنے کی وجہ سے ان کے متبع تھے اور علقمہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں تھے، لیکن جب دونوں میں ملاقات ہوتی تھی تو ادنیٰ خلاف بھی نہ ہوتا تھا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

۷۵ھ میں وفات پائی، معمولات کی پابندی میں یہ اہتمام تھا کہ مرض الموت میں بھی تلاوت قرآن میں فرق نہ آیا؛ چنانچہ اس وقت بھی جب جنبش کرنے کی سکت باقی نہ تھی، اپنے بھانجے ابراہیم نخعی کا سہارا لے کر قرآن پڑھتے تھے دم آخر ہدایت کی کہ مجھے کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا، تاکہ میری زبان سے آخری لا الہ الا اللہ نکلے۔ (ایضاً)

حلیہ اور لباس

آخر عمر میں بال سفید ہو گئے تھے، سر اور داڑھی دونوں میں زرد خضاب کرتے تھے، اونچی ٹوپی پہنتے تھے، سیاہ رنگ کا عمامہ باندھتے تھے، اس کا شملہ پیچھے پڑا رہتا تھا۔

حضرت سلیمان بن مہران

نام ونسب

سلیمان نام، ابو محمد کنیت، اعمش کے لقب سے زیادہ مشہور ہیں، ان کے والد کا نام مہران تھا، مہران عجمی النسل تھے، ان کا آبائی وطن طبرستان تھا، ایک روایت یہ ہے کہ مہران ویلم کے کسی معرکہ میں گرفتار ہوئے، دوسرا بیان یہ ہے کہ اعمش کوکوفہ کے بنی کاہل کے ایک شخص نے خریدا تھا اور خرید کر آزاد کر دیا، بہرحال اتنا مسلم ہے کہ اعمش ابتدا میں غلام تھے اور اس غلامی کی نسبت سے وہ کاہلی اور اسدی کہلاتے ہیں۔

پیدائش

اعمش حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے دن یعنی عاشورہ میں پیدا ہوئے۔ (طبقات ابن سعد)

Marfat.com

فضل وکمال

اگرچہ اعمش کا آغاز غلامی سے ہوا،لیکن ان میں تحصیل علم کی فطری استعداد تھی،خوش قسمتی سے مرکز علم کوفہ میں ان کی نشوونما ہوئی،اس لیے آگے چل کر وہ کوفہ کی مسند علم وافتا کی زینت بنے،ان کے علمی اور عملی کمالات پر تمام ارباب سیر وطبقات کا اتفاق ہے،ابن حجر اور حافظ ذہبی ان کو عابد مرتاض علامۃ الاسلام وشیخ الاسلام کے لقب سے یاد کرتے ہیں،(تذکرۃ الحفاظ وتذیب التہذیب)عیسیٰ بن یونس کہتے تھے کہ ہم نے اور ہمارے قبل والے قرن کے لوگوں نے اعمش کا مثل نہیں دیکھا۔

ان کو جملہ مذہبی علوم میں یکساں دستگاہ حاصل تھی،ابن عیینہ کا بیان ہے کہ اعمش کتاب اللہ کے بڑے قاری،احادیث کے بڑے حافظ اور علم فرائض کے ماہر تھے۔(تذکرۃ الحفاظ،مطبوعہ دار الکتب بیروت،لبنان)

قرآن کے ساتھ ان کو خاص ذوق تھا اور علوم قرآنی میں وہ راس العلم شمار کیے جاتے تھے (تہذیب التہذیب) ہشیم کا بیان ہے کہ میں نے کوفہ میں اعمش سے بڑا قرآن قاری نہیں دیکھا(تاریخ خطیب) قرآن کا مستقل درس دیتے تھے؛لیکن آخر عمر میں کبر سنی کی وجہ سے چھوڑ دیا تھا،لیکن شعبان میں تھوڑا قرآن ضرور سناتے تھے،قرات میں وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پیرو تھے،ان کی قرات اتنی مستند تھی کہ لوگ اس کے مطابق اپنے قرآن درست کرتے تھے۔

(طبقات ابن سعد،مطبوعہ دار الکتب بیروت،لبنان)

حدیث۔

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے معلومات کا دائرہ نہایت وسیع تھا،حافظ ذہبی انہیں شیخ الاسلام لکھتے ہیں،ابن مدائنی کا بیان ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں چھ آدمیوں نے علم (حدیث) کو محفوظ کیا تھا،مکہ میں ابن دینار،مدینہ میں زہری،کوفہ میں ابو اسحٰق سبیعی اور اعمش اور بصرہ میں قتادہ اور یحییٰ بن کثیر نے (تہذیب التہذیب،مطبوعہ دار الکتب بیروت،لبنان) ابوبکر عیاش کا بیان ہے کہ ہم لوگ اعمش کو سید المحدثین کہتے تھے۔(خطیب بغدادی)

ان کی مرویات کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے،ابن مدائنی کے بیان کے مطابق ان کی تعداد تیرہ سو ہے (شذرات الذہب) اور بعض دوسری روایات کے مطابق چار ہزار محدث زہری اہل عراق کے علم کے قائل نہ تھے،اسحٰق بن راشد نے ایک مرتبہ ان سے کہا کہ کوفہ میں اسد کا ایک غلام ہے جس کو چار ہزار حدیثیں یاد ہیں،زہری نے تعجب سے پوچھا چار ہزار!اسحٰق نے کہا ہاں چار ہزار،اگر آپ کہیں تو میں اس کا کچھ حصہ لاکر آپ کے سامنے پیش کروں؛چنانچہ انہوں نے اعمش کی مرویات کا کچھ حصہ ان کے سامنے پیش کیا،زہری اس کو پڑھتے جاتے تھے اور حیرت سے ان کا رنگ بدلتا جاتا تھا،مجموعہ ختم کرنے کے بعد بولے خدا کی قسم اسے علم کہتے ہیں،مجھے یہ نہ معلوم تھا کہ کسی کے پاس اتنا علم محفوظ ہوگا (ابن سعد) شعبہ کہتے تھے کہ حدیث میں مجھ کو جو تشفی اعمش سے ہوئی وہ کسی سے نہیں ہوئی (تاریخ خطیب) عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی احادیث خصوصیت کے ساتھ ان کے حافظہ میں زیادہ محفوظ تھیں،قاسم بن عبدالرحمٰن کہتے تھے کہ کوفہ میں اعمش سے زیادہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی احادیث کا جاننے

Marfat.com

والانہیں ہے۔ (تاریخ خطیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

مرویات کا پایہ

ان کی مرویات کیفیت کے اعتبار سے بھی اعلیٰ درجہ کی تھیں؛ چنانچہ وہ اپنی صداقت اور روایتوں کے معیار کی بلندی کے اعتبار سے مصحف کہے جاتے تھے، (تذکرہ الحفاظ) ابن عمار کہتے تھے کی محدثین میں اعمش سے زیادہ اثبت کوئی نہیں (تہذیب) جریران کی روایات کو دیبائے خسروانی کہتے تھے۔ (تاریخ بغدادی، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

احتیاط

اس علم کے باوجود وہ روایت حدیث میں بڑے محتاط تھے اور زیادہ حدیث بیان کرنا اچھا نہ سمجھتے تھے لوگوں سے کہتے تھے کہ جب تم لوگ (حدیث سننے کے لیے) کسی کے پاس جاتے ہو تو اس کو جھوٹ بولنے پر آمادہ کرتے ہو، خدا کی قسم یہ لوگ اشر الناس ہیں۔

شیوخ وتلامذہ

حدیث میں انہوں نے زیادہ تر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ان کے بعد انس بن مالک رضی اللہ عنہ عبداللہ بن ابی اوفی، زید بن وہب، ابو وائل، ابو عمر شیبانی، قیس بن ابی حازم، اسمٰعیل بن رجاء ابوصخرہ، جامع بن شداد، ابو ذیبان بن جندب، امام شعبی، ابراہیم نخعی اور مجاہد بن جبیر وغیرہ سے استفادہ کیا تھا، ان کے تلامذہ میں حکم بن عتبہ، زبید الیمامی، ابو اسحٰق سبیعی، سلیمان تیمی، سہیل بن ابوصالح محمد ابن واسع، شیعبہ، ابراہیم بن طہمان اور جریر بن حازم وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

محدثین کے مراتب پر نظر حدیث میں ان کے کمال کی ایک سند یہ بھی ہے کہ وہ اس عہد کے بڑے بڑے محدثین کے علم پر ناقدانہ نظر رکھتے تھے اور ان کے نزدیک سب کا ایک خاص درجہ متعین تھا، ابوبکر بن عیاش کا بیان ہے کہ ہم لوگ اور محدثین کے پاس سے لوٹ کر آخر میں اعمش کے پاس جاتے تھے، وہ ہم سے سوال کرتے، کس کے پاس سے آئے ہو؟ ہم بتاتے کہ فلاں شخص کے پاس سے نام سن کر وہ کہتے وہ پھٹا ہوا طبل ہے، پھر پوچھتے ان کے بعد کہاں گئے، ہم لوگ بتاتے فلاں کے پاس، وہ کہتے وہ اڑنے والے طائر ہیں، پھر پوچھتے ان کے بعد ہم لوگ نام بتاتے، فرماتے وہ دف ہیں۔ (تاریخ خطیب)

فقہ وفرائض

فقہ وفرائض میں بھی پورا درک رکھتے تھے، فقہا ان کو اپنا سردار کہتے تھے (تاریخ خطیب) فرائض میں خصوصیت کے ساتھ بڑی مہارت رکھتے تھے، ابن عینیہ کا بیان ہے کہ وہ فرائض کے بڑے عالم تھے، ان سے پہلے ابراہیم فرائض کے عالم مانے جاتے تھے اور لوگ اس فن میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے، ان کی وفات کے بعد اعمش کی ذات مرجوعہ بن گئی تھی۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

Marfat.com

عبادت وریاضت

علم کے ساتھ وہ عمل میں بھی یہی درجہ رکھتے تھے، یحیٰی قطان کا بیان ہے کہ وہ عابد وزاہد تھے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) یحیٰی بن سعید انہیں عباد وقت میں شمار کرتے تھے، خریبی کا بیان ہے کہ اعمش نے اپنے بعد کسی کو اپنے سے بڑا عبادت گذار نہیں چھوڑا (تہذیب التہذیب)

حافظ ذہبی کہتے ہیں کہ وہ علم نافع اور عمل صالح دونوں کے سردار تھے (تذکرۃ الحفاظ) نماز باجماعت میں یہ اہتمام تھا کہ ستر سال تک تکبیر اولیٰ تک قضا نہیں ہوئی۔ (تاریخ خطیب بغدادی، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

امراء سے استغنا اور بے نیازی

اعمش خاصان خدا اور صلحائے امت کی طرح دولت دنیا سے بلکل تہی دامن تھے، معیشت کی طرف سے بھی ان کو پورا اطمینان نہ تھا، لیکن اس فقر واحتیاج کے باوجود امراء اور ارباب دول سے نہ صرف بے نیاز تھے؛ بلکہ ان کو نہایت حقارت کی نظروں سے دیکھتے تھے، عیسی بن یونس کا بیان ہے کہ اعمش کے فقر واحتیاج کے باوجود میں نے ان سے زیادہ امراء اور سلاطین کو کسی کی نگاہ میں حقیر نہیں پایا (تہذیب التہذیب) امام شعرانی لکھتے ہیں کہ اعمش کو روٹی تک میسر نہ تھی، لیکن ان کی مجلس میں اغنیا اور سلاطین سب سے بڑے فقیر معلوم ہوتے تھے۔ (طبقات کبریٰ امام شعرانی)

ان کی جرات کا ایک واقعہ

امراء کے مقابلہ میں ان کی جرات وبے باکی کا یہ واقعہ لائق ذکر ہے خلیفہ ہشام نے ایک مرتبہ ان کو لکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فضائل اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برائیاں میرے لیے قلمبند کر دیجیے، انہوں نے شاہی قاصد کے سامنے اس خط کو بکری کو کھلا دیا اور قاصد سے کہا یہ تمہاری تحریر کا جواب ہے، جب قاصد نے جواب کے لیے زیادہ اصرار کیا تو یہ جواب لکھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم! امابعد اگر عثمان رضی اللہ عنہ کی ذات میں ساری دنیا کے انسانوں کی خوبیاں جمع ہوں تو بھی اس سے تمہاری ذات کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور اگر علی رضی اللہ عنہ کی ذات میں دنیا بھر کی برائیاں مجتمع ہوں تو اس سے تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، تم کو صرف اپنے نفس کی خبر رکھنی چاہیے۔ (شذرات الذہب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فیاضی

طبعاً بڑے فیاض تھے، ابوبکر بن عیاش کا بیان ہے کہ ہم لوگ جب اعمش کے پاس جاتے تھے، تو ہم کو کچھ نہ کچھ کھلاتے تھے۔ (تاریخ خطیب بغدادی، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

نفس کی تحقیر

ان ظاہری وباطنی کمالات کے باوجود وہ اپنی ذات کو بالکل حقیر اور ہیچ سمجھتے تھے؛ چنانچہ وصیت کی تھی کہ جب میں مرجاؤں

Marfat.com

توکسی کو میری موت کی اطلاع نہ دی جائے اور مجھ کو میرے رب کے پاس لے جا کر لحد میں پھینک دیا جائے میں اس سے بھی فروتر اور حقیر ہوں کہ لوگ میرے جنازہ میں شرکت کریں۔ (طبقات کبریٰ امام شعرانی)

ایاس بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

ایاس نام، ابو واثلہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، ایاس بن معاویہ بن قرہ بن ایاس بن ہلال بن رئاب بن عبید بن سواۃ بن ساریہ بن ذبیان بن ثعلبہ بن سلیم بن اوس بن فرینہ مزنی۔

فضل وکمال

ایاس اس عہد کے مشہور قضاۃ میں تھے۔

حدیث

حدیث میں ان کا کوئی قابل ذکر پایہ نہ تھا، تاہم اس سے بالکل تہی دامن بھی نہ تھے ابن سعد لکھتے ہیں کہ، احادیث (ابن سعد) میں انہوں نے اپنے والد معاویہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب، سعید بن جبیر اور ابی مجلز وغیرہ سے خوشہ چینی کی تھی اور ایوب، داؤد بن ابی ہند حمید الطویل، حماد، شعبان، شعبہ اور معاویہ بن عبدالکریم وغیرہ ان کے تلامذہ میں ہیں۔ (تہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ ان کا خاص فن تھا، اس میں وہ امتیازی درجہ رکھتے تھے، عجلی اُن کو فقیہ لکھتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عہدہ قضا

اپنے فقہی کمال کی وجہ سے وہ اموی دور میں بصرہ کے عہدہ قضا پر مامور ہوئے، ان کے تقرر کے وقت حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس تشریف لے گئے، انہیں دیکھ کر ایاس رونے لگے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فہم وفراست

ایاس کو فہم وفراست سے غیر معمولی حصہ ملا تھا اور وہ عقل وہ دانش کا پیکر تھے، ابن سعد لکھتے ہیں، کان عاقلا من الرجال فطنا (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) ابن سیرین کے سامنے جب ان کا ذکر آتا تو کہتے تھے، وہ مجسم فہم ہیں (تہذیب التہذیب) ان کے عہد کے لوگ کہتے تھے کہ ہر صدی میں ایک بڑا عاقل پیدا ہوتا ہے اور اس صدی کے عاقل ایاس

Marfat.com

ہیں (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ ان کی ذکاوت اور فطانت ضرب المثل تھی، ابوتمام کا ایک شعر ہے۔ (شذرات الذہب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

اقدام عمرو فی شجاعة عنترفی حلم احنف فی ذکاء ایاس

ذہانت وذکاوت کے بعض واقعات

قضا میں مہارت بڑی حد تک ذہانت اور ذکاوت پر منحصر ہے، اس لیے ایاس اس عہد کے ممتاز ترین قضاۃ میں تھے، اس موقع پر ان کی ذہانت کے بعض واقعات نقل کیے جاتے ہیں۔

ایک شخص نے ایک شخص کے پاس کچھ مال امانت رکھوایا تھا، جب اُس نے واپس مانگا تو امانت دار نے انکار کر دیا، مال کے مالک نے ایاس کی عدالت میں دعویٰ کیا، انہوں نے کہا اس وقت لوٹ جاؤ اس واقعہ کو پوشیدہ رکھنا، اس شخص کو یہ نہ معلوم ہونے پائے کہ تم میرے پاس آئے تھے، دو دن کے بعد پھر آنا، اس کو لوٹا کر ایاس نے امانت دار کو بلوایا اور اس سے کہا کہ میرے پاس بہت سا مال آ گیا ہے میں اس کو تمہارے پاس رکھوانا چاہتا ہوں تمہارا گھر محفوظ ہے، اس نے کہا ہاں، ایاس نے کہا تو مال رکھنے کے لیے کوئی جگہ منتخب کر لو، اور دو بار بردار لے کر آ و، اس گفتگو کے بعد ایاس نے مال کے مالک کو بلوا کر کہا کہ اب جا کر تم اس شخص سے اپنا مال مانگو، اگر دے دے تو فبہا ورنہ اس سے کہنا کہ میں جا کر قاضی کو اطلاع دے دوں گا، اس شخص نے جا کر کہا کہ میرا مال دو، ورنہ میں قاضی کو جا کر اطلاع دیتا ہوں، یہ سن کر اس نے کل روپیہ واپس کر دیا اور صاحب مال نے آ کر قاضی ایاس کو اطلاع دے دی کہ میرا مال مجھ کو مل گیا اس کے بعد سابق قرارداد کے مطابق وہ شخص ایاس کے پاس روپے لینے کے لیے آیا، انہوں نے اس کو ڈانٹ کر نکال دیا۔ (الطرق الحکمیہ ابن قیم جوزی)

قضاۃ سے واقفیت

کسی شعبہ اور صنف کے اشخاص کا اس شعبہ کے متعلق ایک کمال یہ بھی ہے کہ وہ اپنے ہم پیشہ اشخاص کی خصوصیات پر پوری نظر رکھتے ہوں، ایاس اس عہد کے تمام مفتیوں اور قضاۃ کے محاسن معائب اور خصوصیات سے پورے طور سے واقف تھے، حبیب بن شہید کا بیان ہے کہ ایک شخص ایاس کے پاس ایک مقدمہ میں مشورہ کے لیے آیا کہ وہ اس میں کسی کی طرف رجوع کرے، انہوں نے کہا اگر تم اس کا صحیح فیصلہ چاہتے ہو تو عبدالملک بن یعلی کے پاس جاؤ، وہ صحیح معنوں میں قاضی ہیں اور اگر محض فتویٰ لینا ہے، تو حسن بصری کے پاس جاؤ، وہ میرے اور میرے باپ کے استاد ہیں اور اگر صلح مقصود ہے تو حمید الطّویل کی طرف رجوع کرو وہ اس طریقہ سے صلح کرا دیں گے، کہ تم سے کہیں گے کہ تم اپنے حق کا کچھ حصہ لے لو اور کچھ چھوڑ دو اور اگر مقدمہ بازی کرنا ہے تو صالح الدوسی کے پاس جاؤ، وہ تم کو رائے دیں گے کہ دوسرے کے حق سے بالکل انکار کر دو، اپنے حق سے زیادہ کا مطالبہ کرو اور جو لوگ موجود نہیں ہیں ان کو گواہ بناؤ۔ (تہذیب التہذیب)

Marfat.com

صحت عقائد اور مبتدعین سے مناظرہ

ایاس بایں ہمہ ذہانت عقائد میں جدت، اختراع اور موشگافیوں کو سخت ناپسند کرتے تھے اور ان کی ذہانت اس کی تردید میں صرف ہوتی تھی، وہ مبتدعین خصوصاً قدریوں سے مناظرہ کیا کرتے تھے، قدریہ کا عقیدہ ہے کہ خدا عادل ہے، یہاں تک تو بالکل صحیح ہے؛ لیکن اس اصول کے نتیجہ میں وہ ان افعال کو بظاہر ظلم معلوم ہوتے ہیں، خدا کی جانب منسوب نہیں کرتے اور اس میں یہاں تک شدت برتتے ہیں کہ خدا کی قدرت مسلوب ہو جاتی ہے ایک مرتبہ ان میں اور قدریوں میں مناظرہ ہوا انہوں نے قدریہ سے پوچھا ظلم کسے کہتے ہیں، انہوں نے کہا کسی کا ایسی چیز کو لے لینا جو اس کی نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ خدا کی تو تمام چیزیں ہیں، یعنی جب وہ تمام چیزوں کا مالک ہوا تو پھر اس کے کسی فعل پر ظلم کا اطلاق صحیح نہیں ہے۔ (تہذیب التہذیب)

بعض اقوال

ان کے بعض اقوال نہایت دلچسپ ہیں، کہتے تھے کہ جس میں کوئی عیب نہیں وا حمق ہے کسی نے پوچھا آپ میں کیا عیب ہے کہا فضول گوئی (ابن سعد) کہتے تھے کہ میں نے انسان کی تمام فضیلتوں کو آزمایا ان سب میں اشرف زبان کی سچائی ہے۔ (تہذیب التہذیب)

وفات

۱۲۲ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

ایوب نام، ابوبکر کنیت، والد کا نام کیسان تھا، لیکن وہ کنیت سے زیادہ مشہور ہیں ایوب قبیلہ عنزہ کی غلامی میں تھے۔

فضل وکمال

ایوب اگرچہ غلام تھے، لیکن اقلیم علم وعمل کے تاجدار تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: کان ثقة ثبتا فی الحدیث جامعا عدلا ورعا کثیر العلم حجة (ابن سعد) امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت ان کی امامت ان کے حفظ، ان کی توثیق، ان کے وفور علم ان کی فہم اور ان کی سربلندی پر سب کا اتفاق ہے (تہذیب الاسماء، ج اول، ق اول ص) ابن عماد حنبلی ان کو علمائے علام میں لکھتے ہیں۔

(شذرات الذہب، جلد اول)

اکابر علماء کا اعتراف

ان کے عہد کے تمام اکابر علماء ان کے علمی اور اخلاقی کمالات کے معترف اور ان کی جلالت شان پر متفق ہیں، شعبہ ان کو

Marfat.com

سید العلماء کے لقب سے ملقب کرتے تھے، ابن عینیہ کہتے تھے کہ میں چھیاسی تابعین سے ملا مگر ان میں سے کسی کو ایوب کے مثل نہ پایا، حماد بن زید کا بیان ہے کہ انہیں جن جن محدثین اور علماء کے پاس بیٹھنے کا اتفاق ہوا، ایوب ان سب سے افضل اور پابند سنت تھے، ایوب جھبذ العلماء کہلاتے تھے۔

ہشام بن عروہ کہتے تھے کہ بصرہ میں ایوب کا مثل نہ تھا، حضرت حسن بصری ان کو نوجوانانِ بصرہ کا سردار کہتے تھے ابن عون کہتے تھے کہ ابن سیرین کی موت کے بعد ہم لوگوں کے سامنے سوال پیدا ہوا کہ اب کون باقی رہ گیا؟ لیکن پھر خود ہی جواب مل گیا کہ ایوب موجود ہیں۔ (تہذیب الاسماء، اول، تذکرہ الحفاظ)

حدیث

بصرہ کے ممتاز ترین حفاظِ حدیث میں تھے، امام ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ حافظ اور اعلام میں تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث میں انہوں نے بڑے بڑے تابعین سے فیض پایا تھا، عمر بن سلمہ جرمی، ابو رجاء عطاروی، ابو عثمان نہدی، ابو الشعثاء جابر بن زید، حسن بصری، ابن سیرین، سالم بن عبداللہ، نافع بن ابی ملیکہ، ابن منکدر، حمید بن بلال، ابو قلابہ جرمی، قاسم بن محمد، عبدالرحمٰن بن قاسم، عکرمہ اور عطاء وغیرہ جیسے اکابر علماء سے سماع حدیث کیا تھا، حدیث میں ان کی وسعت علم کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ان کی مرویات کی تعداد آٹھ سو اور بعض روایات کے مطابق دو ہزار تک پہنچتی ہے۔ (تہذیب، تہذیب الاسما)

امام مالک سفیان ثوری، ابن عینیہ، ابن ابی عروبہ، معمر اعمش، قتادہ اور شعبہ وغیرہ جیسے اکابر علماء اور آئمہ آپ کے خوشہ چینیوں میں تھے۔

ارباب فن میں آپ کی مرویات کا پایہ: کیفیت کے اعتبار سے ان کی روایات کا جو پایہ تھا، اس کا اندازہ ذیل کے راویوں سے ہوگا ابو حاتم کا ان کی روایات کے متعلق خیال تھا کہ ان کے جیسے شخص کے متعلق پوچھنے کی ضرورت نہیں، ابن سیرین ان کو مثبت کہتے تھے، مسلم بن اکیس کا بیان ہے کہ میں نے ابن سیرین سے پوچھا کہ آپ سے فلاں فلاں حدیث کس نے بیان کی، انہوں نے جواب دیا مثبت مثبت ایوب نے ابن مدائنی، نسائی اور ابن خیثمہ وغیرہ سب ان کی روایات کو اعلیٰ درجہ کی سمجھتے تھے، شعبہ ان کی ان روایات کو جن میں انہیں خود کچھ شک ہوتا، دوسروں کی یقینی اور غیر مشتبہ روایات پر ترجیح دیتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے ان سے ایک حدیث پوچھی انہوں نے جواب دیا مجھے اس میں شک ہے، شعبہ نے کہا آپ کا شک مجھے دوسروں کے یقین سے زیادہ پسند ہے۔ (تہذیب)

فقہ

فقہ میں بھی پورا کمال حاصل تھا، شعبہ انہیں سید الفقہا کہتے تھے، لیکن انتہائی احتیاط کی وجہ سے ان کے کمالات فقہی ظاہر نہ ہوسکے۔ (تہذیب الاسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

احتیاط

ان محدثانہ اور فقہی کمالات کے باوجود وہ حدیث بیان کرنے اور فقہی مسائل بتانے میں بڑے محتاط تھے، حماد بن یزید بیان کرتے ہیں کہ ایوب اور یونس سے زیادہ میں نے سوالات کے جوابات میں لاعلمی ظاہر کرنے والا نہیں دیکھا، جواب بھی دیتے تھے تو جواب دینے سے پہلے سائل کے حافظہ کا امتحان کر لیتے تھے، کہ وہ ان کے جواب کو غلط نقل نہ کرے، حماد بن یزید بیان کرتے ہیں، کہ جب کوئی شخص ایوب سے کسی چیز کے متعلق پوچھتا تھا تو پہلے اس کا سوال دہراتے تھے، اگر وہ بعینہ پہلی مرتبہ کی طرح دہرا دیتا تو جواب دیتے اور اگر ذرا بھی تغیر وتبدل اور خلط ملط کرتا تو جواب نہ دیتے اور جواب میں اپنی رائے کو دخل نہ دیتے تھے؛ بلکہ صرف احادیث وسنن کا حکم بتا دیتے اور اگر کوئی سند نہ ہوتی تو لاعلمی ظاہر کر دیتے، ایک مرتبہ ایک شخص نے کسی چیز کے متعلق سوال کیا، جواب دیا مجھے کوئی علم نہیں، سائل نے کہا اپنی رائے سے بتایئے، فرمایا میری رائے بھی کوئی نہیں ہے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان.)

رائے کو وہ ایک باطل شے سمجھتے تھے کسی نے ان سے کہا آپ مسائل میں رائے کیوں نہیں دیتے، آپ نے یہ تمثیلی جواب دیا کہ کسی نے گدھے سے کہا تم جگالی کیوں نہیں کرتے، اس نے کہا باطل شے کا چبانا پسند نہیں کرتا۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

پندار علم کا خوف اور اس سے احتراز

انسان کسی مرتبہ اور درجہ پر پہنچ کر مشکل ہی سے عجب وغرور سے بچ سکتا ہے، اس لیے ایوب ہمیشہ اس سے خائف رہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کون انسان اس سے محفوظ رہ سکتا ہے، جب کہ ایک شخص حدیث بیان کرتا ہے اور اس کی بنا پر قوم کے دل میں وہ ایک مقام حاصل کر لیتا ہے، اس وقت اس کے دل میں بعض چیزوں (عجب وغرور وغیرہ) کی آمیزش ہو جاتی ہے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

لیکن ان کا دامن اس سے محفوظ تھا، علم کا ایک پندار یہ بھی ہے کہ صاحب علم اپنی لاعلمی دوسروں پر ظاہر نہ ہونے دے، اوپر گزر چکا ہے کہ وہ بہتر سائلوں کو صاف جواب دیتے تھے کہ مجھے نہیں معلوم، بعض سائلوں سے کہہ دیتے کہ کسی دوسرے صاحب علم سے پوچھ لو۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اہل علم کی عزت

اہل علم کی بڑی عزت ومحبت کرتے تھے، خواہ وہ کیسے ہی معمولی حالت میں کیوں نہ ہو، اس کی وقعت میں فرق نہ آتا، ربیع بن مسلم، بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایوب سختیانی کا ہم سفر تھا، ابطح میں ایک لحیم شحیم شخص سے جس کے جسم پر نہایت موٹا لباس تھا ملاقات ہوئی وہ ایوب کو پوچھ رہا تھا میں نے ان کو اطلاع دی کہ ایک شخص آپ کو تلاش کر رہا ہے، جیسے ہی ایوب نے اس شخص کو دیکھا دوڑ کر گلے لپٹ گئے، لوگوں نے پوچھا یہ کون شخص ہے معلوم ہوا سالم بن

Marfat.com

عبداللہ ہیں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

زہد و عبادت

ایوب میں جس درجہ کا علم تھا، اس سے کچھ بڑھ کر زہد و تقویٰ تھا، امام مالک کا بیان ہے کہ وہ علمائے باعمل صاحب خشوع بڑے عبادت گزار اور اخیار لوگوں میں تھے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) چالیس مرتبہ حج کے شرف سے مشرف ہوئے۔ (تذکرہ الحفاظ)

عبادت کا اخفاء

لیکن ہمیشہ عبادت و ریاضت کو چھپاتے تھے، فرماتے تھے کہ آدمی کے لیے اپنے زہد کا چھپانا ظاہر کرنے سے بہتر ہے (ابن سعد) ساری ساری رات عبادت کرتے تھے، لیکن لوگوں سے چھپانے کے لیے صبح کو اس طرح آواز بلند کرتے کہ سننے والوں کو معلوم ہو کہ ابھی سو کر اٹھے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ذات نبویﷺ سے عقیدت ومحبت

ذات نبوی کے ساتھ والہانہ شیفتگی تھی، حدیث نبوی سن کر ایسا زار زار روتے کہ دیکھنے والوں کو رحم آجاتا (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) امام مالک کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے اجلال کو دیکھ کر ان سے حدیثیں لکھنی شروع کر دی تھیں۔ (تہذیب التہذیب)

اتباع رسول

اس عقیدت و محبت کا ایک نتیجہ اتباع سنت میں اہتمام تھا حماد بن زید بیان کرتے ہین کہ جن جن لوگوں کے پاس میں بیٹھا ان سب میں زیادہ افضل اور متبع سنت ایوب کو پایا۔ (تہذیب السماء)

شہرت سے نفرت اور اہل دنیا سے اجتناب

ان اوصاف اور کمالات کی وجہ سے ان کی ذات مرجع خلائق بن گئی تھی؛ لیکن دنیا، اہل دنیا اور شہرت و نمود سے دور بھاگتے تھے، عام مجمعوں اور لوگوں کی نظروں سے بچنے کے لیے راستہ چلنے میں عام مالوف راستوں کو چھوڑ کر نامانوس اور دور دراز راستہ اختیار کرتے، حماد بن زید بیان کرتے ہیں کہ راہ چلنے میں ایوب مجھے دور کے راستوں سے لے جاتے میں ان کو قریب کا راستہ بتاتا تو کہتے میں ان مجالس سے بچنا چاہتا ہوں، ایک دوسری روایت میں حماد بیان کرتے ہیں کہ ایوب مجھے ایسے راستوں سے لے جاتے کہ ان کی تلاش پر تعجب ہوتا اور محض لوگوں کی نگاہ سے بچنے کے لیے؛ لیکن جب کسی کا سامنا ہو جاتا تو خود سلام میں پیش قدمی کرتے، ان کی شخصیت کی وجہ سے لوگ ان کے سلام کے جواب میں بہت کچھ اضافہ کرتے ان کو یہ امتیاز بھی گوارا نہ تھا؛ چنانچہ ان کے جوابات سن کر فرماتے، خدایا تو خوب جانتا ہے کہ یہ میری خواہش نہیں ہے، خدایا تو خوب جانتا ہے کہ میری

Marfat.com

خواہش نہیں ہے۔

لوگوں کی نظر بچانے کے لیے اکثر دوسرے کو اپنے ساتھ چلنے کی اجازت نہ دیتے، شعبہ بیان کرتے ہیں کہ بسا اوقات میں اپنی ضرورت سے ان کے ساتھ جانا چاہتا تو وہ مجھے اجازت نہ دیتے اور گھر سے نکل کر مختلف گلیوں میں ادھر ادھر نکل جاتے تاکہ لوگ انہیں جاننے نہ پائیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اس غرض کے لیے اپنے طبقہ کی مالوف وضع چھوڑ دی تھی کہ لوگوں کی نظر نہ پڑنے پائے اس زمانہ کے عابدوں اور زاہدوں کے پیراہن کا دامن چڑھا رہتا تھا اور یہ ان کا امتیازی نشان تھا، اس لیے وہ اپنے پیراہن کا دامن لٹکاتے تھے، معمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایوب کی قمیص کا دامن لٹکتا ہوا دیکھ کر ان پر اعتراض کیا، انہوں نے کہا، ابو عروہ اگلے زمانہ میں دامن لٹکا کر چلنے میں شہرت تھی اور اب سمیٹ کر چلنے میں ہے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ارباب ودل وثروت سے گریز

ارباب دول سے ملنے میں بہت گریز کرتے تھے اور اپنے گھر میں خلفا وسلاطین تک کے آنے کے روادار نہ تھے فرماتے تھے کہ مجھے اپنا لڑکا بکر دنیا میں سب سے زیادہ محبوب ہے؛ لیکن مجھ کو اسے دفن کر دینا پسند ہے، لیکن خلفاء کا پاس آنا پسند نہیں ہے۔

خوش اخلاقی

اس سے یہ نہ قیاس کرنا چاہئے کہ وہ مردم بیزار اور کج خلق تھے، وہ صرف اپنے کو چھپانے کے لیے لوگوں کے میل جول سے بچتے تھے ورنہ طبعاً نہایت خوش خلق تھے، حماد بن زید کا بیان ہے کہ میں نے ایوب سے زیادہ کسی کو لوگوں سے تبسم اور خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے نہیں دیکھا، جب کوئی بیمار ہوتا، یا کسی کے یہاں موت ہو جاتی تو وہ عیادت اور تعزیت کے لیے ضرور جاتے اور یہ معلوم ہوتا کہ وہ شخص ان کی نگاہ میں سب سے زیادہ معزز اور محترم ہے، ایسے موقعوں پر وہ معمولی معمولی درجہ کے آدمیوں کے یہاں بھی ضرور حاضری دیتے تھے، یعلی بن حکیم نامی ایک غلام ان کا ہم محلہ تھا وہ مر گیا، اس کے صرف ایک ماں تھی، ایوب اس کے یہاں تین دن تک برابر گئے اور اس کے دروازے پر بیٹھتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

۱۳۱ھ میں بصرہ میں طاعون کے مرض میں وفات پائی، سال کی عمر تھی، ایک سرخ چادر انہوں نے عرصہ سے کفن کے لیے مخصوص کر دی تھی اور اس کو وہ احرام کی حالت میں اور رمضان کی تیسویں شب کو اوڑھتے تھے؛ لیکن یہ چادر مرنے سے پہلے چوری ہو گئی تھی۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حلیہ

سر پر پٹے تھے جو سال میں ایک مرتبہ (غالباً حج کے موقع پر) منڈوایا کرتے تھے، سر اور داڑھی، دونوں کے بال سپید

Marfat.com

ہوگئے تھے، ان میں کبھی کبھی سرخ خضاب کرتے تھے۔

بسر بن سعید رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

بسر نام، والد کا نام سعید تھا، حضرمیوں کے غلام تھے، مدینۃ الرسول میں بنی حدیلہ کے محلّہ میں رہتے تھے، زہد وورع کے اعتبار سے مدینہ کے ممتاز بزرگوں میں تھے۔

فضل وکمال

علمی اعتبار سے ان کا شمار علمائے ربانیین میں تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں: بسر بن سعید العالم الربانی المجاب الدعوۃ احد التابعین

(دول الاسلام ذہبی) حدیث رسول کی معتد بہ تعداد ان کے حافظہ میں محفوظ تھی، ابن سعد لکھتے ہیں: کان ثقۃ کثیر الحدیث۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث میں وہ حضرت سعد بن رضی اللہ عنہ ابی وقاص، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن رضی اللہ عنہ عمر اور سعید بن مالک رضی اللہ عنہ جیسے اجلہ صحابہ سے فیضیاب ہوئے تھے اور سالم ابوالنصر بکر بن الاشج محمد بن ابراہیم یعقوب بن اشج، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور یزید بن خصیفہ وغیرہ ان کے خوشہ چینیوں میں تھے۔ (تہذیب التہذیب)

زہد وورع

ان کے دستارِ فضیلت کا نمایاں طرہ زہد وورع تھا ابن سعد لکھتے ہیں کان بسر من العباد المنقطعین واھل الزھد فی الدنیا (ابن سعد) ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں بسر بن سعید المدنی الزھد العابد المجاب الدعوۃ۔ (شذرات الذہب)

حضرت عمر بن رضی اللہ عنہ عبدالعزیز پر اثر

ان کے زہد وورع کے بڑے بڑے اتقیاء اور صلحائے امت معترف تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ انہیں تمام اہل مدینہ سے افضل سمجھتے تھے، ایک مرتبہ ولید بن عبدالملک نے ان سے پوچھا کہ اہل مدینہ میں سب سے افضل کون ہے، فرمایا بنی حضرمی کا غلام بسر۔ (تہذیب التہذیب)

وفات

۱۰۰ھ میں مدینۃ الرسول میں وفات پائی، انتقال کے وقت ۷۸ سال کی عمر تھی زہد کا یہ عالم تھا کہ مرتے وقت کفن تک نہ چھوڑا، اسی زمانہ میں عبدالملک کے لڑکے عبداللہ کا انتقال ہوا تھا اس نے اسی مد سونا چھوڑا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ

Marfat.com

نے اس تفاوت راہ پر فرمایا کہ اگر دونوں کے جانے کی جگہ ایک ہوتی تو میں دنیا میں عبداللہ کی جیسی عیش وآرام کی زندگی پسند کرتا اس تعریض پر عبداللہ کے بھائی مسلمہ نے کہا امیر المومنین آپ نے اپنے خاندان پر چوٹ کی، فرمایا میں صاحب فضل کی فضیلت کا ذکر نہیں چھوڑ سکتا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

بکر بن عبداللہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

بکر نام، باپ کا نام عبداللہ تھا، نسبی تعلق قبیلہ مزینہ سے تھا۔

فضل وکمال

بکر علمائے بصرہ میں تھے اوران کے علمی کمالات کی وجہ سے شیخ البصرہ حضرت حسن کے مقابلہ میں ان کا لقب فتی البصرہ۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث کے ممتاز حفاظ میں تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: وکان ثقة ثبتا مأمونا کثیر الحدیث حجة، (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) صحابہ میں انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور تابعین میں ابو رافع، صائغ، ابوتمیمہ جھمی وغیرہ سے سماع حدیث کیا تھا ثابت البنانی سلیمان تیمی، قتادہ، غالب القطان، عاصم الاحول، سعید بن عبداللہ اور مطر الوراق ان کے تلامذہ میں ہیں ان کی مرویات کی تعداد پچاس تک پہنچتی ہے۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ میں بھی درک تھا، علامہ ابن سعد ان کے حفظ حدیث کے ساتھ انہیں فقیہ بھی لکھتے ہیں۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عہدہ قضاء کی پیشکش سے انکار

ان کے فقہی کمال کی بنا پر عہدہ قضاء ان کے سامنے پیش کیا گیا مگر یہ اس کی ذمہ داریوں سے بہت گھبراتے تھے، اس لیے قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے اور یہ معقول منطقی دلیل پیش کی کہ خدائے وحدہ لاشریک کی قسم مجھے قضا میں کوئی درک نہیں ہے اگر میں سچ کہتا ہوں تو ظاہر ہے کہ اس عہدہ کا اہل نہیں اور اگر غلط کہتا ہوں تو جھوٹا شخص قاضی بنائے جانے کے لائق نہیں۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

مبتدعانہ عقائد سے نفرت

عقائد میں بکر صحابہ کرام کے صاف اور سادہ عقیدہ کے پابند تھے، عقلی موشگافیوں کو سخت ناپسند اور جدت طرازیوں سے سخت نفرت کرتے تھے، اس زمانہ میں قدر کا مسئلہ چھڑ چکا تھا، اگر بکر کبھی اس کا ذکر بھی سن لیتے تو اس کے کفارہ میں دو رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

بارگاہ ایزدی میں الحاح

اس فراغت و اطمینان کی حالت میں بھی وہ اپنے کو خدا کی بارگاہ کا ایک گدائے بے نوا سمجھتے تھے اور ہمیشہ اس کے فضل و کرم کے طالب رہا کرتے تھے؛ چنانچہ دعا کیا کرتے تھے، خدایا مجھے اپنے فضل و کرم سے رزق عطا فرما تاکہ میں اور زیادہ شکر گزار ہوں، صرف تیری ہی احتیاج ہے، تیرے ماسوا سے استغنا ہے، خدایا نہ میری امیدیں اور آرزوئیں میرے اختیار میں ہیں اور نہ پسندیدہ باتوں کا روکنا میرے بس میں ہے، میرے تمام معاملات کسی اور کے ہاتھ میں ہیں، دنیا میں کوئی محتاج مجھ سے زیادہ محتاج نہیں، یہ دعا کر کے فرماتے اے ابن آدم ایسی امید و آرزو نہ کر جو خدا کی نیرنگی سے بے خوف کردے اور نہ ایسا خوف و ہراس طاری کر جو خدا کی رحمت سے مایوس کردے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

شرط رفاقت

آپ کے بعض اصول ہر انسان کے لیے لائق عمل ہیں، شرط رفاقت کے سلسلہ میں فرماتے تھے کہ اگر تمہارے ساتھی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے اور تم اس کا اتنا بھی انتظار نہ کرو کہ وہ اپنا تسمہ درست کرلے، یا وہ پیشاب کے لیے بیٹھے، اور تم اس کے فارغ ہونے کا انتظار نہ کرو تو تم اس کے ساتھ نہیں ہو۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

زیادہ باتیں مضر ہیں

فرماتے تھے زیادہ باتیں نہ کیا کرو، اگر تم نے صحیح اور درست باتیں کیں تو اس کا کوئی اجر نہ ملے گا اور اگر غلط کیں تو تم سے ان کا مواخذہ ہوگا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

۱۳۰ھ میں بصرہ میں وفات پائی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جنازہ پر خلقت ٹوٹ پڑتی تھی۔

(طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

Marfat.com

ثابت بن اسلم بنانی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

ثابت نام، ابو محمد کنیت، نسباً قریش کی شاخ بنی سعد سے اور بصرہ کے صاحب علم وعمل تابعین میں تھے۔

فضل وکمال

علمی اعتبار سے وہ بصرہ کے ممتاز علماء میں تھے، حافظ ذہبی انہیں امام وحجت اور ابن عماد حنبلی علم وفضل اور عبادت میں سادات تابعین میں لکھتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، شذرات الذہب)

حدیث

انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے خاص اصحاب میں تھے، ان کی صحبت نے ان کو بڑا حافظ حدیث بنا دیا تھا، ان کی مرویات کی تعداد ابن مدائنی کے بیان کے مطابق ڈھائی سو تک پہنچتی ہے (تہذیب التہذیب)

صحابہ میں انہوں نے انس رضی اللہ عنہ بن مالک رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن رضی اللہ عنہ عمر، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور غیر صحابہ میں عبداللہ بن معقل عمرو بن ابوسلمہ، شعیب، عبداللہ بن ریاح، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، مطرف بن عبداللہ، ابو رافع صائغ سے سماع حدیث کیا تھا (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حمید الطویل، شعبہ، جریر بن ابی حازم، معمر، ہمام، ابوعوانہ، جعفر بن سلیمان، سلمان مغیرہ، داؤد بن ابی ہند، عطاء بن ابی رباح، عبداللہ بن عبید وغیرہ ان کے زمرہ تلامذہ میں ہیں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

زہد وورع

ان کی شہرت ان کے علم سے زیادہ ان کے عمل اور زہد وورع اور عبادت وریاضت کی وجہ سے ہے، صحابہ تک ان کے مذہبی اور اخلاقی اوصاف کے معترف تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ ہر شے کی ایک کنجی ہوتی ہے، ثابت خیر کی کنجی ہیں (ابن سعد) بکر بن عبداللہ کہتے تھے کہ جسے دنیا کا سب سے بڑا عابد دیکھنا ہو وہ ثابت کو دیکھ لے، میں نے ان سے بڑا عابد نہیں دیکھا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

سوز وگداز

ان کا دل سوز وگداز کی آتش سوزاں تھا، گداز قلب سے ان کی آنکھیں ہر وقت اشکبار رہتی تھیں اور اس بے قراری کے ساتھ روتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا پسلیاں الٹ جائیں گی، شدتِ گریہ سے آنکھیں خراب ہوگئی تھیں اور ان کے بے نور ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا، لوگوں نے اتنی اشکباری پر عرض معروض کیا تو فرمایا، آنکھوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ روتی رہیں اور علاج

Marfat.com

کرنے سے انکار کردیا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عبادت وریاضت

ان کی زندگی کا سب سے محبوب مشغلہ عبادت تھا، فرماتے تھے کہ کسی شخص میں خواہ ساری دنیا کی بھلائیاں کیوں نہ ہوں؛ لیکن جب تک وہ روزے نماز کا پابند نہیں، اس وقت تک وہ عابد نہیں ہوسکتا، جس مسجد کی طرف سے گزرتے تھے، اس میں نماز ضرور پڑھتے تھے، تہجد کی نماز میں یہ پرموعظت آیتہ۔

أَكَفَرْتَ بِالَّذِي خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ (الکہف)

اے انسان! تو اس سے کفر کرتا ہے جس نے تجھ کو مٹی پھر نطفہ سے پیدا کیا۔

بار بار تاثر کے ساتھ پڑھتے تھے اور زار زار روتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) صائم الدھر تھے کبھی روزہ ناغہ نہ ہوتا تھا (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب، بیروت، لبنان) ایک شبانہ ویوم میں پورا قرآن ختم کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

موت کی یاد کا عمل پر اثر پڑتا ہے

فرماتے تھے کہ جو شخص موت کو زیادہ یاد کرتا ہے، اس کے اعمال پر اس کا نمایاں اثر ہوتا ہے۔

(طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

وفات

۱۲۳ھ میں وفات پائی، وفات کے وقت اسی سال سے اوپر عمر تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

جابر بن زید رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

جابر نام، ابوالشعثاء کنیت، نسبا قبیلہ ازو سے تھے۔

فضل وکمال

جابر نے بہت سے علماء صحابہ سے استفادہ کیا تھا، لیکن حبر الامۃ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی صحبت میں زیادہ رہے تھے، اس تعلق سے وہ صاحب ابن عباس یعنی ابن عباس کے ساتھی کہلاتے تھے، ان کے فیض صحبت نے جابر کا دامنِ علم نہایت وسیع کردیا تھا، اور وہ اپنے عہد کے ممتاز ترین علماء میں تھے، حافظ ذہبی انہیں علمائے اعلام میں لکھتے ہیں (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے، وہ آئمہ اور فقہائے تابعین

Marfat.com

میں ہیں۔ (تہذیب الاسماء)

قرآن

قرآن، حدیث فقہ، جملہ علوم میں انہیں یکساں کمال حاصل تھا، علوم قرآنیہ میں خاص مہارت تھی ان کے استاد حضرت عبداللہ بن عباس جوخود قرآن کے بہت بڑے عالم تھے فرماتے تھے اگر اہل بصرہ جابر بن زید کا قول اختیار کریں، تو کتاب اللہ کے بارہ میں ان کا علم نہایت وسیع ہو جائے۔ (تہذیب التہذیب)

حدیث

حدیث کے بھی بڑے حافظ تھے، حافظ ذہبی حفاظ حدیث میں انہیں علمائے اعلام کا درجہ دیتے ہیں، حدیث میں انہوں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابن زبیر رضی اللہ عنہما حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ غفاری، اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے استفادہ کیا تھا اور عمرو بن دینار، یعلیٰ بن مسلم ایوب سختیانی اور عمرو بن جزم وغیرہ ان کے زمرہ تلامذہ میں ہیں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

فقہ

فقہ میں بھی ان کو پوری مہارت تھی، علامہ نووی انہیں ائمہ اور فقہائے تابعین میں لکھتے ہیں (تہذیب الاسماء) صحابہ اور تابعین ان کے تفقہ کے معترف تھے، ایک مرتبہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم بصرہ کے فقہا میں ہو اور لوگوں کو فتویٰ دیتے ہو، اس کا ہمیشہ خیال رکھنا کہ کبھی نص قرآنی اور سنت کے خلاف فتویٰ نہ دینا، ورنہ تم خود ہلاک ہو گے اور دوسروں کو ہلاک کرو گے۔ (تذکرہ الحفاظ، جلد اول)

ایوب حیرت آمیز استعجاب کے ساتھ ان کے تفقہ کا ذکر کرتے تھے (ابن سعد) ایاس بن معاویہ جو بصرہ کے نامور قاضی تھے کہتے تھے کہ جابر کے علاوہ اہل بصرہ کا کوئی حقیقی مفتی نہ تھا (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) حضرت حسن بصری کی عدم موجودگی میں جابر افتاء میں ان کی قائم مقامی کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

جابر ایک مرتبہ کسی سلسلہ میں قید ہو گئے تھے، قیاس یہ ہے کہ حجاج کے زمانہ میں جبکہ بہت سے صلحاء اخیار امت قید و بند کا شکار ہوئے تھے، جابر بھی اس کے مظالم کا نشانہ بنے ہوں گے، اہل بصرہ کو ان کے علم پر اتنا اعتماد تھا کہ وہ قید کی حالت میں بھی انہی کی طرف رجوع کرتے تھے، قتادہ کا بیان ہے کہ جابر بن زید قید کیے گئے تھے، لوگوں نے خنثی کی میراث کی بارہ میں ان کے پاس استفتاء بھیجا، انہوں نے کہا تم لوگ بھی خوب ہو مجھ کو قید کرتے ہو اور پھر مجھ ہی سے فتویٰ پوچھتے ہو یہ جتا کر فتویٰ کا جواب دیا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

جامعیت

جابر کی شخصیت جامع العلم تھی، وہ اپنے عہد کے بہت بڑے عالم تھے، عمرو بن دینار کہتے تھے کہ میں نے ابوالشعثاء سے زیادہ جاننے والا نہیں دیکھا (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) ان کی موت کے وقت قتادہ کی زبان پر یہ جملہ تھا کہ آج روئے زمین کا علم دفن ہو گیا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

کتابت پسند نہ تھی

اس عہد کے بعض بزرگوں کی طرح جابر بھی علم کو قلم بند کرنا پسند نہ کرتے تھے عمرو بن دینار بیان کرتے ہیں کہ جابر بن زید سے بعض لوگوں نے کہا کہ لوگ آپ سے جو سنتے ہیں اس کو لکھ لیتے ہیں، انہوں نے یہ سن کر کہا انا للہ وہ لوگ لکھ لیتے ہیں، ان کی ناپسندیدگی دیکھ کر ان کے بعض تلامذہ نے لکھنا ترک کر دیا۔ (ابن سعد)

فضائل اخلاق

اس علم کے ساتھ وہ فضائل اخلاق سے بھی آراستہ تھے عمل خیر کے مقابلہ میں دنیا کی نعمت کو کوئی وقعت نہ دیتے تھے، فرماتے تھے کہ ساٹھ برس کی عمر ہونے کو آئی، اس طویل مدت میں بہت کچھ ملا اور خدا نے بہت سی نعمتیں عطا فرمائیں، لیکن اس خیر کے علاوہ جسے میں نے کیا ہے باقی اور تمام نعمتیں میرے نزدیک جوتے سے بھی فروتر ہیں۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

دولت کے مقابلہ میں بھی ان سے لغزش نہ ہوتی تھی محمد بن حسین کہتے تھے کہ خدا جابر پر رحم کرے وہ درہم کے مقابلہ میں بھی مسلمان تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ایک الزام سے برات

جابر کے پاس فرقہ اباضیہ (خارجی فرقہ کی ایک شاخ) کے افراد کی آمد و رفت رہتی تھی، اس لیے بعض لوگوں کو یہ گمان پیدا ہو گیا تھا کہ وہ بھی اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں یا کم از کم ان کے خیالات سے متاثر ہیں، لیکن اس کی کوئی اصلیت نہ تھی، وہ اباضیہ سے ملتے جلتے ضرور تھے؛ لیکن ان کے خیالات سے ان کو کوئی تعلق نہ تھا اور انہوں نے بارہا اپنی زندگی میں اور آخر وقت مرض الموت میں اباضیہ کے عقائد سے اپنی برات ظاہر کی، جب اُن کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو ثابت البنائی نے پوچھا کہ آپ کی کوئی خواہش ہے، کہا حسن بصری کو ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں، اس وقت وہ (غالباً حکومت) کے خوف سے ابی خلیفہ کے گھر میں روپوش تھے، ان کو جابر کی خواہش کی اطلاع دی گئی، وہ فوراً آنے کے لیے آمادہ ہو گئے، ثابت نے روکا کہ پکڑ جانے کا خوف ہے، آپ نے جواب دیا خدا مجھ کو دشمنوں کی نظر سے بچائے گا؛ چنانچہ اسی وقت جابر کے پاس پہنچے، جابر میں اٹھنے کی طاقت نہ تھی دوسرے کا سہارا لے کر اٹھے حسن رضی اللہ عنہ بصری نے انہیں

Marfat.com

کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین کی، انہوں نے کلام دوسرے کا سہارا لے کر اٹھے حسن بصری نے انہیں کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین کی انہوں نے کلام اللہ کی آیات تلاوت کیں، حسن بصری نے دم آخر اباضیہ کے مسئلہ کو صاف کرنے کے لیے پوچھا اباضیہ تم سے دوستی رکھتے ہیں، جابر نے کہا میں خدا سے ان سے برات چاہتا ہوں، حسن بصری نے سوال کیا، نہروانیوں کے بارہ میں تمہارا کیا خیال ہے، جابر نے ان سے بھی برات ظاہری کی، جابر کی حالت بہت نازک تھی، اس لیے حسن بصری صبح تک انہیں رخصت کرنے کا انتظار کرتے رہے، لیکن ابھی وقت موعود پورا نہیں ہوا تھا اس لیے صبح کے آثار نمودار ہونے کے بعد نماز جنازہ کے طور پر چار تکبیریں کہہ کے ان کے حق میں دعائے مغفرت کی اور صبح ہونے سے پہلے اپنے قیام گاہ لوٹ گئے۔ (ابن سعد، جلد اول)

وفات: اسی بیماری میں ۱۰۳ میں وفات پائی۔

جعفر بن محمد الملقب بہ صادق رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

جعفر نام، ابوعبداللہ کنیت، صادق لقب، آپ امام محمد الملقب بہ باقر کے صاحبزادے اور فرقہ امامیہ کے چھٹے امام ہیں، نسب نامہ یہ ہے جعفر بن محمد بن علی بن ابی طالب، آپ کی ماں فروہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پڑپوتے قاسم بن محمد کی لڑکی تھیں، نانہالی شجرہ یہ ہے ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ، اس طرح جعفر صادق کی رگوں میں صدیقی خون بھی شامل تھا۔

پیدائش

۸۰ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فضل وکمال

آپ اس خانوادہ علم وعمل کے چشم وچراغ تھے جس کے ادنی ادنی خدام مسند علم کے وارث ہوئے آپ کے والد امام باقر اس پایہ کے عالم تھے کہ امام اعظم ابوحنیفہ النعمان جیسے اکابر امت ان کے شاگرد تھے، اس لیے جعفر صادق کو علم گویا وراثۃً ملا تھا، فضل وکمال کے لحاظ سے آپ اپنے وقت کے امام تھے حافظ امام ذہبی آپ کو امام اور احد السادۃ الاعلام لکھتے ہیں، اہلبیت کرام میں علم میں کوئی آپ کا ہمسر نہ تھا، ابن حبان کا بیان ہے کہ فقہ علم اور فضل میں سادات اہل بیت میں تھے (تہذیب) امام نووی لکھتے ہیں کہ آپ کی امامت، جلالت اور سیادت پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء)

Marfat.com

حدیث

حدیث آپ کے جد امجد علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے اقوال ہیں، اس لیے آپ سے زیادہ اس کا کون مستحق تھا؛ چنانچہ آپ مشہور حفاظِ حدیث میں تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: کان کثیر الحدیث (تہذیب التہذیب الوالہ ابن سعد) حافظ ذہبی آپ کو سادات اوراعلام حفاظ میں لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)۔

حدیث میں اپنے والد بزرگوار حضرت امام باقر، محمد بن منکدر، عبید اللہ بن ابی رافع، عطاء، عروہ، قاسم بن محمد، نافع اور زہری وغیرہ سے فیض پایا تھا، شعبہ، دونوں سفیان، ابن جریج، ابو عاصم، امام مالک، امام ابوحنیفہ وغیرہ آئمہ آپ کے تلامذہ میں تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

احترام حدیث

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا احترام تھا کہ ہمیشہ طہارت کی حالت میں حدیث بیان کرتے تھے۔
(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

فقہ

فقہ میں اتنا کمال حاصل تھا کہ افقہ الفقہاء امام زمن امام ابوحنیفہ فرماتے تھے کہ میں نے جعفر بن محمد سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ (تذکرہ الحفاظ، جلد اول، ص۱۰۰)

علماء کا مرتبہ

آپ فرماتے تھے کہ علماء انبیاء کے امین ہیں جب تک وہ سلاطین کی آستان بوسی نہ کریں۔

اقوال

آپ کے اقوال وکلمات طیبات تہذیب اخلاق، علم وحکمت اور پند وموعظت کا دفتر ہیں۔

سفیان ثوری سے آپ نے ایک مرتبہ فرمایا: سفیان جب خدا تم کو کوئی نعمت عطا کرے اور تم اس کو ہمیشہ باقی رکھنا چاہو تو زیادہ سے زیادہ شکر ادا کرو؛ کیونکہ خدائے تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم کو زیادہ دوں گا جب رزق ملنے میں تاخیر ہو رہی ہو تو استغفار زیادہ کرو اللہ عزوجل اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔

اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا، يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا، وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا (نوح:۰)

اپنے رب سے مغفرت چاہو، بڑا مغفرت کرنے والا ہے تم پر آسمان سے موسلا دھار پانی برسائے گا اور دنیا میں مال اور اولاد سے تمہاری مدد کرے گا اور آخرت میں تمہارے لیے جنت اور نہریں بنائیگا۔

Marfat.com

جب تمہارے پاس سلطان وقت یا اور کسی کا کوئی حکم پہنچے تو لاحول ولاقوۃ الا باللہ زیادہ پڑھو وہ کشادگی کی کنجی ہے، جو شخص اپنی قسمت کے حصہ پر قناعت کرتا ہے وہ مستغنی رہتا ہے اور جو دوسرے کے مال کی طرف نظر اٹھاتا ہے وہ فقیر مرتا ہے، جو شخص خدا کی تقسیم پر راضی نہیں ہوتا وہ خدا کو اس کے فیصلہ پر متہم کرتا ہے، جو شخص دوسرے کی پردہ داری کرتا ہے خدا اس کے گھر کے خفیہ حالات کی پردہ داری کر دیتا ہے، جو بغاوت کے لیے تلوار کھینچتا ہے، وہ اسی سے قتل کیا جاتا ہے جو اپنے بھائی کے لیے گڈھا کھودتا ہے، وہ خود اس میں گرتا ہے، جو سفیہوں کے پاس بیٹھتا ہے وہ حقیر ہو جاتا ہے، جو علماء سے ملتا جلتا ہے وہ معزز ہو جاتا ہے، جو برے مقامات پر جاتا ہے وہ بدنام ہو جاتا ہے، ہمیشہ حق بات کہو خواہ تمہارے موافق ہو یا مخالف آدمی کی اصل اس کی عقل ہے، اس کا حسب اس کا دین ہے اس کا کرم اس کا تقویٰ ہے تمام انسان آدم کی نسبت میں برابر ہیں، سلامتی بہت نادر چیز ہے، یہاں تک کہ اس کے تلاش کرنے کی جگہ بھی مخفی ہے، اگر وہ کہیں مل سکتی ہے تو ممکن ہے گوشہ گمنامی میں ملے، اگر تم اس کو گوشہ گمنامی میں تلاش کرو اور نہ ملے تو ممکن ہے تنہا نشینی میں ملے، گوشہ تنہائی گوشہ گمنامی سے مختلف ہے اگر گوشہ تنہائی میں بھی تلاش سے نہ ملے تو سلف صالحین کے اقوال میں ملے گی۔

استغفار

فرماتے تھے جب تم سے کوئی گناہ سرزد ہو تو اس کی مغفرت چاہو، انسان کی تخلیق کے پہلے سے اس کی گردن میں خطاوں کا طوق پڑا ہے گناہوں پر اصرار ہلاکت ہے۔

دنیا

فرماتے تھے خدا نے دنیا کی طرف وحی کی ہے کہ جو شخص میری خدمت کرتا ہے تو اس کی خدمت کر اور جو تیری خدمت کرتا ہے اسے تھکا دے۔

اچھے کاموں کے شرائط

فرماتے تھے بغیر تین باتوں کے عمل صالح مکمل نہیں ہوتا جب تم اسے کرو تو اپنے نزدیک اسے چھوٹا سمجھو، اس کو چھپاؤ اور اس میں جلدی کرو، جب تم اس کو چھوٹا سمجھو گے تب اس کی عظمت بڑھے گی، جب تم اس کو چھپاؤ گے اس وقت اس کی تکمیل ہو گی اور جب تم اس میں جلدی کرو گے تو خوشگوار محسوس کرو گے۔

حسن ظن

فرماتے تھے جب تمہارے بھائی کی جانب سے تمہارے لیے کوئی ناپسندیدہ بات ظاہر ہو تو اس کے جواز کے لیے ایک سے ستر تک تاویلیں تلاش کرو، اگر پھر بھی نہ ملے تو سمجھو کہ اس کا سبب اور اس کی کوئی تاویل ضرور ہو گی جس کا تم کو علم نہیں۔
اگر تم کسی مسلمان سے کوئی کلمہ سنو تو اس کو بہتر سے بہتر معنی پر محمول کرو جب وہ محمول نہ ہو سکے تو اپنے نفس کو ملامت کرو۔

Marfat.com

تہذیب واخلاق

فرماتے تھے چار چیزوں میں شریف کو عار نہ کرنا چاہئے، اپنے باپ کی تعظیم میں، اپنی جگہ سے اٹھنے میں، مہمان کی خدمت کرنے اور خود اس کی سواری کی دیکھ بھال کرنے میں خواہ گھر میں سو غلام کیوں نہ ہوں اور اپنے استاد کی خدمت کرنیمیں۔

ایک نکتہ

آپ کی ذات فضائل اخلاق کا زندہ پیکر تھی، آپ کا ایک نظر دیکھ لینا آپ کی خاندانی عظمت کی شہادت کے لیے کافی تھا، عمرو بن المقدام کا بیان ہے کہ جب میں جعفر بن محمد کو دیکھتا تھا تو نظر پڑتے ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ وہ نبیوں کے خاندان سے ہیں۔ (تہذیب الاسماء)

عبادت وریاضت

عبادت آپ کے شبانہ یوم کا مشغلہ تھی، آپ کا کوئی دن اور کوئی وقت عبادت سے خالی نہ ہوتا تھا، امام مالک کا بیان ہے کہ میں ایک زمانہ تک آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا آپ کو ہمیشہ با نماز پڑھتے پایا روزہ رکھے ہوئے یا قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے۔ (تہذیب)

انفاق فی سبیل اللہ

انفاق فی سبیل اللہ اور فیاضی وسرچشمی اہل بیت کرام کا امتیازی اور مشترک وصف رہا ہے، جعفر صادق کی ذات اس وصف کا مکمل ترین نمونہ تھی، ہیاج بن بسطام روایت کرتے ہیں کہ جعفر صادق بسا اوقات گھر کا کل کھانا دوسروں کو کھلا دیتے تھے اور خود ان کے اہل وعیال کے لیے کچھ نہ باقی رہ جاتا تھا۔ (تذکرالحفاظ)

لباس امارت میں خرقہ فقر

آپ بظاہر اہل دنیا کے لباس میں رہتے تھے، لیکن اندر لباس فقر مخفی ہوتا تھا، سفیان ثوری کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ جعفر بن محمد کے پاس گیا، اس وقت ان کے جسم پر خز کا جبہ اور دخانی خز کی چادر تھی، میں نے کہا یہ آپ کے بزرگوں کا لباس نہیں ہے، فرمایا وہ لوگ افلاس اور تنگ حالی کے زمانہ میں تھے اور اس زمانے میں دولت بہ رہی ہے، یہ کہہ کر انہوں نے اوپر کا کپڑا اٹھا کر دکھایا تو خز کے جبہ کے نیچے پشمینہ کا جبہ تھا اور فرمایا ثوری یہ ہم نے خدا کے لیے پہنا ہے اور وہ تم لوگوں کے لیے جو خدا کے لیے پہنا تھا اس کو پوشیدہ رکھا ہے اور جو تم لوگوں کے لیے تھا اس کو اوپر رکھا ہے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

مذہبی اختلافات سے بچنے کی ہدایت

مذہب میں جھگڑنا سخت ناپسند کرتے تھے فرماتے تھے تم لوگ خصومت فی الدین سے بچو، اس لیے کہ وہ قلب کو مشغول

Marfat.com

کر دیتی ہے اور نفاق پیدا کرتی ہے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

جرات

نہایت جری، نڈر اور بے خوف تھے، بڑے بڑے جابر کے سامنے ان کی بے باکی قائم رہتی تھی ایک مرتبہ منصور عباسی کے اوپر ایک مکھی آ کر بیٹھی وہ بار بار ہنکاتا تھا اور مکھی بار بار آ کر بیٹھتی تھی، منصور اس کو ہنکاتے ہنکاتے عاجز آ گیا، مگر وہ نہ ہٹی، اتنے میں جعفر پہنچ گئے، منصور نے ان سے کہا ابوعبداللہ مکھی کس لیے پیدا کی گئی ہے، فرمایا جابرہ کو ذلیل کرنے کے لیے۔ (صفوۃ الصفو)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق عقیدہ

گو تمام حق پرست اہل بیت کرام کو خلفائے اربعہ کے ساتھ یکساں عقیدت تھی لیکن جعفر صادق کی رگوں میں صدیقی خون بھی شامل تھا، اس لیے آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص تعلق تھا اور وہ اپنے جدامجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح ان پر بھی اپنا حق سمجھتے تھے؛ چنانچہ فرماتے کہ مجھے علی رضی اللہ عنہ سے جس قدر شفاعت کی امید ہے اتنی ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

وفات: ۱۴۸ھ میں وفات پائی۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

حسن نام، ابوسعید کنیت، والد کا نام یسار تھا، علمی کمالات کے لحاظ سے سرخیل علماء اور اخلاقی وروحانی فضائل کے اعتبار سے سرتاج اولیاء تھے۔

ان کے والدین غلام تھے، ان کی غلامی کے بارہ میں مختلف بیانات ہیں، ایک روایت یہ ہے کہ ان کے والد میسان کے قیدیوں میں تھے، انس بن مالک کی پھوپھی ربیع بنت نصر نے خرید کر آزاد کیا تھا دوسری روایت یہ ہے کہ ان کے والد اور والدہ دونوں بنی نجار یعنی ایک انصاری کی غلامی میں تھے، انہوں نے بیوی کے مہر میں بنی سلمہ کو دے دیا تھا، بنی سلمہ نے ان کو آزاد کر دیا، تیسری روایت یہ ہے کہ ان کے والد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اور ان کی ماں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی لونڈی تھیں، ان اختلافات سے قطع نظر کر کے اتنا مسلم ہے کہ یسار اور ان کی بیوی لونڈی غلام تھے اور جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا آخری روایت زیادہ مستند ہے۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی رضاعت

حسن بصری آخری عہد فاروقی میں جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو دو سال باقی رہ گئے تھے یعنی ھ میں پیدا

Marfat.com

ہوئے، ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہ کی غلامی کی نسبت سے ان کو وہ شرف میسر ہوا جو کم خوش قسمتوں کے حصہ میں آیا ہوگا، ان کی ماں لونڈی تھیں، اس لیے اکثر گھر کے کام کاج میں لگتی رہتی تھیں، جب وہ حسن بصری کو چھوڑ کر کسی کام میں لگ جائیں اور وہ رونے لگتے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ ان کو بہلانے کے لیے چھاتی منہ میں دے دیتیں پھر ان کی ماں لوٹ کر دودھ پلاتیں، اس طرح اُن کو ام المومنین کی رضاعت کا شرف حاصل ہوا۔

حسن بصری حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے سایہ شفقت میں پلے تھے ان کے علاوہ دوسری ازواج مطہرات کے گھروں میں بھی ان کی آمدورفت رہتی تھی ان کا خود بیان ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک جب کہ ان کی عمر تیرہ چودہ سال کی تھی وہ بے تکلف ازواج مطہرات کے گھروں میں آتے جاتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

علمی کمالات

حسن بصری ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے تھے جب کہ صحابہ کرام کی بڑی تعداد موجود تھی اور ایسے مقام پر ان کی نشوونما ہوئی تھی جہاں کی گلی گلی علوم نبوی کا مخزن تھی، پھر انہیں صحبت ایسے بزرگوں کی میسر آئی جو تعلیماتِ اسلامی کا زندہ نمونہ اور اخلاق نبوی کی مجسم تصویر تھے اس لیے ان کا دامن علم وعمل فضل وکمال اور زہد وورع جملہ اخلاقی اور روحانی فضائل سے مالا مال ہوگیا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں۔ کان الحسن جامعاً عالماً عالیاً رفیعاً فقیھاً ماموناً، عابداً، ناسکاً، کبیر العلم فصیحا جمیلا وسفیاً (ایضاً) حسن بصری جامع کمالات تھے، عالم تھے، بلند مرتبت رفیع المنزلت تھے، فقیہ تھے، مامون تھے، عابد وزاہد تھے، وسیع العلم تھے، فصیح وبلیغ اور حسین وجمیل تھے، غرض وہ جملہ ظاہری اور باطنی نعمتوں سے مالا مال تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں، حافظ، علامۃ من بحور العلم، فقیۃ النفس، کبیر الشان، عدیم النظیر، ملیح التذکیر، بلیغ الموعظۃ، راس فی انواع الخیر (تذکرہ الحفاظ، جلد اول ص) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ وہ مشہور عالم تھے ان کی جلالتِ شان پر سب کا اتفاق ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

اکابر علماء کی رائے

اس عہد کے تمام علماء اور ارباب کمال کا ان کی جلالت پر اتفاق ہے، امام شعبی کہتے تھے کہ میں نے اس ملک (عراق) کے کسی شخص کو بھی ان سے افضل نہیں پایا، قتادہ لوگوں کو ہدایت کرتے تھے کہ اس شخص (حسن بصری) کا دامن پکڑو میں نے رائے میں اس سے زیادہ کس شخص کو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے مشابہ نہیں دیکھا، اعمش کہتے تھے کہ حسن حکمت کو محفوظ رکھتے تھے اور اس کو بولتے تھے، امام باقر فرماتے تھے کہ ان کی باتیں انبیاء کی باتوں کے مشابہ ہیں، غالب القطان کہتے تھے کہ اس عہد کے علماء پر حسن کو ایسی ہی فضیلت حاصل تھی جیسے طیور میں باز کو گوریوں پر ہوتی ہے، جو شخص اس زمانے کے سب بڑے عالم کو دیکھنا چاہے اسے حسن کو دیکھنا چاہیے، عمرو بن مرہ کہتے ہیں کہ مجھے اہل بصرہ پر حسن اور محمد دو شیخوں کی وجہ سے رشک ہے، یونس بن عبید اللہ اور حمید الطّویل کہتے تھے کہ میں نے بہت سے فقہا کو دیکھا؛ لیکن حسن سے زیادہ کسی کو کامل المروۃ نہیں پایا، عطاء بن ابی رباح لوگوں کو ہدایت کرتے تھے کہ تم لوگ اس شخص (حسن) کی طرف مسائل میں رجوع کیا کرو، وہ بہت بڑے عالم، امام اور مقتداء

Marfat.com

ہیں، امام مالک فرماتے تھے کہ تم لوگ حسن بصری سے مسائل پوچھا کرو؛ کیونکہ انہوں نے محفوظ رکھا اور ہم نے بھلا دیا، بعض لوگ یہاں تک کہتے تھے کہ اگر حسن نے سن شعور میں عہد صحابہ پایا ہوتا تو یہ بزرگوار رائے میں ان کے محتاج ہوتے۔

(ابن سعد، تذکرہ حسن بصری)

اگرچہ حسن بصری جامع العلوم تھے، لیکن ان کی زندگی زیادہ تر زہد و عبادت اور روحانی مشاغل میں بسر ہوتی تھی، اس لیے ان کے روحانی مرتبہ کے مقابلہ میں ان کے علم کی تفصیلات بہت کم ملتی ہیں، تاہم جتنے حالات ملتے ہیں وہ سرسری اندازہ لگانے کے لیے کافی ہیں، ان کو تفسیر فقہ اور حدیث جملہ مذہبی علوم میں یکساں دستگاہ حاصل تھی۔

تفسیر

مفسر کی حیثیت سے انہوں نے کوئی خاص شہرت حاصل نہیں کی، لیکن تفسیر کی تعلیم انہوں نے بڑی محنت سے حاصل کی تھی، بارہ برس کے سن میں وہ حافظ قرآن ہوگئے تھے، ابوبکر الہذالی کا بیان ہے کہ جب تک وہ ایک سورۃ کی تفسیر و تاویل اور شان نزول وغیرہ سے پوری واقفیت نہ حاصل کر لیتے تھے، اس وقت تک آگے نہ بڑھتے تھے (شذرات الذہب) اس محنت نے ان کو قرآن کا بڑا عالم بنا دیا تھا اور وہ تفسیر کا درس دیتے تھے۔

حدیث

حدیث میں ان کے درجہ کا اندازہ حافظ ذہبی کے ان الفاظ سے ہوسکتا ہے کہ: وہ علامہ اور علم کے سمندروں میں تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) حدیث میں انہوں نے ان بزرگوں سے فیض پایا تھا جن میں سے اکثر اس فن کے اساطین اور رکن اعظم تھے؛ چنانچہ صحابہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جابر بن معاویہ رضی اللہ عنہ، معقل بن یسار، ابی بکرہ رضی اللہ عنہ، عمران بن حصین اور جندب بجلی رضی اللہ عنہ سے براہ راست استفادہ کیا تھا اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، ابن کعب رضی اللہ عنہ، سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ثوبان، عثمان بن ابی العاص اور معقل بن سنان سے بالواسطہ مستفید ہوئے، صحابہ کے علاوہ اکابر تابعین کی ایک بڑی جماعت سے سماع حدیث کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

حکم بن عتیبہ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

حکم نام ابوعبداللہ کنیت، کندہ کے غلام تھے۔

فضل وکمال

علمی اعتبار سے کوفہ کے ممتاز ترین علماء میں تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: **كان الحكم بن عتيبة ثقة فقيها عالما وفيعا كثير الحديث** (ابن سعد) اکابر علماء ان کے کمالات کے معترف تھے، ابن عیینہ کا بیان ہے کہ کوفہ میں حکم کا مثل نہ تھا، اس عہد کے تمام علماء ان کی دولتِ علم کے سامنے دامنِ احتیاط پھیلاتے تھے، مجاہدین رومی کہتے تھے کہ مجھ کو حکم کے حقیقی کمال کا پورا اندازہ اس وقت ہوتا تھا جب بڑے بڑے علماء مسجد منی میں جمع ہوتے تھے اور وہ سب ان کی دولتِ علم کے دستِ نگر معلوم ہوتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

کوفہ کے ممتاز حفاظِ حدیث میں تھے، حافظ ذہبی انہیں حافظ اور شیخ کوفہ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) اور علامہ ابن سعد ثقہ اور کثیر الحدیث لکھتے ہیں (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) حدیث میں انہوں نے صحابہ میں ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ اور تابعین میں قاضی رضی اللہ عنہ شریح، قیس ابن ابی حازم، موسیٰ بن طلحہ، یزید بن شریک تیمی، عبداللہ ابن شداد، سعید بن جبیر، مجاہد، عطاء، طاوس قاسم بن مخیمرہ، مصعب بن سعد، محمد بن کعب قرظی اور ابن ابی لیلیٰ وغیرہ سے فیض اٹھایا تھا۔

آپ کے تلامذہ میں، اعمش، منصور، ابو اسحاق سبیعی، ابو اسحاق شیبانی، قتادہ، ابان ابن صالح، حجاج بن دینار اوزاعی، مسعر، شعبہ ابوعوانہ جیسے علماء تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

ابراہیم نخعی ائمہ فقہ میں تھے، حکم ان کے خاص اصحاب میں تھے (تہذیب التہذیب) ان کے فیض صحبت نے ان کو کوفہ کا بہت بڑا فقیہ بنا دیا تھا، عبدہ بن ابی لبانہ کہتے تھے کہ میں نے دونوں کناروں کے درمیان حکم سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا، لیث بن سلیم کہتے تھے کہ حکم امام شعبی سے بھی بڑے فقیہ تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

شعبی کی جانشینی

شعبی کے بعد کوفہ کی مسند علم انہی کے حصہ میں آئی، اسرائیل بیان کرتے ہیں، کہ حکم کو میں نے سب سے پہلے شعبی کی

Marfat.com

موت کے دن جانا، ان کی موت کے بعد ایک شخص کوئی مسئلہ پوچھنے آیا، لوگوں نے اس سے کہا حکم بن عتیبہ کے پاس جاؤ۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

عبادت وریاضت

اس علم کے ساتھ وہ بڑے عبادت گذار بھی تھے، عباس زوزی کا بیان ہے کہ وہ صاحب عبادۃ وفضل تھے، پابندی سنت میں خاص اہتمام تھا۔

عظمت واحترام

ان کے علمی واخلاقی کمالات کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ان کی بڑی عظمت تھی، مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ مدینہ آتے تھے تو لوگ ان کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساریہ خالی کر دیتے تھے، اس میں وہ نماز پڑھتے۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

وفات

ہشام بن عبدالملک کے عہد خلافت ۱۰۵ھ میں وفات پائی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

خارجہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

خارجہ نام، ابوزید کنیت، مشہور صحابی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، خارجہ بن زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبدمناف بن مالک بن امراءالقیس بن مالک بن ثعلبہ خزرجی۔

فضل وکمال

خارجہ کے والد حضرت زید بن ثابت علمائے صحابہ میں تھے، خصوصاً حفظ قرآن میں جماعت صحابہ میں ممتاز تھے، کلام اللہ انہی کی زیرنگرانی مدون ہوا تھا، خارجہ نے اسی آغوشِ علم میں پرورش پائی تھی، باپ کے فیض تعلیم سے ان کا شماران کے عہد کے کبارعلماء میں ہوگیا تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ کبارعلماء میں تھے، امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ علم میں امام بارع تھے اوران کی توثیق وجلالت پرسب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماءنووی)

حدیث

حدیث میں انہوں نے اپنے والد زید، اپنے چچا یزید، اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید، سہل بن سعد، عبدالرحمن ابن ابی عمرہ سے سماع حدیث کیا تھا، خود ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے لڑکے سلیمان، بھتیجے سعید اور قیس بن سعد اور عام لوگوں میں

Marfat.com

عبداللہ بن عمرو بن عثمان مطلب عبداللہ اور یزید ابن قسیط وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ ان کا امتیازی فن تھا، اس میں وہ امامت اور اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے؛ چنانچہ مدینہ کے ساتھ مشہور فقہاء میں ایک ان کا نام بھی تھا۔ (تہذیب التہذیب)

فرائض

حضرت زید بن ثابت فرائض کے بھی بڑے عالم تھے، اس لیے خارجہ کو یہ دولت گویا وراثۃً ملی تھی؛ چنانچہ علمائے مدینہ میں وہ اور طلحہ بن عبداللہ بن عوف میراث تقسیم کرتے تھے اور تقسیم کے وثیقے لکھتے تھے اور اس میں ان کا قول سند مانا جاتا تھا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت ۱۰۰ میں وفات پائی، وفات سے کچھ دنوں پہلے خواب دیکھا کہ ستر سیڑھیاں بنائی ہیں، انہیں بنانے کے بعد گر پڑے، اسی سال انتقال ہوگیا، وفات کے وقت پورے ستر سال کی عمر تھی، ابوبکر بن محمد والی مدینہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حلیہ اور لباس

خارجہ کا جسم نہایت سڈول اور خوبصورت تھا، خز کی چادر اوڑھتے تھے، سپید عمامہ باندھتے تھے اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

اولاد

وفات کے بعد متعدد اولادیں یادگار چھوڑیں، لڑکوں میں زید، عمر، عبداللہ، محمد اور لڑکیوں میں حبیبہ، حمیدہ، ام یحییٰ اور ام سلیمان تھیں اور یہ سب اولادیں ام عمرو بنت حزم کے بطن سے تھیں۔

خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

خالد نام، ابوعبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، خالد بن معدان بن ابی کریب کلابی۔

فضل وکمال

خالد کو علم وفن کے ساتھ خاص ذوق وشغف تھا اور ہو ان کا مشغلہ حیات بن گیا تھا بحیر کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ

Marfat.com

علم سے چسپاں رہنے والا نہیں دیکھا (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) اس ذوق نے ان کو حمص کا ممتاز عالم بنا دیا تھا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حدیث

حدیث کے وہ بڑے حافظ تھے، ستر صحابہ سے ملاقات کا شرف حاصل تھا ان میں سے ثوبان، ابن عمر، ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، عتبہ بن عبد السلمی رضی اللہ عنہ، ابو درداء، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ، ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مرسل روایات کی ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ میں بھی انہیں پورا درک تھا صحابہ رضی اللہ عنہ کرام کی جماعت کے بعد فقہائے شام کے تیسرے طبقہ میں ان کا شمار تھا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حلقہ درس

ان کا حلقہ درس بھی تھا لیکن شہرت سے اس قدر گھبراتے تھے کہ جب حلقہ زیادہ بڑھا تو شہرت کے خوف سے درس و تدریس کی مسند اٹھا دی۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تلامذہ

ان کے تلامذہ میں بحیر بن سعید، محمد بن ابراہیم تیمی، ثور بن یزید، حریز بن عثمان عامر بن حشیب، حسان بن عطیہ اور فضیل بن فضالہ وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

کتابت علم

انہوں نے اپنے تمام معلومات قلم بند کر لیے تھے، ان کے تلمیذ بحیر کا بیان ہے کہ ان کا سارا علم ایک مصحف میں تھا۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ارباب علم کا اعتراف

اس عہد کے بڑے بڑے ائمہ ان کے علمی کمالات کے معترف تھے سفیان ثوری کہتے تھے کہ میں خالد بن معدان پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) امام اوزاعی ان کی بڑی عظمت کرتے تھے اور لوگوں کو ان کی لڑکی عبدہ کے پاس بھیج کر ان کے طریقے معلوم کراتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عبادت

اس علم کے ساتھ وہ عمل کی دولت سے بھی مالا مال تھے، ابن حبان ان کو بہترین خدا کے بندوں میں لکھتے ہیں (تہذیب

Marfat.com

التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) دن بھر میں ستر ہزار تسبیحیں پڑھتے تھے (تذکرہ الحفاظ) عبادت وریاضت کا نشان پیشانی پر تاباں تھا۔ (ابن سعد)

موت کا ذوق

موت خاصانِ خدا کے لیے پیام وصل ہے، اس لیے خالد اس سے خوفزدہ ہونے کے بجائے اس کے شائق رہتے تھے ؛چنانچہ کہتے تھے کہ اگر موت کوئی ایسا علم ہوتی جس کی جانب مسابقت کی جا سکتی، تو میں سب سے پہلے اس کے پاس پہنچتا اور اس شخص کے سوا جو اپنی قوت سے آگے بڑھ جاتا اور کوئی مجھ سے بازی نہ لے جا سکتا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

یزید بن عبدالملک کے عہد میں یہ ذوق پورا ہوا اور ۱۰۳ھ میں وفات پائی وفات کے دن روزے سے تھے۔

داؤد بن دینار رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

داؤد نام، ابوبکر کنیت، طہمان القسیری کے غلام تھے، اصل وطن سرخس تھا، لیکن بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔

فضل وکمال

داؤد کا پیشہ خیاطی تھا (تہذیب التہذیب) لیکن یہ پیشہ انہیں تحصیل علم اور کسبِ کمال سے نہ روک سکا، انہوں نے خیاطی کے ساتھ ساتھ قرآن، حدیث اور فقہ میں اتنا کمال حاصل کر لیا کہ حافظ ذہبی انہیں امام حافظ اور مفتی لکھتے ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تعلیم قرآن

قرآن کے ساتھ انہیں خاص شغف تھا، اس شغف کا باعث ایک خاص واقعہ ہوا جو خود انہی کی زبان میں یہ ہے کہ میں ایک مرتبہ طاعون میں مبتلا ہوا، بیہوشی کی حالت میں مجھے نظر آیا کہ میرے پاس دو آدمی آئے ہیں، ان میں سے ایک نے میری زبان کی جڑ کو اور دوسرے نے میرے تلوے کو دبا کر ایک نے دوسرے سے پوچھا کیا چیز معلوم ہوتی ہے دوسرے نے جواب دیا تسبیح تکبیر اور کچھ مسجد کی طرف چلنا اور تھوڑی سی قرآن کی قرات، میں نے اس وقت تک قرآن حاصل نہ کیا تھا بیماری سے اٹھنے کے بعد ہمہ تن تعلیم قرآن کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس کو حاصل کر لیا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

حدیث

حدیث کے وہ ممتاز حفاظ میں تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقة کثیر الحدیث (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) حافظ ذہبی امام حافظ اور ثبت لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ) حدیث میں انہوں نے ابوالعالیہ سعید بن مسیّب، ابو عثمان نہدی شعبی، عکرمہ عزرہ بن عبدالرحمن محمد بن سیرین، ابوالزبیر مکحول شامی وغیرہ سے سماع کیا تھا اور شعبہ، ثوری، مسلمہ بن علقمہ، ابن جریج، حماد، وہیب بن خامہ عبدالوارث ابن سعید، عبدالاعلیٰ ابن الاعلیٰ، یحییٰ قطان، یزید بن زریع، اور یزید بن ہارون وغیرہ ان کے زمرہ تلامذہ میں تھے۔ (تہذیب التہذیب)

ان کی مرویات کی تعداد دو سو تک پہنچتی ہے (تہذیب الکمال) کیفیت کے اعتبار سے ان کی مرویات کے متعلق ائمہ فن کی یہ رائے تھی، امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ وہ ثقہ ہیں ایک مرتبہ کسی نے داؤد کے بارے میں آپ سے پوچھا آپ نے فرمایا داؤد جیسے شخص کے متعلق بھی پوچھنے کی ضرورت ہے؟ (تہذیب التہذیب) ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ متقنین فی الزوایہ میں تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) عجلی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ، جید الاسناد اور رفیع تھے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) ان کی روایات صحاح کی تمام کتابوں میں ہیں۔

فقہ

ان کے تفقہ کے لیے یہ سند کافی ہے کہ بصرہ جیسے علمی مرکز کے مفتی تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

قوت استدلال

اس علم کے ساتھ اُن کا دماغ نہایت عقلی تھا قوتِ استدلال ایسی زبردست تھی کہ بڑے سے بڑے معترضین کو دو جملوں میں خاموش کر دیتے تھے، ایک مرتبہ شام گئے، وہاں غیلان قدری سے ملاقات ہوئی، اس نے کہا میں آپ سے چند مسائل پوچھنا چاہتا ہوں، آپ نے جواب دیا تم پچاس مسائل پوچھ سکتے ہو، لیکن مجھے دو سوالوں کی اجازت دو، غیلان نے کہا، فرمایئے آپ نے سوال کیا، خدا نے انسان کو سب سے افضل کون سی شے عطا کی ہے؟ غیلان نے کہا عقل، فرمایا اچھا بتاؤ عقل اختیاری شے ہے کہ جس کا دل چاہے لے اور جس کا دل چاہے نہ لے، یا خدا کی جانب سے تقسیم ہوتی ہے غیلان ان چند جملوں کو سن کر خاموشی سے چلا گیا، اور کوئی جواب نہ دے سکا، اس وقت داؤد نے کہا عقل ہی کی طرح خدا نے ایمان و مذہب ہر شے تقسیم فرمائی ہے، خدا ہی کی قوت اصل ہے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) اور جب تمام امور خدا کی طرف سے ہوئے تو پھر قدر کہاں رہ گیا۔

عمل

اس علم کے ساتھ داؤد نے عمل کی دولت سے بھی وافر حصہ پایا تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ راس فی العلم والعمل تھے

Marfat.com

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ صالح آدمی تھے (تہذیب التہذیب) راستہ چلتے بھی خدا کا ذکر جاری رہتا تھا (تذکرہ الحفاظ) چالیس سال تک مسلسل روزے رکھے اور لوگوں کو خبر تک نہ ہونے پائی، صبح کو گھر سے کھانا لے کر دکان چلے جاتے تھے اور راستہ میں اس کو خیرات کر دیتے تھے اور شام کو گھر واپس ہو کر افطار کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

۱۳۹ھ میں حج سے واپسی میں راستہ میں وفات پائی۔

ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

ربیع نام، ابو یزید کنیت، نسباً قبیلہ ثعلبہ کی ایک شاخ ثور سے تھے، نسب نامہ یہ ہے، ربیع بن خثیم بن عائذ بن عبداللہ بن متقذ بن ثور ثوری، ربیع ان تابعین میں ہیں جنہوں نے رسالت کا مقدس دور پایا تھا، لیکن شرف صحابیت سے محروم رہے، تاہم وہ اس عہد کے برکات سے مالا مال تھے اور عمل و علم اور زہد و تقویٰ کے اعتبار سے ممتاز ترین تابعینؒ میں ہیں۔

فضل وکمال

وہ صاحب علم تابعین میں تھے، لیکن ان کے علم کی روشنی کو زہد و ورع کے نور نے مدہم کر دیا تھا، یہی وجہ ہے کہ وہ علم سے زیادہ تقویٰ میں مشہور ہیں، ورنہ جہاں تک ان کے علمی کمالات کا تعلق ہے اس میں بھی وہ اپنے اقران میں ممتاز تھے، انہوں نے زمانہ ایسا پایا تھا جب علماء صحابہ کی بڑی جماعت موجود تھی؛ چنانچہ صحابہ میں انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے فیض اٹھایا تھا (تہذیب التہذیب) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے خصوصیت کے ساتھ زیادہ مستفید ہوئے تھے، ان کی بارگاہ میں ربیع کو اتنا تقرب حاصل تھا کہ جب وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تو جب تک دونوں کی تنہائی کی صحبت ختم نہ ہو جاتی اور دونوں کی ضرورتیں پوری نہ ہو جاتیں، اس وقت تک کسی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہ ملتی، ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر ان کے فضائل و کمالات کا اتنا اثر تھا کہ وہ ان سے فرمایا کرتے تھے کہ ابو یزید اگر تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے تو تم سے محبت فرماتے، جب میں تم کو دیکھتا ہوں تو متواضعین یاد آتے ہیں۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عبداللہ بن رضی اللہ عنہ مسعود کی صحبت وہ تھی جس نے معمولی معمولی انسانوں کو صیقل علم سے جلا دے کر چمکا دیا، ربیع تو فطرۃ نہایت صالح اور صاحب استعداد تھے، اس لیے وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علمی برکات سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہوئے۔

Marfat.com

قرآن

ربیع کو قرآن، حدیث، فقہ جملہ علوم میں درک تھا، عملی حیثیت سے قرآن کے ساتھ زیادہ شغف تھا، جس کا ذکر آئندہ آئے گا، قرآن کی تفسیر وتاویل وآیاتِ قرآنی سے استدلال کا بڑا ملکہ تھا، اپنی واعظانہ تقریروں میں وہ نہایت موزونیت سے آیاتِ قرآن کو کھپاتے تھے، جس کا اندازہ ان کے مواعظ سے ہوتا ہے ان کا وعظ عموماً یہ ہوتا تھا۔

اے خدا کے بندے ہمیشہ بھلی بات کہا کر اور بھلائی پر عمل کیا کر، ہمیشہ بھلی خصلتوں پر رہا کر، اپنی مدت (حیات) کو زیادہ نہ سمجھ، اپنے قلب کو سخت نہ بنا اور ان لوگوں کا مصداق نہ بن جو کہتے ہیں ہم نے سنا؛ حالانکہ وہ نہیں سنتے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ

ان لوگوں کی طرح نہ ہو جو کہتے ہیں کہ ہم نے سنا؛ حالانکہ نہیں سنتے۔

اے خدا کے بندے اگر تو اچھے کام کرتا ہے تو ایک بعد دوسرا برابر کیے جا؛ کیونکہ عنقریب تجھے وہ دن پیش آنے والا ہے، جب تجھ کو یہ حسرت رہ جائے گی کہ کاش زیادہ اچھے کام کیے ہوتے اگر تجھ سے کچھ برائیاں سرزد ہو چکی ہیں تو بھی اچھے کام کر کہ خدا فرماتا ہے:

إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ ذَٰلِكَ ذِكْرَىٰ لِلذَّاكِرِينَ

بھلائیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں اور یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔

اے بندہ خدا خدا نے اپنی کتاب میں جو علم تجھے عطا کیا ہے، اس پر اس کا شکر ادا کر اور جو اس نے تجھ کو نہیں دیا؛ بلکہ اپنے لیے مخصوص رکھا ہے، اس کو اس کے جاننے والے کے سپرد کر اور بناوٹ نہ کر کیونکہ خدا فرماتا ہے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ، إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ، وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ (ص)

(اے پیغمبر) کہہ دے کہ میں اس پر تجھ سے کوئی اجر نہیں مانگتا اور میں تکلیف کرنے والوں میں نہیں ہوں، قرآن دونوں عالموں کے لیے نصیحت ہے اور ایک وقت آئے گا، جب تم کو اس کی حقیقت معلوم ہوگی۔

حدیث

حدیث میں انہیں حافظ ذہبی امام اور قدوہ لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ) عبداللہ بن مسعود ابوایوب انصاری، عمرو بن میمون اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے سماع حدیث کیا تھا اور ابراہیم نخعی، امام شعبی، منذر ثوری، ہلال بن یساف اور بکر بن ماعز وغیرہ جیسے اکابر ان کے تلامذہ میں ہیں (تذکرۃ الحفاظ) معیار کے اعتبار سے ان کی روایات کا جو پایہ تھا، اس کا اندازہ ان آراء سے ہوسکتا ہے، امام شعبی کہتے تھے کہ ربیع سچائی کا معدن ہیں، ابن معین کا قول تھا کہ ربیع جیسے شخص کے متعلق کچھ پوچھنے کی

Marfat.com

ضرورت نہیں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

اگر چہ ربیع نے فقیہ کی حیثیت سے کوئی شہرت حاصل نہیں کی، لیکن ان کے تفقہ کے لیے یہ سند کافی ہے کہ وہ فقیہ الامت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے جن کے فتاوی پر عراقی فقہ کی بنیاد ہے تربیت یافتہ اور خاص اصحاب میں تھے، لیکن جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے ان کی ان حیثیتوں کو ان کے زہد وورع نے بالکل دبا دیا تھا۔

بنی ثور کی بعض خصوصیات

عموماً ہر خاندان میں کچھ نہ کچھ خصوصیات ایسی ہوتی ہیں جو کم وبیش اس کے تمام افراد میں پائی جاتی ہیں، کوئی خاندان علم وفن میں ممتاز ہوتا ہے، کوئی زہد وورع میں کوئی اور کسی خاص وصف میں ربیع کا خاندان یعنی بنی ثور عبادت وریاضت میں نمایاں اور ممتاز تھا، شبرمہ کا بیان ہے کہ میں نے کوفہ میں بنی ثور سے زیادہ فقیہ اور عبادت گذار شیوخ اور کسی قبیلہ میں نہیں دیکھے، ابی بکر زبیدی اپنے باپ کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ثوریوں اور غربیوں سے زیادہ مسجد میں بیٹھنے والا کوئی خاندان نہیں دیکھا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

زہد وورع

ربیعؒ اسی عبادت گذار قبیلہ کے فرد تھے جو مذہبی اور روحانی کمالات میں سب سے زیادہ نمایاں اور ممتاز تھا وہ نہ صرف اپنے قبیلہ؛ بلکہ جماعتِ تابعین کے عابد ترین افراد میں تھے ان کا شمار ان چند تابعین میں تھا جو زہد وورع کے لحاظ سے پوری جماعت میں ممتاز تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ان کے زہد وورع اور عبادت وریاضت پر تمام علماء اور مصنفین کا اتفاق عام ہے، امام شعبی کا بیان ہے کہ ربیع اپنی جماعت میں سب سے زیادہ متورع تھے (تذکرہ الحفاظ) ابی عبیدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ربیع سے زیادہ لطیف العبادہ نہیں دیکھا (ابن سعد) حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ربیع کا زہد اور ان کی عبادت اس قدر مشہور ہے کہ اس کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

خشیت الٰہی

اعمال حسنہ کا اصل سرچشمہ خشیت الٰہی ہے، ربیع پر اتنی خشیت طاری رہتی تھی کہ روتے روتے داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی، عذاب دوزخ کا معمولی نمونہ دیکھ کر بیہوش ہو جاتے تھے، اعمش بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ربیع لوہار کی بھٹی کی طرف سے گزرے تو بھٹی دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

شب بیداری

ان کی عبادت کا خاص وقت شب کی تاریکی تھا، ساری رات عبادت کرتے تھے (تہذیب الکمال) پرموعظت آیات پڑھتے تھے اور شدتِ تاثر میں ان کو دہراتے دہراتے صبح کر دیتے ان کے غلام نسیر بن ذعلوق بیان کرتے ہیں کہ ربیع رات کی تاریکی میں تہجد پڑھتے ہوئے جب اس آیت پر پہنچے۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (الجاثیۃ)

کیا جنہوں نے برائیاں کی ہیں یہ گمان کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کریں گے جنہوں نے اچھے اعمال کیے جن کی زندگی اور موت برابر ہے، وہ لوگ کیا ہی برا فیصلہ کرتے ہیں۔

تو اس کو دہراتے دہراتے صبح کر دیتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

جماعت کا اہتمام

نماز باجماعت کبھی ناغہ نہ ہوتی تھی، آخر عمر میں فالج کے اثر سے چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے تھے، لیکن اس وقت بھی نماز باجماعت قضا نہ ہوتی تھی دوسروں کے سہارے یا گھسٹتے ہوئے مسجد پہنچتے تھے، ابو حیان اپنے والد کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ ربیع فالج سے معذور ہو گئے تھے، لیکن نماز کے لیے پیروں سے گھسٹتے ہوئے یا دوسروں کا سہارا لے کر مسجد میں آتے تھے، لوگ کہتے ابو یزید اس مجبوری کی حالت میں تو گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے، جواب دیتے حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح سننے کے بعد جہاں تک ہو سکے اس کا جواب دینا چاہئے، خواہ گھٹنے کے بل چلنا پڑے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

جہاد لوجہ اللہ

اگر چہ ربیع ایک زاہد گوشہ نشین تھے، اسی لیے وہ خلافت راشدہ کے دور میں موجود ہونے کے باوجود اس عہد کی عملی زندگی میں نہیں نظر آتے؛ لیکن جہاد فی سبیل اللہ کے لیے گوشہ عزلت سے باہر نکل آتے تھے اور یہ جہاد اس قدر خالص اور لوجہ اللہ ہوتا تھا کہ مال غنیمت بھی اپنے تصرف میں نہ لاتے تھے؛ بلکہ جو کچھ ملتا تھا، اس کو خدا ہی کی راہ میں صرف کر دیتے تھے، عبد خیر بیان کرتے ہیں کہ میں ایک جنگ میں ربیع کا رفیق جہاد تھا، اس میں انہیں غنیمت میں بہت سے غلام اور مویشی ملے، چند دنوں کے بعد مجھے ان کے پاس جانے کا اتفاق ہوا تو ان میں سے کوئی چیز نظر نہ آئی میں نے پوچھا غلام اور مویشی کیا ہوئے؟ اس مرتبہ انہوں نے اس کا کوئی جواب نہ دیا، جب میں نے دوبارہ پوچھا تو فرمایا:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ. (آل عمران)

Marfat.com

فی سبیل اللہ

سبیل اللہ ان کا خاص وصف تھا، آپ کو شیرینی مرغوب تھی اس لیے جب کوئی سائل آتا، تو اسے شکر دیتے، لوگ آپ سے کہتے کہ وہ شکر کیا کرے گا، اس کے لیے تو اس سے بہتر روٹی ہے، جواب دیتے خدا فرماتا ہے: **ویطعمون الطعام علی حبه** ۔ (ابن سعد:)

حاجت مند، نادار اور مجنون پڑوسیوں کو اچھے اچھے کھانے پکوا کر کھلاتے تھے منذر ثوری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ربیع نے اپنے گھر والوں سے خبیص (ایک قسم کا کھانا) پکانے کو کہا؛ چونکہ وہ اپنے لیے کبھی کسی چیز کی فرمائش نہیں کرتے تھے اس لیے ان کی بیوی نے بڑے اہتمام سے خبیص تیار کیا، ان کے پڑوس میں ایک دیوانہ رہتا تھا، ربیع نے خبیص لے جا کر اپنے ہاتھ سے اس کو کھلایا، اس کے منہ سے لعاب بہتا جاتا تھا، جب کھلا کر گھر واپس آئے تو بیوی نے کہا ہم نے زحمت اٹھا کر اتنے اہتمام سے پکایا اور تم نے لے جا کر ایک ایسے شخص کو کھلا دیا جو یہ بھی نہیں سمجھ سکتا کہ اس نے کیا کھایا، آپ نے جواب دیا خدا تو جانتا ہے۔
(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

امر بالمعروف نہی عن المنکر

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کی زندگی کا اہم مشغلہ تھا، اگرچہ وہ نہایت خاموش اور عزلت نشین تھے، لیکن امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے یہ عزلت نشینی اور خاموشی ٹوٹ جاتی تھی، آپ کے پاس جو شخص آتا اس سے فرماتے اچھی باتیں کہا کرو اور خود اچھی باتوں پر عمل کیا کرو، ہمیشہ بھلائی پر رہا کرو، جہاں تک ہو سکے نیک کاموں میں زیادتی کرو اور برے کاموں میں کمی، اپنے دلوں کو سخت نہ بنالو، تمہاری مدت زیادہ نہیں ہے، ان لوگوں میں نہ ہو جو زبان سے تو کہتے ہیں ہم سنتے ہیں، لیکن حقیقۃ نہیں سنتے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

جو شخص نصیحت کی درخواست کرتا اسے قرآنی احکام لکھوا دیتے ایک شخص نے درخواست کی کہ کچھ وصیت فرمایئے، اس کی درخواست پر کاغذ منگا کر **قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ** سے **لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ** تک قرآن کی آیات لکھوا دیں، اس شخص نے کہا میں آپ کے پاس اس لیے آیا تھا کہ آپ مجھے وصیت فرمائیں گے، فرمایا بس اسی پر عمل کرو۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

پندار تقوی سے احتراز

اس راہ کی سب سے کٹھن منزل پندار تقوی ہے، جس میں بڑے بڑے زاہدوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور عبائے زہد کا دامن پندار کے داغ سے داغدار بن جاتا ہے، ربیع کا یہ خاص کمال تھا کہ وہ تقویٰ کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کے باوجود گنہگاروں کے لیے بھی اپنی زبان سے کوئی ناروا کلمہ نہ نکالتے تھے، نسر بن ذعلوق کا بیان ہے کہ کسی نے ربیع سے پوچھا کہ آپ لوگوں کو برا نہیں کہتے، آپ نے جواب دیا خدا کی قسم مجھے خود اپنے نفس پر اطمینان نہیں ہے کہ دوسروں کو برا کہوں، لوگوں کا عجیب

Marfat.com

حال ہے کہ وہ دوسروں کے گناہوں پر تو خدا سے ڈرتے ہیں، لیکن خود اپنے گناہوں کی جانب سے بے خوف ہیں۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

شدت احتیاط

ربیع کو اوامر ونواہی کی پابندی میں اتنا اہتمام تھا اور وہ چھوٹی چھوٹی اور معمولی معمولی باتوں میں اتنی احتیاط برتتے تھے کہ ہر شخص کا ذہن بھی ان کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا، بکر بن ماغر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ربیع کی بچی نے ان سے کہا، ابا میں کھیلنے جاتی ہوں، فرمایا جاؤ اچھی باتیں کہو، چھوٹی بچی اس کو کیا سمجھتی، وہ سر ہو گئی کہ میں کھیلنے جاتی ہوں لوگوں نے ربیع سے کہا آپ اسے کھیل کے لیے کیوں نہیں جانے دیتے، فرمایا میں یہ نہیں چاہتا کہ میرے آج کے نامہ اعمال میں یہ لکھا جائے کہ میں نے کھیل کا حکم دیا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

انکسار وتواضع

ان کمالات پر انکسار وتواضع کا یہ حال تھا کہ استنجا خانہ تک اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے تھے، ایک شخص نے کہا اس کام کے لیے دوسرے لوگ موجود ہیں، جواب دیا میں چاہتا ہوں کہ گھر کے کاروبار میں بھی حصہ لوں، ان کی خاکسازی کو دیکھ کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تم کو دیکھ کر متواضعین کی یاد آ جاتی ہے (ایضاً) کسی موقع پر بھی ان کی زبان سے برا کلمہ نہ نکلتا تھا، کسی سے تکلیف بھی پہنچتی تو اس کو دعا دیتے، ایک مرتبہ مسجد میں نمازیوں کا ہجوم زیادہ تھا، جب جماعت کھڑی ہونے لگی اور لوگ آگے بڑھے تو ایک شخص نے جو ربیع کے پیچھے تھا، ان سے کہا آگے بڑھو؛ لیکن کثرتِ اژدہام سے آگے راستہ نہ تھا، انہوں نے صرف اس قدر کہا، خدا تم پر رحم کرے، اس شخص نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو ربیع تھے انہیں دیکھ کر وہ فرط ندامت سے رونے لگا۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

مجمعوں سے احتراز

ربیع نہایت تنہائی پسند تھے، نہ کہیں آتے جاتے تھے، نہ کسی مجمع میں بیٹھتے تھے، امام شعبی کا بیان ہے کہ ربیع جب سے سن شعور کو پہنچے نہ کسی مجلس میں بیٹھے نہ کسی شاہراہ پر گئے، اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے تھے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا کہ میں کسی مقام پر جاؤں اور وہاں کوئی ایسی چیز دیکھوں جس میں شہادت میں بلایا جاؤں اور شہادت نہ دے سکوں، یا کسی گرانبار آدمی کو دیکھوں اور اس کی مدد نہ کر سکوں یا مظلوم کو دیکھوں اور اس کی اعانت نہ کر سکوں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

سکوت وخاموشی

وہ گھر میں بھی عموماً خاموش رہتے تھے، بہت کم باتیں کرتے تھے، فضول کلمہ تو زبان سے نکلتا ہی نہ تھا، ایک شخص کا جو آپ کی خدمت میں بیس سال تک رہا تھا، بیان ہے کہ میں نے بیس سال کی طویل مدت میں ان کی زبان سے کوئی ایسا کلمہ نہیں سنا

Marfat.com

جس پر نکتہ چینی کی جا سکے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) اسی شخص کا بیان ہے کہ میں نے بیس سال کے عرصہ میں ربیع کو کلمہ خیر کے علاوہ دوسرا کلمہ زبان سے نکالتے ہوئے نہیں دیکھا (ایضاً) ایک تیمی کا بیان ہے کہ میں دو سال تک ربیع کے پاس بیٹھا، اس دوران میں انہوں نے مجھ سے انسانوں کے دنیاوی حالات کے متعلق کوئی سوال نہیں کیا، صرف ایک مرتبہ اتنا پوچھا کہ تمہاری ماں زندہ ہیں اور تمہارے محلہ میں کتنی مسجدیں ہیں (ایضاً) وہ دوسروں کو بھی فضول گوئی سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ باتیں کم کیا کرو، اگر ہو سکے تو فضول باتوں کے بجائے سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ، اللہ اکبر کا ورد کیا کرو، لوگوں کو اچھی باتیں کرنے کی تلقین کیا کرو، بری باتوں سے روکا کرو، قرآن پڑھا کرو، خدا سے بھلائی کی درخواست کیا کرو، اور شر سے پناہ مانگا کرو۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

دوسروں پر اخلاق کا اثر

ربیع گوخاموش اور عزلت نشین تھے، لیکن پھول کی خوشبو اور آفتاب کی روشنی قید نہیں کی جا سکتی، اس لیے ان کی گوشہ گیری کے باوجود ان کی نکہتِ اخلاق ہر طرف پھیل گئی اور ہر شخص ان کے اخلاق فضائل سے متاثر ہو گیا، شفیق روایت کرتے ہیں کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے چند اصحاب کے ساتھ ربیع کی ملاقات کو گئے ایک شخص نے راستہ میں پوچھا کہاں جاتے ہو، ہم نے کہا ربیع سے ملنے کے لیے، اس نے کہا تم لوگ ایسے شخص کے پاس جا رہے ہو کہ جب وہ کوئی بات کہتا ہے تو جھوٹ نہیں کہتا، جب وہ وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی نہیں کرتا، اگر اس کے پاس امانت رکھو تو اس میں خیانت نہیں کرتا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

کسی انسان کی حقیقی عظمت اس کے معاصرین کا اعتراف ہے، ربیع کے معاصرین ان سے اتنا متاثر تھے کہ ان کے مقابلہ میں ذہنی بڑائی بھی اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہ کرتے تھے، ایک شخص نے ابووائل سے پوچھا کہ تم بڑے ہو، یا ربیع، انہوں نے جواب دیا کہ سن میں ان سے بڑا ہوں؟ لیکن وہ عقل میں مجھ سے بڑے ہیں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

توکل علی اللہ

توکل اور اعتماد علی اللہ کے اصل معنی ہیں کوشش کر کے کسی کام کی کامیابی اور ناکامیابی کو خدا کے حوالہ کر دینا، لیکن توکل کا ایک درجہ اس سے بھی بلند ہے جو صرف خاصانِ خدا کا حصہ ہے، وہ یہ کہ دنیاوی وسائل ہی نہ اختیار کیے جائیں، اور اس کو بھی خدا کے حوالہ کر دیا جائے، ربیع اسی درجہ قصوی پر فائز تھے، کہ وہ موت وزیست کے سوال کے موقع پر دنیاوی وسائل نہ اختیار کرتے تھے، فالج جیسے موذی اور زندہ درگور کر دینے والے مرض میں مبتلا تھے، لیکن کسی طرح علاج نہیں کرتے تھے، لوگ ان سے کہتے، کاش آپ علاج کرتے فرماتے، عاد وثمود اور اصحاب رس سب گزر گئے، ان کے درمیان بہت سے قرن تھے، اور ان میں علاج کرنے والے بھی موجود تھے، لیکن نہ تو علاج کرنے والے ہی باقی رہ گئے اور نہ علاج کرانے والے سب مٹ گئے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

Marfat.com

وفات

اس توکل کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالآخر فالج نے مرض الموت کی شکل اختیار کرلی، دم آخر انہوں نے لوگوں کے روبرو یہ اعترافات کیے کہ میں اپنے نفس پر اللہ کو گواہ بناتا ہوں، وہ اپنے نیک بندوں کی شہادت، انہیں بدلہ دینے اور ثواب دینے کے لیے کافی ہے، میں خدا کی ربوبیت، دین اسلام، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت اور قرآن کی امامت سے راضی ہوں، اور اپنی ذات اور اس شخص سے جو میری اطاعت کرے، اس بات پر راضی ہوں کہ ہم سب عابدین کے زمرہ میں خدا کی عبادت کریں اور حمد کرنے والوں میں اس کی حمد کریں اور مسلمانوں کی خیر خواہی کریں (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) ان وصیتوں کے بعد واصل بحق ہوئے، یہ کوفہ پر عبیداللہ بن زیاد کی ولایت کا زمانہ تھا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

ربیعہ بن فروخ الملقب بہ رائے رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

ربیعہ نام، ابوعثمان کنیت، رائے لقب، باپ کا نام فروخ، اور کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی، فروخ قبیلہ بنی تمیم بن جرہ کے غلام تھے، اس غلام کے گھر میں ربیعہ پیدا ہوئے جو آگے چل کر اقلیم علم کے تاجدار بنے۔

فضل وکمال

فضل وکمال کے اعتبار سے، ربیعہ ائمہ تابعین میں تھے، ان کی علمی جلالت تمام علماء ومحدثین میں مسلم تھی، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ربیع کی توثیق جلالت اور علمی اور عقلی عظمت پر تمام علماء اور محدثین کا اتفاق ہے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ امام تھے حافظ تھے، فقیہ تھے مجتہد تھے اور رائے میں انہیں خاص بصیرت تھی، اس لیے ربیعۃ الرائے کہلاتے تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ وہ فقیہ تھے اور فقہ وحدیث کے حافظ تھے۔ (تاریخ خطیب بغدادی، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

پیدائش وتعلیم

ربیعہ کے ابتدائی اور تعلیمی حالات نہایت سبق آموز اور دلچسپ ہیں، ابھی وہ شکم مادر میں تھے کہ ان کے والد فروخ کو خراسان کی مہم میں چلا جانا پڑا، اور کچھ ایسے اتفاقات پیش آتے گئے کہ وہ کامل ستائیس برس تک وطن نہ آسکے، ربیعہ کی ماں نہایت عاقلہ اور عاقبت اندیش خاتون تھیں، ربیعہ کی پیدائش کے بعد ان کی تعلیم وتربیت کا بڑا خیال رکھا؛ چنانچہ شوہر کی عدم موجودگی میں انہوں نے پوری توجہ سے لڑکے کی تعلیم وتربیت دلائی اور شوہر کا کل اندوختہ جس کی تعداد تیس ہزار اشرفی تھی، ربیعہ کی تعلیم پر صرف کردیا، ربیعہ خود نہایت ذہین طباع اور شائق تھے، اس لیے انہوں نے بہت جلد تعلیم حاصل کرلی اور آغاز شباب

Marfat.com

ہی میں وہ جملہ علوم میں کامل ہو گئے، چھبیس ستائیس سال کی عمر میں ان کا شہرہ دور دور تک پھیل گیا اور ان کی ذات مرجع خلائق بن گئی۔

ستائیس سال کے بعد ان کے والد گھر واپس آئے، گھر پہنچ کر دروازہ کھٹکھٹایا، باپ بیٹے دونوں ایک دوسرے سے ناواقف تھے، ربیعہ باہر نکلے تو دروازہ پر ایک اجنبی کو دیکھ کر سخت برہم ہوئے اور کہا دشمنِ خدا تو میرے گھر پر حملہ کرتا ہے، فروخ نے جواب دیا دشمنِ خدا تو میرے حرم میں گھسا ہوا ہے، دونوں میں یہاں تک گفتگو بڑھی کہ باہم دست وگریبان ہو گئے، یہ شور ہنگامہ سن کر پاس پڑوس کے آدمی جمع ہو گئے یہاں آکر دیکھا تو دونوں آدمی گھتے ہوئے تھے، ربیعہ فروخ سے لپٹے ہوئے کہہ رہے تھے کہ خدا کی قسم تجھ کو حاکم شہر کے پاس لے جائے بغیر نہ چھوڑوں گا، فروخ کی زبان پر بھی یہی کلمات تھے، اتنے میں حضرت انس بن مالک پہنچ گئے، اور فروخ سے کہا، بڑے میاں یہاں آپ کسی دوسرے گھر میں ٹھہر جایئے، اس وقت فروخ نے اپنا تعارف کرایا، کہ میں بنی فلاں کا غلام ہوں، میرا نام فروخ ہے اور یہ میرا گھر ہے ان کی آواز سن کر ان کی بیوی گھر سے نکل آئیں اور انہیں پہچان کر بیٹے سے کہا کہ یہ تمہارے باپ ہیں اور شوہر کو بتایا کہ یہ تمہارا فرزند ہے، جسے تم حمل کی حالت میں چھوڑ گئے تھے، یہ پردہ اٹھنے کے بعد دونوں باپ بیٹے گلے مل کر خوب روئے، گھر میں داخل ہونے کے بعد فروخ نے بیوی سے اندوختہ کے متعلق پوچھا اور کہا میرے پاس چار ہزار دینار اور ہیں، بیوی کل روپے بیٹے کی تعلیم میں صرف کر چکی تھیں، جواب دیا ابھی ایسی جلدی ہی کیا ہے، روپیہ حفاظت سے دفن ہے، اطمینان سے نکالوں گی، اس وقت ربیعہ کی ذات طالبان علم کا مرجع بن چکی تھی، مسجد نبوی میں ان کا حلقہ درس قائم تھا، جس میں مدینہ کے بڑے بڑے ارباب علم، عمائد اور اشراف شریک ہوتے تھے، ربیعہ معمول کے مطابق وقت پر مسجد چلے گئے، ان کی ماں نے درس کا وقت پہچان کر شوہر سے کہا ذرا مسجد نبوی میں جا کر نماز پڑھ آو، فروخ مسجد گئے تو دیکھا کہ ایک شخص کے گرد لوگوں کا ہجوم لگا ہوا ہے امام مالک حسن بن زید، ابن ابو علی لہبی اور مساحقی وغیرہ مدینہ کے شرفاء اور اکابر حلقہ درس میں شریک ہیں، فروخ یہ ہجوم دیکھ کر قریب چلے گئے، لوگوں نے راستہ دے دیا، ربیعہ نے درس میں خلل پڑنے کے خیال سے سر جھکا لیا، فروخ نے لوگوں سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں، انہوں نے بتایا، ربیعہ بن ابی عبدالرحمن، فروخ یہ سن کر وفور مسرت میں بول اٹھے خدا نے میرے لڑکے کو یہ رتبہ عطا کیا اور گھر جا کر بیوی سے کہا میں نے تمہارے لڑکے کو ایسے رتبہ پر دیکھا کہ اس سے قبل کسی صاحب علم فقیہ کو نہ دیکھا تھا، شوہر کی زبان سے یہ اعتراف سننے کے بعد بیوی نے کہا، اب بتاو کیا چاہتے ہو، بیٹے کی یہ عظمت وشان یا تیس ہزار اشرفیاں، فروخ نے جواب دیا، خدا کی قسم لڑکے کی عظمت وشان، بیوی نے کہا تو پھر تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے تمہاری کل دولت اس کی تعلیم میں صرف کر دی، فروخ نے کہا خدا کی قسم ٹھکانے لگی۔ (تاریخ خطیب)

حدیث

ربیعہ کی شہرت زیادہ تر ان کے فقہی کمال کی وجہ سے ہے، لیکن وہ حدیث کے بھی ممتاز حفاظ میں تھے، ان کے حفظ حدیث

Marfat.com

پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے، علامہ ابن سعد انہیں ثقہ اور کثیر الحدیث (تہذیب التہذیب) خطیب بغدادی حافظ فقہ وحدیث (تاریخ رضی اللہ عنہ بغداد، احمد بن علی خطیب بغدادی، دار الکتب بیروت) اور حافظ ذہبی امام اور حافظ حدیث لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ) ان کی حدیث دانی ان کے معاصرین میں مسلم تھی، ایک مرتبہ عبدالعزیز بن ابی سلمہ عراق گئے، عراقیوں نے ان سے کہا کہ ربیعہ رائے کی حدیثیں سنی ہیں، انہوں نے کہا تم لوگ ان کو ربیعہ رائے کہتے ہو، خدا کی قسم میں نے ان سے زیادہ کسی کو سنت پر حاوی نہیں دیکھا۔

(تاریخ بغداد، احمد بن علی خطیب بغدادی، دار الکتب بیروت)

حدیث میں ان کے درجہ کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ یحییٰ بن سعید جو ان کے تلمیذ رشید تھے، ان کی زندگی ہی میں، صاحبِ درس محدث بن گئے تھے اور ربیعہ کی عدم موجودگی میں حدیث کا درس دیتے تھے۔

(تاریخ بغداد، احمد بن علی خطیب بغدادی، دار الکتب بیروت)

صحابہ میں ربیعہ نے انس بن مالک اور سائب بن یزید اور تابعین میں محمد بن یحییٰ بن حبان ابن مسیب، قاسم بن محمد، ابن ابی لیلیٰ، اعرج، مکحول، حنظلہ بن قیس اور عبداللہ بن یزید وغیرہ جیسے محدثین سے استفادہ کیا تھا اور یحییٰ بن سعید، ان کے بھائی عبدربہ، سلیمان التیمی مالک شعبہ دونوں سفیان، حماد بن سلمہ اور لیث وغیرہ اکابر محدثین ان کے تلامذہ میں تھے۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

لیکن ربیعہ کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا، اس میں وہ امامت واجتہاد کا درجہ رکھتے تھے اور اپنے تمام معاصرین پر فائق تھے، ان کے فقہی کمالات میں ان کی فطری استعداد کو بہت بڑا دخل تھا، وہ نہایت ذہین اور طباع تھے، یحییٰ بن سعید کہتے تھے کہ میں نے ان سے زیادہ زیرک نہیں دیکھا، دوسری روایت میں ہے کہ میں نے ان سے زیادہ صحیح عقل والا نہیں دیکھا۔

(تاریخ بغداد، احمد بن علی خطیب بغدادی، دار الکتب بیروت)

اس ذہانت وذکاوت نے ان میں اجتہاد، استنباط، اور تفریع مسائل کا خاص ملکہ پیدا کر دیا تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ربیعہ امام، حافظ فقیہ اور مجتہد تھے، رائے میں انہیں اتنی بصیرت حاصل تھے کہ رائے ان کا لقب ہو گیا تھا۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اس فقہی کمال کی وجہ سے وہ مدینۃ العلم مدینہ کی مسند افتا پر فائز ہو گئے، کان صاحب الفتویٰ بالمدینۃ (تاریخ خطیب) عباسی حکومت کے قیام کے بعد سفاح عباسی نے اُن کو بلا کر عہدہ قضا پر ممتاز کیا، امام مالک ان کے تلامذہ خاص میں تھے، ربیعہ کی موت کے بعد ان کی زبان پر یہ حسرت کلمہ تھا کہ ربیعہ کے بعد فقہ کا مزا جاتا رہا امام ابوحنیفہ جو فقہ رائے اور قیاس کے امام اعظم ہیں، ربیعہ کی خدمت میں استفادہ کے لیے آتے تھے اور ان کے اقوال وآراء کو سمجھنے کی کوشش کرتے تھے۔

(تاریخ بغداد، احمد بن علی خطیب بغدادی، دار الکتب بیروت)

Marfat.com

فتاویٰ میں احتیاط

لیکن اس قوتِ اجتہاد اور رائے اور قیاس میں اس؛ ملکہ کے باوجود وہ اس قدر محتاط تھے کہ مسائل میں اپنی رائے اور قیاس کو کم دخل دیتے تھے اور بغیر سند کے جواب دینا سخت ناپسند کرتے تھے، عبدالعزیز بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ربیعہ کے مرض الموت میں ان سے کہا کہ ہم لوگوں نے آپ ہی سے فیض پایا ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ لوگ اپنے مسائل پوچھتے ہیں جس کے بارے میں ہمارے پاس کوئی سند نہیں ہوتی اور ہم کو یہ یقین ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں ہماری رائے ان کی رائے سے بہتر ہوگی، ایسی حالت میں کیا ہم اپنی رائے سے فتویٰ دیا کریں، یہ سن کر ربیعہ سہارا لے کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا عبدالعزیز تم پر افسوس ہے کسی مسئلہ میں بغیر علم کے جواب دینے سے یہ بہتر ہے کہ تم جاہل مرجاؤ، اس جملہ کو تین مرتبہ دہرایا۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حلقہ درس

ربیعہ کی ذات مرجع خلائق تھی، ان کا حلقہ درس نہایت وسیع تھا، اس میں مدینہ کے تمام بڑے بڑے علماء، عمائد اور شرفاء شریک ہوتے تھے، امام مالک یحییٰ انصاری امام اوزاعی اور شعبہ وغیرہ ائمہ اسی حلقہ درس کے فیض یافتہ تھے، خطیب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ شمار کیا گیا تو چالیس بڑے بڑے عمامہ پوش ان کے حلقہ درس میں تھے۔ (ایضاً و تہذیب التہذیب)

تلامذہ

ربیعہ کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا، ممتاز تلامذہ میں امام مالک، یحییٰ انصاری سفیان ثوری، شعبہ، لیث اوزاعی، ابن عینیہ، سلیمان بن ہلال وغیرہ لائق ذکر ہیں، عام تلامذہ کی فہرست نہایت طویل ہے۔

(تاریخ خطیب بغدادی، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

ربیعہ کے معاصرین کا اعتراف

ربیعہ کے تمام معاصرین میں اُن کی علمی فضیلت مسلم تھی، عبیداللہ بن عمر کہتے تھے کہ ربیعہ ہماری مشکلات کے عقدہ کشا، ہمارے عالم اور ہم سب میں افضل تھے۔ (تاریخ خطیب بغدادی، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

معاذ بن معاذ کا بیان ہے کہ سوار بن عبداللہ کہتے تھے کہ میں نے کسی کو ربیعہ رائے سے بڑا عالم نہیں دیکھا، میں نے ان سے پوچھا حسن اور ابن سیرین کو بھی نہیں، انہوں نے کہا حسن اور ابن سیرین کو بھی نہیں (تاریخ خطیب بغدادی، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

یحییٰ بن سعید انصاری اگرچہ ربیعہ کے خوشہ چینوں میں تھے لیکن عمر میں اُن کے برابر تھے اور صاحبِ درس و افتاء تھے، لیکن ربیعہ کی موجودگی میں درس نہیں دیتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

معاصرین تو پھر بھی برابر کے لوگ تھے، ربیعہ کے شیوخ تک ان کی وسعتِ علم کے قائل تھے؛ چنانچہ قاسم بن محمد سے جو اُن

Marfat.com

کے شیوخ میں ہیں، جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اگر قرآن وحدیث میں اس کا جواب مل جاتا تو وہ خود بتا دیتے، ورنہ سائل کو ربیعہ کے پاس بھیج دیتے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

زہد عبادت

اس علم کے ساتھ وہ بڑے عابد وزاہد تھے، ابن زید کا بیان ہے کہ ربیعہ ایک مدت دراز تک عبادت گزار رہے، رات دن نمازیں پڑھتے تھے؛ لیکن پھر جب انہوں نے علمی مجلسوں میں شرکت شروع کی اس وقت ان کا یہ رنگ قائم نہ رہ سکا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

بے نیازی

ربیعہ زرومال کی جانب سے بڑے بے نیاز تھے، سلاطین اور خلفاء تک کا احسان اٹھانا پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ وہ سفاح عباسی کے پاس غالباً عہدہ قضاء کے سلسلہ میں انبار گئے، سفاح نے بطورنذرا ایک رقم پیش کی، ربیعہ نے اسے قبول نہ کیا ان کے انکار پر سفاح نے لونڈی کی خریداری کے نام سے پانچ ہزار کی رقم دینی چاہی انہوں نے اسے بھی نہیں لیا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

فیاضی

لیکن اپنے مال میں بڑے فیاض وسیر چشم تھے اوران کا مال دوسروں کے لیے وقف تھا، ابن زید کا بیان ہے کہ مدینہ میں ربیعہ سے زیادہ دوستوں، دوست کے لڑکوں اور عام سائلین کے لیے اپنے مال میں فیاض نہ تھا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

گویائی کا لطیفہ

ربیعہ بڑے گویا اورلسان تھے، کہا کرتے تھے کہ خاموش آدمی خواب آور گونگے پن کی حالت میں ہوتا ہے وہ ہر وقت باتیں کیا کرتے تھے، ایک دن حسب معمول اپنی مجلس میں باتوں کی پھلجھڑی چھوڑ رہے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور دیر تک خاموشی کے ساتھ ان گلفشانیوں کو سنتا رہا، ربیعہ سمجھے کہ وہ ان کی باتوں سے مسحور ہو رہا ہے، اعراب کی فصاحت وبلاغت مشہور ومسلم ہے، ربیعہ نے غالباً داد لینے کے لیے اس سے سوال کیا کہ تم لوگوں کے نزدیک بلاغت کی کیا تعریف ہے؟ اس نے جواب دیا، ادائے معنیٰ کے ساتھ الفاظ میں اختصار، ربیعہ نے پھر پوچھا اور عجز بیان کسے کہتے ہیں، اعرابی نے جواب دیا جس میں تم مبتلا ہو، یہ پرلطف جواب سن کر ربیعہ سخت شرمندہ ہوئے۔ (ابن خلکان)

وفات

ربیعہ کے سنہ وفات اور جائے وفات دونوں کے بارہ میں دو بیانات ہیں سنہ کے بارہ میں یہ اختلاف ہے کہ ۱۳۰ھ یا ۱۳۶

Marfat.com

ھ میں وفات پائی، جائے وفات کے بارہ میں یہ اختلاف ہے کہ ایک بیان کے مطابق انبار میں اور دوسرے بیان کے مطابق مدینۃ الرسول میں انتقال کیا ۱۳۶ھ والی روایت زیادہ مستند ہے۔ (تاریخ خطیب)

حضرت رجاء بن حیوٰۃ

نام ونسب

رجاء نام، ابونصر کنیت، نسب نامہ یہ ہے، رجاء بن حیوٰۃ بن جرول بن الاحنف ابن السحط بن امرو القیس بن عمرو الکندی اردنی رجاء کے دادا جرول صحابی تھے۔

فضل وکمال

فضل وکمال کے اعتبار سے رجاء شام کے اکابر علماء میں تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں۔ **کان ثقة عالما فاضلا کثیر العلم** (ابن سعد) علامہ نووی لکھتے ہیں ان کی جلالت اوران کی شخصی اور علمی فضیلت پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء)

حدیث

وہ حدیث اور فقہ دونوں میں یکساں کمال رکھتے تھے، حافظ ذہبی انہیں امام اور شیخ اہل الشام لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) مطر الوراق کہتے تھے کہ رجاء بن حیوٰۃ سے افضل شامی اوران سے زیادہ روایات میں افقہ شخص سے نہیں ملا۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ و بن العاص، عدی بن عمیرہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن غنم، معاویہ تواس بن سمعان، ابودرداء، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، ابوامامہ، مسور بن مخرمہ، قبیصہ بن ذویب، ابوصالح السمان اور درادکاتب وغیرہ سے سماع حدیث کیا تھا اور عدی بن عدی، ابن عجلان، ثور بن یزید ابن عون، مطر الوراق، زہری، محمد بن حجادہ اور حمید الطویل وغیرہ آپ کے زمرہ تلامذہ میں ہیں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

روایت میں الفاظ کی پابندی

روایت حدیث میں محتاط تھے، حدیثوں کو الفاظ کی پابندی کے ساتھ روایت کرتے تھے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فقہ

حدیث سے زیادہ فقہ میں ان کو دستگاہ تھی، مطر الوراق کہتے تھے کہ میں نے کسی شامی کو ان سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) ابن حبان انہیں فقہائے شام میں لکھتے ہیں (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) ان کے

Marfat.com

تفقہ کی ایک سند یہ بھی ہے کہ وہ منصب قضاء پر ممتاز تھے۔ (تہذیب الاسماء)

علماء میں رجاء کا درجہ

اپنے ہمعصر علماء میں ممتاز درجہ رکھتے تھے، اس عہد کے تمام علماء ان کے کمالات علمی کے معترف تھے، مکحول جو شام کے بڑے نامور عالم تھے، ان کو اپنا شیخ اپنا آقا اور سارے اہل شام کا سردار کہتے تھے (تہذیب التہذیب) ان کی موجودگی میں مکحول خود کسی مسئلہ کا جواب نہ دیتے تھے، موسیٰ بن یسار کا بیان ہے کہ ایک شخص نے مکحول سے مسجد میں کوئی مسئلہ پوچھا: انہوں نے اس سے کہا ہمارے شیخ اور ہمارے سردار رجاء بن حیوٰۃ سے پوچھو (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) ابن عون کہتے تھے کہ رجاء کا مثل شام میں نہیں دیکھا، ابن سیرین کا مثل عراق میں اور قاسم کی مثل حجاز میں نہیں دیکھا۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

زہدوعبادت

اس علم کے ساتھ وہ بڑے عابد وزاہد تھے، ابن حیان لکھتے ہیں کہ وہ شام کے عبادت گزار اور زاہد لوگوں میں تھے، ان کے زہد وتقویٰ کی وجہ سے مسلمہ بن عبدالملک کہتا تھا کہ کندہ کے تین آدمیوں کے طفیل میں خدا پانی برساتا ہے اور دشمنوں پر مدد دیتا ہے، ان میں ایک رجاء ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

امراء سے استغناء

اس زہد وتقویٰ کی وجہ سے وہ امراء اور سلاطین سے ہمیشہ بے نیاز رہے اور کسی کے آستانہ پر حاضری نہیں دی، ایک مرتبہ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ حاکم وقت کے پاس کیوں نہیں جاتے، جواب دیا میرے لیے اس رب العلمین کی ذات کافی ہے، جس کے لیے میں نے ان کو چھوڑا ہے۔ (تہذیب الاسماء ۱۰۰)

ایک اہم کارنامہ

ان کا سب سے اہم کارنامہ اور سب سے بڑی مذہبی خدمت یہ ہے کہ انہی نے سلیمان بن عبدالملک کو عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے کا مشورہ دیا تھا (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) اس لیے الداعی الی الخیر کفاعلہ کے مطابق وہ بھی اس کار خیر میں شریک ہیں۔

وفات

۱۱۲ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حلیہ

آخر عمر میں سر اور داڑھی کے بال سپید ہو گئے تھے، سر میں خضاب لگاتے تھے اور داڑھی کو نورانی چھوڑ دیا تھا۔

Marfat.com

زر بن جیش رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

زر نام، ابومریم کنیت، نسباً اسدی تھے، نسب نامہ یہ ہے، زر بن جیش بن حباشہ ابن اوس بن بلال اسدی۔

فضل وکمال

زر مخضرمی تھے، یعنی انہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا تھا، اس لیے ان کو کبار صحابہ کی صحبت کا موقعہ ملا، ان کے فیض نے انہیں جلیل القدر تابعی بنا دیا، امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ کبار تابعین میں تھے، ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء) حافظ ذہبی ان کو امام اور قدوہ؛ لکھتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

قرآن

قرآن کے ممتاز قاری اور عالم تھے، حافظ ابن عبدالبر لکھتے ہیں کان عالما بالقران قارئا فاضلا (استیعاب) قرآن کا درس بھی دیتے تھے، عاصم بن بہدلہ انہی کے حلقہ درس کے فیض یافتہ تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث کے بڑے حافظ تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقۃ کثیر الحدیث (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) حافظ ذہبی ائمہ حفاظ میں لکھتے ہیں، حدیث میں انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابوذر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف، عباس بن مطلب رضی اللہ عنہ، سعید بن زید رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن یمان، ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ، وغیرہ جیسے اکابر صحابہ سے روایتیں کی ہیں۔

ابراہیم نخعی، عاصم بن بہدلہ، منہال بن عمرو، عیسیٰ بن عاصم، عدی بن ثابت، امام شعبی، زبید الیامی اور ابواسحٰق شیبانی وغیرہ آپ کے خوشہ چینوں میں تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ادب

مذہبی علوم کے علاوہ زر عربی زبان کے بھی بڑے فاضل تھے، اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ ان سے استفادہ کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اختلاف رائے کے ساتھ اتحاد عمل

ان لوگوں کے لیے جن کی زبانیں ادنی ادنی اختلاف پر آپس میں تیر ونشتر چلاتی ہیں؛ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر جنگ وجدال نوبت آجاتی ہے، ان بزرگوں کا یہ نمونہ قابل تقلید ہے کہ اختلاف مسلک کے باوجود بشرطیکہ اس کا تعلق اصول اسلام سے

Marfat.com

نہ ہوتا تو سب وشتم کجا اس کا اثر ان کے تعلقات تک پر نہ پڑتا اور ایک دوسرے کے احترام میں سرمو فرق نہ آنے دیتے، زر علوی تھے اور ایک دوسرے تابعی ابووائل عثمانی دونوں ایک ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے، ابووائل زر کا بڑا احترام کرتے تھے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

توہین مذہب پر غیظ وغضب

لیکن اگر کسی چیز میں کسی دینی شعار کی توہین کا ادنی شائبہ بھی نکلتا تو یہ مصالحت اور درگزر غیظ وغضب میں بدل جاتا تھا، ایک مرتبہ زر اذان دے رہے تھے ایک انصاری کا ادھر سے گزر ہوا، اس نے کہا ابومریم میں تم کو اس سے بالاتر سمجھتا تھا، اذان کی یہ توہین سن کر انہوں نے کہا جب تک میں زندہ رہوں گا تم سے ایک لفظ نہ بولوں گا۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وفات

زر نے بڑی طویل عمر پائی، آخر عمر میں اعضاء میں رعشہ پیدا ہوگیا تھا، باختلافِ روایت ۸۱ یا ۸۲ یا ۸۳ھ میں وفات پائی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) وفات کے وقت ۱۲۲ سال کی عمر تھی۔

زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

زید نام، ابواسامہ کنیت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غلامی کا شرف رکھتے تھے۔

فضل وکمال

زید اس بزرگ اور محترم ہستی کے غلام تھے جس کے ادنی صحبت یافتہ علم وعمل کے پیکر بن گئے، زید تو خاص غلاموں میں تھے، انہوں نے آقا سے زیادہ آقا زادہ یعنی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سرچشمہ علم سے فیض حاصل کیا، ان کے فیضِ صحبت نے زید کو دولتِ علم سے مالا مال کردیا تھا اور ان کا شمار علماء مدینہ میں ہونے لگا تھا، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں۔

تفسیر قرآن

زید کو قرآن، حدیث، فقہ، جملہ مذہبی علوم میں پورا درک تھا، وہ قرآن کی تفسیر کے بڑے عالم تھے، ابن حجر لکھتے ہیں، کان عالما بتفسیر القرآن (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد مطبوعہ، بیروت)

حدیث

حدیث میں بھی ان کے علم کا دائرہ وسیع تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقۃ کثیر الحدیث (ایضاً بحوالہ ابن سعد) صحابہ میں

Marfat.com

انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، عائشہ صدیقہ، ربیعہ بن عبادہ وائلی رضی اللہ عنہ، سلمہ بن اکوع، اور تابعین میں ابو صالح السمان عطاء بن یسار، حمران علی بن حسین، بسر بن سعید، اعرج، عبدالرحمٰن بن دعلہ، عبدالرحمٰن بن سعید قعقاع بن حکیم، اور عیاض ابن عبداللہ بن سعد وغیرہ سے سماع کیا تھا۔

(تہذیب التہذیب وتہذیب الاسماء)

ان کے لڑکے عبداللہ، عبدالرحمٰن اور اسامہ، مالک بن انس، ابن عجلان، ابن جریج، سلیمان بن ہلال، حفص بن میسرہ، داؤد بن قیس الفراء، ایوب سختیانی، جریر بن حازم، عبیداللہ بن عمر، ابن اسحٰق، محمد بن جعفر بن ابی کثیر وغیرہ ان کے تلامذہ میں تھے۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ میں خصوصیت کے ساتھ زیادہ درک تھا، حافظ ذہبی، امام نووی، حافظ ابن حجر سب ان کو بالاتفاق فقیہ مدینہ لکھتے ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ، وتہذیب التہذیب حوالہ مذکور)

حلقہ درس

مسجد نبوی میں زید کا حلقہ درس تھا جس میں بڑے بڑے فقہاء اور اکابر مدینہ شریک ہوتے تھے، اعرج اس حلقہ کے ایک رکن تھے، بیان ہے کہ زید بن اسلم کے حلقہ درس میں چالیس بڑے بڑے فقہاء شریک ہوتے تھے، ان میں باہم اتنی ہمدردی تھی کہ ہر شخص کا مال دوسرے کی ضرورت کے لیے وقف تھا؛ اس درس میں ایسی حدیثوں پر بحث ومباحثہ میں وقت ضائع نہیں کیا جاتا تھا، جس میں کوئی افادی پہلو نہ ہو۔ (تہذیب الاسماء، ج، ق، ص:۰۰)

امام زین العابدین اپنے خاندانی حلقہ کو چھوڑ کر اس حلقہ میں شریک ہوتے تھے نافع بن جبیر نے ان پر اعتراض کیا کہ آپ اپنی خاندانی مجلس کو چھوڑ کر ابن خطاب کے غلام کے درس میں شریک ہوتے ہیں، آپ نے جواب دیا آدمی اسی مجلس میں شریک ہوتا ہے جس سے اس کے دین کو کوئی فائدہ پہنچتا ہو۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وقار وہیبت

زید اگرچہ غلام تھے، لیکن ان کی علمی جلالت کی وجہ سے سب پر ان کی ہیبت چھائی رہتی تھی، مالک بن عجلان بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر کسی کا اتنا رعب نہ تھا، جس قدر زید بن اسلم کا ہیبت سے لوگوں کو سوال کرنے اور پوچھنے تک کی ہمت نہ پڑتی تھی، جب ان کا دل چاہتا خود سے حدیثیں بیان کرتے، جب خاموش ہوجاتے تو پھر کسی کو سوال کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

محبوبیت

اس ہیبت کے ساتھ ان کو بڑی محبوبیت اور مقبولیت حاصل تھی وہ لوگوں کے محبوب القلوب تھے،ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ میرے والد کبھی کبھی مجھ کو اپنے کسی ہم جلیس کے پاس کام سے بھیج دیتے تھے، یہ میرا سر چومتے اور سہلا کر کہتے خدا کی قسم تمہارے والد مجھے میری اولاد اور میرے گھر والوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں،اگر خدا ان دونوں میں سے کسی ایک کو اٹھانا چاہے اور ہم کو انتخاب کا اختیار دے تو ہم زید کی زندگی اور سلامتی کے مقابلہ میں اپنی اولاد اور اپنے اہل وعیال کا اٹھ جانا پسند کریں گے۔ (تہذیب التہذیب،مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ابو حازم دعا کیا کرتے تھے کہ خدایا مجھے زید کی موت کا دن نہ دیکھانا،ان کے سوا میری ذات اور میرے مذہب کے لیے کوئی پسندیدہ اور نفع بخش باقی نہیں رہا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ،مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اخلاق

علمی کمالات کے ساتھ زید اختلاقی فضائل سے بھی آراستہ تھے،امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ صالح تابعی تھے۔ (تہذیب الاسماء، ج اول،ق اول،ص:۰۰) ان کو ایک نظر دیکھ لینے سے عبادت کی قوت پیدا ہوتی تھی،ابو حازم کہتے تھے،خدایا تو خوب جانتا ہے کہ میں زید کو اس لیے دیکھتا ہوں کہ ان کو دیکھنے سے تیری عبادت کی طاقت آئی ہے، جب ان کی نظر کا یہ اثر ہے تو ان سے ملاقات اور گفتگو کا کیا اثر ہوگا۔ (تہذیب التہذیب،تذکرۃ الحفاظ،طبقات ابن سعد،مطبوعہ،بیروت) وفات: ۱۳۲ھ میں انتقال کیا۔

سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

سالم نام،ابو عمر کنیت،حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نامور فرزند حضرت عبداللہ کے خلف الصدق تھے،دادھیال کی طرح ان کا ننہال بھی روشن وتاباں تھا،حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں یزدگرد شاہنشاہ ایران کی جولڑکیاں گرفتار ہوئی تھیں،ان میں سے ایک عبداللہ کو دی گئی تھی،سالم اسی کے بطن سے تھے،اس طرح ان کی رگوں میں ایران کے شاہی خاندان کا خون بھی شامل تھا۔ (تہذیب التہذیب،مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضل وکمال

سالم کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ان بزرگوں میں تھے جو علم وعمل کا پیکر اور زہد وورع کی تصویر تھے،ان کی تعلیم وتربیت نے انہیں بھی اپنا مثنیٰ بنا دیا تھا،ارباب سیر کا متفقہ بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کی تمام اولادوں میں سب سے زیادہ ان سے مشابہ عبداللہ تھے اور عبداللہ کی اولادوں میں اُن کے مشابہ سالم تھے (طبقات ابن سعد،مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) اس طرح سالم گویا

Marfat.com

عمر فاروق کا نقشِ ثانی تھے۔

ان کا شمار مدینہ کے ان تابعین میں تھا جو اقلیم وعمل دونوں کے فرماں روا تھے علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ سالم فقیہ، حجت اور ان مخصوص علماء میں تھے، جن کی ذات علم وعمل دونوں کی جامع تھی (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) امام نووی لکھتے ہیں کہ سالم کی امامت، جلالت، زہدو ورع اور علوئے مرتبت پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء، جلد اول، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

تفسیر

تفسیر، حدیث، فقہ جملہ فنون میں ان کو یکساں درک تھا، لیکن شدتِ احتیاط کی وجہ سے قرآن کی تفسیر نہ بیان کرتے تھے (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) اسی لیے مفسر کی حیثیت سے انہوں نے کوئی خاص شہرت نہیں حاصل کی۔

حدیث

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حدیث کے رکن اعظم تھے، سالم نے زیادہ تر انہی کے خرمن سے خوشہ چینی کی تھی، ان کے علاوہ اکابر صحابہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابوایوب رضی اللہ عنہ انصاری، اور عائشہ رضی اللہ عنہ صدیقہ وغیرہ سے بھی استفادہ کیا تھا (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) ان بزرگوں کے فیض سے ان کا دامنِ علم نہایت وسیع ہو گیا تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ سالم ثقہ، کثیر الحدیث اور عالی مرتبہ لوگوں میں تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

تلامذہ

حدیث میں عمرو بن دینار، امام زہری، موسیٰ بن عقبہ، حمید الطّویل، صالح بن کیسان، عبیداللہ بن عمرو بن دینار، امام زہری، موسیٰ بن عقبہ، حمید الطّویل، صالح بن کیسان، عبیداللہ بن عمرو بن حفص، ابوواقد لیثی، عاصم بن عبداللہ، عبداللہ بن ابی بکر، اور ابوقلابہ جرمی جیسے اکابر محدثین ان کے تلامذہ میں تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فقہ

سالم کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا، اس میں وہ امامت کا درجہ رکھتے تھے بعض ائمہ جن میں ایک ابن مبارک بھی ہیں ان کو مدینہ کے مشہور سات فقہا میں شمار کرتے تھے۔ (تہذیب الاسماء، جلد اول، ق اول) گو ساتویں فقیہ کی تعین میں اختلاف ہے، مختلف اشخاص نے اپنی اپنی نظر وبصیرت کے مطابق مختلف نام لیے ہیں، لیکن بہر حال اس زمرہ میں سالم کا نام بھی لیا جاتا ہے، ان کے فقہی کمالات کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ مدینہ کی صاحب افتا جماعت کے وہ ممتاز رکن تھے۔

(اعلام الموقعین، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

زہد وتقویٰ

سالم علم کے ساتھ عمل کے بھی اسی درجہ پر تھے، امام مالک فرماتے تھے کہ سالم کے زمانہ میں ان سے زیادہ زہدو ورع میں

Marfat.com

سلف صالحین سے مشابہ کوئی نہ تھا (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) امام نووی اور حافظ ذہبی وغیرہ جملہ ارباب سیران کے زہدوورع پر متفق البیان ہیں۔

صحت عقیدہ

عقائد میں وہ سلف صالحین کے سادہ اور بے آمیز عقیدہ کے پابند تھے اور بعد میں جونکتہ آفرینیاں ہوئیں انہیں سخت ناپسند کرتے تھے؛ چنانچہ قدریوں پر جو قدر کی بنا پر خیر وشر کا عقیدہ رکھتے ہیں لعنت بھیجتے تھے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

شدت احتیاط

وہ ہر چیز میں انتہائی احتیاط برتتے تھے، جس بات میں جھوٹ کا خفیف سا شائبہ بھی نکلتا اسے پسند نہ کرتے تھے، اس زمانہ میں ایک کپڑا ست گزا مشہور تھا جو سات گز سے کچھ کم ہوتا تھا، لیکن عرف عام میں وہ، ست گزا ہی کہلاتا تھا، مروان بن جبیر بزاز کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سالم کپڑا خریدنے کے لیے آئے میں نے ان کے سامنے ست گزا پھیلا دیا، وہ سات گز سے کچھ کم تھا، فرمایا تم نے تو سات گز کہا تھا، میں نے کہا ہم لوگ اسی کو ست گزا کہتے ہیں فرمایا جھوٹ ایسا ہی ہوتا ہے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

خون مسلم کی حرمت

آپ کے نزدیک مسلمان کا خون اتنا محترم تھا کہ مجرم مسلمان پر بھی ہاتھ نہ اٹھاتے تھے، ایک مرتبہ حجاج نے آپ کو ایک ایسے شخص کے قتل کا حکم دیا، جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں کے معاونین میں تھا؛ آپ تلوار لے کر مجرم کی طرف بڑھے اور پاس جا کر اس سے پوچھا تم مسلمان ہو، اس نے کہا ہاں، مسلمان ہوں، لیکن آپ کو جو حکم دیا گیا ہے، اسے پورا کیجئے، آپ نے پوچھا تم نے آج صبح کی نماز پڑھی ہے اس نے کہا ہاں پڑھی ہے، یہ سن کر سالم لوٹ گئے اور حجاج کے سامنے تلوار پھینک کر کہا یہ شخص مسلمان ہے، آج صبح تک اس نے نماز پڑھی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے صبح کی نماز پڑھ لی وہ خدا کے حفظ وامان میں آ گیا، حجاج نے کہا ہم اس کو صبح کی نماز کے لیے تھوڑے ہی قتل کرتے ہیں؛ بلکہ اس لیے قتل کرتے ہیں کہ وہ قاتلین عثمان کے معاونوں میں ہے، فرمایا اس کے لیے اور لوگ موجود ہیں جو عثمان کے خون کا انتقام لینے کے ہم سے زیادہ حق دار ہیں، سالم کے والد حضرت عبداللہ کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو انہوں نے فرمایا سالم نے سمجھداری کا کام کیا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

امراء کی دولت سے بے نیازی

آپ غیر خدا کے سامنے کسی حاجت کو پیش کرنا پسند نہ کرتے اور امراء کی دولت اور اُن کی دادودہش سے اتنے بے نیاز

Marfat.com

تھے؛ کہ ان کی درخواست پر بھی کبھی خواہش کا اظہار نہ کرتے تھے، ہشام بن عبدالملک آپ کو بہت مانتا تھا اور اتنا احترام کرتا تھا کہ آپ نہایت معمولی اور موٹے جھوٹے لباس میں بے محابا اس کے دربار میں چلے جاتے تھے اور وہ اسی لباس میں آپ کو تخت شاہی پر ساتھ بٹھاتا تھا (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ایک مرتبہ وہ حج کے لیے آیا خانہ کعبہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی، ہشام نے آپ سے درخواست کی آپ کی جو ضروریات ہوں انہیں بیان کیجئے، آپ نے فرمایا خدا کے گھر میں کسی غیر سے نہ مانگوں گا۔ (ابن خلکان، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

یلو موننی فی سالم و الو مهم وجلدة بین العین و الأنف سالم

لوگ مجھے سالم کے معاملہ میں ملامت کرتے ہیں اور میں ان کو ملامت کرتا ہوں سالم آنکھ اور ناک کے درمیانی چمڑے کی طرح عزیز ہیں۔

وفات

ذی الحجہ ۱۰۶ میں مدینہ میں وفات پائی، ہشام بن عبدالملک نے جو حج سے فراغت کے بعد مدینہ آیا ہوا تھا، نماز جنازہ پڑھائی، جنازہ میں خلقت کا اتنا ہجوم تھا کہ بقیع کے میدان میں نماز پڑھائی گئی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حلیہ ولباس وغیرہ

سالم کی زندگی نہایت سادہ تھی، اس میں تکلف وتصنع کا گذر نہ تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ان کی زندگی نہایت خشک اور سادہ تھی، صوف کا لباس پہنتے تھے، پورے لباس کی قیمت دو درہم سے زیادہ نہ ہوتی تھی، غذا میں صرف روٹی اور روغن زیتون ہوتا تھا (تذکرۃ الحفاظ) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زندگی بھی یہی تھی، گوشت بہت کم کھاتے تھے اور لوگوں کو منع کرتے تھے کہ گوشت کم کھایا کرو اس میں شراب کی جیسی تیزی ہوتی ہے۔ (ابن خلکان، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

لیکن اس غذا کے باوجود جسم سرسبز وشاداب تھا، ایک مرتبہ ہشام نے حج کے موقعہ پر جبکہ لباس میں صرف احرام ہوتا ہے، ان کے جسم کی تازگی دیکھ کر پوچھا ابو عمیر کیا کھاتے ہو انہوں نے کہا روٹی اور روغن زیتون، اس نے کہا یہ غذا کیسے کھائی جاتی ہے، فرمایا اسے ڈھک کر رکھ دیتا ہوں، جب بھوک معلوم ہوتی ہے، اس وقت کھا لیتا ہوں۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اولاد

اپنے بعد کئی اولادیں یادگار چھوڑیں، عمر، ابوبکر، عبداللہ، عاصم، جعفر، عبدالعزیز، فاطمہ اور حفصہ۔

Marfat.com

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

سعید نام، ابوعبداللہ کنیت، نبی والبہ بن حارث اسدی کے غلام تھے، اس نسبت سے وہ والبی کہلاتے تھے، ان کا شمار ان تابعین میں ہے، جو علم وعمل کے مجمع البحرین تھے۔

فضل وکمال

سعید کا آغاز اگرچہ غلامی سے ہوا، لیکن آگے چل کر وہ اقلیم علم کے تاجدار بنے، حافظ ذہبی انہیں علمائے اعلام میں لکھتے ہیں (تذکرہ الحفاظ) امام نووی کا بیان ہے کہ سعید تابعین کے ائمہ کبار میں تھے، تفسیر، حدیث، فقہ، عبادت اور زہد وورع جملہ کمالات میں وہ کبار آئمہ اور سرکردہ تابعین میں تھے۔ (تہذیب الاسماء، جلد اول، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تعلیم

سعید نے گو اس زمانہ میں ہوش سنبھالا، جب اکابر صحابہ کی بڑی تعداد اٹھ چکی تھی، پھر بھی باقیات صالحات میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ، اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ علمائے صحابہ موجود تھے، سعید بن جبیر ان کے فیضان علم سے پورے طور سے مستفید ہوئے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) خیر الامۃ عبداللہ بن عباس کے خرمن کمال سے خصوصیت کے ساتھ زیادہ خوشہ چینی کی تھی۔ (ابن خلکان، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا حلقہ درس اتنا وسیع اور جامع تھا کہ اس میں قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، فرائض، ادب وانشاء اور شعر وشاعری جملہ علوم وفنون کا دریا بہتا تھا۔ (مستدرک، امام حاکم، دار الکتب بیروت حاکم)

سعید بن جبیر اس بحر بے کراں سے زیادہ سیراب ہوئے، وہ نہایت پابندی سے اس حلقہ میں شریک ہوتے تھے ان کے تعلیم حاصل کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ باہر کے سائلین جو سوالات کرتے تھے اور جو مسائل پوچھتے تھے اور ابن عباس ان کے جو جوابات دیتے تھے، سعید خاموشی کے ساتھ ان کو سنا کرتے تھے اور کبھی کبھی خود بھی کچھ پوچھ لیتے تھے، ان سوالات میں حدیثیں بھی ہوتی تھیں اور فقہ کے مسائل بھی ہوتے تھے، لیکن انہیں قلمبند کرنے کے بارہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ممانعت تھی، اس لیے کچھ دنوں تک ابن جبیر بغیر لکھے ہوئے زبانی یاد کرلیا کرتے تھے، لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پھر لکھنے کی اجازت مل گئی تھی؛ چنانچہ انہوں نے لکھنا شروع کردیا تھا، بعض بعض دن اس کثرت سے مسائل پیش ہوئے تھے کہ لکھتے لکھتے ابن جبیر کی بیاض پر ہوجاتی تھی اور انہیں کپڑوں اور ہتھیاروں پر لکھنے کی نوبت آجاتی تھی کبھی ایسا بھی اتفاق ہوتا کہ کوئی سائل نہ آتا اس دن

Marfat.com

ایک حدیث بھی لکھنے کی نوبت نہ آتی تھی اور یوں ہی لوٹ آتے تھے۔(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے بعد انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا تھا ان سے استفادہ کا سلسلہ ابن جبیر کے قیام کوفہ تک جب کہ وہ خود صاحب افتا ہو گئے تھے قائم رہا؛ چنانچہ ان کا خود بیان ہے کہ جب کسی مسئلہ میں علمائے کوفہ میں اختلاف ہوتا تھا، تو میں اسے لکھ لیتا تھا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھتا تھا۔

(طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

ان بزرگوں کے فیض نے انہیں قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ اور فرائض وغیرہ جملہ مذہبی علوم کا دریا بنا دیا تھا۔

(تہذیب اسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

قرات

قرآن کے نہایت اچھے قاری تھے، قرات ترجیع کے ساتھ کرتے تھے، لیکن گا کر قرآن پڑھنا سخت ناپسند کرتے تھے (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) تمام مشہور قراتوں کے عالم تھے، معمول تھا کہ ایک شب کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرات کے مطابق قرآن سناتے تھے، ایک شب کو زید بن ثابت کی قرات کے مطابق، اسی طریقہ سے وہ ہر شب کو باری باری سے تمام مشہور قاریوں کی قرات سناتے تھے۔(ابن خلکان)

تفسیر

قرات اور تفسیر دونوں فنون کی تعلیم انہوں نے اس فن کے امام حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حاصل کی تھی (ایضا) آیات قرآنی کے شانِ نزول اور ان کی تفسیر وتاویل پر پوری نظر تھی جب ان کے سامنے قرآن کی کوئی آیت پڑھی جاتی تھی تو وہ اس کا پورا مالہ وما علیہ بتا دیتے تھے، ابو یونس قزی کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ سعید بن جبیر کے سامنے یہ آیت:

الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ

مگر ناتواں مردوں عورتوں اور لڑکوں میں سے۔

پڑھی تو انہوں نے کہا، اس میں جن کا تذکرہ ہے وہ مکہ کے کچھ مظلوم تھے، میں نے کہا میں ایسے ہی لوگوں (یعنی حجاج کے ستم رسیدہ) کے پاس سے آرہا ہوں، سعید نے کہا بھتیجے ہم لوگوں نے اس کے خلاف بڑی کوشش کی لیکن کیا کیا جائے خدا کی مرضی یہی ہے۔(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اعمش روایت کرتے ہیں کہ سعید بن جبیر ان ارضی واسعۃ کی تفسیر میں بیان کرتے تھے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب اس میں گناہ کیا جائے تو اس سے نکل جاؤ۔(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

تفسیر کا درس

ابن جبیر تفسیر کا درس بھی دیتے تھے، وقاء بن ایاس بیان کرتے ہیں کہ عزرہ تفسیر کی کتاب (غالباً کاپی اور بیاض) اور دوات

Marfat.com

لے کر ابن جبیر کے پاس آتے جاتے تھے (ایضاً) لیکن بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تفسیر کا قلمبند کرنا ناپسند کرتے تھے؛ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے اپنے لیے آپ سے تفسیر قلمبند کرنے کی درخواست کی، آپ نے فرمایا تفسیر قلمبند کرنے کے مقابلہ میں مجھے یہ پسند ہے کہ میرا ایک پہلو مفلوج ہو جائے۔ (ابن خلکان، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث کے اکابر حفاظ میں تھے، صحابہ میں انہوں نے ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری، ابوموسیٰ اشعری، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ اور عدی بن حاتم وغیرہ سے سماع حدیث کیا تھا (تہذیب التہذیب) حضرت عبداللہ بن عباس کے حلقہ درس سے خصوصیت کے ساتھ زیادہ مستفید ہوئے تھے، ان کے علمی استعداد کی وجہ سے عبداللہ بن عباس ان پر بڑی شفقت کرتے تھے، اور امتحاناً ان سے حدیثیں سنتے تھے، مجاہد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ابن جبیر سے کہا کہ حدیثیں سناو، انہوں نے عرض کیا آپ کی موجودگی میں حدیث سناوں، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ بھی خدا کی نعمت ہے کہ تم میرے سامنے حدیث بیان کرو، اگر صحیح بیان کرو گے تو فبہا اور اگر کہیں غلطی ہوگی تو میں اس کی تصحیح کر دونگا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

بنی وداعہ کے موذن کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ ابن عباس کے پاس گیا وہ حریر کے گدے پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے اور سعید ان کے پیروں کے پاس بیٹھے تھے، ابن عباس ان سے کہہ رہے تھے کہ تم نے مجھ سے بہت سی حدیثیں حفظ کی ہیں، دیکھوں ان کو کیسے روایت کرتے ہو۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ان کی اس توجہ نے ابن جبیر کو حفاظ حدیث کا امام اور سرگروہ بنا دیا تھا، ان کی مرویات کا بڑا حصہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی احادیث پر مشتمل ہے، اس سے حدیث میں ان کی درجہ کا اندازہ ہو جاتا تھا۔

فقہ

فقہاء کی جماعت میں بھی انہیں امتیازی درجہ حاصل تھا (تہذیب الاسماء) اس فن کی تعلیم بھی انہوں نے ابن عباس ہی سے حاصل کی تھی اور اس میں ان کو اتنا کمال حاصل تھا کہ مرکز فقہ کوفہ کے صاحب افتا تابعین میں ہو گئے تھے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) کوفہ کے عہدہ قضاء پر بھی کچھ دنوں تک ممتاز رہے، پھر ابوہریرہ ابن موسیٰ اشعری قاضی کوفہ کے مشیر ہو گئے تھے (ابن خلکان) مرکز علم و افتاء مکہ میں جب آنا ہوتا تھا، تو یہاں بھی افتا کا سلسلہ جاری رہتا تھا (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) حضرت عبداللہ بن عباس کو ان کے فتووں پر اتنا اعتماد تھا کہ اگر کوفہ کا کوئی آدمی آپ سے فتویٰ پوچھنے کے لیے آتا، تو آپ اس سے فرماتے کیا سعید بن جبیر تمہارے یہاں نہیں ہیں۔ (تہذیب الاسماء، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

مسائل طلاق کے خصوصیت کے ساتھ بڑے عالم تھے، کان اعلم التابعین بالطلاق سعید بن جبیر۔

(شذرات الذہب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

فرائض

ریاضی کے بڑے ماہر تھے اس لیے فرائض میں خاص ملکہ تھا، اکابر صحابہ فرائض کے سائلین کو ان کے پاس بھیجتے تھے، ایک مرتبہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فرائض کا ایک سائل آیا آپ نے اس سے کہا ابن جبیر کے پاس جاؤ وہ مجھ سے زیادہ حساب جانتے ہیں، وہ تم کو وہی بتائیں گے جو فرض مقرر ہے۔ جب انہیں مدینہ جانے کا اتفاق ہوتا تھا، تو علمائے مدینہ ان سے فرائض سیکھتے تھے، امام زین العابدین کا بیان ہے کہ سعید بن جبیر جب ہمارے یہاں سے گزرتے تھے، تو ہم لوگ ان سے فرائض اور ان باتوں کو پوچھتے تھے جن سے خدا ہم کو فائدہ پہنچاتا تھا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

جامعیت

غرض سعید بن جبیر کی ذات جملہ علوم وفنون کی جامع تھی، جو کمالات دوسرے علماء میں فرداً فرداً تھے، وہ ان کی ذات میں تنہا مجتمع تھے، خصیف کا بیان ہے کہ مسائل طلاق کے سب سے بڑے عالم سعید بن مسیّب تھے، حج کے عطاء تھے، حلال وحرام کے طاؤس تھے اور تفسیر کے مجاہد تھے اور ان سب کی جامع سعید بن جبیر کی ذات تھی۔ (ابن خلکان، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وہ علم کا ایسا سرچشمہ تھے جس کی اس عہد کے تمام علماء کو احتیاج تھی، میمون بن مہران کا بیان ہے کہ سعید نے ایسے وقت میں انتقال کیا کہ روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہ تھا جو ان کے علم کا محتاج نہ رہا ہو۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اشاعت علم

علم وفن کا یہ ذخیرہ انہوں نے اپنی ذات تک محدود نہ رکھا؛ بلکہ جہاں تک ہو سکا اس سے دوسروں کو فائدہ پہنچایا، آپ کے بعض کوتاہ نظر اصحاب آپ کو حدیث بیان کرنے پر ملامت کرتے تھے، آپ انہیں جواب دیتے، مجھے تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے حدیث بیان کرنا زیادہ پسند ہے، بہ نسبت اس کے کہ میں اسے اپنی قبر میں ساتھ لے جاؤں۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تلامذہ

آپ کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا، بعضوں کے نام یہ ہیں، آپ کے صاحبزادگان عبد الملک اور عبد اللہ، یعلی بن حکیم، یعلی بن مسلم، ابو اسحٰق سبیعی، ابو الزبیر مکی، آدم بن سلیمان، اشعث بن ابی الشعثاء، ذر بن عبد اللہ مرہبی، سالم الافطس سلمہ بن کہیل، طلحہ بن مصرف اور عطاء بن سائب وغیرہ۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ناقدروں سے بخل

لیکن یہ علمی فیاضی انہی لوگوں کے لیے تھی، جو اس کے مرتبہ شناس اور قدر دان ہوتے تھے ورنہ نااہلوں سے وہ اسے چھپاتے تھے، محمد بن حبیب کا بیان ہے کہ سعید بن جبیر کے اصفہان کے قیام کے زمانہ میں جب لوگ ان سے حدیثیں پوچھتے تو

Marfat.com

وہ نہ بتاتے، لیکن جب کوفہ آئے، تو فیض جاری کر دیا، لوگوں نے پوچھا ابو محمد کیا بات ہے، اصفہان میں تو آپ حدیثیں نہیں بیان کرتے تھے اور کوفہ میں بیان کرتے ہیں، جواب دیا اپنی متاع وہاں پیش کرو جہاں اس کے قدر شناس ہوں۔

(ابن خلکان، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

مذہبی کمالات

مذہبی کمالات میں بھی تابعین میں ابن جبیر کا درجہ نہایت بلند تھا وہ عبادت وریاضت اور زہد وورع کا مجسم پیکر تھے۔

سوزِ قلب وخشیت الٰہی

ابن جبیر کا دل اتنا پر سوز تھا اور ان پر خشیت الٰہی کا اتنا غلبہ تھا کہ ہر وقت ان کی آنکھیں اشکبار رہتی تھیں، پردہ شب کی تاریکی میں جو ان کی عبادت اور راز ونیاز کا خاص وقت تھا، زار زار روتے تھے، روتے روتے ان کی آنکھوں کی بینائی کم ہوگئی تھی اور ان سے پانی بہنے لگا تھا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

سَعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

سعید نام ابو محمد کنیت، نسب نامہ یہ ہے، سعید بن مسیّب بن حزن بن ابی وہب بن عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب قرشی مخزومی ان کی ماں قبیلہ اسلم سے تھیں، ننہالی شجرہ یہ ہے، ام سعید بنت حکیم بن امیہ بن حارثہ بن الاوقص اسلمی۔

ابن مسیّب بڑے جلیل، القدر تابعی اور ان نفوسِ قدسیہ میں تھے، جو اپنے علم وعمل کے اعتبار سے ساری دنیائے اسلام کے امام اور مقتدیٰ مانے جاتے تھے، ان کے والد مسیّب اور دادا حزن دونوں صحابی تھے، فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے ناموں کو جن کے معنی میں برائی کا پہلو نکلتا ہو پسند نہ فرماتے تھے، اس لیے حزن کا نام جس کے معنی غم کے ہیں بدل کر سہیل رکھنا چاہا، لیکن حزن نے جن میں اس وقت تک قدامت پرستی کا جذبہ باقی تھا، یہ عذر کیا کہ یا رسول اللہ یہ نام والدین کا رکھا ہوا ہے اور اس نام سے مشہور بھی ہو چکا ہوں اس لیے اس کو نہ بدلے ان کے عذر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنے دیا، لیکن اس نام کی نحوست کا یہ اثر تھا کہ سعید بن مسیّب کا بیان ہے کہ ہمارے گھر میں ہمیشہ غمگینی چھائی رہی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

پیدائش

باختلاف روایت یا جلوس عمری میں سعید بن مسیّب پیدا ہوئے ایک بیان یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات

Marfat.com

سے دو سال پہلے تولد ہوئے، لیکن پہلی روایت زیادہ معتبر ہے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عہد معاویہ

ابن مسیّب خلافتِ راشدہ کے آخری دور میں بالکل کم سن تھے، اس لیے اس عہد کا ان کا کوئی واقعہ قابلِ ذکر نہیں ہے، امیر معاویہ کے زمانہ میں بھی وہ عملی زندگی میں کہیں نظر نہیں آتے بعض روایات سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ تحصیل علم سے فارغ ہو کر مسند علم وافتا کی زینت بن چکے تھے۔ (ایضاً)

ابن زبیر کی بیعت سے اختلاف

عبداللہ بن زبیر کے زمانہ سے ان کے حالات کا پورا پتہ چلتا ہے اور اس کا آغاز ان کی حق گوئی سے ہوتا ہے وہ ایسے حق گو اور حق پرست تھے کہ خلفاء اور سلاطین کے مقابلہ میں بھی ان کی زبان خاموش نہ رہتی تھی؛ چنانچہ ان کی تاریخ کا آغاز ہی خلفاء کے ساتھ اختلاف سے ہوتا ہے، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے جب خلافت کا دعویٰ کیا اور جابر بن اسود، اہل مدینہ سے ان کی بیعت لینے کیلئے آیا تو ابن مسیّب نے اختلاف کیا اور کہا جب تک تمام مسلمانوں کا کسی شخص پر اتفاق نہ ہو جائے، اس وقت تک کسی کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرنی چاہئے۔

کوڑوں کے مقابلہ میں اعلانِ حق

ابن مسیّب مدینہ کے ممتاز ترین بزرگ تھے، ان کی مخالفت کے معنی یہ تھے کہ مدینہ سے ایک ہاتھ بھی بیعت کے لیے نہ بڑھنا، اس لیے جابر نے حکومت کے گھمنڈ میں آپ کو کوڑوں سے پٹوایا، لیکن آپ کی حق گو زبان جبر وتشدد سے رکنے والی نہ تھی ؛چنانچہ وہ عین سزا کی حالت میں بھی اعلان حق کرتی رہی، جابر کے چار بیویاں تھیں ایک کو اس نے طلاق دے کر عدت گزرنے سے پہلے پانچویں شادی کر لی تھی، جو صریحاً حرام ہے؛ چنانچہ ٹھیک اس وقت جب ان پر کوڑے برس رہے تھے وہ کہہ رہے تھے کہ کتاب اللہ کا حکم سنانے سے مجھے کوئی چیز نہیں روک سکتی، خدا فرماتا ہے: فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ اور تو نے چوتھی کی عدت ختم ہونے سے قبل پانچویں عورت سے شادی کر لی جو تیرے دل میں آئے کر گزر، عنقریب تجھ پر برا وقت آنے والا ہے، اس واقعہ کے تھوڑے ہی دنوں کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما قتل ہو گئے (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ابن زبیر رضی اللہ عنہما کو اپنے مقتول ہونے سے پہلے ابن مسیّب کے ساتھ جابر کی اس گستاخی کا علم ہو چکا تھا، وہ ان کے مرتبہ شناس تھے اس لیے انہوں نے جابر کو خط لکھ کر سخت تنبیہ کی اور لکھا کہ ان سے کوئی تعرض نہ کرو۔

(طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

عبدالملک سے اختلاف

عبداللہ بن زبیر کے بعد عبدالملک خلیفہ ہوئے، اس کے ساتھ بھی ابن مسیّب کا اختلاف قائم رہا، اس کی تفصیل یہ ہے کہ

Marfat.com

اموی حکومت کا بانی اور مجدد مروان بن حکم اپنے بعد علی الترتیب عبدالملک اور اس کے بعد اس کے بھائی عبدالعزیز کو خلیفہ بنا گیا تھا، مروان کے بعد عبدالملک کی نیت میں فتور پیدا ہوا، اس نے عبدالعزیز کو ولیعہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکوں ولید اور سلیمان کو ولیعہد بنانا چاہا، لیکن پھر قبیصہ بن ذویب کے سمجھانے سے کہ اس میں آپ کی بڑی بدنامی ہے رک گیا عبدالملک کی خوش قسمتی سے چند ہی دنوں کے بعد عبدالعزیز کا انتقال ہو گیا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عبدالعزیز کے انتقال کے بعد عبدالملک کے لیے میدان بالکل صاف ہو گیا اور اس نے ولید اور سلیمان کو ولیعہد بنا کر ان کی بیعت کے لیے صوبہ داروں کے نام فرمان جاری کر دیئے؛ چنانچہ ہشام بن اسمٰعیل والی مدینہ نے اہل مدینہ سے بیعت لے کر سعید بن مسیب کو بلایا انہوں نے کہا میں بغیر سوچے سمجھے بیعت نہیں کر سکتا، ایک بیان یہ ہے کہ انہوں نے جواب یہ دیا کہ میں عبدالملک کی زندگی میں دوسری بیعت نہیں کر سکتا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

کوڑوں کی مار اور قید کی سزا

ان کے اس جواب پر ہشام نے انہیں کوڑوں سے پٹوایا اور تشہیر کراتے ہوئے راس الثنیہ تک جہاں مجرموں کو سولی دی جاتی تھی، بھیجا، سعید بن مسیّب سولی کے لیے تیار ہو کر گئے تھے؛ چنانچہ سولی کے وقت ستر کھل جانے کے خیال سے جانگھیا پہن لی تھی، لیکن راس الثنیہ لے جانے کا منشاء غالباً محض تخویف تھا، اس لیے وہاں لے جا کر واپس لے آئے ابن مسیّب نے پوچھا، اب کہاں لیے جاتے ہو، جواب ملا قید خانہ؛ چنانچہ واپس لا کر قید کر دیئے گئے اور ہشام نے اپنی اس کارگزاری کی اطلاع بارگاہ خلافت میں بھجوادی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

استقلال

قید خانہ میں انہیں سمجھا بجھا کر رام کرنے کی کوشش کی گئی؛ چنانچہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے ان سے مل کر کہا سعید تم بالکل سٹھیا گئے ہو، انہوں نے جواب دیا ابوبکر خدا سے ڈرو اور اس کو سب قوتوں سے بڑھ کر سمجھو، ابوبکر برابر یہی کہتے رہے کہ تم تو اور زیادہ سٹھیا گئے ہو کسی طرح نرم ہی نہیں پڑتے، آخر میں ابن مسیّب نے جواب دیا خدا کی قسم تمہارے دل اور آنکھ دونوں کی روشنی جاتی رہی ہے، یہ جواب سن کر ابوبکر واپس چلے گئے، ہشام نے پچھوا بھیجا کہ سعید مار کے بعد کچھ نرم پڑے، ابوبکر نے جواب دیا تمہارے اس سلوک کے بعد سے خدا کی قسم وہ پہلے سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں، اب اپنا ہاتھ روک لو۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

رہائی

قبیصہ بن ذویب عبدالملک کے پرائیویٹ سکریٹری تھے، تمام شاہی ڈاک پہلے ان کے پاس آتی تھی، یہ پڑھنے کے بعد اس کو عبدالملک کے سامنے پیش کرتے تھے؛ چنانچہ ہشام کا خط بھی جس میں اس نے عبدالملک کو اپنی کارگزاریوں کی اطلاع دی

Marfat.com

تھی پہلے قبیصہ کے ہاتھ میں پڑا، یہ بڑے عاقبت اندیش، مصلحت شناس، اور سعید بن مسیّب کے مرتبہ شناس تھے اس لیے ہشام کی کارگزاری پڑھ کر بہت برہم ہوئے اور اسی وقت عبدالملک کے پاس خط لے جا کر کہا امیر المومنین ہشام خودرائی سے جو چاہتا ہے کرتا ہے، ابن مسیّب کو اس طرح مارتا اور ان کی تشہیر کرتا ہے، خدا کی قسم وہ اس تشدد اور مار سے اور زیادہ سخت ہو جائیں گے، اگر وہ بیعت نہ کریں تب بھی ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے، وہ ان لوگوں میں نہیں ہیں جن سے رخنہ اندازی یا اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ کسی قسم کی برائی کا خطرہ ہو، وہ اہل السنۃ والجماعۃ میں ہیں، آپ خود سعید کو اس کی معذرت لکھیے، عبدالملک نے کہا تم ہی اپنی طرف سے لکھ دو اور یہ ظاہر کر دو کہ ہشام نے میرے منشاء کے خلاف یہ کاروائی خود کی ہے؛ چنانچہ قبیصہ نے اسی وقت ابن مسیّب کو خط لکھ دیا، انہوں نے اسے پڑھ کر کہا کہ جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے اس کے اور میرے درمیان خدا ہے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ابن مسیّب کو خط بھجوانے کے بعد عبدالملک نے ہشام کو بھی ایک تنبیہ اور ملامت آمیز خط بھیجا اور لکھا کہ خدا کی قسم ابن مسیّب کے مارے جانے کے بجائے صلح رحم کے زیادہ مستحق ہیں، مجھ کو خوب معلوم ہے کہ ان سے کسی مخالفت اور تفرقہ کا خطرہ نہیں ہے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) یہ خط پڑھ کر ہشام سخت نادم اور شرمسار ہوا اور ابن مسیّب کو رہا کر دیا۔

سلمہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

سلمہ نام، ابو حازم کنیت، نسلاً عجمی تھے، ان کے والد دینار ایرانی تھے اور ان کی ماں رومی تھیں، ابن سعد بن ابی سفیان مخزومی کے غلام تھے، اس نسبت سے مخزومی کہلاتے۔

فضل وکمال

اگرچہ وہ ماں باپ دونوں کی جانب سے عجمی نژاد تھے، لیکن اسلام کے فیض مساوات نے ان کو مدینۃ کے شیوخ اور وہاں کے عابد وزاہد علماء کے گروہ میں شامل کر دیا تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں الواعظ الزاھد عالم المدینۃ وشیخھا امام نووی لکھتے ہیں ان کی توثیق وجلالت اور مدح وثنا پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث کے بڑے حافظ تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: کان ثقۃ کثیر الحدیث (تہذیب التہذیب بحوالہ ابن سعد) حدیث میں انہوں نے صحابہ میں سہیل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص کے خرمن علم سے

Marfat.com

خوشہ چینی کی تھی، لیکن محدثین کے نزدیک آخر الذکر دونوں بزرگوں سے ان کا سماع ثابت نہیں ہے، غیر صحابی علماء میں ایک جماعت کثیر سے روایتیں کی ہیں، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں، ابوامامہ بن سہل بن حنیف، سعید بن مسیّب، عامر بن عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن ابی قتادہ، نعمان بن ابی عیاش، یزید بن رومان، عبیداللہ بن مقسم، ابراہیم بن عبدالرحمٰن، نعجہ بن عبداللہ، ابوصالح السمان، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور ابن منکدر وغیرہ۔

زہری، عبیداللہ بن عمرو بن اسحٰق، ابن عجلان، ابن ابی ذئب، مالک، حماد، سفیان، سلیمان ابن بلال، سعید بن ہلال، عمر بن علی، ابوغسان المدنی، ہشام بن سعد، وہیب بن خالد، ابوصخر حمید بن زیادہ الخراط، اسامہ بن زید لیثی، محمد بن جعفر بن ابی کثیر اور فلیح بن سلیمان النمری وغیرہ آپ کے حلقہ تلامذہ میں ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ میں بھی انہیں پورا درک تھا اور وہ مدینہ کے مشہور فقیہ تھے، حافظ ذہبی اور امام نووی سب انہیں فقہا میں لکھتے ہیں (دیکھو تذکرۃ الحفاظ و تہذیب الاسماء حوالہ مذکور) حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ فقیہ النفس تھے، ان کے مناقب بہت ہیں، وہ فقیہ ثبت اور بلند مرتبہ تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ان کے تفقہ کی ایک سند یہ ہے کہ وہ مدینۃ الرسول کے قاضی تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وعظ و پند

مدینہ میں وعظ و پند کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

زہد و عبادت: عبادت و ریاضت کے لحاظ سے ان کا شمار صلحائے مدینہ میں تھا، ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ مدینہ کے عابد و زاہد لوگوں میں تھے، (تہذیب التہذیب) حافظ ذہبی، امام نووی اور ابن حجر وغیرہ سب ان کے نام کے ساتھ زاہد کا لقب لکھتے ہیں، غرض جماعت تابعین میں وہ ہر اعتبار سے نہایت ممتاز تھے، محمد بن اسحٰق بن خزیمہ کا بیان ہے کہ ان کے زمانہ میں کوئی ان کا مثل نہ تھا۔ (تہذیب الاسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حکمت و دانائی

مذہبی اور اخلاقی کمالات کے ساتھ ان کو حکمت سے بھی وافر حصہ ملا تھا، عبدالرحمٰن ابن زید بن اسلم کا بیان ہے کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس کے منہ سے ابوحازم کے منہ سے زیادہ حکمت قریب ہو، ابن خزیمہ کا بیان ہے کہ حکم و مواعظ میں ان کے زمانہ میں کوئی ان کا مثل نہ تھا۔ (شذرات الذہب)

حکیمانہ مقولے

آپ کے بعض حکیمانہ مقولوں سے آپ کی حکمت کا اندازہ ہوسکتا ہے، فرماتے تھے کہ وہ تمام اعمال جن کی وجہ سے موت کا

Marfat.com

آنا گراں گزرتا ہو اس کو چھوڑ دو، پھر جس وقت بھی موت آ جائے تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، جو بندہ اپنے اور اپنے رب کے درمیان فرائض تعلقات کو اچھے اور درست رکھتا ہے تو خدا اس کے اور دوسرے بندوں کے تعلقات کو درست رکھتا ہے اور جو بندہ اپنے اور خدا کے فرائض میں کوتاہی کرتا ہے تو خدا اس کے اور دوسرے بندوں کے درمیانی فرائض میں کوتاہی پیدا کرتا ہے، ایک شخص سے تعلقات خوش گوار رکھنا بہت سے لوگوں کے ساتھ تعلقات خوشگوار رکھنے سے زیادہ آسان ہے، یعنی اگر ایک خدا سے تعلقات خوشگوار ہوں تو ساری دنیا سے خوشگوار ہو جائیں گے، ایک مرتبہ خلیفہ ہشام نے آپ سے پوچھا کہ میں حکومت کی ذمہ داریوں کے مواخذہ سے کس طرح بچ سکتا ہوں، فرمایا بہت آسان ہے، ہر چیز کو جائز طریقہ سے لو، اور جائز مصرف میں اس کو صرف کرو، ہشام نے کہا یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو ہوائے نفس سے بچنے کی خدا کی جانب سے توفیق حاصل ہو۔
(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وفات

۱۴۰ میں وفات پائی۔

سلیمان بن طرخان تیمی

نام ونسب

سلیمان نام، ابو معتمر کنیت، نسباً مری تھے، لیکن بنی تمیم میں بود و باش اختیار کر لینے کی وجہ سے تیمی مشہور ہو گئے تھے، بصرہ کے بڑے عابد و زاہد تابعین میں تھے، کان من العباد المجتھدین۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضل و کمال

اگر چہ سلیمان کا طغرائے کمال ان کا زہد و ورع اور ریاضت و عبادت ہے، لیکن علمی حیثیت سے بھی وہ بصرہ کے بڑے علماء میں تھے، حافظ ذہبی، حافظ، امام، اور شیخ الاسلام کے القاب کے ساتھ ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔
(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث کے وہ ممتاز حفاظ میں تھے، علامہ ابن سعد انہیں ثقہ اور کثیر الحدیث لکھتے ہیں۔ (ابن سعد)

اس عہد کے اکابر محدثین ان کی فقط حدیث دانی کے معترف تھے، سفیان ثوری کہتے تھے کہ بصرہ کے حفاظ تین ہیں، ان میں ایک سلیمان کا نام تھا۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

صحابہ میں انہوں نے انس بن مالک اور تابعین میں حسن بصری، اعمش، قتادہ طاوس ابو اسحٰق سبیعی، ابو عثمان نہدی، ابو نضرہ

Marfat.com

عبدی، نعیم بن ابی ہند، ابی المنہال، ثابت البنانی، ابومجلز یزید بن عبداللہ بن شخیر، معبد بن ہلال اور یحیٰی بن معمر وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ان کی مرویات کی تعداد دو سو تک پہنچتی ہے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) شعبہ ان سے زیادہ کسی کو سچا نہ سمجھتے تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) اور ان کے شک کو بھی یقین کا درجہ دیتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

احتیاط فی الروایہ

اس حفظ کے باوجود وہ حدیث بیان کرنے میں اتنے محتاط تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے وقت ان کا رنگ بدل جاتا تھا۔ (تذکرہ الحفاظ)

ان کے تلامذہ کا دائرہ خاصہ وسیع تھا، ان میں معتمر، شعبہ، دونوں سفیان، زائدہ، ابیر، حماد بن سلمہ، ابن علیہ، ابن مبارک، عبدالوارث بن سعید، ابراہیم بن سعد، جریر، حفص بن غیاث عیسیٰ بن یونس، معاذ بن معاذ ہشیم، قطان اور محمد بن عبداللہ انصاری لائق ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

زہد و ورع: لیکن ان کا اصل طغریٰ کمال اُن کا زہد و ورع اور اُن کی عبادت و ریاضت ہے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ بڑے سخت عبادت گزار لوگوں میں تھے (ابن سعد) ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ وہ عابد و زاہد قائم اللیل صائم النہار اور خدا کے مطیع لوگوں میں تھے۔ (شذرات الذہب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

خشیتِ الٰہی

خدا کا خوف ان کی رگ و پے میں جاری و ساری تھا، یحیٰی القطان کہتے تھے کہ میں نے سلیمان سے زیادہ خدا کا خوف کرنے والا نہیں دیکھا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عبادت و ریاضت

ساری ساری رات عبادت کرتے تھے، اکثر عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے تھے، اُن کے صاحبزادے معتمر بھی باپ کا صحیح نمونہ تھے، دونوں باپ بیٹے رات بھر گھوم گھوم کر مختلف مسجدوں میں نماز پڑھتے تھے، معتمر کا بیان ہے کہ چالیس سال تک انہوں نے عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی، ہر سجدہ میں ستر مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہتے تھے، اور عصر سے لے کر مغرب تک تسبیح پڑھتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

روزوں سے بھی یہی شغف تھا، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن ناغہ دے کر۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

Marfat.com

صدقہ وخیرات

صدقہ بکثرت کرتے تھے، جریر کا بیان ہے کہ سلیمان ہر وقت صدقہ کیا کرتے تھے، جب صدقہ کے لیے کوئی چیز نہ ملتی تھی، تو اس بدلے میں دو رکعت نماز ہی پڑھ لیتے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حسنِ عمل

غرض ان کی زندگی کا ہر لمحہ حسنِ عمل میں گزرتا تھا، حماد بن سلمہ کا بیان ہے کہ جب ہم خدا کی عبادت کے اوقات میں سلیمان کے پاس جاتے، تو اُن کی اطاعت ہی کرتے پاتے معلوم ہوتا تھا، کہ ان میں معصیت کا مادہ ہی نہ تھا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

مواخذہ کا خوف

لیکن اس زندگی کے باوجود انہیں اپنے اعمال پر اعتماد نہ تھا کہ خدا کے یہاں کیا معاملہ پیش آنے والا ہے، فضیل بن عیاض کا بیان ہے کہ سلیمان سے کسی نے کہا کہ آپ آپ ہی ہیں آپ کے مثل کون ہے، فرمایا ایسا نہ کہو مجھے نہیں معلوم کہ میرا رب میرے ساتھ کیا معاملہ کرے گا، اس نے خود فرمایا ہے کہ بدا لھم من اللّٰہ مالم یکونوا یحتسبون ان کے لیے اللہ کی جانب سے ایسی بات ظاہر ہوگی، جس کا وہ لوگ گمان بھی نہ کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں مواخذہ کا خوف کرتے تھے، سعید بن عامر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ سلیمان بیمار ہوئے، بیماری کی حالت میں رونے لگے، کسی نے پوچھا رونے کا کیا سبب ہے، فرمایا ایک مرتبہ میں ایک قدری کے پاس سے گزرا تھا تو اسے سلام کیا تھا مجھے خوف ہے کہ اس کا مجھ سے مواخذہ نہ کیا جائے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

امر بالمعروف ونہی المنکر

امر بالمعروف اور نہی المنکر بھی حسنِ عمل کا ایک بڑا درجہ ہے، سلیمان اس کو ایک ضروری فرض سمجھتے تھے اور امراء کے قصور ومحلات میں جا کر اس فرض کو ادا کرتے تھے۔

ایک نکتہ

زمانہ کا کوئی دور سہولت پسند افراد؛ بلکہ جماعتوں تک سے خالی نہیں رہا ہے اور آج کل تو ہر شخص مذہب میں آسانی ڈھونڈھتا ہے اس قبیل کے اشخاص آسانی کے لیے کسی خاص مسلک کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ جب تمام ائمہ برحق ان کی رائیں صحیح اور ان کے مسلک درست ہیں، تو پھر کسی خاص امام اور خاص مسلک کی پابندی کیوں ضروری ہے اور الدین یسر کے ماتحت ان سب کے آسان مسائل کیوں نہ اختیار کیے جائیں، سلیمان اس قسم کی سہل پسندی کے مفاسد میں ایک دلچسپ نکتہ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر تمام علماء کی رخصتوں، یعنی جائز کردہ چیزوں اور ان کی لغزشوں کو تم اختیار کرلو تمہاری

Marfat.com

ذات میں ساری برائیاں جمع ہو جائیں گی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

وفات

۱۴۳ھ میں وفات پائی (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) وفات کے وقت ستاون سال کی عمر تھی۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

سلیمان بن یسار

نام ونسب

سلیمان نام، ابوتراب کنیت، ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کی غلامی کا شرف رکھتے تھے، پھر انہوں نے ان کو مکاتب بنادیا تھا، اس غلامی نے سلیمان کو علم وعمل کی دولت سے مالا مال کر دیا تھا۔

حرم نبوی میں آمد ورفت

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ کی غلامی کے توسل سے سلیمان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کی خدمت میں آتے جاتے تھے، اور وہ ان کی غلامی کے زمانہ تک ان سے پردہ نہ کرتی تھیں خود سلیمان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر باریابی کی اجازت چاہی، آپ نے آواز پہچان کر فرمایا: تم نے آزادی کے متعلق جو طے کیا تھا، اسے پورا کیا، میں نے عرض کیا، ہاں لیکن ابھی تھوڑا سا باقی ہے، فرمایا تو اندر چلے آؤ، تم اس وقت تک غلام ہو جب تک تمہارے ذمہ کچھ بھی باقی ہے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فضل وکمال

سلیمان اولاً خود ذاتی صلاحیت واستعداد کیلحاظ سے نہایت ذہین اور سمجھدار تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) پھر انہیں امیر المومنین کی غلامی کے تعلق سے مدینہ میں رہنے والے صحابہ کرام کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا تھا، اس لیے وہ مدینہ میں رہنے والے صحابہ کرام کی صحبت سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا تھا، اس لیے وہ مدینہ کے ممتاز ترین علماء میں ہو گئے (تہذیب الاسماء، جاول، قاول) امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت اور علمی کمال پر سب کا اتفاق ہے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

قرآن

اُن کو قرآن مجید، حدیث نبوی، فقہ جملہ علوم میں درک تھا، قرآن کے ممتاز قاریوں میں تھے۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

حدیث

جس گھر کے وہ خادم تھے، وہ حدیث نبوی کا سرچشمہ تھا، اس لیے قدرۃ احادیث نبوی کا معتدبہ ذخیرہ اُن کے حصہ میں آیا تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ عالی مرتبہ، رفیع المنزلت فقیہ، اور کثیر الحدیث تھے۔ (ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

انہوں نے حدیث میں ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ اور میمونہ رضی اللہ عنہ کے خرمن کمال سے زیادہ خوشہ چینی کی تھی، اُن کے علاوہ اکابر صحابہ میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فضل ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، مقداد بن اسود، عبداللہ بن حذافہ سہمی اور عام محدثین میں جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری، عبداللہ بن حارث بن نوفل، عبدالرحمٰن بن جابر، عراک بن مالک، مالک بن عامر اصحی وغیرہ سے فیضیاب ہوئے تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تلامذہ

حدیث میں ان کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا، بعض کے نام یہ ہیں، عمرو بن دینار وعبداللہ بن دینار وعبداللہ بن الفضل الهاشمي وأبو الزناد وبكير بن الاشج وجعفر بن عبدالله بن الحكم وسالم أبو النضر وصالح بن كيسان وعمرو بن ميمون ومحمد بن أبي حرملة والزهري ومكحول ونافع مولى ابن عمر ويحيیٰ ابن سعيد الانصاري ويعلى بن حكيم ويونس بن سيف وجماعة۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

فقہ

مگران کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا، اس میں وہ امامت اور اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ فقیہ علم اور ائمہ اجتہاد میں تھے، (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) وہ مدینہ کے ان سات مشہور فقہاء میں تھے، جو اس عہد کے امام فقہ مانے جاتے تھے (تہذیب الاسماء تذکرۃ الحفاظ حوالہ مذکور) مسائل طلاق کے خصوصیت کے ساتھ بڑے عالم تھے، قتادہ کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ مدینہ گیا اور لوگوں سے پوچھا کہ یہاں طلاق کے مسائل کا سب سے بڑا عالم کون ہے، لوگوں نے سلیمان بن یسار کا نام بتایا۔ (ابن خلکان، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

بعض علماء فقہ میں انہیں ان آئمہ پر جن کی علمی عظمت مسلم تھی، ترجیح دیتے تھے؛ چنانچہ محمد بن حنفیہ کے صاحبزادے حسن انہیں سعید بن مسیب سے زیادہ فہیم سمجھتے تھے، خود ابن مسیب ان کے اتنے معترف تھے کہ جب ان کے پاس کوئی مستفتی آتا تھا تو اسے سلیمان کے پاس بھیج دیتے تھے (ابن خلکان) اور فرماتے تھے موجودہ لوگوں میں سب سے بڑے عالم وہی ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

زہد وورع

زہد وعبادت کے اعتبار سے بھی ممتاز شخصیت رکھتے تھے، ابوزرعہ کا بیان ہے کہ سلیمان بن یسار مدنی فاضل اور عبادت گزا

Marfat.com

تھے۔(شذرات الذہب) عجلی ان کے فضائلِ علمی کے ساتھ ان کی عبادت وریاضت کی بھی شہادت دیتے ہیں۔
(تہذیب الاسماء، ج اول، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عفت

بڑے عفیف وپاک دامن تھے، اگرچہ تابعین کی مقدس جماعت کے لیے عفت وپاک دامنی کوئی بڑا وصف نہیں ہے، لیکن ترغیبات اور آزمائش وامتحان کے موقع پر پورا اترنا ہر شخص کے لیے کمال ہے، سلیمان نہایت حسین وجمیل شخص تھے، ایک مرتبہ ایک عورت نے آپ کے گھر کے اندر آکر دام ڈالنا چاہا، آپ گھر سے نکل کر بھاگ گئے۔
(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وفات: آپ کے زمانہ وفات کے بارہ میں کئی روایتیں ہیں، ان سب میں زیادہ معتبر یہ ہے کہ ۱۰۷ میں وفات پائی، وفات کے وقت ۷۳ سال کی عمر تھی۔(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

قاضی شریح بن حارث رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

شریح نام، ابوامیہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، شریح بن حارث بن قیس بن الجہم بن معاویہ بن عامر بن رائش بن حارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن کندہ کندی، بعض روایتوں میں نسب نامہ کے اوپر کے ناموں میں تھوڑا سا اختلاف ہے، ایک روایت یہ بھی ہے کہ شریح نسلاً عرب نہ تھے؛ بلکہ عجم کے ان خانوادوں میں سے تھے، جو کندہ کے حلیف بن کر یمن میں آباد ہو گئے تھے۔

عہد رسالت

شریح عہد رسالت میں موجود تھے اور بعض روایتوں کے مطابق وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف زیارت سے بھی مشرف ہوئے لیکن یہ بیان صحیح نہیں ہے، اسلام کے شرف سے تو بیشک وہ اسی عہد میں مشرف ہو گئے تھے، لیکن دولت دیدار سے محروم رہے حافظ ابن حجر کا بھی یہی فیصلہ ہے؛ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ خلفاء اربعہ کے زمانہ کے شریح کے حالات بہت ملتے ہیں، لیکن کوئی ایسا واقعہ نہیں ملتا، جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی ملاقات ثابت ہوتی ہو۔(اصابہ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

علامہ ابن سعد اور حافظ ابن عبد البر وغیرہ تمام ارباب سیر وطبقات اسی کے قائل ہیں اور شریح کو تابعین ہی میں شمار کرتے ہیں، البتہ تابعین کے زمرہ میں وہ نہایت ممتاز شخصیت رکھتے تھے اور تاریخ اسلام کے مشہور قاضی تھے۔

فضل وکمال

شریح نے بہت سے اکابر صحابہ کو پایا تھا اور ان کی صحبت اٹھائی تھی پھر وہ فطرۃ نہایت ذہین وطباع تھے (استیعاب) اس

Marfat.com

لیے علمی اعتبار سے انہوں نے اپنے اقران میں نہایت ممتاز حیثیت حاصل کرلی تھی، امام نووی لکھتے ہیں کہ شریح کی توثیق، دینداری، افضل وکمال ذکاوت اوران کی روایات سے احتجاج پر سب کا اتفاق ہے (تہذیب الاسماء، جلد اول، ق اول) حافظ صفی الدین خزرجی لکھتے ہیں کہ وہ بڑے جلیل القدر اورذکی علماء میں تھے۔ (تہذیب الکمال، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

بصرہ کے ممتاز حفاظِ حدیث میں تھے، صحابہ میں انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جیسے اکابر سے استفادہ کیا تھا، امام شعبی، ابووائل، قیس بن ابی حازم، ابن سیرین، عبدالعزیز بن رفیع، مجاہدین جبیر، عطاء بن سائب، انس بن سیرین اورابرہیم نخعی جیسے آئمہ ان کے زمرہ تلامذہ میں تھے۔
(تہذیب الاسماء، ج اول، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

اگرچہ شریح حدیث کے بھی حافظ تھے، لیکن ان کا خاص فن فقہ تھا، حافظ ذہبی اورابن حجر وغیرہ ان کا خصوصی فن فقہ ہی کو شمار کرتے ہیں اوران کے نام کے ساتھ فقیہ کا لقب لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، ص، تہذیب التہذیب حوالہ مذکور) وہ مرکز فقہ کوفہ کی جماعت افتاء کے ایک رکن تھے۔ (اعلام الموقعین، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

قیافہ وشاعری

حدیث وفقہ کے علاوہ وہ عرب کے مروجہ فنون قیافہ اورشاعری میں بھی دستگاہ رکھتے تھے (ابن سعد) شاعری میں اتنا کمال حاصل تھا کہ ایک مرتبہ انہوں نے نظم میں فیصلہ دیا تھا، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت کے خلاف جس کے ایک لڑکا تھا اوراپنے شوہر کی موت کے بعد اس نے دوسری شادی کرلی تھی، اس کی ساس نے قاضی شریح کے یہاں دعویٰ دائر کیا، عورت کا دعویٰ تھا کہ لڑکے کی ولی وہ ہے کیونکہ اس کے باپ کی ماں ہے اورساس کا دعویٰ تھا کہ بہو کے عقد ثانی کے بعد حق تولیت اسے ملنا چاہئے، ساس نے نظم میں اپنا دعویٰ پیش کیا۔

أبا أمية أتيناكو أنت المرء نأتيه   أتاك ابنى و أماهو كلتانا نفديه

ثم تزوجت فهاتيه و لا يذهب بك التيه   فلو كنت تأيمتلما نازعتكم فيه

ألا يا أيها القاضى فهذه قصتى فيه (سنن سعيد بن منصور، باب ماجاء فى الايلاء)

یعنی ابوامیہ تم آپ کے پاس انصاف کے لیے آئے ہیں، میرالڑکا (پوتا) اوراس کی ماں تیرے پاس آئے ہیں اورہم دونوں اس پر فدا ہیں (بہو سے خطاب) جب تم نے دوسری شادی کرلی تو لڑکا مجھے دے دو، زبردستی مت کرو، بیوہ ہوجانے کے بعد تم اس کے بارہ میں مجھ سے کیوں جھگڑا کرتی ہو (قاضی سے خطاب) قاضی صاحب لڑکے کے بارہ میں ہم دونوں کا قصہ یہ ہے۔

Marfat.com

بہو نے ساس کے دعویٰ کا یہ جواب دیا۔

یا أیها القاضی قد قالت لك الجده مقالا فاستمع منی ولا تنظر فی رده
أعزی النفس عن ابنی و کبدی حملت کبده فلما کان فی حجری یتیما ضائعا وحده
تزوجت رجاء الخیر من یکفینی فقده ومن یکفل لی رفده ومن یظهر لی وده

قاضی صاحب دادی یعنی میری ساس کا بیان آپ نے سن لیا، آپ میرا بھی سنیے اور اس کو رد نہ کیجیے، میں اپنے لڑکے سے اپنے دل کو تسلی دیتی ہوں، میں نے ہمیشہ اس کو کلیجے سے لگائے رکھا ہے، میری بیوہ گود میں تنہائی کی وجہ سے اس یتیم کے ضائع جانے کا خطرہ تھا، اس لیے میں نے اس کی بھلائی اور اس کی نگہداشت کے خاطر ایسے شخص سے شادی کر لی جو اس کو ضائع نہ ہونے دے اور اس کی کفالت کر سکے۔

چونکہ ساس بہو دونوں نے نظم میں دعویٰ پیش کیا تھا، اس لیے قاضی شریح نے نظم ہی میں اس کا فیصلہ دیا۔

قد فهم القاضی ماقلتما وقضا بینکما ثم فصل
بقضاء بین بینکما وعلی القاضی جهدا ان عقل
قال للجده بینی بالصبی وخذی ابنك من ذات العلل
انها لو صبرت کان لها قبل دعواها تبغیها البدل

تم دونوں نے جو کچھ کہا قاضی نے اسے سمجھا اور دونوں کے درمیان ایک واضح فیصلہ کر دیا، اگر قاضی سمجھدار ہے تو اس کوشش کرنا فرض ہے پھر دادی سے کہا لڑکے کو اس حیلہ ساز سے لے کر الگ ہو جا، اگر وہ نکاح نہ کرتی تو بچہ اس کے پاس رہتا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

قضا کی استعداد قابلیت

ایک قاضی کے لیے جن اوصاف اور صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ تمام شریح کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھیں، فضل وکمال کا حال اوپر گذر چکا، طبعا وہ نہایت ذہین، ذکی، طباع، فریس اور فہیم تھے (استیعاب) پیچیدہ سے پیچیدہ اور ظاہر فریب سے ظاہر فریب معاملات کی تہ تک پہنچ جاتے تھے، اس کی مثالیں آئندہ آئیں گی، ان اوصاف نے ان میں قدرۃ قضاء کی نہایت اعلیٰ استعداد پیدا کر دی تھی، حضرت علی رضی اللہ عنہ جن کو زبان رسالت سے اقضاھم علی، کی سند ملی تھی، شریح کو، اقضی العرب، عرب کا سب سے بڑا قاضی فرماتے تھے۔ (تہذیب الاسماء: اول، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عہد قضاء پر تقرر

عہدہ قضا پر تقرر سے پہلے، ان کی یہ استعداد و صلاحیت مشہور ہو چکی تھی اور لوگ متنازعہ فیہ معاملات میں ان کو حکم بناتے تھے؛ چنانچہ اسی سلسلہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ایک فیصلہ کو دیکھ کر انہیں کوفہ کا قاضی بنا دیا۔

Marfat.com

اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے بشرطِ پسندگی ایک گھوڑا خریدا اور امتحان کے لیے ایک سوار کو دیا، گھوڑا اسواری میں چوٹ کھا کر باغی ہوگیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو واپس کرنا چاہا، گھوڑے کے مالک نے لینے سے انکار کر دیا، اس پر نزاع ہوئی اور شریح ثالث بنائے گئے، انہوں نے یہ فیصلہ دیا کہ اگر گھوڑے کے مالک سے اجازت لے کر سواری کی گئی تھی تو گھوڑا واپس کیا جا سکتا ہے، ورنہ نہیں۔ (کتاب الاوائل الباب السابع ذکرۃ القضاۃ)

ایک دوسری روایت میں اس واقعہ کی شکل یہ ہے کہ گھوڑا امتحان میں ہلاک ہوگیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو واپس کرنا چاہا، اس پر تنازعہ ہوا اور شریح حکم مقرر ہوئے انہوں نے فیصلہ کیا کہ جس کو خریدا ہے اسی کو لینا ہوگا یا جس حالت میں لیا تھا، اسی حالت میں واپس کرنا ہوگا، اس فیصلہ پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوفہ کا قاضی بنا دیا۔
(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

قاضی شریح نے اس خدمت کو اس قابلیت، اس خوش اسلوبی اور دیانت سے ادا کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لے کر عبدالملک کے زمانہ تک مسلسل ساٹھ برس قاضی رہے، اس طویل مدت میں بڑے بڑے انقلابات وحوادث ہوئے، خلافتِ راشدہ کا دور ختم ہو کر اموی حکومت کا آغاز ہوا، ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور امویوں میں خوں ریز معرکہ آرائیاں ہوئیں، ساری دنیائے اسلام میں انقلاب برپا ہوا، لیکن شریح بدستور مسند قضا پر متمکن رہے، ابن زبیر رضی اللہ عنہما اور عبدالملک کی جنگ کے زمانہ میں اپنا دامن بچانے کے لیے صرف چند برسوں کے لیے مستعفی ہوگئے تھے۔

صفوان بن سلیم زہری رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

صفوان نام، ابوعبداللہ کنیت، والد کے نام میں اختلاف ہے، بعض سلیم اور بعض سلام لکھتے ہیں، مدینہ کے ممتاز تابعین میں تھے۔

فضل وکمال

اگرچہ صفوان کا اصل طغرائے کمال ان کا زہد وورع تھا، لیکن فضائل علمی سے بھی وہ تہی دامن نہ تھے، حافظ ذہبی ان کو ثقہ حجۃ اور اعلام میں لکھتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث میں انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابوامامہ رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ عبدالرحمٰن بن اغنم، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن، سعید بن سلمہ، عبداللہ بن سلیمان الاغر، عبدالرحمٰن ابن سعد اور عطاء بن یسار وغیرہ سے فیض اٹھایا تھا (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) اور زید بن اسلم، ابن منکدر، موسیٰ بن عقبہ، ابن جریج، یزید بن

Marfat.com

حبیب، مالک بن انس، اکابر علماء کی بڑی جماعت ان کے تلامذہ میں تھی۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

فقہ

فقہ میں بھی انہیں درک تھا، اور ان کا شمار مدینۃ الرسول کے فقہا میں تھا (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) ابن عماد حنبلی انہیں فقیہ القدوہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ (شذرات الذہب)

عبادت وریاضت

ان کا امتیازی وصف ان کا زہد وورع اور عبادت وریاضت ہے اس کے علاوہ ان کا اور کوئی مشغلہ نہ تھا، احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ وہ خدا کے بہترین بندوں میں تھے، ان کے وسیلہ سے پانی کی دعا کی جاتی تھی۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

بڑے سخت عبادتیں کرتے تھے، نیند کے غلبہ کے خوف سے جاڑوں کے موسم میں کھلی چھت پر اور گرمیوں میں بند مکان میں عبادت کرتے تھے کہ سردی اور گرمی کے غلبہ سے نیند نہ آنے پائے، نمازیں پڑھتے پڑھتے دونوں پاوں سوج جاتے تھے اور تھک کر گر پڑتے تھے (تذکرہ الحفاظ) سجدوں کی کثرت سے پیشانی زخمی ہوگئی تھی۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

انفاق فی سبیل للہ

خدا کی راہ میں انفاق کا یہ حال تھا کہ بدن کے کپڑے تک اتار کر دے دیتے تھے، ایک شب کو مسجد سے نکلے، سردی سخت تھی، مسجد کے باہر ایک آدمی ننگے بدن نظر آیا صفوان نے اسی وقت اپنے جسم کے کپڑے اتار کر دے دیئے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

دولت دنیا سے بے نیازی

استغناء اور بے نیازی کے اس درجہ پر تھے کہ سلاطین اور فرماں روا ان کی خدمت کرنا چاہتے تھے، وہ مگر قبول نہ کرتے تھے، مسجد نبوی میں عبادت کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک مدینہ آیا اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مسجد نبوی دیکھنے کے لیے گیا، ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد مقصورہ کا دروازہ کھولا تو اس میں صفوان نظر آئے، سلیمان انہیں پہچانتا نہ تھا، عمر بن عبدالعزیز سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں، ان کے بشرہ سے بہتر آثار میں نے نہیں دیکھے، عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالعزیز نے کہا امیر المومنین یہ صفوان بن سلیم ہیں، ان کا نام سُن کر اس نے غلام کو پانسو دینار کی تھیلی ان کی خدمت میں پیش کرنے کا حکم دیا، غلام نے لے جا کر پیش کی کہ یہ امیر المومنین کی جانب سے نذر ہے، وہ یہاں موجود ہیں، صفوان نے کہا تم کو دھوکا ہوا ہے کسی اور کے پاس بھیجی ہوگی، غلام نے عرض کیا آپ صفوان نہیں ہیں؟ فرمایا ہوں تو میں ہی، غلام نے کہا تو آپ ہی کو دیا ہے، فرمایا جاؤ، دوبارہ پوچھ آو، جیسے ہی غلام پوچھنے کے لیے لوٹا، صفوان فوراً جوتا اٹھا کر مسجد سے نکل گئے اور پھر جتنی دیر سلیمان مسجد میں رہا

Marfat.com

نہ دکھائی دیئے۔ (صفوۃ الصفوۃ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وفات

۱۳۲ھ میں وفات پائی۔

صفوان بن محرز رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

صفوان نام، نسبی تعلق قبیلہ بنی تمیم کی شاخ بنی مازن سے تھا، بصرہ کے عابد وزاہد تابعین میں تھے۔

فضل وکمال

علم میں کوئی امتیازی حیثیت نہ رکھتے تھے، تاہم اس سے بالکل تہی دامن بھی نہ تھے، بصرہ کے علماء باعمل میں شمار تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان لہ فضل وورع حافظ ذہبی لکھتے ہیں صفوان بن محرز المازنی احد العلماء العاملین۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث میں انہوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ اور حکیم بن حزام وغیرہ اکابر صحابہ سے استفادہ کیا تھا۔

ابوحمزہ، جامع بن شداد، خالد بن عبداللہ الاشج، عاصم الاحول، قتادہ، محمد بن واسع اور علی بن زید بن جدعان وغیرہ آپ کے زمرہ تلامذہ میں تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عمل کا درجہ

صفوان کے نزدیک تنہا علم کی کوئی حیثیت نہ تھی جب تک اس کے ساتھ عمل نہ ہو، فرماتے تھے کہ ہم کو علم سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا، جب تک اس پر عمل نہ کریں، کاش میں کچھ نہ جانتا ہوتا۔ (صفوۃ الصفوۃ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

زہد وعبادت

ان کی پوری زندگی اس اصول کا عملی نمونہ تھی، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ بڑے عابد تابعین میں تھے۔

(ایضاً، وتہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

گداز قلب

روح کا آئینہ زنگار اشک سے جلا پاتا ہے اور دل کی کھیتی آنسوؤں کی آبیاری سے ہری ہوتی ہے، صفوان کی آنکھیں شمع ہوزاں تھیں، انہوں نے ایک کنج یا غار بنالیا تھا، جس میں بیٹھ کر رویا کرتے تھے اور صرف نماز کے اوقات میں اس سے باہر نکلتے

Marfat.com

تھے، نماز پڑھنے کے بعد پھر فوراً اسی میں چلے جاتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ذکر و شغل

آپ کا ذکر و شغل حدیث خوانی تھا، جریر کا بیان ہے کہ صفوان اوران کے بھائی مذاکرہ حدیث کے لیے جمع ہوتے تھے، اس حلقہ میں جب کیفیت اور رقتِ قلب محسوس نہ ہوتی تو حاضرین ان سے حدیث بیان کرنے کی درخواست کرتے، ان کی زبان سے جیسے ہی الحمدللہ نکلتا حاضرین پر عجیب کیفیت طاری ہوجاتی، اور مشکیزہ کے منہ کی طرح ان کے آنکھوں سے آنسو پھوٹ نکلتے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

قیام لیل

آپ کی عباست کا خاص وقت شب کا تھا، تہجد پابندی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

دنیا سے کنارہ کشی

دنیا اوراس کی نعمتوں سے کبھی دامن آلودہ نہ ہوا، فرماتے تھے، اگر مجھے کھانے کے لیے روٹی کا ایک ٹکڑا جس سے توانائی قائم رہ سکے اور پینے کے لیے پانی کا ایک کوزہ مل جائے تو پھر مجھے دنیا اور اہل دنیا کی ضرورت نہیں۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

دنیا کو کارواں سے زیادہ نہ سمجھتے تھے؛ چنانچہ مستقل گھر نہیں بنایا، رہنے کے لیے ایک چھپر تھا، اس کی مرمت تک نہ کراتے تھے، ایک مرتبہ اس کی ایک لکڑی ٹوٹ گئی، لوگوں نے کہا اس کو درست کرلیجئے، فرمایا کل مرنا ہے، اگر گھر کا حقیقی مالک اس میں زیادہ ٹھہرنے کا موقع دیتا تو درست کرلیتا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

خانہ خدا کا احترام

خانہ خدا میں ہنگامہ آرائی مسجد کے احترام کے خلاف سمجھتے تھے اور ایسے مواقع پر مسجد سے چلے جاتے تھے ایک مرتبہ کچھ لوگ مسجد میں لڑ رہے تھے، آپ یہ کہہ کر وہاں سے ہٹ گئے کہ تم لوگ جنگجو ہو۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پاس

فرمان رسول کا مرتے دم تک پاس رہا، مرض الموت میں گھر والوں سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان پیش نظر رہے کہ چلا کر بین کرنے والا سر نوچنے والا اور کپڑے پھاڑنے والا ہماری جماعت میں نہیں ہے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) (نسائی، شق الجیوب)

وفات

اس مرض میں وفات پائی، سن وفات معین طور پر نہیں بتایا جاسکتا، ابن حبان نے ۷۲ھ لکھا ہے لیکن یہ قابل اعتبار نہیں

Marfat.com

طاوس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

طاوس نام عبدالرحمٰن کنیت بحیرین ریسان حمیری کے غلام تھے، ان کے والد نسلاً عجمی تھے، لیکن آل حمدان سے تعلقات پیدا کر کے یمن کے شہر جند میں بودوباش اختیار کرلی تھی۔

فضل وکمال

فضل وکمال کے اعتبار سے طاوس کا شمار کبار تابعین میں تھا، علامہ نووی لکھتے ہیں طاوس صاحبِ علم وفضل اور کبار تابعین میں تھے، ان کی جلالت، فضیلت اور علم اور صلاح وحفظ پر سب کا اتفاق ہے (تہذیب الاسماء، ج اول) ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ وہ امام اور علم وعمل کے اعتبار سے علماء اعلام میں تھے۔ (شذرات الذہب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث کے وہ بڑے حافظ تھے ان کا حفظِ حدیث ارباب علم میں مسلم تھا۔ (تہذیب الاسماء: جلد اول، ق اول) پچاس صحابہ کے دیدار کا شرف حاصل تھا، ان میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عمرو رضی اللہ عنہ بن عباس، ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، ابن زبیر رضی اللہ عنہ، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ، سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ، صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ، اور جابر رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کرام کے سرچشمہ علم سے سیراب ہوئے تھے، حبر الامۃ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے خصوصیت کے ساتھ زیادہ استفادہ کیا تھا۔

فقہ

فقہ میں بڑا پایہ تھا، علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں: کان فقیھا جلیل القدر رفیع الذکر

تلامذہ

تلامذہ کا دائرہ بھی خاصا وسیع تھا، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں، آپ کیصاحبزادے عبداللہ، وہب بن میسرہ، جلیب بن ابی ثابت، اصم بن عتیبہ، حسن بن مسلم، سلیمان بن موسیٰ، عبدالکریم حزری، عبدالملک بن میسرہ، عمرو بن شعیب، عمرو بن دینار، عمرو بن مسلم، قیس بن سعد، مجاہد، لیث ابوسلیم اور ہشام وغیرہ۔ (ابن خلکان، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

معاصر علماء میں ان کا درجہ

علمی اعتبار سے ان کا شمار اس عہد کے اکابر علماء کے زمرہ میں تھا، ابن عیینہ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن یزید سے پوچھا کہ تم کن لوگوں کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس جاتے تھے، انہوں نے جواب دیا، عطاء اور ان کی جماعت کے

Marfat.com

ساتھ میں نے کہا اور طاؤس، انہوں نے کہا وہ خواص کے ساتھ جاتے تھے۔ (تہذیب الاسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ارباب علم کا اعتراف

اس عہد کے تمام ارباب علم ان کے کمال علم کے معترف تھے، عمرو بن دینار کہتے تھے کہ میں نے کسی شخص کو طاؤس کے برابر نہیں دیکھا، بعض لوگوں کے نزدیک وہ یمن کے ابن سیرین تھے، سعید بن ابی سیرین کا بیان ہے کہ قیس بن سعد کہتے تھے کہ طاؤس ہمارے یہاں کے ابن سیرین ہیں (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) بعض علماء انہیں حضرت ابن جبیر کا ہم پایہ سمجھتے تھے عثمان دارمی کا بیان ہے کہ میں نے ابن معین سے پوچھا کہ آپ کو طاؤس زیادہ پسند ہیں یا سعید بن جبیر، انہوں نے کسی کو ترجیح نہیں دی۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

زہد و عبادت

اس علم کے ساتھ طاؤس میں اسی درجہ کا عمل بھی تھا، ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ یمن کے عبادت گزار لوگوں میں تھے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) کثرتِ عبادت سے پیشانی پر نشانِ سجدہ تاباں تھا، بستر مرگ پر بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے (ابن سعد) چالیس حج کیے (تہذیب التہذیب) طواف میں خاموش رہتے تھے کسی بات کا جواب نہ دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ طواف نماز ہے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

انفاق فی سبیل اللہ

خدا کی راہ میں بھی حسبِ استطاعت صرف کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک سزایاب کو اس کا جرمانہ ادا کر کے چھڑایا۔

(طبقات ابن سعد مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

دولت دنیا سے بے نیازی

دنیا اور اس کی خواہشوں سے بالکل بے نیاز تھے، کبھی دنیاوی نعمتوں کی خواہش نہیں کی، ہمیشہ یہی دعا کرتے تھے کہ، خدایا مجھے مال اور اولاد سے محروم رکھ اور اس کے بدلہ میں ایمان و عمل کی دولت عطا فرما۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

اہل دنیا سے بے تعلقی: ارباب حکومت اور ثروت سے ہمیشہ گریز کرتے تھے، اور ان کو شر سمجھتے تھے، ابن عیینہ کا بیان ہے کہ حکومت اور حکمرانوں سے گریز کرنے والے تین آدمی تھے، ابوذر رضی اللہ عنہ صحابی اپنے زمانے میں اور طاؤس و ثوری اپنے زمانہ میں (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) فرماتے تھے، ارباب شرف و دول سے زیادہ میں نے کسی کو شر نہیں دیکھا۔ (تہذیب التہذیب)

امراء اور سلاطین کا معمولی احسان اٹھانا بھی پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ وہب بن منبہ کے ہمراہ حجاج بن یوسف کے

Marfat.com

بھائی محمد کے یہاں گئے اس وقت سردی زیادہ تھی، اس لیے محمد بن یوسف نے ان کے اوپر ایک چادر ڈالوادی، مگر انہوں نے کندھا ہلا کر گرادیا، محمد کو یہ بہت ناگوار ہوا، یہاں سے اٹھنے کے بعد ان کے ہمراہی وہب نے ان سے کہا اگر تم کو چادر کی ضرورت نہ تھی تو بھی لوگوں کو محمد کے غصہ سے بچانے کے لیے تم کو اس وقت لے لینا چاہئے تھا، زیادہ سے زیادہ اسے بیچ کر اس کی قیمت مساکین میں تقسیم کردیتے، انہوں نے جواب دیا، اگر اس کا خیال نہ ہوتا کہ میرے بعد لوگ میرے اس فعل کو سند جواز بنائیں گے تو ایسا کرتا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

تحصیلداری کا عہدہ

ایک مرتبہ محمد بن یوسف نے انہیں چند دنوں کے لیے تحصیلداری کے عہدہ پر مامور کردیا، ان کے جیسے شخص کو اس عہدہ سے کیا مناسبت ہوسکتی تھی وہ جس طرح اس کام کو کرتے تھے اس کی تفصیل خود ان کی زبان سے یہ ہے: ابراہیم بن میسرہ نے ان سے پوچھا آپ تحصیلداری کے زمانہ میں کیا کرتے تھے، فرمایا میں باقی دار سے کہتا تھا خدا تم پر رحم کرے اس نے تم کو جو عطا کیا، اس کو (شریعت کا حق دے کر) پاک کرو، اگر وہ اس کہنے پر خراج دے دیتا تھا، تو لے لیتا تھا اور اگر کوئی اعراض کرتا تھا تو میں اسے بلاتا بھی نہ تھا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

خلفاء کو نصیحت

قیامِ عدل وخدمت خلق کا دارومدار صالح عہدہ داروں پر ہے، اس لیے طاوس سلاطین اور خلفاء کو حکام کے انتخاب کے باب میں نصیحت کیا کرتے تھے، عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالعزیز جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو انہیں لکھ بھیجا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کے تمام کام اچھے ہوں تو اچھے لوگوں کو عہدہ دار بنائیے، انہوں نے جواب میں لکھا کہ، میری بھلائی کے لیے آپ کی نصیحت کافی ہے۔ (ابن خلکان، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

ان کے صاحبزادے، عبداللہ بھی بالکل ان کے ہمرنگ تھے ایک مرتبہ ابوجعفر منصور عباسی نے انہیں اور امام مالک کو بلا بھیجا، یہ دونوں گئے، منصور نے عبداللہ سے کہا کہ اپنے والد کی کوئی حدیث سنائیے، انہوں نے یہ حدیث سنائی کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس شخص پر ہوگا جو خدا کی حکومت میں شرک کرے گا، یعنی اس میں ظلم کو شریک بنائے گا، یہ نصیحت آموز حدیث سن کر منصور خاموش ہوگیا، تھوڑی دیر خاموشی کے بعد منصور نے تین مرتبہ عبداللہ سے دوات اٹھانے کے لیے کہا، مگر انہوں نے تعمیل نہیں کی، منصور نے کہا دوات کیوں نہیں اٹھاتے، انہوں نے کہا اس لیے کہ اگر تم اس سے کوئی ظالمانہ حکم لکھو گے، تو اس میں میری شرکت بھی ہوجائے گی، ان کی یہ کھری باتیں سن کر منصور نے دونوں کو اٹھادیا، عبداللہ نے کہا ہم تو یہی چاہتے ہی تھے، امام مالک کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے میں عبداللہ کے فضل کا معترف ہوگیا۔

(ابن خلکان، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

قرآن کا احترام

وہ کلامِ الٰہی سے مالی فائدہ اٹھانے کو نہایت برا اور احترامِ قرآن کے منافی سمجھتے تھے، ایک مرتبہ کچھ لوگوں کو قرآن مجید کا ہدیہ کرتے سنا تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیۡهِ رَاجِعُوۡنَ پڑھنے لگے۔

نوجوانوں کی اصلاح

نوجوانوں کی جدت آمیز وضع قطع اور چال ڈھال کو سخت ناپسند کرتے تھے، ایک مرتبہ قریش کے چند خوش پوش اور جدت پسند نوجوانوں کو طواف کی حالت میں دیکھ کر ٹوکا کہ تم لوگ ایسا لباس پہنتے ہو جو تمہارے اسلاف نہ پہنتے تھے اور ایسی اٹھلائی ہوئی چال چلتے ہو کہ ہیجڑے بھی نہیں چل سکتے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عید المومنین

عید کی خوشی منانا ضروری سمجھتے تھے، اس دن اپنی تمام لونڈیوں کے ہاتھوں اور پیروں پر مہندی لگواتے تھے اور فرماتے تھے یہ عید کا دن ہے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے وہ حج بکثرت کرتے تھے اس کا سلسلہ آخر عمر تک جاری رہا، خدا نے ان کے اس ذوق کو حسنِ قبول بخشا؛ چنانچہ ۱۰۶ھ کے حج کے موسم میں مکہ ہی میں ترویہ سے ایک دن پہلے انتقال کیا، اس طرح وہ ہمیشہ کے لیے ارض مکہ میں مقیم ہوگئے (ایضاً) حج کی وجہ سے جنازہ میں اتنا ہجوم تھا کہ جنازہ لے جانا دشوار ہوگیا، ابراہیم بن ہشام مخزومی نے انتظام کے لیے پولیس بھیجی، پھر بھی اتنا مجمع تھا کہ جنازہ اٹھانے والوں کے کپڑے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور ہزاروں حاجیوں کے ہاتھوں مدفون ہوئے۔

عامر بن شراحیل الشعبی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عامر نام، ابو عمر کنیت، شعبی قبیلہ کی نسبت ہے لیکن شہرت کی وجہ سے اس نسبت نے لقب کی حیثیت اختیار کرلی ہے، یمن کے نامور حمیری خاندان میں حبان بن عمرو ایک مشہور اور تاریخی شخص گزرا ہے، یہ شخص یمن کی ایک پہاڑی ذوالشعبین میں پیدا ہوا تھا اور مرنے کے بعد یہیں دفن ہوا، اس لیے وہ خود ذوالشعبین مشہور ہوگیا، اس کے بعد اس کی نسل میں بھی یہ نسبت قائم رہی، اس کی نسل کی ایک شاخ فتوحات اسلامی سے قبل سے ہمدان میں آباد تھی، پھر اسلامی عہد میں کوفہ میں بس گئی، یہ شاخ شعبی کہلاتی تھی، عامر بن شراحیل اسی شاخ سے تھے، حسان بن عمرو کے اوپر اس خاندان کا نسب نامہ یہ ہے، بنی حسان بن عمرو بن

Marfat.com

قیس بن معاویہ بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن غوث بن قطن بن عرب بن زہیر بن ایمن بن ہمیسع بن حمیر۔

پیدائش

عامر الشعبی کے سنہ ولادت کے بارہ میں مختلف روایات ہیں، خود ان کا بیان ہے کہ وہ جنگ جلولاء کے سال پیدا ہوء (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ایک بیان یہ بھی ہے کہ ان کی ماں جلولاء کے قیدیوں میں تھیں جوان کے والد شراحیل کے حصہ میں پڑی تھیں، اس حساب سے ان کی پیدائش اس سال میں ہوئی۔

تعلیم

عامر کے ہوش سنبھالنے کے وقت صحابہ کرام کی بہت بڑی جماعت موجود تھی اور ان کی بودو باش بھی ایسے مرکزی مقام پر تھی، جہاں بہت سے صحابہ اقامت پذیر تھے اور ان کی آمد ورفت رہتی تھی، اس لیے انہیں پانسو صحابہ کو دیکھنے کا شرف حاصل ہوا تھا، ان میں اڑتالیس سے فیض اٹھایا تھا (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) حبر الامۃ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آٹھ دس مہینہ مستقل قیام کر کے ان کے کمالات سے فیضیاب ہوئے تھے (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ان بزرگوں کے فیض نے ان کو امام عصر بنا دیا۔

فضل وکمال

علمی لحاظ سے وہ اپنے عہد کے امام تھے، حافظ ذہبی ان کو امام، حافظ ذہبی ان کو امام، حافظ، فقیہ اور متقن (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) اور ابن عماد حنبلی امام البحر العلامہ لکھتے ہیں (شذرات الذہب) انہیں جملہ علوم میں یکساں کمال حاصل تھا، ابو اسحٰق الجبال کا بیان ہے کہ شعبی جملہ علوم میں یگانہ عصر تھے قرآن، حدیث، فقہ، مغازی، ریاضی اور ادب وشاعری سب میں انہیں یکساں دستگاہ حاصل تھی۔

قرآن

قرآن کے اتنے ممتاز قاری تھے کہ زعیم القراء کہلاتے تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) تفسیر میں بھی انہیں پورا ادرک تھا، لیکن احتیاط کی وجہ سے انہوں نے مفسر کی حیثیت سے کوئی شہرت نہیں حاصل کی وہ تفسیر قرآن میں بڑے محتاط تھے، ہر شخص کو اس کا مجاز نہیں سمجھتے تھے، زکریا بن ابی زائدہ کا بیان ہے کہ شعبی ابو صالح کے پاس سے گزرتے تو ان کے کان پکڑ کر کہتے کہ تم قرآن نہیں پڑھتے اور اس کی تفسیر بیان کرتے ہو۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حدیث

حدیث کے جلیل القدر حافظ؛ بلکہ امام العصر تھے، انہوں نے صحابہ کرام اور تابعین کی بڑی جماعت سے سماع حدیث کیا تھا، صحابہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، سعید ابن زید رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، قیس

Marfat.com

بن عبادہ رضی اللہ عنہ، قرظہ بن کعب رضی اللہ عنہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ، جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ، بریدہ ابن حصیب رضی اللہ عنہ، براء بن عازب رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، حارث بن مالک رضی اللہ عنہ حبشی ابن جنادہ، حسین بن علی رضی اللہ عنہ، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ، عامر بن شہد رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابن زبیر رضی اللہ عنہ، ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ، عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ، عروہ بن جعد العبارقی رضی اللہ عنہ، عروہ بن مضرس رضی اللہ عنہ، عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن حریث، عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، عوف بن مالک رضی اللہ عنہ، عیاض اشعر رضی اللہ عنہ، کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ، محمد بن سیفی رضی اللہ عنہ، مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ، وابصہ بن معبد رضی اللہ عنہ، ابی جیرہ بن ضحاک رضی اللہ عنہ، ابوسریحہ رضی اللہ عنہ غفاری، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور صحابیات میں ام سلمہ رضی اللہ عنہ، میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہ، اسماء بنت انیس رضی اللہ عنہ، فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہ اور ام ہانی رضی اللہ عنہ وغیرہ سے سماع حدیث کیا تھا، ان میں سے بعض مرسل روایات ہیں، صحابہ کے علاوہ تابعین کی بہت بڑی تعداد سے استفادہ کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب)

تلاش حدیث میں مشقت

حدیث کا انہیں خاص ذوق تھا اور اس کو انہوں نے بڑی مشقت سے حاصل کیا تھا، ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ آپ نے اتنا علم کہاں سے حاصل کیا، انہوں نے جواب دیا، غم واندوہ کو بھلا کر ملکوں کی سیاحت کر کے گدھوں کی طاقت برداشت اور کوؤں کی سحری خیزی کے ذریعہ۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

قوت حافظہ

حافظہ اتنا قوی تھا کہ کبھی کاغذ قلم اور دوات کے شرمندہ احسان نہیں ہوئے، ایک مرتبہ جو حدیث سن لی وہ ہمیشہ کے لیے سینہ میں محفوظ ہوگئی، ان کا خود بیان ہے کہ میں نے کبھی بیاض کو کتابت سے سیاہ نہیں کیا، یعنی کبھی لکھا نہیں، جب کسی نے کوئی حدیث سنائی تو وہ میرے سینہ میں محفوظ ہوگئی اور اس کے دوبارہ سننے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اخذ حدیث میں احتیاط

لیکن دوسروں سے حدیثوں کے لینے میں وہ بڑے محتاط تھے ان ہی لوگوں سے احادیث لیتے تھے جو علم کے ساتھ عقل و تقویٰ کے زیور سے آراستہ ہوتے، اس میں ان کا اصول یہ تھا کہ علم اسی شخص سے حاصل کرنا چاہیے، جس میں زہد و عبادت اور عقل و دانش دونوں جمع ہوں، تنہا عقل یا تنہا تقویٰ رکھنے والا علم کی حقیقت کو نہیں پا سکتا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

حدیث میں وسعت علم

حدیث میں ان کے علم کا دائرہ نہایت وسیع تھا، ان کا بیان ہے کہ میں نے بیس سال کے عرصہ میں کسی سے کوئی ایسی نئی حدیث نہیں سنی جس سے میں بیان کرنے والے سے زیادہ واقف نہ رہا ہوں (ایضا) اہل حجاز، بصرہ اور کوفہ تینوں علمی مرکزوں کے محدثین کی احادیث کا ان سے بڑا کوئی حافظ نہ تھا (ایضا) سنن کے بھی بڑے عالم تھے مکحول کا بیان ہے کہ میں نے شعبی سے زیادہ سنتِ ماضیہ کا عالم نہیں دیکھا (ابن سعد) ابن ابی لیلیٰ کہتے تھے کہ شعبی صاحب آثار تھے اور ابراہیم صاحب قیاس۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

احتیاط فی الحدیث

لیکن اس وسعتِ علم کے باوجود وہ خود روایت حدیث میں بڑے محتاط تھے، زیادہ روایت کرنا پسند نہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ گذشتہ صلحاء زیادہ حدیثیں بیان کرنا برا سمجھتے تھے، اگر مجھے یہ پہلے سے معلوم ہوتا جو بعد میں معلوم ہوا، تو میں صرف محدثین کی متفقہ حدیثیں بیان کرتا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

روایت بالمعنی

لیکن روایت بالمعنی کو خلاف احتیاط نہیں سمجھتے تھے، یعنی روایت میں الفاظ کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے تھے، ابن عون کا بیان ہے کہ شعبی حدیثیں بالمعنی روایت کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

اگر چہ ان کو جملہ علوم وفنون میں یکساں درک حاصل تھا، لیکن ان کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا، اس میں ان کا پایہ اتنا بلند تھا کہ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ سمجھے جاتے تھے، ابوالحسن کہتے تھے کہ میں نے کسی کو شعبی سے بڑا فقیہ نہیں پایا، بعض علماء تو انہیں اس عہد کے کل آئمہ پر ترجیح دیتے تھے، ابومجلز کہتے تھے کہ میں سعید بن مسیب، طاوس عطاء حسن بصری اور ابن سیرین کسی کو بھی شعبی سے بلند مرتبہ فقیہ نہیں پایا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ابراہیم نخعی جو خود بہت بڑے فقیہ تھے، ان کے تفقہ کے اتنے قائل تھے کہ جو مسئلہ ان کو نہ معلوم ہوتا اس کے سائل کو شعبی کے پاس بھیج دیتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے ان سے ایک مسئلہ پوچھا: انہوں نے لاعلمی ظاہر کی، اسی درمیان میں شعبی گزرتے ہوئے دکھائی دیئے، ابراہیم نخعی نے مستفتی سے کہا ان شیخ کے پاس جا کر پوچھو اور وہ جو جواب دیں اسے مجھے بتاؤ چنانچہ سائل نے جا کر ان سے دریافت کیا، انہوں بھی لاعلمی ظاہر کی نخعی کو یہ جواب معلوم ہوا تو انہوں نے کہا واللہ یہ فقہ ہے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ان کا فقہی کمال اتنا مسلم تھا کہ صحابہ کرام کی موجودگی میں جو علوم نبوی کے حقیقی وارث تھے وہ مسندِ افتا پر بیٹھ گئے تھے، ابوبکر

Marfat.com

ندلی کا بیان ہے کہ ابن سیرین نے مجھے ہدایت کی تھی کہ شعبی کے دامن سے وابستہ رہو؛ کیونکہ وہ صحابہ کی بڑی تعداد کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عامر نام، ابوعمر کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عامر بن عبداللہ بن قیس بن ثابت بن اسامہ بن حذیفہ بن معاویہ تمیمی عنبری۔

تابعین کرام کا نمایاں اور مشترک وصف، ان کا علم وعمل اور خدمتِ علم و دین تھا، لیکن ان میں ایک مختصر جماعت ایسی بھی تھی، جس نے نہ صرف تمام دنیاوی علائق کو چھوڑ دیا تھا؛ بلکہ علم کی بساط بھی تہ کر کے محض عبادت و ریاضت، یادِ الٰہی اور تزکیہ روح کو اپنا مقصد قرار دیا تھا، عامر بھی اسی مقدس جماعت کے ایک ممتاز فرد تھے، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ بڑے بلند مرتبہ اور مرتاض تابعین میں تھے، کعب احبار جو خود ایک تارک الدنیا تابعی تھے، عامر کو امت محمدیہ کے راہب کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ (اصابہ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عامر پر یہ رنگ ایسا گہرا تھا، اوران کے ہر عمل میں ایسا نمایاں تھا کہ ان کی زندگی کے دوسرے حالات کو زہد و ورع سے جدا کر کے دکھانا مشکل ہے، ان کا کوئی عمل اس روح سے خالی نہ تھا۔

عہد فاروقی

عامر گوزاہد خلوت نشین تھے، لیکن شرف جہاد کے حصول کے لیے جنگی مہمات میں شریک ہوتے تھے، سب سے اول وہ عہدہ فاروقی میں مدائن کی مہم میں نظر آتے ہیں (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) اگرچہ تصریح کے ساتھ دوسری مہمات میں ان کی شرکت کا پتہ نہیں چلتا؛ لیکن اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اکثر مہمات میں شریک رہتے تھے، قتادہ کا بیان ہے کہ عامر جب غزوات میں جاتے اور راستہ میں جھاڑیاں ملتیں اوران سے کہا جاتا کہ اس میں شیر کا خوف ہے تو جواب دیتے کہ مجھے خدا سے شرم معلوم ہوتی ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کا خوف کروں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

واپسی سے انکار اور شام کی مستقل اقامت

عامر کے اصل حالات معلوم ہونے کے بعد امیر معاویہ نے ان سے کہا اگر چاہیں تو آپ بصرہ واپس جاسکتے ہیں، انہوں نے جواب دیا اب میں ایسے شہر میں واپس نہ جاؤں گا، جہاں کے باشندوں نے میرے ساتھ ایسا سلوک کیا اور شام ہی میں قیام کیا، لیکن حکومت کی نگرانی ان پر سے اٹھ گئی اور وہ ساحلی علاقے کی طرف نکل گئے، کبھی کبھی امیر معاویہ سے ملنے کو چلے آتے تھے، امیر معاویہ ان سے ان کی ضروریات پوچھا کرتے، یہ ہمیشہ یہی جواب دیتے کہ میری کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، جب

Marfat.com

معاویہ کا اصرار زیادہ بڑھا تو یہ فرمائش کی کہ شام کے سرد موسم کی وجہ سے روزوں کی شدت اور چاشنی کا لطف جاتا رہا، اگر ہو سکے تو بصرہ کی جیسی گرمی یہاں پیدا کر دو۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

وطن سے بے تعلقی

عامر جیسے بے نیاز شخص کے لیے وطن اور پردیس سب برابر تھے وطن میں ان کے لیے کوئی خاص کشش نہ تھی، پھر شام جیسی مقدس اور انبیاء وصلحا اس کا موطن ومدفن سرزمین مل گئی تھی اس لیے رہا سہا وطن سے جو تعلق باقی تھا وہ بھی منقطع کر لیا اور وطن اور اہل وطن سب کو بھلا کر یاد الٰہی میں مصروف ہو گئے، بصرہ سے جو لوگ شام آتے اور ملنے کے لیے ان کے پاس جاتے ان کی ملاقات بھی عامر کے لیے خوشگوار باقی نہ رہ گئی تھی، قاضی عبیداللہ بن حسن کا بیان ہے ایک مرتبہ میں شام گیا تو عامر سے ملاقات کے لیے انہیں تلاش کیا معلوم ہوا کہ وہ ایک مقام پر ایک بوڑھی عورت کے یہاں آتے جاتے ہیں، میں اس عورت کے یہاں پہنچا اس نے کہا کہ وہ شب وروز اس پہاڑ کے دامن میں روزہ نماز میں مشغول رہتے ہیں اگر تم ان سے ملنا چاہتے ہو تو افطار کے وقت جاؤ، اس وقت وہ ضرور ملیں گے؛ چنانچہ میں افطار کے وقت پہاڑ کے دامن میں پہنچا، عامر موجود تھے میں نے سلام کیا انہوں نے صرف ایک شخص کا اور وہ بھی ایسے شخص کا حال پوچھا جس سے میں صرف ایک دن قبل مل چکا تھا اپنے وطن اور اہل وطن کا کوئی حال نہیں دریافت کیا یہ بھی نہیں پوچھا کہ کون زندہ ہےکون مرگیا کھانے تک کا اخلاق نہیں کیا یہ خلافِ امید باتیں دیکھ کر میں نے کہا میں آپ میں عجیب باتیں پاتا ہوں فرمایا کیا؟ میں نے کہا کہ آپ کو ہم لوگوں سے جدا ہوئے مدت گزر گئی؛ لیکن آپ نے ان میں سے کسی کا حال نہیں پوچھا اور پوچھا بھی تو ایک ایسے شخص کا جس سے میں صرف ایک دن پہلے ملا تھا، فرمایا میں نے تم کو صالح پایا اس لیے تمہارے متعلق کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ تھی میں نے عرض کیا کہ وطن سے تازہ وارد تھا آپ نے یہ بھی نہ پوچھا کہ کون مرگیا کون زندہ ہے، فرمایا ایسے لوگوں کے متعلق کیا پوچھتا کہ جو مر چکے وہ ختم ہو چکے اور جو نہیں مرے ہیں وہ عنقریب مرنے والے ہیں، میں نے کہا آپ نے شب کے کھانے کے متعلق بھی مجھ سے اخلاق نہیں کیا فرمایا میں جانتا تھا کہ تم عمدہ غذا کھاتے ہو اس لیے خشک اور روکھی سوکھی روٹی کے لیے کیا پوچھتا۔

مجاہدات ونفس کشی

عامر عبادت وریاضت زہد وورع اور مجاہد نفس کشی کی اس معراج تک پہنچ گئے تھے، جہاں کسی دنیاوی دل فریبی اور آرام وراحت کا گزر نہ تھا، انہوں نے نفس کشی اور مجاہدات کو اپنا مقصد حیات بنا لیا تھا، ایک زمانہ میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر ہو سکا تو زندگی کا صرف ایک مقصد بنا لوں گا۔ (ابن سعد)

انہوں نے اس عزم کو اس کامیابی کے ساتھ پورا کیا کہ دنیا کی ان تمام نعمتوں اور لذتوں کو جن سے اس مقصد عظیم میں خلل پڑنے کا احتمال تھا چھوڑ دیا وہ خدا سے دعا کیا کرتے تھے کہ میرے دل سے عورتوں کی خواہش دور کر دے کہ یہ شے میرے دین کے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہے، اپنے ماسوا کا خوف دل سے نکال دے اور آنکھوں سے نیند اڑا دے کہ جس طرح چاہوں

Marfat.com

آزادی سے رات دن تیری عبادت کرسکوں، خدا نے ان کی پہلی دعائیں قبول کیں؛ لیکن ایک عرصہ تک نیند پر پورا قابو حاصل نہ ہوسکا، آپ فرماتے تھے کہ دنیا چار چیزوں کا نام ہے، خواب وخور، دولت اور عورت، دو چیزوں یعنی عورت اور مال سے میں نے نفس کو روک لیا ہے، مال کی مجھے حاجت نہیں اور عورت اور دیوار میرے نزدیک برابر ہیں البتہ نیند اور کھانے پر ابھی پورا قابو نہیں ہے؛ لیکن خدا کی قسم میں ان دونوں خواہشوں کو مٹانے میں پوری کوشش صرف کردوں گا؛ چنانچہ نیند اڑانے اور بھوک کو بہلانے کی یہ تدبیر نکالی تھی کہ رات بھر جاگ کر عبادت کرتے تھے اور دن کو روزہ رکھ کر سوتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان) شام کے زمانہ قیام میں سارا دن روزے میں گزرتا تھا اور پوری رات نماز میں بسر ہوتی تھی، غذا میں صرف روکھی روٹی ہوتی تھی جس کو پانی میں بھگو کر کھالیتے تھے، اس مجاہدہ وریاضت نے جسم کو ایسا زار ونزار کردیا تھا کہ دیکھنے والوں کو رحم آتا تھا، ایک مرتبہ کسی نے کہا کہ اپنے اوپر آپ بڑا ظلم کرتے ہیں، آپ نے اپنے ہاتھوں کا چمڑا پکڑ کر فرمایا، خدا کی قسم اگر ہوسکا تو اس کو ایسا بنادوں گا کہ زمین کو اس سے بہت کم تخمی تری ملے (ابن سعد) ماسوا اللہ سے بے خوفی کا یہ حال تھا کہ وحشی حیوانوں تک سے نہیں ڈرتے تھے، قتادہ کا بیان ہے کہ عامر جب غزوات میں شریک ہوتے تھے اور راستہ میں جھاڑیاں ملتیں اور ان سے کہا جاتا کہ ان میں شیر کا ڈر ہے تو جواب دیتے کہ مجھے خدا سے شرم معلوم ہوتی ہے کہ اس کے سوا کسی کا خوف کروں۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد مطبوعہ بیروت)

عبادت میں اخفا

عبادت میں ہمیشہ اخفا کا اہتمام رکھتے اور عام نگاہوں سے چھپ کر عبادت کرتے تھے ان کے ایک شریک سفر کا جو کسی جہاد میں ہمراہ تھے، بیان ہے کہ ایک مہم میں میرا اور عامر کا ساتھ ہوگیا ایک جھاڑی کے پاس منزل ہوئی عامر نے اپنا سامان ایک جگہ جمع کیا اور گھوڑے کو باندھ کر اس کے سامنے چارہ ڈال کر جھاڑی میں گھس گئے میں نے طے کیا کہ آج میں ان کو ضرور دیکھوں گا کہ وہ رات کو کیا کرتے ہیں؛ چنانچہ ان کی نگرانی شروع کی وہ جاکر ایک ٹیلہ پر نماز میں مشغول ہوگئے اور صبح تک نماز پڑھتے رہے، طلوع صبح کے وقت انہوں نے یہ دعا مانگی، خدایا میں نے تجھ سے تین چیزیں مانگی تھیں دو تو نے عطا فرمائیں اور ایک نہیں دی خدایا وہ بھی دے دے کہ میں حسب خواہش تیری عبادت کرسکوں، یہ دعا کرتے کرتے صبح ہوگئی اس وقت مجھ پر ان کی نظر پڑی، مجھے دیکھ کر کہا معلوم ہوتا ہے تم رات بھر میری نگرانی کرتے رہے ہیں ابھی تم کو بتاتا ہوں یہ کہہ کر وہ مجھ پر بڑے زور سے بگڑے میں نے بھی درشت لہجہ میں جواب دیا کہ اس ہنگامہ آرائی کو جانے دیجئے آپ نے دعا میں خدا سے جن باتوں کے چاہنے کا ذکر کیا ان کو بتائے ورنہ رات کا سارا ماجرا لوگوں پر ظاہر کردوں گا، انہوں نے کہا دیکھو ایسا نہ کرنا میں نے کہا نہیں ایسا ضرور کہوں گا۔

جب انہوں نے دیکھا کہ میں باز آنے والا نہیں ہوں تو کہا اچھا میں بتائے دیتا ہوں لیکن جب تک میں زندہ رہوں اس وقت تک کسی سے اس کا تذکرہ نہ کرنا، میں نے خدا کو درمیان میں ڈال کر رازداری کا وعدہ کیا، اس وقت انہوں نے کہا میں نے

Marfat.com

اپنے رب سے چاہا تھا کہ وہ میرے دل سے عورت کی خواہش نکال دے جو میرے دین کے لیے سب سے زیادہ خطرناک ہے، خدا نے اسے قبول کرلیا اور اب میرے نزدیک عورت اور دیوار دونوں برابر ہیں، دوسری دعا یہ تھی کہ میرے دل میں اس کے علاوہ اور کسی کا خوف باقی نہ رہے؛ چنانچہ اب میں کسی سے نہیں ڈرتا، تیسری دعا یہ تھی کہ میری، نیند اڑ جائے تا کہ رات دن جب چاہوں عبادت کرسکوں، یہ دعا قبول نہ ہوئی۔ (ابن سعد، ج، اول)

جہاد فی سبیل اللہ

اگرچہ عامر گوشہ عزلت کے خیال سے پہاڑوں کے دامنوں میں ویرانوں میں اور نامعلوم مقامات پر عبادت کیا کرتے تھے؛ لیکن اس عزلت نشینی نے انہیں محض حجرہ نشین زاہد نہ بنا دیا تھا؛ بلکہ ان کی رگوں میں جہاد کا خون دوڑتا رہتا تھا؛ چنانچہ بعض مہمات میں ان کی شرکت کے واقعات اوپر مختلف سلسلوں کے ماتحت گزر چکے ہیں، ان کا معمول تھا کہ جب وہ کسی جہاد میں جانے لگتے تو پہلے موافقِ مزاج رفیق تلاش کرتے جب وہ مل جاتا تو اس سے کہتے کہ میں اس شرط پر تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں کہ تم تین باتوں کی مجھے اجازت دو، ایک یہ کہ میں تمہارا موذن رہوں، دوسرے یہ کہ خدمت گزاری کروں اور اس میں کوئی شخص خلل اندازی نہ کرے تیسرے اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق تم پر صرف کروں، اگر وہ ان باتوں کو مان لیتا تو عامر اس کے ساتھ ہوجاتے، ورنہ اس کا ساتھ چھوڑ کر دوسرا ساتھی تلاش کرتے (ایضا) اپنی سواری پر دوسرے مجاہدین کو باری باری سے سوار کرتے تھے۔ (تہذیب التھذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ان کا جہاد خالصۃ لوجہ اللہ ہوتا تھا، اسماء بن عبید کا بیان ہے کہ عامر عنبری ایک مہم میں تھے، جنگ میں ایک بڑے دشمن کی لڑکی ہاتھ آئی، لوگوں نے عامر کے سامنے اس کے اوصاف بیان کیے، انہوں نے سن کر کہا میں بھی مرد ہوں مجھے یہ لڑکی دے دو، ان کی اس غیر متوقع خواہش پر لوگوں نے نہایت مسرت کے ساتھ لونڈی ان کے حوالے کردی جب وہ ان کے قبضہ میں آگئی تو اس سے کہا تم لوجہ اللہ آزاد ہو، لوگوں نے ان سے کہا آپ اس کے بدلہ میں دوسری لونڈی آزاد کرسکتے تھے، انہوں نے جواب دیا کہ میں اپنے رب سے ثواب چاہتا ہوں۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

امر بالمعروف اور نہی المنکر کے جہاد میں بھی ان کی تیغ زبان بے نیام رہتی تھی اور خدا اور رسول کے احکام کی پامالی پر جوش غضب سے لبریز ہوجاتے تھے، ایک مرتبہ رحبہ میں ایک راستہ سے گزر رہے تھے کہ دیکھا ایک ذمی کو لوگ پکڑے ہوئے اس پر ظلم کر رہے ہیں پہلے انہوں نے زبانی نصیحت کر کے ان کو روکنے کی کوشش کی مگر جب وہ باز نہ آئے تو عامر کو غصہ آگیا انہوں نے کہا تم لوگ جھوٹ کہتے ہو میں اپنی زندگی میں ذمۃ اللہ کے ساتھ بدعہدی نہیں دیکھ سکتا اور ذمی کو زبردستی چھڑا لیا۔ (ابن سعد، اول)

Marfat.com

امراء وسلاطین سے بے نیازی

امراء وارباب دول سے ان کی بے نیازی بیزاری کی حد تک پہنچی ہوئی تھی، وہ ان سے ملنا بھی پسند نہ کرتے تھے، ان پر جو الزام قائم کیے گئے تھے، ان میں ایک الزام امراء اور حکام سے نہ ملنے کا بھی تھا، جس کا انہوں نے یہ جواب دیا تھا کہ تم لوگوں کیہاں خود ہی حاجتمندوں کا ہجوم رہتا ہے، ان کی حاجتیں پوری کیا کرو، اور بے غرض لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دو (ایضا) وہ خلفاء وسلاطین کسی سے مرعوب نہ ہوتے تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں انہوں نے جس جرات اور بے باکی کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا اس کا تذکرہ اوپر گزر چکا ہے، اس طرح امیر معاویہ کے عہد خلافت میں بصرہ کے قراء کا ایک وفد شام بھیجا گیا، اس میں ایک عامر بھی تھے، مضارب بن حزن نے جو وفد بھیجنے والوں میں تھے، امیر معاویہ سے پوچھا آپ نے ہمارے قراء کو جنہیں ہم نے وفد میں بھیجا تھا، کیسا پایا، انہوں نے کہا ایک شخص کے علاوہ باقی سب جھوٹی تعریفیں اور فضول گوئی کرتے ہیں، جھوٹ لے کر آتے ہیں، اور خیانت لے کر واپس جاتے ہیں، صرف ایک شخص طبیعت کا مرد ہے، ہم لوگوں نے پوچھا امیر المومنین وہ کون شخص، جواب دیا، عامر بن قیس۔

اگر کبھی کوئی امیر یا عہدہ دار خود ان کے پاس آتا تو اس کے ساتھ بھی یہی طرز عمل رہتا، ایک مرتبہ کسی غزوہ میں گئے ہوئے تھے، راستہ میں ایک مقام پر منزل ہوئی، عامر ایک کنیسہ کے احاطہ میں اترے اور ایک آدمی کو متعین کر دیا کہ کوئی شخص اندر نہ آنے پائے، تھوڑی دیر کے بعد اس شخص نے آکر اطلاع دی کہ امیر آنے کی اجازت چاہتے ہیں، عامر نے اندر بلا لیا، جب وہ آیا تو اس سے کہا میں تم کو خدا کی قسم دلاتا ہوں کہ تم مجھ کو دنیا کی ترغیب نہ دلانا اور آخرت کو میری نگاہ سے نہ گرانا۔

(ابن سعد، ج، اول، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

دو دوست

حقیقت یہ ہے کہ عامر جس عالم میں تھے وہاں تعلقات و مراسم دنیاوی کا گزر ہی نہ تھا؛ چنانچہ ان کی نہ صرف امراء؛ بلکہ کسی سے بھی رسم وراہ نہ تھی، ساری دنیا میں ان کی محبت صرف مطرف بصری کے حصہ میں آئی تھی، عورتوں میں ایک اونی درجہ کی بکری چرانے والی عورت سے اس کے اوصاف کی بناء پر ہمدردی ہوگئی تھی، لیکن اس سے ربط بھی قائم نہ ہونے پایا تھا کہ وہ مرگئی۔

مطرف کے ساتھ مجذوبانہ محبت تھی؛ چنانچہ بصرہ چھوڑتے وقت ان سے رخصت ہونے کے لیے ایک شب میں کئی مرتبہ مطرف کے گھر گئے اور ہر مرتبہ ان سے کہتے تھے کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں خدا کی قسم تمہاری محبت مجھ کو بار بار تمہارے پاس لاتی ہے۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

عورت کا قصہ یہ ہے کہ ایک مسکین اور عابدہ عورت چند بدویوں کی بکریاں چرایا کرتی تھی اور ان کی ہر قسم کی وحشیانہ سختیاں جھیلتی تھی، عامر کے ساتھ معنوی مماثلت کی وجہ سے بعض لوگوں نے عامر سے کہا کہ فلاں عورت تمہاری بیوی ہے اور جنتی ہے،

Marfat.com

عامر اس کی تلاش میں نکلے، اس عورت کی زندگی یہ تھی کہ دن بھر وحشی اور بدخو بدویوں کی بکریاں چَراتی تھی، شام کو جب بکریاں لے کر واپس آتی تو بدوی گالیوں کی بوچھار سے اس کا استقبال کرتے اور اس کے سامنے روٹی کے دو ٹکڑے پھینک دیتے یہ انہیں اٹھا لیتی اور ان میں سے ایک لے جا کر اپنے گھر والوں کو دیتی تھی، خود دن روزے سے رہتی تھی، شام کو دوسرے ٹکڑے سے افطار کرتی، عامر تلاش کر کے اس کے پاس پہنچے، جب وہ بکریاں چرانے کے لیے نکلی تو عامر بھی ساتھ ہو گئے، ایک مقام پر پہنچ کر اس عورت نے بکریوں کو چھوڑ دیا اور نماز میں مصروف ہو گئی، عامر نے اس سے کہا کہ اگر تمہاری کوئی ضرورت ہو تو مجھ سے بیان کرو اس نے کہا میری کوئی ضرورت ہی نہیں ہے، جب عامر کا اصرار زیادہ بڑھا تو اس نے کہا میری یہ خواہش ہے کہ میرے پاس دو سپید کپڑے ہوتے جو میرے کفن کے کام آتے، عامر نے اس سے پوچھا وہ لوگ (بدوی) تم کو گالیاں کیوں دیتے ہیں، اس نے جواب دیا اس میں مجھے خدا سے اجر کی توقع ہے، اس گفتگو کے بعد عامر اس کے آقاؤں کے پاس گئے اور ان سے کہا تم لوگ اپنی لونڈی کو گالیاں کیوں دیتے ہو، انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہم ایسا نہ کریں تو وہ ہمارے کام کی نہ رہے، عامر نے کہا اچھا اس کو تم لوگ بیچو گے انہوں نے کہا ہم کسی قیمت پر بھی اسے الگ نہ کریں گے، یہ جواب سن کر عامر لوٹ گئے اور لونڈی کی خواہش کے مطابق دو سپید کپڑے مہیا کر کے اس کے پاس گئے؛ لیکن یہ عجیب اتفاق کہ اس وقت لونڈی اس دنیا سے رخصت ہو چکی تھی، عامر نے اس کے آقاؤں سے اجازت لے کر اس کی تجہیز و تکفین کی (ابن سعد) اس طرح دنیا میں انہیں ایک عورت سے ہمدردی بھی پیدا ہوئی تو یوں ختم ہو گئی۔

صدقات وخیرات

عامر بڑے مخیّر وفیاض تھے، مجاہدین کی مالی خدمت کا واقعہ اوپر گزر چکا ہے ان کو دو ہزار وظیفہ ملتا تھا، جس وقت ملتا اس وقت سے راستے میں انہیں جس قدر سائل ملتے انہیں تقسیم کرتے ہوئے گھر آتے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

دشمن کے لیے دعا

ان کی زبان کسی کی بدی سے آلودہ نہ ہوئی اور نہ کسی کے لیے ان کی زبان سے کبھی بددعا نکلی، اپنے دشمنوں کے لیے بھی دعا ہی کرتے تھے؛ چنانچہ جن لوگوں نے انہیں وطن سے نکلوایا تھا، ان کے حق میں بھی دعا کرتے تھے کہ خدایا جن لوگوں نے میری چغل کھائی ہے اور مجھ کو میرے وطن سے نکلوایا ہے اور میرے بھائیوں سے مجھ کو جدا کرایا ہے، ان کے مال اور ان کی اولاد میں ترقی دے، انہیں تندرست رکھ اور ان کی عمر بڑھا۔ (ابن سعد، ج، اول، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ایک قابل ذکر خواب

ان کے متعلق ایک شخص کا خواب لائق ذکر ہے جس سے ان کے روحانی مرتبہ کا اندازہ ہوتا ہے، سعید جزری کا بیان ہے کہ

Marfat.com

ایک مرتبہ ایک شخص کو خواب میں جمال نبوی کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، اس شخص نے آپ سے التجا کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے مغفرت کی دعا فرمائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لیے عامر دعا کر رہے ہیں، اس شخص نے عامر سے یہ خواب بیان کیا، یہ لطف و کرم سن کر ان پر اتنی رقت طاری ہوئی کہ ہچکی بندھ گئی۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عبد اللہ نام، ابوعبد الرحمٰن کنیت، مشہور صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود کے بھتیجے تھے، نسب نامہ یہ ہے، عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم بن صاہلہ بن کابل بن الحارث بن تمیم بن سعد بن ہذیل ہذلی۔

عبد اللہ عہد رسالت میں پیدا ہو چکے تھے اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حیات نبوی میں اتنا ہوش بھی ہو گیا تھا کہ آپ کو دیکھا تھا اور آپ کے متعلق بعض واقعات ان کے حافظہ میں محفوظ تھے، اسی لیے عقیلی نے ان کو صحابہ میں شمار کیا ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، وہ عہد رسالت میں پیدا ضرور ہوئے لیکن حیات نبوی میں بالکل بچہ تھے، اکثر ارباب سیر کا فیصلہ یہی ہے کہ وہ تابعی ہیں؛ چنانچہ علامہ ابن سعد نے تابعین ہی کے زمرہ میں ان کے حالات لکھے ہیں، حافظ ابن عبد البر نے اگرچہ احتیاطاً استیعاب میں ان کے حالات لکھ دیئے ہیں، لیکن ان کے نزدیک بھی وہ صحابی نہیں ہیں۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ عقیلی نے صحابہ میں ان کا ذکر کیا ہے، لیکن یہ سراسر غلط ہے البتہ وہ کبار تابعین میں ہیں۔ (استیعاب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

بعض لوگ ان کی صحابیت پر یہ دلیل لاتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو والی بنایا تھا اور وہ غیر صحابی کو کسی عہدہ پر مقرر نہیں کرتے تھے، لیکن یہ کوئی قطعی دلیل نہیں ہے۔

فضل وکمال

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ذات سے ان کا گھر علم وعمل کا گہوارہ تھا، عبد اللہ بن عتبہ نے اسی گہوارہ میں پرورش پائی تھی، اس لیے گھر کی یہ دولت ان کے حصہ میں بھی آئی؛ چنانچہ وہ مدینہ کے ممتاز علماء میں تھے اور حدیث اور فقہ وغیرہ مذہبی علوم میں پوری دستگاہ رکھتے تھے؛ علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقۃ رفیعا، کثیرا الحدیث والفتیاء فقیہا (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) حدیث میں انہوں نے اپنے چچا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ابوذر رضی اللہ عنہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایتیں کی ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے لڑکے عبید اللہ عون اور حمید بن عبد الرحمٰن، معاویہ ابن عبد اللہ بن جعفر، ابواسحاق سبیعی، عامر الشعبی، عبد اللہ بن معید زمانی اور محمد بن سیرین وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

وفات

عبدالملک کے عہد خلافت میں بشر بن مروان کی ولایتِ عراق کے زمانہ میں وفات پائی۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

اولاد

عبداللہ اولاد کی جانب سے بڑے خوش قسمت تھے، ان کے ایک لڑکے مدینہ کے بڑے نامور عالم اور وہاں کے سات مشہور فقہا میں سے ایک تھے، ان کے حالات آئندہ آئیں گے اور عون زہد و ورع میں مشہور تھے۔

(تہذیب الاسماء، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

عبداللہ بن عون رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عبداللہ نام، ابوعون کنیت، عبداللہ بن درہ مزنی کے غلام تھے۔

پیدائش

سیل جارف کے تین سال قبل پیدا ہوئے۔ (ابن سعد)

فضل وکمال

علمی اعتبار سے کوفہ کے اکابر علماء میں تھے، امام ثوری کہتے تھے کہ میں نے ایوب، یونس، تیمی اور ابن عون جیسے فضلا کسی ایک شہر میں اکٹھا نہیں دیکھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حدیث

اگرچہ عبداللہ جملہ مذہبی علوم میں دستگاہ رکھتے تھے، لیکن حدیث نبوی سے ان کو خاص ذوق تھا اور اس میں امتیازی پایہ رکھتے تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں۔ کان ثقة کثیر الحدیث۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

انہوں نے اس عہد کے تمام اکابر محدثین کا علم اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا، ابن مدائنی کا بیان ہے کہ ابن عون نے ایسی مستند احادیث محفوظ کی تھیں، جو ان کے کسی ساتھی کے حصہ میں نہ آئی ہوں گی، مدینہ کے ممتاز محدثین میں انہوں نے سالم اور قاسم، بصرہ کے محدثین میں حسن بصری اور ابن سیرین اور کوفہ کے محدثین میں امام شعبی اور امام نخعی، مکہ کے محدثین میں عطاء اور مجاہد اور شام کے محدثین میں مکحول اور رجاء بن حیوہ سے سماع حدیث کیا تھا (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) اس طرح اس عہد کے تمام مراکز حدیث کے اکابر محدثین کی حدیثیں انہوں نے حاصل کر لی تھیں۔

Marfat.com

ان کے علاوہ اور بہت سے علماء سے بھی وہ مستفید ہوئے تھے، ان میں بعضوں کے نام یہ ہیں، ثمامہ بن عبداللہ بن انس، انس بن سیرین، زیاد بن جبیر بن حبہ، عبدالرحمٰن ابن ابی بکرہ، موسیٰ بن انس بن مالک، ہشام بن زید بن انس، سعید بن جبیر اور نافع وغیرہ۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

ان بزرگوں کے فیض نے ابن عون کا دامن علم نہایت وسیع کر دیا تھا، ابن مہدی کا بیان ہے کہ عراق میں ابن عون سے بڑا سنت کا عالم کوئی نہ تھا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ابن مبارک کہتے تھے کہ میں نے ملاقات سے پہلے جن جن لوگوں کا تذکرہ سنا تھا ان میں ابن عون حیوۃ اور سفیان کے علاوہ باقی سب کو ملنے کے بعد کم پایا، مگر ابن عون سے ملنے کے بعد دل چاہتا تھا کہ ہمیشہ کے لیے ان کے دامن سے وابستہ ہو جاوں اور مرتے دم تک جدا نہ ہوں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ایک مرتبہ ہشام بن حسان نے ایک حدیث بیان کی، کسی نے پوچھا یہ حدیث کس سے سنی، جواب دیا، اُس شخص سے جس کا مثل میری آنکھوں نے نہیں دیکھا، انہوں نے حسن بصری اور ابن سیرین کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا۔
(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

روایت حدیث میں خوف واحتیاط

اس وسعت علم کے باوجود حدیث بیان کرنے میں بڑے محتاط تھے انہوں نے روایت حدیث کے خوف سے راستہ میں نکلنا چھوڑ دیا تھا، بکار بن محمد کا بیان ہے کہ ابن عون نے مجھ سے کہا کہ بھتیجے لوگوں نے میرا راستہ بند کر دیا، میں اپنی ضرورت کے لیے بھی گھر سے باہر نہیں نکل سکتا، بکار کہتے کہ اس سے ان کی مراد یہ تھی کہ لوگ ان سے حدیثیں پوچھتے تھے۔
(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

تاہم انہوں نے روایتِ حدیث کا دروازہ بالکل بند نہیں کر دیا تھا اور علماء کی مصدقہ حدیثیں بیان کرتے تھے، بکار روایت کرتے ہیں کہ ابن عون نے کوفہ میں بڑا علم حاصل کیا اور اس کو محمد کے سامنے پیش کیا، محمد نے سن کر جس حدیث پر پسندیدگی ظاہر کی اس کو ابن عون نے بیان کیا، باقی احادیث چھوڑ دیں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

تلامذہ

ان کے تلامذہ میں بڑے بڑے آئمہ تھے، اعمش، سفیان ثوری، شعبہ اور ابن مبارک وغیرہ عام تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا، ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں، داؤد بن ابی ہند، یحییٰ القطان، عباد بن العوام ہشیم، یزید بن زریع، ابن علیہ، بشر بن مفضل، معاذ بن معاذ، یزید بن ہارون، ابو عاصم اور محمد بن عبداللہ انصاری وغیرہ۔ (تہذیب التہذیب)

فضائل اخلاق

علم سے زیادہ ان کا طغرائے کمال ان کا زہد وورع اور ان کے اخلاقی وروحانی فضائل تھے، ابن حبان کا بیان ہے کہ ابن

Marfat.com

عون عبادت وریاضت زہد وورع فضل وکمال پابندی سنت اوراہل بدعت پر تشدد میں اپنے زمانہ کے سرداروں میں تھے۔(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عقیدہ میں تشدد

عقائد میں صحابہ کرام کے پاک اور صاف عقیدہ کے پابند تھے اور اس میں مبتدعانہ خیالات کی آمیزش کو سخت ناپسند کرتے تھے اور ایسے لوگوں کو سلام تک نہ کرتے تھے (ابن سعد) ایک مرتبہ ان کے سامنے قدر کا ذکر آیا، انہوں نے کہا میری عمر اس عقیدہ کی عمر سے زیادہ ہے، میں نے سعید جہنی اور سنہویہ کے علاوہ اسلاف میں کسی کو اس کا ذکر کرتے ہوئے نہیں سنا یہ خیال شر ہے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عبادت

ان کے زہد وورع اور عبادت وریاضت نے ابن سیرین کو بھلا دیا تھا قرہ کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو ابن سیرین ہی کے ورع پر حیرت ہوتی تھی، ابن عون نے انہیں بھی بھلا دیا (شذرات الذہب) ان کا سب سے بڑا شغل عبادت تھا، نماز فجر کے بعد قبلہ رو بیٹھ کر ذکر کرتے تھے، طلوع آفتاب کے بعد اشراق کی نماز پڑھ کر لوگوں سے مخاطب ہوتے (ابن سعد، ج، ق، ص) ہر رات کوئی سو رکعتیں پڑھتے تھے، اگر کسی شب کو ناغہ ہو جاتا تو دن کو پورا کرتے (ایضا) گھر کے احاطہ میں ایک خاص مسجد تھی، مغرب اور عشاء کے علاوہ باقی تین نمازیں اپنے لڑکوں، بھائیوں اور دوسرے حاضرین کے ساتھ اسی مسجد میں پڑھتے تھے، جمعہ اور عیدین میں بڑا اہتمام کرتے تھے، غسل کر کے بہترین لباس زیب تن کرتے، خوشبو لگاتے کبھی سواری پر اور کبھی پاپیادہ مسجد جاتے، جمعہ کی نماز پڑھ کر گھر لوٹ جاتے اور سنتیں وغیرہ گھر ہی پر پڑھتے، رمضان کے زمانہ میں عبادت کرتے تنہائی میں الحمد للہ ربنا کے ورد میں مشغول رہتے تھے (ایضا) ایک دن درمیان دے کر ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، اس معمول میں مرتے دم تک فرق نہ آیا۔

جہاد فی سبیل اللہ کے لیے خاص طور سے ایک اونٹنی پال رکھی تھی جس کو بہت محبوب رکھتے تھے، بعض مہمات میں ان کی شرکت کی تصریح ملتی ہے؛ چنانچہ روم کی کسی جنگ میں شریک ہوئے تھے اور ایک رومی سے مبارزطلبی کر کے اس کو قتل کیا تھا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اصلاح نفس

اپنے نفس کی اصلاح کے علاوہ دنیا کے اور مشغلوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی بکار بن محمد روایت کرتے ہیں کہ ابن عون نہ کسی سے مذاق کرتے تھے، نہ کسی سے بحث ومناظرہ کرتے تھے، نہ شعر خوانی کرتے تھے، بس انہیں اپنے نفس کی اصلاح سے کام تھا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

احسان میں اخفاء

کسی کے ساتھ احسان کر کے اس کا اظہار برا سمجھتے تھے، بکار بن محمد کا بیان ہے کہ ابن عون جب کسی کے ساتھ کوئی سلوک

Marfat.com

کرتے تھے تو اس مخفی طریقہ سے کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے، دوسروں پر اس کا اظہار نہایت برا جانتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

قسم سے احتراز

قسم کھانا اچھا نہ سمجھتے تھے؛ چنانچہ کبھی سچی قسم بھی نہ کھاتے تھے، بکار بن محمد بیان کرتے ہیں کہ میں ایک زمانہ میں دراز؛ بلکہ ان کی موت تک ان کے ساتھ رہا، اس طویل مدت میں میں نے کبھی ان کو جھوٹی سچی کسی قسم کی قسم کھاتے نہیں دیکھا۔

اخلاق

نہایت خوش اخلاق، حلیم الطبع اور نرم خو تھے، کسی موقع پر بھی ان کی زبان سے ناروا کلمہ نہیں نکلتا تھا، بکار کا بیان ہے کہ میں نے ابن عون سے زیادہ زبان پر قابو رکھنے والا آدمی نہیں دیکھا، وہ اپنے لونڈی غلاموں؛ بلکہ بکری اور مرغی تک کو کبھی گالی نہ دیتے تھے (ایضا) جہاد کی جس اونٹنی کو بہت محبوب رکھتے تھے، ایک مرتبہ ایک غلام کو اس پر پانی لاد کر لانے کا حکم دیا، اس نے اس کو ایسی بے دردی کے ساتھ مارا کہ اس کی آنکھ بہہ گئی، لوگوں کو خیال ہوا کہ اگر انہیں کسی بات پر غصہ آسکتا ہے تو غلام کی اس حرکت پر ضرور آئے گا، لیکن جب ان کی نظر اونٹنی پر پڑی تو غلام سے صرف اس قدر کہا سبحان اللہ خدا تم کو برکت دے کیا تم کو مارنے کے لیے چہرہ کے علاوہ اور کوئی عضو نہ ملتا تھا اور اس کو گھر سے نکال کر آزاد کردیا (ایضا) ان کی انتہائی خفگی تھی، اپنے دشمنوں کو بھی جن کے ہاتھوں ایذا پہنچتی تھی برا نہ کہتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے ایک عربی عورت سے شادی کی، بلال بن ابی بروہ نے اس عصبیت میں کہ ایک غلام نے ایک عربی عورت سے شادی کی انہیں کوڑوں سے پٹوایا، بکار کا بیان ہے کہ میں نے اس واقعہ کے بعد بھی ابن عون کی زبان سے بلال کے متعلق ایک لفظ نہیں سنا، ایک مرتبہ بعض لوگوں نے کہا کہ بلال نے آپ کے ساتھ نہایت برا سلوک کیا، فرمایا ایک آدمی مظلوم ہوتا ہے، لیکن پھر وہی ظلم کی شکایت کر کے ظالم بن جاتا ہے، تم میں سے کوئی بھی بلال کے لیے مجھ سے زیادہ سخت نہیں ہے، لیکن میں اس کی شکایت کر کے ظالم نہ بنوں گا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ذاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ والہانہ شیفتگی رکھتے تھے؛ چنانچہ ان کی سب سے بڑی تمنا یہ تھی کہ ایک مرتبہ خواب ہی میں رُخِ انور کی زیارت ہوجاتی، خدا نے ان کی یہ تمنا پوری کی، وفات سے کچھ دنوں پہلے خواب میں دیدار جمال نبوی سے مشرف ہوئے، اس شرف پر ایسے وارفتہ ہوئے کہ بالا خانہ سے اتر کر فوراً مسجد میں آئے اور انتہائی مسرت میں گر پڑے پیروں میں چوٹ آئی، لیکن ایک بابرکت یادگار کی حیثیت سے اس چوٹ کا علاج نہ کیا کہ۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

زخمِ دل مظہر مبادا بہ شود ہشیار باش کیں جراحت یادگار ناوکِ مژگاں اوست

Marfat.com

وفات

بالآخر یہی چوٹ مرض الموت کا سبب بن گئی، لیکن ابن عون نے نہایت صبر واستقلال کے ساتھ اس مرض کی تکلیفوں کا مقابلہ کیا، بکار بن محمد کا بیان ہے کہ بیماری کی حالت میں وہ شبر سے زیادہ ضابط وصابر تھے، دوران علالت میں مطلق حرفِ شکایت زبان پر نہ لائے، ہوش وحواس، آخر دم تک قائم رہے، اپنی پھوپھی ام محمد بنت عبداللہ کے کہنے پر میں نے ابن عون کی حالت نزع میں سورہ یسین پڑھی تھی میں نے موت کے وقت ان سے زیادہ عاقل کسی کو نہیں دیکھا، جب تک آخری سانس آتی رہی اس وقت تک وہ قبلہ رو خدا کا ذکر کرتے رہے، بالآخر خدا نے ان کی مشکل آسان کی اور رجب ۱۵۱ھ میں وہ واصل بحق ہو گئے اور محراب میں جنازہ رکھ کر نماز پڑھائی گئی، جمیل بن محفوظ ازدی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

ترکہ

ابن عون کے پاس نقد روپیہ نہ تھا، ترکہ میں دو مکانات چھوڑے، مرض الموت میں پانچویں حصہ کی وصیت اپنے اعزہ واقرباء کے لیے کر گئے تھے، دس ہزار سے کچھ اوپر قرض تھا، اس کو ادا کرنے کے بعد وصیت پوری کی گئی۔ (ایضاً)

حلیہ

نہایت خوش جمال آدمی تھے، نصف کانوں تک پٹے تھے، مونچھیں زیادہ گہری نہیں کترواتے تھے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

نفاست

خوش جمالی کے ساتھ بڑے نفاست پسند، لطیف مزاج اور خوش لباس تھے، کپڑے نہایت نرم وباریک پہنتے تھے، خوشبو زیادہ لگاتے تھے، پورا لباس پہن کر گھر سے باہر نکلتے تھے، وضو اور کھانے وقت خادم رومال پیش کرتا تھا اس سے ہاتھ منہ صاف کرتے تھے، لہسن وغیرہ بدبودار چیزوں سے سخت نفرت تھی جس کھانے میں لہسن ہوتا تھا، اس کو ہاتھ نہ لگاتے تھے، ایک مرتبہ لونڈی نے کھانا پکا کر سامنے لگایا، اس میں لہسن کی بو معلوم ہوئی لونڈی سے پوچھا: اس نے اقرار کیا لیکن طبیعت میں ضبط وتحمل بہت تھا، اس لیے صرف اس قدر کہا، خدا تجھ کو برکت دے، اس کو میرے سامنے سے لے جاؤ۔

(ایضاً)

Marfat.com

عبیداللہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عبیداللہ نام، ابوعبداللہ کنیت، مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بھائی عتبہ کے پوتے تھے، نسب نامہ یہ ہے، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود بن غافل بن حبیب بن شمخ بن فار بن مخزوم مخزومی۔

فضل وکمال

عبیداللہ کا گھر علم عمل کا گہوارہ تھا، اس ماحول نے ان کو علم وعمل کا مجمع البحرین بنادیا، فضل وکمال کے لحاظ سے وہ ممتاز ترین تابعین میں شمار ہوتے تھے، انہیں حدیث فقہ شعروشاعری اور دوسرے مروجہ علوم میں پورا درک تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں:

کان ثقة کثیر الحدیث العلم (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) شاعر علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت امامت اور عظیم منزلت پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث کے وہ ممتاز حفاظ میں تھے، صحابہ میں انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ، زید بن خالد رضی اللہ عنہ، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہ اور تابعین میں ایک کثیر جماعت سے فیض اٹھایا تھا۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حافظہ اتنا قوی تھا کہ ایک مرتبہ جو حدیث سن لیتے تھے، وہ ہمیشہ کے لیے دماغ میں محفوظ ہو جاتی تھی، اس حافظہ نے ان کے علم کا دائرہ نہایت وسیع کر دیا تھا، امام زہری کا بیان ہے کہ میں جن جن علماء کے پاس بیٹھا ان کے پاس جو کچھ تھا سب حاصل کر لیا، لیکن عبیداللہ علم کا بحر بے پایاں تھے، ان کے پاس جب آتا تھا تو ہمیشہ تازہ علم حاصل ہوتا تھا۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

میں نے بہت علم حاصل کیا اور ایک حد پر پہنچنے کے بعد خیال ہوا کہ جو کچھ میں حاصل کر چکا ہوں وہ بہت کافی ہے، لیکن جب عبیداللہ سے ملا تو معلوم ہوا کہ میرا علم کچھ بھی نہیں ہے۔ (ابن خلکان، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ میں خصوصیت کے ساتھ ان کا پایہ نہایت بلند تھا، امام ابوجعفر طبری کا بیان ہے کہ علم احکام اور حلال وحرام کی معرفت میں ان کا پایہ نہایت بلند تھا، ان کے تفقہ کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ وہ مدینہ کے سات مشہور فقہا میں سے ایک تھے حافظ ابن

Marfat.com

عبدالبر کا بیان ہے کہ وہ مدینہ کے ان دس پھر ان کے بعد ان سات فقہاء میں سے تھے، جو فقہ و فتاویٰ کا محور تھے، وہ بڑے صاحب علم، فاضل اور فقہ میں بڑے بلند پایہ تھے۔ (ایضاً بحوالہ ابن عبدالبر)

شاعری

شاعر بھی تھے، ابن عبدالبر کا بیان ہے کہ وہ نہایت اچھے شاعر تھے، میرے علم میں دور صحابہ سے اس وقت تک قضاء میں ان سے بڑا شاعر اور شاعروں میں اتنا بڑا فقیہ کوئی نہ تھا۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

وہ حقیقی شاعر تھے، ان کی شاعری تفنن طبع کے لیے نہ ہوتی تھی؛ بلکہ سوزِ قلب سے مجبور ہو کر شعر کہتے تھے، جب ان کی شعر گوئی پر کوئی اعتراض کرتا تو جواب دیتے کہ ایک دردمند اور دل کا بیمار اگر سانس نہ لے تو کیسے زندہ رہ سکتا ہے (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) ابوتمام نے حماسہ میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں:

شققت القلب ثم زردت فيه هواك فليم فالتام الفتور

میں نے اپنا دل چیر کر اس میں تیری محبت کا بیج بویا بونے کے بعد شگاف قلب برابر ہو گیا۔

تغلغل حب عثمة فی فوادی فیادیه مع الخافی یسیر

عثمہ کی محبت میرے قلب میں ساری اور پیوست ہو گئی، وہ محبت جو علانیہ نظر آتی ہے اس محبت سے کم ہے جو مخفی ہے۔

تغلغل حيث لم يبلغ شرابا ولا حزن ولم يبلغ سرور

وہ دل کی اس گہرائی میں پہنچ گئی ہے جہاں شراب، غم اور خوشی کوئی شے نہیں پہنچ سکتی

بعض لوگوں نے ان اشعار پر اعتراض کیا کہ آپ ایسے عاشقانہ اشعار کہتے ہیں، فرمایا دل کے بیمار کو لدود (ایک تلخ دوا جو منہ میں لگائی جاتی ہے) سے راحت ہوتی ہے۔

زہد و عبادت

اس درد دل اور سوزِ باطن نے ان کو بڑا عابد و متورع بنا دیا تھا، امام نووی انہیں صلحائے تابعین میں اور ابن خلکان عبادت گزار لکھتے ہیں (تہذیب الاسماء) ان کی نمازیں بڑی طویل اور سکون و اطمینان کی ہوتی تھیں، امام مالک کا بیان ہے کہ عبید اللہ بڑی طویل نمازیں پڑھتے تھے اور کسی شخص کے لیے بھی اس میں جلدی نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ علی بن حسین (امام زین العابدین) ان کے پاس آئے، اس وقت عبید اللہ نماز پڑھ رہے تھے، وہ بدستور نماز میں مشغول رہے، علی دیر تک ان کا انتظار کرتے رہے، نماز تمام کرنے کے بعد لوگوں نے اعتراض کیا کہ تمہارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسہ آئے اور تم نے اتنی دیر تک ان کو انتظار کرایا، فرمایا خدا میری مغفرت فرما جس کو علم کی تلاش ہو اسے تکلیف اٹھانا چاہئے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) اگر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو عبید اللہ کے اخلاقی فضائل و کمالات کا اندازہ کرنے کے لیے یہ مثال

Marfat.com

کافی ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ان ہی کے تربیت یافتہ تھے، ان پر ان کے اخلاقی کمالات کا اتنا اثر تھا کہ وہ کہا کرتے تھے کہ عبیداللہ کی ایک صحبت اور تھوڑی دیر ان کے ساتھ ہمنشینی مجھے دنیا مافیہا سے عزیز ہے، خدا کی قسم ان کی ایک رات میں بیت المال کے ایک ہزار دینار سے خریدنے کو تیار ہوں، لوگوں نے کہا امیر المومنین بیت المال کے تحفظ میں شدت واہتمام کے باوجود آپ ایسا فرماتے ہیں، جواب دیا خدا کی قسم میں ان کی رائے، ان کی نصیحت اور ان کی نصیحت کے وسیلہ سے ایک ہزار کے بجائے بیت المال میں ہزاروں ہزار داخل کروں گا، باہمی گفتگو سے عقل میں تازگی پیدا ہوتی ہے، قلب کو راحت ملتی ہے، غم دور ہوتا ہے اور ادب سدھرتا ہے۔ (ابن خلکان)

وفات

باختلاف روایت ۹۸ یا ۹۹ میں مدینہ میں وفات پائی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

عبدالرحمٰن بن اسود رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عبدالرحمٰن نام، ابوحفص کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عبدالرحمٰن بن اسود بن یزید بن قیس بن عبداللہ بن مالک بن علقمہ بن سلامان بن سہل بن بکر بن عوف بن نخع نخعی مدحجی ان کے والد اسود بن یزید بڑے صاحب علم اور عابد وزاہد تابعی تھے ان کے حالات اوپر گزر چکے ہیں۔

فضل وکمال

اگرچہ علم میں عبدالرحمٰن کا کوئی قابل ذکر پایہ نہ تھا، لیکن وہ اس سے تہی دامن بھی نہ تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے والد کے عقیدت مندانہ مراسم تھے، اس سلسلہ میں ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھی حاضری کا اتفاق ہوتا تھا، ان کا بیان ہے کہ جب تک میں نابالغ تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بغیر حصول اجازت چلا جاتا، بلوغ کے بعد پھر اجازت لینے لگا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حدیث

ان تعلقات کی بناء پر ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفادہ کا موقع ملتا تھا؛ چنانچہ حدیث میں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، اور اپنے والد اور والد کے چچا علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے فیض اٹھایا تھا اور ان سے ابواسحٰق سبیعی، ابواسحٰق شیبانی، مالک بن مغول ہارون بن عنترہ، عاصم بن کلیب لیث بن ابی مسلم اور محمد بن اسحٰق ابن یسار وغیرہ نے سماع حدیث کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

فقہ

حدیث سے زیادہ ان کو فقہ میں درک تھا، حافظ ابن حجر ان کو فقیہ لکھتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عبادت وریاضت

گو علم میں اپنے والد کے برابر نہ تھے، لیکن عمل میں ان کے خلف الصدق تھے، رات رات بھر عبادت کرتے تھے، محمد بن اسحٰق روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن حج کے سلسلہ میں ہمارے یہاں آئے، ان کے ایک پاوں میں کچھ تکلیف تھی، مگر اس حالت میں بھی وہ صبح تک نمازیں پڑھتے رہے اور عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) زندگی بھر میں علیحدہ علیحدہ اسی حج اور اسی عمرے کیے۔

(تہذیب الکمال، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

رمضان میں اپنے قبیلہ کی امامت کرتے تھے اور اہل قبیلہ کے ساتھ بارہ ترویحے پڑھتے تھے اور اس میں ایک تہائی قرآن سناتے تھے ان کے علاوہ خود علیحدہ ایک ترویحہ میں بارہ بارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

بلاتفریق مذہب سلام

سلام اسلام کی نشانی سمجھتے تھے اور بلاقید مذہب وملت مسلم اور غیر مسلم سب کو سلام کرتے تھے، سنان بن حبیب سلمی کا بیان ہے کہ میں عبدالرحمٰن بن اسود کے ساتھ پل کی طرف گیا، راستہ میں جو بھی یہودی اور نصرانی ملتا تھا، سب کو سلام کرتے تھے، میں نے کہا آپ ان مشرکوں کو سلام کرتے ہیں جواب دیا سلام مسلم کی نشانی ہے، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ لوگ پہچان لیں کہ میں مسلمان ہوں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

تعلقات کا لحاظ

قدیم تعلقات اور بزرگوں کے مراسم وتعلقات کا بڑا لحاظ رکھتے تھے ابی غام بن طلق کا بیان ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں ہم اور اسود بن یزید میں ہمسنی کے تعلقات تھے، عبدالرحمٰن اس کا اتنا لحاظ کرتے تھے کہ جب کسی سفر میں جاتے یا سفر سے آتے، تو ہم لوگوں کو آکر سلام کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حلیہ اور لباس

حنا کا خضاب لگاتے تھے اور خز کی چادر اوڑھتے تھے۔

Marfat.com

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عبدالرحمٰن نام، ابوعیسیٰ کنیت، والد کا نام یسار اور کنیت ابی لیلیٰ تھی، اس نے نام کی جگہ لے لی، نسب نامہ یہ ہے عبدالرحمٰن بن یسار بن بلال بن بلیل بن احیحہ بن الحلاج بن الحیر ش ابن جحبا بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف اوسی انصاری۔

ابن ابی لیلیٰ علمی اعتبار سے ممتاز تابعین میں تھے، ان کے والد ابی لیلیٰ صحابی تھے اور متعدد غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی اور جہاد کا شرف حاصل کیا تھا کوفہ آباد ہونے کے بعد یہاں بود و باش اختیار کر لی تھی،، جنگِ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں شہید ہوئے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

پیدائش

عبدالرحمٰن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وسط عہدِ خلافت میں پیدا ہوئے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضل وکمال

علمی اعتبار سے عبدالرحمٰن بلند مرتبہ تھے، خوش قسمتی سے انہوں نے زمانہ ایسا پایا تھا جب صحابہ کرام کی بڑی تعداد موجود تھی؛ چنانچہ انہوں نے ایک سو بیس انصار صحابی کو دیکھا تھا (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) اور ان میں بہتوں سے فائدہ اٹھایا ان کے فیض و برکات نے عبدالرحمٰن کو دولتِ علم سے مالا مال کر دیا، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے، انہیں قرآن وحدیث اور فقہ جملہ فنون میں درک تھا۔

قرآن

قرآن کی قرات کا خاص ذوق تھا، ان کے یہاں ہر وقت قراء کا مجمع لگا رہتا تھا، مجاہد کا بیان ہے کہ عبدالرحمٰن کے ایک خاص مکان میں بہت سے مصاحف رکھے رہتے تھے، یہاں ہر وقت قراء کا مجمع رہتا تھا، صرف کھانے کے اوقات میں یہ لوگ یہاں سے ہٹتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث کے وہ ممتاز حفاظ میں تھے، حافظ ذہبی انہیں امام لکھتے ہیں (تہذیب التہذیب) صحابہ میں انہوں نے اپنے والد ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ، حذیفہ رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، بلال بن رباح رضی اللہ عنہ، سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ، قیس بن سعد رضی اللہ عنہ، ابوایوب انصاری رضی اللہ

Marfat.com

عنہ، کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، انس بن مالک، براء بن عازب، زید بن ارقم، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ، صہیب رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن حکم اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ وغیرہ سے استفادہ کیا تھا، ان میں بعضوں سے سماع ثابت نہیں ہے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حلقہ درس

حدیث میں ان کا علم اتنا وسیع اور مسلم تھا کہ صحابہ تک ان کے حلقہ درس میں شریک ہوکر ان کی احادیث سنتے تھے، عبدالملک بن عمیر کا بیان ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن کے حلقہ درس میں متعدد صحابہ کو دیکھا جن میں ایک براء تھے، یہ لوگ خاموشی کے ساتھ عبدالرحمٰن کی احادیث سنتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

مذاکرہ حدیث

حفظ حدیث کے لیے مذاکرہ ضروری سمجھتے تھے؛ چنانچہ خود ان کے یہاں برابر مذاکرہ حدیث جاری رہتا تھا اور دوسروں کو بھی ہدایت کرتے تھے کہ حدیث کی زندگی اس کے مذاکرہ میں ہے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

فقہ

فقہ میں بھی پوری دستگاہ حاصل تھی، حافظ ذہبی انہیں امام وفقیہ لکھتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

عہدہ قضاء

ان کا فقہی کمال اتنا مسلم تھا کہ جب حجاج نے کوفہ کے عہدہ قضا کا انتظام کرنا چاہا تو اس کی نظر انہی پر پڑی، اس کے پولیس افسر حوشب نے مخالفت بھی کی اور کہا کہ اگر آپ علی بن ابی طالب کو قاضی بنانا چاہتے ہیں تو انہیں بنائیں (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) (یعنی وہ ان ہی کی طرح تمہاری مخالفت کریں گے) لیکن حجاج نے اس کے باوجود ان ہی کو قاضی بنایا، پھر کچھ دنوں کے بعد اختلاف کی بنا پر جن کا تذکرہ آگے آئے گا معزول کردیا۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

احتیاط

فتاویٰ کے جوابات دینے میں بڑے محتاط تھے، کہا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک سوبیس انصاری اصحاب کو دیکھا کہ جب ان میں سے کسی سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تھا تو وہ اپنا پہلو بچا کر چاہتا تھا کہ دوسرا شخص جواب دے دے اور اب یہ حال ہے کہ لوگ ایک دوسرے پر ٹوٹے پڑتے ہیں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

تلامذہ

ان کے تلامذہ کا دائرہ خاصا وسیع تھا، ان میں ان کے لڑکے عیسیٰ، پوتے عبداللہ عمرو بن میمون شعبی ثابت البنانی، حکم بن عتبہ، حسین بن عبدالرحمٰن، عمرو بن مرہ، مجاہد بن جبیر، یحییٰ بن الجزا، ہلال الوزان، یزید بن ابی زیاد، ابو اسحٰق شیبانی، منہال بن عمرو، عبدالملک بن عمیر، اعمش اور اسمٰعیل بن ابی خالد وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

سادگی

طبعاً نہایت سادہ مزاج تھے تکلفات کو سخت ناپسند کرتے تھے، ایک مرتبہ وضو کے بعد منہ پونچھنے کے لیے رومال پیش کیا، انہوں نے پھینک دیا۔

ہیبت

لیکن اس سادگی کے باوجود لوگوں کے دلوں میں ان کی اتنی عظمت ہیبت تھی کہ ان کے ساتھ امراء کی جیسی عظمت کرتے تھے۔

ایک آزمائش: ان کے دور قضات میں انہیں ایک سخت آزمائش سے دوچار ہونا پڑا ان کا پورا گھر حضرت علی کے فدائیوں میں تھا ان کے والد ابولیلیٰ حضرت علی کی حمایت میں جنگ صفین میں مارے گئے تھے (تہذیب الاسماء) خود یہ جنگ جمل میں حضرت علی کے پرجوش حامیوں میں تھے اور ان کی فوج کا علم ان کے ہاتھ میں تھا، خارجیوں کے مقابلہ میں نہروان کے معرکہ میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے، اس فدویت کی بناء پر حجاج نے ان پر دباؤ ڈالا کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تبرا کریں، تو یہ توریہ کرتے تھے صاف برا نہ کہتے تھے، اس لیے حجاج نے ان کو معزول کر کے انہیں مارا۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ایک بہترین اسوہ

عبدالرحمٰن علوی تھے یعنی حضرت عثمان کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے قائل تھے، ان کے ایک دوسرے معاصر عبداللہ بن حکیم عثمانی تھے، لیکن اس اختلاف عقیدہ کے باوجود دونوں ایک مسجد میں نماز پڑھتے تھے اور کبھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر بحث ومناظرہ نہ کرتے تھے۔ (تاریخ خطیب بغدادی)

وفات

حجاج کے ان مظالم سے تنگ آ کر اس کی مخالفت میں ابن اشعث کے ساتھ ہو گئے تھے اور اسی جنگ میں وہ کام آئے یا ڈوب کر انتقال کیا۔

Marfat.com

عبدالرحمٰن بن غنم رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عبدالرحمٰن نام، والد کا نام غنم تھا، نسب نامہ یہ ہے، عبدالرحمٰن بن غنم بن کریب ابن ہانی بن ربیعہ بن عامر بن عدی بن وائل بن ناجیہ بن الخیل بن جماہر بن اوغم بن اشعر اشعری بعض علماء انہیں صحابی بتاتے ہیں اور اس کے ثبوت میں یہ واقعہ پیش کرتے ہیں کہ وہ ابوموسیٰ اشعری کے ساتھ آئے تھے، لیکن یہ بیان صحیح نہیں ہے وہ عہد رسالت میں موجود ضرور تھے اور اسی عہد میں مشرف بہ اسلام بھی ہوئے تھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف زیارت سے محروم رہے، یہ روایت تقریباً متفق علیہ ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھو تہذیب التہذیب)

فضل وکمال

فضل وکمال کے لحاظ سے عبدالرحمٰن ممتاز تابعین میں تھے، ابومسہر غسانی انہیں راس التابعین کہتے تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کان کثیر القدر صادقا فاضلاً (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) ابن سعد نے انہیں شام کے تابعین طبقہ اول میں لکھا ہے، عجلی کبار تابعین میں لکھتے ہیں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ صاحب جلالت اور ذی مرتبہ تھے۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حدیث

انہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا، اس لیے انہیں صحابہ کبار کی ایک بڑی جماعت سے استفادہ کا موقعہ ملا؛ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، ابودرداء رضی اللہ عنہ، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بن جراح رضی اللہ عنہ، ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، ثوبان رضی اللہ عنہ، اور معاویہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے انہوں نیسماع حدیث کیا تھا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی صحبت سے خصوصیت کے ساتھ زیادہ مستفید ہوئے تھے، ان کی ہم جلیسی اور صحبت کی وجہ سے صاحب معاذ ان کا لقب ہوگیا تھا۔ (تہذیب الاسماء)

خود ان سے فیض پانے والوں میں ان کے لڑکے محمد بن عبدالرحمٰن، عطیہ بن قیس ابوسلام الاسود، مکحول شامی، شہر بن جوشب رجاء بن حیوٰۃ، عبادہ بن نسی، مالک بن ابی مریم اور صفوان بن سلیم وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (تہذیب الاسماء)

فقہ

عبدالرحمٰن کا خاص فن فقہ تھا، اس میں ان کو بڑی بصیرت حاصل تھی، ان کے تفقہ کی بڑی سند یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ

Marfat.com

عنہ نے ان کو فقہ کی تعلیم دینے کے لیے شام بھیجا تھا، شام کے تمام تابعین نے فقہ ان ہی سے حاصل کی تھی۔
(تذکرہ الحفاظ، وتہذیب الاسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وفات

۷۸ھ میں شام ہی میں وفات پائی۔

عبدالرحمٰن بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

قاسم نام، ابو محمد کنیت، مشہور تابعی قاسم بن محمد بن ابی بکر کے صاحبزادے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عبدالرحمٰن بن قاسم بن ابی بکر بن عثمان بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ، ماں کا نام قریبہ تھا، یہ عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی صاحبزادی تھیں اس طرح عبدالرحمٰن کی رگوں میں دادھیال اور ننھیال دونوں جانب سے صدیقی خون تھا۔

پیدائش

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی میں پیدا ہو چکے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضل وکمال

عبدالرحمٰن کے والد قاسم بن محمد فضل وکمال اور زہد وورع کے لحاظ سے بڑے رتبہ کے تابعی تھے، اس لیے یہ دونوں کمالات گویا انہیں وراثۃً ملے تھے، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت، امامت، فضیلت اور صلاح پر سب کا اتفاق ہے۔

حدیث

مدینہ کے بڑے حفاظ میں تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان ورع کثیر الحدیث حافظ ذہبی امام اور حجت لکھتے ہیں، حدیث میں انہوں نے اپنے والد قاسم، ابن مسیب عبداللہ بن عبداللہ بن عمر، سالم بن عبداللہ، بن عمر، نافع اور محمد بن جعفر بن زبیر وغیرہ بڑے بڑے تابعین سے استفادہ کیا تھا اور سماک بن حرب، امام زہری، عبیداللہ بن عمرو بن عجلان شام بن عروہ، منصور بن زاذان، یحیٰی بن منصور، یحیٰی بن سعید انصاری، موسیٰ بن عقبہ، ایوب سختیانی، حمید الطویل، مالک، شعبہ، حماد بن سلمہ، ثوری، اوزاعی، ابن جریج اور لیث وغیرہ جیسے اکابر آپ کے فیض یافتہ تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ میں بھی ممتاز پایہ رکھتے تھے، ابن حبان انہیں مدینہ کے سادات فقہا میں لکھتے ہیں امام نووی رضی الرضی اور فقیہ ابن الفقیہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

زہد وورع

زہد وورع میں بھی ممتاز پایہ رکھتے تھے، ابن سعد، حافظ ذہبی ابن حجر اور امام نووی تمام ارباب سیر وطبقات ان کے زہد وورع پر متفق البیان ہیں، مصعب خیار مسلمین میں لکھتے ہیں، مروہ کا بیان ہے کہ مدینہ میں ان سے افضل کسی کو نہیں پایا (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ابن عینیہ انہیں اس عہد کا افضل ترین شخص کہتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وفات

ان کی جائے وفات اور سنہ وفات دونوں میں ارباب سیر کا اختلاف ہے، ابن سعد کا بیان ہے کہ شام میں ۱۲۶ھ میں وفات پائی، خلیفہ کی روایت کے مطابق سنہ یہی ہے، لیکن جائے وفات مدینہ ہے، بعض ۱۳۱ھ لکھتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عروۃ بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عروہ نام، ابو عبداللہ کنیت، مشہور صحابی حواری رسول حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے فرزند تھے، ان کی ماں اسماء حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، اس طرح عروہ کی رگوں میں ایک جانب حواری رسول اور دوسری جانب صدیق رسول کا خون تھا۔

پیدائش

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخر یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آغاز عہد خلافت میں پیدا ہوئے پہلی روایت زیادہ مرجح ہے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

جنگ جمل وصفین

جنگ جمل میں اپنی خالہ حضرت عائشہ کے ساتھ نکلنا چاہا لیکن ان کی عمر اس وقت کل تیرہ سال کی تھی، اس لیے شریک نہیں کیے گئے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) حضرت علی رضی اللہ عنہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ میں وہ کسی جانب نہ تھے۔

بھائی کی حمایت

اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر اور عبدالملک کی معرکہ آرائیوں میں اپنے بھائی کے ساتھ تھے، عبداللہ کے مقتول ہونے کے بعد حجاج نے ان کی لاش سولی پر لٹکوادی تھی اور تجہیز وتکفین کے لیے حوالہ نہ کرتا تھا، اس وقت عروہ ہی عبدالملک کے پاس شام گئے

Marfat.com

تھے، وہ بڑی محبت اور عزت سے پیش آیا، عروہ کو گلے لگا کر اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا اس وقت تک اس کو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے قتل ہونے کی خبر نہ پہنچی تھی، عروہ ہی کی زبانی اسے معلوم ہوا یہ خبر سن کر اس نے سجدہ شکر ادا کیا اور عروہ کی درخواست پر فوراً حجاج کے نام لاش حوالہ کرنے کا حکم جاری کر دیا اور اس کی اس حرکت پر سخت ناپسندیدگی ظاہر کی۔ (ابن اثیر، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عبدالملک کی بیعت

ادھر مکہ میں عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد حجاج عروہ کے تلاش میں تھا، جب ان کا پتہ نہ چلا تو اس نے عبدالملک کو لکھا کہ عروہ اپنے بھائی کے ساتھ تھے، ان کے قتل ہونے کے بعد خدا کا مال لے کر بھاگ گئے، اس وقت عروہ شام میں موجود تھے، اس لیے عبدالملک نے جواب دیا کہ وہ بھاگے نہیں ہیں؛ بلکہ میری بیعت کر لی ہے، میں نے ان کی خطاؤں کو معاف کر کے انہیں، امان دے دی ہے وہ مکہ واپس جاتے ہیں وہاں ان کے ساتھ کسی قسم کی بدسلوکی نہ کی جائے، غرض وہ عبدالملک سے بیعت کر کے مکہ واپس آئے، ان کی واپسی کے بعد ان کے بھائی کی لاش دفن کی گئی۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عقیق کا قیام

اگرچہ عروہ نے عبدالملک کی بیعت کر لی تھی اور دونوں میں کوئی ناخوشگواری باقی نہ رہ گئی تھی، مگر وہ امویوں کی بے عنوانیوں اور جابرانہ طریق حکومت کو سخت ناپسند کرتے تھے، لیکن ان کا روکنا بھی ان کے بس میں نہ تھا، اس لیے انہوں نے شہر کا قیام ترک کر کے مدینہ کے قریب عقیق کے دیہات میں سکونت اختیار کر لی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عبداللہ بن حسن کا بیان ہے کہ علی بن حسین (زین العابدین) اور عروہ روزانہ بعد عشاء مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں بیٹھتے تھے، میں بھی ان کے ساتھ بیٹھتا تھا، ایک دن گفتگو میں بنی اُمیہ کے مظالم کا تذکرہ آیا اور یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ جب کسی میں ان مظالم کو روکنے کی طاقت نہیں ہے تو ان کے ساتھ رہنا کہاں تک مناسب ہے، خدا ان مظالم کی سزا میں ایک نہ ایک دن ان پر عذاب نازل کرے گا، عروہ نے علی بن حسین سے کہا کہ جو شخص ظالموں سے علیحدہ رہے گا اور خدا اُس کی بیزاری سے واقف ہوگا، تو امید ہے کہ جب خدا اُن کو کس مصیبت میں مبتلا کریگا تو ظالموں سے علیحدہ رہنے والا شخص خواہ ان سے تھوڑے ہی فاصلہ پر ہو اس مصیبت سے محفوظ رہے گا، اس گفتگو کے بعد عروہ مدینہ چھوڑ کر عقیق چلے گئے، لوگوں نے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا ان کی مسجدیں لہو ولعب اور ان کے بازار لغویات کا گہوارہ ہیں اور ان کے راستوں میں بے حیائی کی گرم بازاری ہے۔ (مختصر صفوۃ الصفوہ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

مصر کا قیام

ابن یونس کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عروہ سات سال تک مصر میں بھی رہے۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

فضل وکمال

عروہ ان اسلاف اور ان بزرگوں کی یادگار تھے جو علم وعمل کا مجمع البحرین تھے، ان کے والد زبیر بن عوام حواری رسول تھے، ان کے نانا صدیق اور خلیل رسول تھے، ان کی خالہ عائشہ ام المومنین تھی، ان کی ماں اسماء کو زبان رسالت سے ذات النطاقین کا خطاب ملا تھا ان کے بڑے بھائی عبداللہ بڑے صاحب علم صحابی تھے غرض ان کا سارا گھرانا علم وعمل اور مذہبی اور اخلاقی فضائل وکمالات کا پیکر تھا، عروہ نے اسی ماحول میں آنکھ کھولی اور اسی میں پرورش پائی، اس لیے یہ دولت انہیں وراثۃ ملی تھی اور ان کا دامن جملہ علمی اور اخلاقی فضائل سے معمور تھا۔

امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کے مناقب بے شمار ہیں، ان کی جلالت، علوے مرتبت اور وفور علم پر سب کا اتفاق ہے (تہذیب الاسماء) حافظ ذہبی انہیں امام اور عالم مدینہ لکھتے ہیں: (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) انہیں حدیث اور فقہ دونوں میں یکساں کمال حاصل تھا۔

علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: کان ثقۃ کثیر الحدیث فقیہا عالیا مامونا ثبتا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

عروہ نے اپنے والد، بھائی، ماں، خالہ سب سے حدیث میں فیض اٹھایا تھا۔ (سعد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے خرمن کمال سے خصوصیت کے ساتھ خوشہ چینی کی تھی، قبیصہ کا بیان ہے کہ عروہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ہم سب سے زیادہ آتے جاتے تھے اور عائشہ رضی اللہ عنہ اعلم الناس تھیں (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) انہوں نے قریب قریب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پورا علمی ذخیرہ اپنے سینہ میں محفوظ کر لیا تھا ان کا خود بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات سے چار پانچ سال پہلے ان کی کل حدیثیں محفوظ کر لی تھیں، اگر ان کا انتقال اسی وقت ہو گیا ہوتا، تو مجھے ان کی کسی حدیث کے باقی رہ جانے کا افسوس نہ ہوتا؛ کیونکہ ان کی کل احادیث میرے سینہ میں محفوظ ہو چکی تھیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ اکابر صحابہ میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سعید بن زید رضی اللہ عنہ، عمرو بن فضیل رضی اللہ عنہ، حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ، ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ، حسن بن علی رضی اللہ عنہ، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ، ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہ وغیرہ تابعین کی ایک بہت بڑی جماعت سے فیضیاب ہوئے تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ان بزرگوں کے فیض نے عروہ کا دامن علم نہایت وسیع کر دیا تھا، ابن شہاب زہری کہتے تھے کہ عروہ حدیث کا بحر ذخار تھے

Marfat.com

(ایضا) عروہ کے صاحبزادے ہشام جو خود بڑے محدث تھے کہتے تھے کہ ہم نے والد کی احادیث کے دو ہزار حصوں میں ایک حصہ بھی حاصل نہ کیا۔ (تہذیب الاسماء، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فقہ

مگر ان کا خاص اور امتیازی فن فقہ تھا، اس فن کو بھی انہوں نے اپنی خالہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاصل کیا تھا اور اس میں ان کو اتنا کمال تھا کہ مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے ایک فقیہ مانے جاتے تھے، "فقیہ المدینۃ احد الفقھاء السبعۃ فقھا المدینۃ"

فقہ میں تصانیف

آپ نے فقہ میں کتابیں بھی تالیف کی تھیں، ان میں سے بعض حرہ کے ہنگامہ کے زمانہ میں جب یزیدی لشکر نے مدینۃ الرسول کو لوٹا تھا خود جلا دیں مگر بعد میں ان کے جلانے کا افسوس ہوا؛ چنانچہ فرماتے تھے کہ ہم لوگ کتاب اللہ کی موجودگی میں دوسری کتاب نہیں لکھتے تھے، اس لیے میں نے اپنی کتاب ضائع کر دیں؛ لیکن اب خدا کی قسم میری یہ خواہش ہے کہ میری کتابیں میرے پاس موجود ہوتیں اور خدا کی کتاب اپنی جگہ پر دائم و قائم رہتی۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

بعض اقوال

فرماتے تھے کہ جس آدمی میں تم کو ایک اچھائی دیکھو تو اس سے محبت کرو اور یقین کرو کہ اس میں اور اچھائیاں بھی ہوں گی اور اگر کوئی برائی دیکھو تو اس سے نفرت کرو اور یقین رکھو کہ اس میں ایسی اور برائیاں بھی ہوں گی۔ (مختصر صفوۃ الصفوہ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

صحابہ کا استفادہ

ان کا فقہی کمال اس قدر مسلم تھا کہ بڑے بڑے صحابہ رسول مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔

احتیاط

لیکن اس کمال کے باوجود عروہ اس قدر محتاط تھے کہ کوئی مسئلہ محض رائے سے نہ بیان کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ترغیب علم

یہ کہہ کر نوجوان کو تحصیلِ علم کی ترغیب دلاتے تھے کہ ہم لوگ بھی ایک زمانہ میں چھوٹے تھے، آج وہ دن آیا کہ ہمارا شمار بڑوں میں ہے، تم بھی گو آج کم سن ہو لیکن ایک زمانہ آئے گا جب بڑے ہو گے، اس لیے علم حاصل کر کے سردار بن جاؤ کہ لوگوں کو تمہاری احتیاج ہو۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

Marfat.com

فضائل اخلاق

اس علم کے ساتھ عروہ عمل کے زیور سے بھی آراستہ تھے، وہ اپنے اسلاف کرام کا نمونہ تھے، عجلی کا بیان ہے کہ عروہ صالح آدمی تھے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) ابن شہاب زہری کا قول ہے کہ وہ علماء خیر میں تھے۔
(ابن خلکان، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

عبادت وریاضت

بڑے عابد وزاہد تھے، ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ ان ذات میں علم، سیاست اور عبادت سب جمع تھیں (شذرات الذہب) تہجد اس التزام کے ساتھ پڑھتے کہ ایک شب کے سوا جب ایک مرض کے سلسلہ میں، ان کا پاوں کاٹا گیا تھا اور کبھی ناغہ نہ ہوئی، (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے ممنوعہ ایام کے علاوہ باقی بارہ مہینے روزہ رکھتے تھے، سفر کی حالت میں بھی نہ چھوٹتا تھا، مرض الموت میں بھی اس معمول میں فرق نہ آتا؛ چنانچہ انتقال کے دن بھی روزے سے تھے۔
(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

تلاوتِ قرآن محبوب ترین مشغلہ تھا، ایک چوتھائی قرآن دن میں ناظرہ پڑھتے تھے، باقی رات کو تہجد میں تمام کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

صبر واستقامت

صبر واستقامت کا مجسم پیکر تھے، بڑی سے بڑی آزمائش اور تکلیف کے موقع پر زبان سے اُف نہ نکلتی تھی، ایک مرتبہ عبدالملک کے پاس شام گئے ہوئے تھے، ان کے لڑکے محمد بھی ساتھ تھے، وہ شاہی اصطبل دیکھنے گئے، ایک جانور نے ان کو پٹک دیا، اس کے صدمہ سے وہ اسی وقت جان بحق ہوگئے، اس کے بعد ہی عروہ کے پاؤں میں ایک خراب قسم کا زہریلا زخم پیدا ہوگیا اطباء نے پاؤں کاٹے جانے کا مشورہ دیا اور نہ کاٹے جانے کی صورت میں تمام جسم میں زہر پھیل جانے کا اندیشہ ظاہر کیا، عروہ اگرچہ اس وقت ضعیف ہوچکے تھے؛ لیکن انہوں نے جوانوں سے زیادہ ہمت واستقلال سے کام لیا، پاوں کاٹنے سے پہلے طبیب نے کہا تھوڑی سی شراب پی لیجئے، تاکہ تکلیف کا احساس کم ہو، فرمایا: جس مرض میں مجھ کو صحت کی امید ہو، اس میں بھی حرام شئے سے مدد نہ لوں گا، اس نے کہا تو پھر غافل کردینے والی دوا ہی استعمال کرلیجئے، فرمایا میں یہ بھی نہیں پسند کرتا کہ میرے جسم کا ایک عضو کاٹا جائے اور میں اس کی تکلیف محسوس نہ کروں، اپریشن کے وقت چند آدمی سنبھالنے کے لیے آئے، عروہ نے پوچھا تمہارا کیا کام ہے، انہوں نے کہا زیادہ تکلیف کے وقت صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے، اس لیے آپ کو سنبھالنے کے لیے آئے ہیں فرمایا مجھ کو امید ہے کہ تمہاری امداد کی ضرورت نہ ہوگی اور نہایت استقلال کیساتھ پاوں کٹوادیا، جس وقت پاوں ٹخنوں سے الگ کیا گیا، اس وقت زبان پر تسبیح وتہلیل تھی، جب خون بند کرنے کے لیے زخم کو داغا گیا، تو شدت تکلیف سے بے ہوش ہوگئے لیکن جلد ہی ہوش آگیا، اور چہرہ کا پسینہ پونچھ کر کٹے ہوئے پاوں کو منگا کر دیکھا، اور اس کو الٹ پلٹ کر اس سے

Marfat.com

خطاب کر کے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے تجھ سے میرا بوجھ اٹھوایا، وہ خوب جانتا ہے کہ میں کسی حرام راستہ پر گامزن نہیں ہوا۔ (ابن خلکان، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

صبر وشکر

ان حوادث اور مصائب کے باوجود زبان شکوہ وشکایت سے آلودہ نہ ہوئی اور ہمیشہ خدا کا شکر ہی ادا کرتی رہی؛ چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ خدایا تیرا شکر ہے کہ میرے چار ہاتھ پاوں میں سے تو نے ایک ہی کو لیا، اور تین باقی رکھے اور چار لڑکوں میں سے ایک ہی کو لیا اور تین باقی کرر کھے، اگر تو نے کچھ لیا ہے تو بہت کچھ باقی رکھا اگر مصیبت میں مبتلا کیا ہے تو بہت دنوں عافیت میں بھی رکھ چکا ہے۔

دولتِ دنیا سے بے نیازی

ان کی نگاہ میں دولت دنیا اور چند روزہ عیش وتنعم کی کوئی وقعت نہ تھی، اس کے لیے انہوں نے خدا سے کبھی دنیا نہیں مانگی، ایک مرتبہ امیر معاویہ کے زمانہ میں یہ ان کے بھائی عبداللہ رضی اللہ عنہ اور مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہما اور عبدالملک چاروں آدمی مسجد حرام میں جمع تھے کسی نے تجویز پیش کی کہ ہم لوگ اس گھر میں خدا کے روبرو اپنی اپنی آرزوئیں پیش کریں، سب نے اسے پسند کیا سب سے پہلے عروہ کے بھائی عبداللہ نے کہا کہ میری آرزو یہ ہے کہ میں حرم کا بادشاہ ہو جاوں اور مجھے تخت خلافت ملے، ان کے بعد ان کے دوسرے بھائی مصعب نے کہا کہ میری تمنا یہ ہے کہ قریش کی دونوں حسین عورتیں سکینہ بنت حسین اور عائشہ بنت طلحہ میرے عقد میں آجائیں، ان کے بعد عبدالملک نے کہا میری آرزو یہ ہے کہ میں کل روئے زمین کا بادشاہ ہو جاوں اور امیر معاویہ کا جانشین بنوں، سب سے آخیر میں عروہ نے کہا کہ مجھے تم لوگوں کی خواہشات میں سے کچھ نہ چاہئے میں دنیا میں زہد وآخرت میں کامیابی اور علم چاہتا ہوں۔ (ابن خلکان)

خدا نے ان چاروں کی دعا قبول کی ابن زبیر رضی اللہ عنہما حرم کے سات برس تک خلیفہ رہے، سکینہ اور عائشہ دونوں مصعب کے عقد میں آئیں، عبدالملک سندھ سے لے کر اسپین تک کا فرماں روا ہوا اور امیر معاویہ کی قائم کردہ سلطنت کا وارث بنا اور عروہ کو خاصان خدا کا مرتبہ ملا۔

تمول اور فارغ البالی

اگرچہ عروہ دولت دنیا سے بے نیاز اور بے پرواہ تھے، لیکن خدا نے ان کو اس سے وافر حصہ دیا تھا، وہ بڑے صاحب ثروت تھے، ان کے والد حضرت زبیر بن عوام عرب کے بڑے بڑے متمول لوگوں میں تھے، اپنے بعد کئی کروڑ دولت چھوڑی، یہ دولت ان کے بیٹوں کو ملی، جن میں ایک عروہ بھی تھے، حضرت زبیر کی دولت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ان کی چار بیویوں کو آٹھواں حصہ میں بارہ بارہ لاکھ ملا تھا۔ (بخاری کتاب المغازی باب برکۃ الغازی فی مالہ)

Marfat.com

فیاضی و سیر چشمی

خدا نے عروہ کو جس طرح دولت عطا فرمائی تھی ویسے ہی وہ فیاض بھی تھے، ان کے کھجوروں کے باغات تھے، کھجوروں کی فصل میں باغ کی دیوار توڑ وادیتے تھے اور ہر شخص کے لیے صلائے عام ہوتی تھی لوگ آ کر کھاتے تھے اور باندھ باندھ کر ساتھ لے جاتے تھے۔ (مختصر صفوۃ الصفوہ)

خوش لباسی اور نفاست

عروہ اگرچہ بڑے عابد و زاہد تھے؛ لیکن مزاج میں بڑی نفاست تھی، روزانہ غسل کرتے تھے، کپڑے نہایت بیش قیمت پہنتے تھے، گرمیوں میں جسم پر سندس کی قبا ہوتی تھی جس میں حریر کا استر ہوتا تھا، خز کی چادر اوڑھتے تھے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وفات

۹۴ھ میں نواح مدینہ میں اپنے محاج میں انتقال کیا۔ (ایضاً)

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عطا نام، والد کا نام اسلم اور ابو رباح کنیت، عطاء کی کنیت ابو محمد تھی، یمن کے مردم خیز قصبہ چند میں حضرت عثمان کے آغازِ خلافت میں پیدا ہوئے اور مکہ میں نشو ونما پائی آل میسرہ بن خثیم فہری کے غلام تھے۔

فضل وکمال

فضل وکمال اور زہد و ورع کے لحاظ سے عطا بڑے جلیل القدر تابعی تھے، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ عطاء فقہ، علم و ورع اور فضل وکمال کے لحاظ سے سادات تابعین میں تھے، حجت امام اور کبیر الشان (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ وہ مکہ کے مفتی اور مشہور آئمہ میں تھے، بڑے بڑے آئمہ ان کے علمی کمالات کے معترف تھے، امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ علم کا خزانہ خدا اسی کو دیتا ہے جسے محبوب رکھتا ہے، اگر علم کسی کے ساتھ مخصوص ہوتا تو عالی نسب اس کے زیادہ حقدار تھے، لیکن عطاء حبشی غلام تھے، یزید بن جیب نولی تھے، حسن بصری اور ابن سیرین غلام تھے۔

(تہذیب الاسماء نووی، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

امام اوزاعی کہتے تھے کہ عطاء نے جس وقت انتقال کیا، اس وقت وہ لوگوں میں روئے زمین کے سب سے زیادہ پسندیدہ آدمی تھے۔ (مختصر صفوہ الصفوہ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

قرآن

ان کو قرآن، حدیث، فقہ جملہ مذہبی علوم میں پوری دستگاہ حاصل تھی۔ کان ثقۃ فقیھا عالما کثیر الحدیث کان یعلم القرآن قرآن کا مستقل درس دیتے تھے۔

حدیث

حدیث کے مشہور حفاظ میں تھے، حافظ ذہبی نے ان کے حالات طبقہ اول کے حفاظ میں لکھے ہیں، علامہ ابن سعد کثیر الحدیث لکھتے ہیں، حدیث میں انہوں نے صحابہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، ابن زبیر رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ مخزومی، عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، عمرو بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، ابو درداء رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ اور ام ہانی رضی اللہ عنہ کے خرمن کمال سے خوشہ چینی کی تھی۔

عام علماء میں ابوصالح السمان، سالم بن شوال، صفوان بن یعلی بن امیہ، عبید بن عمیر، عروہ بن زبیر، ابن ابی ملیکہ، عماد بن ابی عمار، ابوالزبیر، موسیٰ بن انس، حبیب بن ابی ثابت وغیرہ سے سماع حدیث کیا تھا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تلامذہ

حدیث میں ان سے فائدہ اٹھانے والوں کی فہرست بہت طویل ہے بعض کے نام یہ ہیں، ابو اسحق سبیعی، زہری، مجاہدہ، ایوب سختیانی، اعمش، اوزاعی، ابن جریج، ابوالزبیر حکم بن عتبہ، ابوحنیفہ وغیرہ۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

آداب سماع حدیث

حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا احترام تھا کہ تذکرہ حدیث کے درمیان میں بولنا سخت ناپسند کرتے تھے اور اس پر برہم ہوتے تھے، معاذ بن سعید الاعور کا بیان ہیکہ ایک مرتبہ ہم لوگ عطاء کے پاس تھے، ایک شخص نے حدیث بیان کی، ایک دوسرا شخص درمیان میں کچھ بولا، عطاء سخت برہم ہوئے اور کہا یہ کون سا اخلاق اور کون سی طبیعت ہے، خدا کی قسم آدمی اس لیے حدیث بیان کرتا ہے کہ اس سے ہم کو علم حاصل ہو اگر کوئی حدیث سناتا ہے، تو خواہ وہ حدیث مجھی سے سنی ہوئی ہو میں اس کو خاموشی سے سنتا ہوں کہ بیان کرنے والے کو یہ معلوم ہو کہ میں نے اس سے پہلے نہیں سنی تھی، عمرو بن عاصم کہتے ہیں کہ میں نے عطاء کی یہ باتیں عبداللہ بن مبارک سے نقل کیں تو انہوں نے سن کر کہا کہ میں اس وقت تک جوتا نہ اتاروں گا جب تک خود جا کر

Marfat.com

اس مہدی سے نہ سنوں گا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ان کی روایات کے بارہ میں آئمہ کی رائے

امام باقر لوگوں کو ہدایت کرتے تھے کہ جہاں تک ہو سکے عطاء سے حدیث لیا کرو۔ (تہذیب الاسماء)

فقہ

آپ کا خاص امتیازی فن فقہ تھا آپ کے تفقہ پر تمام فقہاء محدثین اور آئمہ فن کا اتفاق ہے، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ فقہ میں سادات تابعین میں تھے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ربیعہ جو خود بہت بڑے فقیہ تھے کہتے تھے کہ عطاء فتاویٰ میں تمام اہل مکہ پر فایق تھے، محمد بن عبداللہ الدیباج کہتے تھے کہ میں نے عطاء سے افضل کسی کو نہیں پایا (ایضا) اکابر صحابہ تک ان کے تفقہ کے معترف تھے، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ابن عمر رضی اللہ عنہ جب مکہ تشریف لاتے اور سائلین ان کی خدمت میں پہنچتے تو عبداللہ بن عباس ان سے کہتے کہ عطا تمہارے یہاں موجود ہیں اور تم لوگ میرے پاس آتے ہو (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے کہ تم میں ابن ابی رباح موجود ہیں اور تم لوگ مجھ سے پوچھنے کے لیے مسائل اٹھا رکھتے ہو۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ان کے زمانہ میں صرف دو شخص مکہ کی مسندِ افتاء کی زینت تھے، ایک یہ اور دوسرے مجاہد لیکن ان دونوں میں امتیاز انہیں کو حاصل تھا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

احتیاط فی الفتویٰ

لیکن اس کمال کے باوجود وہ اتنے محتاط تھے کہ مسائل میں کبھی اپنی رائے نہ دیتے تھے، اگر اس کے متعلق کوئی سند نہ ہوتی تو صاف کہہ دیتے کہ مجھے نہیں معلوم، عبدالعزیز ابن رفیع کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عطاء سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا، انہوں نے جواب دیا مجھے نہیں معلوم لوگوں نے کہا اپنی رائے سے کیوں نہیں جواب دیتے، فرمایا مجھے خدا سے شرم معلوم ہوتی ہے کہ اس کی زمین میں میری رائے کی اطاعت کی جائے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

لیکن ایک فقیہ اور مفتی کے لیے رائے سے کام لینا ناگزیر ہے، اس لیے عطاء جب کبھی رائے سے کام لیتے تھے تو اس کو ظاہر کر دیتے تھے، ابن جریج کا بیان ہے کہ عطاء جب کوئی بات بیان کرتے تھے، تو میں ان سے پوچھتا تھا کہ یہ علم ہے یا رائے، اگر انہوں نے اثر کی سند پر کہا ہوتا تو کہہ دیتے اثر ہے اور اگر رائے ہوتی تو کہہ دیتے رائے ہے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

مناسک حج کا علم

مناسکِ حج کے بڑے عالم تھے، امام باقر فرماتے تھے کہ عطاء سے زیادہ مناسک حج کا جاننے والا کوئی باقی نہیں ہے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) اموی فرمان روا، ان سے مناسک حج کی تعلیم حاصل کرتے تھے، علامہ

Marfat.com

ابن جوزی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ نے اس کو مناسکِ حج بتائے (مختصر صفوۃ الصفوۃ) امویوں کے زمانہ میں حج کے موقع پر منادی کردی جاتی تھی کہ حج کے مسائل میں عطاء کے علاوہ دوسرا شخص فتویٰ نہ دے۔ (تہذیب الاسماء)

معمولی معمولی درجہ کے لوگ جنہیں حج کے ایام میں انہیں دیکھنے کا، ان کے ساتھ رہنے کا یا ان کی خدمت کرنے کا موقع ملتا تھا، مسائل حج کے واقف کار بن جاتے تھے، اس سلسلہ میں یہ حکایت مشہور ہے کہ امام ابوحنیفہ فرماتے تھے کہ حج کے موقعہ پر ایک حجام نے جس نے عطا کو دیکھا تھا، پانچ موقعوں پر مناسک حج کی تعلیم دی، بال ترشوانے سے پہلے میں نے اس سے حجامت کی بنوائی طے کرنی چاہی اس نے کہا عبادت میں شرط نہیں کی جاتی، بیٹھ جاو حجامت بن جائے گی، میں قبلہ رُخ سے ذرا ہٹ کر بیٹھا تھا، اس نے قبلہ رخ بیٹھنے کا اشارہ کیا، میں نے بائیں جانب سے سر منڈانا چاہا اس نے کہا داہنی سمت پھیرو میں نے پھیر دیا وہ سر مونڈنے لگا میں بالکل خاموش تھا، اس نے کہا داہنی سمت پھیرو میں نے پھیر دیا وہ سر مونڈنے لگا، میں بالکل خاموش تھا، اس نے کہا تکبیر کہتے جاؤ، حجامت بنوانے کے بعد جب میں جانے لگا تو اس نے پوچھا کہاں جاتے ہو میں نے کہا اپنے قیام گاہ پر، اس نے کہا پہلے دو رکعتیں پڑھ لو، اس کے بعد جاؤ، میں نے خیال کیا کہ حجام خود اس قسم کے مسائل نہیں جان سکتا جب تک اس نے کسی سے معلوم نہ کیا ہو، میں نے اس سے پوچھا تم نے جن باتوں کی مجھ کو تعلیم دی ہے، وہ تمہیں کہاں سے معلوم ہوئیں اس نے کہا میں نے عطاء بن ابی رباح کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔ (ابن خلکان)

علم میں للّٰہیت

عطاء اپنے علم سے کوئی دنیاوی فائدہ نہ حاصل کرتے تھے؛ بلکہ ان کا علم خالصۃً لوجہ اللہ تھا، سلمہ کا بیان ہے کہ میں نے عطاء طاوس اور مجاہد کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا، جس کا مقصد علم سے خالص لوجہ اللہ ہو۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

زہد و تقویٰ

علم کے ساتھ ان میں اسی درجہ کا عمل بھی تھا، زہد و ورع کے لحاظ سے وہ جماعت تابعین میں ممتاز تھے، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ وہ علم اور ورع میں سادات تابعین میں تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ عطاء کے علم، زہد اور خدا پرستی کے مناقب بہت ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

قوت ایمانی

عطاء ایمان کے جس درجہ پر تھے اس کے متعلق عبدالرحمن کا بیان ہے کہ سارے اہل مکہ کا ایمان مل کر بھی عطاء کے ایمان کے برابر نہ تھا۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

عبادت و ریاضت

عبادت کا یہ حال تھا کہ کامل بیس سال تک مسجد کا فرش ان کا بستر رہا (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) تہجد میں روزانہ دوسو یا اس سے زیادہ آیتیں پڑھتے تھے (مختصر صفوہ الصفوہ) کثرت عبادت سے پیشانی پر نشان سجدہ تاباں تھا (ابن سعد) ان کا کوئی وقت ذکر الٰہی سے خالی نہ ہوتا تھا، عبداللہ بن عمرو بن عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں نے عطاء سے بہتر مفتی نہیں دیکھا، ان کی مجلس میں ہر وقت خدا کا ذکر ہوتا رہتا تھا اور لوگ علمی مباحثہ کرتے تھے، عطاء جب کچھ بولتے، یا جب کوئی سوال کیا جاتا تو نہایت خوبی سے اس کا جواب دیتے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حج

آپ کا قیام مکہ ہی میں تھا اس لیے کسی سال حج ناغہ نہ ہوتا تھا؛ چنانچہ آپ نے ستر حج کیے۔ (مختصر صفوۃ الصفوہ)

اتباع حدیث

اتباع حدیث میں بڑا اہتمام تھا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ تابعین میں عطاء سے زیادہ کوئی متبع حدیث نہ تھا۔ (تہذیب الاسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عزلت گزینی

طبیعت میں عزلت پسندی تھی، لوگوں سے زیادہ ملنا جلنا پسند نہ تھا، دروازہ بند کیے گھر میں بیٹھے رہتے تھے، جب کوئی اندر آنے کی اجازت چاہتا تو پوچھتے کس نیت سے آئے ہو، اگر آنے والا کہتا کہ آپ کی زیارت کے لیے تو جواب دیتے کہ میرے جیسے شخص کی زیارت نہیں کی جاتی، پھر فرماتے وہ زمانہ کیسا خبیث ہے، جس میں میرے جیسے شخص کی زیارت کی جائے (مختصر صفوۃ الصفوۃ) لیکن اچھی مجلسوں کو جن میں خدا کا ذکر ہوتا پسند کرتے تھے، فرماتے تھے کہ جو شخص اس مجلس میں بیٹھتا ہے، جس میں خدا کا ذکر ہوتا ہے تو خدا اس مجلس کو دس باطل مجلسوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔ (مختصر الصفوہ الصفوۃ)

خاموشی

جب مجمع میں بیٹھنے کا بھی اتفاق ہوتا تو زیادہ تر خاموش ہی رہتے اسمٰعیل بن امیہ کا بیان ہے کہ عطاء عموماً خاموش رہتے تھے، جب کچھ بولتے تھے تو ہم لوگوں کو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان پر الہام ہو رہا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وفات

بروایت صحیح ۱۱۴ھ میں وفات پائی۔

Marfat.com

عمرو بن شرجیل رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عمرو نام، ابو میسرہ کنیت، نسبا قبیلہ ہمدان سے تعلق رکھتے تھے۔

فضل وکمال

علمی اعتبار سے فضلائے تابعین میں تھے، حافظ صفی الدین خزرجی ان الفاظ کے ساتھ ان کا تذکرہ کرتے ہیں عمرو بن شرجیل الھمد انی ابومیسرۃ الکوفی احد الفضلاء، ان کے قبیلہ میں کوئی ان کا ہمسر نہ تھا، ابووائل کہتے تھے کہ ہمدانیوں میں کوئی شخص ابومیسرہ کا مثل نہ تھا، کسی نے کہا مسروق ابووائل نے جواب مسروق بھی نہیں۔ (تہذیب الکمال)

تفسیر

آیاتِ قرآنی کی تفسیر وتاویل پر پوری نظر تھی اور بعض آیات کی تفسیر میں ان کا خیال مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود سے متوارد ہو جاتا تھا، ایک مرتبہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا: "لخنس الجوارالکنس " کے بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے انہوں نے کہا میرے نزدیک نیل گاو مرہے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میری بھی یہی رائے ہے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حفظِ حدیث کے لحاظ سے اوسط درجہ کے حفاظ میں شمار تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حذیفہ رضی اللہ عنہ، سلمان رضی اللہ عنہ، قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ، معقل بن متقرن رضی اللہ عنہ مزنی، نعمان ابن بشیر رضی اللہ عنہ، اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ وغیرہ اکابر صحابہ سے سماع حدیث کیا تھا۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ابووائل، ابواسحٰق سبیعی، ابوعمار ہمدانی، قاسم بن مخیمرہ، محمد بن منتشر اور مسروق وغیرہ ان کے زمرہ تلامذہ میں تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عبادت وریاضت

علم کے ساتھ اسی درجہ کا عمل بھی تھا، بڑے عابد وزاہد بزرگ تھے ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ عبادت گزار لوگوں میں تھے، نمازوں کی کثرت سے (ان کے جوڑوں پر) اونٹوں کی طرح گھٹے پڑ گئے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

Marfat.com

عبادت میں طہارت کا لحاظ

عبادت میں طہارت اور پاکی کا بڑا لحاظ رکھتے تھے، فرماتے تھے کہ خدا کا ذکر پاک ہی مقام پر کرنا چاہیے۔
(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

صدقات

اپنی حیثیت کے مطابق مخیّر اور فیاض بھی تھے، اپنی آمدنی کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور خیرات کرتے تھے، یونس کا بیان ہے کہ جب ان کا وظیفہ ملتا تھا تو اس میں سے وہ خیرات کیا کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

۶۲ میں وفات پائی (تہذیب تہذیب) مرض الموت میں لوگوں سے فرمایا، میں مرنے کے لیے بالکل آمادہ ہوں پیش آنے والے مرحلہ کے علاوہ اور کسی شے کا خوف دل میں نہیں ہے، نہ میرے پاس مال ودولت ہے (کہ اس کا افسوس ہو) اور نہ مجھ پر کسی کا قرض ہے (کہ اس کی فکر ہو) نہ میرے پاس عیال ہیں (کہ اپنے بعد ان کی فکر ہو) میرے مرنے کی خبر کسی کو نہ دی جائے، جنازہ لے چلنے میں جلدی کرنا، قبر پر ہری شاخ رکھنا کہ مہاجرین اس کو مستحب سمجھتے تھے، قبر اونچی نہ کرنا کہ اس کو وہ ناپسند کرتے تھے، آخر وقت لا الہ الا اللہ کی تلقین کرنا، ان ہدایات کے بعد وفات پائی قاضی شریح نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔
(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عمرو نام، ابو محمد کنیت، باذان عجمی کے غلام تھے۔

پیدائش

۴۲ میں پیدا ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضل وکمال

علمی اعتبار سے مکہ کے اکابر علماء میں تھے، حافظ ذہبی انہیں حافظ، امام اور عالم حرم لکھتے ہیں (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) امام نووی کا بیان ہے کہ ان کی جلالت، امامت اور توثیق پر سب کا اتفاق ہے، وہ آئمہ تابعین میں تھے۔ (تہذیب الاسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

حدیث

حدیث کے بڑے حافظ تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان عمرو ثقۃ ثبتا کثیر الحدیث صحابہ میں انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابن زبیر رضی اللہ عنہ، ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، جابر بن عبداللہ، طاوس، عطاء محمد بن علی، مجاہد، ابن ابی ملیکہ، سلیمان بن یسار وہب بن عتبہ اور امام زہری وغیرہ ایک کثیر جماعت سے استفادہ کیا تھا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وسعتِ علم

حدیث میں ان کا علم نہایت وسیع تھا، اس عہد کے تمام علماء کا علم ان کے سینہ میں محفوظ تھا، طاوس اپنے لڑکے کو ہدایت کرتے تھے کہ جب مکہ جانا تو ابن دینار کے پاس ضرور جانا، ان کے کان علماء کا خریطہ تھے۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

روایات کا پایہ

ان کی روایات کا پایہ، ارباب فن کے نزدیک نہایت بلند تھا، امام زہری کہتے تھے کہ میں نے اعلیٰ درجہ کی حدیثوں میں اس شیخ سے زیادہ انص نہیں دیکھا، سفیان نے ایک مرتبہ سعد سے سوال کیا کہ تم نے حدیثوں میں سب سے زیادہ متقن کس کو دیکھا انہوں نے کہا عمرو بن دینار اور قاسم بن عبدالرحمٰن کو، ابن عتبہ اور عمرو بن جریر انہیں ثقہ ثبت صدوق اور کثیر الحدیث کہتے تھے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

روایت بالمعنی

روایت میں احتیاط کے باوجود احادیث کے الفاظ کی پابندی ضروری نہیں سمجھتے تھے اور بالمعنی حدیثیں روایت کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

محدثین کا مرجوعہ

حدیث میں ان کے وسعتِ علم کی بناء پر ان کی ذات شائقین حدیث کا مرجع بن گئی تھی، لوگ دوسروں سے پوچھ پوچھ کر ان کی مرویات لکھتے تھے، سفیان کا بیان ہے کہ ایوب مجھ سے پوچھا کرتے تھے کہ عمرو بن دینار نے فلاں شخص سے کون سی حدیث بیان کی ہیں میں ان کو بتا کر پوچھتا کیا آپ لکھنا چاہتے ہیں وہ کہتے ہاں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تلامذہ

ان کے فیض عام نے ان کے تلامذہ کا دائرہ خاصہ کر دیا تھا، اکابر علماء میں جعفر صادق ابوقتادہ، مسعر، ابن ابی نجیح، حماد اور سفیان وغیرہ کے نام لائق ذکر ہی ان کے علاوہ، عام تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا۔

Marfat.com

فقہ

فقہ میں بھی ان کو بڑی دستگاہ حاصل تھی، تفریع واستنباط مسائل میں انہیں درجہ امامت واجتہاد حاصل تھا، امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ اصحاب مذاہب کے مجتہدوں میں تھے (تہذیب) مرکز علم مکہ کے ممتاز مفتی تھے (تہذیب الاسماء) بعض علماء انہیں طاوس، عطاء اور مجاہد جیسے اکابر علماء پر بھی ترجیح دیتے تھے؛ چنانچہ ابن ابی دیناران کو تینوں سے بڑا فقیہ مانتے تھے (ایضاً، ق،ص) ابن عینیہ کہتے تھے کہ ہم لوگوں کے نزدیک عمرو بن دینار سے بڑا فقیہ ان سے بڑا عالم اور حافظِ حدیث کوئی نہ تھا۔
(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

احتیاط

احتیاط کی بنا پر حدیث اور فقہی مسائل کی کتابت پسند نہ کرتے تھے فرماتے تھے کہ لوگ ہم سے سوالات کرتے ہیں، جب ہم انہیں بتاتے ہیں، تو وہ اس کو لکھ کر پتھر پر نقش بنالیتے ہیں، ممکن ہے کل کو ہم ان سے رجوع کرلیں (اس وقت وہ غلط نقوش باقی رہ جائیں گے) ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا کہ سفیان آپ سے جو کچھ سنتے ہیں، اس کو لکھ لیتے ہیں، یہ سن کر آپ رونے لگے اور کہا جو شخص مجھ سے لکھتا ہے وہ مجھ پر بڑی زیادتی کرتا ہے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کسی چیز کے متعلق کچھ پوچھا: آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، سائل نے کہا اس کے بارہ میں میرے دل میں بعض شکوک ہیں، اس لیے جواب مرحمت ہو آپ نے کہا خدا کی قسم تمہارے دل میں ابوقبیس (پہاڑ) کے برابر شک ہونا مجھے اس کے مقابلہ میں زیادہ پسند ہے کہ میرے دل میں بال برابر بھی شک ہو۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) (یعنی اس کے جواب میں)

عبادت وریاضت

بڑے عبادت گذار تھے، رات کا بیشتر حصہ عبادت میں گزرتا تھا، ایک تہائی شب سوتے تھے، ایک تہائی میں حدیثیں پڑھتے تھے اور ایک تہائی نماز میں بسر ہوتی تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

جماعت کا اہتمام

جماعت کی پابندی میں اتنا اہتمام تھا کہ عالم پیری میں بھی جب چلنے پھرنے کی طاقت باقی نہ رہ گئی تھی، مسجد ہی میں جوان کے گھر سے کافی فاصلہ پر تھی، نماز پڑھتے تھے، سفیان کا بیان ہے کہ عمرو نے کسی زمانہ میں مسجد کا آنا نہیں چھوٹا۔

پیری کے زمانہ میں بھی جب وہ اٹھا کر سواری پر بٹھائے جاتے تھے، میں نے ان کو ہمیشہ مسجد جانے کے انتظار ہی میں بیٹھا ہوا پایا میں صغیر سنی میں انہیں اٹھا کر سواری پر بٹھانے کے قابل نہ تھا لیکن پھر چند دنوں کے بعد ہو گیا تھا، ان کا گھر مسجد سے دو تھا۔ (میں وفات پائی)

Marfat.com

مذہبی خدمات کا معاوضہ نہ لیتے تھے

مذہبی خدمات پر معاوضہ لینا اچھا نہ سمجھتے تھے اور انہیں حبۃ للہ انجام دیتے تھے، ابن ہشام نے آپ سے خواہش کی کہ میں آپ کا وظیفہ مقرر کیے دیتا ہوں، آپ اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر افتا کی خدمت انجام دیجئے آپ نے منظور نہ کیا اور یوں ہی بلا معاوضہ جس طرح سے انجام دیتے چلے آ رہے تھے انجام دیتے رہے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

۱۱۶ھ میں وفات پائی۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

حضرت عکرمہ مولی ابن عباس رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عکرمہ نسلاً بربری اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے نامور غلام ہیں، ابتداء میں حصین بن الحر العنبری کی غلامی میں تھے، انہوں نے ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دے دیا تھا، عکرمہ اس وقت بہت کم سن تھے اس لیے ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کے دامن تربیت میں ان کی پرورش ہوئی، ان تعلیم وتربیت کے اثر سے وہ اس درجہ کو پہنچ گئے کہ ان کی شخصیت بڑے بڑے آزاد علماء کے لیے باعث رشک ہوگئی۔

تعلیم

عکرمہ میں تحصیل علم کی استعداد اور اس کا ذوق وشوق فطری تھا، وہ ہر شے سے سبق لیتے تھے، ان کا بیان ہے کہ جب میں بازار جاتا تھا اور کوئی بات سنتا تھا تو اس سے میرے لیے علم کے پچاسوں دروازے کھل جاتے تھے۔

اس مناسبت طبع کے ساتھ ان کو ابن عباس رضی اللہ عنہما جیسا حبر اور شفیق آقا مل گیا جس نے بڑی محنت اور جانفشانی سے ان کو تعلیم دی (ابن خلکان، ابن سعد حوالہ مذکور) عکرمہ کو علم کی اتنی پیاس تھی، کہ وہ تاعمر اس سے سیر نہ ہوئے، مسلسل چالیس برس تک تعلیم حاصل کرتے رہے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضل وکمال

ان کے ذاتی ذوق وشوق اور ابن عباس کی توجہ نے ان کی علم کا دریا بنا دیا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ (علم) سمندروں میں سے ایک سمندر تھے (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) حافظ ذہبی ان کو حبر العالم کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ان کے زمانہ میں غلاموں میں کیا بڑے بڑے شرفاء اور نجباء میں بھی کوئی ان کا ہمسر نہ تھا، تفسیر، حدیث، فقہ جملہ علوم میں انہیں درجہ امامت حاصل تھا۔

Marfat.com

تفسیر

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تفسیر کے اتنے بڑے عالم تھے کہ کم صحابہ اس فن میں ان کا مقابلہ کر سکتے تھے، انہوں نے بڑی توجہ اور کوشش سے عکرمہ کو تفسیر پڑھائی تھی (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) اور اپنا سارا علم ان کے سینہ میں منتقل کر دیا تھا، ابن عباس کے تلامذہ میں تفسیر میں کوئی ان کا ہم سر نہ تھا عباس بن مصعب مروزی کا بیان ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے تلامذہ میں عکرمہ سب سے بڑے عالم تھے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) قتادہ کہتے تھے کہ اعلم التابعین چار ہیں عطاء، سعید بن جبیر اور عکرمہ اور ان چاروں میں عکرمہ تفسیر کے سب سے بڑے عالم ہیں، امام شعبی کہتے تھے کہ عکرمہ سے زیادہ کتاب اللہ کا جاننے والا اب باقی نہیں ہے، جب تک عکرمہ بصرہ میں رہتے تھے، اس وقت تک حسن بصری تفسیر نہیں بیان کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زندگی میں عکرمہ بڑے مفسر ہو گئے تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما کبھی کبھی ان کا امتحان لیتے تھے اور ان کے عالمانہ جواب سن کر اظہار خوشنودی کرتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے یہ آیت:

لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا (الاعراف)

تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جن کو اللہ ہلاک کرنے والا یا سخت عذاب دینے والا ہے۔

پڑھ کر فرمایا کہ اس آیت میں جن لوگوں کی طرف اشارہ ہے معلوم نہیں انہوں نے نجات پائی یا ہلاک ہو گئے عکرمہ نے نہایت وضاحت اور تشریح سے ثابت کر دیا کہ نجات پائی، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خوش ہو کر ان کو ایک حلہ پہنایا۔

تفسیر کا درس

مجاہد اور ابن جبیر جیسے فضلاء ان سے تفسیر میں استفادہ کرتے تھے، یہ دونوں ان سے سوالات کرتے تھے، عکرمہ ان کا جواب دیتے تھے، ان کے سوالات ختم ہونے کے بعد پھر اپنی جانب سے بہت سی آیات کی شانِ نزول بتاتے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ان کے فیض سے مجاہد امام تفسیر بن گئے تھے۔

حدیث

ان کا خاص فن حدیث تھا، اس کے وہ بحرِ بیکراں تھے، حدیث میں انہوں نے زیادہ تر ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فیض پایا تھا، ان کے علاوہ صحابہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، حجاج بن عمرو بن غزیہ، معاویہ بن رضی اللہ عنہ ابی سفیان، صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ، یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ، جابر رضی اللہ عنہ، ابو قتادہ رضی اللہ عنہ، ام المومنین عائشہ صدیقہ اور حمنہ بنت جحش وغیرہ سے بھی استفادہ کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

Marfat.com

حدیث میں ان کی وسعتِ علم کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مرویات جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہے زیادہ تر انہی سے مروی ہیں، علامہ ابن سعد ان کو کثیر الحدیث لکھتے ہیں (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) شہر بن حوشب کہتے تھے کہ ہر قوم کا ایک حبر ہوتا ہے اس امت کا حبر ابن عباس کا غلام ہے۔

طالبانِ حدیث کا مرجوعہ

ان کی ذات مرجع خلائق تھی، طالبانِ حدیث دور دور سے ان سے استفادہ کے لیے آتے تھے، جدھر سے وہ گزر جاتے تھے، شائقین کا ٹھٹھ لگ جاتا تھا، ایوب کا بیان ہے کہ میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ عکرمہ دنیا کے جس حصہ میں بھی ہوں گے ان سے جا کر ملوں گا اتفاق سے ایک دن بصرہ کے بازار میں مل گئے ان کے گرد آدمیوں کا ہجوم جمع ہو گیا میں بھی قریب گیا، لیکن ہجوم کی کثرت سے کچھ پوچھ نہ سکا، یہ دیکھ کر میں ان کی سواری کے پہلو میں کھڑا ہو گیا، لوگ ان سے جو کچھ پوچھتے تھے اور وہ جو جوابات دیتے تھے میں ان کو یاد کرتا جاتا تھا، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ایوب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عکرمہ ہمارے یہاں آئے، ان کے پاس لوگوں کا اتنا ہجوم ہو گیا کہ انہیں مجبور ہو کر چھت پر چڑھ جانا پڑا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عکرمہ پر جرح

ان بیانات کے ساتھ ساتھ رجال کی کتابوں میں عکرمہ کے بارہ میں ایسی تنقیدیں بھی ملتی ہیں جن سے ان کی روایات کی صداقت بہت کچھ مشکوک ہو جاتی ہے وہ تنقیدیں یہ ہیں۔

ابو الاسود دیلی کہتے ہیں کہ عکرمہ میں فہم و دانائی کم تھی جب ان سے کوئی حدیث پوچھی جاتی جس کو انہوں نے دو آدمیوں سے سنا ہوتا تو وہ اس کو کبھی ایک کی طرف منسوب کر دیتے کبھی دوسرے کی طرف لیکن یہ تنقید آپ اپنی تردید کرتی ہے جب انہوں نے ایک روایت دو راویوں سے سنی تو انہیں اختیار ہے جس کی جانب چاہیں منسوب کریں اس سے ان کی فہم پر کس طرح حرف آ سکتا ہے۔

ابو خلف الخراز یحیی البکار سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سنا تھا وہ اپنے غلام نافع سے کہتے تھے نافع خدا سے ڈرو اور مجھ پر اس طرح بہتان نہ باندھوں جس طرح عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما پر باندھتے تھے۔

جریر بن عبد الحمید، یزید بن ابی زیاد سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس کے صاحبزادے عکرمہ کو ابن عباس پر جھوٹ باندھنے کے جرم میں سزا دیتے تھے۔

ہشام بن سعد، عطاء خراسانی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب سے کہا کہ عکرمہ کا گمان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں میمونہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ شادی کی انہوں نے جواب دیا کہ انہوں نے جھوٹ کہا۔

فطر بن خلیفہ کا بیان ہے کہ میں نے عطاء سے کہا کہ عکرمہ کہتے ہیں کہ موزوں پر مسح کو قرآن کے احکام نے باطل اور منسوخ

Marfat.com

کر دیا ہے عطاء نے کہا انہوں نے جھوٹ کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا ہے، وہ کہتے تھے کہ خفین پر مسح کرو، اگر چہ تم بیت الخلا سے نکلو۔

اسرائیل، عبدالکریم جزری سے روایت کرتے ہیں کہ عکرمہ زمین کے لگان کو مکروہ سمجھتے تھے، انہوں نے سعید بن جبیر سے اس کا تذکرہ کیا، انہوں نے کہا عکرمہ نے جھوٹ کہا۔

وہیب بن خالد یحیی بن سعید انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ وہ انہیں جھوٹا کہتے تھے۔

ابراہیم بن منذر معن بنعیسیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ امام مالک، عکرمہ کو ثقہ نہیں سمجھتے تھے اور ان سے روایت کی ممانعت کرتے تھے اور اس قبیل کے بعض بیانات ہیں۔ (یہ تمام روایتیں تہذیب التہذیب، ج، تذکرہ عکرمہ میں ہیں)

ان بیانات کی حیثیت

لیکن ان میں سے کوئی روایت بھی لائق اعتماد نہیں اس لیے کہ اولاً تو ان کی سندیں مسلسل نہیں ہیں دوسرے ان کے راوی لائق اعتماد نہیں۔

ابوالاسود دوئلی میں شیعیت تھی (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) اگر چہ شیعہ ہونا بے اعتباری کی دلیل نہیں لیکن جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا خارجیوں کے بعض خیالات عکرمہ کی جانب منسوب تھے ایسی صورت میں ان کے بارہ میں ایک شیعہ کا بیان لائق اعتبار نہیں رہ جاتا۔

دوسری روایت میں یحیٰ البکار باتفاق ارباب فن لائق اعتماد نہیں (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) تیسری روایت کا ایک راوی یزید شیعہ ہے اس کے علاوہ اس نے خود عکرمہ سے روایت لی ہے (تہذیب التہذیب) ایسی صورت میں اس کا بیان خود اس کے عمل کے خلاف ہو جاتا ہے پھر پہلا راوی جریر بن عبدالحمید بھی کچھ زیادہ لائق اعتماد نہیں (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) چوتھی روایت میں ہشام بن سعد کی روایات پایہ اعتبار سے ساقط ہیں، محتاط محدثین ان سے روایت نہیں لیتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

پانچویں روایت میں فطر بن خلیفہ بعض لوگوں کے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) چھٹی روایت کا راوی اسرائیل بالکل مجہول ہے، پھر اس میں جس بنا پر عکرمہ کی تکذیب کی گئی ہے اس کی حیثیت یہ ہے کہ گو بروایت صحیحہ عہد رسالت میں لگان لیا جاتا تھا، لیکن بعض صحابہ کو لاعلمی یا غلط فہمی کی بنا پر اس کے جواز میں شک تھا؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اگر چہ اس کا ذاتی علم تھا کہ عہد رسالت میں برابر لگان لیا جاتا تھا، لیکن بعض صحابہ کو لاعلمی یا غلط فہمی کی بناء پر اس کے جواز میں شک تھا؛ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اگر چہ اس کا ذاتی علم تھا کہ عہد رسالت میں برابر لگان لیا جاتا تھا، لیکن بعض صحابہ کو لاعلمی یا غلط فہمی کی بنا پر اس کے جواز میں شک تھا اس لیے ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس خیال سے لگان لینا ترک کر دیا تھا کہ ممکن ہے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت نہ سنی ہو (بخاری) ایسی

Marfat.com

حالت میں عکرمہ کا خیال بالکل بے بنیاد نہیں تھا، ساتویں روایت میں خالد ضعفاء میں ہے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) آٹھویں روایت میں ابراہیم بن منذر کی روایت متکلم فیہ ہیں۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

غرض روایتی حیثیت سے یہ تمام بیانات اعتبار کے قابل نہیں ہیں، پھر ان بیانات کے خلاف اتنی روایتیں ہیں کہ ان ہوتے ہوئے عکرمہ پر حرف رکھنا قیاس ہی میں نہیں آ سکتا مثلاً:

علماء اور محدثین کا اتفاق

اسحٰق بن عیسیٰ الطباع کا بیان ہے کہ میں نے مالک بن انس سے پوچھا کہ آپ کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا علم ہے کہ مجھ پر اس طرح کا جھوٹ نہ باندھو جس طرح عکرمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما پر جھوٹ باندھتے ہیں، مالک نے کہا نہیں، مجھے اس کا علم نہیں، البتہ سعید بن مسیّب اپنے غلام برد سے ایسا کہتے تھے، اس میں شک نہیں کہ سعید بن جبیر دوسروں کی زبانی سنی ہوئی عکرمہ کی بعض روایات میں شبہ ظاہر کرتے تھے لیکن جب ان کو خود ان کی زبان سے سن لیتے تھے تو ان کا شبہ دور ہو جاتا تھا ابو اسحٰق کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابن جبیر کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم لوگ عکرمہ سے ایسی حدیثیں روایت کرتے ہو کہ اگر میں ان کے پاس ہوتا تو شاید ان کو وہ نہ بیان کرتے، اتفاق سے اس کے بعد ہی عکرمہ آ گئے اور انہوں نے وہی حدیثیں بیان کیں تمام حاضرین خاموشی کے ساتھ سنا کیے، سعید بھی کچھ نہیں بولے، جب عکرمہ اُٹھ گئے تو لوگوں نے ابن جبیر سے پوچھا ابو عبداللہ یہ کیا اب آپ کیوں خاموش رہے، انہوں نے کہا عکرمہ نے صحیح بیان کیں، تمام محدثین ان کی صداقت اور ان کے کمالات علمی کے معترف تھے اور ان کی روایات قبول کرتے تھے؛ چنانچہ عطاء اور سعید دونوں ان کی حدیثیں بلا تکلف قبول کرتے تھے، حبیب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عکرمہ اور عطاء سعید کے یہاں گئے اور ان کو حدیثیں سنائیں جب وہ حدیث بیان کر کے اُٹھ گئے تو میں نے ان دونوں سے پوچھا کہ عکرمہ نے جو کچھ بیان کیا ہے، اس میں کسی چیز سے آپ کو انکار ہے انہوں نے کہا نہیں (ابن سعد) ابن جبیر جو خود بہت بڑے عالم تھے عکرمہ کو اپنے سے بڑا عالم مانتے تھے (تہذیب التہذیب) ابن جریج جو تبع تابعین میں نہایت بلند مرتبہ محدث تھے عکرمہ کے اتنے معترف تھے کہ انہوں نے ایک مرتبہ یحییٰ بن ایوب مصری سے پوچھا کہ تم لوگوں نے عکرمہ سے کچھ لکھا انہوں نے کہا نہیں ابن جریج نے کہا تو تم نے دو تہائی علم ضائع کر دیا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

قتادہ چار آدمیوں کو بڑا عالم مانتے تھے، ان میں ایک عکرمہ تھے، ابن سیرین نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تمام روایتیں عکرمہ ہی کے واسطہ سے لی ہیں، امام احمد بن حنبل ان کی روایات لائق احتجاج سمجھتے تھے، ابن معین ثقاہت میں عکرمہ کو بن جبیر کے برابر سمجھتے تھے، ان کو ان سے اتنی عقیدت تھی کہ ان کے متعلق کسی قسم کا سوء ظن روا نہ رکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ جب میں کسی شخص کو عکرمہ اور حماد بن سلمہ کے بارہ میں عیب چینی کرتے ہوئے سنتا ہوں تو مجھے اس کے اسلام میں شک ہو جاتا ہے، ابن

Marfat.com

مدائنی کا بیان ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے غلاموں میں عکرمہ سے زیادہ وسیع العلم دوسرا نہ تھا، عکرمہ اہل علم میں تھے، امام بخاری کہتے تھے کہ ہمارے تمام اصحاب عکرمہ سے احتجاج کرتے ہیں، امام نسائی انہیں ثقہ کہتے ہیں، ابن ابی حاتم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے سوال کیا کہ عکرمہ کیسے ہیں، انہوں نے جواب دیا ثقہ ہیں، میں نے پوچھا ان کی احادیث لائق احتجاج ہیں، فرمایا ہاں جب وہ ثقات سے روایت کریں، یحییٰ بن سعید اور امام مالک نے ان کی روایت کا نہیں؛ بلکہ ان کی رائے کا انکار کیا ہے، ان سے پوچھا گیا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے اور غلاموں کا کیا حال ہے، فرمایا عکرمہ ان سب میں بلند مرتبہ ہیں، اس موقع پر ان کی کوئی حدیث بیان کرنے کی ضرورت نہیں، ثقات ان سے جو روایت کرتے ہیں وہ سب روایت صحیح اور درست ہیں، ائمہ حدیث نے ان کی روایت سے منع نہیں کیا ہے اور اصحابِ صحاح نے ان کی روایات کو صحاح میں داخل کیا ہے، ان کی شخصیت اس سے بلند ہے کہ میں ان کی احادیث کو ثبوت میں پیش کروں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ابن مندہ کا بیان ہے کہ اکابر تابعین کی بڑی تعداد اور تبع تابعین نے عکرمہ کی تعدیل کی ہے، ان سے احادیث روایت کی ہیں، ان کی منفرد روایتوں سے صفات سنن اور احکام میں احتجاج کیا ہے، ان سے تین سو سے زیادہ اشخاص نے روایتیں کی ہیں، جن میں ستر سے زیادہ بڑے اور خیار تابعین ہیں، یہ وہ مرتبہ ہے جو کسی تابعی کو حاصل نہیں، جن آئمہ نے ان پر جرح کی ہے وہ بھی ان کی احادیث قبول کرنے سے بے نیاز نہ رہ سکے، ان کی احادیث حسن قبول کے ساتھ لی جاتی ہیں، ابتداءً یعنی تابعین کے دور سے لے کر آئمہ اربعہ یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی کے زمانہ تک ائمہ نے ان کی صحیح روایات لیکر ثابت وسقیم اور صحیح روایات میں امتیاز قائم کیا ہے اور ان کی روایات سے قرناً بعد قرن اور اماماً بعد امام احتجاج ہوتا چلا آیا ہے اور چاروں آئمہ نے ان کی روایات لی ہیں اور ان سے احتجاج کیا ہے، امام مسلم ان کے متعلق اچھی رائے نہ رکھتے تھے، اس کے باوجود انہوں نے ان کی روایتیں لی ہیں اور جرح کے بعد ان کی تعدیل کی ہے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ابوعبداللہ محمد بن نصر المروزی کا بیان ہے کہ عکرمہ کی احادیث سے احتجاج پر تمام علمائے حدیث کا اجماع ہے، ہمارے زمانہ کے تمام ممتاز محدثین، احمد بن حنبل ابن راہویہ، یحییٰ ابن معین اور ابوثور وغیرہ کا اس پر اتفاق ہے، میں نے ابن راہویہ سے ان کی روایات سے احتجاج کے بارہ میں پوچھا انہوں نے میرے سوال پر متعجب ہوکر کہا، عکرمہ ہمارے نزدیک ساری دنیا کے امام ہیں، بعض اور لوگوں نے یحییٰ بن معین سے یہی سوال کیا تو انہوں نے بھی اس سوال پر تعجب کا اظہار کیا (ایضاً) جابر بن زید کہتے تھے کہ عکرمہ اعلم الناس ہیں، جو شخص ذرا بھی شمیم علم کا رائحہ شناس ہے، اس کو یزید بن ابی زیاد اس باب میں قابل احتجاج نہیں ہیں، اور ایک مجروح کے قول سے ایک عدل مجروح نہیں ہوسکتا، عکرمہ وہ شخص ہیں جن کے سرچشمہ علم سے اہل علم نے ساری دنیا میں حدیث اور فقہ پھیلائی ہے، مجھے ان میں سوائے تھوڑی سی ظرافت کے اور کسی برائی کا علم نہیں۔

(طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

غرض چند غیر مستند بیانات کے علاوہ جن کی حیثیت اوپر ظاہر کی جاچکی ہے تمام علماء و محدثین کا عکرمہ کی جلالتِ شان کی

Marfat.com

صداقت پر اتفاق ہے، ان کی صداقت کی ناقابل انکار شہادت یہ ہے کہ خود حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو جن کے دامن میں عکرمہ مجھ سے جو روایت کریں اسے سچ سمجھو ان تمام اقوال واسناد کے بعد عکرمہ کی علمی عظمت میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔

تلامذہ

ان بیانات کے علاوہ ان کے علمی مرتبہ کا اندازہ ان لاتعداد طالبان حدیث سے ہوسکتا ہے، جنہوں نے ان سے سماع حدیث کیا تھا اور اس میں بہت سے آئمہ تھے، ان کی فہرست نہایت طویل ہےبعض ممتاز اور لائق ذکر نام یہ ہیں۔

ابراہیم نخعی، جابر بن زید، امام شعبی، ابو اسحٰق سبیعی، ابو الزبیر، قتادہ، سماک بن حرب، عاصم الاحول، حصین بن عبدالرحمٰن، ایوب، خالد نحداء، داؤد بن ابی ہند، عاصم بن بہدلہ عبدالکریم الجزری، حمید الطّویل، موسیٰ بن عقبہ، عمرو بن دینار، عطاء بن سائب، یحیٰی بن سعید انصاری، یزید بن ابی حبیب، ابو اسحٰق شیبانی، ہشام بن حسان، یحیٰی بن کثیر، حکم بن عیینہ خصیف الجزری اور داؤد بن الحصین وغیرہ۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

فقہ

گو عکرمہ کا اصل فن حدیث تھا، لیکن فقہ میں بھی وہ امتیازی درجہ رکھتے تھے ابن حبان لکھتے ہیں کہ عکرمہ اپنے زمانہ کے فقہ اور قرآن کے بڑے علماء میں تھے، ان کے تفقہ کی بڑی سند یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی زندگی ہی میں ان کو افتاء کا مجاز بنا دیا تھا، ان کا خود بیان ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے فتویٰ دینے کو کہا میں نے دو مرتبہ معذرت کی کہ اگر اس زمانہ کے لوگ صالحین کی طرح ہوتے تو مجھے تامل نہ ہوتا، یہ عذر سننے کے بعد بھی انہوں نے اصرار کیا کہ جو شخص تم سے ضروری مسائل پوچھا کرے، اس کو بتا دیا کرو، اور جو غیر ضروری سوالات کرے اس کا جواب نہ دیا کرو، اس طریقہ عمل سے تمہارا دو تہائی بوجھ ہلکا ہو جائے گا (ایضا) ان کا فقہی کمال اتنا مسلم تھا کہ جب وہ بصرہ جاتے اور جتنے دنوں رہتے اتنے دنوں تک حسن بصری فتویٰ دیتے تھے (تذکرہ) ان کے انتقال کے وقت خلق خدا کی زبان پر تھا کہ آج افقہ الناس دنیا سے اٹھ گیا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

ان کے معاصرین مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے، عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ جابر بن زید نے مجھ سے چند مسائل عکرمہ سے پوچھنے کے لیے کہا اور ہدایت کی کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ غلام دریا ہے اس سے پوچھا کرو۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

مغازی

حدیث وفقہ کے علاوہ تاریخ میں بھی ان کو درک تھا، مغازی کے ممتاز عالم تھے، اس پر اتنا عبور تھا کہ مغازی بیان کرتے

Marfat.com

وقت اپنی قوتِ گویائی سے میدان جنگ کا سماں باندھ دیتے تھے، ابن عینیہ کا بیان ہے کہ عکرمہ جب مغازی بیان کرتے تھے تو سننے والے کو معلوم ہوتا کہ وہ مجاہدوں کے سامنے موجود ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

مغازی

حدیث وفقہ کے علاوہ تاریخ میں بھی ان کو درک تھا، مغازی کے ممتاز عالم تھے، اس پر اتنا عبور تھا کہ مغازی بیان کرتے وقت اپنی قوتِ گویائی سے میدان جنگ کا سماں باندھ دیتے تھے، ابن عینیہ کا بیان ہے کہ عکرمہ جب مغازی بیان کرتے تھے تو سننے والے کو معلوم ہوتا کہ وہ مجاہدوں کے سامنے موجود ہے اور ان کو دیکھ رہا ہے۔ (تہذیب)

وفات

باختلافِ روایت ۱۰۶یا۱۰۷ میں وفات پائی (ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ) حافظ ذہبی کے نزدیک میں مدینہ میں انتقال ہوا، ایک روایت قیروان (افریقہ) میں بھی انتقال کی ملتی ہے لیکن یہ لائق اعتماد نہیں۔

بعض شکوک کا ازالہ

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عکرمہ کا رجحان خارجی فرقہ صفریہ اور اباضیہ کی طرف تھا اور نجدہ خارجی کے ساتھ ان کے تعلقات ومراسم تھے، وہ ان کے پاس چھ مہینہ تک رہا بھی تھا، مغرب کے خارجیوں نے ان سے علمی استفادہ کیا تھا، لیکن ان بیانات کی صداقت بڑی حد تک مشکوک ہے۔

ابن سعد میں جو سب سے قدیم ماخذ ہے صرف اس قدر ملتا ہے: گمان کیا جاتا ہے کہ خارجیوں کی رائے رکھتے تھے، اس بیان کی جو حیثیت ہے، وہ ظن اور گمان کے الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے، بعض لوگ سرے سے اس بیان ہی کے منکر ہیں؛ چنانچہ عجلی کہتے ہیں کہ وہ مکی تابعی اور ثقہ ہیں، اور خارجیت کی تہمت سے جو لوگ ان پر لگاتے ہیں بری ہیں۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

ان بیانات کے علاوہ قرائن بھی اس کے خلاف ہیں، ان کی نشو ونما حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے دامن میں ہوئی تھی، جو خارجیوں کے دشمن تھے، ان کا پہلا آقا حصین بن الحر العنبری بھی محبِ اہل بیت تھا، ایسی حالت میں خارجیت کی طرف ان کے میلان کا کم امکان ہے، اس کے مقابلہ اگر شیعیت کی طرف ان کا رجحان بیان کیا جاتا تو زیادہ قرین قیاس ہوسکتا تھا۔

مختلف بیانات کے پڑھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عکرمہ عام مسلمانوں کی طرح خوارج کے بارہ میں متشدد نہ تھے اور ان سے رسم وراہ رکھتے تھے اور چونکہ ان کا یہ طرزِ عمل عام مسلمانوں کے طریقہ کے خلاف تھا اور وہ اسے پسند نہ کرتے تھے، اس لیے ان کی خارجیت کی شہرت ہوگئی، یہ بھی ممکن ہے کہ کسی خاص مسئلہ میں وہ خوارج کے ہم خیال رہے اس لیے ان کو خارجی مشہور کردیا گیا ہو ورنہ ان کو اس جماعت سے کوئی تعلق نہ تھا۔

Marfat.com

سیر وسیاحت

عکرمہ کو سیر وسیاحت کا بڑا شوق تھا، وہ ہمیشہ سیر وسیاحت میں مصروف رہتے تھے، مشرق میں ان کی سیاحت کا دائرہ سمرقند تک اور مغرب میں مصر وافریقہ تک وسیع تھا۔ (تہذیب التہذیب، ج ۷، ص ۲۷۰، بیروت)

حضرت علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

علی نام، ابوالحسن کنیت، زین العابدین لقب، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند اصغر اور ریاض نبوت کے گلِ تر تھے، کربلا کے میدان میں اہل بیت نبوی کا چمن اجڑنے کے بعد یہی ایک پھول باقی رہ گیا تھا، جس سے دنیا میں شمیم سیادت پھیلی اور حسین رضی اللہ عنہ کا نام باقی رہا۔

دادہالی شجرہ آفتاب سے زیادہ روشن اور ماہتاب سے زیادہ منور ہے، نانہالی شجرہ بہت مختلف فیہ ہے، مشہور عام روایت یہ ہے کہ آپ ایران کے آخری تاجدار یزدگرد کے نواسہ تھے۔

اس کی تفصیل یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یزدگرد کو شکست ہوئی تو اور قیدیوں کے ساتھ اس کی تین لڑکیاں بھی گرفتار ہوئیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوسرے قیدیوں کی طرح انہیں بھی بیچنے کا حکم دیا، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا کہ شاہزادیوں کے ساتھ عام لڑکیوں کا سا سلوک نہ کرنا چاہئے اور یہ تجویز پیش کی کہ ان کی قیمت لگوائی جائے، جو قیمت لگے گی جو شخص لے گا اسے اتنی قیمت ادا کرنا ہوگی؛ چنانچہ قیمت لگوا کر تینوں لڑکیوں کو خود خرید لیا اور ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد کو دے دی، دوسری حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرزند حضرت عبداللہ کو عطا فرمائی اور تیسری اپنے صاحبزادے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو ان تینوں کے بطن سے حضرت قاسم بن محمد، حضرت سالم بن عبداللہ اور حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

قدیم مورخ ابن قتیبہ المتوفی ۲۷۶ھ نے معارف میں (معارف ابن قتیبہ) لکھا ہے کہ زین العابدین کی ماں سندھ کی تھیں اور ان کا نام سلافہ یا غزالہ تھا، ابن سعد نے غزالہ اختیار کیا ہے، لیکن سلسلہ نسب نہیں دیا ہے اور نہ یزدگرد کے شاہی نسب کی طرف اشارہ کیا ہے، پہلی روایت مختلف حیثیتوں سے غیر معتبر ہے، علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے الفاروق میں اس پر تفصیلی تنقید کی ہے جس سے اس کی بے اعتباری واضح ہوجاتی ہے مگر ان روایات سے اتنا بہرحال ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی غیر قوم کی خاتون تھیں۔

ولادت

حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ ۳۸ھ میں پیدا ہوئے

Marfat.com

واقعہ کربلا

اپنے جد امجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں بچہ تھے،اس لیے اس عہد کا کوئی واقعہ لائق ذکر نہیں ہے، سن رشد کو پہنچنے کے بعد کربلا کا واقعہ پیش آیا،اس سفر میں آپ اپنے والد بزرگوار کے ساتھ تھے،مگر علالت کی وجہ سے شریک جنگ نہ ہوسکے،حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد شمر ذی الجوشن نے آپ کو قتل کرادینا چاہا،لیکن خود اس کے ساتھی کے دل میں خدا نے رحم ڈال دیا،اس نے کہا سبحان اللہ ہم اس نوخیز اور بیمار نوجوان کو جس نے جنگ میں بھی کوئی حصہ نہیں لیا قتل نہیں کرسکتے،عمرو بن سعد بھی پہنچ گیا،اس نے شامیوں کو روک دیا کہ اس بیمار اور عورتوں سے کوئی شخص تعرض نہ کرے۔

(طبقات ابن سعد،مطبوعہ دار الکتب بیروت،لبنان)

قید

اہل بیت رضی اللہ عنہ کا ایک عقیدت مند شامی آپ پر بہت مہربان ہوگیا تھا،اس نے آپ کو چھپالیا،وہ آپ کی بڑی خدمت کرتا تھا،اس درجہ آپ کے ساتھ تعلق خاطر تھا کہ آپ کے پاس روتا ہوا آتا تھا اور روتا ہوا واپس جاتا تھا،اس کے اس شریفانہ برتاؤ سے آپ بہت متاثر ہوئے،لیکن عام شامیوں کی طرح دولت کے مقابلہ میں اس کی عقیدت بھی شقاوت سے بدل گئی،ابن زیاد نے آپ کی گرفتاری کے لیے تین سو اشرفی کا انعام مقرر کیا تھا،اس کی طمع میں شامی نے آپ کو باندھ کر ابن زیاد کے آدمیوں کے حوالہ کردیا۔ (طبقات ابن سعد،مطبوعہ دار الکتب بیروت،لبنان)

ابن زیاد سے مکالمہ

گرفتاری کے بعد دوسرے حسینی قیدیوں کے ساتھ آپ بھی ابن زیاد کے سامنے پیش کیے گئے،اس نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے،آپ نے فرمایا علی،نام سن کر اس نے کہا کیا خدا نے علی کو قتل نہیں کردیا،آپ خاموش رہے،ابن زیاد نے کہا جواب کیوں نہیں دیتے،فرمایا میرے دوسرے بھائی کا نام علی تھا،ان کو لوگوں نے قتل کردیا،ابن زیاد بولا لوگوں نے نہیں؛ بلکہ خدا نے قتل کیا، حضرت امام رضی اللہ عنہ خاموش رہے،ابن زیاد نے پھر پوچھا آپ نے جواب میں یہ دو آیتیں تلاوت فرمائیں:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا ۔(الزمر)

اللہ ہی نفوس کو ان کی موت کے وقت وفات دیتا ہے

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔(آل عمران)

کسی نفس کو بغیر خدا کے اذن کے مرنے کا اختیار نہیں ہے

یہ جواب سن کر ابن زیاد نے کہا تم بھی انہی لوگوں میں ہو اور آپ کے قتل کا حکم دے دیا،حکم سن کر حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا،ان عورتوں کو کس کے سپرد کروگے،آپ کی پھوپھی حضرت زینب یہ ظالمانہ حکم سن کر تڑپ گئیں اور حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ سے چمٹ گئیں اور ابن زیاد سے کہا اگر تو انہیں بھی قتل کرنے پر آمادہ ہے،تو ان کے ساتھ مجھے بھی قتل

Marfat.com

کردے، مگر حضرت امام زین العابدین پر مطلق کوئی خوف وہراس طاری نہ ہوا آپ نے نہایت سکون واطمینان کے ساتھ فرمایا کہ اگر مجھے قتل کرنا ہے تو کم از کم کسی آدمی کو ان عورتوں کے ساتھ کردو جو انہیں حفاظت کے ساتھ وطن پہنچادے، ان کا یہ استقلال دیکھ کر ابن زیاد ان کا منہ تکنے لگا اور اس کے دل میں خدا نے رحم ڈال دیا؛ چنانچہ اس نے عورتوں کے ساتھ رہنے کے لیے آپ کو چھوڑ دیا۔ (ابن سعد، ابن اثیر)

شام کا سفر اور یزید سے مکالمہ

اس کے بعد ابن زیاد نے اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو یزید کے پاس شام بھجوادیا، شام پہنچنے کے بعد یہ لوگ یزید کے سامنے پیش کیے گئے، اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر دیکھ کر حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ سے کہا: علی جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ اس کا نتیجہ ہے کہ تمہارے باپ نے مجھ سے قطع رحم کیا، میرے حق سے غفلت کی اور حکومت میں جھگڑا کیا، امام ممدوح نے اس کے جواب میں یہ آیت پڑھی۔

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا ۔(الحدید)

یزید نے اپنے لڑکے خالد سے جو پاس بیٹھا تھا کہا کہ تم اس کا جواب دو، مگر وہ نہ دے سکا تو یزید نے کہا تم یہ آیت پڑھو۔

(طبری، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ (الشوری)

اور تم کو جو مصیبت بھی پہنچتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کی کمائی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ بہتوں سے معاف کر دیتا ہے۔

اس مجلس میں ایک شامی نے کہا کہ یہ قیدی ہمارے لیے حلال ہیں، حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو جھوٹ بکتا ہے، اگر تو مر بھی جائے تب بھی تیرے لیے یہ جائز نہیں، جب تک کہ تو ہمارے مذہب سے نکل نہ جائے۔ (یعنی اسلام پر قائم رہتے ہوئے کسی مسلمان کے لیے مسلمان قیدی عورت جائز نہیں ہے) یزید نے شامی کو خاموش کر کے بٹھا دیا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اہل بیت کا معائنہ کرنے کے بعد یزید نے ان کو شاہی حرم سرا میں ٹھہرادیا یہ سب عورتیں عزیز ہی تھیں، اس لیے تین دن تک یزید کے محل میں ماتم بپا رہا، جب تک یہ لوگ مقیم رہے یزید ان کے ساتھ نہایت شریفانہ سلوک کرتا رہا، زین العابدین کو اپنے ساتھ دسترخوان پر کھلاتا تھا۔ (طبری، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

مدینہ کی واپسی اور یزید کے وعدے

چند دنوں تک قیام کے بعد جب اہل بیت کو کسی قدر سکون ہوا تو یزید نے زین العابدین سے کہا اگر تم ہمارے ساتھ رہنا چاہو تو یہیں رہو، میں صلہ رحمی سے پیش آؤں گا اور تمہارا پورا حق ادا کروں گا اور اگر واپس جانا چاہو تو واپس جاسکتے ہو، میں تمہارے ساتھ سلوک کرتا رہوں گا، زین العابدین نے واپس جانے کی خواہش کی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

ان کی خواہش پر یزید نے سرکاری فوج کی نگرانی میں انہیں بحفاظت واپس کر دیا اور رخصت کرتے وقت زین العابدین سے کہا ابن مرجانہ پر خدا کی لعنت ہو اگر میں ہوتا تو حسین جو کہتے اسے مان لیتا اور ان کی جان نہ جانے دیتا، خواہ اس میں میری اولاد ہی کیوں نہ کام آ جاتی، بہر حال اب تو قضائے الٰہی پوری ہو چکی آئندہ جب بھی تم کو کسی قسم کی ضرورت پیش آئے مجھے فوراً لکھنا۔

(طبری، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

مدینہ کا قیام اور عزلت گزینی

اعزہ کی شہادت، گھر کی بربادی اور اپنی بے کسی پر زین العابدین کا دل ایسا ٹوٹ گیا تھا کہ مدینہ آنے کے بعد انہوں نے عزلت نشینی اختیار کر لی اور آئندہ کسی تحریک میں کوئی حصہ نہ لیا اور ہر فتنہ انگیز تحریک سے اپنا دامن بچاتے رہے، یزید نے بھی ہر موقع پر ان کا بڑا لحاظ رکھا۔

ابن زبیر کا ہنگامہ اور زین العابدین کی کنارہ کشی

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما یزید کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے، اہل حجاز نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کر لی مکہ اور مدینہ کے باشندوں نے اپنے یہاں سے اموی عمال کو نکال دیا، یزید نے ان کی تنبیہ کے لیے مسلم بن عقبہ کو ایک لشکر جرار کے ساتھ روانہ کیا اور امیر عسکر کو ہدایت کر دی کہ زین العابدین کو کوئی گزند نہ پہنچنے پائے، اہل مدینہ مقابلہ میں آئے، لیکن فاش شکست کھائی، ہزاروں آدمی مارے گئے اور یزیدی فوج کئی دن تک مدینۃ الرسول کو لوٹتی رہی، اس جنگ میں زین العابدین اور ان کے اعزہ نے کوئی حصہ نہیں لیا اور مدینہ چھوڑ کر عقیق چلے گئے، مدینہ کو ویران کرنے کے بعد مسلم عقیق گیا اور زین العابدین کو پوچھا: معلوم ہوا موجود ہیں، زین العابدین کو خبر ہوئی تو وہ خود اس سے ملنے آئے، اور اپنے ساتھ اپنے چچازاد بھائیوں ابو ہاشم، عبداللہ اور حسن بن محمد بن حنفیہ کو بھی لیتے آئے، مسلم بڑی عزت وتکریم کے ساتھ ان سے ملا، انہیں اپنے تخت پر بٹھا کر اور مزاج پرسی کے بعد کہا امیر المومنین نے مجھے آپ کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت فرمائی تھی، آپ نے فرمایا خدا ان کو اس کا صلہ دے، مسلم نے دونوں لڑکوں کے متعلق پوچھا زین العابدین نے کہا میرے چچیرے بھائی ہیں، یہ سن کر مسلم نے ان سے ملنے پر بھی مسرت ظاہر کی، اس خوش آئندہ ملاقات کے بعد زین العابدین واپس گئے۔

(اخبار الطوال، ص ۲۷۶: وابن سعد

Marfat.com

علی بن عبداللہ بن عباس رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

علی نام، ابو محمد کنیت، سجاد لقب، مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے سب سے چھوٹے صاحبزادے ہیں، نسب نامہ یہ ہے علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بن عبدالمطلب قریشی ہاشمی ماں کا نام زرعہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے زرعہ بنت مشرح بن معدیکرب بن ولیعہ ابن شرجیل بن معاویہ بن شرجیل بن معاویہ بن حجیر القرد بن الحارث الولادہ بن عمرو بن معاویہ بن الحارث بن معاویہ بن ثور بن مرتع بن ثور علی دولت عباسیہ کے بانی سفاح کے دادا تھے۔

پیدائش

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شب شہادت کو رمضان ۴۰ھ میں پیدا ہوئے، اس لیے یادگار کے طور پر انہی کے نام پر علی نام اور ابوالحسن کنیت رکھی گئی، لیکن عبدالملک نے اپنے زمانہ میں کہا کہ میں علی کا نام اور کنیت دونوں ایک ساتھ برداشت نہیں کر سکتا ان میں سے ایک کو بدلو، اس لیے ابوالحسن چھوڑ کر ابو محمد کنیت اختیار کی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضل وکمال

علمی اعتبار سے کوئی قابلِ ذکر شخصیت نہ رکھتے تھے درحقیقت ان کے عمل نے ان کے علم کو دبا دیا تھا، پھر بھی ابن عباس کے فرزند تھے اس لیے علم کی دولت سے تہی دامن نہ تھے، احادیث نبوی کا ایک حصہ ان کے حافظہ میں محفوظ تھا، ابن سعد ان کو قلیل الحدیث تابعین میں لکھتے ہیں۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

حدیث میں انہوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ابو سعید رضی اللہ عنہ خدری ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور عبدالملک سے استفادہ کیا تھا اور ان کے صاحبزادے محمد، عیسیٰ، عبدالصمد، سلیمان، داؤد اور منہال بن عمرو سعد بن ابراہیم، امام زہری، حبیب بن ابی ثابت، آبان بن صالح، عبداللہ بن طاوس اور منصور بن معتمر وغیرہ ان کے خوشہ چینیوں میں تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

زہد وعبادت

ان کا میدان عمل حجرہ عبادت تھا، اپنے عہد کے بڑے عابد و مرتاض بزرگ تھے، کثرت عبادت کی وجہ سے سجاد لقب پڑ گیا تھا، شبانہ یوم میں ایک ہزار رکعتیں پڑھتے تھے، عبادت کا یہ ذوق وانہماک آخر لمحہ حیات تک قائم رہا، زبیر بن بکار کا بیان ہے کہ موت کے وقت تک ان کی عبادت وریاضت میں فرق نہ آیا۔ (تہذیب الاسماء)

کبھی کبھی معمولی واقعات زندگی میں عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیتے ہیں، علی کے ساتھ بھی اس قسم کا ایک واقعہ پیش آیا،

Marfat.com

ابتداء میں وہ کوئی عابد وزاہد نہ تھے، ابان بن عثمان کے لڑکے عبدالرحمٰن کی عبادت وریاضت کو دیکھ کر ان کے دل پر نہایت گہرا اثر پڑا، انہوں نے کہا میں ان سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قریب عزیز ہوں اس لیے مجھے ان سے زیادہ عبادت کرنے کا حق ہے؛ چنانچہ اسی وقت سے ہمہ تن عبادت میں لگ گئے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

قریش میں عظمت وعزت

ان کے مذہبی کمالات کی وجہ سے قریش میں ان کی بڑی عظمت تھی جب وہ مکہ جاتے تو ان کے احترام میں سارا خاندانِ قریش ان پر ٹوٹ پڑتا تھا۔ (شذرات الذہب)

ولید سے اختلاف

انہوں نے عبدالملک کی مطلقہ لبابہ سے شادی کر لی تھی، اس لیے ولید ان کے سخت خلاف ہو گیا تھا، اس کی سزا میں اس نے ان کو کوڑے لگوا کر بلقاء جلاوطن کر دیا تھا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ہشام سے تعلقات

لیکن ہشام کے ساتھ ان کے تعلقات اچھے تھے اور وہ ان کا بڑا احترام کرتا تھا، ایک مرتبہ ان سے ملنے گئے، تو ہشام نے اپنے ساتھ تخت شاہی پر بٹھایا اور تیس ہزار اشرفیاں نذر پیش کیں۔ (شذرات الذہب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

وفات

ابن سعد کی روایت کے مطابق ۱۱۷ھ یا ۱۱۸ھ میں وفات پائی، لیکن بعض روایات ۱۱۴ھ میں وفات کی بھی ملتی ہیں۔

حلیہ

نہایت حسین وجمیل تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ روئے زمین پر ایسا حسین وجمیل قریشی نہ تھا، قد نہایت بلند وبالا تھا۔

اولاد

علی کی بہت سی اولادیں تھیں، داؤد، عیسیٰ، محمد، احمد، بشر، مبشر، اسمٰعیل، عبدالصمد، عبداللہ الاکبر، عبداللہ الاصغر، عبید اللہ، عبدالملک، عثمان، سلیمان، صالح، عبدالرحمٰن، عبداللہ الاوسط، یحییٰ، اسحاق، فاطمہ، ام عیسیٰ کبریٰ، ام عیسیٰ صغریٰ، لبابہ، بریہہ کبریٰ، بریہہ صغریٰ، میمونہ، ام علی، عالیہ اور ام حبیب۔ اس کثرت کے ساتھ علی کی اولاد پھلی پھولی بھی بہت، عباسی خلفاء انہی کی نسل سے تھے۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

Marfat.com

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عمر نام، ابوحفص کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم بن العاص بن امیہ بن عبدشمس اموی، ماں کا نام ام عاصم تھا، یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرزند عاصم کی صاحبزادی تھیں، اس طرح عمر بن عبدالعزیز کی رگوں میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خون بھی شامل ہو گیا تھا، اسی کا یہ نتیجہ تھا کہ مروان جیسے بدنام شخص کی نسل سے عمر بن عبدالعزیز جیسا مجدد ملت پیدا ہوا، جو صدق میں ابوبکر رضی اللہ عنہ، عدل میں عمر رضی اللہ عنہ، حیا میں عثمان رضی اللہ عنہ اور زہد میں علی رضی اللہ عنہ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا مثیل تھا، جس نے اپنے مجددانہ کارناموں سے ملتِ اسلامیہ کی روح کو جو امویوں نے مردہ کردی تھی دوبارہ زندہ کر دیا۔

عمر کے والد عبدالعزیز مروان کے چھوٹے لڑکے تھے، مروان نے عبدالملک کے بعد انہیں ولی عہد نامزد کیا تھا، لیکن وہ عبدالملک کی زندگی ہی میں وفات پا گئے۔ (کتاب الاولاۃ کندی، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

عبدالعزیز اپنے خاندانی اوصاف وکمالات کے پورے حاصل تھے اور اپنے والد کی مہمات میں ان کے دست راست رہے، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی وفات کے بعد مروان نے جب مصر پر قبضہ کرنے کے لیے فوج کشی کی تو عبدالعزیز کو ایلہ پر متعین کیا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

مصر پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد مروان دو مہینہ یہاں مقیم رہا، دو مہینہ کے بعد عبدالعزیز کو یہاں کا گورنر بنا کر شام واپس ہوا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

مروان کے بعد عبدالملک نے بھی عبدالعزیز کو مصر کی حکومت پر برقرار رکھا، اور انہوں نے یہاں کامل اکیس سال حکومت کرنے کے بعد میں انتقال کیا تاریخ اسلام میں اتنی طویل مدت کم کسی والی کو نصیب ہوئی ہوگی۔

عبدالعزیز نے مصر اور حلوان میں اپنی حکومت کی بہت سے یادگاریں چھوڑیں ایک زرنگار محل تعمیر کرایا، حلوان میں متعدد محلات اور مسجدیں بنوائیں، مصر کی جامع مسجد منہدم کرا کے اس کو از سر نو تعمیر کرایا، خلیج مصر پر پل بنوائے، انگور اور خرمے کے باغات لگوائے۔ (کتاب الولاۃ کندی: حسن المحاضرہ سیوطی)

علماء اور ارباب کمال کا بڑا قدر دان تھا، قاضی عبدالرحمن بن حجیرہ خولانی کا ایک ہزار اشرفی سالانہ وظیفہ مقرر کیا (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) شعراء کے ساتھ اتنی داد و دہش کرتا تھا کہ بعض شعراء نے اس کے بعد شاعری چھوڑ دی، کثیر سے کسی نے پوچھا، اب شعر کیوں نہیں کہتے، جواب دیا، عبدالعزیز کے بعد صلہ کی توقع کس سے کی جائے۔

Marfat.com

پیدائش

اس نامور شخص کے گھر میں عمر پیدا ہوئے، ان کے سنہ پیدائش کے بارہ میں بیانات مختلف ہیں، بروایت صحیح یزید کے عہد میں مدینہ میں پیدا ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تعلیم و تربیت

عمر بن عبد العزیز کا بچپن والد کے ساتھ مصر میں گزرا (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) اور غالباً ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی، جب ہوش سنبھالا تو عبد العزیز نے ان کو اعلیٰ تعلیم کے لیے مدینہ جو علم و علماء کا مرکز تھا، بھیج دیا، یہاں محدث صالح بن کیسان کی نگرانی میں ان کی تعلیم و تربیت ہوئی۔

صالح کیسان اس اہتمام کے ساتھ ان کی مذہبی اور اخلاقی نگرانی کرتے تھے کہ ایک مرتبہ عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے نماز میں دیر کردی، صالح نے باز پرس کی عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے جواب دیا بال سنوارنے میں دیر ہوگئی، صالح نے کہا، اب بالوں کی آرائش میں اتنا شغف ہوگیا ہے کہ اس کو نماز پر ترجیح دی جاتی ہے اور عبد العزیز کو یہ واقعہ لکھ بھیجا، انہوں نے فوراً ایک آدمی روانہ کیا، جس نے پہلے عمر کے بال مونڈے، اس کے بعد کسی سے بات چیت کی۔ (سیرت عمر بن عبد العزیز ابن جوزی)

اس اہتمام سے ان کی تعلیم و تربیت ہوئی، انہیں خود تحصیل علم کا ذوق تھا، ان کا بیان ہے کہ میں مدینہ کے عام لڑکوں کی طرح ایک لڑکا تھا، پھر عربی اور شعر کا شوق پیدا ہوا، (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) چنانچہ انہوں نے بڑے ذوق و شوق سے تحصیل علم کی۔

ان کی تعلیم کا یہ دور ابتدائی تھا، وہ دور جس نے ان کو امامِ وقت بنایا مدینہ کی گورنری کا عہد تھا، جس میں اکابر علماء سے ان کی صحبتیں اور علمی بحث و مباحثے رہتے تھے، ان کا خود بیان ہے کہ جب مدینہ سے نکلا ہوں اس وقت مجھ سے بڑا عالم کوئی نہ تھا (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ان کے علمی کمالات کے حالات آخر میں آئیں گے۔

شادی

ان کے والد کی وفات کے بعد ان کے چچا عبد الملک نے اپنی لڑکی فاطمہ کے ساتھ ان کی شادی کردی۔

خناصرہ کی حکومت

عمر بن عبد العزیز درحقیقت مسند درس کے لیے زیادہ موزوں تھے لیکن شاہی خاندان کی رکنیت نے ان کو ایوان حکومت میں پہنچا دیا؛ چنانچہ سب سے اول وہ خناصرہ کے والی مقرر ہوئے۔

مدینہ کی گورنری

عبد الملک کے بعد ولید نے ان کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا انہیں اس کے قبول کرنے میں تامل ہوا ولید نے حاجب سے پوچھا

Marfat.com

عمر جاتے کیوں نہیں اس نے کہا وہ کچھ شرائط کے ساتھ جانا چاہتے ہیں، ولید نے بلا کر پوچھا، انہوں نے کہا مجھے پہلے والیوں کی طرح ظلم پر مجبور نہ کیا جائے، ولید نے منظور کرلیا اور کہا تم حق پر عمل کرنا خواہ ایک درہم بھی خزانہ میں داخل نہ ہو۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیز)

اس شرط کے ساتھ وہ مدینہ روانہ ہوئے، اس وقت کے عمر بن عبدالعزیز درویش ابن عبدالعزیز نہ تھے؛ بلکہ شاہی خاندان کے رکن اور شان وشکوہ والے عمر بن عبدالعزیز تھے؛ چنانچہ تیس اونٹوں پر ان کا ذاتی ساز وسامان بار تھا۔ (یعقوبی)

علمائے مدینہ سے مشورہ

لیکن فطرت سلیم تھی، اس لیے مدینہ پہنچنے کے بعد یہاں کے دس بڑے فضلاء کو بلا کر ان کے سامنے ایک مختصر تقریر کی کہ میں نے آپ کو ایک ایسے کام کے لیے بلایا ہے جس میں آپ کو ثواب ملے گا اور آپ حامی حق قرار پائیں گے، میں آپ لوگوں کے مشورہ کے بغیر کوئی فیصلہ کرنا نہیں چاہتا، اس لیے جب آپ لوگ کسی کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں یا آپ کو میرے کسی عامل کے ظلم کی اطلاع ہو تو آپ خدا کی قسم مجھ کو ضرور اس کی خبر کیجئے، یہ تقریر سننے کے بعد فقہا ان کو دعائے خیر دیتے ہوئے واپس گئے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تعمیر مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

مدینہ کی گورنری کے زمانہ میں عمر بن عبدالعزیز نے یہاں بہت سی اصلاحیں اور مفید کام کیے، ان میں ان کا ناقابل فراموش کارنامہ مسجد نبوی کی تعمیر اور اس کی تزئین وآرائش ہے۔

ولید کے پیشرو خلفاء نے وقتاً فوقتاً مسجد نبوی میں ترمیمیں کرائی تھیں لیکن ولید نے بڑے اہتمام کے ساتھ اس کو نہایت عظیم الشان پیمانہ پر تعمیر کرانے کا ارادہ کیا اور ھ میں عمر بن عبدالعزیز کو لکھا کہ مسجد نئے سرے سے تعمیر کی جائے، اس سے متصل ازواج مطہرات کے حجرے اور دوسرے جو مکانات ہیں ان کا معاوضہ دے کر ان کو مسجد میں شامل کرلیا جائے جو لوگ قیمت لینے سے انکار کریں، ان کے مکانات زبردستی گرا دیے جائیں اور ان کی قیمت فقیروں کو خیرات کردی جائے۔ (خلاصۃ الوفاء)

قیصر روم کو خط لکھ کر بہت سے رومی کاریگر، مزدور، میناکاری اور پچہ کاری کا سامان کئی ہزار مثقال سونا منگایا (ایضا) اور مختلف مقامات سے مختلف قسم کے تعمیر سامان جمع کیے اور فقہائے مدینہ کی موجودگی میں مسجد کی پرانی عمارت گروا کر ان بزرگوں کے متبرک ہاتھوں سے عمارت کی بنیاد ڈالی۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عمر بن عبدالعزیز کو اس عمارت سے ذاتی دلچسپی تھی، اس لیے بڑے انہاک اور حسنِ مذاق سے اس کو تعمیر کرایا، ساری عمارت نفیس پتھروں کی تھی، دیواریں اور چھتیں منقش مطلا اور میناکار تھیں، جھاڑ کے ایک نقش پر کاریگروں کو ۰۰۰۰۰ درہم انعام دیتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

اس اہتمام سے تین سال میں عمارت بن کر تیار ہوئی ھ میں ولید نے مدینہ جا کر اس کا معائنہ کیا اور عمر بن عبدالعزیز کی

Marfat.com

کارگزاری پر خوشنودی ظاہر کی۔

اطراف مدینہ کی مساجد کی تعمیر

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اپنے عہد گورنری میں اطراف مدینہ میں اور بہت سی مسجدیں بنوائیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اطرافِ مدینہ میں جہاں جہاں نمازیں پڑھی تھیں مسلمانوں نے یادگار کے طور پر وہاں معمولی مسجدیں بنالی تھیں، عمر بن عبدالعزیز نے اس قسم کی تمام مسجدوں کو منقش پتھروں سے تعمیر کرایا۔ (فتح الباری)

کنوؤں اور راستوں کی تعمیر

رفاہِ عام کے سلسلہ میں ولید کے حکم سے مدینہ میں بہت سے کنویں کھدوائے اور دشوار گزار پہاڑی راستے درست کرائے۔

معزولی

اگرچہ عمر بن عبدالعزیز نے تقرر کے وقت یہ شرط کرلی تھی کہ وہ گذشتہ والیوں کی طرح ظلم نہ کریں گے، لیکن بنی امیہ کا نظام کچھ ایسا تھا کہ یہ شرط قائم نہیں رہ سکتی تھی اس لیے ایک روایت یہ ہے کہ حجاج کی شکایت پر وہ معزول کردیئے گئے (طبری) دوسرا بیان ہے کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے صاحبزادے خبیب کو جو بنی امیہ کے مخالفین میں تھے، ولید کے حکم سے مجبور ہوکر سزادی جس کے صدمہ سے وہ مرگئے، اس کی ندامت میں خود مستعفی ہوگئے۔ (سیرۃ عمر بن عبدالعزیز میں یہ واقعہ مفصل ہے)

سلیمان کے مزاج میں رسوخ

عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالعزیز اپنے اوصاف اور حسن خلق کی بنا پر خاندان بھر میں محبوب تھے، خصوصاً سلیمان بن عبدالملک ان کو بہت مانتا تھا، انہیں اپنا وزیر ومشیر بنایا تھا اور امورِ خیر میں ان کے مشوروں پر عمل کرتا تھا (تاریخ الخلفاء) اس لیے سلیمان کے عہد کی اصلاحات درحقیقت عمر بن عبدالعزیز ہی کے فیض کا نتیجہ تھیں۔

سلیمان کی وفات اور خلافت

جب سلیمان مرض الموت میں مبتلا ہوا اور اپنے نابالغ لڑکے ایوب کو ولی عہد نامزد کیا، رجاء بن حیوۃ نے جو سلیمان کے ندیم خاص تھے، اس سے اختلاف کیا، اور کہا: امیر المومنین خلیفہ ایسے صالح آدمی کو بنایئے جس سے آپ قبر میں محفوظ رہیں، سلیمان نے کہا یہ میرا قطعی فیصلہ نہیں ہے میں اس پر غور کروں گا اور خدا سے استخارہ کروں گا؛ چنانچہ دو دن غور کرنے کے بعد وصیت نامہ چاک کرڈالا اور رجاء بن حیوۃ سے پوچھا کہ میرے لڑکے داؤد کے بارہ میں کیا رائے ہے؟ رجاء نے کہا وہ اس وقت قسطنطنیہ میں ہیں اور معلوم نہیں زندہ ہیں یا نہیں، سلیمان نے کہا پھر کیا رائے دیتے ہو، رجاء نے کہا اصل رائے تو آپ کی ہے، آپ نام لیجئے میں غور کروں گا (ایک روایت یہ ہے کہ رجاء ہی نے عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالعزیز کا نام پیش کیا تھا) سلیمان

Marfat.com

نے کہا عمر بن عبد العزیز کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے، رجاء نے کہا میرے نزدیک وہ نہایت فاضل اور برگزیدہ مسلمان ہیں، سلیمان نے کہا خدا کی قسم وہ ایسے ہی ہیں، لیکن اگر میں عبد الملک کی اولاد کو بالکل نظر انداز کر کے عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دوں تو ایک فتنہ بپا ہو جائے گا، جب تک ان کے بعد عبد الملک کی کسی اولاد کا نام رکھوں گا، اس وقت تک وہ لوگ اُن کو خلافت پر قائم نہ رہنے دیں گے اس لیے میں یزید کو ان کے بعد خلیفہ بنائے دیتا ہوں اس سے وہ لوگ ٹھنڈے ہو جائیں گے اور راضی رہیں گے، رجاء نے بھی اس سے اتفاق کیا اس کے بعد سلیمان نے خود اپنے قلم سے یہ وصیت نامہ لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ تحریر خدا کے بندے سلیمان امیر المومنین کی جانب سے عمر بن عبد العزیز کے لیے ہے میں نے اپنے بعد تم کو خلیفہ بنایا اور تمہارے بعد یزید بن عبد الملک کو، مسلمانوں ان کا کہنا سنو اور ان کی اطاعت کرو، خدا سے ڈرو، اختلاف نہ پیدا کرو کہ دوسرے تم پر حرص وطمع کی نگاہ ڈالیں۔

اور اس پر مہر کر کے اپنے خاندان والوں کو بلا کر رجاء کو حکم دیا کہ اس وصیت نامہ کو لے جا کر خاندان والوں سے کہو کہ میں نے اس میں جس کو خلیفہ بنایا ہے وہ لوگ اس کی بیعت کریں، رجاء نے اس کی تعمیل کی سب نے بالاتفاق سمعنا واطعنا کہا پھر ان کی خواہش پر انہیں سلیمان کو دیکھنے کی اجازت دی گئی، جب یہ لوگ اندر گئے تو سلیمان نے وصیت نامہ کی طرف جو رجاء کے ہاتھ میں تھا، اشارہ کر کے ان لوگوں سے کہا، اس میں میں نے جس کو خلیفہ بنایا ہے اس کی بیعت کرو اور اس کے مطیع رہو سلیمان کے کہنے پر دوبارہ سب نے فرداً فرداً بیعت کی۔

عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ کو ظن غالب تھا کہ سلیمان نے ان کو خلافت کے لیے نامزد کیا ہے، وہ اس بار عظیم کو اٹھانا نہ چاہتے تھے، اس لیے رجاء سے جا کر کہا، میرے اوپر سلیمان کی جو شفقتیں اور مہربانیاں ہیں ان سے مجھے اندیشہ ہے کہ انہوں نے خلافت کے لیے مجھے نامزد کیا ہو، اگر ایسا ہو تو مجھے بتا دیجئے تاکہ قبل اس کے کہ میں مجبور ہو جاوں ابھی اس سے استعفاء دے دوں، لیکن رجاء نے بتانے سے انکار کیا۔

نامزدگی کے مرحلہ سے فراغت کے بعد سلیمان کا انتقال ہو گیا، رجاء نے بڑی ہوشیاری کے ساتھ موت کی خبر مخفی رکھی اور شاہی خاندان کے ارکان کو جمع کر کے دوبارہ ان سے بیعت لی، بیعت کو موکد کرنے کے بعد سلیمان کی موت کا اعلان کیا اور وصیت نامہ پڑھ کر سنایا عمر بن عبد العزیز کا نام سن کر عبد الملک کے لڑکے ہشام نے کہا ہم کبھی ان کی بیعت نہیں کر سکتے، رجاء نے کہا اٹھ کر خاموشی کے ساتھ بیعت کر لو، ورنہ ابھی سر قلم کر دوں گا اور عمر بن عبد العزیز کا ہاتھ پکڑ کے منبر پر بٹھا دیا انہوں نے اس بارِ عظیم کی ذمہ داری پر اور ہشام نے اپنی محرومی قسمت پر انا للہ پڑھا، اس کے بعد سلیمان کی تجہیز و تکفین ہوئی اور عمر بن عبد العزیز نے نماز جنازہ پڑھائی۔

خلفائے راشدین کا پہلا اسوہ

تختِ خلافت پر قدم رکھتے ہی عمر بن عبد العزیز بالکل بدل گئے اور اب ناز پروردہ عمر نے ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ

Marfat.com

اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قالب اختیار کر لیا، سلیمان کی تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد حسب معمول عمر بن عبدالعزیز کے سامنے شاہی سواریاں پیش کی گئیں، انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا شاہی سواریاں، فرمایا، میرے لیے میرا خچر کافی ہے اور کل سواریاں واپس کر دیں۔ (یہ تمام واقعات ابن سعد، سے ماخوذ ہیں)

ابھی سلیمان کے اہل وعیال قصرِ خلافت میں تھے، اس لیے اپنے خیمہ میں فروکش ہوئے، گھر آئے تو اس بار عظیم کی ذمہ داری سے چہرہ پریشان تھا، لونڈی نے پوچھا آپ شاید کچھ متفکر ہیں، فرمایا اس سے بڑھ کر تشویش کی بات کیا ہوگی کہ مشرق ومغرب میں امتِ محمدیہ کا کوئی فرد ایسا نہیں ہے جس کا مجھ پر حق نہ ہو اور بغیر مطالبہ اور اطلاع کے اس کا ادا کرنا مجھ پر فرض نہ ہو۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیز)

خلافت سے دستبرداری کا اعلان اور مسلمانوں کا اصرار

حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خلافت کی ذمہ داریوں کے بارگراں کا پورا احساس تھا، اگر نامزدگی کے وقت ان کو اس کا علم ہو گیا ہوتا تو وہ اسی وقت اپنا نام واپس لے لیتے، لیکن اب یہ بار پڑ چکا تھا، تاہم انہوں نے ایک مرتبہ اس سے سبکدوش ہونے کی کوشش کی اور لوگوں کو جمع کر کے تقریر کی۔

لوگو: میری خواہش اور عام مسلمانوں کی رائے لیے ہوئے بغیر مجھے خلافت کی ذمہ داریوں میں مبتلا کیا گیا ہے، اس لیے میری بیعت کا جو طوق تمہاری گردن میں ہے میں خود اس کو اتارے دیتا ہوں، تم جس کو چاہو اپنا خلیفہ منتخب کر لو۔

یہ خطبہ سن کر مجمع سے شور اٹھا ہم نے آپ کو خلیفہ منتخب کیا ہے اور آپ کی خلافت سے راضی ہیں، آپ خدا کا نام لے کر کام شروع کر دیجئے۔

پہلا خطبہ

جب اس کا یقین ہو گیا کہ آپ کی خلافت سے کسی کو اختلاف نہیں ہے تو آپ نے ایک تقریر کی جس میں لوگوں کو تقویٰ، فکرِ آخرت اور ذکر موت کی طرف توجہ دلائی آخر میں بآواز بلند فرمایا:

لوگو: جو شخص خدا کی اطاعت کرے اس کی اطاعت فرض ہے اور جو شخص خدا کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت واجب نہیں، جب تک میں خدا کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر فرض نہیں۔ (ایضاً)

طبقات ابن سعد میں یہ الفاظ ہیں، اما بعد تمہارے نبی کے بعد دوسرا نبی اور اس پر جو کتاب نازل ہوئی ہے، اس کے بعد کوئی دوسری کتاب نہیں ہے، خدا نے جو چیز حلال کر دی وہ قیامت تک کے لیے حلال ہے اور جو حرام کر دی وہ قیامت تک کے لیے حرام رہے گی، میں (اپنی جانب سے) کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں؛ بلکہ صرف (احکام الٰہی کو) نافذ کرنے والا ہوں، میں خود کوئی بات شروع کرنے والا نہیں ہوں صرف پیرو ہوں، کسی کو یہ حق نہیں ہے کہ خدا کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے میں تمہاری جماعت کا بہتر آدمی بھی نہیں ہوں؛ بلکہ ایک معمولی فرد ہوں، البتہ خدا نے مجھ کو تم سے زیادہ گراں بار کر دیا

Marfat.com

ہے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عبدالعزیز بن عبدالملک کی بیعت

یہاں دمشق میں یہ سب کچھ ہو چکا تھا، لیکن عبدالعزیز بن عبدالملک کو جو کہیں باہر تھا ان واقعات کی خبر نہیں ہوئی تھی، اس لیے سلیمان کی موت کی خبر سن کر اس نے اپنے ہمراہیوں سے اپنی بیعت لے لی اور دمشق کے ارادہ سے بڑھا، راستہ میں اسے سلیمان کی وصیت اور عمر بن عبدالعزیز کی بیعت کا حال معلوم ہوا، یہ سن کر وہ سیدھا ان کے پاس پہنچا، ان کو اس کے بیعت لینے کی خبر ہو چکی تھی، انہوں نے اس سے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اپنی بیعت لے کر دمشق میں داخل ہونا چاہتے تھے، عبدالعزیز نے کہا مجھے اس کا علم نہ تھا کہ سلیمان نے آپ کو خلیفہ نامزد کر دیا ہے، اس لیے مجھے خوف تھا کہ لوگ خزانہ نہ لوٹ لیں، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اگر لوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کر لیتے اور تم بار خلافت کو سنبھال لیتے تو میں تم سے جھگڑا نہ کرتا اور اپنے گھر میں بیٹھ جاتا، عبدالعزیز نے کہا آپ کے ہوتے ہوئے میں دوسرے کا خلیفہ ہونا پسند ہی نہیں کرتا اور آپ کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

خلافت راشدہ کا احیاء

ان مراحل سے فراغت کے بعد امورِ خلافت کی طرف متوجہ ہوئے، خلافت کے باب میں عمر بن عبدالعزیز کا نقطہ نظر گذشتہ خلفاء سے بالکل مختلف تھا، ان کے پیش نظر نظامِ خلافت میں عظیم الشان انقلاب برپا کرنا تھا وہ سلطنت کی ظاہری ترقیوں یعنی فتوحات محاصل اور عمارتوں میں اضافہ کرنا نہیں چاہتے تھے؛ بلکہ اموی حکومت کو خلافتِ راشدہ میں بدل دینا چاہتے تھے، یہ اقدام ایسا اہم اور خطرناک تھا، جس میں ہر طرف سے مخالفتوں کے طوفان کا مقابلہ تھا؛ لیکن عمر بن عبدالعزیز نے تمام خطرات سے بے پرواہ ہو کر نہایت جرات سے انقلاب شروع کر دیا۔

غصب کردہ مال وجائداد کی واپسی

اسی سلسلہ میں سب سے اہم اور نازک کام رعایا کی املاک کی واپسی تھی، جس کو شاہی خاندان نے اپنی جاگیر بنالیا تھا، اس میں سارے خاندان کی مخالفت کا مقابلہ کرنا تھا، لیکن عمر بن عبدالعزیز نے سب پہلے یہی کار خیر کیا اور سب سے اول اپنی ذات اور اپنے خاندان سے شروع کیا، جس وقت آپ نے اس کا ارادہ ظاہر فرمایا: اس وقت بعض ہوا خواہوں نے دبی زبان سے عرض کیا کہ اگر آپ جاگیریں واپس کر دیں گے تو اپنی اولاد کے لیے کیا انتظام کریں گے فرمایا ان کو خدا کے سپرد کرتا ہوں۔

اس عزم راسخ کے بعد خاندان والوں کو جمع کر کے فرمایا:

بنی مروان تم کو شرف اور دولت کا بڑا حصہ ملا ہے، میرا خیال ہے کہ امتِ مسلمہ کا نصف یا دو تہائی مال تمہارے قبضہ میں ہے یہ لوگ یہ اشارہ سمجھ گئے اور جواب میں کہا:

Marfat.com

خدا کی قسم جب تک ہمارے سرتن سے جدا نہ ہوں گے اس وقت تک یہ نہیں ہوسکتا، خدا کی قسم نہ ہم اپنے اباواجداد کو کافر بناسکتے ہیں (عمر بن عبدالعزیز اپنے اسلاف کے افعال کو حرام کہتے تھے) اور نہ اپنی اولاد کو مفلس بنائیں گے، عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا خدا کی قسم اگر اس حق میں تم میری مدد نہ کرو گے تو میں تم لوگوں کو ذلیل اور رسوا کر ڈالوں گا تم لوگ میرے پاس سے چلے جاو۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز ابن جوزی)

اس کے بعد عام مسلمانوں کو مسجد میں جمع کر کے تقریر کی: ان لوگوں (بنی امیہ) نے ہم کو عطایا اور جاگیریں دیں، خدا کی قسم نہ انہیں ان کو دینے کا حق تھا اور نہ ہمیں ان کے لینے کا، اب میں ان سب میں ان کے اصلی حق داروں کو واپس کرتا ہوں اور اپنی ذات اور اپنے خاندان سے شروع کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر اسناد شاہی کا خریطہ منگایا، مزاحم سب کو پڑھ پڑھ کر سناتے جاتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالعزیز ان کو لے کر قینچی سے کاٹتے جاتے تھے، صبح سے لے کر ظہر کی نماز تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

اس طرح اپنی اور اپنے پورے خاندان کی کل جاگیریں واپس کردیں اور اپنے پاس ایک نگینہ تک باقی نہ رہنے دیا (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ان کی بیوی فاطمہ کو ان کے باپ عبدالملک نے ایک قیمتی پتھر دیا تھا، عمر بن عبد رضی اللہ عنہ العزیز نے اپنی بیوی سے کہا، یا اس کو بیت المال میں داخل کردیا، (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) سب سے اہم معاملہ فدک کا تھا، جو مدتوں سے خلفاء اور اہل بیت کے درمیان متنازعہ فیہ چلا آتا تھا اور اب عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے قبضہ میں تھا اور اسی پر اُن کی اور اُن کے اہل وعیال کی معاش کا دارومدار تھا، اس کے متعلق انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے طرزِ عمل کی تحقیقات کر کے آل مروان سے کہا فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ تھا، جس کی آمدنی آپ اپنی اور بنی ہاشم کی ضروریات میں صرف فرماتے تھے، خود فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے اس کو مانگا تھا؛ لیکن آپ نے دینے سے انکار فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک اسی پر عمل ہوتا رہا، آخر میں مروان نے اس کو اپنی جاگیر بنالیا اور اب وہ راشۃ میرے قبضہ میں ہے؛ لیکن جو چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو نہیں دی، اس پر میرا کوئی حق نہیں ہے، اس لیے میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ فدک کی جو صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی میں اس کو اسی حالت پر لوٹاتا ہوں۔ (ابوداؤد کتاب الخراج والامارۃ باب فی صفایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وطبقات ابن سعد تذکرہ عمر بن عبدالعزیز)

اپنی اور اپنے خاندان کی جاگیروں کو واپس کرنے کے بعد عام غصب شدہ مال کی طرف متوجہ ہوئے اور امیر معاویہ کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک ظالمانہ طریقوں سے جس قدر غصب کردہ مال وجائداد تھی، سب ایک ایک کر کے واپس کرادی اور معاویہ اور یزید کے وارثوں سے لے کر ان کے اصلی مالکوں کے حوالہ کی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

شام کے علاوہ سارے ممالکِ محروسہ کے عمال کے پاس غصب شدہ مال کی واپسی کے متعلق تاکیدی احکام بھیجے، عراق میں اس کثرت سے مال واپس کیا گیا کہ صوبہ کی حکومت کا خزانہ خالی ہوگیا اور عمر بن عبدالعزیز کو وہاں کے اخراجات کے لیے

Marfat.com

دمشق سے روپیہ بھیجنا پڑا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

مال کی واپسی کے لیے ہر طرح کی آسانیوں کا لحاظ رکھا گیا، ملکیت کے ثبوت کے لیے کوئی بڑی شہادت کی ضرورت نہ تھی، معمولی شہادت پر مل جاتا تھا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) جو لوگ مر چکے تھے ان کے ورثا کو واپس کیا گیا (تہذیب الاسماء) اور یہ سلسلہ عمر بن عبدالعزیز کی وفات تک برابر قائم رہا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اہل خاندان کی برہمی

عمر بن عبدالعزیز نے نہ صرف علاقے اور جاگیریں چھین کر بنی امیہ کو تہی دست کر دیا؛ بلکہ ان کے سارے امتیازات مٹا کر ان کی نخوت اور غرور کو خاک میں ملا دیا، اس لیے خاندان میں ان کے خلاف سخت برہمی پھیل گئی اور انہوں نے ان کو ہر طریقہ سے اس عادلانہ طریقے سے ہٹانے کی کوشش کی عمرو بن ولید نے نہایت غضب آلود خط لکھا کہ تم نے گذشتہ خلفاء پر عیب لگایا ہے، اُن کی اور ان کی اولاد کی دشمنی میں ان کے خلاف روش اختیار کی، تم نے قریش کی دولت اور ان کی میراث ظلم وجور سے بیت المال میں داخل کر کے قطع رحم کیا، عمر بن عبدالعزیز خدا سے ڈرو اور اس کا خیال کرو کہ تم نے زیادتی کی ہے، تم ابھی منبر پر اچھی طرح بیٹھے بھی نہ تھے کہ اپنے خاندان والوں کو جور وظلم کا نشانہ بنا دیا، اس ذات کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سی خصوصیات کے ساتھ مختص فرمایا: تم اس حکومت میں جس کو تم اپنے لیے آزمائش اور مصیبت کہتے ہو، خدا سے بہت دور ہو گئے، اس لیے اپنی خواہشوں کو روکو اور اس کا یقین رکھو کہ تم ایک جبار کی نگاہ کے سامنے اور اس کے قبضہ میں ہو اور اس حالت میں چھوڑے نہیں جا سکتے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا نہایت سخت جواب دیا۔ (یہ خط اور اس کا جواب دونوں سیرت عمر بن عبدالعزیز: میں ہے)

آلِ مروان نے ہشام کو اپنا وکیل بنا کر ان کے پاس بھیجا، اس نے ان کی جانب سے کہا کہ آل مروان کہتے ہیں کہ ان امور میں جن کا تعلق آپ کی ذات سے ہے جو چاہے کیجئے لیکن گذشتہ خلفاء جو کچھ کر گئے ہیں، اس کو اسی حالت پر رہنے دیجئے، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں پوچھا اگر ایک ہی معاملہ کے متعلق تمہارے پاس دو دو تاویزیں ہوں، ایک امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی دوسری عبدالملک کی، تو تم کسے قبول کرو گے، ہشام نے کہا جو قدیم ہوگی، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کہا تو میں نے کتاب اللہ کو قدیم دستاویز پایا، اس لیے میں ہر اس چیز میں جو میرے اختیار میں ہے، خواہ وہ میرے زمانہ کی ہو یا گذشتہ زمانہ سے متعلق ہو اسی کے مطابق عمل کروں گا، یہ سن کر سعید بن خالد نے کہا امیر المومنین جو چیز آپ کی ولایت میں ہے، اس میں آپ حق وانصاف کے ساتھ اپنی رائے سے فیصلہ کیجئے، لیکن گزشتہ خلفاء اور ان کی بھلائیوں اور برائیوں کو ان کے حال پر رہنے دیجئے، اس قدر آپ کے لیے کافی ہے، عمر بن عبدالعزیز نے کہا میں خدا کی قسم دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایک شخص چھوٹے بڑے لڑکوں کو چھوڑ کر مر جائے، اس کے بعد بڑے لڑکے اپنی قوت سے چھوٹے لڑکوں کے

Marfat.com

مال پر قبضہ کر کے کھا جائیں اور وہ تمہارے پاس مدد کے لیے آئیں تو تم کیا کرو گے، سعید نے کہا ان کے حقوق واپس دلاوں گا، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے کہا یہی تو میں بھی کر رہا ہوں، مجھ سے پہلے خلفاء نے ان لوگوں کو اپنی قوت سے دبایا ان کے ماتحتوں نے بھی ان کی تقلید کی، اب جب میں خلیفہ ہوا تو یہ کمزور لوگ میرے پاس آئے، اس لیے میرے لیے اس کے سوا چارہ کار کیا ہے کہ طاقتور سے کمزور کا اور اعلیٰ سے ادنیٰ کا حق دلاوں۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز)

ایک مرتبہ تمام آل مروان نے آپ کے دروازہ پر جمع ہو کر آپ کے صاجبزادے عبدالملک سے کہا کہیا ہم لوگوں کو اندر جانے کی اجازت دلواو یا اپنے باپ کو جا کر پیام دو کہ ان سے پہلے جو خلفاء تھے وہ ہم کو لیتے دیتے تھے، ہمارے مراتب کا لحاظ رکھتے تھے اور تمہارے باپ نے ہم کو بالکل محروم کر دیا، عبدالملک نے جا کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو یہ پیام سنایا، انہوں نے کہا جا کر ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر میں خدا کی نافرمانی کروں تو عذاب قیامت سے ڈرتا ہوں۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیز)

خود آپ کے گھر والوں کو آپ سے شکایت ہوگئی۔

اوزاعی کا بیان ہے کہ جب عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں کے گزارے بند کر دیئے تو عنبسہ بن سعد نے آپ سے شکایت کی کہ امیر المومنین آپ پر ہم لوگوں کا حق قرابت ہے، آپ نے جواب دیا میرے ذاتی مال میں تمہارا اس سے زیادہ حق نہیں ہے، جتنا برک عماد کے آخری حدود کے رہنے والے کا، بخدا اگر ساری دنیا تم لوگوں کی رائے کی ہو جائے تو ان پر خدا کا عذاب نازل ہو۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

اس قبیل کے اور بہت سے واقعات ہیں، مگر ان میں سے کوئی شے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کو قیام عدل سے نہ روک سکی۔

ظالم عہدہ داروں کا تدارک

مال مغصوبہ کی واپسی کے بعد دوسری اہم اصلاح عمال کے ظلم وجور کا تدارک تھا، جس کے وہ خوگر ہو رہے تھے، اگرچہ آپ کے مشورہ سے سلیمان ہی کے زمانہ میں بڑی حد تک اس کا تدارک ہو چکا تھا، پھر بھی کچھ آثار باقی رہ گئے تھے، اموی حکومت میں سب سے زیادہ جفا کار حجاج کے خاندان والے اور اس کے ماتحت عہدہ دار تھے، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے حجاج کے پورے خاندان کو یمن کی طرف جلائے وطن کر دیا اور وہاں کے عامل کو لکھا کہ میں تمہارے پاس آل عقیل کو بھیج رہا ہوں، جو عرب میں بدترین خاندان ہے، اس کو اپنی حکومت میں ادھر ادھر منتشر کرو (سیرت عمر بن عبدالعزیز) جو لوگ حجاج کے ہم قبیلہ یا اس کی ماتحتی میں کام کر چکے تھے ان کو ہر قسم کے ملکی حقوق سے محروم کر دیا۔

مظالم کا انسداد

اموی دور میں بدگمانی اور سوئے ظن پر دارو گیر اور سزا عام تھی حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اسے بالکل بند کر دیا، موصل میں

Marfat.com

چوری اور نقب زنی کی وارداتیں بکثرت ہوتی تھیں، یہاں کے والی یحییٰ غسانی نے لکھا جب تک لوگوں کو شبہ پر پکڑا نہ جائے گا اور سزا نہ دی جائے گی اس وقت تک یہ وارداتیں بند نہ ہوں گی آپ نے لکھا کہ صرف شرعی ثبوت پر مواخذہ کرو اگر حق ان کی اصلاح نہیں کرسکتا تو خدا ان کی اصلاح نہ کرے۔ (تاریخ الخلفاء)

اسی طرح سے جراح بن عبداللہ بن حکمی والی خراسان نے لکھا کہ اہل خراسان کی روش نہایت خراب ہے ان کو کوڑے اور تلوار کے علاوہ اور کوئی چیز درست نہیں کرسکتی، اگر امیر المومنین مناسب سمجھیں تو اس کی اجازت مرحمت فرمائیں، آپ نے جواب میں لکھا تھا تمہارا خط پہنچا، تمہارا یہ لکھنا کہ اہل خراسان کو کوڑے اور تلوار کے سوا کوئی شے درست نہیں کرسکتی، بالکل غلط ہے، ان کو عدل وحق درست کرسکتا ہے، اسی کو عام کرو۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عمال کو رعایا کا مال کم قیمت پر خریدنے کی سختی سے ممانعت کردی، عدی بن ارطاط والی فارس کو لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے عمال پھلوں کا تخمینہ کر کے عام نرخ سے کم قیمت لگا کر اس کو خریدتے ہیں، اور کردوں کے قبیلے مسافروں سے عشر وصول کرتے ہیں، اگر یہ معلوم ہوگیا کہ یہ تمہارے ایما سے ہوتا ہے یا اسے تم پسند کرتے ہو، تو میں تم کو مہلت نہ دوں گا، میں بشر بن صفوان، عبداللہ بن عجلان اور خالد بن سالم کو اس کی تحقیقات کے لیے بھیجتا ہوں، اگر وہ اس خبر کو صحیح پائیں گے تو پھلوں کو ان کے مالکوں کو واپس کردیں گے، اس کے علاوہ جن جن باتوں کی مجھے اطلاع ملی ہے، سب کی تحقیقات کریں گے، تم ان لوگوں سے کوئی مزاحمت نہ کرنا۔ (ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وقتاً فوقتاً عمال کو قیام عدل اور انسدادِ مظالم کے احکام بھیجتے رہتے تھے، ایک مرتبہ ایک گشتی فرمان تمام امراء کے نام بھیجا کہ لوگ بُرے عمال کی وجہ سے جنہوں نے برے دستور قائم کیے اور کبھی انصاف، نرمی اور احسان کا ارادہ نہیں کیا، احکام الٰہی میں سخت مصیبت سختی اور ظلم وجور میں مبتلا ہوگئے۔ (یعقوبی، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ایک والی عبدالحمید کو پہلا خط لکھا کہ وسوسہ شیطانی اور حکومت کے بعد انسان کی بقا نہیں ہوسکتی، اس لیے جب تم کو میرا خط ملے، اس وقت ہر حقدار کو اس کا حق ادا کرو، جس قدر ناجائز ٹیکس تھے، سب موقوف کردیئے (ایضا) ان کے علاوہ اور تمام ظالمانہ طریقوں کو روکا۔

بیت المال کی آمدنی کی اصلاح

اموی دور میں بیت المال کے مداخل اور مخارج میں بڑی بے عنوانیاں تھیں، جائز اور ناجائز آمدنی میں کوئی تفریق نہ تھی، ہر طرح کی ناجائز آمدنیوں سے خزانہ بھرا جاتا تھا، پھر اس بے عنوانی سے اسے خرچ کیا جاتا تھا، بیت المال جو ایک قومی امانت ہے، ذاتی خزانہ بن گیا تھا اور اس کا بڑا حصہ خلفاء کے ذاتی مصارف اور ان کے تعیش میں صرف ہوتا تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے دونوں بے عنوانیوں کا تدارک کیا۔

شاہی خاندان کے تمام مخصوص وظیفے بند کردیئے، خلافت کے شکوہ وتجمل کے مصارف بالکل ختم کردیے، ان کی تخت نشینی

Marfat.com

کے بعد شاہی اصطبل کے داروغہ نے سواریوں کے اخراجات طلب کیے تو حکم دیا کہ انہیں بیچ کر ان کی قیمت بیت المال میں داخل کردی جائے، میرا خچر میرے لیے کافی ہے۔ (تاریخ الخلفا، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

بیت المال کی آمدنی بڑھانے کے لیے حجاج نومسلموں سے بھی جزیہ لیتا تھا، آپ نے حکم جاری کردیا کہ جولوگ مسلمان ہوجائیں ان کا جزیہ ساقط کردیا جائے اس حکم پر اتنے آدمی مسلمان ہوئے کہ جزیہ کی آمدنی گھٹ گئی، حیان بن شریح نے شکایت لکھ بھیجی کہ، اس کثرت کے ساتھ لوگ مسلمان ہوئے ہیں کہ مجھے قرض لے کر مسلمانوں کے وظیفے دینے پڑے آپ نے ان کو نہایت سخت خط لکھا کہ جزیہ بہرحال موقوف کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے، محصل خراج بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے۔ (مقریزی، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اور اس سلسلہ میں یہ فرمانِ عام جاری کردیا کہ اگر جزیہ ترازو میں رکھا جاچکا ہو اور اس حالت میں بھی ذمی اسلام قبول کرلے یا آغازِ سال سے ایک دن پہلے (جبکہ پورے سال کا جزیہ عائد ہوجاتا ہے) اسلام لے آئے تو بھی جزیہ نہ لیا جائے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

خراج کی اصلاح کے متعلق عبدالحمید بن عبدالرحمٰن کو فرمان لکھا: زمین کا معائنہ کرو، بنجر زمین کا بار آباد زمین پر اور آباد زمین کا بار بنجر زمین پر نہ ڈالو، بنجر زمین کا معائنہ کرو، اگر اس میں صلاحیت ہو تو بقدر گنجائش خراج لو اور ان کی اصلاح کرو کہ وہ آباد ہوجائیں، جن آباد زمینوں میں پیداوار نہیں ہوتی، ان سے خراج نہ لو اور جو زمینیں قحط زدہ ہوجائیں، ان کے مالکوں سے نہایت نرمی سے خراج وصول کرو، خراج میں صرف وزن سبعہ لو، جن میں سونا نہ ہو، ٹکسال اور چاندی پگھلانے والوں سے، نوروز اور مہرجان کے ہدیے، عرائض نویسی اور شادی کا ٹیکس، گھروں کا ٹیکس اور نکاحانہ نہ لو، جو ذمی مسلمان ہوجائیں ان پر خراج نہیں ہے (کتاب الخراج) اس طرح انہوں نے بیت المال سے ہر قسم کی ناجائز آمدنیاں بند کردیں۔

بیت المال کی حفاظت کا انتظام

اس کی حفاظت کا نہایت سخت انتظام کیا، ایک مرتبہ یمن کے بیت المال سے ایک دینار گم ہوگیا، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے یہاں کے افسرِ خزانہ کو لکھا کہ میں تمہاری امانت کو متہم نہیں کرتا، لیکن تمہاری لاپرواہی کو جرم قرار دیتا ہوں اور مسلمانوں کی طرف سے ان کے مال کا مدعی ہوں، تم پر فرض ہے کہ تم شرعی قسم کھاؤ۔ (سیرۃ عمر بن عبدالعزیز)

یزید بن مہلب بن ابی صفرہ والیِ خراسان کو خیانت کے جرم میں معزول کر کے قید کردیا۔ (یعقوبی، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ابوبکرہ بن حزم نے سلیمان کے آخری عہد میں کاغذ، قلم، دوات اور روشنی کے دفتر اخراجات کے اضافہ کے لیے لکھا تھا، ابھی اس کا کوئی انتظام نہ ہوا تھا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ہوگئے، انہوں نے ابوبکرہ کو لکھا، وہ دن یاد کرو جب تم اندھیری رات میں بغیر روشنی کے کیچڑ میں اپنے گھر سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جاتے تھے اور آج بخدا تمہاری حالت اس سے کہیں بہتر ہے، قلم باریک کرلو اور سطریں قریب قریب لکھا کرو، اپنی ضروریات میں کفایت شعاری سے کام لو، میں مسلمانوں

Marfat.com

کے خزانہ سے ایسی رقم صرف کرنا پسند نہیں کرتا، جس سے ان کو کوئی فائدہ نہ پہنچے، دوسرے عمال کو بھی ہدایت لکھی کہ کوئی عامل بڑے کاغذ پر جلی قلم سے نہ لکھے، خود آپ کے فرامین ایک بالشت سے زیادہ نہ ہوتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

بیت المال کی آمدنیوں اور مصارف کی علیحدہ علیحدہ مدیں قائم کیں، صدقہ کی علیحدہ، خمس کی علیحدہ، مالِ غنیمت کی علیحدہ (ایضا) گذشتہ خلفاء خمس کے مقررہ مصارف کی پابندی نہیں کرتے تھے، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے خمس کو اس کے صحیح مصارف میں لگایا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

بیت المال کے مصارف

بیت المال کو پھر مسلمانوں کی امانت بنادیا اور اس کو ان کی ضروریات کے لیے مخصوص کردیا؛ چنانچہ اس کی آمدنی کا بڑا حصہ خالص رعایا کے مفاد کے کاموں میں صرف کیا جانے لگا؛ ملک میں جتنے اپاہج تھے، سب کے نام درجِ رجسٹر تھے، ان سب کو وظیفہ ملتا تھا (اصابہ:۰۰) جو عمال اس میں ذرا بھی غفلت یا ترمیم کرتے تھے ان کو تنبیہ کی جاتی تھی، دمشق کے بیت المال سے ایک اپاہج کے وظیفہ کے تقرر کے سلسلہ میں میمون بن مہران نے کہا، ان لوگوں کے ساتھ سلوک تو کیا جاسکتا ہے، لیکن ان کو صحیح وتندرست آدمی کے برابر وظیفہ نہیں دیا جاسکتا، حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اس کی اطلاع ہوئی تو نہایت غضب آلود خط لکھا۔

(طبقات ابن سعد)

بہتوں کو نقد کے بجائے جنس ملتی ہے اور فی کس ساڑھے چار اروب کے حساب سے غلہ دیا جاتا تھا، (ایضا) قرضداروں کی قرض کی ادائیگی کے لیے بھی ایک مد تھی (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان) شیر خوار بچوں کے وظائف مقرر تھے۔ ایک عام لنگر خانہ تھا، جس سے فقراو مساکین کو کھانا ملتا تھا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عام مستحقین میں صدقات وخیرات تقسیم ہوتی تھی، ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک شخص کو تقسیم مال کے لیے رقعہ بھیجا، اس نے عذر کیا کہ آپ مجھے ایسی جگہ بھیج رہے ہیں جہاں میں کسی کو نہیں پہچانتا، ان میں امیر وغریب سب ہیں، فرمایا کے مفید مصارف میں صرف کرتے، اس فیاضانہ داددہش کا بیت المال پر بہت بار پڑتا تھا، بعض عمال نے اس کی طرف توجہ دلائی تو جواب میں لکھا کہ جب تک ہے دیتے چلے جاؤ، جب خالی ہوجائے تو کوڑا کرکٹ بھردو۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

ذمیوں کے حقوق

کسی حکومت کے عدل وانصاف اور ظلم وجور کا ایک بڑا معیار دوسری اقوام اور دوسرے مذاہب کے ساتھ اس کا سلوک اور طرزِ عمل ہے، اس معیار سے بھی عمر بن عبدالعزیز کا دور سراپا، عدل تھا، انہوں نے جس طرح ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کی اور ان کے ساتھ جیسی نرمی برتی اس کی مثال عہد فاروقی کے علاوہ اور کسی دور میں نہیں مل سکتی، مسلمانوں کی طرح ان کی جان

Marfat.com

اوران کے مال کی حفاظت کی، ان کے مذہب میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں کی، جزیہ کی وصولی میں نرمی اور آسانیاں پیدا کیں، اس کا اندازہ ذمیوں کے ساتھ ان کے طرزِ عمل اوران احکام سے ہوگا جو عمال کو بھیجتے رہتے تھے۔

عدی بن ارطاط کو لکھا کہ ذمیوں کے ساتھ نرمی کروان میں جو بوڑھا اور نادار ہو جائے اس کی کفالت کرو، اگر اس کا کوئی رشتہ دار ہو تو اسے اس کی کفالت کا حکم دو جس طرح تمہارا کوئی غلام بوڑھا ہو جائے تو اسے آزاد کرنا پڑے گا یا مرتے دم تک اس کی کفالت کرنی پڑے گی۔

ذمی کے خون کی قیمت مسلمان کے خون کے برابر قرار دی، ایک بار حیرہ کے ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا، عمر بن عبدالعزیز نے وہاں کے عامل کو لکھا کہ قاتل کو مقتول کے ورثا کے حوالہ کردو، وہ چاہیں قتل کریں چاہیں معاف کردیں؛ چنانچہ قاتل حوالہ کیا گیا، اور ذمیوں نے اسے قتل کر دیا۔ (نصب الرایہ)

کوئی مسلمان ان کے مال پر دست درازی نہیں کرسکتا تھا، جو شخص ایسا کرتا تھا اسے پوری سزا ملتی تھی، ایک مرتبہ ایک مسلمان ربیعہ شعودی نے ایک سرکاری کام کے لیے ایک قبطی کا گھوڑا بے گار میں پکڑلیا اور اس پر سواری کی عمر بن عبدالعزیز نے اس کو چالیس کوڑے لگوائے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

مال مغصوبہ کی واپسی کے وقت شاہی خاندان سے ذمیوں کی زمینیں بھی واپس دلائیں، اس سلسلہ میں ایک ذمی نے دعویٰ دائر کیا کہ عباس بن ولید نے میری زمین پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عباس سے فرمایا تم اس کا کیا جواب دیتے ہو انہوں نے کہا ولید نے مجھے جاگیر میں دے دیا ہے اور میرے پاس اس کی سند موجود ہے ذمی نے عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالعزیز سے کہا میں آپ سے کتاب اللہ کے موافق اس کا فیصلہ چاہتا ہوں، آپ نے فرمایا خدا کی کتاب ولید کی سند پر مقدم ہے اور ذمی کو زمین واپس دلا دی۔ (سیرۃ عمر بن عبدالعزیز)

ان کے مذہبی حقوق کو جو گذشتہ خلفاء کے زمانہ میں ختم ہوگئے تھے، ازسرنو قائم کیا دمشق میں ایک گرجا عرصہ سے ایک مسلمان خاندان کی جاگیر میں چلا آتا تھا، عیسائیوں نے عمر بن عبدالعزیز کے پاس اس کا دعویٰ کیا، آپ نے واپس دلا دیا، ایک مسلمان نے ایک گرجے کی نسبت دعویٰ کیا کہ وہ اس کی جاگیر میں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالعزیز نے فرمایا: اگر یہ عیسائیوں کے معاہدہ میں ہے تو تم اس کو نہیں پاسکتے۔ (فتوح البلدان، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

آپ کے زمانہ میں ذمیوں کے ساتھ اتنی نرمی برتی گئی کہ اس سے عام لوگوں کو نقصان اٹھانا پڑا؛ چنانچہ غلہ کا نرخ گراں ہوگیا، ایک شخص نے آپ سے اس کا سبب پوچھا، آپ نے فرمایا پہلے خلفاء ذمیوں کو جزیہ کی وصولی میں ناقابل برداشت تکلیفیں دیتے تھے، اس لیے وہ جس نرخ پر بھی ہوسکتا تھا، غلہ فروخت کرڈالتے تھے اور میں ہر شخص کو اسی قدر تکلیف دیتا ہوں، جس کا وہ متحمل ہوسکے، اس لیے ہر شخص جس طرح چاہتا ہے فروخت کرتا ہے۔ (کتاب الخراج)

شاہی خاندان کے ارکان اور ذمیوں میں مساوات قائم کی، ایک مرتبہ ہشام بن عبدالملک نے ایک عیسائی پر مقدمہ دائر

Marfat.com

کیا، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے دونوں کو برابر کھڑا کیا، ہشام نے غرور و تمکنت میں عیسائی سے سخت کلامی کی، عمر بن عبدالعزیز نے ان کو ڈانٹا اور سزا دینے کی دھمکی دی۔ (العیون والحدائق، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

محاصل میں اضافہ

یہ عمر بن عبدالعزیز کی برکت تھی کہ ناجائز آمدنیوں کے سدِ باب اور مصارفِ خیر کی کثرت کے باوجود بیت المال پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا؛ بلکہ بعض بعض ملکوں کے محاصل میں حیرت انگیز اضافہ ہو گیا، چنانچہ عراق کی آمدنی حجاج کے ظالمانہ دور سے بھی بڑھ گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے کہ خدا حجاج پر لعنت کرے اس کو نہ دین کا سلیقہ تھا نہ دنیا کا، حجاج کے زمانہ میں باوجود ظالمانہ طریقوں کے عراق سے صرف دو کروڑ اسی لاکھ درہم وصول ہوتے تھے، اس نے کاشتکاروں کو بیس لاکھ درہم زمین کی آبادی کے لیے بطور قرض دیئے تو ایک کروڑ سات لاکھ اضافہ ہوا، اس ویرانی کے بعد جب عراق میرے قبضہ میں آیا تو میں نے بغیر کسی جبر کے بارہ کروڑ وصول کروں گا۔ (فتوح البلدان ذکر سواء)

رعایا کی خوشحالی

مظالم کے انسداد، ناجائز ٹیکسوں کی منسوخی، ذمیوں کے ساتھ مراعات اور عام داد و دہش کی وجہ سے ملک نہایت فارغ البال اور رعایا آسودہ حال تھی ملک کے طول و عرض میں افلاس کا نشان باقی نہ رہ گیا تھا، مہاجرین یزید کا بیان ہے کہ ہم لوگ صدقہ تقسیم کرتے تھے، ایک سال کے بعد دوسرے سال وہ لوگ جو پہلے صدقہ لیتے تھے خود دوسروں کو صدقہ دینے لگتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے صرف ڈھائی سال حکومت کی اس مختصر مدت میں یہ حالت ہو گئی تھی کہ لوگ ان کے عمال کے پاس، فقراء میں تقسیم کرنے کے لیے صدقہ کا مال لے کر آتے تھے، لیکن کوئی صاحبِ حاجت نہ ملتا تھا اور مال واپس لے جانا پڑتا تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سب کو اس قدر مالا مال کر دیا تھا کہ کوئی شخص حاجت مند باقی نہ رہ گیا تھا۔ (فتح الباری، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

آپ کے زمانہ میں رعایا کی خوش حالی اس درجہ کو پہنچ گئی تھی کہ اس کے نشہ میں کبر و نخوت میں اس کے مبتلا ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا؛ چنانچہ عدی بن ارطاۃ نے آپ کو لکھا کہ اہل بصرہ اس قدر خوشحال ہو گئے ہیں کہ مجھے خوف ہے کہ وہ فخر و غرور نہ کرنے لگیں، آپ نے جواب دیا، کہ خدا جب اہل جنت کو جنت میں داخل کرے گا تو حکم دے گا کہ وہ الحمد للہ کہیں اس لیے تم بھی لوگوں کو حکم دو کہ وہ خدا کا شکر بجا لائیں۔ (ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

رفاہ عام کے کام

آپ نے جس قدر اصلاحیں کیں، وہ سب درحقیقت رفاہ عام ہی کے کام ہیں، لیکن ان کے علاوہ مروجہ اصطلاح میں بھی

Marfat.com

آپ نے بہت سے رفاہِ عام کے کام کیے۔

سارے ممالکِ محروسہ میں نہایت کثرت سے سرائیں بنوائیں، خراسان کے عامل کو لکھا کہ وہاں کے تمام راستوں میں سرائیں تعمیر کرائی جائیں، سمرقند کے والی سلیمان بن ابی السری کے پاس بھیجا کہ وہاں کے شہروں میں سرائیں تعمیر کراو، جو مسلمان ادھر سے گزریں ایک شبانہ یوم ان کی مہمان نوازی کرو، ان کی سواریوں کی حفاظت کرو، جو مسافر مریض ہو، اس کو دو دن اور دو رات مقیم رکھو، اگر کسی کے پاس گھر تک پہنچنے کا سامان نہ ہو تو وطن تک پہنچنے کا سامان کر دو (طبری) ایک عام لنگر خانہ قائم کیا، جس میں فقراء اور مساکین کو کھانا ملتا تھا۔ (طبری، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

مذہبی خدمات

گو یہ تمام اصلاحات درحقیقت مذہب پرستی ہی کا نتیجہ تھیں، ایک حیثیت سے وہ سب مذہبی خدمات کے دائرہ میں داخل ہیں، اس کے علاوہ انہوں نے بہت سی خالص مذہبی خدمات بھی انجام دیں اور شریعتِ اسلامی میں جو اموی خلفاء کی غفلت شعاری سے بالکل مردہ ہو چکی تھی، دوبارہ جان ڈالی، امویوں کے زمانہ میں کوئی شئے جادہ شریعت پر نہ رہ گئی تھی، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے سب کو پھر صراط مستقیم پر لگایا، عمال کے نام جو فرامین جاتے تھے، ان سب میں احیائے شریعت اور استیصالِ بدعت کی تاکید ہوتی تھی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عدی بن ارطاۃ کو ایک فرمان لکھا کہ ایمان چند فرائض، چند احکام اور چند سنین کا نام ہے، جس نے ان اجزاء کی تکمیل کر لی، اس نے ایمان کو مکمل کر دیا اور جس نے اس کی تکمیل نہیں کی، اس نے ایمان کو مکمل نہیں کیا، اگر میں زندہ رہا تو ان تمام اجزاء کو تمہارے سامنے واضح کر دوں گا تاکہ تم لوگ اس پر عمل کرو اور اگر مر گیا تو مجھے تمہارے ساتھ رہنے کی حرص بھی نہیں ہے۔ (بخاری کتاب الایمان باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس)

آپ نے جس طرح ان اجزاء کا تحفظ کیا اور ان کی تبلیغ واشاعت میں جیسی جدوجہد کی اس کی نظیر نہیں مل سکتی، اس کی تفصیلات نہایت طویل ہیں، مختصر یہ ہے کہ مذہبی روح آپ کے عہد کی امتیازی خصوصیت بن گئی تھی۔

علامہ طبری کا بیان ہے کہ ولید عمارتوں کا بانی تھا، اس لیے اس کے زمانہ میں یہی عام مذاق ہو گیا تھا اور لوگ آپس میں صرف عمارتوں کا تذکرہ کرتے تھے، سلیمان کو عورتوں اور نکاح کا شوق تھا، اس لیے اس کے زمانہ میں لوگ لونڈیوں اور شادیوں کا چرچا کرتے تھے، لیکن جب عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے تختِ خلافت پر قدم رکھا تو لوگوں کا موضوع بدل کر مذہب وعبادت کی تفصیلات ہو گئیں۔ (طبری، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

مذہبی تعلیم کی اشاعت

احیائے شریعت کے لیے عمر بن عبدالعزیز نے مذہبی تعلیم کی اشاعت کا خاص اہتمام کیا، قاضی ابوبکرہ بن حزم کو لکھا کہ لوگوں کو چاہئے کہ عام طور پر علم (علم شریعت) کی اشاعت کریں، تعلیم کے لیے حلقہ درس میں بیٹھیں تاکہ جو لوگ نہیں جانتے وہ

Marfat.com

جان لیں۔ایک اور عامل کو لکھا کہ لوگوں کو حکم دو وہ اپنی مسجدوں میں علم کی اشاعت کریں کیونکہ سنت مردہ ہو چکی ہے۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیز)

جو علماء اس مقدس کام میں مصروف تھے، ان کو فکرِ معاش سے مطمئن کر دیا، حمص کے گورنر کو لکھا، جن لوگوں نے دنیا کو چھوڑ کر اپنے کو فقہ کی تعلیم کے لیے وقف کر دیا ہے، بیت المال سے سو سو دینار ان کا وظیفہ مقرر کرو، تا کہ وہ اس حالت کو قائم رکھ سکیں (ایضاً) علماء کے علاوہ طلباء کے وظائف مقرر کیے۔(جامع بیان العلم)

دور افتادہ ممالک میں تعلیم کی اشاعت کے لیے علماء بھیجے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام نافع کو جو بڑے نامور عالم تھے، تعلیم حدیث کے لیے مصر بھیجا (حسن المحاضرہ سیوطی) قاری جعثل بن عامان کو قرات کی تعلیم دینے کے لیے مصر و مغرب بھیجا (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) یزید بن ابی مالک دمشقی کو حارث بن یمجد الاشعری کو بدوؤں کی تعلیم کے لیے مقرر کیا (سیرت عمر بن عبدالعزیز) یہ صرف چند نام ہیں ورنہ جن جن مقامات پر ضرورت تھی، سب جگہ علماء بھیجے۔

اشاعتِ اسلام

سلطنت میں توسیع کے بجائے اسلام کی توسیع واشاعت کو اپنا مقصد قرار دیا اور اسکے لیے ہر قسم کے مادی اور اخلاقی ذرائع اختیار کیے۔امرائیفوج کو خاص طور سے ہدایت تھی کہ رومیوں کے کسی حلقہ اور ان کی کسی جماعت سے اس وقت تک جنگ نہ کرو جب تک اسلام کی دعوت نہ دے لو۔(ابن سعد ترجمہ عمر بن عبدالعزیز)

تمام عمال کو حکم دیا کہ ذمیوں کو اسلام کی دعوت دی جائے، جو ذمی اسلام قبول کر لیں ان کا جزیہ معاف کر دیا جائے، اس طریقہ سے اسلام کی بڑی اشاعت ہوئی تنہا جراح بن عبداللہ حکمی والی خراسان کے ہاتھوں پر چار ہزار ذمی مسلمان ہوئے۔(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) اسمٰعیل بن عبداللہ بن ابی المہاجر والی مغرب کی تبلیغ سے سارے مغرب میں اسلام پھیل گیا (فتوح البلدان) اور مختلف ملکوں میں اس کثرت سے ذمی مسلمان ہوئے کہ متعدد والیوں نے خراج کی آمدنی گھٹ جانے کی شکایت کی، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز نے مطلق اس کی پرواہ نہ کی، بعضوں کو جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے (مقریزی) بعضوں کو لکھا کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ سارے ذمی مسلمان ہو جائیں اور ہماری تمہاری حیثیت صرف ایک کاشتکار کی رہ جائے کہ اپنے ہاتھوں سے کمائیں کھائیں (سیرۃ عمر بن عبدالعزیز) بعض عمال نے تجویز پیش کی کہ ذمی جزیہ کے خوف سے مسلمان ہوتے ہیں، اس لیے ختنہ کر کے ان کا امتحان لیا جائے، آپ نے لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی ورہنما تھے، ختان نہ تھے۔(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

آپ کے محاسنِ اخلاق کی شہرت اور تبلیغِ اسلام سے آپ کا شغف سن کر بعض ممالک نے خود اپنے یہاں مبلغِ اسلام بھیجنے کی درخواست کی؛ چنانچہ تبت کے وفود کی درخواست پر آپ نے سلیط بن عبداللہ حنفی کو تبت روانہ کیا (یعقوبی) اس طرح آپ کے زمانہ میں اسلام کی غیر معمولی اشاعت ہوئی۔

Marfat.com

خلافت کو جمہوری بنانا چاہتے تھے

حضرت عمر بن عبد العزیز کا دلی منشا خلافت کو جمہوری شکل میں تبدیلی کرنا تھا، لیکن یہ مستقل تغیر ان کے بس میں نہ تھا، اس لیے کہ اب شاہی خاندان میں موروثی بادشاہت، اصولی حیثیت سے مسلم ہو چکی تھی اور عام مسلمان بھی اس کے خوگر ہو گئے تھے، عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ نے بعض مواقع پر اپنے اس خیال کا اظہار بھی کر دیا کہ، اگر خلافت کا معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں قاسم بن عبد اللہ کو خلیفہ بنا دیتا (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) بلکہ ایک مرتبہ آل مروان کو دھمکی بھی دی اس کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے جمع ہو کر آپ سے کہا کہ گذشتہ خلفاء ہمارے ساتھ جو کچھ کرتے تھے وہ سب آپ نے ختم کر دیا اور اس پر بڑی برہمی ظاہر کی آپ نے فرمایا: اگر آیندہ پھر تم نے میرے سامنے اس قسم کی باتیں کیں تو میں چھوڑ کر مدینہ چلا جاوں گا اور خلافت کو شوریٰ پر چھوڑ دوں گا، میں اس کے اہل (قاسم بن عبد اللہ) کو پہچانتا ہوں۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

بادشاہت کے امتیازات کا استیصال

لیکن سلیمان آپ کے بعد یزید بن عبد الملک کو نامزد کر گیا تھا، اس لیے یہ انقلاب آپ کے اختیار میں نہ رہ گیا تھا، تاہم جہاں تک ہو سکا آپ نے شاہنشاہیت کا زور توڑنے اور اس کے مفاسد کو دور کرنے کی پوری کوشش کی اور ہر شعبہ سے ملوکیت کے اثرات کو بالکل مٹا دیا۔

خلفاء کے ساتھ نقیب و علمبردار چلتے تھے، نماز کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ان پر درود وسلام بھیجا جاتا تھا، سلام میں خاص امتیاز برتا جاتا تھا، عمر بن رضی اللہ عنہ عبد العزیز نے ان تمام امتیازات کو مٹا دیا؛ چنانچہ پہلی مرتبہ جب کوتوال نے حسب دستور نیزہ لے کر آپ کے ساتھ چلنا چاہا تو آپ نے روک دیا کہ مسلمانوں کا ایک معمولی فرد ہوں (سیرت عمر بن عبد العزیز) اسلام کے متعلق ہدایت فرمائی کہ عام طریقہ سے سلام کیا جائے (طبقات ابن سعد) عمال کو فرمان لکھا کہ پیشہ ور واعظ خلفاء پر درود وسلام بھیجتے ہیں، انہیں روک دو اور حکم دو کہ وہ عام مسلمانوں کے لیے دعا کریں، باقی چھوڑ دیں (سیرت عمر بن عبد العزیز) مخصوص میرے لیے کوئی دعا نہ کرو؛ بلکہ تمام مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے دعا کرو، اگر میں ان میں ہوں گا تو میں بھی شامل ہو جاوں گا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

شاہی خاندان کے متعلق ابو بکر بن محمد کو لکھا کہ کسی کو صرف اس لیے ترجیح نہ دو کہ وہ خاندانِ خلافت سے تعلق رکھتا ہے، میرے نزدیک یہ لوگ عام مسلمانوں کے برابر ہیں اور اسے عملاً کر کے دکھا دیا، ایک مرتبہ مسلمہ بن عبد الملک ایک مقدمہ میں فریق کی حیثیت سے آپ کے اجلاس میں آیا اور فرش پر بیٹھ گیا، آپ نے اس سے کہا کہ اپنے فریق کی موجودگی میں تم فرش پر نہیں بیٹھ سکتے یا عام لوگوں کے برابر بیٹھو یا کسی دوسرے کو اپنا وکیل مقرر کر دو (سیرت عمر بن عبد العزیز) شاہی خاندان کے وظائف عام مسلمانوں کے برابر کر دیئے، غرض آپ نے ملوکیت کے کنگرے کو پست کر کے عام سطح کے برابر کر دیا۔

Marfat.com

فتوحات

حکومت اور سلطنت کے باب میں آپ کا نقطہ نظر دوسرے خلفاء سے بالکل جداگانہ تھا، آپ کا مقصد اس کی توسیع نہیں ؛ بلکہ اس کی اصلاح تھی، اس لیے آپ کے زمانہ میں جو چیز سب سے آخری درجہ پر نظر آتی ہے، وہ فوجی سرگرمی ہے؛ چنانچہ سلطنت کے بقا و تحفظ اور قیامِ امن کی ضروریات کے علاوہ جارحانہ اقدام بہت کم ہوا، صرف اندلس کے بعض علاقوں اور سندھ کی بعض فتوحات کے علاوہ کوئی قابل ذکر فتوحات نہیں ہوئیں۔

خوارج کا مقابلہ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت سے لے کر اس وقت تک کی تاریخ مسلمانوں کے خون سے رنگین تھی، اس لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اس میں اتنی احتیاط برتی کہ مفسدہ پرداز اور فتنہ پرست اسلامی فرقوں کے خلاف بھی تلوار نہ اٹھائی، خوارج امویوں کے پرانے دشمن تھے، ان کی مخالفانہ روش حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد میں بھی قائم رہی، اپنے ہر ممکن طریقہ سے ان کو سمجھا بجھا کر باز رکھنے کی کوشش کی عبدالحمید والی کوفہ کو جو خوارج کے مقابلہ میں تھے لکھا کہ، جب تک یہ لوگ خون ریزی اور فساد نہ کریں ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے، ایک دور اندیش اور مستقل مزاج آدمی کو میرا یہ حکم سنا کر تھوڑی سی فوج کے ساتھ بھیج دو اس حکم کے مطابق عبدالحمید نے محمد بن جریر بجلی کو دو ہزار سپاہیوں کے ساتھ روانہ کر دیا۔

اس سے بھی زیادہ احتیاط یہ فرمائی کہ خوارج کے سردار بسطام کو خط لکھ کر اصلاح و مناظرہ کی دعوت دی، آؤ ہم تم مناظرہ کرلیں، اگر ہم حق پر ہوں تو تم عام لوگوں کی طرح حلقہ اطاعت میں داخل ہو جاؤ، اگر تم حق پر ہو تو ہم اپنے معاملہ پر غور کریں اس دعوت پر بسطام نے دو شخصوں کو مناظرہ کے لیے بھیجا اور فریقین میں مناظرہ ہوا، اس کی تفصیلات کتابوں میں مذکور ہیں، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انہیں ہر طرح سمجھانے کی کوشش کی لیکن ان پر افہام و تفہیم کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ اپنی مفسدانہ روش سے باز نہ آئے، اس لیے حضرت عمر بن عبدالعزیز کو آخر میں مجبور ہو کر ان شرائط کے ساتھ ان سے جنگ کرنے کی اجازت دینا پڑی کہ عورت، بچے اور قیدی قتل نہ کیے جائیں، زخمیوں کا تعاقب نہ کیا جائے۔ فتح کے بعد جو مالِ غنیمت ہاتھ آئے، وہ ان کے اہل و عیال کو واپس کر دیا جائے۔

قیدی اس وقت تک مقید رہیں جب تک راہ راست پر نہ آجائیں۔

ان پابندیوں کے ساتھ عبدالحمید نے ان پر حملہ کیا، لیکن شکست کھائی، حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اس کی اطلاع ہوئی تو مسلمہ بن عبدالملک کو روانہ کیا انہوں نے چند دنوں میں قابو حاصل کر لیا۔ (تاریخ طبری، ابن اثیر مطبوعہ، بیروت)

خصوصیاتِ حکومت پر اجمالی تبصرہ

اوپر کے حالات سے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کی خصوصیات کا پورا اندازہ ہو جاتا ہے، اس لیے اس کی بنیادی

Marfat.com

خصوصیات پر اجمالی تبصرہ کیا جاتا ہے، آپ کی خلافت کی بنیاد کتاب اللہ سنتِ رسول اللہ اور خدا کی اطاعت پر تھی، ان بنیادی اصولوں اور اپنی حیثیت کو اپنی پہلی تقریر میں ان الفاظ میں واضح فرمایا۔

امابعد لوگو! تمہارے نبی کے بعد کوئی دوسرا نبی نہیں ہے اور اس پر جو کتاب نازل ہوئی ہے اس کے بعد کوئی دوسری کتاب نہیں ہے خدا نے جو چیز حلال کر دی وہ قیامت تک حلال رہے گی اور جو چیز حرام کر دی وہ قیامت تک حرام رہے گی، میں (اپنی جانب سے) کوئی فیصلہ کرنے والا نہیں ہوں؛ بلکہ محض (احکامِ الٰہی کو) نافذ کرنے والا ہوں میں خود کوئی بات شروع کرنے والا نہیں ہوں؛ بلکہ محض پیرو ہوں، کسی کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ خدا کی نافرمانی اس کی اطاعت کی جائے، میں تم کا بہتر آدمی بھی نہیں ہوں، البتہ خدا نے مجھ کو تمہارے مقابلہ میں زیادہ گراں بار کیا ہے۔ (ابن سعد)

امورِ خلافت میں خلافتِ فاروق کو اپنے لیے نمونہ عمل بنایا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پوتے سالم بن عبداللہ بن رضی اللہ عنہ عمر کو لکھا میں چاہتا ہوں کہ اگر خدا کو منظور ہو اور مجھ میں اس کی استطاعت ہو تو رعایا کے معاملہ میں عمر بن رضی اللہ عنہ خطاب کی روش اختیار کروں، اس لیے تم میرے لیے عمر کی تحریریں اور ان کے فیصلے جو انہوں نے مسلمانوں اور ذمیوں کے بارہ میں کیے، بھیجو، اگر خدا کو منظور ہوگا تو میں ان کے نقشِ قدم پر چلوں گا۔

لیکن اب زمانہ بدل چکا تھا، عہد رسالت پر مدت گزر چکی تھی، صحابہ اٹھ چکے تھے، بنی امیہ کی حکومت نے اسلامی حکومت کے بارہ میں عام مسلمانوں کا نقطہ نظر بدل دیا تھا، اس لیے اس زمانہ میں عہد فاروقی کو زندہ کرنا بہت مشکل تھا، سالم نے بھی ان دشواریوں کو محسوس کیا اور آپ کو لکھا کہ عمر نے جو کچھ کیا وہ دوسرے زمانہ میں اور دوسرے آدمیوں کے ذریعہ سے اگر تم نے اس زمانہ میں اور ان آدمیوں کے ذریعہ سے عمر بن رضی اللہ عنہ الخطاب کی پیروی کی تو تم ان سے افضل ہو گئے۔

(ابوداؤد، کتاب السنۃ باب فی التفصیل)

لیکن حضرت عمر بن رضی اللہ عنہ عبدالعزیز نے اس تغیر حالات اور ہر طرح کے موانع و مشکلات کے باوجود ایک مرتبہ پھر فاروقی خلافت کا نمونہ دنیا کو دیکھا دیا، اسی لیے بعض محدثین آپ کو پانچواں خلیفہ راشد مانتے ہیں۔

علالت

لیکن افسوس مسلمانوں کو ڈھائی سال سے زیادہ اس سراپا خیر و برکت ہستی سے مستفیض ہونے کا موقع نہ ملا اور جب مجد دِ خلافت نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

آپ کے سببِ وفات کے بارہ میں دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ آپ کی موت طبعی تھی، دوسرا بیان یہ ہے کہ بنی امیہ نے جب یہ محسوس کیا کہ اگر آپ کی خلافت کا زمانہ زیادہ بڑھا تو اموی خاندان کی قوت ہمیشہ کے لیے توڑ دیں گے، تو انہوں نے آپ کے ایک غلام کو ایک ہزار اشرفی دے کر خفیہ زہر دلوایا، آپ کو اس کا علم ہو گیا، لیکن غلام پر کوئی سختی نہیں کی؛ بلکہ اشرفیاں واپس لے کر بیت المال میں داخل کر دیں اور غلام کو آزاد کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء)

Marfat.com

طبیب نے بھی زہر کا علاج تجویز کیا مگر آپ نے علاج کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا اگر مجھے یہ بھی یقین ہو جاتا کہ میرے کان کی لو کے پاس میری شفا ہے تو بھی ہاتھ نہ بڑھاتا۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز)

یزید بن عبدالملک کو وصیت نامہ

زندگی سے مایوسی کے بعد اپنے بعد ہونے والے خلیفہ یزید بن عبدالملک کو یہ وصیت نامہ لکھا:

میں تم کو یہ وصیت نامہ اس حالت میں لکھ رہا ہوں کہ مرض سے لاغر ہو گیا ہوں تم کو معلوم ہے کہ امورِ خلافت کے متعلق مجھ سے سوال کیا جائے گا اور خدا مجھ سے اس کا حساب لے گا اور میں اس سے اپنا کوئی کام نہ چھپا سکوں گا، خدا خود فرماتا ہے:

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ

ہم ان کو علم سے قصہ سناتے ہیں اور ہم غیر حاضر نہ تھے۔

اگر خدا مجھ سے راضی ہو گیا تو میں کامیاب ہوا اور ایک طویل عذاب سے نجات پائی اور اگر مجھ سے ناراض ہوا تو افسوس ہے میرے انجام پر، میں اس خدا سے جس کے سوا کوئی خدا نہیں دعا کرتا ہوں کہ مجھے اپنی رحمت سے دوزخ سے نجات دے اور اپنی رضامندی سے جنت عطا کرے، تم کو تقویٰ اختیار کرنا چاہئے اور رعایا کا خیال رکھنا چاہئے؛ کیونکہ میرے بعد تم بھی تھوڑے ہی دن زندہ رہو گے، تم کو اس سے بچنا چاہئے کہ تم سے غفلت میں ایسی لغزش سرزد ہو جائے جس کی تلافی نہ کر سکو۔

سلیمان بن عبدالملک خدا کا ایک بندہ تھا، خدا نے اسے وفات دی اور اس نے مجھ کو خلیفہ بنایا اور میرے بعد تم کو ولیعہد مقرر کیا، میں جس حالت میں تھا، اگر وہ اس لیے ہوتی کہ میں بہت سی بیویوں کا انتخاب کروں اور مال و دولت جمع کروں، تو خدا نے مجھ کو اس سے بہتر سامان دیئے تھے جو کسی بندہ کو دے سکتا تھا، لیکن میں سخت اور نازک سوال سے ڈرتا ہوں، بجز اس کے کہ خدا میری دستگیری فرمائے۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز)

اپنی اولاد کے متعلق ارشاد

آپ کے اہل وعیال کے متعلق مسلمہ نے آپ سے کہا: امیر المومنین آپ نے ہمیشہ اپنی اولاد کا منہ اس مال و دولت سے خشک رکھا اور ان کو ایسی حالت میں چھوڑے جاتے ہیں کہ ان کے پاس کچھ نہیں ہے، کاش آپ ان کے متعلق مجھے یا اپنے خاندان کے کسی اور شخص کو کچھ وصیت کرتے جاتے یہ سن کر فرمایا مجھے ٹیک لگا کر بٹھا دو پھر فرمایا تمہارا یہ کہنا کہ اس مال سے میں نے ہمیشہ اپنی اولاد کا منہ خشک رکھا، تو خدا کی قسم میں نے ان کا کوئی حق تلف نہیں کیا؛ البتہ جس میں ان کا حق نہیں تھا وہ ان کو نہیں دیا، تمہارا یہ کہنا کہ میں تم کو یا کسی اور اہل خاندان کو وصیت کرتا جاوں، تو اس معاملہ میں میرا وصی اور ولی صرف خدا ہے جو صلحاء کا ولی ہوتا ہے، میرے لڑکے اگر خدا سے ڈریں گے تو خدا ان کے لیے کوئی سبیل نکال دے گا اور اگر وہ گناہ میں مبتلا ہوں گے تو میں ان کو گناہ کرنے کے لیے قوی بناوں گا۔

اس کے بعد لڑکوں کو بلا کر ان سے باچشم پرنم فرمایا: میری جان تم پر سے قربان جن کو میں نے خالی ہاتھ چھوڑا ہے، لیکن خدا

Marfat.com

کاشکر ہے کہ میں نے تم کو اچھی حالت میں چھوڑا، میرے بچو! تم کسی ایسے عرب اور ذمی سے نہ ملو گے جس کا تم پر حق ہو، بچو دو باتوں میں سے ایک بات تمہارے باپ کے اختیار میں تھی ایک یہ کہ تم دولت مند ہو جاو اور تمہارا باپ دوزخ میں جائے، دوسرے یہ کہ تم محتاج رہو اور تمہارا باپ جنت میں داخل ہو، ان دونوں میں اس کو یہ زیادہ پسند تھا کہ تم محتاج رہو اور وہ جنت میں جائے اچھا اب جاو خدا تم کو حفظ وامان میں رکھے۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز)

آخری وصیتیں اور وفات

بعض لوگوں نے عرض کیا، آپ مدینہ منتقل ہو جاتے اور روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو چوتھی جگہ خالی ہے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہوتے، یہ سن کر فرمایا خدا کی قسم آگ کے سوا اگر خدا مجھے ہر قسم کے عذاب دے تو میں انہیں بخوشی منظور کرلوں گا، لیکن یہ گوارا نہیں کہ خدا کو یہ معلوم ہو کہ میں اپنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کے قابل سمجھتا ہوں۔ (طبقات ابن سعد)

اس کے بعد ایک ذمی سے قبر کے لیے زمین خریدی، اس نے قیمت لینے میں عذر کیا اور کہا یہ میرے لیے خیر وبرکت کا باعث ہے کہ آپ میری مملوکہ زمین میں دفن ہوں، لیکن آپ نے اسے منظور نہ کیا اور بہ اصرار قیمت حوالہ کی۔

(سیرت عمر بن عبدالعزیز)

پھر کفن اور دفن کے متعلق ضروری وصیتیں کیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناخن اور موئے مبارک منگا کر انہیں کفن میں رکھنے کی ہدایت کی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

دم آخر زبان پر یہ آیت تھی:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ

(القصص)

یہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کے لیے بناتے ہیں جو زمین میں نہ برتری چاہتے ہیں اور نہ فساد کرتے ہیں اور عاقبت پرہیز گاروں کے لیے ہے۔

یہی آیت تلاوت کرتے ہوئے واصل بحق ہوئے (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) یہ رجب کا مہینہ اور ھ تھا، تاریخوں میں اختلاف ہے، وفات کے وقت انتالیس یا چالیس سال کی عمر تھی دیر سمعان میں دفن کیے گئے۔

ازواج واولاد

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے چار بیویاں تھیں اور ان سب سے اولادیں ہوئیں، لیس بنت علی، ان سے تین لڑکے تھے، عبداللہ، بکر اور ام عمار، ام عثمان بنت شعیب، ان سے ایک لڑکا ابراہیم تھا، فاطمہ بنت عبدالملک، ان سے تین لڑکے تھے، اسحاق، یعقوب اور موسیٰ، ام ولید سے نو اولادیں تھیں، عبدالملک، ولید، عاصم، یزید، عبداللہ، عبدالعزیز، زبانا، امۃ اور ام

Marfat.com

عبداللہ۔

حلیہ

صورۃ شکیل تھے، رنگ گورا اور چہرہ نازک تھا، خلافت سے پہلے عیش و تنعم کی زندگی کی وجہ سے جسم نہایت تر و تازہ تھا، ازار بند پیٹ کے ٹپوں میں غائب ہو جاتا تھا، لیکن خلافت کے بعد کی زاہدانہ زندگی نے رنگ روپ بالکل بدل دیا تھا، سوکھ کر لاغر ہو گئے تھے، پسلیاں بغیر چھوئے ہوئے گنی جا سکتی تھیں۔ (تاریخ الخلفاء)

فضل و کمال

حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اگر سیاسی حالات تختِ خلافت پر نہ بٹھا دیتے تو وہ مسندِ درس کی زینت ہوتے علمی، اعتبار سے وہ آئمہ کبار میں تھے، تمام علماء و مصنفین کا ان کی جلالتِ علمی پر اتفاق ہے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں "کان فقیھا مجتھدا عارفا بالسنن وکبیر الشان ثبتا حجۃ حافظا قانتا للہ ادنیا" عمر بن عبدالعزیز امام، فقیہ، مجتہد، عالم، سنت، کبیر الشان، ثبت، حجت، حافظ (حدیث) خدا کے فرماں بردار نرم دل اور خدا کی طرف رجوع کرنے والے تھے، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت فضیلت، وفورِ علم، صلاح، زہد و ورع، عدل، شفقت علی المسلمین، حسن سیرت خدا کی راہ میں ان تھک کوشش، سنت نبوی اور آثارِ نبوی کے اتباع اور خلفاء راشدین کی اقتداء میں سب کا اتفاق ہے۔

معاصر علماء میں درجہ

اس عہد کے اکابر علماء ان کے علمی کمالات کے مقابلہ میں طفل و بستان تھے، میمون بن مہران کہتے تھے کہ علماء عمر بن عبدالعزیز کے سامنے شاگرد معلوم ہوتے تھے، ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں کہ وہ علماء کے معلم تھے؛ چنانچہ جو علماء انہیں تعلیم دینے کے خیال سے ان کے پاس آتے تھے، وہ خود ان سے تعلیم حاصل کرتے تھے، مجاہد کا جو بڑے جلیل القدر تابعی عالم تھے بیان ہے کہ ہم لوگ ان کے پاس تعلیم دینے کے لیے گئے تھے، لیکن کچھ دنوں کے بعد ہم خود ان سے تعلیم حاصل کرنے لگے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تفسیر

تفسیر قرآن میں نہایت وسیع نظر تھی، بڑے بڑے علماء قرآنی مشکلات میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے، ایک مرتبہ حجاز اور شام کے کچھ علماء نے آپ کے صاحبزادے عبدالملک سے کہا کہ اپنے والد سے قرآن کی اس آیت:

أَنَّى لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنۡ مَّكَانٍۭ بَعِيۡدٍ (سبا)

وہ دور سے کیونکر پا سکتے ہیں۔ کے متعلق پوچھو کہ اس سے کیا مراد ہے، انہوں نے پوچھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ اس سے مراد وہ توبہ ہے جس کی خواہش اس وقت کی جائے جس وقت انسان اس پر قادر نہ ہو۔ (سیرۃ عمر بن عبدالعزیز)

Marfat.com

حدیث

حدیث کے اجلہ حفاظ میں تھے، حافظ ذہبی ان کو امام، عارف سنت، حجت اور حافظ لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) امام مالک اور ابن عینیہ آپ کو امام وقت کہتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

جتنی مرفوع حدیثیں ان کے حافظہ میں محفوظ تھیں، اتنی کسی تابعی کے علم میں نہ تھیں، ایوب سختیانی کہتے تھے کہ میں جن جن لوگوں سے ملا، ان میں سے کسی کو عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والا نہیں دیکھا۔ (تہذیب الاسماء)

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی انہوں نے بڑی خدمت کی، ہر ممکن طریقہ سے اس کی اشاعت کی اور اس کو محفوظ کیا، ان کا سب سے بڑا کارنامہ احادیث نبوی کی تدوین اور اس کا تحفظ ہے، اگر آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی ہوتی تو احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑا حصہ ضائع ہو جاتا۔

آپ کے زمانہ میں مرور زمانہ کے ساتھ اکابر علماء اور حفاظ حدیث اٹھتے جاتے تھے، جب آپ نے دیکھا کہ یہ بہار آخر ہو رہی ہے، اگر احادیث کی حفاظت نہ کی گئی تو اس کا بڑا حصہ علماء کے ساتھ دفن ہو جائے گا، تو قاضی ابوبکر بن حزم گورنر مدینہ کو لکھا کہ احادیث نبوی کی تلاش وجستجو کر کے ان کو لکھ لو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہونے کا خوف ہے، لیکن صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث قبول کی جائیں۔ (بخاری کتاب العلم باب کیف یقبض العلم)

حافظ ابن حجر کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام صوبوں کے گورنروں کے نام اسی مضمون کا فرمان بھیجا تھا۔ (تہذیب الاسماء)

اس حکم کی تعمیل ہوئی اور جمع شدہ احادیث کے مجموعے تیار کرا کے تمام ممالک محروسہ میں بھیجے گئے، سعد بن ابراہیم کا بیان ہے کہ ہم کو عمر بن عبدالعزیز نے حدیث جمع کرنے کا حکم دیا ہم نے دفتر کی دفتر حدیثیں لکھیں اور انہوں نے ایک ایک مجموعہ جہاں جہاں ان کی حکومت تھی بھیجا۔ (جامع بیان العلم)

فقہ

فقہ میں امامت واجتہاد کا درجہ رکھتے تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں: "کان اماما فقیھا مجتھدًا" انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ان تمام فقہی فیصلوں جو انہوں نے رعایا کے متعلق جمع کیے تھے جمع کرایا تھا۔

شاعری

حضرت عمر بن عبدالعزیز کو اگر مروجہ رسمی شاعری سے ذوق نہ تھا، لیکن اخلاقی اشعار پسند کرتے تھے اور کبھی کبھی خود بھی اس

Marfat.com

رنگ کے اشعار کہتے تھے، ابن جوزی نے سیرت میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں (سیرت عمر بن عبدالعزیز) ایک راگ بھی جو مدینہ میں بہت مقبول تھا، آپ کی جانب منسوب تھا، ممکن ہے، مدینہ کی گورنری کے زمانہ میں جب کہ آپ کی طبیعت عیش وتنعم کی طرف راغب تھی یہ راگ ایجاد کیا ہو۔

خطابت

اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بحیثیت خطیب کے کوئی شہرت حاصل نہیں کی، لیکن آپ کے خطبات نہایت موثر اور دلپذیر ہوتے تھے، ابن جوزی نے آپ کے متعدد خطبات لکھے ہیں، جاحظ نے کتاب البیان والتبیین میں جو بلیغ خطبات کا بہترین مجموعہ ہے، آپ کے ایک دو خطبے نمونۃً نقل کیے ہیں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

علماء کی قدردانی

گذشتہ خلفاء کی بزمِ طرب کی زینت شعراء خطباء اور ادیبوں سے تھی، لیکن عمر بن عبدالعزیز کا ذوق ان سے مختلف تھا، اس لیے ان کے زمانہ میں شعرا کا ہجوم چھٹ گیا اور اس کی جگہ علمائے دین نے لے لی۔

ان کی تخت نشینی کے بعد حسب معمول حجاز اور عراق کے مشہور شعراء میں نصیب جزیر، فرزدق، احوص، کثیر اور اخطل، قصیدے لے کر پہنچے اور عرصہ تک ٹھہرے رہے لیکن کسی کو باریابی کی اجازت نہیں ملی، ان کے بجائے علماء فقہاء کو بلاتے تھے اور ان کی قدردانی کرتے تھے، شعراء کی یہ کس مپرسی دیکھ کر ایک دن جریر نے عون بن عبداللہ کے ذریعہ جو ایک ممتاز فقیہ تھے، یہ اشعار کہہ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں بھیجے۔

یا یھا القاری المرخی عمامتہ ھذا زمانك انی ندمضی زمنی

اے وہ قاری جس کے عمامہ کا شملہ لٹک رہا ہے یہ تیرا زمانہ ہے، میرا زمانہ گزر گیا

ابلغ خلیفتنا ان کنت لاقیہ انی لدی البابکا المصفور فی قرن

اگر ہمارے خلیفہ سے ملاقات ہو تو میرا یہ پیغام پہنچادے کہ میں دروازہ پر بیڑیوں میں جکڑا ہوں

عون بن عبداللہ نے عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ جریر سے میری آبرو بچائیے، آپ نے جریر کو باریابی کی اجازت دی، اس نے قصیدہ سنایا، جس میں اہل مدینہ کے مصائب مشکلات کا حال تھا، حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے کپڑا، غلہ اور نقد روپیہ بھیجا اور جریر سے پوچھا بتاؤ تم کس جماعت میں سے ہو، مہاجرین میں، انصار میں، ان کے اعزہ میں، مجاہدین میں، اس نے کہا کسی میں نہیں، فرمایا پھر مسلمانوں کے مال میں تمہارا کیا حق ہے، اس نے کہا خدا نے میرا حق مقرر کیا ہے، بشرطیکہ آپ اس کو نہ روکیں میں ابن سبیل (مسافر) ہوں دور دراز کا سفر کر کے آپ کے آستانہ پر ٹھہرا ہوں، آپ نے فرمایا، خیر اگر تم میرے پاس آئے ہو تو میں اپنی جیب سے تم کو بیس روپیہ دیتا ہوں، اس حقیر رقم پر خواہ میری تعریف کرو یا مذمت، جریر نے اسے بھی غنیمت سمجھا اور اسے لے کر باہر آیا، دوسرے شعراء نے لپک کر پوچھا، کہو ابو حرزہ کیا معاملہ رہا، اس

Marfat.com

نے جواب دیا اپنا راستہ لو یہ شخص شاعروں کو نہیں؛ بلکہ گداگروں کو دیتا ہے۔
مگر علماء فقہاء اور قراء کی بڑی قدردانی تھی، ان کو دور دور سے بلا کر خواص میں داخل کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

زمامِ خلافت ہاتھوں میں لینے کے بعد سالم بن عبداللہ بن عمر، محمد بن کعب قرظی اور رجاء بن حیوٰۃ، ریاح بن عبیدہ سے امور خلافت میں مشورہ لیتے تھے (سیرت عمر بن عبدالعزیز) میموں بن مہران، رجاء بن حیواۃ، ریاح ابن عبیدہ آپ کے ندیم خاص تھے، ان کے علاوہ اور متعدد علماء آپ کے ہم جلیس تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضائل اخلاق

اگرچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے مجددانہ کارناموں کے بعد ان کے فضائل اخلاق لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں کہ اس گلستان سے اس بہا لکا پورا اندازہ ہو جاتا ہے تاہم اس پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔

خلافت سے پہلے آپ فطرۃ صالح اور سعید تھے، اس لیے زندگی کے کسی دور میں بھی آپ کا دامن اخلاق داغدار نہ تھا، لیکن خلافت سے پہلے آپ کی زندگی بڑے عیش وتنعم اور شان شکوہ کی تھیں۔

ان کا خود بیان ہے کہ مجھے لباس، عیش پرستی اور عطریات کا جب شوق ہوا، تو میں نے اسے اس قدر پورا کیا کہ میرے علم میں میرے خاندان؛ بلکہ دوسرے خاندانوں میں بھی ایسی زندگی کسی کو نصیب نہ ہوئی ہوگی (سیرت عمر بن عبدالعزیز) ان کے شوق اور نفاستِ مزاج کا یہ حال تھا کہ جب ان کے کپڑوں پر ایک مرتبہ دوسروں کی نظر پڑ جاتی تھی تو پھر انہیں وہ پرانا سمجھتے تھے (ایضا) ولید کے زمانہ میں ان کو چار چار سو روپیہ کی قیمت کا کپڑا سخت و کرخت معلوم ہوتا تھا، لیکن پھر چودہ درہم کا کپڑا بھی نرم و ملیح معلوم ہونے لگا تھا (تہذیب الاسماء) خوشبو کے لیے داڑھی پر عنبر چھڑکتے تھے (سیرت عمر بن عبدالعزیز) رجاء بن حیوۃ کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ خوش لباس، سب سے زیادہ معطر اور سب سے زیادہ بہتر چال چلنے والے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

لیکن تختِ خلافت پر قدم رکھنے کے بعد زندگی یکسر بدل گئی، عیش وتنعم کے سارے سامان چھوٹ گئے اور عیش پروردہ عمر بن عبدالعزیز نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور حسن بصری کا قالب اختیار کرلیا۔

انہوں نے جس طرح دنیا سے دامن جھاڑا، اس کے کچھ حالات اوپر گزر چکے ہیں، ساری املاک بیت المال کو واپس کردی، لونڈی غلام، فرش فروش، لباس وعطریات عیش وتجمل کے جملہ سامانوں کو بیچ کر اس کی قیمت بیت المال میں داخل کردی (تہذیب الاسماء) بیت المال سے گزارہ کے لیے چار سو دینار سالانہ لیتے تھے اور بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نہ لیتے تھے (ابن سعد: وسیرت) لباس بقدر ستر پوشی اور غذا بقدر لا یموت سے زیادہ نہ ہوتی تھی۔

Marfat.com

لباس

لباس میں عموماً صرف ایک جوڑا رہتا تھا، اسی کو دھودھو کر پہنتے تھے (ایضاً) مرض الموت میں ایک قمیص کے علاوہ دوسری قمیص نہ تھی، آپ کے سالے مسلمہ بن عبدالملک نے اپنی بہن فاطمہ سے کہا کہ قمیص میلی ہوگئی ہے، لوگ عیادت کے لیے آتے ہیں، اس لیے دوسری بدلوادو، وہ خاموش رہیں، سلمہ نے دوبارہ کہا، فاطمہ نے جواب دیا، خدا کی قسم اس کے علاوہ دوسرا کپڑا نہیں ہے (سیرت عمر بن عبدالعزیز) پھر ایک جوڑا بھی سالم نہ ہوتا تھا؛ بلکہ اس میں پیوند لگے ہوتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

بچے بھی اسی تنگی سے بسر کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ کی بچی کے پاس کپڑا نہ تھا آپ نے حکم دیا کہ فرش پھاڑ کر کرتہ بنادیا جائے، آپ کی بہن کو خبر ہوئی تو انہوں نے ایک تھان بھجوادیا اور منع کر دیا کہ عمر سے نہ مانگنا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ایک مرتبہ آپ کے صاحبزادے نے کپڑے مانگے، آپ نے فرمایا میرے کپڑے خیار بن رباح کے پاس رکھے ہیں، ان سے جاکر لےلو، وہ ان کے پاس گئے، انہوں نے گاڑھے کے کپڑے نکال کر دیئے، عبیداللہ نے کہا یہ تو ہمارے پہننے کے لائق نہیں ہیں، خیار نے کہا میرے پاس تو امیر المومنین کے یہی کپڑے ہیں، عبیداللہ نے واپس جاکر حضرت عمر بن عبدالعزیز سے بھی وہی عذر کیا، آپ نے فرمایا میرے پاس تو یہی کپڑے ہیں، یہ جواب سُن کر وہ لوٹنے لگے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے واپس بلا کے کہا اگر اپنے وظیفہ سے پیشگی لینا چاہو، تو لے سکتے ہو؛ چنانچہ سو درہم دلوادیے اور وظیفہ تقسیم ہونے کے وقت کاٹ گئے۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز)

غذا

غذا نہایت معمولی اور سادہ ہوتی تھی، روٹی اور روغن زیتون یا دال روٹی کھاتے تھے، آپ کے غلاموں کو بھی یہی ملتا تھا، ایک مرتبہ ایک غلام نے شکایت کی کہ روز، روز دال روٹی ملتی ہے، آپ کی بیوی نے جواب دیا، امیر المومنین کی یہی غذا ہے اور یہ غذا بھی پیٹ بھر کر نہ کھاتے تھے، آپ کے غلام کا بیان ہے کہ جب سے آپ خلیفہ ہوئے اس وقت سے وفات تک کبھی شکم سیر ہوکر کھانا نہیں کھایا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

اگر کبھی کوئی اچھی چیز کھانے کی خواہش بھی ہوتی تھی تو اس کی مقدرت نہ تھی ایک مرتبہ انگور کھانے کو دل چاہا، بیوی سے پوچھا: تمہارے پاس ایک درہم ہے میں انگور کھانا چاہتا ہوں، انہوں نے جھلا کر جواب دیا، امیر المومنین ہوکر تم کو ایک درہم کی استطاعت نہیں، فرمایا یہ جہنم کی ہتھکڑیوں سے میرے لیے زیادہ آسان ہے۔ (تاریخ الخلفاء)

ان کی یہ زندگی دیکھ کر ان کی بیوی فاطمہ نے (جنھوں نے امارت کے گہوارہ میں پرورش پائی تھی) بھی اسی رنگ میں اپنے کو رنگ لیا تھا اور بناؤ سنگار بالکل ترک کر دیا تھا، ایک مرتبہ ایک دولت مند گھرانے کی خاتون نے اس حالت میں دیکھ کر پوچھا تو

Marfat.com

انہوں نے کہا کہ میرے شوہر کی یہی پسند ہے۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز)

ذمہ داری کا احساس اور خشیتِ الٰہی

حکومت اور سلطنت دلوں کو سخت اور مواخذہ سے بے خوف بنا دیتی ہے، لیکن عمر بن عبدالعزیز کے دل کو اس نے خشیتِ الٰہی سے لبریز کر دیا تھا، وہ خلافت کی ذمہ داریوں کے احساس سے لرزہ براندام رہتے تھے۔

یہ مشغلہ کبھی گھر میں بھی تنہائی میں ہوتا تھا، ایک دن بیوی نے دیکھ لیا، اس کی وجہ پوچھی آپ نے ٹالنا چاہا مگر بیوی نے اصرار کیا اور کہا میں بھی اس سے نصیحت حاصل کرنا چاہتی ہوں، اس وقت آپ نے بتایا کہ میں نے اپنے بارہ میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ میں اس امت کے چھوٹے بڑے اور سیاہ سپید جملہ امور کا ذمہ دار ہوں، اس لیے جب میں بیکس غریب محتاج، فقیر، گم شدہ قیدی اور اس قبیل کے دوسرے آدمیوں کو یاد کرتا ہوں جو سارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں، جن کی ذمہ داری مجھ پر ہے اور خدا ان کے بارہ میں مجھ سے سوال کرے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق مجھ پر دعویٰ کریں گے، اگر میں خدا کے سامنے ان کا کوئی عذر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کوئی دلیل نہ پیش کر سکا تو مجھے خوف پیدا ہوجاتا ہے اور میرے آنسو نکل آتے ہیں اور جس قدر میں ان چیزوں پر غور کرتا ہوں اسی قدر میرا دل خوفزدہ ہوتا ہے۔ (تاریخ الخلفاء تذکرہ عمر بن عبدالعزیز)

بعض لوگ آپ کے گریہ وبکا پر ملامت کرتے، آپ جواب دیتے تم لوگ مجھے رونے پر ملامت کرتے ہو؛ حالانکہ اگر فرات کے کنارے بکری کا ایک بچہ بھی ہلاک ہوجائے تو عمر اس کے بدلہ میں پکڑا جائے گا۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز)

ایک مرتبہ آپ نے ایک فوجی افسر سلیمان بن ابی کریمہ کو لکھا خدا کی تعظیم وخشیت کا سب سے زیادہ مستحق وہ بندہ ہے، جس کو اس نے اس آزمائش میں ڈالا جس میں میں ہوں، خدا کے نزدیک مجھ سے زیادہ سخت حساب دینے والا اور اگر اس کی نافرمانی کروں تو مجھ سے زیادہ ذلیل کوئی نہیں ہے میں اپنی حالت سے سخت دل گرفتہ ہوں، مجھے خوف ہے کہ میرے یہ حالات مجھے ہلاک نہ کردیں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم جہاد فی سبیل اللہ کے لیے جانے والے ہو تو برادرِ من جب تم میدان جہاد میں پہنچ جاؤ تو خدا سے دعا کرو کہ وہ مجھے شہادت عطا فرمائے، اس لیے کہ میری حالت نہایت سخت اور میرا خطرہ بہت بڑا ہے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

موت اور قیامت کا خوف

سلاطین کی بزمِ طرب میں موت اور قیامت کے ذکر اور خوف کا گذر بھی نہیں ہوتا، لیکن عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کی مجلس بزم عزا ہوتی تھی، رات کو علماء جمع ہوکر موت اور قیامت کا ذکر کرکے اس طرح روتے تھے، جیسے ان کے سامنے جنازہ رکھا ہو۔ (تاریخ الخلفاء)

رات رات بھر جاگ کر موت پر غور وفکر کیا کرتے تھے اور قبر کی ہولناکیوں کا ذکر کرکے بے ہوش ہوجاتے تھے، ایک مرتبہ اپنے ایک ہم جلیس سے فرمایا میں رات بھر غور وفکر میں جاگتا رہا، اس نے پوچھا کس چیز کے متعلق، فرمایا قبر اور اہل قبر کے

Marfat.com

متعلق، اگرتم مردے کو تین دن کے بعد قبر میں دیکھو تو انس ومحبت کیا وجود اس کے پاس جاتے ہوئے خوف زدہ ہو گے تم ایسا گھر دیکھو گے جس میں خوش لباسی اور خوشبو کے بجائے کیڑے رینگ رہے ہوں گے، پیپ بہ رہی ہوگی اور اس میں کیڑے تیر رہے ہوں گے، بدبو پھیلی ہوگی، کفن بوسیدہ ہو چکا ہوگا، یہ کہہ کر ہچکی بندھ گئی اور بیہوش ہو کر گر پڑے، ان کی بیوی پانی چھڑک کر ہوش میں لائیں۔

یزید بن حوشب کا بیان ہے کہ میں نے حسن بصری اور عمر بن عبدالعزیز سے زیادہ کسی شخص کو قیامت سے ڈرنے والا نہیں دیکھا، معلوم ہوتا تھا، گویا دوزخ ان ہی کے لیے بنائی گئی ہے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

آیات قرآنی سے تاثر

قرآن مجید کی موعظت آیات پڑھ کر بے حال ہوتے جاتے، ایک شب کو یہ آیت:

يَوْمَ يَكُونُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوثِ، وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ (القارعۃ)

جس دن لوگ مثل بکھرنے ہوئے پروانوں کے ہوں گے، اور پہاڑ مثل دھنکے ہوئے اون کے ہوں گے۔

تلاوت کر کے زور سے چیخے: واسوء صباحاہ اور اچھل کر اس طرح گرے کہ معلوم ہوتا تھا کہ دم نکل جائے گا، پھر اس طرح ساکن ہو گئے کہ معلوم ہوتا تھا ختم ہو گئے پھر ہوش میں آ گئے، ایک دن نماز میں یہ آیت۔

وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ (الصافات)

ان کو بتا دو کہ ان سے باز پرس کی جائے گی۔

پڑھی تو اتنے متاثر ہوئے کہ اسی کو بار بار دہراتے رہے اور اس سے آگے نہ بڑھ سکے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

دیانت

آپ کے فضائل اخلاق میں دیانت کا وصف سب سے زیادہ نمایاں ہے مسلمانوں کے مال کی حفاظت میں آپ نے دیانت کا جو نمونہ پیش کیا، اس کی مثال کسی قوم کی تاریخ میں مشکل سے مل سکتی ہے۔

بیت المال سے کبھی معمولی فائدہ اٹھانا بھی گوارا نہ کیا، رات کو جب تک خلافت کے کام انجام دیتے تھے، اس وقت تک بیت المال کی شمع جلاتے تھے، اس کے بعد گل کر کے اپنا ذاتی چراغ جلواتے تھے۔ (تاریخ الخلفاء: وابن سعد)

بیت المال کی جانب سے فقراء اور مساکین کے لیے جو مہمان خانہ تھا، اس کے باورچی خانہ سے اپنے لیے پانی بھی گرم نہ کراتے تھے، ایک مرتبہ غفلت میں آپ کا ملازم ایک مہینہ تک اس مطبخ سے آپ کے وضو کا پانی گرم کرتا رہا، آپ کو معلوم ہوا تو اتنی لکڑی خرید کر باورچی خانہ میں داخل کرا دی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ایک بار غلام کو گوشت کا ٹکڑا بھوننے کا حکم دیا وہ اسی مطبخ سے بھون لایا آپ نے اسے ہاتھ نہ لگایا اور غلام سے فرمایا تم ہی

Marfat.com

کھالو، میری قسمت کا نہ تھا۔ (سیرت ابن عبدالعزیز)

خلافت کے کاموں کے سلسلہ میں جو لوگ آتے تھے وہ اسی مہمان خانہ میں مہمان ہوتے تھے حضرت عمر بن عبدالعزیز ان کے ساتھ کھانا نہ کھاتے تھے، ایک مرتبہ چند مہمانوں نے کھانے سے انکار کر دیا کہ جب تک آپ نہ کھائیں گے ہم بھی نہ کھائیں گے، اس دن سے مجبور ہو کر مہمانوں کے ساتھ کھانے لگے، مگر اس کا معاوضہ دے دیتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ایک مرتبہ بہت سے سیب آئے، آپ انہیں عام مسلمانوں میں تقسیم فرما رہے تھے، آپ کا چھوٹا بچہ ایک سیب اٹھا کر کھانے لگا، آپ نے اس کے منہ سے چھین لیا وہ رونے لگا اور جا کر اپنی ماں سے شکایت کی ماں نے بازار سے سیب منگا دیئے، عمر بن عبدالعزیز گھر آئے تو انہیں سیب کی خوشبو معلوم ہوئی، پوچھا فاطمہ کوئی سرکاری سیب تو تمہارے پاس نہیں آیا ہے، انہوں نے سارا واقعہ بیان کر دیا، آپ نے فرمایا خدا کی قسم میں نے اس کے منہ سے نہیں چھینا تھا، اپنے دل سے چھینا تھا، لیکن مجھے یہ پسند نہ تھا کہ میں مسلمانوں کے حصہ کے ایک سیب کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنے نفس کو برباد کروں۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز)

آپ کو لبنان کا شہد بہت مرغوب تھا، ایک مرتبہ آپ نے اس کی خواہش ظاہر کی، آپ کی بیوی فاطمہ نے وہاں کے حاکم ابن معدیکرب کے پاس کہلا بھیجا، انہوں نے بہت سا شہد بھجوا دیا، فاطمہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے سامنے پیش کیا آپ نے شہد دیکھ کر فرمایا معلوم ہوتا ہے، تم نے ابن معدیکرب کے پاس کہلا بھیجا تھا، ان ہی نے بھیجا ہے؛ چنانچہ کل شہد بجوا کر اس کی قیمت بیت المال میں داخل کر دی اور ابن معدیکرب کو لکھ بھیجا کہ تم نے فاطمہ کے کہلانے پر شہد بھیجا ہے، خدا کی قسم اگر آئندہ ایسا کیا تو اپنے عہدہ پر نہ رہو گے اور تمہارے چہرہ پر نظر نہ ڈالوں گا۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز)

ایک مرتبہ آپ کی حاملہ بیوی کے لیے تھوڑے سے دودھ کی ضرورت تھی، لونڈی مہمان خانہ سے ایک پیالہ میں دودھ لے آئی، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے، اس نے کہا بی بی کے لیے دودھ کی ضرورت تھی، اگر اس وقت دودھ نہ دیا جائے گا تو اسقاط کا اندیشہ ہے، اس لیے یہ دودھ دار الضیافۃ سے لے آئی ہوں، یہ سن کر لونڈی کا ہاتھ پکڑا اور چلاتے ہوئے بیوی کے پاس لائے اور کہا اگر حمل فقراء و مساکین کے کھانے کے علاوہ اور کسی چیز سے قائم نہیں رہ سکتا تو خدا اس کو قائم نہ رکھے، یہ برہمی دیکھ کر بیوی نے دودھ واپس کرا دیا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

احتیاط کا آخری نمونہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ بیت المال کا مشک آپ کے سامنے لایا گیا، آپ نے ناک بند کر لی کہ اس کی خوشبو نہ جانے پائے، لوگوں نے عرض کیا امیر المومنین اس کی خوشبو سونگھ لینے میں کیا حرج ہے، فرمایا مشک کا انتفاع یہی ہے۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز)

تختِ خلافت پر قدم رکھنے کے بعد ہدایا و تحائف کا سلسلہ بند کر دیا تھا ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ کو سیب اور دوسرے

Marfat.com

میوے ہدیہ میں بھیجے، آپ نے واپس کر دیا، بھیجنے والے نے آپ سے کہا ہدیہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبول فرماتے تھے، آپ نے جواب دیا لیکن ہمارے لیے اور ہمارے بعد والوں کے لیے وہ رشوت ہے، ابن جوزی نے اس قبیل کے اور بہت سے واقعات لکھے ہیں۔

توکل

توکل اور اعتماد علی اللہ نے تمام خطرات سے بے پرواہ کر دیا تھا، جس زمانہ سے امیر معاویہ پر حملہ ہوا تھا، اس زمانہ سے خلفاء کی حفاظت کا بڑا اہتمام رہتا تھا سینکڑوں سپاہی پہرہ پر متعین رہتے تھے، عمر بن عبدالعزیز نے دوسرے سامان تجمل کے ساتھ اس کو بھی ختم کر دیا تھا، ایک مرتبہ بعض ہوا خواہوں نے عرض کیا کہ گذشتہ خلفاء کی طرح آپ بھی کھانا دیکھ بھال کر کھایا کریں اور حملہ کی حفاظت کے لیے نماز میں پہرہ کا انتظام رکھا کریں، طاعون میں ہٹ جایا کریں، یہ سن کر فرمایا خدایا اگر میں تیرے علم میں روز قیامت کے علاوہ اور کسی دن سے ڈروں تو تو میرے خوف کو اطمینان نہ دلانا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تواضع و مساوات

ترفع، کبر، خود نمائی اور عدم مساوات وغیرہ امارت کے لوازم میں ہیں، خود حضرت عمر بن عبدالعزیز میں خلافت سے پہلے بڑی تمکنت تھی، لیکن خلافت کے بعد سراپا عجز و انکسار اور مساوات کا نمونہ بن گئے تھے۔

اوپر گزر چکا ہے کہ خلافت کے بعد انہوں نے تمام شاہی امتیازات مٹا دیے تھے اور فرمایا تھا کہ میں بھی عام مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں، سرکاری پہرہ داروں کو تعظیم کے لیے اٹھنے کی ممانعت کر دی اور خود ان کے ساتھ برابر بیٹھتے تھے۔

(سیرۃ عمر بن عبدالعزیز)

لونڈی غلاموں کے ساتھ برتاو اتنا مساویانہ تھا کہ کبھی کبھی آپ خود بھی ملازمین کی خدمت کرتے تھے، ایک مرتبہ پنکھا جھلتے جھلتے ایک لونڈی کی آنکھ لگ گئی، آپ نے پنکھا لے کر اس کو جھلنا شروع کر دیا، اس کی آنکھ کھلی تو گھبرا کر چلائی، آپ نے فرمایا آخر تم بھی میری طرح انسان ہو، تم کو بھی گرمی لگتی ہوگی، جس طرح تم مجھے پنکھا جھل رہی تھی میں نے تم کو جھلنا مناسب سمجھا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

جنازہ میں شرکت کے وقت خلفاء کے لیے علیحدہ چادر بچھائی جاتی تھی؛ چنانچہ حسب معمول جب آپ کے لیے پہلی مرتبہ بچھائی گئی تو آپ نے اس کو پیروں سے ہٹا دیا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ملازموں کے آرام میں خلل نہ ڈالتے تھے اور ان کے آرام کے اوقات میں خود اپنے ہاتھ سے کام کر لیتے تھے، ایک مرتبہ رجاء بن حیوٰۃ سے گفتگو میں رات گزر گئی اور چراغ جھلملانے لگا، پاس ہی ملازم سویا ہوا تھا، رجاء نے کہا اسے جگا دوں، فرمایا سونے دو، رجاء نے خود چراغ درست کرنے کا ارادہ کیا، آپ نے روک دیا کہ مہمان سے کام لینا مروت کے خلاف ہے اور خود

Marfat.com

اٹھ کر زیتون کا تیل لیا اور چراغ ٹھیک کر کے پلٹ کر فرمایا جب میں اٹھا تھا تب بھی عمر بن عبدالعزیز تھا اور اب بھی عمر بن عبدالعزیز ہوں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

اس تواضع اور مساوات کی وجہ سے ان لوگوں کو جو خلیفہ میں جاہ وجلال دیکھنے کے عادی تھے، آپ کے پہچاننے میں دقت ہوتی تھی، حکم بن عمرو الرعینی کا بیان ہے کہ عمرو بن عبدالعزیز ایک حلقہ سے اٹھ کر دوسرے حلقہ میں بیٹھ جاتے تھے اور وہ اجنبی جو آپ کو پہچانتے نہ تھے، انہیں جب تک اشارہ سے بتایا نہ جاتا، اس وقت تک وہ پہنچان نہ سکتے تھے۔ (سیرت عمر بن عبدالعزیز، ص ۱۷۳)

عمرو بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عمرو نام، ابو عبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، عمرو بن مرہ بن عبداللہ بن طارق بن الحارث ابن سلمہ بن کعب بن وائل بن جمل بن کنانہ بن ناجیہ بن مراد جملی مرادی۔

فضل وکمال

علمی اعتبار سے کوفہ کے ممتاز علماء میں تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں "کان ثقة ثبتا اماما" مسعر کہتے ہیں کہ میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں پایا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حفظِ حدیث کے لیے یہ سند کافی ہے کہ حافظ ذہبی ان کو حافظ کا لقب دیتے ہیں، عبدالرحمٰن بن مہدی انہیں حفاظ کوفہ میں شمار کرتے تھے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) حفص بن غیاث کا بیان ہے کہ میں نے اعمش سے عمرو بن مرہ کے علاوہ کسی کی تعریف نہیں سنی، وہ کہتے تھے کہ ابن مرہ اپنی روایات میں ناموس تھے، شعبہ کہتے تھے کہ تمام راویان حدیث سے حدیثوں میں کچھ نہ کچھ ردوبدل ہو جاتا ہے، صرف ابن عون اور عمرو بن مرہ اس سے مستثنیٰ ہیں، مسعر کہتے تھے کہ وہ صدق کی کان ہیں (تہذیب التہذیب) حدیث میں انہوں نے عبداللہ بن اوفی، ابووائل، مرۃ الطیب، سعید بن مسیّب، عبدالرحمٰن ابن ابی لیلیٰ، عبداللہ بن حارث نجرانی، عمرو بن میمون اودی، عبداللہ بن سلمہ، حسن بن مسلم، خیثمہ بن عبدالرحمٰن سعد بن عبیدہ، سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی جیسے علماء سے استفادہ کیا تھا، ابواسحٰق سبیعی اعمش، منصور، زید بن ابی انیسہ، مسعر، علاء بن مسیّب، اوزاعی، ابن ابی لیلیٰ، ثوری، شعبہ وغیرہ آپ کے زمرہ تلامذہ میں تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

نماز میں اخلاص

اس علم کے ساتھ وہ عمل کے زیور سے آراستہ تھے، نماز اس خضوع سے پڑھتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا، پڑھتے ہی مغفرت

Marfat.com

ہو جائے گی، شعبہ بیان کرتے ہیں کہ جب جب میں نے عمرو بن مروہ کو نماز پڑھتے دیکھا، ہمیشہ یہی خیال ہوا کہ نماز سے لوٹنے کے قبل ہی ان کی قبولیت ہو جائے گی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وفات

۱۱۶ھ میں وفات پائی، جنازہ میں عبدالملک بن میسرہ کی زبان پر یہ کلمہ تھا کہ وہ خیر البشر تھے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

علقمہ بن قیس رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

علقمہ نام، ابوشبل کنیت، مشہور محدث ابراہیم نخعی کے ماموں اور اسود بن یزید کے چچا تھا، نسب نامہ یہ ہے، علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک بن علقمہ بن سلامان بن کہیل بن بکر بن عوف بن نخع نخعی۔

پیدائش

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں پیدا ہوئے۔

فضل وکمال

فضل وکمال اور زہد و ورع کے لحاظ سے ممتاز تابعین میں تھے۔

انہوں نے زمانہ ایسا پایا کہ بہت سے اکابر صحابہ سے استفادہ کا موقع ملا حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ مرتضیٰ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، سلمان فارسی، ابی مسعود بدری رضی اللہ عنہ ابودرداء انصاری رضی اللہ عنہ، وغیرہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہ موجود تھے، ان سے انہوں نے روایتیں کی ہیں، لیکن فقیہ الامت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سرچشمہ فیض سے خصوصیت کے ساتھ زیادہ مستفید ہوئے تھے، انہوں نے ان کو ابتدائے انتہا تک تعلیم دی، اسود کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وعلقمہ کو جس طرح قرآن کی تعلیم دیتے تھے، اسی طرح تشہد کی تعلیم دیتے تھے (طبقات ابن سعد) ان کی اس توجہ اور فیض بخشی سے علقمہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ثنیٰ بن گئے تھے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں جو کچھ پڑھتا اور جانتا ہوں وہ سب علقمہ پڑھتے اور جانتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ان کے علمی کمالات پر تمام علماء ومحدثین کا اتفاق ہے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ فقیہ اور امام بارع تھے (تذکرۃ الحفاظ) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ علقمہ بلند مرتبہ، جلیل القدر اور صاحب کمال فقیہ تھے۔ (تہذیب الاسماء)

Marfat.com

قرآن

علقمہ کو قرآن، حدیث اور فقہ جملہ علوم میں یکساں کمال حاصل تھا، قرآن کی تعلیم ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حاصل کی تھی کان جودالقرآن علی ابن مسعود (تہذیب الاسماء) ابن مشہود کبھی کبھی اپنی قرات کی صحت کے لیے خود علقمہ کو قرآن پڑھ کر سناتے تھے، علقمہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ تم سورہ بقرہ میں میری گرفت کرو؛ چنانچہ اسے سنا کر مجھ سے پوچھا، میں نے کچھ چھوڑا تو نہیں ہیں میں نے کہا ایک حرف چھوٹ گیا ہے، انہوں نے خود ہی کہا فلاں حرف میں نے کہا ہاں۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

نہایت خوش گلو اور شیریں آواز تھے، اس لیے ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہیں ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھنے کی ہدایت کرتے تھے، اس کا خود بیان ہے کہ خدا نے مجھے خوش آوازی عطا فرمائی تھی، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مجھ سے قرآن پڑھوا کر سنتے اور فرماتے، میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں، خوش آوازی کے ساتھ پڑھا کرو، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ حسن صوت قرآن کی زینت ہے۔ (تہذیب التھذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حدیث

حدیث کے وہ نہایت ممتاز حفاظ میں تھے، حافظہ نہایت قوی تھا، جو چیز ایک دفعہ یاد کر لی وہ گویا کتاب میں محفوظ ہو گئی، ان کا بیان ہے کہ میں نے جو چیز جوانی کے زمانہ میں یاد کی اس کو اس طرح پڑھتا ہوں گویا ورق میں لکھی ہوئی تحریر کو پڑھتا ہوں، اس حافظہ کے ساتھ انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ، حذیفہ رضی اللہ عنہ بن یمان، ابو درداء، ابو مسعود رضی اللہ عنہ، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، خباب ابن ارب ارت رضی اللہ عنہ، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ، معقل بن سنان رضی اللہ عنہ، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، جیسے اکابر اور علماء صحابہ سے استفادہ کا موقع ملا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ان بزرگوں کے فیض نے انہیں حدیث کا بڑا حافظ بنا دیا، علامہ ابن سعد ان کو کثیر الحدیث (تہذیب التھذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) اور حافظ ذہبی امام بارع لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ) عبداللہ بن مسعود کی احادیث کا بیشتر حصہ؛ بلکہ قریب قریب کل علقمہ کے سینہ میں محفوظ تھا۔

روایت حدیث میں احتیاط

لیکن اس وسعتِ علم کے باوجود وہ محدث بننا اور اس کے ذریعہ عظمت و جاہ حاصل کرنا پسند نہ کرتے تھے، ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد لوگوں نے ان سے چاہتے ہو کہ لوگ میرے پیچھے پیچھے چلیں۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

تلامذہ

حدیث میں ان کے تلامذہ کا دائرہ بہت وسیع تھا، عبدالرحمٰن بن یزید، ابراہیم ابن سعید، امام شعبی، ابو قادنخعی، شقیق بن سلمہ بن کہیل، قیس بن رومی، قاسم بن مخیمرہ، ابواسحٰق سبیعی وغیرہ ان کے تلامذہ میں ہیں، ان میں ان کے بھانجے ابراہیم نخعی اور بھتیجے اسود بن یزید خصوصیت کے ساتھ لائقِ ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ کا فن بھی انہوں نے فقیہ الامت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا تھا، اس لیے اس میں امامت واجتہاد کا درجہ رکھتے تھے کان فقیہا اما مابارعا (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) امام نووی صاحب کمال فقیہ لکھتے ہیں۔

(تہذیب الاسماء، ج، ق، ص)

وسعت علم

وسعتِ علم کے اعتبار سے علقمہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ممتاز اصحاب میں سے تھے، ابن مدائنی کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علم کے بڑے حاملین علقمہ، اسود عبیدہ اور حارث تھے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) ان میں علقمہ سب پر فائق تھے، ابراہیم کا بیان ہے کہ ابن مسعود کے چھ اصحاب لوگوں کو درس اور سنت کی تعلیم دیتے تھے، ان میں دو علقمہ اور اسود تھے، ابوالہذیل نے پوچھا ان دونوں میں کون افضل تھا، انہوں نے علقمہ کا نام لیا، (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) عبداللہ بن مسعود کی یہ سند کہ جو کچھ میں پڑھتا اور جانتا ہوں وہ سب علقمہ پڑھتے اور جانتے ہیں ان کے وسعت علم کے لیے کافی ہے۔

صحابہ کا استفادہ

ان کا علمی کمال اتنا مسلم تھا کہ صحابہ رسول تک ان سے استفادہ کرتے تھے، جو ایک تابعی کے لیے بہت بڑا طغرائے امتیاز ہے، ابوظبیان کا بیان ہے کہ میں نے متعدد صحابہ رسول کو دیکھا ہے کہ وہ علقمہ سے مسائل پوچھتے تھے اور استفتا کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب)

فضائل اخلاق

عادات وخصائل اور اخلاق میں علقمہ ذات نبوی کا نمونہ تھے، ابراہیم کا بیان ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ طور طریق اور عادات وخصائل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور علقمہ عبداللہ بن مسعود کے مشابہ تھے، اس طرح گویا علقمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے، علقمہ عادات وخصائل میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس درجہ مشابہ تھے کہ جن لوگوں نے ان کو نہیں دیکھا تھا، وہ علقمہ کے آئینۂ عمل میں ان کی تصویر دیکھ سکتے تھے۔

Marfat.com

زہد وعبادت

یہ مشابہت محض علم اور ظاہری خصائل تک محدود نہ تھی؛ بلکہ عمل میں بھی وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھ کامل مشابہت رکھتے تھے، ان کا شمار علمائے ربانیت میں تھا۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ صاحب خیر وورع تھے۔

تلاوت قرآن

قرآن کے ساتھ ان کو غیر معمولی شغفت وانہماک تھا، معمولاً چھ دن میں ایک قرآن ختم کرتے تھے (ابن سعد) کبھی کبھی ایک رات میں پورا قرآن پڑھ ڈالتے تھے، ابراہیم کا بیان ہے کہ علقمہ ایک مرتبہ مکہ گئے، شب کے وقت انہوں نے طواف شروع کیا پہلے سات پھیروں میں مثانی اور چوتھے میں بقیہ سورتیں ختم کیں اس طرح انہوں نے ایک شب میں طواف کی حالت میں پورا قرآن تمام کردیا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

قرآن کے ساتھ اس شیفتگی کا یہ نتیجہ تھا کہ آیات قرآنی ان کی زبان پر اس قدر جاری ہوگئی تھیں کہ عموماً ہر کام آیت قرآنی کے اشارے سے شروع کرتے تھے، کھانے کے وقت قرآن کی اس آیت فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا کی طرف اشارہ کرکے بیوی سے کھانا مانگتے کہ مجھے ان لذیذ اور خوشگوار کھانوں میں سے کھلاؤ۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

الحمد للہ: سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ، وَإِنَّا إِلَى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

جہاد فی سبیل اللہ

اس علم کے ساتھ جہاد کا بھی ولولہ رکھتے تھے؛ چنانچہ ھ میں امیر معاویہ کے ساتھ قسطنطنیہ کی مہم میں شریک ہوئے، اس مہم کے اکثر شرکاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک پیشین گوئی کا مصداق بننے کے لیے جذبہ شہادت سے مخمور تھے، ایک مجاہد معضد نے ایک برج پر حملہ کرتے وقت سر پر باندھنے کے لیے علقمہ سے چادر مستعار لی تھی، وہ خلعتِ شہادت سے سرفراز ہوئے، علقمہ کی چادر ان کے خون سے تربتر تھی، علقمہ اس چادر کو بہت متبرک سمجھتے تھے اور اس کو اوڑھ کو جمعہ میں جاتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اس کو اس لیے اوڑھتا ہوں کہ اس میں معضد کا خون ہے۔ (ابن اثیر)

شہرت سے نفرت

شہرت سے بہت گھبراتے تھے، اس سے بچنے کے لیے تعلیم وتعلم کے سلسلہ میں کسی خاص مقام میں بیٹھنا پسند نہ کرتے تھے، عبدالرحمن بن یزید کا بیان ہے کہ ہم لوگوں نے علقمہ سے درخواست کی کہ آپ مسجد میں نماز پڑھتے اور بعد نماز وہاں بیٹھتے تاکہ لوگ آپ سے مسائل پوچھا کرتے، فرمایا میں یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ اشارہ کریں کہ یہ علقمہ ہیں۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

امرائے دولت سے دامن کشی

امراء اور ارباب دول سے نہ صرف بے نیاز تھے اور ان سے دامن بچاتے تھے؛ بلکہ ان سے میل جول اور آمد ورفت رکھنا، اخلاقی نقصان تصور کرتے تھے، ایک مرتبہ لوگوں نے کہا کہ آپ امراء کے یہاں جایا کیجئے کہ وہ آپ کی حقیقت سے آگاہ ہوں اور آپ کا مرتبہ پہچانیں، فرمایا میں ان سے جتنی باتیں دور کروں گا اور جتنی چیزیں کم کروں گا، اس سے زیادہ چیزیں وہ مجھ سے گھٹادیں گے (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) یعنی میں جتنی ان کی برائیاں دور کروں گا، اتنی وہ میری بھلائیاں دور کردیں گے، وہ نہ صرف خود امراء سے نہیں ملتے تھے؛ بلکہ دوسروں کو بھی اس سے روکتے تھے، ابووائل کا بیان ہے کہ جب کوفہ اور بصرہ دونوں کی ولایت ابن زیاد سے متعلق ہوئی تو اس نے مجھ سے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ چلنا، میں نے جاکر علقمہ سے پوچھا، انہوں نے کہا ان لوگوں (امراء) سے تم کو جو حاصل ہوگا، اس سے زیادہ بہتر چیز وہ تم سےلیں گے (ایضا) وفود وغیرہ کے سلسلہ میں بھی وہ امراء کے دربار میں جانا پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک وفد میں جو امیر معاویہ کے پاس جانے والا تھا، ان کا نام لکھ دیا گیا، انہیں معلوم ہوا تو فوراً ابو بردہ کو لکھا کہ میرا نام کاٹ دو۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

۶۲ھ میں کوفہ وفات پائی، مرض الموت میں وصیت کی تھی کہ دم آخرت کلمہ طیبہ کی تلقین کی جائے، تاکہ میری زبان سے آخری کلمہ "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ" نکلے کسی کو موت کی خبر نہ دی جائے، ورنہ وہ زمانہ جاہلیت کا اشتہار بن جائے گا، دفن کرنے میں جلدی کی جائے، بین کرنے والی عورتیں ساتھ نہ ہوں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

قاسم بن محمد بن ابی بکر رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

قاسم نام، ابومحمد کنیت، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے فرزند ہیں، ان کی ماں سودہ ام ولد تھیں، قاسم اپنے علمی اور اخلاقی لحاظ سے مدینہ کے ممتاز ترین بزرگوں میں تھے۔

یتیمی اور پھوپھی کی آغوش میں پرورش

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت اور شہادت کے سلسلہ میں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا نام تاریخ اسلام میں بڑی شہرت رکھتا ہے، وہ حضرت عثمان کے شدید ترین مخالفین میں تھے؛ بلکہ قاتلین عثمان کے سلسلہ میں ان کا نام لیا جاتا ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوگئے تھے اور ان کے اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اختلافات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پرجوش حامیوں میں رہے، ان کی ان خدمات کے صلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو مصر کا

Marfat.com

والی بنا دیا، جب امیر معاویہ کی جانب سے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر پر فوج کشی کی، اس وقت محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کام آ گئے۔

قاسم اس وقت بہت کم سن تھے، اس لیے ان کی پھوپھی ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کو اپنے آغوشِ شفقت میں لے لیا اور بڑے لاڈ پیار سے پالا، قاسم اس زمانہ کے بعض واقعات جو اُن کے حافظہ میں رہ گئے تھے، بیان کیا کرتے تھے؛ چنانچہ کہتے تھے کہ ہماری پھوپھی عائشہ عرفہ کی شب کو ہم لوگوں کے سر منڈاتی تھیں، اور ہمیں ٹوپی پہنا کر مسجد بھیجتی تھیں اور دوسرے دن صبح کو ہم لوگوں کی طرف سے قربانی کرتی تھیں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

فضل وکمال

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ مخدومہ تھیں جن کے ادنی ترین خدام مسند علم وعمل کے وارث ہوئے، قاسم تو گویا محبوب فرزند تھے، ان کی تربیت نے ان کو علم وعمل کا مجمع البحرین بنا دیا تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ رفیع المنزلت وعالی مرتبت فقیہ امام اور بڑے حافظ حدیث اور متورع تھے (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ بڑے جلیل القدر تابعی ہیں، ان کی جلالت توثیق اور امامت پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء)

تفسیر

انہیں جملہ علوم میں پورا درک تھا، لیکن کلام الٰہی کی تفسیر میں بڑے محتاط تھے اس لیے انہوں نے بحیثیت مفسر کے کوئی شہرت حاصل نہیں کی، وہ غایت احتیاط میں تفسیر ہی نہ بیان کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حدیث

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کی ذات سرچشمہ حدیث تھی، قاسم زیادہ تر اسی سرچشمہ سے سیراب ہوئے تھے، ان کے علاوہ انہوں نے دوسرے سامعین حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہما ابن عمر رضی اللہ عنہ، اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی پورا استفادہ کیا تھا، ان کا خود بیان ہے کہ میں بحر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھتا تھا، ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھتا تھا اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا، ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایسا علم وورع تھا اور ایسے نادر معلومات تھے جو اور کہیں نہیں حاصل ہو سکتے تھے (تہذیب الاسماء) ان بزرگوں کے علاوہ، ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن خباب، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، اسلم مولیٰ عمر وغیرہ سے بھی سماعِ حدیث کیا تھا (تہذیب) ان بزرگوں کے فیض نے ان کو ممتاز حافظِ حدیث بنا دیا تھا، ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ کثیر الحدیث تھے (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) حافظ ذہبی انہیں حفاظِ حدیث حدیث میں امام اور قدوۃ لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ) ابوالزناد کہتے تھے کہ میں نے قاسم سے زیادہ سنت کا عالم نہیں دیکھا (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کے خصوصیت

Marfat.com

کے ساتھ بڑے حافظ تھے خالد بن بزاز کا بیان ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کے تین بڑے واقف کار تھے، قاسم عروہ اور عمرہ۔ (تہذیب الاسماء)

ان کی روایات کا درجہ

محدثین اور ارباب فن کے نزدیک حضرت عائشہ سے ان کی روایات طلائے خالص کا حکم رکھتی ہیں، ابن معین کا بیان ہے کہ عبیداللہ بن عمر عن قاسم عن عائشہ کا سلسلہ روایت طلائے خالص ہے۔ (تہذیب الاسماء)

مذاکرہ حدیث

روزانہ شب کو بعد عشاء وہ اور ان کے ساتھی مل کر حدیث خوانی کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

روایت حدیث میں احتیاط

روایت حدیث کے باب میں اتنے محتاط تھے کہ روایت میں الفاظ کی پابندی ضروری سمجھتے تھے، اسی احتیاط کی بنا پر وہ حدیثوں کو قلمبند کرنا پسند نہ کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

تلامذہ

حدیث میں ان کے تلامذہ میں بڑے بڑے ممتاز آئمہ تھے ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں، عبدالرحمن بن قاسم، امام شعبی، سالم بن عبداللہ بن عمر، سعید انصاری کے لڑکے یحییٰ سعید بن ابی ملیکہ (نافع مولی ابن عمر، امام زہری، عبیداللہ بن عمر، ایوب ابن جون اور مالک بن دینار وغیرہ۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

قاسم کا خاص فن تھا فقہ، اس میں ان کے درجہ امامت واجتہاد حاصل تھا، ان کے فقہی کمال کی سب سے بڑی سند ہے، کہ وہ مدینہ کے ساتھ مشہور اور ممتاز فقہا میں سے ایک تھے (تہذیب السماء، ج، ق، ص) فقہ بھی انہوں نے اپنی پھوپھی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے حاصل کی تھی، فرماتے تھے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا مستقل فتویٰ دیتی تھیں اور میں ان کے ساتھ رہتا تھا (تہذیب اسماء، ج، ق، ص) اس عہد کے تمام علماء ان کے تفقہ کے معترف تھے، ابی الزناد کہتے تھے کہ میں نے قاسم سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا، امام مالک فرماتے تھے کہ قاسم اس امت کے فقہا میں تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حلقہ درس

مسجد نبوی میں قاسم کا حلقہ درس تھا ان کی اور سالم بن عبداللہ بن عمر کی مجلس ایک ہی تھی، ان کے بعد ان کے لڑکے عبدالرحمن، سالم کے بھائی عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس مجلس میں بیٹھتے تھے، پھر ان دونوں کے بعد اس مقام پر امام مالک کی

Marfat.com

مسندِ درس بچھی، یہ جگہ روضہ نبوی اور منبر نبوی کے درمیان خوخہ عمر کے سامنے تھی (ابن سعد) قاسم صبح سویرے درس وافتا کے لیے مسجد میں آجاتے تھے اور دو رکعتیں پڑھ کر مجلس میں بیٹھتے تھے، اس وقت لوگوں کو جو کچھ پوچھنا ہوتا پیش کرتے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

معاصرین کا اعتراف کمال

اس عہد کے تمام بڑے بڑے علماء اور ارباب کمال قاسم کے کمالات علمی کے معترف تھے، یحییٰ بن سعید انصاری کہتے تھے کہ ہم نے مدینہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں پایا جس کو قاسم پر فضیلت دی جا سکے، ابوالزناد کہتے تھے کہ قاسم اپنے زمانہ کے سب سے بڑے جاننے والے تھے، ایوب سختیانی کہتے تھے کہ میں نے قاسم سے افضل آدمی نہیں دیکھا۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

علمی انکسار اور معاصرین کا احترام

اس علمی علوئے مرتبت کے باوجود انہیں اپنی برتری کا مطلق احساس نہ تھا، وہ اپنے سے کم پایہ معاصرین کا اتنا لحاظ رکھتے تھے کہ کسی موقع پر بھی ان کی زبان سے کوئی کلمہ ایسا نہ نکلنے پاتا جس سے ان کے کسی معاصر کی خفیف سی سبکی کا بھی احتمال ہو سکتا ہو، اس احتیاط کی وجہ سے وہ بعض مواقع پر عجب نازک صورتِ حال میں پھنس جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک اعرابی نے ان سے سوال کیا آپ بڑے عالم ہیں یا سالم، اس سوال کے جواب دینے میں بڑی کشمکش پیش آئی، اگر اظہار واقعہ کرتے تھے تو اپنی زبان سے اپنی تعریف ہوتی تھی اور اگر سالم کو کہتے تھے تو جھوٹ ہوتا تھا، اس لیے پہلے تو انہوں نے سبحان اللہ کہہ کر ٹالا، لیکن جب اعرابی نے دوبارہ پوچھا تو آپ نے کہا سالم موجود ہیں ان سے جا کر پوچھ لو۔ (تہذیب)

فضائل اخلاق

قاسم میں جس پایہ کا علم تھا، اسی درجہ کا عمل بھی تھا، اُن کی ذات جملہ فضائل اخلاق کی جامع تھی وہ اپنے جد بزرگوار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مثنیٰ تھے، زبیر کہتے تھے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں میں نے اس نوجوان (قاسم) سے زیادہ ان سے مشابہ کسی کو نہیں پایا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عمر بن عبدالعزیز ان کے علمی اور اخلاقی کمالات کے اتنے معترف تھے کہ فرماتے تھے کاش خلافت قاسم کے لیے ہوتی، ایک دوسری روایت میں ہے کہ اگر خلافت کا فیصلہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں قاسم کو خلیفہ بنا دیتا، (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) عمر بن عبدالعزیز کے ساتھ ان کے تعلقات بڑے دوستانہ اور بے تکلفانہ تھے، قاسم بہت کم گو کم سخن اور خاموش طبیعت تھے، جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو اہل مدینہ نے کہا اب کنواری (قاسم) بولے گی۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

زہدوورع

زہدوورع کے اعتبار سے بھی ممتاز ترین تابعین میں تھے، علامہ ابن سعد ان کو ورع عجلی خیار تابعین میں اور رجل صالح لکھتے ہیں، ابن حبان ان کو سادات تابعین میں اور افضل زمانہ میں شمار کرتے ہیں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عالم پیری میں بھی رمی جمار کے لیے پاپیادہ جاتے تھے، ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ قاسم جب زیادہ ضعیف ہو گئے تھے اس وقت وہ اپنی اقامت گاہ سے منیٰ تک سواری پر آتے، پھر یہاں سے جمار تک پاپیادہ جاتے تھے، رمی کرنے کے بعد مسجد تک پیدل واپس آتے تھے، پھر یہاں سے سوار ہو کر گھر واپس جاتے۔ (تہذیب، وتہذیب الاسماء)

دولت سے بے نیازی

دولت دنیا سے وہ اتنے بے نیاز تھے کہ اس کے لیے کسی عزیز کا احسان بھی لینا گوارا نہ کرتے تھے، سلیمان بن قتیبہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عمر بن عبید اللہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور قاسم بن محمد کے پاس میرے ہاتھ ایک ہزار دینار بھیجے، ابن عمر رضی اللہ عنہ نے لے لیا اور شکریہ ادا کیا کہ عمر بن عبید نے صلہ رحم سے کام لیا، اس وقت مجھ کو اس کی ضرورت تھی لیکن قاسم نے قبول کرنے سے انکار کر دیا، ان کی بیوی کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا کہ عمر بن عبید اللہ کے ساتھ ہم دونوں کا رشتہ برابر کا ہے، اگر قاسم ان کے چچیرے بھائی ہیں تو میں ان کی پھوپھیری بہن ہوں ان کے اس کہنے پر میں نے ان کو روپیہ دے دیا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اعترافِ حق

حق پرست ایسے تھے کہ اپنے باپ کی غلطی کو بھی غلطی سمجھتے تھے اور ان کی مغفرت کے لیے خدا سے دعا کرتے تھے، یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ان کے والد محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان کے شدید ترین مخالفین میں تھے اور باغیوں کے ساتھ کاشانہ خلافت میں گھس گئے تھے، قاسم ان کی اس غلطی کو مانتے تھے اور ان کے لیے سجدہ میں بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے تھے کہ خدایا عثمان کے معاملہ میں میرے والد کے گناہ بخش دے۔ (ابن خلکان)

وفات

باختلاف روایت ۱۰۷ یا ۱۰۸ میں انتقال کیا، مرض الموت میں کاتب کو بلا کر وصیت لکھنے کو کہا، اس نے بغیر بتائے ہوئے لکھ دیا کہ قاسم بن محمد وصیت کرتے ہیں کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں، قاسم نے سنا تو کہا کہ اگر آج کے دن سے پہلے ہم نے اس کی شہادت نہیں دی تو کتنے بدقسمت ہیں، کفن کے متعلق وصیت کی کہ میں جن کپڑوں میں نماز پڑھتا ہوں، اسی میں کفنایا جاؤں، اس میں قمیص، ازار اور چادر وغیرہ کفن کے تمام کپڑے ہیں، آپ کے صاحبزادے نے کہا کیا آپ اور دو نئے کپڑے پسند نہیں کرتے فرمایا، ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تین کپڑوں میں کفنائے گئے تھے، مردوں کے مقابلہ میں زندوں کو نئے کپڑوں کی

Marfat.com

زیادہ ضرورت ہے ان وصایا کے بعد قدیر میں انتقال کیا اور اس سے تین میل کے فاصلہ پر مقام مشلل میں سپرد خاک کیے گئے، انتقال کے وقت ستر یا بہتر سال کی عمر تھی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ترکہ

وفات کے وقت ایک لاکھ نقد چھوڑا، جس میں ناجائز آمدنی کا ایک حبہ بھی نہ تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حلیہ ولباس

آخر عمر میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے، سر اور داڑھی میں حنا کا خضاب کرتے تھے، چاندی کی انگوٹھی پہنتے تھے، جس پر ان کا نام کندہ تھا، لباس نفیس اور خوش رنگ استعمال کرتے تھے، جبہ، عمامہ اور رداء وغیرہ سارے کپڑے عموماً خز کے ہوتے تھے، خز کے علاوہ اور قیمتی کپڑے بھی استعمال کرتے تھے، چادر بوٹے دار اور رنگین ہوتی تھی، عمامہ سپید ہوتا تھا، زعفرانی رنگ زیادہ پسند خاطر تھا، کبھی کبھی سبز بھی استعمال کرتے تھے۔

قبیصہ بن ذویب رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

قبیصہ نام، ابو اسحٰق کنیت، نسب نامہ یہ ہے، قبیصہ بن ذویب بن حلحلہ بن عمرو ابن کلیب بن حرام بن عبداللہ بن قمیر بن جشیہ بن سلول بن کعب بن عمرو خزاعی۔

پیدائش

فتح مکہ کے سال پیدا ہوئے، ایک روایت یہ بھی ہے کہ ہجرت کے سال ولادت ہوئی، لیکن پہلی روایت زیادہ مشہور ہے۔ (تہذیب الاسماء)

عبدالملک کا عہد

شروع میں مدینہ میں رہتے تھے، پھر شام میں سکونت اختیار کر لی تھی، عبدالملک کے زمانہ میں ان کو بڑا عروج حاصل ہوا، خاتم برداری اور برید دو دو عہدے ان سے متعلق تھے، ممالک محروسہ سے جو خطوط اور خبریں موصول ہوتی تھیں ان کو پڑھ کر عبدالملک کے سامنے پیش کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضل وکمال

قبیصہ مدتوں مدینہ میں رہے تھے، ان کے زمانہ میں وہاں صحابہ کی بڑی جماعت موجود تھی، اس کے فیض سے محروم نہ رہے، ان کا شمار علمائے تابعین میں ہے علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق اور علمی جلالت پر سب کا اتفاق ہے (تہذیب الاسماء)

Marfat.com

بڑے بڑے ہمعصر علماء ان کے علمی کمالات کے معترف تھے، مکحول شامی کہتے تھے کہ میں نے قبیصہ سے بڑا جاننے والا نہیں دیکھا (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) ابن شہاب زہری کہتے تھے کہ وہ اس امت کے علماء میں تھے۔
(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث میں علامہ ابن سعد ثقہ مامون اور کثیر الحدیث لکھتے ہیں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث میں انہوں نے بلال رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن عوف زید بن رضی اللہ عنہ ثابت، عبادہ بن صامت، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہ، تمیم داری رضی اللہ عنہ ابودرداء رضی اللہ عنہ انصاری، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ وغیرہ سے استفادہ کیا تھا، ان سے استفادہ کرنے والوں میں، امام زہری، رجاء بن حیوۃ عبداللہ بن ابی مریم، مکحول اور ابوقلابہ جرمی وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (تہذیب)

فقہ

فقہ میں بھی درک رکھتے تھے، ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ مدینہ کے فقہاء اور صالحین میں تھے (تہذیب) ابوالزناد انہیں فقہاء میں شمار کرتے تھے (تذکرۃ الحفاظ) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فیصلوں کے بڑے عالم تھے، شعبی کا بیان ہے کہ وہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وفات

ابن سعد کے بیان کے مطابق ۸۶ میں وفات پائی۔

قتادہ بن دعامہ سدوسی علیہ الرحمہ

نام ونسب

قتادہ نام، ابوالخطاب کنیت، نسب نامہ یہ ہے، قتادہ بن دعامہ بن قتادہ بن عزیز بن عمرو بن ربیعہ بن عمرو بن حارث بن سدوس سدوسی۔

قتادہ علمی اعتبار سے اجلہ تابعین میں تھے۔

پیدائش

۶۱ھ میں پیدا ہوئے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

ذوق علم

قتادہ کو علم کے ساتھ فطری مناسبت تھی، حصول علوم کا ذوق بچپن سے لے کر بڑھاپے تک یکساں رہا، مطرالوراق کا بیان ہے کہ قتادہ مرتے دم تک طالب العلم رہے۔

قوت حافظہ

اس ذوق وشوق کے ساتھ، انہوں نے حافظ نہایت قوی پایا تھا ایک مرتبہ جو چیز سن لیتے تھے، وہ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہوجاتی تھی، ایک مرتبہ حدیث سننے کے بعد کبھی کسی محدث سے دوبارہ اس کو سننے کی خواہش نہیں کی، ایک مرتبہ جو بات کانوں میں پڑگئی وہ ہمیشہ کے لیے قلب کے خزانہ میں محفوظ ہوگئی، ان کے حافظہ کے نہایت حیرت انگیز واقعات کتابوں میں مذکور ہیں، ان میں سے ایک واقعہ لائق ذکر ہے، عمران بن عبداللہ کا بیان ہے کہ قتادہ ایک مرتبہ سعید بن مسیّب کے پاس آئے اور چند دنوں قیام کرکے ان سے دل کھول کر اچھی طرح حدیثیں پوچھتے اور بکثرت سوالات کرتے رہے، ایک دن ابن مسیب نے ان سے پوچھا کہ تم نے جو باتیں مجھ سے پوچھی ہیں کیا وہ سب تم کو یاد ہیں، انہوں نے اثبات میں جواب دیا اور پوچھے ہوئے مسائل کو دہرانا شروع کیا کہ میں نے آپ سے یہ پوچھا تھا، آپ نے یہ جواب دیا تھا، میں نے یہ سوال کیا تھا، آپ نے یہ بتایا تھا اور حسن بصری نے یہ جواب دیا تھا، اس طریقہ سے انہوں نے ان حدیثوں کا بیشتر حصہ جو ان سے سنا تھا دہرا دیا، ابن مسیب کو اس وقت قوتِ حافظہ پر سخت حیرت ہوئی، فرمایا میں نہیں گمان کرسکتا تھا کہ خدا نے تمہارے جیسا شخص بھی پیدا کیا ہے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فضل وکمال

اس ذوق وشوق، تلاش وجستجو اور قوتِ حافظہ نے ان کو قرآن، تفسیر حدیث فقہ، زبان، لغت، ایام عرب اور نسب وغیرہ اس عہد کے جملہ مذہبی اور غیر مذہبی علوم کا دریا بنادیا تھا (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت شان اور فضیلت علمی پر سب کا اتفاق ہے۔

قرآن

قرآن کے حافظ تھے اور نہایت اچھا یاد تھا، بڑی بڑی سورتوں میں ایک لفظ کی غلطی نہ ہوتی تھی، معمر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ قتادہ نے سعد بن ابی عروہ کو قرآن دے کر سورہ بقرہ سنائی اور اس میں ایک حرف کی غلطی نہیں کی سنانے کے بعد ان سے پوچھا کیوں میں نے ٹھیک یاد کیا، انہوں نے کہا ہاں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

تفسیر

تفسیر قرآن کے وہ بہت بڑے عالم تھے، آیات قرآنی کی تفسیر وتاویل میں ان کی نظر نہایت وسیع تھی، وہ خود کہتے تھے، کہ

Marfat.com

قرآن میں کوئی آیت ایسی نہیں ہے، جس کے متعلق میں نے کچھ نہ کچھ نہ سنا ہو، امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ قتادہ تفسیر کے بڑے عالم تھے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ قرآن کے سب سے بڑے جاننے والے تھے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) ابن ناصر الدین ان کو مفسر الکتاب لکھتے ہیں۔

(تذرات الذہب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حدیث

قتادہ کا اصل فن حدیث تھا، اس میں وہ نہایت بلند پایہ رکھتے تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ حدیث میں وہ ثقہ، مامون اور حجت تھے (ابن سعد) حافظ ذہبی انہیں حافظ وعلامہ کے نام سے یاد کرتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) عراق کے سب سے بڑے حافظ حدیث مانے جاتے تھے، ابن مسیّب کہتے تھے کہ ہمارے یہاں قتادہ سے بڑا عراق کا کوئی حافظ نہیں آیا، سفیان کہتے تھے کہ دنیا میں قتادہ کا مثل نہ تھا، بکر بن عبداللہ کہتے تھے کہ جو شخص سب سے بڑے حافظ اور ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جو حدیث کو بعینہ اسی طرح جس طرح اس نے سنا ہے، روایت کرتا ہو تو اسے قتادہ کو دیکھنا چاہئے، عبدالرحمٰن بن مہدی کہتے تھے کہ قتادہ حمید کے جیسے پچاس آدمیوں سے زیادہ بڑے حافظ ہیں (تہذیب الاسماء، جلد اول، ق، ص) امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ قتادہ باشندگانِ بصرہ میں سب سے بڑے حافظ تھے، جو چیز بھی سنتے تھے اس کو یاد کر لیتے تھے، ایک مرتبہ ان کے سامنے جابر کا صحیفہ پڑھا گیا، ایک ہی مرتبہ سن کر اس کو یاد کر لیا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) ابن حبان ان کو ان کے عہد کا سب سے بڑا حافظ حدیث شمار کرتے ہیں سلیمان تیمی اور ایوب سختیانی جیسے محدثین ان کی احادیث کے محتاج تھے اور ان سے پوچھا کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

شیوخ

قتادہ کے اصل شیخ حسن بصری تھے، زیادہ تر وہ انہی کے سرچشمہ فیض سے سیراب ہوئے تھے، بارہ سال تک ان کی خدمت میں رہے خود ان کا بیان ہے کہ میں بارہ برس تک حسن بصری کی خدمت میں بیٹھا اور تین برس تک نماز فجر ان کے ساتھ پڑھی، میرے جیسے شخص نے ان کے جیسے شخص سے علم حاصل کیا (ابن سعد) حسن بصری کے سب سے ممتاز تلامذہ میں یہی تھے، ابو حاتم کہتے تھے کہ حسن کے سب سے بڑے اصحاب میں قتادہ تھے۔ (تہذیب الاسماء)

حسن بصری کے علاوہ اس عہد کے تمام ممتاز محدثین، انس بن مالک، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، عمران ابن حصین رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیّب، عکرمہ، ابو بردہ بن ابی موسیٰ، شعبی، عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، مطرف بن عبداللہ بن شخیر وغیرہ صحابہ اور تابعین کی ایک کثیر جماعت سے سماع حدیث کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

ان کا یہ خاص کمال تھا کہ جس محدث کے پاس پہنچ جاتے تھے، چند ہی دنوں میں اس کا سارا علم پی لیتے تھے، ایک مرتبہ سعید بن مسیّب کے پاس جا کر چند دنوں کے لیے قیام کیا اور ان سے اس قدر سوالات کیے کہ انہوں نے آٹھ ہی دن کے اندر گھبرا کر

Marfat.com

ان سے کہ اب جاؤتم نے میرا اسارا علم خالی کرلیا۔ (ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

تلامذہ

ان کے کمالات کی وجہ سے ان کی ذات مرجع خلائق بن گئی تھی، سینکڑوں تشنگان علم ان کے حلقہ درس سے سیراب ہوئے، ان کی فہرست نہایت طویل ہے، بعض قابل ذکر نام یہ ہیں، ایوب سختیانی، سلیمان تیمی، جریر بن حازم، شعبہ، مسعر، ابو بلال راسبی مطرالوراق ہمام بن یحییٰ، عمرو بن حارث المصر، شیبان نحوی، سلام بن ابی المطیع، سعید بن ابی عروبہ ابان ابن یزید العطار، حسین بن ذکوان، حماد بن سلمہ، اوزاعی عمرو بن ابراہیم عبدی عمران القطان وغیرہ

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ میں بھی امتیازی پایہ رکھتے تھے، ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ قرآن اور فقہ کے بڑے علماء میں تھے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) امام احمد بن حنبل ان کے تفسیر حدیث کے کمال کے ساتھ ان کے فقہی کمال کے بھی معترف تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) بصرہ کی جماعتِ افتاء کے ایک معزز رکن تھے۔ (اعلام الموقعین)

رائے سے احتراز

ان کمالات کے باوجود فتویٰ دینے میں بڑے محتاط تھے، جو مسئلہ نہ معلوم ہوتا نہایت صفائی کے ساتھ اپنی لاعلمی ظاہر کردیتے، اپنی رائے سے کبھی جواب نہ دیتے، ابو ہلال کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ قتادہ سے ایک مسئلہ پوچھا: انہوں نے کہا اپنی رائے بتادیجئے جواب دیا کہ میں نے چالیس سال سے اپنی رائے سے کوئی جواب نہیں دیا ہے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

جامعیت

قتادہ کی جیسی جامعیت کم تابعین میں تھی وہ تنہا مذہبی علوم کے عالم نہ تھے؛ بلکہ اس عہد کے دوسرے مروجہ فنون مثلاً عربی، لغت، ایام عرب اور نسابی کے بھی بڑے ماہر تھے، ابو عمر کا بیان ہے کہ وہ بڑے نساب تھے، ابوعبیدہ کا بیان ہے کہ کچھ نہ کچھ پوچھنے کے لیے آتا تھا، ابن ناصرالدین ان الفاظ میں ان کی جامعیت پر تبصرہ کرتے تھے، ابو الخطاب الضریر الاکم فسر الکتاب اية فی الحفظ اما مافی النسب و اسا فی العربية و اللغة ايام العرب ۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

باختلاف روایت ۱۱۷ یا ۱۱۸ھ میں وفات پائی۔ (ابن سعد)

Marfat.com

کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

کعب نام، ابواسحٰق کنیت، نسباً یمن کے مشہور حمیری خاندان کی شاخ آل ذی روعین سے تھے، نسب نامہ یہ ہے، کعب بن مانع بن ہنیوع بن قیس بن معن بن حشم بن عبد شمس بن وائل بن عوف بن جمہر بن عوف بن زہیر بن ایمن بن حمیر بن سبا حمیری۔

اسلام اور درودِ مدینہ

کعب مشہور تابعی ہیں، قبول اسلام سے پہلے وہ یہود کے جید علماء میں تھے، عہد رسالت میں موجود تھے، بروایت صحیح اس زمانہ میں اسلام کی سعادت سے محروم رہے، ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی عہد میں مشرف باسلام ہو گئے تھے، بروایت کعب شاطبی کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب یمن آئے تو میں نے اُن کے پاس جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف پوچھے انہوں نے بتائے میں سُن کر مسکرایا علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے مسکرانے کا سبب پوچھا میں نے کہا ہمارے یہاں (نبی آخرالزماں کے) جو علامات بتائے گئے ہیں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس کی مطابقت پر مسکرایا یہ سننے کے بعد میں مسلمان ہو گیا اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے لگا لیکن قیام یمن ہی میں رہا، عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہجرت کر کے مدینہ گیا کاش میں نے اس سے پہلے ہجرت کی ہوتی (اصابہ) ایک روایت یہ ہے کہ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

جو ابن سعد ہیں کعب کے حلیف حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس سے خود کعب کی زبان سے عہد فاروقی میں ان کا اسلام لانا ثابت ہوتا ہے، سعید بن مسیب کا بیان ہے کہ عباس نے کعب کے اسلام کے بعد ان سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قبولِ اسلام سے تمہارے لیے کیا چیز مانع تھی کہ اب عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلام لائے انہوں نے جواب دیا میرے والد نے مجھ کو تورات سے ایک تحریر لکھ کر دی تھی اور ہدایت کر دی تھی کہ اس پر عمل کرنا اور اپنی جملہ مذہبی کتابوں پر مہر لگا کر حق ابوت کا واسطہ دلا کر مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ مہر کو کبھی نہ توڑنا، اس لیے میں نے اُن کو نہیں توڑا اور والد جو تحریر دے گئے تھے اس کے مطابق عمل کرتا رہا، جب اسلام کی اشاعت اور اس کا غلبہ ہونے لگا اور کسی قسم کا خوف باقی نہیں رہ گیا، اس وقت میں نے دل میں خیال کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ سے والد نے کچھ علم چھپایا ہے مجھے ان کتابوں کو کھول کر دیکھنا چاہئے؛ چنانچہ میں نے مہر توڑ کر کتابیں پڑھیں تو اُن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کے اوصاف نظر آئے اُس وقت مجھ پر اصل حقیقت روشن ہوئی اس لیے اب آ کر میں مسلمان ہوا (ابن سعد، قص) قبولِ اسلام کے بعد وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے حلیف بن گئے تھے۔

Marfat.com

فضل وکمال

کعب یہود کے بڑے ممتاز اور نامور علماء میں تھے، یہودی مذہب کے متعلق ان کی معلومات نہایت وسیع تھیں، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ علم کا ظرف اور اہل کتاب کے علمائے کبار میں تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کے وفور علم اور توثیق پر سب کا اتفاق ہے وہ اپنی وسعت علم کی وجہ سے کعب الاحبار اور کعب الحبر کہتے جاتے تھے ان کے مناقب بکثرت ہیں اور ان کے اقوال وحکم بہت مشہور ہیں (تہذیب الاسماء) اکابر صحابہ ان کی وسعتِ نظر کے معترف تھے، حضرت ابودردا انصاری جن کا حمص میں کعب کا بڑا ساتھ رہا تھا، فرماتے تھے کہ ابن حمیریہ کے پاس بڑا علم ہے، امیر معاویہ کہتے تھے کہ ابودرداء حکماء میں ہیں اور کعب علماء میں ان کے پاس سمندر جیسا بے تھا علم تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

چونکہ ایک مذہب کے وہ ایک بڑے عالم تھے، اس لیے اسلامی علوم کے ساتھ بھی انہیں خاص مناسبت تھی، انہوں نے کتاب وسنت کی تعلیم صحابہ سے مدینہ میں حاصل کی تھی اور صحابہ نے ان سے اہل کتاب کے علوم سیکھے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

کتاب وسنت میں انہوں نے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے استفادہ کیا تھا اور اسرائیلیات میں صحابہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما اور تابعین میں مالک بن ابی عامر اصبحی، عطاء بن ابی رباح، عبداللہ بن رباح انصاری، عبداللہ بن حمزہ سلولی ابورافع، صائغ، عبدالرحمٰن بن شعیب ایک کثیر جماعت ان سے فیضیاب ہوئی تھی۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

علم وعلماء اور زوالِ علم

ایک مرتبہ عبداللہ بن سلام نے ان سے پوچھا کہ کعب، علماء کون لوگ ہیں، جواب دیا جو علم جانتے ہیں، ابن سلام نے پوچھا کون سی شے علماء کے دلوں سے علم زائل کردے گی، فرمایا طمع حرص اور لوگوں کے سامنے اپنی حاجت پیش کرنا، عبداللہ بن سلام نے کہا تم نے سچ کہا۔ (اصابہ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

شام کا قیام

کعب کا آبائی مذہب یہودی تھا، اس لیے پہلے سے ان کو ارض شام کے ساتھ دلی لگاؤ تھا، اسلام کے نزدیک بھی یہ سرزمین مقدس ومحترم ہے اس لیے چند دنوں مدینہ میں قیام کرنے کے بعد شام چلے گئے تھے اور حمص میں سکونت اختیار کرلی تھی۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

مواعظ

شام کے زمانہ قیام میں ان کا مشغلہ زیادہ تر اسرائیلی قصص کے مواعظ تھے، ایک مرتبہ عوف بن مالک نے دورانِ وعظ میں

Marfat.com

ان سے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ امیر ماموراور مکلف کے علاوہ لوگوں کے سامنے اور کسی کو مواعظ وقصص نہ بیان کرنے چاہیے، یہ سُن کر کعب نے وعظ چھوڑ دیا، لیکن پھر امیر کے حکم سے کہنے لگے۔ (اصابہ)

اسلامی روایات میں اسرائیلیات کا شمول

کعب کی علمی جلالت میں کوئی شک نہیں، وہ یہودی مذہب کے بڑے نامور عالم تھے، لیکن خود یہودیوں کا سرمایہ علم زیادہ تر قصص وحکایات تھیں، اس لیے کعب کا سرمایہ معلومات بھی اسی پر مشتمل تھا، اس سے ایک نقصان یہ ہوا کہ بہت سی بے سروپا اسرائیلی روایات اسلامی لٹریچر میں بھی سرایت کر گئیں، اسی بناء پر بعض آئمہ کعب کی روایات ساقط الاعتبار سمجھتے ہیں۔

وفات

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ۳۲ھ میں شام میں وفات پائی۔ (ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

کعب بن ثور رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

کعب نام، نسب نامہ یہ ہے کعب بن سور بن بکر بن عبد بن ثعلبہ بن سلیم ابن ذیل بن لقیط بن حارث بن مالک بن فہیم بن غنم بن اوس بن عدنان بن عبداللہ ابن زہران بن کعب بن عبداللہ بن مالک بن نصر۔

قضاءت بصرہ

کعب سے کوئی حدیث نہیں مروی ہے، اس لیے ارباب رجال نے ان کے حالات نہیں لکھتے ہیں، لیکن وہ ایک ممتاز تابعی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہم صحبت وہم جلیس اورنہایت ذہین اور طباع تھے ان کی ذہانت اور طباعی کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کوعہدہ قضاء پر مامور کیا تھا۔

ان کے تقرر کا واقعہ یہ ہے کہ کعب ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت آپ کے پاس حاضر ہوئی اور کہا کہ میں آپ کے پاس دنیا کے ایک بہترین آدمی کی شکایت لے کر حاضر ہوئی ہوں، کوئی آدمی عمل میں اس پر سبقت نہیں لے جاسکتا اور اس کے جیسا عمل نہیں کرسکتا وہ قیام لیل میں صبح کر دیتا ہے روزے میں سارا دن گزار دیتا ہے، اتنا کہنے کے بعد اس عورت کو شرم دامنگیر ہوئی اور اس کے آگے وہ اس کے سوا اور کچھ نہ کہہ سکی کہ امیر المومنین مجھے معاف فرمایئے، آپ نے فرمایا خدا تم کو جزائے خیر دے، تم نے اچھی تعریف کی، میں نے تم کو معاف کیا اس کے بعد وہ عورت چلی گئی، اس کے واپس جانے کے بعد کعب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ امیر المومنین اس عورت نے آپ کے سامنے نہایت بلیغ پیرایہ میں شکایت پیش کی ہے، فرمایا کیسی شکایت، کعب نے کہا اپنے شوہر کی (یعنی وہ رات دن عبادت میں مشغول رہتا ہے اور

Marfat.com

اس کی طرف ملتفت نہیں ہوتا) یہ سُن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورت کو بلوا کر کعب سے کہا تم دونوں کا فیصلہ کردو، کعب نے عرض کیا آپ کی موجودگی میں میں فیصلہ کروں؟ فرمایا، جس چیز کو تم نے سمجھ لیا میں نہ سمجھ سکا، اس کا فیصلہ بھی تم ہی کو کرنا چاہئے؛ چنانچہ کعب نے کلام پاک کی اس آیت:

فَانْکِحُوا مَا طَابَ لَکُمْ مِنَ النِّسَاءِ (النساء)

تم کو جو عورتیں پسند ہوں ان سے نکاح کرو، دو، تین اور چار تک

سے اس استدلال پر کہ جب قرآن میں چار بیویوں کی اجازت ہے تو اس کے یہ معنی یہ ہوئے کہ ہر چار شبانہ یوم میں ایک شبانہ یوم ہر بیوی کا حق ہوا تو تنہا ایک بیوی کا کم سے کم یہی حق ہوگا، اس عورت کے شوہر کو تین دن روزہ رکھنے اور ایک دن بیوی کے لیے افطار کرنے اور تین رات عبادت کرنے اور ایک رات بیوی کے پاس رہنے کا حکم دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ استدلال سُن کر بہت مسرور ہوئے اور فرمایا کہ یہ (استدلال) میرے لیے پہلے (ذہانت) سے بھی زیادہ تعجب انگیز ہے؛ چنانچہ اسی وقت ان کو بصرہ کا قاضی بنا کر بھیج دیا۔ (ابن سعد، اول، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فتنہ سے اجتناب

کعب بصرہ جانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیتے رہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ میں اختلافات رونما ہوئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ کی تیاری کے لیے طلحہ رضی اللہ عنہ اور زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ آئیں تو کعب اس خانہ جنگی سے اپنے کو محفوظ رکھنے کے لیے ایک گھر میں خلوت نشین ہوگئے اور کھانے پینے کا سامان لینے کے لیے اس میں ایک سوراخ بنالیا، لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ اگر کعب آپ کے ساتھ ہو جائیں تو پورا قبیلہ ازد آپ کے ساتھ ہو جائے گا، یہ سُن کر آپ کعب کے پاس تشریف لے گئیں اور باہر سے پکار کر کعب سے گفتگو کرنی چاہی، انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا آخر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کعب کیا میں تمہاری ماں نہیں ہوں اور تم پر میرا حق نہیں ہے یہ سُن کر کعب جواب دینے پر مجبور ہوگئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو کی، انہوں نے فرمایا میں چاہتی ہوں کہ تم لوگوں کو سمجھا کر اصلاح کی کوشش کرو اس حکم کی تعمیل میں کعب کو کیا عذر ہوسکتا تھا؛ چنانچہ وہ قرآن لے کر لوگوں کو سمجھانے کے لیے نکلے اور جب دونوں فوجیں بالمقابل ہوئیں تو وہ صفوں کے درمیان گھس کر قرآن کھول کر فریقین کو سمجھاتے تھے اور قرآن کی طرف بلاتے تھے۔

شہادت

لیکن یہ معاملہ افہام وتفہیم کے حدود سے بہت آگے بڑھ چکا تھا، اس لیے ان کی کوششیں بے کار ثابت ہوئیں اور جنگ شروع ہوگئی اور یہ اپنا فرض ادا کرتے ہوئے کسی شقی کے تیر سے ہلاک ہوگئے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

فضائل واخلاق

ان کے حالات کتابوں میں بہت کم ہیں صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے نیک سیرت اور نیکوکار لوگوں میں تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ خیر اور صلاح میں مشہور تھے۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

مجاہد بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

مجاہد نام، ابوالحجاج کنیت، قیس بن مخزومی کے غلام تھے۔

فضل وکمال

اگرچہ مجاہد غلام تھے، لیکن اقلیم علم کے تاجدار تھے، علمی اعتبار سے وہ امام وقت تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان فقیہا عالما ثقۃ کثیر الحدیث حافظ ذہبی کا بیان ہے کہ وہ علم کا ظرف تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت اور امامت پر سب کا اتفاق ہے (تہذیب الاسماء، ج اول) ان کو تفسیر حدیث اور فقہ جملہ علوم میں درجہ امامت حاصل تھا۔

قرات وتفسیر

قرات اور تفسیر کے اس عہد کے نہایت نامور عالم تھے، تفسیر انہوں نے خیر الامۃ ابن عباس سے حاصل کی تھی اور پورے تیس مرتبہ ان سے قرآن کا دورہ کیا تھا اور اس محنت اور تحقیق کے ساتھ کہ ہر ایک سورہ پر رک کر اس کی شانِ نزول اور اس کے جملہ متعلقات پوچھتے جاتے تھے (تہذیب التہذیب) اس محنت اور ابن عباس جیسے مفسر قرآن کی تعلیم نے ان کو بہت بڑا مفسر بنادیا، خصیف کا بیان ہے کہ مجاہد تفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے قتادہ کہتے تھے کہ اس وقت کے باقیات صالحات میں مجاہد تفسیر کے سب سے بڑے عالم ہیں (تذکرۃ الحفاظ) قرآن کے قاری بھی تھے۔

حدیث

حدیث کے بھی وہ نہایت مشہور حافظ تھے، امام ذہبی ان کو مفسر اور حافظِ حدیث ابن سعد کثیر الحدیث اور امام نووی امام حدیث لکھتے ہیں (تہذیب التہذیب) حبر الامۃ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان کے حفظ کے اتنے معترف تھے کہ فرماتے تھے کہ کاش نافع کا حفظ بھی تمہاری طرح ہوتا۔ (دیکھو کتب مذکور حالات مجاہد)

اکابر صحابہ میں انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، رافع

Marfat.com

بن خدیج رضی اللہ عنہ، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہ، ام ہانی رضی اللہ عنہ اور تابعین میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، طاوس، عبداللہ بن سائب عبداللہ بن سنجرہ، عبدالرحمٰن بن صفوان، عمر بن اسود، مورق العجلی، ابوعیاش الزرق اور ابوعبیدہ ابن عبداللہ بن مسعود وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔ (شذرات الذہب)

ان کے تلامذہ کا دائرہ بھی خاصہ وسیع تھا، ایوب سختیانی، عطاء، عکرمہ بن عون عمرو بن دینار، ابواسحٰق سبیعی، ابوالزبیر مکی، قتادہ جیب بن ابی ثابت، حسن بن عمرو، سلمہ بن کہیل سلیمان الاحول، سلیمان الاعمش، مسلم البطین، طلحہ بن مصرف اور عبداللہ بن کثیر قاری وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

اخلاص فی العلم

علم کا مقصد کسی نہ کسی دنیاوی منفعت سے کم خالی ہوتا ہے لیکن مجاہد کا دامن ان تمام آمیزشوں سے بالکل پاک تھا، مسلمہ بن کہیل کا بیان ہے کہ عطاء طاوس اور مجاہد کے علاوہ میں نے کسی کو نہیں پایا، جس کا مقصد علم سے خالصۃً لوجہ اللہ رہا ہو۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

زہد وورع

علم کے ساتھ ان میں زہد وورع بھی اسی درجہ کا تھا، ابن حبان لکھتے ہیں کہ مجاہد فقیہ متورع اور عابد وزاہد تھے۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

دنیا سے بے تعلقی

وہ دنیا سے ہمیشہ بے تعلق اور بیگانہ رہے، اس سے ان کا دل اس قدر برداشتہ تھا کہ کسی دنیاوی چیز سے دلچسپی نہ لیتے تھے، ہمیشہ مغموم رہا کرتے، اعمش کا بیان ہے کہ مجاہد کو جب ہم دیکھتے مغموم پاتے ان سے کسی نے اس کا سبب پوچھا، جواب دیا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ عبداللہ دنیا میں اس طرح رہو کہ معلوم ہو کہ مسافر یا راہ رو ہو۔ (شذرات الذہب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

سادگی

ظاہر زیب وزینت سے اتنے بے پرواہ تھے کہ ان میں اور ادنی درجہ کے آدمیوں مین امتیاز مشکل تھا، اعمش کا بیان ہے کہ جب میں مجاہد کو دیکھتا تھا تو (ان کی ظاہری حالت سے) ان کو نہایت حقیر سمجھتا تھا، وہ اپنی ظاہری وضع سے سائیس معلوم ہوتے تھے جس کا گدھا گم ہو گیا ہو اور وہ حالتِ پریشانی میں اس کو تلاش کر رہا ہو (شذرات الذہب) لیکن اس سے ان کی علمی عظمت میں کوئی فرق نہ آتا تھا، جب وہ بولتے تھے تو منہ سے موتی ٹپکتے تھے (تذکرۃ الحفاظ) بڑے بڑے صحابہ ان کی عظمت ووقعت کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے بزرگ ان کی سواری کی رکاب تھام لیتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

Marfat.com

سیر وسیاحت

مجاہد کو سیر وسیاحت اور عجائبات عالم دیکھنے کا بہت شوق تھا، انہوں نے آس پاس کے تمام عجائبات دیکھے تھے۔

وفات

سنہ وفات کے بارہ میں روایات مختلف ہیں، باختلاف روایت ۱۰۲ھ یا ۱۰۳ھ میں وفات پائی، عین سجدہ کی حالت میں سفرِ آخرت کیا وفات کے وقت ستراسی سال کی عمر تھی۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

محمد بن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

محمد نام، ابوعبداللہ کنیت والد کا نام اسحٰق تھا، ان کے دادا یسار عین التمر کے قیدیوں میں تھے اور غالباً اسی تعلق سے ابن اسحاق بھی غلامی کے سلسلہ میں منسلک تھے چنانچہ وہ قیس بن مخرمہ بن مطلب بن عبدمناف کے غلام تھے۔

فضل وکمال

علمی اعتبار سے ابن اسحاق ممتاز تابعین میں تھے خصوصاً فن مغازی اور سیرت کے امام تھے۔

حدیث میں ان کا پایہ

حدیث کے اکابر حفاظ میں تھے، اگرچہ امام مالک اور بعض دوسرے علماء نے ان پر جرح کی ہے لیکن ایک دو کے علاوہ اور باقی تمام آئمہ اور ارباب کمال کا ان کے حفظ پر اتفاق ہے، ابوذرعہ عبدالرحمٰن بن عمرو النصری روایت کرتے ہیں کہ محمد بن اسحٰق ایسے شخص ہیں جن سے اخذ حدیث میں تمام بڑے بڑے اہل علم سفیان ثوری، شعبہ، ابن عیینہ، حماد بن زید، حماد بن سلمہ، ابن مبارک اور ابراہیم بن سعد وغیرہ کا اتفاق ہے، اکابر میں یزید بن ابی حبیب نے ان سے روایت کی ہے، اہل حدیث نے ان کا امتحان لیا تو انہیں سچا اور خیر پایا۔ (تاریخ خطیب بغدادی، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

علماء کا اعتراف

شعبہ ان کو امیر المومنین فی الحدیث اور امیر المحدثین کہتے تھے لوگوں نے پوچھا کیوں؟ جواب دیا ان کے حفظ کی وجہ سے (ایضا) یزید بن ہارون کہتے ہیں کہ میرے ہاتھوں میں حکومت ہوتی تو محمد بن اسحٰق کو محدثین کا سردار بناتا، ابومعاویہ انہیں حفظ الناس اور یحییٰ بن معین انہیں ثقہ اور حسن الحدیث کہتے تھے (تاریخ خطیب بغدادی) علی بن مدائنی کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا مدار چھ شخصوں پر تھا، پھر ان چھ آدمیوں کا علم بارہ میں منتقل ہوگیا تھا ان میں ایک ابن اسحٰق تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

Marfat.com

امام زہری کا طرز عمل

خود ان کے استاد امام زہری کو ان کے علم پر اس قدر اعتماد تھا کہ فرماتے تھے، جب تک محمد بن اسحٰق موجود ہیں، اس وقت تک اہل مدینہ میں علم رہے گا (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) چنانچہ جب وہ مدینہ کے باہر جاتے تھے تو ان کو اپنا قائم مقام بنا جاتے تھے، ایک مرتبہ باہر جا رہے تھے، بعض شائقین علم نے بھی ساتھ جانا چاہا، زہری نے ان سے کہا کہ احول غلام (ابن اسحاق) کو تم میں چھوڑے جاتا ہوں (ابن خلکان اول) ان کی یہ جانشینی زہری کے تلامذہ میں مسلم تھی چنانچہ ان کے بعد وہ لوگ ان کی روایات کی تصدیق کے لیے ابن اسحٰق کی طرف رجوع کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

زہری انہیں اس قدر مانتے تھے کہ دربانوں کو خاص ہدایت دے رکھی تھی کہ ابن اسحٰق جس وقت بھی آئیں انہیں آنے دیا جائے، ایک مرتبہ ابن اسحٰق نے آنے میں معمولی سے دیر کی، زہری نے پوچھا کہاں تھے، انہوں نے کہا حاجبوں اور دربانوں کی وجہ سے کوئی شخص آپ تک پہنچ بھی سکتا ہے، زہری نے اسی وقت دربان کو بلا کر حکم دیا کہ ابن اسحٰق جس وقت بھی آئیں، انہیں روکا نہ جائے۔ (تاریخ خطیب بغدادی، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

مالک اور ہشام کی جرح اور اس کے اسباب

ان محامد اور کمالات کے ساتھ ابن اسحٰق پر امام مالک اور ہشام کی جرح بھی ملتی ہے، خصوصاً امام مالک کی رائے ان کے بارہ میں زیادہ سخت تھی اور وہ ان کے متعلق ناملائم الفاظ تک استعمال کر جاتے تھے۔

ہشام بھی انہیں لائق اعتماد نہ سمجھتے تھے، لیکن محدثین نے خود ان دونوں کی جرح کے اسباب بیان کر دیئے ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ امام مالک اتنے متشدد تھے اور ان کا معیار اتنا بلند تھا کہ اگر کسی میں ادنیٰ خامی بھی ہوتی تھی تو وہ اس کے متعلق سخت الفاظ استعمال کرنے میں دریغ نہ کرتے تھے، خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ بعض علماء کا بیان ہے کہ امام مالک کے ہمعصر علماء نے ان لوگوں پر جو صلاح، تقویٰ، دینداری، ثقاہت اور امامت میں مشہور تھے امام مالک کی درشتی زبان پر نکتہ چینی کی ہے (تاریخ خطیب بغدادی) دوسری وجہ یہ تھی کہ ابن اسحٰق خود امام مالک پر طعن کیا کرتے تھے اور لوگوں سے کہتے تھے کہ مالک کی حدیثیں مجھے سنایا کرو میں ان کے امراض کا طبیب ہوں (ابن خلکان) ایسی حالت میں اگر امام مالک نے ان کے متعلق درشت الفاظ استعمال کیے تو اس سے ابن اسحٰق کی ثقاہت مجروح نہیں ہو سکتی۔

تیسرا سبب یہ ہے کہ ابن اسحٰق غزوات کی روایات قبول کرنے میں محتاط نہ تھے اس لیے امام مالک ان کے مغازی پر طعن کرتے تھے، ان کی احادیث کو اس جرح سے کوئی تعلق نہ تھا، ابن حبان لکھتے ہیں کہ مالک نے صرف ایک مرتبہ محمد بن اسحٰق کے بارہ میں کہا تھا، پھر ان کے رتبہ کے مطابق ان سے برتاؤ کرتے تھے، مالک ان کی احادیث کی وجہ سے نہیں؛ بلکہ مغازی کی وجہ سے ان پر جرح کرتے تھے؛ کیونکہ ابن اسحٰق غزوہ خیبر وغیرہ کے حالات یہودیوں کی نومسلم اولادوں سے سنتے تھے جن کو وہ اپنے

Marfat.com

بزرگوں سے سُن کر بیان کرتے تھے گو ابن اسحٰق ان بیانات سے حجت نہیں لاتے تھے، لیکن امام مالک متقن کے علاوہ کسی دوسرے سے روایت لینا جائز نہ سمجھتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

بعض علماء کا بیان ہے کہ مالک کی جرح مغازی کی بنا پر بھی نہ تھی؛ بلکہ بعض عقائد کی بنا پر تھی عبدالرحمٰن بن عمرو النصری کا بیان ہے کہ میں نے وحیم کے سامنے ابن اسحٰق کے بارے میں مالک کی طرح کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا، یہ احادیث کی وجہ سے نہ تھی؛ بلکہ اس لیے تھی کہ امام مالک انہیں قدر کے عقیدے سے متہم سمجھتے تھے۔ (تاریخ خطیب بغدادی، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

بہر حال ان تمام روایات سے اتنا معلوم ہوگیا کہ امام مالک کی جرح کا سبب ابن اسحٰق کی بے اعتباری اور ان کا ضعف نہ تھا؛ بلکہ اس کے اسباب دوسرے تھے، اس لیے اس جرح سے ان کی مرویہ احادیث پر کوئی اثر نہیں پڑسکتا، اسی لیے امام مالک کے علاوہ اور آئمہ اور علماء ان کی روایات قبول کرتے تھے، خود امام احمد بن حنبل جو عقیدہ کے تشدد میں امام مالک سے کم نہ تھے۔ ابن اسحٰق کی روایات قبول کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبداللہ نے ایک شخص کے جواب میں جس نے ابن اسحٰق کے بارہ میں ان سے پوچھا تھا کہ میرے والد ان کی روایات جانچ کر قبول کرتے تھے اور مسند میں لیتے تھے، لیکن سنن میں ان سے احتجاج نہیں کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

امام مالک کے بعد ابن اسحٰق پر جرح کرنے والوں میں دوسرا نام ابن ہشام کا ہے، اس کی حقیقت یہ ہے کہ ہشام ان کو محض اس لیے لائق اعتماد نہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے ان کی بیوی فاطمہ بنت منذر سے بعض روایتیں کی ہیں، ہشام کہتے تھے کہ انہوں نے میری بیوی سے جو ایک پردہ نشین خاتون تھیں اور جن پر نو سال کی عمر سے موت تک کسی مرد کی نظر نہیں پڑی، کیسے احادیث سنیں؛ لیکن جیسا کہ بعض محدثین نے لکھا ہے کہ محض اس دلیل پر ابن اسحٰق کی روایات کو غلط کہنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ وہ پردہ کی آڑ سے سن سکتے تھے، ابن حبان لکھتے ہیں کہ محمد بن اسحٰق کے بارہ میں ہشام اور مالک دو آدمیوں نے کلام کیا ہے، لیکن ہشام کے قول سے کوئی انسان بھی مجروح نہیں ہوسکتا، تابعین بغیر چہرے پر نظر ڈالے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سُنا کرتے تھے، اسی طریقہ سے ابن اسحٰق نے فاطمہ سے سنا ہوگا، درمیان میں پردہ حائل رہا ہوگا۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

شیوخ

ابن اسحٰق خاص شاگرد تو امام زہری کے تھے، لیکن ان کے علاوہ بھی انہوں نے بہت سے شیوخ سے استفادہ کیا تھا، چنانچہ ان کے شیوخ میں عبید اللہ بن عبداللہ بن عمرو بن کعب ابن مالک، محمد بن ابراہیم تیمی، قاسم بن محمد بن ابی بکر، محمد بن جعفر بن زبیر، عاصم بن عمرو بن قتادہ، عباس بن سہل بن سعد، ابن منکدر، مکحول، ابراہیم بن عقبہ، حمید الطویل، سالم ابی النضر، سعید مقبری، سعید بن ابی ہند، ابی الزناد عبدالرحمٰن بن اسود نخعی، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ ابن خالد علاء بن عبدالرحمٰن وغیرہ جیسے اکابر علماء تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

Marfat.com

تلامذہ

خود ابن اسحٰق سے فیض اٹھانے والوں کی فہرست نہایت طویل ہے، ان میں بعض ممتاز تلامذہ کے نام یہ ہیں، جریر بن حازم، عبداللہ بن سعید، ابن عون، ابراہیم بن سعد، شعبہ سفیان، زہیر بن معاویہ، ابن ادریس، ابوعوانہ، عبدالاعلیٰ، عبداہ بن سلیمان، جریر بن عبدالحمید اور زیاد البکائی وغیرہ۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

سیرت ومغازی

ابن اسحٰق کا اصل فن مغازی وسیرت تھا، اس کے وہ امام تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ مغازی اور سیرت کی معرفت میں حبر تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) امام شافعی کہتے تھے کہ جو شخص مغازی میں تبحر حاصل کرنا چاہتا ہے وہ ابن اسحٰق کا دست نگر ہے (تاریخ خطیب) خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس علم کی طرف توجہ کی اور اس کو اتنا بڑھایا کہ ان کے بعد پھر کوئی اس پر اضافہ نہ کرسکا اور سلاطین اور امراء کی توجہ بے نتیجہ اور لایعنی قصص وحکایات سے تاریخ کی طرف پھیر دی، اس طرح انہوں نے سب سے پہلے تاریخ کا مذاق پیدا کیا، ابن عدی کا بیان ہے کہ اگر اس فضیلت کے علاوہ ابن اسحٰق میں اور کوئی فضیلت نہ ہوتی کہ انہوں نے سلاطین کا مذاق بدل کر ان کی توجہ اور مشغولیت لاحاصل کتابوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مغازی آپ کی سنت اور آغاز عالم کی تاریخ کی جانب پھیر دی، تو تنہا یہی کارنامہ اور اولیت کا یہ فخر ہی ان کی فضیلت کے لیے کافی تھا، ان کے بعد بہت سے لوگوں نے اس فن پر کتابیں لکھیں؛ لیکن کوئی ان کے درجہ کو نہ پہنچ سکا (تہذیب) خود امام زہری جن سے انہوں نے اس فن کو حاصل کیا اس میں ان کی وسعتِ علم کے معترف تھے۔

(تاریخ خطیب بغدادی، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

تاریخ

اگرچہ مغازی اور سیرت تاریخ ہی کی ایک شاخ ہے، لیکن اس کے علاوہ ابن اسحٰق تاریخ عام کے بھی عالم تھے، خطیب لکھتے ہیں کہ وہ سیرت، مغازی، ایام ناس، آغاز خلق اور قصص انبیاء کے عالم تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

تصانیف

انہوں نے تاریخ اور سیرت پر متعدد مستقل تصانیف کی تھیں، ابن ندیم لکھتے ہیں: ولہ من الکتب کتاب الخلفا رواہ عنہ الاموی کتاب السیرۃ والمبتداء والمغازی (فہرست ابن ندیم)

ان کی سب سے مشہور اور قدیم ترین کتاب سیرت ابن اسحٰق ہے، یہ کتاب صدیوں سے ناپید ہوگئی ہے، لیکن اس لحاظ سے اس کی روایات اب تک محفوظ ہیں کہ ابن ہشام کی سیرت کا سب سے بڑا ماخذ یہی ہے، اس لیے اس کی تمام روایتیں اس میں

Marfat.com

محفوظ ہو گئی ہیں، موجودہ سیرت ابن ہشام درحقیقت ابن اسحٰق کی سیرت کا ثنیٰ ہے۔

ابن اسحٰق نے یہ کتاب خلیفہ مہدی عباسی کے کسی لڑکے کے لیے لکھی تھی، اس کی تالیف کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ مہدی کے دربار میں گئے، اس وقت مہدی کا لڑکا بھی موجود تھا، مہدی نے ابن اسحٰق سے پوچھا اس کو جانتے ہو، انہوں نے کہا امیر المومنین کے صاحبزادے ہیں، مہدی نے فرمائش کی کہ ان کے لیے ایک ایسی کتاب لکھو جس میں خلق آدم سے لے کر اس وقت تک کے حالات ہوں، اس حکم کے مطابق انہوں نے کتاب لکھ کر پیش کی، مہدی نے دیکھ کر کہا یہ کتاب تو بہت طویل ہے، اس کو مختصر کرو؛ چنانچہ انہوں نے دوبارہ اس کو مختصر کیا اور پہلی کتاب مہدی کے کتاب خانہ میں رکھ دی۔ (فہرست ابن ندیم: طبع مصر)

عقیدہ قدر

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن اسحٰق قدری تھے، لیکن کچھ روایات اس کے خلاف بھی ہیں، محمد بن عبداللہ بن نمیر کا بیان ہے کہ ابن اسحٰق قدر سے متہم کیے جاتے تھے، حالانکہ ان کو اس سے دور کا لگاؤ بھی نہ تھا۔

(تاریخ خطیب بغدادی، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

وفات

ابتداء میں وہ مدینہ میں رہتے تھے پھر یہاں کا قیام ترک کر کے کوفہ، جزیرہ اور رے وغیرہ مختلف مقامات میں پھرتے رہے، آخر میں بغداد چلے گئے تھے اور یہیں ۱۵۶ھ میں وفات پائی اور ہارون رشید کی ماں خیزران کے قبرستان میں دفن ہوئے۔

(ابن سعد، ج ۷، ص ۲۷، بیروت)

محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

محمد نام، ابوالقاسم کنیت، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرزند اور حضرت حسنین علیہما السلام کے سوتیلے بھائی تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ زہرا کے انتقال کے بعد کئی شادیاں کیں ان بیویوں میں ایک خاتون خولہ المعروف بہ حنفیہ تھیں، خولہ کے نسب کے بارہ میں مورخین کے بیانات مختلف ہیں، بعض انہیں جنگِ یمامہ کے قیدیوں میں لکھتے ہیں، بعض سندھی النسل بتاتے ہیں، بعض بنی رضی اللہ عنہ حنفیہ کی لونڈی بتاتے ہیں؛ لیکن صحیح یہ ہے کہ وہ بنی حنفیہ کی معزز خاتون تھیں، محمد انہی کے بطن سے پیدا ہوئے، خولہ کا نسب نامہ یہ ہے، خولہ بنت جعفر بن قیس بن سلمہ بن ثعلبہ ابن یربوع بن ثعلبہ بن الاول بن حنفیہ بن لجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل، محمد بن حنفیہ علم تقویٰ کے اعتبار سے کبار تابعین میں تھے۔

پیدائش

عہد فاروقی کے اختتام کے دو سال پہلے پیدا ہوئے (ابن خلکان) اس لحاظ سے ان کی پیدائش ۲۱ھ کے آخر یا ۲۲ھ کے

Marfat.com

شروع میں ہوئی ہوگی۔

جنگ جمل

ان کے بچپن کے حالات پردہ خفا میں ہیں، جنگ جمل سے ان کا پتہ چلتا ہے، شجاع تھے، جنگ جمل میں جب کہ ان کی عمر مشکل سے پندرہ سولہ سال کی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو فوج کا نشان مرحمت فرمایا تھا۔ (اخبار الطوال)

جنگ کے ابتدائی انتظامات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں آگے بڑھنے کا حکم دیا انہوں نے حکم کی تعمیل کی اور بے محابا علم لے کر آگے بڑھے، اہل بصرہ نیزے اور تلواریں سنبھال کر ان کی طرف لپکے، ابھی وہ بالکل کم سن تھے، اس لیے زیادہ بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھوں سے علم لے کر خود حملہ کیا، دوسرے سرفروشوں نے بھی آپ کا ساتھ دیا اور جنگ شروع ہوگئی، آغاز جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پھر محمد بن حنفیہ کو علم دے دیا۔

(اخبار الطوال، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

یہ واقعہ خود محمد بن حنفیہ کی زبانی بھی منقول ہے، ان کا بیان ہے کہ جنگِ جمل میں ہماری فوجیں صف آرا ہوئیں تو والد نے علم مجھے مرحمت فرمایا، پھر جب دونوں فوجیں بالمقابل ہوئیں اور ایک دوسرے کی طرف بڑھیں اور والد نے مجھ میں پسپائی کے آثار دیکھے تو علم میرے ہاتھ سے لے کر جنگ شروع کر دی، میں نے بڑھ کر ایک بصری پر حملہ کیا جب وہ زد پر آ گیا تو پکارا کہ میں ابی طالب کے مذہب پر ہوں، یہ سُن کر میں رک گیا، ان لوگوں کے شکست کھانے کے بعد والد نے منادی کرادی کہ کوئی شخص زخمیوں کو پامال نہ کرے، میدان چھوڑ دینے والوں کا تعاقب نہ کیا جائے، اختتام جنگ کے بعد وہ گھوڑے اور اسلحہ جو دشمنوں نے جنگ میں استعمال کیے تھے والد نے بطور مال غنیمت کے تقسیم کر دیئے۔

جنگ صفین

جنگ جمل کے بعد ہی جنگ صفین کے مقدمات شروع ہو گئے تھے، محمد بن حنفیہ اس جنگ میں شروع سے آخر تک اپنے والد بزرگوار کے ساتھ رہے؛ چنانچہ صفین کے ابتدائی حالات ان سے اس طرح منقول ہیں کہ میرے والد، معاویہ اور اہل شام سے جنگ کرنے کا ارادہ کرتے تھے اور جنگی علم تیار کر کے قسم کھاتے، کہ جب تک یہ میدان جنگ میں نہ آئے گا اس وقت تک اس کو نہ کھولوں گے، لیکن ان کے آدمی ان کی مخالفت کرتے تھے، ان کی رائیں مختلف ہو جاتی تھیں اور جنگ سے پہلو تہی کرنے لگتے، ان کی مخالفت دیکھ کر والد علم کھول دیتے اور قسم کا کفارہ ادا کرتے، اس طریقہ سے انہوں نے چار مرتبہ علم تیار کیا اور چار مرتبہ کھولا مجھے یہ بات پسند نہ آئی میں نے مسور بن مخرمہ سے کہا کہ آپ والد سے کہتے نہیں کہ ان حالات میں وہ کہاں کا قصد کر رہے ہیں، خدا کی قسم مجھے ان لوگوں سے کسی فائدہ کی امید نہیں نظر آتی، مسور نے کہا انہوں نے جس کام کا ارادہ کر لیا ہے وہ یقینی اور طے شدہ ہے میں نے ان سے گفتگو کی تھی وہ جانے کا تہیہ کر چکے ہیں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

بہر حال جب جنگ کسی طرح نہ ٹلی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ امیر معاویہ سے لڑنے کے لیے صفین روانہ ہوئے تو محمد بھی

Marfat.com

ان کے ہمرکاب تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کی طرح صفین میں بھی انہیں علم مرحمت فرمایا۔

جنگ صفین کا سلسلہ مدتوں قائم رہا تھا، ابتداء میں تو عرصہ تک متحدہ اور فیصلہ کن جنگ کے بجائے فریقین کے ایک ایک دو دو دستے میدان میں آتے تھے، ایک دن محمد بن حنفیہ ایک دستے کر لے کر نکلے، شامی فوج سے عبیداللہ بن عمران کے مقابلہ میں آئے اور محمد بن حنفیہ کو للکارا، انہوں نے کہا گھوڑے سے اترو، اس للکار پر دونوں گھوڑے سے اتر پڑے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو گھوڑا بڑھا کر ابن حنفیہ کے پاس پہنچے اور گھوڑا انہیں دے کر خود عبیداللہ کے مقابلہ کے لیے بڑھے، وہ انہیں دیکھ کر ہٹ گئے اور کہا میں آپ سے نہیں؛ بلکہ آپ کے لڑکے سے مقابلہ کرنا چاہتا تھا، عبیداللہ کے چلے جانے کے بعد ابن حنفیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اگر آپ نے مجھے مقابلہ کرنے دیا ہوتا تو مجھے امید تھی کہ میں ان کو قتل کر دیتا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا امید تو مجھے بھی یہی تھی لیکن خطرہ سے خالی نہ تھا، مجھے خوف تھا کہ تمہاری جان کو کوئی صدمہ نہ پہنچ جائے، اس کے بعد فریقین کے سوار دو پہر تک لڑتے رہے لیکن کوئی ایک دوسرے کو مغلوب نہ کر سکا۔

ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو شامیوں کے ایک دستہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا اور ہدایت کی کہ ان کے سینوں میں نیزے پیوست کرنے کے بعد ہاتھ روک لینا اور میرے دوسرے حکم کا انتظار کرنا، انہوں نے اس حکم کی تعمیل کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک اور دستہ ان کی مدد کے لیے بھیجا، اس نے ابن حنفیہ کی قیادت میں شامی دستے کو مار کر اس کی جگہ سے ہٹا دیا۔ (ابن اثیر، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

جنگ صفین میں بہت سے نازک مواقع پر ابن حنفیہ اپنے والد بزرگوار کی حفاظت میں اپنے برادرانِ محترم (حسن وحسین) کے دوش بدوش سینہ سپر ہوئے؛ چنانچہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ہر طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی اور تیر آپ کے کانوں اور شانے کے پاس سے اڑتے ہوئے گزر جاتے تھے، محمد بن حنفیہ اور حسین رضی اللہ عنہ ان تیروں کو اپنے جسم سے روکتے تھے۔ (اخبار الطوال، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ابن حنفیہ کے متعلق حضرتِ علی رضی اللہ عنہ کی آخری وصیت

جنگ صفین کے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثہ پیش آ گیا، دم آخر آپ نے جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو وصیتیں فرمائیں تو محمد بن حنفیہ سے ارشاد ہوا کہ میں نے تمہارے بھائیوں کو جو وصیتیں کی ہیں وہی تمہارے لیے بھی ہیں، میرے بعد تم دونوں بھائیوں کو جو وصیتیں کی ہیں وہی کرنا ان کے کاموں کو سنوارنا، ان کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہ کرنا، پھر حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان کے (محمد بن حنفیہ) بارہ میں میری یہ وصیت ہے کہ وہ تمہارے حقیقی بھائی کے برابر اور تمہارے باپ کے لڑکے ہیں، اس کو ہمیشہ یاد رکھنا کہ تمہارے باپ ان سے محبت کرتے تھے۔ (ابن اثیر)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وصیت

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس وصیت کو پورے طور پر ملحوظ رکھا اور کسی موقع پر بھی ابن حنفیہ کو نظر انداز نہ ہونے

Marfat.com

دیا؛ چنانچہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا وقت آخر ہوا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تم کو تمہارے بھائی محمد کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں، وہ دونوں آنکھوں کے درمیانی چمڑے کی طرح عزیز ہیں پھر محمد بن حنفیہ سے فرمایا کہ تم کو بھی یہ وصیت کرتا ہوں کہ ضرورت کے وقت حسین رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو کر ان کی مدد کرنا۔

(اخبار الطوال، ص ۱۳۵)

وفات

محمد بن حنفیہ کے سن وفات اور جائے وفات کے بارہ میں مختلف روایتیں ہیں، لیکن صحیح تر روایت یہ ہے کہ ۸۱ھ میں انہوں نے مدینہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔

فضل وکمال

ابن حنفیہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسے مجمع العلم باپ کے فرزند تھے، اس لیے علم کی دولت ان کو ورثہ میں ملی تھی، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ بڑے صاحب علم تھے (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)، ابن حبان ان کو ان کے خاندان کے فاضل ترین افراد میں شمار کرتے ہیں (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) لیکن اس کی تفصیلات کتابوں میں مذکور نہیں۔

حدیث

حدیث میں انہوں نے اپنے والد بزرگوار اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، معاویہ بن ابی سفیان، ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فیض اٹھایا تھا، بعض محدثین کے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مستند ترین روایات انہیں سے مروی ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ان کے تلامذہ کا دائرہ بھی خاصہ وسیع تھا، آپ کے چار صاحبزادے، ابراہیم، حسن، عبداللہ اور عون، بھتیجے محمد بن عمر بن علی، بھائی کے پوتے محمد بن علی بن حسن، بھانجے عبداللہ بن محمد بن عقیل اور بیرونی اشخاص میں عطاء بن ابی رباح، منہال بن عمرو، محمد بن قیس بن مخرمہ، منذر بن یعلیٰ، محمد بن بشیر ہمدانی، سالم بن ابی الجعد اور عمرو بن دینار آپ کے فیض یافتگان میں تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

کلماتِ طیبات

آپ کے مختصر کلمات طیبات نہایت پر حقیقت اور سبق آموز ہیں، فرماتے تھے، جس کا نفس اس کی نگاہ میں معزز ہوا، اس کی نگاہ میں دنیا کی کوئی قیمت باقی نہیں رہتی، جو شخص ان لوگوں کے ساتھ جن کے ساتھ زندگی بسر کرنا ہے، نہیں نباہ سکتا وہ عقلمند نہیں ہے، خدا نے جنت کو تمہارے نفس کی قیمت قرار دیا ہے، اس لیے اس کو دوسری چیز کے بدلہ میں فروخت نہ کرو، جو چیز لوجہ اللہ نہیں کی جاتی وہ فنا ہو جاتی ہے۔ (مختصر صفوۃ الصفوہ)

Marfat.com

عبادت وریاضت

علم کے ساتھ وہ بڑے عابد وزاہد تھے، ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ وہ علم اور عبادت دونوں میں انتہائی درجہ پر تھے۔

ماں کی خدمت

ماں کے بڑے خدمت گزار تھے، اپنے ہاتھوں سے ان کے بالوں میں خضاب لگاتے تھے، کنگھی کرتے تھے، چوٹی گوندھتے تھے، ایک مرتبہ گھر سے نکلے، ہاتھوں میں مہندی کا اثر تھا، کسی نے پوچھا یہ کیا، فرمایا ماں کے بالوں میں خضاب لگا رہا تھا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

قوت وشجاعت

اسد اللہ الغالب کے خلف الصدق تھے، اس لیے علم کے ساتھ قوت وشجاعت بھی ورثہ میں ملی تھی، اتنے قوی اور طاقتور تھے کہ زرہ کو دونوں ہاتھوں سے کھینچ کر چیر ڈالتے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک زرہ آپ کے جسم سے زیادہ لمبی تھی، آپ نے بقدر زیادتی نشان لگا کر ان کو دیا کہ اس کو نشان سے کم کردو، انہوں نے ایک ہاتھ سے زرہ کا دامن پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے بڑھا ہوا حصہ کھینچ کر دو ٹکڑے کر دیئے، ابن زبیر رضی اللہ عنہما جسمانی طاقت میں ان کے حریف تھے، ان کے سامنے جب اس واقعہ کا تذکرہ کیا جاتا تھا تو وہ غصہ سے کانپنے لگتے۔

ایک مرتبہ قیصر روم نے اپنے یہاں کے دو پہلوان امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس قوت آزمائی کے لیے بھیجے، ان میں سے ایک کو قیس نے زیر کیا، دوسرے کے مقابلہ کے لیے امیر معاویہ نے ابن حنفیہ کو بلایا، انہوں نے مقابلہ کی یہ صورت پیش کی کہ رومی پہلوان بیٹھ کر اپنے ہاتھ کو ان کے ہاتھ میں دے، دونوں زور کریں یا وہ کھینچ کر انہیں بٹھا دے، یا یہ بیٹھ کر زور کریں رومی پہلوان نے پہلی صورت پسند کی؛ چنانچہ دونوں میں مقابلہ ہوا رومی نے ہر چند زور لگایا لیکن ان کو نہ بٹھا سکا اور انہوں نے کھینچ کر اس کو کھڑا کر دیا، اس کے بعد یہ خود بیٹھے، رومی نے کھڑا کرنے کی ہر چند کوشش کی مگر ناکام رہا، مگر انہوں نے اس کو کھینچ کر بٹھا دیا۔ (یہ تمام واقعات ابن خلکان میں موجود ہیں)

اس طاقت کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنے والد بزرگوار کے دست راست اور پشت وپناہ رہے ہر میدان میں ان کے دوش بدوش داد شجاعت دیتے تھے، جمل اور صفین کے معرکوں میں علوی علم انہی کے ہاتھ میں تھا، ایک مرتبہ کسی نے ان سے سوال کیا: کیا بات ہے کہ تمہارے والد خطرات کے موقع پر تم ہی کو آگے بڑھاتے تھے اور حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ کو علیحدہ رکھتے تھے؟ جواب دیا وہ دونوں ان کی آنکھ کے بجائے تھے اور میں ان کا دست وبازو تھا اس لیے وہ ہاتھ سے آنکھوں کی حفاظت کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

حلیہ ولباس

میانہ قد تھا، آخر عمر میں بال سپید ہو گئے تھے، بالوں میں مہندی کا خضاب کرتے تھے، خز کا لباس پہنتے تھے، سیاہ عمامہ باندھتے تھے، ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اولاد وازواج

آپ نے متعدد شادیاں کیں اور ان سے بہت سی اولادیں ہوئیں، ان کی تفصیل یہ ہے، ابو ہاشم، عبداللہ، حمزہ، علی، جعفر اکبر، یہ چاروں ایک ام ولد کے بطن سے تھے حسن جنہوں نے سب سے پہلے رجاء کا عقیدہ ایجاد کیا یہ عبدالملک کی پوتی جمال کے بطن سے تھے، ابراہیم یہ مسرعہ بنت عباد کے بطن سے تھے، قاسم، عبدالرحمٰن یہ دونوں برہ بنت عبدالرحمٰن بن حارث مطلبی کے بطن سے تھے، جعفر اصغر، عون، عبداللہ، الاصغر یہ تینوں جعفر بن ابی طالب کی پوتی ام کلثوم کے بطن سے تھے، عبداللہ اور فیہ یہ دونوں ام ولد سے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

محمد نام، ابوبکر کنیت والد کا نام سیرین تھا، سیرین جرجرایا (عراق) کے باشندے تھے اور ٹھٹھیرے کا کام کرتے تھے، عین التمر میں ان کی دوکان تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عین التمر کے معرکہ میں اور عجمیوں کے ساتھ سیرین بھی گرفتار ہوئے اور کسی مجاہد کے حصہ میں پڑے، بعد میں وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی غلامی میں تھے، اس سے قیاس ہوتا ہے کہ شاید وہ ان ہی کے حصہ میں پڑے ہوں گے، یا انہوں نے کسی مجاہد سے خریدا ہوگا، بہر حال وہ انس بن مالک کی غلامی میں تھے، سیرین بڑے صناع تھے، کافی کماتے تھے، اس لیے انس رضی اللہ عنہ نے بیس یا چالیس ہزار لے کر انہیں کچھ عرصہ کے بعد آزاد کر دیا۔ (ابن خلکان)

ان کی بیوی صفیہ حضرت ابوبکر صدیق کی لونڈی تھیں اور ایسی لونڈی تھیں جن کی ذات آزاد عورتوں کے لیے قابل رشک ہے، ان کے نکاح میں تین امہات المومنین نے ان کو سنوارا تھا اور اٹھارہ بدری صحابہ شریکِ نکاح تھے، اور ان کے لیے دعائے خیر کی تھی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

پیدائش

ان دونوں کی شخصیت سے مل کر محمد بن سیرین کی ذات وجود میں آئی وہ ۳۳ھ میں تولد ہوئے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

Marfat.com

فضل وکمال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ذات وہ تھی جن کے معمولی تربیت یافتہ علم وعمل کے وارث ہوئے، ابن سیرین نے انہی کے دامنِ علم میں تربیت پائی تھی اور مدتوں ان کے ساتھ رہے تھے (تہذیب وتذکرۃ الحفاظ وابن سعد وغیرہ) انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے علاوہ اکابر صحابہ میں انہوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی زیادہ صحبت اٹھائی تھی اور ان کے اصحاب میں ان کا شمار تھا، تابعین میں وہ مدتوں سرتاجِ تابعین حضرت حسن بصری کی صحبت میں رہے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ان بزرگوں کے فیض صحبت نے ابن سیرین کو پیکر علم وعمل بنا دیا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: **کان ثقة مامونا عالیار فیعا اماما کثیر العلم ورعا** حافظ ذہبی لکھتے ہیں: **کان فقیھا اماما عزیز العلم ثقة ثبتا علامة التفسیر راسانی الورع**

تفسیر

انہیں جملہ علوم میں یکساں کمال حاصل تھا، امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ تفسیر، حدیث فقہ اور تعبیر رویا وغیرہ فنون میں امام تھے۔ (تہذیب الاسماء، ج اول)

حدیث

ابن سیرین حضرت انس رضی اللہ عنہ کے تربیت یافتہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور حسن بصری کے ہم جلیس تھے، جن میں سے ہر ایک حدیث کا رکن اعظم تھا، ان تینوں بزرگوں کے علاوہ انہوں نے اس فن شریف میں صحابہ میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، حسن رضی اللہ عنہ بن علی رضی اللہ عنہ، جندب بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ، عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ، عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ، ابو درداء رضی اللہ عنہ، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ، ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ ابو بکر ثقفی رضی اللہ عنہ، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ، اور غیر صحابہ علماء میں عکرمہ، شریح، حمید بن عبد الرحمٰن حمیری عبد اللہ ابن شقیق، عبد الرحمٰن بن ابی بکرہ، قیس بن عباد، مسلم بن یسار، یونس بن جبیر، عمرو بن وہب یحیی بن ابی اسحٰق حضرمی، خالد الحذا وغیرہ ایک بڑی جماعت سے روایتیں کی ہیں۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ان بزرگوں کے فیض نے ان کو علم حدیث کا دریا بنا دیا تھا، ابن سعد، حافظ ذہبی، امام نووی ابن حجر انہیں امام الحدیث لکھتے ہیں:

احتیاط

اس وسعتِ علم کے باوجود وہ بڑے محتاط تھے اور سماع اور روایت دونوں میں انتہائی احتیاط برتتے تھے، معمولی درجہ کے اشخاص سے تحصیل علم اور اخذ حدیث خلافِ احتیاط سمجھتے تھے؛ چنانچہ فرماتے تھے کہ یہ علم دین ہے، اس لیے اس کو حاصل کرنے

Marfat.com

سے پہلے اس شخص کو خوب اچھی طرح سے پرکھ لو جس سے اس کو حاصل کرنا ہے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

روایت میں اتنے محتاط تھے کہ احادیث کو بالفاظہا روایت کرتے تھے، تنہا معنی بیان کرنا کافی نہ سمجھتے تھے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) حدیث اس احتیاط سے بیان کرتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ کوئی چیز صاف کررہے ہیں، یا کسی چیز کا خوف ہے، انتہائی احتیاط کی بنا پر حدیثوں کا قلم بند کرنا پسند نہ تھا، فرماتے تھے کہ کتاب سے بچو، تمہارے اگلے لوگ کتابوں ہی سے سرگردان اور گمراہ ہوئے، اگر میں کسی چیز کو کتاب بناتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطوط کو بناتا لیکن حدیثوں کو حفظ کرنے کے لیے اس شرط پر ان کا قلمبند کرنا جائز سمجھتے تھے کہ حفظ کرنے کے بعد وہ مٹادی جائیں (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) روایت اور کتابتِ حدیث کے سلسلہ میں ایک باریک نکتہ ارشاد فرماتے تھے کہ اگر کسی بات کرنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی باتیں مواخذہ کے لیے قلم بند کی جاتی ہیں تو وہ گفتگو کم کردے (ایضاً) اس کا مقصد یہ ہے کہ جب معمولی باتوں میں باتیں کرنے والے مواخذہ کے خوف سے احتیاط کرنے لگتے ہیں تو حدیثوں کی کتابت میں تو بدرجہ اولی احتیاط کرنی چاہئے کہ اس کی بھول چوک میں زیادہ مواخذہ ہے اور کتابت کی بھول چوک کو دوام حاصل ہو جاتا ہے۔

ان کی مرویات کا پایہ

اس احتیاط کی بناء پر ارباب فن کے نزدیک وہ بڑے صادق القول اور ان کی روایات نہایت معتبر مانی جاتی تھیں، ہشام بن حسان کہتے تھے کہ میں نے انسانوں میں سب سے زیادہ سچا ابن سیرین کو پایا، بڑے بڑے ائمہ حدیث شائقین علم کو ان کا دامن پکڑنے کی ہدایت کرتے تھے، شعیب بن حجاب کا بیان ہے کہ شعبی ہم لوگوں سے کہتے تھے کہ تم لوگ ابن سیرین کا دامن پکڑو۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تلامذہ

حدیث میں ان کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا، بعضوں کے نام یہ ہیں، امام شعبی، ثابت، خالد الحذاء، داؤد بن ابی ہند، ابن عون، جریر بن حازم، ایوب، عاصم الاحول قتادہ، سلیمان التیمی، مالک بن دینار، امام اوزاعی، قرہ بن خالد، ہشام بن حسان اور ابو ہلال راسبی وغیرہ۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ میں بھی ان کا پایہ نہایت بلند تھا، وہ بالاتفاق اپنے عہد کے اکابر فقہاء میں تھے، ابن سعد، حافظ ذہبی، امام نووی اور ابن حجر وغیرہ تمام آئمہ فقہ میں ان کی امامت کے معترف ہیں (دیکھو کتب مذکور حالات ابن سیرین) ابن حبان کہتے ہیں کہ ابن سیرین فقیہ، فاضل، حافظ اور متقن تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

مہارت قضاء اوراس سے گریز

فقہی کمال کی بناء پرانہیں قضا میں بڑی مہارت تھی، عثمان رضی اللہ عنہ البتی کا بیان ہے کہ اس علاقہ میں ابن سیرین سے زیادہ قضاء کا عالم نہ تھا (ابن سعد، ج، ق، ص) ان کی مہارت قضا کی وجہ سے ان کے سامنے عہدہ قضا پیش کیا گیا، یہ اس کے خوف سے شام بھاگ گئے پھر عرصہ کے بعد وہاں سے مدینہ واپس آئے۔ (شذرات الذہب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فتاویٰ میں احتیاط

مسائل اور فتاویٰ کے جواب میں اتنے محتاط تھے کہ جواب دیتے وقت شدتِ احتیاط یا خوف سے گھبرا جاتے اوران کی حالت بدل جاتی، اشعث کا بیان ہے کہ ہم لوگ جب ابن سیرین کے پاس بیٹھتے تھے، تو وہ باتیں بھی کرتے تھے، ہنستے بھی تھے، حالات بھی پوچھتے تھے، لیکن جہاں ان سے فقہ کا کوئی مسئلہ یا حرام وحلال کے متعلق کچھ پوچھا جاتا تو اُن کا رنگ متغیر ہو جاتا اور یہ معلوم ہی نہ ہوتا کہ تھوڑی دیر پہلے وہ ہنس بول رہے تھے (ابن سعد، ج، ق اول ص) ابن عون کا بیان ہے کہ میں نے ایک مسئلہ میں ابن سیرین کی طرف رجوع کیا، انہوں نے جواب میں کہا میں یہ نہیں کہتا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے؛ بلکہ میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ (ابن سعد، ج اول، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

معاصر علماء کا اعتراف

اس عہد کے بڑے بڑے علماء اورارباب کمال انہیں ان کے زمانہ کا ممتاز فاضل سمجھتے تھے، ابن عون کہتے تھے کہ ساری دنیا میں تین آدمیوں کا مثل نہیں مل سکتا، عراق میں ابن سیرین کا حجاز میں قاسم بن محمد کا اور شام میں رجاء بن حیوۃ کا، اور پھر ابن سیرین ان تینوں میں فائق تھے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) ابن حبان لکھتے ہیں کہ محمد بن سیرین بصرہ کے سب سے بڑے متورع فقیہ، فاضل، حافظ، متقن اور معبر خواب تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

زہدوورع

ان کی ذات جامع العلم والعمل تھی، ان میں جس درجہ کا علم تھا، اسی درجہ کا عمل بھی تھا، وہ اپنے عہد کے بڑے عابد ومتورع بزرگ تھے، ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ کثیر العلم اور متورع تھے (ابن سعد) حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ راس المتورعین تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) خطیب کا بیان ہے کہ وہ متورع فقہاء میں تھے، عجلی کا بیان ہے کہ میں نے کسی کو ورع میں ان سے بڑا فقیہ اور فقہ میں ان سے زیادہ متورع نہیں دیکھا (تہذیب الاسماء) فرماتے تھے کہ ورع نہایت آسان شے ہے کسی نے پوچھا وہ کیسے فرمایا جس چیز میں شک معلوم ہو اس کو چھوڑ دو۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

خشیت الٰہی اور رقتِ قلب

طبعاً نہایت خندہ جبین اور خوش مزاج تھے، لیکن ان کا دل خشیت الٰہی سے لبریز تھا، یونس کا بیان ہے کہ ابن سیرین ہنس مکھ

Marfat.com

اور پر مذاق آدمی تھے لیکن گداز قلب اور خشیت الٰہی کا یہ حال تھا کہ جلوت میں ان کے لب ہنستے تھے، لیکن خلوت میں ان کی آنکھیں اشکبار رہتی تھیں، ہشام بن حسان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ ابن سیرین کے ساتھ مقیم تھے، دن میں انہیں ہنستا دیکھتے تھے اور رات کی تاریکی میں ان کے گریہ کی آواز سنتے تھے اور موت کے ذکر سے ان پر موت کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی، زہیر الاقطع کا بیان ہے کہ ابن سیرین جب موت کا ذکر کرتے تھے، تو ان کا ہر عضو بدن جیسے مر جاتا تھا۔

صحت عقیدہ

عقائد میں وہ سلف صالحین کے سادہ اور بے آمیز عقیدہ کے پابند تھے اس میں عقلی موشگافیوں اور جدتوں کو سخت ناپسند کرتے تھے، قدر کا مسئلہ ان کے زمانہ میں چھڑ چکا تھا، ابن سیرین کو اس سے سخت نفرت تھی، اس کو وہ سننا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔

ابن عون کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص ابن سیرین کے پاس آیا اور ان سے قدر کے متعلق کچھ باتیں کیں، انہوں نے اس کے جواب میں یہ آیت تلاوت کی۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَى وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ (النحل)

اللہ تعالیٰ عدل، احسان اور قرابت مندوں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور ناشائستہ باتوں اور زیادتی کرنے سے منع کرتا ہے تم لوگوں کو نصیحت کرتا ہے کہ اس کو یاد رکھو۔

یہ آیت سنا کر انہوں نے کانوں میں انگلیاں دے لیں اور باتیں کرنے والے شخص سے کہا تم میرے پاس سے چلے جاؤ، یا میں خود اٹھ جاتا ہوں، یہ نفرت دیکھ کر وہ شخص چلا گیا اس کے جانے کے بعد ابن سیرین نے کہا کہ میرا دل میرے اختیار میں نہیں ہے، مجھے ڈر تھا کہ وہ میرے دل میں ایسا خیال نہ پھونک دے جس کے دور کرنے پر مجھے کو قدرت نہ ہو، اس لیے میرے لیے یہی مناسب تھا کہ میں اس کی باتیں ہی نہ سنوں۔ (ابن سعد، ج، اول، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اسی طریقہ سے ایک مرتبہ آپ کے پاس ایک اعرابی آیا اور مذہب کے متعلق کچھ باتیں پوچھنے لگا، آپ اس کے جوابات دیتے رہے، کسی نے اس شخص سے کہا کہ ذرا قدر کے متعلق دریافت کرو، دیکھو کیا کہتے ہیں، اس نے پوچھا ابو بکر قدر کیبارہ میں آپ کی کیا رائے ہے انہوں نے کہا تم سے یہ کن لوگوں نے کہا ہے، پھر چند ساعت خاموش رہ کر فرمایا کسی کے اوپر شیطان کا بس نہیں ہے، جو شخص خود اس کی اطاعت کر لیتا ہے، اس کو وہ ہلاک کر دیتا ہے۔ (ابن سعد، ج، اول)

شدت احتیاط میں مالی نقصان

تجارت ایک ایسا شغل ہے جس میں زیادہ احتیاط برتنا خسارہ میں پڑنا ہے، ابن سیرین کا شغل تجارت تھا، وہ احتیاط کے سلسلہ میں خندہ پیشانی کے ساتھ نقصان اٹھاتے تھے، لیکن مشتبہ اشیاء کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے، ایک مرتبہ انہوں نے بیع کے طور پر غلہ خریدا، اس میں انہیں اسی ہزار کا فائدہ ہوا، لیکن ان کے دل میں شک پیدا ہو گیا کہ اس منافع میں سود کا شائبہ ہے: اس لیے

Marfat.com

پوری رقم چھوڑ دی حالانکہ اس میں مطلق ربوا نہ تھا۔ (ایضا، اول)

بعض مرتبہ اس احتیاط کی وجہ سے انہیں قید تک کی سزا اٹھانی پڑی، اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے چالیس ہزار کا غلہ خریدا، بعد میں انہیں اس کے متعلق کچھ ایسی باتیں معلوم ہوئیں، جنہیں وہ مکروہ سمجھتے تھے، اس لیے غلہ چھوڑ دیا یا خیرات کر دیا اور اس کی قیمت باقی رہ گئی، جس کے بدلہ میں انہیں قید ہونا پڑا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

اس واقعہ کے سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ چالیس ہزار کا روغن زیتون خریدا تھا، اس کے پیپوں میں چوہا نکلا، معلوم ہوا کہ یہ چوہا کولہو میں پڑ گیا تھا یہ معلوم کر کے انہوں نے کل تیل پھینکوا دیا، لیکن اتنی بڑی رقم نہ ادا کر سکے اور اس کی سزا میں قید کی مشقت اٹھانی پڑی۔ (تہذیب الاسماء، ج اول)

ایک روایت یہ ہے کہ عبداللہ بن عثمان بن ابی العاص ثقفی کی لڑکی نے ام محمد کے ہاتھ ایک لونڈی بیچی تھی، اس نے شکایت کی کہ ام محمد اس کو تکلیف پہنچاتی ہے، اس لیے لونڈی کو واپس کر و لیکن قیمت خرچ ہو چکی تھی، اس لیے سزا کاٹنی پڑی۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

جو سودا بیچتے تھے اسے گاہک کو اچھی طرح دکھا کر، خریداری پر لوگوں کو گواہ بناتے تھے، میمون بن مہران کا بیان ہے کہ میں کچھ کپڑے خریدنے کے لیے کوفہ گیا اور محمد بن سیرین کی دکان پر پہنچا جب میں بھاؤ کر کے کوئی کپڑا خریدتا تھا تو وہ مجھ سے تین مرتبہ پوچھتے تھے کہ تم اس کی خریداری پر راضی ہو، اس کے بعد بھی تشفی نہ ہوتی تھی اور وہ آدمیوں کو بلا کر گواہ بناتے تھے، ان مراحل کے بعد کہتے اب سامان لے جاؤ، حجاجی درہم سے سودا نہیں بیچتے تھے یہ احتیاط دیکھ کر میں اپنی ضرورت کا کل سامان انہی کے یہاں سے خریدتا تھا یہاں تک کہ کپڑا لپٹنے کا سامان بھی انہی کے یہاں سے لیتا تھا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

اس زمانہ میں چونکہ وزن کرنے کے پیمانوں کی مقدار گھٹتی بڑھتی رہتی تھی، اس لیے جب کسی سے مال قرض لیتے تھے تو رائج پیمانوں اوزان کے علاوہ کسی اور چیز سے تول کر مال لیتے تھے اور جس چیز سے تولتے اس کو مہر کر کے محفوظ کر دیتے تھے پھر جب مال واپس کرنے لگتے تو اسی مہر کردہ شے سے تول کر واپس کرتے اور فرماتے کہ وزن گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

تجارت کے سلسلہ میں اکثر ان کے پاس کھوٹے سکے آجاتے، یہ احتیاط کی بنا پر سب کو بے کار کر دیتے، ابن عون کا بیان ہے کہ جب ابن سیرین کے پاس کوئی کھوٹا سکہ آجاتا تو وہ اس سے کوئی چیز نہ خریدتے؛ چنانچہ ان کی وفات کے وقت اس قسم کے بیکار سکے پانسو کی تعداد میں جمع ہو گئے تھے۔ (ابن سعد، ج، اول، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

کسب حلال کی تلقین

دوسروں کو بھی کسب حلال کی تلقین کرتے تھے، لوگوں سے فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی جانب سے حلال روزی تمہارے لیے

Marfat.com

مقدر ہو چکی ہے، اسی کو تلاش کیا کرو، اگر تم حرام کے ذریعہ سے اس کو حاصل کرو گے، تو بھی اس سے زیادہ نہ ملے گی جو تمہارے لیے مقدر ہو چکی ہے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) دوسروں کو حرام مال سے بچانے کی کوشش یہاں تک کرتے کہ اگر آپ سے کوئی ناجائز مال حاصل کرنا چاہتا تو محض اس شخص کو مال حرام سے بچانے تک قسم کھا لیتے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ پر دو درہم کا دعویٰ کیا، آپ نے انکار کیا، مدعی نے کہا قسم کھاؤ، ابن سیرین تیار ہو گئے، لوگوں نے کہا دو درہم کے لیے قسم کھاتے ہیں جواب دیا میں جان بوجھ کر اس شخص کو حرام نہیں کھلا سکتا۔

(ابن سعد، ج، اول، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

امراء سلاطین کے ہدایا سے احتراز

غالباً اسی احتیاط کی بناء پر وہ امراء وسلاطین کے ہدایا نہ قبول کرتے تھے، ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز جیسے بزرگ نے ان کے اور حسن بصری کے پاس کچھ بھیجا، حسن بصری نے قبول کر لیا، لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ (ابن سعد، ج، اول)

خیانت سے احتراز

خیانت سے اس قدر بچتے تھے کہ ان جائز فوائد کو بھی جن میں خیانت کا کوئی خفیف پہلو بھی تصور کیا جا سکتا تھا، محض احتیاط کی وجہ سے چھوڑ دیتے تھے، ان کے قید کے زمانہ میں اتفاق سے جیل کا محافظ ان کا مرتبہ شناس تھا، اس نے ان سے کہا کہ آپ رات کو گھر چلے جایا کیجئے اور صبح ہوتے ہوئے پھر چلے آیا کیجئے، فرمایا میں سلطانی خیانت میں تمہاری مدد نہیں کر سکتا۔

(تہذیب الاسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

شہرت سے نفرت

شہرت سے بہت گھبراتے تھے اور اس سے بچنے کے لیے وہ عام مجلسوں میں نہیں شریک ہوتے تھے، فرماتے کہ میں صرف شہرت کے خوف سے تمہاری مجلسوں میں نہیں آتا (تہذیب الاسماء، ج، ص) وہ ہر ایسے امتیاز سے جس سے لوگوں کی توجہ ان کی طرف منعطف ہوتی بچتے تھے، اکثر نماز میں اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کو امامت کے لیے بڑھا دیتے، ابن عون کا بیان ہے کہ ابن ہبیرہ کے خروج کے زمانہ میں میں بھی ابن سیرین کے ساتھ نکلا، نماز کا وقت آیا تو انہوں نے مجھے نماز پڑھانے کا حکم دیا، میں نے اس کی تعمیل تو کی لیکن نماز پڑھانے کے بعد میں نے ان سے کہا کہ آپ تو فرمایا کرتے تھے کہ نماز اسی شخص کو پڑھانا چاہیے جس کو قرآن زیادہ یاد ہو، فرمایا مجھے یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ میں نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھوں اور لوگ یہ کہیں کہ محمد لوگوں کی امامت کرتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ماں کی اطاعت

ماں کے بڑے مطیع اور خدمت گزار تھے، ان کی بہن کا بیان ہے کہ ان کی ماں حجازی تھیں، اس لیے ان کو رنگین اور نفیس کپڑوں کا بڑا شوق تھا، ابن سیرین اس شوق کا اتنا لحاظ رکھتے تھے کہ جب ان کے لیے کپڑا خریدتے تھے تو محض کپڑے کی

Marfat.com

لطافت اور نرمی کو دیکھتے، اس کی مضبوطی کا مطلق خیال نہ کرتے تھے، عید کے لیے خود اپنے ہاتھوں سے ماں کے کپڑے رنگتے، میں نے کبھی ان کو ماں کے مقابلہ میں آواز بلند کرتے نہیں سُنا، جب ماں سے باتیں کرتے، تو اس آہستگی کے ساتھ جیسے کوئی راز کی بات کہہ رہے ہیں، ابن عون کا بیان ہے کہ ابن سیرین جس وقت اپنی ماں کے سامنے ہوتے تھے تو ان کی آواز اتنی پست ہوتی تھی کہ ناواقف آدمی انہیں بیمار سمجھتا تھا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عجز اور فروتنی

اپنے کو نہایت حقیر سمجھتے تھے، اپنی ذات کے لیے کسی قسم کا امتیاز پسند نہ کرتے تھے، چنانچہ کسی کو اپنے ساتھ چلنے نہ دیتے تھے، اگر کوئی شخص ساتھ چلنا چاہتا تو فرماتے اگر تم بلاضرورت چل رہے ہو تو لوٹ جاؤ، فرماتے تھے کہ اگر گناہوں میں بو ہوتی تو کوئی شخص بو کی شدت سے میرے قریب نہیں آسکتا تھا۔ (مختصر صفوۃ)

بے باکی اور بے خوفی

لیکن اس فروتنی اور تواضع کے ساتھ بڑے بے باک اور بے خوف تھے، بڑے سے بڑے خطرہ کو وہ دھیان میں نہ لاتے تھے، ابوقلابہ کہا کرتے تھے کہ محمد کی برابر کون طاقت رکھتا ہے، وہ نیزے کی نوک پر چڑھ جاتے تھے۔
(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

صاف دلی

بڑے صاف دل تھے، کبھی کسی پر رشک و حسد نہ کرتے تھے، خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بھلے برے کسی پر حسد نہیں کیا۔
(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

اجمالی رائے

غرض وہ اخلاقی اور مذہبی محاسن کا ایک مکمل ترین نمونہ تھے، ابوعوانہ کا بیان ہے کہ ابن سیرین کو دیکھ کر خدا یاد آتا تھا۔
(تذکرۃ الحفاظ، ج اول)

صحابہ اور تابعین پر ابن سیرین کا اثر

ان کے ان محاسن کا بڑے بڑے صحابہ اور تابعین پر اتنا اثر تھا کہ وہ ان سے جنازہ کی نماز پڑھانا باعث برکت سمجھتے تھے، انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے مرض الموت میں وصیت کی تھی کہ ابن سیرین انہیں غسل میت دیں اور ان کے جنازہ کی نماز پڑھائیں، اتفاق سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وفات کے زمانہ میں وہ قید تھے، اس لیے حاکم شہر سے حصولِ اجازت کے بعد وہ لائے گئے اور غسل، تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کے بعد پھر قید خانہ واپس کیے گئے (ابن خلکان) ابن عون کا بیان ہے کہ حسن بصری کی روپوشی کے زمانہ میں ان کی ایک لڑکی کا انتقال ہو گیا، میں نے جا کر ان کو اطلاع دی مجھے خیال تھا کہ وہ مجھ ہی کو نماز جنازہ پڑھانے کا حکم دیں گے، لیکن انہوں نے ضروری ہدایات دینے کے بعد ابن سیرین سے نماز جنازہ

Marfat.com

پڑھوانے کا حکم دیا۔ (ابن سعد، جلد اول)

وصیت ووفات

۱۱۰ میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے، آخر عمر میں چالیس ہزار کے مقروض ہو گئے تھے، اس کی بڑی فکر تھی، آپ کے صاحبزادے عبداللہ نے ادائیگی کی ذمہ داری اپنے اوپر لی، اس سعادت مندی پر ان کے لیے دعائے خیر کی، پھر وصیت فرمائی کہ تم لوگ خدا کا خوف کرتے رہنا، آپس میں صلح ومسالمت سے رہنا، اگر مومن ہونے کا دعویٰ ہے تو خدا اور رسول کی اطاعت کرنا، خدا نے تمہارے لیے ایک دین منتخب کیا ہے اسی پر مرنا، اس کا دعویٰ نہ کرنا کہ تم دین میں انصار کے بھائی اور موالی ہو، صدق اور عفاف زنا اور جھوٹ سے زیادہ بہتر اور پائدار ہیں، ان وصایا کے بعد جمعہ کے دن انتقال فرمایا اس وقت اسی سے اوپر عمر تھی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حلیہ اور لباس

بالوں میں کتم اور حنا کا خضاب کرتے تھے مونچھیں بہت ہلکی کترواتے تھے، لباس اچھا پہنتے تھے۔

اولاد

آپ کے تیس اولادیں ہوئیں، لیکن عبداللہ کے علاوہ کوئی زندہ نہ رہی۔

محمد بن عجلان رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

محمد نام، ابو عبداللہ کنیت، باپ کا نام عجلان تھا، فاطمہ بنت ولید بن ربیعہ قرشی کے غلام تھے۔

فضل وکمال

علم اور تقویٰ کے اعتبار سے ممتاز تابعی تھے، امام نووی لکھتے ہیں: کان اماما فقیھا عابدا ان کی ہر ادا علم میں ڈوبی ہوئی تھی، ابن مبارک کہتے تھے کہ ابن عجلان سے زیادہ کوئی شخص اہل علم سے مشابہ نہ تھا میں ان کو علماء میں یاقوت سے تشبیہ دیتا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث شریف

حدیث کے وہ ممتاز حافظ تھے، حافظ ذہبی انہیں امام اور قدوہ لکھتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

صحابہ میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے اور تابعین میں عکرمہ، نافع، سعید مقبری، سلیمان ابن ابی

Marfat.com

حازم اشجعی، ابراہیم بن عبداللہ، رجاء بن حیوۃ، عامر بن عبداللہ بن زبیر اعرج، ابی الزناد، زید بن اسلم، عبیداللہ بن مقسم، بکیر بن الاشج، علی بن یحییٰ، محمد بن یحییٰ بن حبان اور ابواسحٰق سبیعی وغیرہ سے استفادہ حدیث کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

عبیداللہ بن عمر منصور بن معتمر، مالک بن انس، لیث، سفیان ثوری، ابن عیینہ، حیوۃ ابن شریح، شعبہ، قطان اور عبداللہ بن ادریس وغیرہ جیسے اکابر آپ کے خوشہ چینوں میں تھے۔

فقہ وفتاویٰ

فقہ وفتاویٰ میں پوری دستگاہ رکھتے تھے، حافظ ذہبی ان کو مفتی اور فقیہ لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ، جلد اول) مسجد نبوی میں افتا کی خدمت انجام دیتے تھے۔ (تہذیب الاسماء، جلد اول)

حلقہ درس

اسی میں ان کا حلقہ درس تھا جس میں بڑے بڑے تابعین شریک ہوتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

زہد وورع

زہد وورع ان کا مخصوص طغریٰ کمال تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ عالم عامل ربانی اور کبیر القدر تھے (ایضا) ابن سعد کا بیان ہے کہ وہ عابد مرتاض تھے (تہذیب، ج،ص، بحوالہ ابن سعد) اپنے مذہبی کمالات کی وجہ سے مدینہ کے حسن بصری شمار کیے جاتے تھے، ایک مرتبہ ایک معاملہ میں جعفر بن سلیمان نے ان کو کوڑے لگوانے کا ارادہ کیا، اہل مدینہ نے اس سے کہا اگر حسن بصری سے اس قسم کا فعل سرزد ہو جاتا تو کیا تم ان کو مارتے، جعفر نے کہا نہیں، لوگوں نے کہا تو وہ مدینہ کے حسن بصری ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ، ج اول، ص)

وفات

۴۸ھ میں وفات پائی۔ (ایضا)

محمد بن علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

محمد نام، ابوجعفر کنیت، باقر لقب، حضرت امام زین العابدین کے فرزند ارجمند تھے، ان کی ماں ام محمد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، اس لیے آپ کی ذات گویا ریاض نبوی کے پھولوں کا وہ آتشہ عطر تھی۔

پیدائش

صفر ۵۷ھ میں مدینہ میں پیدا ہوئے، اس حساب سے ان کے جد بزرگوار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے

Marfat.com

وقت ان کی عمر تین سال کی تھی۔ (ابن خلکان، جلد اول، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضل وکمال

باقر اس معدن کے گوہر شب چراغ تھے، جس کے فیض سے ساری دنیا میں علم وعمل کی روشنی پھیلی، پھر حضرت امام زین العابدین جیسے مجمع البحرین باپ کے آغوش میں پرورش پائی تھی، ان موروثی اثرات کے علاوہ خود آپ میں فطرۃ تحصیلِ علم کا ذوق تھا، ان اسباب نے مل کر آپ کو اس عہد کا ممتاز ترین عالم بنا دیا تھا، وہ اپنے وفور علم کی وجہ سے باقر کے لقب سے ملقب ہو گئے تھیبقر کے معنی عربی میں پھاڑنے کے ہیں اسی سے البقر العلم ہے، یعنی وہ علم کو پھاڑ کر اس کی جڑ اور اندرونی اسرار سے واقف ہو گئے تھے (تذکرۃ الحفاظ، جلد اول، صفحہ وتہذیب الاسماء نووی جلد اول، ق اول ص) بعض علماء ان کا علم ان کے والد بزرگوار سے بھی زیادہ وسیع سمجھتے تھے، محمد بن منکدر کا بیان ہے کہ میری نظر میں کوئی ایسا صاحب علم نہ تھا، جسے علی ابن حسین پر ترجیح دی جاسکتی ہے، یہاں تک کہ ان کے صاحبزادے محمد کو دیکھا (تہذیب التہذیب) وہ اپنے عہد میں اپنے خاندان بھر کے سردار تھے، علامہ ذہبی لکھتے ہیں، کان سید بنی ھاشم فی زمانہ امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ جلیل القدر تابعی اور امام بارع تھے، ان کی جلالت پر سب کا اتفاق ہے ان کا شمار مدینہ کے فقہا اور ائمہ میں تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث ان کے گھر کی دولت تھی، اس لیے وہ اس کے سب سے زیادہ مستحق تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں، کان ثقۃ کثیر الحدیث والعلم

اس گنج گراں مایہ کو انہوں نے اپنے والد محترم امام زین العابدین، اپنے نانا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، اپنے دادا حضرت علی رضی اللہ عنہ، اپنے چچیرے دادا محمد بن حنفیہ اور اپنے جد امجد کے چچیرے بھائی عبداللہ بن جعفر اور عبداللہ بن عباس، اپنی دادی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور ام سلمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کے مخزن سے بالواسطہ حاصل کیا تھا، یعنی ان بزرگوں سے ان کی روایات مرسل ہیں، اپنے گھر کے باہر انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سعید بن مسیب، عبداللہ بن ابی رافع، حرملہ، عطاء بن یسار یزید بن ہرمز اور ابومرہ وغیرہ سے مستفید ہوئے تھے۔

تلامذہ

اس عہد کے بڑے بڑے آئمہ امام اوزاعی، اعمش، ابن جریج، امام زہری، عمرو بن دینار اور ابو اسحٰق سبیعی وغیرہ کا بر تابعین اور تبع تابعین کی بڑی جماعت آپ کے خرمن کمال کی خوشہ چین تھی۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ میں آپ کو خاص دستگاہ حاصل تھی، ابن برقی آپ کو فقیہ وفاضل کہتے ہیں امام نسائی فقہائے تابعین میں (تہذیب

Marfat.com

التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت۔) اور امام نووی مدینہ کے فقہا اور آئمہ میں شمار کرتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

زہد و عبادت

آپ نے ان بزرگوں کے دامن میں پرورش پائی تھی جن کا مشغلہ ہی عبادت تھا اور ایسے ماحول میں آپ کی نشو ونما ہوئی تھی جو ہر وقت خدا کے ذکر اور اس کی تسبیح و تحمید سے گونجا کرتا تھا، اس لیے عبادت کی وہی روح آپ کے رگ و پے میں سرایت کر گئی تھی، عبادت و ریاضت آپ کا محبوب مشغلہ تھا، شبانہ یوم میں ڈیڑھ سو رکعتیں نماز پڑھتے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) مسجدوں کی کثرت سے پیشانی پر نشان سجدہ تاباں تھا، لیکن زیادہ گہرا نہ تھا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

شیخین کے ساتھ عقیدت

اپنے اسلاف کرام اور بزرگان عظام کی طرح شیخین کے ساتھ قلبی عقیدت رکھتے تھے، جابر کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ محمد بن علی سے پوچھا کہ آپ کے اہل بیت میں کوئی ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کو گالیاں بھی دیتا تھا، فرمایا نہیں میں انہیں دوست رکھتا ہوں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

سالم بن ابی حفصہ کا بیان ہے کہ میں نے امام باقر اور ان کے صاحبزادے جعفر صادق سے ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کے بارہ میں پوچھا، انہوں نے فرمایا سالم میں انہیں دوست رکھتا ہوں اور ان کے دشمنوں سے تبری کرتا ہوں، یہ دونوں امام ہدیٰ تھے میں نے اپنے اہل بیت میں سے ہر شخص کو ان کے ساتھ تولا ہی کرتے پایا۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

صحت عقیدہ

بعض جماعتوں نے بہت سے ایسے غلط عقائد ان بزرگوں کی طرف منسوب کر دیئے ہیں، جن سے ان کا دامن بالکل پاک تھا وہ امور دین میں خالص اور بے آمیز اسلامی عقائد کے علاوہ کوئی جدید عقیدہ نہ رکھتے تھے، جابر روایت کرتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی سے پوچھا کیا اہل بیت کرام میں سے کسی کا یہ خیال تھا کہ کوئی گناہ شرک ہے، فرمایا نہیں میں نے دوسرا سوال کیا، ان میں کوئی رجعت کا قائل تھا فرمایا نہیں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وفات

مقام حمیمہ میں انتقال فرمایا، لاش مدینہ لا کر جنت البقیع میں دفن کی گئی (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) سنہ وفات کے بارہ میں بیانات مختلف ہیں بعض ۱۱۴، بعض ۱۱۷ھ اور بعض ۱۱۸ بتاتے ہیں (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) عمر کے بارہ میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ وہ اٹھاون سال کے تھے، دوسری یہ کہ وہ ۵۷ سال کے تھے، لیکن دوسری روایت قطعاً غلط ہے، پہلی اقرب الصحۃ ہے، اس لیے کہ ان کی پیدائش بالاتفاق ۵۷ھ میں ہوئی، اس حساب سے آپ کی عمر پہلے سنہ وفات کے مطابق اکسٹھ سال سے زیادہ ہوگی۔

Marfat.com

اولاد

امام باقر کی کئی اولادیں تھیں، جعفر، عبداللہ، یہ دونوں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پوتی ام فروہ کے بطن سے تھے، ابراہیم یہ ام حکیم بنت اسید کے بطن سے تھے، علی اور زینب یہ دونوں ام ولد سے تھے، ام سلمہ یہ بھی ام ولد سے تھیں، ان میں جعفر الملقب بہ صادق سب میں نامور ہیں اور آپ کے جانشین تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

لباس

امام باقر نہایت خوش لباس تھے، خز جو ایک بیش قیمت کپڑا ہے اور سادہ اور رنگین دونوں طرح کا لباس استعمال کرتے تھے، ابریشم کے بوٹے دار کپڑے بھی پہنتے تھے اور وسمہ اور کتم کا خضاب لگاتے تھے۔ (ایضا)

محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ

محمد نام، ابوحمزہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، محمد بن کعب بن حبان بن سلیم بن اسد قرظی ان کے والد کعب بنی قریظہ کے یہودی اور انصار کے قبیلہ اوس کے حلیف تھے، غزوہ قریظہ میں گرفتار ہوئے، لیکن بہت کم سن تھے، اس لیے چھوڑ دیے گئے۔

فضل وکمال

محمد بن کعب بڑے فاضل اور بلند مرتبہ تابعی تھے، ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ علم وفقہ میں مدینہ کے فاضل ترین علماء میں تھے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ بڑے اور ائمہ تابعین میں تھے۔

(تہذیب الاسماء، ج اول، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

قرآن

ان کو قرآن اور حدیث دونوں میں یکساں کمال حاصل تھا، عجلی ان کو ثقہ رجل صالح اور عالمِ قرآن لکھتے ہیں: (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) عون بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے تاویلِ قرآن کا ان سے بڑا عالم نہیں دیکھا (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) حافظ ذہبی مفسر قرآن لکھتے ہیں۔ (دول الاسلام ذہبی)

حدیث

حدیث کے ممتاز حافظ تھے، علامہ ابن سعد ثقہ عالم اور کثیر الحدیث لکھتے ہیں۔ (تہذیب التہذیب، بحوالہ ابن سعد)

حدیث میں انہوں نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ بن کعب بن عجرہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، زید بن ارقم ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابن عمرو بن العاص عبداللہ بن یزید خطمی، عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب براء بن عازب، جابر رضی اللہ عنہ

Marfat.com

اور انس بن مالک سے استفادہ کیا۔

ان سے فیض اٹھانے والوں میں ان کے بھائی عثمان، حکم بن عینیہ، یزید بن ابی زیاد، ابن عجلان، موسیٰ بن عبیدہ، ابو معشر، ابوجعفر خطمی، یزید بن الہاد، ولید بن کثیر، محمد بن المنکہد، عاصم ابن کلیب، ایوب بن موسیٰ، ابن ابی الموال، ابی المقدام اور ہشام بن زیاد وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب: بحوالہ ابن سعد)

فقہ

فقہ میں مدینہ کے ممتاز فقہاء میں شمار تھا کان من افاضل اھل المدینۃ علما وفقھا۔

زہد وورع

زہد وورع کی دولت سے بھی بہرہ مند تھے، ابن سعد ان کو علماء متورعین میں، حافظ ذہبی زاہد اور ابن عماد حنبلی علم صلاح اور ورع سے متصف لکھتے ہیں۔ (دول الاسلام)

وفات

۱۸۸ھ میں وفات پائی۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

محمد بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

محمد نام، ابوبکر کنیت، نسب نامہ یہ ہے، محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبداللہ بن شہاب ابن حارث بن زہرہ بن کلاب بن قرشی، زہری کے والد کا نام مسلم تھا، لیکن وہ اپنے دادا شہاب بن حارث کی نسبت سے ابن شہاب مشہور ہوئے، ان کے پردادا عبداللہ بن شہاب آغاز اسلام میں دوسرے عمائد قریش کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن تھے اور بدر واُحد کے مشہور معرکوں میں مشرکین کے ساتھ اسلام کے استیصال کے لیے نکلے تھے اور شرکائے احد کے، ان پر جوش مشرکین میں تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دینے یا خود لڑ کر مر جانے کا عہد کیا تھا۔ (ابن خلکان)

اسی دشمن اسلام کی نسل میں محمد بن مسلم پیدا ہوئے، جن کے دینی خدمات کو اسلامی تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی، وہ ان چند آئمہ اسلام میں سے ایک ہیں، جن کی ذات سے اسلام کے مذہبی علوم میں زندگی پیدا ہوئی اور اس کی روشنی سے ساری دنیائے اسلام منور ہوئی۔

حصول علم کی استعداد

علمی کمالات کے اعتبار سے ابن شہاب کا کوئی معاصر ان کا ہم پایہ نہ تھا، حصول علم کی استعداد ان میں فطری تھی، ذہانت

Marfat.com

ذکاوت اور قوت حافظ بے نظیر پائی تھی ذہین ایسے تھے کہ کسی مسئلہ کو دوبارہ سمجھنے کی ضرورت نہ پیش آئی تھی، حافظہ اتنا قوی تھا کہ ایک مرتبہ جو بات سن لی وہ ہمیشہ کے لیے لوح دل پر نقش ہوگئی، اور دوبارہ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑی (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ان کی قوت حافظہ کی یہ ادنیٰ مثال ہے کہ اسی دن میں پورا کلام اللہ حفظ کرلیا تھا، ساری عمر میں صرف ایک مرتبہ ایک حدیث میں کچھ شبہ پیدا ہوا تھا، لیکن پوچھنے کے بعد معلوم ہوا کہ جس طریقہ سے ان کو یاد تھی ویسی ہی تھی۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ذوق وطلب

اس ذہن اور حافظہ کے ساتھ ان کے ذوق اور طلب وجستجو کا بھی یہی حال تھا، علم وفن کا کوئی خرمن ایسا نہ تھا جس سے انہوں نے خوشہ چینی نہ کی ہو، آٹھ سال تک امام مدینہ سعید بن مسیب کی خدمت میں رہے تھے، اس عہد کا مدینہ وہ تھا جس کی گلی گلی علم وفن کا مرکز تھی یہاں کے تمام زن ومرد اور بوڑھے بچے ایک علمی درس گاہ تھے، ابن شہاب گھر گھر آ کر سب سے استفادہ کرتے تھے، ابو الزناد کا بیان ہے کہ ہم لوگ زہری کے ساتھ علماء کے گھروں کا چکر لگاتے تھے، زہری کے ساتھ تختیاں اور بیاضیں ہوتی تھیں، وہ جو کچھ سنتے جاتے تھے، اس کو قلمبند کرتے جاتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

علمی مجلسوں میں وہ سب سے پہلے جاتے اور بلا امتیاز بوڑھوں اور بچوں سب سے استفادہ کرتے تھے، ان مجلسوں سے نکلنے کے بعد وہ مدینہ کی گلیوں کا طواف کرتے اور تمام بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں تک سے استفادہ کرتے، سعد بن ابراہیم کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ زہری علم میں آپ لوگوں پر کیسے فائق ہوگئے، انہوں نے جواب دیا کہ وہ علمی مجالس میں سب سے پہلے آتے تھے، یہاں سے اٹھ کر وہ انصار کے گھروں پر جاتے اور کوئی جوان نوخیز ادھیڑ عمر مرد اور بوڑھی عورتیں باقی نہ رہتی، جس سے وہ فائدہ نہ حاصل کرتے ہوں، یہاں تک کہ پردہ نشین عورتوں تک کے پاس چلے جاتے۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

جہاں کسی فاضلہ خاتون کا پتہ چلتا فوراً اس کے پاس پہنچتے، ان کا خود بیان ہے کہ ایک مرتبہ قاسم بن محمد نے مجھ سے کہا کہ تم میں علم کی بڑی حرص ہے، اس لیے میں تم کو علم کے ظرف کا پتہ بتاتا ہوں، انہوں نے کہا ضرور بتائیے، قاسم نے کہا عبدالرحمن کی لڑکی کے پاس جاؤ، انہوں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ کے آغوش تربیت میں پرورش پائی ہے؛ چنانچہ میں ان کے پاس گیا، واقعی وہ علم کا بحر بیکراں تھیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ہمہ گیری

ان کا ذوق ہمہ گیر تھا، کسی خاص علم وفن کی تخصیص نہ تھی؛ بلکہ وہ ہر علم یکساں ذوق سے حاصل کرتے تھے اور جو کچھ سنتے تھے سب کچھ لکھ لیتے تھے، ابو الزناد کا بیان ہے کہ ہم لوگ صرف حلال وحرام کے مسائل قلمبند کرتے تھے اور زہری جو کچھ سنتے

Marfat.com

تھے، سب کچھ لکھ لیتے تھے، جب آگے چل کر ضرورت پڑی تو معلوم ہوا کہ وہ سب سے بڑے عالم ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

جامعیت

ان کے ذوق کی اس ہمہ گیری کی وجہ سے انہیں جملہ علوم وفنون میں یکساں دستگاہ حاصل تھی، جس فن پر وہ گفتگو کرتے تھے، معلوم ہوتا تھا کہ یہی ان کا خاص فن ہے، لیث کا بیان ہے کہ میں نے زہری سے زیادہ جامع شخصیت نہیں دیکھی، جب وہ ترغیب پر گفتگو کرتے تو معلوم ہوتا کہ وہ اسی کے بڑے عالم ہیں، جب قرآن اور سنت پر بولتے تو معلوم ہوتا یہی ان کا خاص فن ہے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) معمر کا بیان ہے کہ جن جن فنون میں ان کو درک تھا، ان میں وہ اپنا مثل نہ رکھتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

قرآن

قرآن کے وہ بڑے حافظ تھے اور اس کے متعلقات پر ان کی نظر اتنی وسیع تھی کہ کلام اللہ ان کا خاص موضوع معلوم ہوتا تھا، نافع نے جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جیسے حبر الامۃ کے تربیت یافتہ تھے، ان سے قرآن کا دورہ کیا تھا۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حدیث

اگرچہ ان کو جملہ فنون میں یکساں کمال حاصل تھا، لیکن ان کا خاص فن حدیث وسنت تھا، اس کا انہیں جتنا ذوق تھا اور جس مشقت سے انہوں نے صدہا خرمنوں سے ایک ایک دانہ چن کر علم کا انبار لگایا تھا، اس کے حالات اوپر گزر چکے ہیں، انہوں نے اس عہد کے تمام آئمہ اور اکابر علما کا علم اپنے دامن میں سمیٹ لیا تھا، ابن مدینی کا بیان ہے کہ حجاز میں ثقات کا سارا علم زہری اور عمرو بن دینار کے درمیان تقسیم تھا، ان کی احادیث کی تعداد دو ہزار دو سو تک پہنچی۔ (تہذیب)

سنن رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سنن صحابہ

انہیں سنن رسول اور سنن صحابہ کے ساتھ بڑا ذوق تھا اور مدینہ کے جملہ سنن انہوں نے قلمبند کر لیے تھے، صالح بن کیسان کا بیان ہے کہ وہ تحصیل علم میں زہری کے ساتھ تھے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ ہم کو سنن لکھ لینا چاہیے؛ چنانچہ ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام سنن لکھ لیے، سنن رسول کو قلمبند کرنے کے بعد انہوں نے کہا اب صحابہ کے سنن کو لکھنا چاہیے، لیکن سنن صحابہ ہم لوگوں نے نہیں لکھے اور انہوں نے لکھ لیے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کامیاب رہے اور میں نے موقع ضائع کر دیا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

مدینہ کے سنن رسول اور سنن صحابہ انہی کی ذات سے محفوظ رہے تھے، امام شافعی فرماتے تھے کہ اگر زہری نہ ہوتے تو مدینہ

Marfat.com

کے سنن ضایع ہو جاتے (تہذیب الاسماء) وہ بالاتفاق اپنے زمانہ کے سنن کے سب سے بڑے عالم تھے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اب ابن شہاب سے زیادہ سنت ماضیہ کا جاننے والا کوئی نہیں رہا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

علم حاضرہ

انہوں نے حافظہ ایسا پایا تھا کہ جو کچھ حاصل کیا تھا وہ سب محفوظ تھا، وہ خود کہا کرتے تھے کہ میں نے اپنے سینہ میں جو علم ودیعت کیا وہ نہیں بھولا (تہذیب) پھر حفظ کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ سیکڑوں حدیثیں سنا جاتے تھے اور جب پھر انہیں دہرانے کی ضرورت ہوتی تھی تو ایک حرف کا بھی تغیر وتبدل نہ ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے کسی لڑکے کے واسطے ان سے حدیثیں کہنے کی درخواست کی، انہوں نے چار سو حدیثیں قلمبند کرا دیں، ایک مہینہ کے بعد ہشام نے امتحاناً کہا کہ وہ مجموعہ گم ہو گیا، انہوں نے پھر لکھوا دیا، بعد میں دونوں مجموعوں میں مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف کا فرق نہ تھا (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) علاوہ ان احادیث سنن کے جو ان کے سینہ ہی میں رہ گئیں ان کی مرویات کی تعداد دو ہزار سے اوپر ہے (ایضاً) غرض حدیث میں ان کا پایہ نہایت بلند تھا، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کے مناقب اور ثناء وصفت اور ان کے حفظ کے کمالات شمار سے باہر ہیں۔ (تہذیب الاسماء، ج اول، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

مرویات کا پایہ

حفظ حدیث میں روایات کی کثرت سے زیادہ ان کی کیفیت اور نوعیت معیار کمال ہے، اس اعتبار سے زہری کی روایات کا جو پایہ تھا اس کا اندازہ ان رائیوں سے ہوگا عمرو بن دینار جو خود بہت بڑے محدث تھے فرماتے تھے کہ میں نے زہری سے زیادہ حدیث میں کسی کو انص نہیں دیکھا (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) امام احمد بن حنبل اور اسحٰق بن راہویہ کی رائے ہے کہ زہری کی وہ روایات اصح ہیں جو انہوں نے سالم سے اور سالم نے اپنے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہیں۔
(تہذیب الاسماء، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

شیوخ

چونکہ زہری نے ہر خرمن سے خوشہ چینی کی تھی، اس لیے ان کے شیوخ کا دائرہ نہایت وسیع تھا جن میں بہت سی فاضلہ خواتین بھی ہیں، ان کے عہد کے صحابہ اور اکابر تابعین میں کوئی ایسا شخص نہ تھا، جس سے انہوں نے استفادہ نہ کیا ہو، صحابہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن جعفر، ربیعہ بن عباد رضی اللہ عنہ، مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سہل بن سعد رضی اللہ عنہ، سائب بن یزید رضی اللہ عنہ، شبیب رضی اللہ عنہ، ابو جمیلہ رضی اللہ عنہ عبدالرحمٰن بن ازہر رضی اللہ عنہ، محمد بن ربیع رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ بن ربیعہ، ابو امامہ رضی اللہ عنہ، سعد بن سہل اور ابوالطفیل رضی اللہ عنہ، وغیرہ اکابر تابعین میں سعید بن مسیب، مدینہ کے ساتوں مشہور فقہاء ان کیعلاوہ تابعین کی ایک بڑی جماعت سے فیض اٹھایا تھا، جن کی فہرست بہت طویل ہے۔

Marfat.com

تلامذہ

ابن شہاب کی ذات مرجع انام تھی، اس لیے ان کے تلامذہ کی تعداد بھی بے شمار ہے ان میں سے بعض ممتاز تلامذہ حدیث کے نام یہ ہیں عطاء بن ابی رباح، عمر بن عبدالعزیز، عمرو بن دینار، صالح بن کیسان، یحییٰ بن سعید انصاری، ایوب سختیانی، عبداللہ بن مسلم زہری امام اوزاعی، ابن جریج محمد بن علی بن حسین، محمد بن منکدر، منصور بن معتمر، موسیٰ بن عقبہ، ہشام بن عروہ، امام مالک، معمر الزبیدی، ابن ابی ذیب لیث، اسحٰق بن یحییٰ کلبی اور بکر بن وائل وغیرہ۔ (تہذیب التہذیب، وتہذیب الاسماء، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ میں بھی بہت بلند پایہ رکھتے تھے، مدینہ کے ساتوں مشہور فقہا کا علم ان کے سینہ میں محفوظ تھا (ابن خلکان) ان کے علاوہ اس عہد کے تمام اکابر فقہاء کے علم کے وہ وارث تھے جعفر بن ربیعہ کا بیان ہے کہ میں نے عراک بن مالک سے پوچھا کہ مدینہ میں سب سے بڑا فقیہ کون ہے انہوں نے کہا سعید بن مسیّب عروہ اور عبداللہ بن عبداللہ، یہ نام گنانے کے بعد کہا میرے نزدیک زہری ان سب سے بڑے عالم تھے، اس لیے کہ انہوں نے ان سب کا علم اپنے علم میں شامل کر لیا تھا۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فتاوی

اس فقہی کمال کی وجہ سے وہ مدینہ کی مجلس افتا کے مسند نشین تھے، ان کے فتاوی کے تعداد اتنی زیادہ تھی کہ محمد بن نوح نے فقہی ترتیب سے اُن کو تین ضخیم جلدوں میں جمع کیا تھا۔ (علام الموقعین)

مغازی

مغازی کے وہ امام تھے، ان سے پہلے کسی نے مغازی کی طرف توجہ نہ کی تھی، تاریخ اسلام میں وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مغازی پر مستقل کتاب لکھی، امام سہیلی کے بیان کے مطابق یہ اس فن کی سب سے پہلی کتاب تھی، ان کی ذات سے مغازی اور سیرت کا عام مذاق پیدا ہو گیا، ان کے تلامذہ میں یعقوب بن ابراہیم محمد بن صالح، عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحٰق نے اس فن میں بڑا کمال پیدا کیا، خصوصاً آخر الذکر دونوں تلامذہ نے بڑی شہرت اور ناموری حاصل کی۔

علماء میں ابن شہاب کا درجہ

زہری کا علمی مرتبہ اس عہد کے تمام علماء اور ارباب کمال میں مسلم تھا، ایوب سختیانی کہتے تھے کہ میں نے زہری سے بڑا عالم نہیں دیکھا، کسی نے پوچھا حسن بصری کو بھی نہیں، انہوں نے پھر وہی جواب دیا کہ میں نے زہری سے بڑا کسی کو بھی نہیں پایا (تہذیب الاسماء) مکحول جنہوں نے تحصیل علم کے سلسلہ میں ساری دنیا چھان ماری تھی اور دنیائے اسلام کے تمام بڑے بڑے علماء سے ملے تھے، کسی نے پوچھا تم سب سے بڑے کس عالم سے ملے، انہوں نے جواب دیا ابن شہاب سے، امام مالک فرماتے

Marfat.com

تھے کہ دنیا میں زہری کا کوئی مثل نہ تھا، سعد بن ابراہیم یہاں تک مبالغہ کرتے تھے کہ میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زہری کے اتنا علم کسی میں نہ تھا۔ (تہذیب الاسماء، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

اشاعتِ علم

خدا نے زہری کو جس فیاضی کے ساتھ علم کی دولت عطا کی تھی، اسی فیاضی کے ساتھ انہوں نے اس کو تقسیم کیا اور اس کی اشاعت میں سعی بلیغ کی، فرمایا کرتے تھے نہ کسی نے تحصیل علم میں میری جیسی مشقت اٹھائی اور نہ اس کی اشاعت میں، ان کے تلامذہ کی فہرست سے ان کے علمی خدمات کا کسی قدر اندازہ ہوتا ہے۔

علمی انہماک

ان کی پوری زندگی علم میں ڈوبی ہوئی تھی اس کے سوا ان کا کوئی مشغلہ نہ تھا، علمی انہماک میں وہ دنیا و مافیہا حتی کہ بیوی تک سے بے خبر ہو جاتے تھے، جب گھر آتے تھے تو کتابوں کے ڈھیر میں گم ہو جاتے تھے، ان کی بیوی نے ایک دن تنگ آ کر کہا، خدا کی قسم یہ کتابیں میرے لیے تین سوتنوں سے زیادہ تکلیف دہ ہیں۔

عہدہ قضاء اور خلفاء سے تعلقات

عبدالملک، عمر بن عبدالعزیز اور ہشام وغیرہ جو چھ خلفاء زہری کے زمانہ میں تھے، ان سب سے ان کے گہرے تعلقات تھے، اس کا آغاز عبدالملک سے ہوا، عبدالملک خود بڑا صاحبِ علم اور جوہر شناس تھا، اگر وہ خلیفہ ہوکر برباد نہ ہوگیا ہوتا تو عہد تابعین کا نہایت جلیل القدر عالم ہوتا، امام شعبی اس کے علمی کمالات کے اتنے معترف تھے کہ فرماتے تھے، میں جن لوگوں سے ملا عبدالملک کے سوا اپنے کو سب سے افضل پایا، عبدالملک کے سامنے جب میں کوئی حدیث بیان کرتا یا شعر پڑھتا، تو وہ اس میں اور اضافہ کر دیتا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

زہری سب سے اول ۸۰ھ میں عبدالملک کے پاس دمشق گئے وہ ان کے علمی کمالات سے بہت متاثر ہوا، زہری مقروض تھے، ان کا کل قرض ادا کر دیا، قرض کی ادائیگی کے علاوہ اور بھی سلوک کیے اور انہیں دمشق کے عہدہ قضاء پر ممتاز کیا (ابن خلکان) اس تعلق سے زہری کا دمشق میں مستقل قیام ہو گیا تھا اور وہ عبدالملک ہی کے ساتھ رہتے تھے، اموی خلفاء میں عبدالملک کے بعد عمر بن عبدالعزیز بڑے صاحب علم اور جوہر شناس تھے، وہ زہری کو بہت مانتے تھے؛ بلکہ ان کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے، اوپر زہری کے بارہ میں ان کے بعض اقوال گزر چکے ہیں، انہوں نے تمام ممالک محروسہ میں اعلان کروایا تھا کہ سب لوگ ابن شہاب کی اقتدا کیا کریں کہ ان سے زیادہ سنت ماضیہ کا جاننے والا کوئی نہیں مل سکتا۔ (ابن خلکان، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

عبدالملک کی وفات کے بعد زہری اس کے لڑکے ہشام کے ساتھ رہنے لگے تھے (ایضا) پھر ہشام کے لڑکے کے اتالیق ہو گئے تھے، ہشام پر بھی ان کا بڑا اثر تھا اور وہ انہیں بہت مانتا تھا، اس نے ہزاروں روپیہ کا ان کا قرض ادا کیا، ہشام کے ساتھ

Marfat.com

ان کی درباری گفتگو اور حاضر جوابی کے بعض دلچسپ واقعات تاریخوں میں مذکور ہیں، ایک دن یہ اور ابوالزناد ہشام کے دربار میں تھے، ہشام نے ان سے سوال کیا کہ اہل مدینہ کے وظیفے کس مہینہ میں تقسیم ہوا کرتے تھے، زہری نے لاعلمی ظاہر کی، اس نے ابوالزناد سے پوچھا، انہوں نے بتایا محرم میں یہ جواب سُن کر ہشام نے زہری سے کہا کہ ابوبکر! یہ علم تم کو آج حاصل ہوا، زہری نے برجستہ جواب دیا امیر المومنین کی مجلس ایسی ہی ہے کہ اس سے علمی استفادہ کیا جائے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فیاضی

فیاضی اور سیر چشمی زہری کا نمایاں وصف تھا، وہ دولت کی کوئی حقیقت نہ سمجھتے تھے، عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ میں نے درہم و دینار کو زہری کی نگاہ سے زیادہ کسی کی نگاہ میں بے وقعت نہیں دیکھا، وہ اس کو اونٹ کی مینگنی سے زیادہ سمجھتے تھے، اسی کا نتیجہ تھا کہ بے دریغ روپیہ لٹاتے تھے اور بار بار مقروض ہو جاتے تھے، عبدالملک اور ہشام نے بارہا ان کا قرض ادا کیا، لیکن ان کی بخششوں نے ان کو ہمیشہ مقروض رکھا، ولید بن محمد موقری کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ زہری سے کہا کہ ابوبکر تم میں صرف ایک عیب قرض لینے کا ہے، جواب دیا مجھ پر قرض ہی کیا ہے، کل چالیس ہزار دینار کا قرض ہے اور میرے پاس چار غلام ہیں جن میں سے ایک چالیس ہزار دینار کا قرض ہے اور میرے پاس چار غلام ہیں جن میں سے ایک چالیس ہزار سے زیادہ بہتر ہے اور صرف ایک پوتا میرا وارث ہے میری تو تمنا یہ ہے کہ کسی کو میری وراثت نہ ملتی۔

وفات

۱۲۴ھ میں یہ آفتاب علم و عمل دنیا سے روپوش ہوا۔

حلیہ

قد پستہ تھا، سر پر کاکلیں تھیں۔

محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب

محمد نام، ابوعبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے محمد بن منکدر بن عبداللہ بن ہدایہ بن عبدالعزی ابن عامر بن حارث بن حارثہ بن سعد بن تیم بن مرہ تیمی قرشی مدنی۔

فضل و کمال

محمد بن منکدر فضل و کمال اور زہد و تقوی میں نہایت بلند پایہ رکھتے تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ان کی ثقاہت اور علمی و عملی برتری پر سب کا اتفاق ہے اور ان کے نام کے ساتھ امام اور شیخ الاسلام لکھتے ہیں، (تہذیب) حافظ ابن حجر ائمہ اعلام میں لکھتے

Marfat.com

ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

قرات

قرآن کے ممتاز قاری تھے، امام مالک انہیں سید القراء کہتے تھے۔ (تہذیب)

حدیث

حدیث کے بڑے نامور حافظ تھے، حافظ ذہبی امام وقت کے لقب سے یاد کرتے ہیں، حدیث میں انہوں نے صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت سے فیض اٹھایا تھا، صحابہ کرام میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جابر رضی اللہ عنہ، ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ، ربیعہ بن عبداللہ، عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، ابوقتادہ رضی اللہ عنہ، سفینہ رضی اللہ عنہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور تابعین میں سعید بن مسیب، عبیداللہ بن رافع عروہ بن زبیر معاذ بن عبدالرحمٰن تیمی سعید بن عبدالرحمٰن بن یربوع اور ابوبکر بن سلیمان سے روایتیں کی ہیں۔

صحابہ میں بعض بزرگوں سے ان کی روایت مرسل ہیں، لیکن علماء کے نزدیک ان کی مرسلات دوسروں کی مرفوع روایت سے زیادہ لائق اعتماد ہیں، ابن عیینہ کا بیان ہے کہ وہ صدق کی کان تھے، صلحاء ان کے پاس جمع ہوتے تھے، میں نے ان کے سوا کسی کو اس کا اہل نہیں دیکھا کہ وہ قال رسول اللہ کہے اور بے چون و چرا مان لیا جائے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ابراہیم کہتے تھے کہ وہ حفظ، اتقان اور زہد کے انتہائی درجہ پر تھے اور حجۃ تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

تلامذہ

جن لوگوں نے ان سے سماع حدیث کیا تھا ان میں ان کے صاحبزادے یوسف اور منکدر اور بھتیجے ابراہیم اور عبدالرحمٰن اور عام مستفیدین میں عمرو بن دینار، امام زہری، ایوب، انس بن عبید، سلمہ بن دینار، جعفر بن محمد صادق، محمد بن واسع، سعد بن ابراہیم، سہیل بن ابی صالح ابن جریج، علی بن زید، موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ ہشام بن عروہ اور یحییٰ بن سعید انصاری وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

فقہ

فقہ و فتویٰ میں بھی پورا درک تھا، مدینۃ الرسول کے صاحب افتا تابعین میں ان کا شمار تھا۔ (اعلام الموقعین)

زہد و ورع

زہد و تقویٰ کا رنگ بہت گہرا تھا اپنے نفس کی اصلاح کے لیے وہ بڑی سخت ریاضتیں کرتے تھے، مسلسل چالیس سال تک نفس پر ہر طرح کی سختیاں جھیلیں (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ وہ عابد و زاہد ترین

Marfat.com

لوگوں میں تھے، ابن عماد حنبلی لکھتے ہیں کہ ان کا گھر صلحاء اور عباد کا ماویٰ و مخزن تھا۔ (شذرات الذہب)

رقت قلب واثر پذیری

ان کے دل میں اتنا گداز تھا کہ کلام اللہ کی موثر آیات پڑھ کر بے اختیار آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے، ایک شب کو تہجد میں بہت روئے، صبح کو ان کے بھائیوں نے سبب پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس آیت پر گریہ طاری ہوا تھا۔

وَبَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ (الزمر)

ان لوگوں کے لیے خدا کی جانب سے ایسی چیز ظاہر ہوگی جس کا وہم و گمان بھی نہ کرتے تھے۔

حدیثوں سے تاثر کا بھی یہی حال تھا، امام مالک کا بیان ہے کہ جب ان سے کوئی حدیث پوچھی جاتی تو وہ رونے لگتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حج کا ذوق

حج کا اتنا ذوق وشوق تھا کہ مقروض ہونے کی حالت میں بھی حج کرتے تھے کسی نے اعتراض کیا کہ آپ قرض کا بار ہوتے ہوئے حج کرتے ہیں، فرمایا حج خود ہی قرض کی ادائیگی میں سب سے بڑا معین و مددگار ہے، جب حج کو جاتے تھے تو تنہا نہ جاتے ؛ بلکہ عورتوں اور بچوں سب کو ساتھ لے جاتے، کسی نے اس کے بارہ میں کہا، فرمایا ان کو خدا کے سامنے پیش کرتا ہوں۔

ان کی زندگی کا اثر دوسروں پر

ان کے دیکھنے سے نفس کی اصلاح ہوتی تھی، امام مالک کا بیان ہے کہ جب میں اپنے قلب میں قساوت محسوس کرتا تھا، تو جا کر ابن منکدر کو دیکھتا تھا، اس کا یہ اثر ہوتا تھا کہ چند دنوں تک نفس میری نگاہ میں مبغوض ہو جاتا تھا۔

ان کی زندگی کا اثر دوسروں پر

ان کے دیکھنے سے نفس کی اصلاح ہوتی تھی، امام مالک کا بیان ہے کہ جب میں اپنے قلب میں قساوت محسوس کرتا تھا، تو جا کر ابن منکدر کو دیکھتا تھا، اس کا یہ اثر ہوتا تھا کہ چند دنوں تک نفس میری نگاہ میں مبغوض ہو جاتا تھا۔

بہترین عمل اور بہترین دنیا

کسی نے ان سے پوچھا، آپ کے نزدیک سب سے افضل کون شے ہے، فرمایا مسلمانوں کو خوش کرنا، پوچھا سب سے پسندیدہ دنیا کون ہے، جواب دیا دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

۱۳۰ میں وفات پائی، عالم احتضار میں سخت رقت طاری ہوئی فرمایا مجھے اس آیت وَ بَدَا لَهُمْ مِنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ (الزمر) سے خوف ہے کہ مبادا میرے لیے بھی خدا کی جانب سے ایسی شے ظاہر ہو جو میرے وہم و گمان میں نہ ہو۔

Marfat.com

مسروق بن اجدع رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

مسروق نام، ابو عائشہ کنیت، ان کے والد کا خاندانی نام اجدع اور اسلامی نام عبدالرحمٰن تھا، وہ یمن کے مشہور خاندان ہمدان کے سردار اور عرب کے نامور شہسوار معدیکرب کے عزیز تھے، نسب نامہ یہ ہے مسروق بن اجدع، عبدالرحمٰن ابن مالک بن امیہ بن عبداللہ ابن مر بن سلیمان بن معمر بن حارث بن سعد بن عبداللہ بن وداعہ بن عمرو بن عامر بن ناشح ہمدانی۔

اسلام

مسروق نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا، عہد رسالت میں موجود تھے، ان کے گھرانے کے اور افراد اسی عہد میں مسلمان ہو گئے تھے، خود ان کے عزیز عمرو بن معدیکرب نے مدینہ جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا تھا (ابن سعد) لیکن مسروق اس عہد میں اس شرف سے محروم رہے، ان کے زمانہ اسلام کا صریح تذکرہ نہیں ملتا، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عہد صدیقی میں مسلمان ہو چکے تھے، ابن سعد میں خود ان کی زبانی یہ روایت ملتی ہے کہ میں نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عہد فاروقی

عہد فاروقی میں مسروق نمایاں نظر آتے ہیں، فاروقی عہد میں ایک مرتبہ وہ یمن کے وفد میں مدینہ آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے نام ونشان پوچھا: انہوں نے بتایا مسروق ابن اجدع، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اجدع شیطان ہے، تم مسروق بن عبدالرحمٰن ہو، اس وقت سے ان کے والد کا نام بدل گیا، ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے نہیں؛ بلکہ ان کے والد ہی سے نام پوچھ کر اجدع کے بجائے عبدالرحمٰن نام تجویز کیا تھا، (ایضا) بہر حال ان دونوں روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عہد فاروقی میں باپ بیٹے دونوں مدینہ آئے تھے۔

مسروق یمن کے نامور شہسواروں میں تھے، عہد فاروقی میں اپنے تین بھائی عبداللہ ابوبکر اور منتشر کے ساتھ قادسیہ کے مشہور معرکہ میں شریک ہوئے، تینوں بھائی شہید ہوئے مسروق کا لڑتے لڑتے ہاتھ شل ہو گیا اور سر میں گہرا زخم آیا، جس کا نشان ہمیشہ باقی رہا اس نشان کو وہ بہت محبوب رکھتے تھے، کہ شجاعت وجانبازی کی سند تھا اور اس کا مٹ جانا ناپسند کرتے تھے۔

(ابن اثیر)

حضرت عثمان کی حمایت

لیکن ان کی یہ شجاعت وشہامت اسلام کی خدمت کے لیے اور غیروں کے مقابلہ میں تھی، مسلمانوں کی خانہ جنگی میں ان کی

Marfat.com

تلوار نیام میں رہی، عثمانی عہد کے ہنگاموں میں انہوں نے کسی جانب سے حصہ نہیں لیا، لیکن بحیثیت خیر خواہِ اسلام کے وہ اپنے شہر (کوفہ) والوں کو اہل مدینہ کی اعانت اور حمایت پر آمادہ کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حضرت عثمان کی شہادت کے بعد جب جنگ جمل کی تیاریاں شروع ہوئیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حصولِ مدد کے لیے کوفہ بھیجا تو سب سے پہلے مسروق ان سے ملے اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے پوچھا ابوالیقظان تم لوگوں نے عثمان کو کس بات پر شہید کر دیا انہوں نے جواب دیا اپنی آبروریزی اور مار پر، مسروق نے کہا خدا کی قسم تم لوگوں نے جتنی سزا پائی تھی اس سے زیادہ انتقام لیا، اگر تم لوگوں نے صبر کیا ہوتا تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر تھا۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

خانہ جنگی سے احتراز

جنگ جمل سے خانہ جنگی کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ جنگ صفین تک جاری رہا، مسروق نے ان میں سے کسی میں حصہ نہیں لیا کوفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حامیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا، یہاں رہ کر مسروق کے لیے بچنا مشکل تھا، اس لیے وہ اپنے کو بچانے کے لیے کوفہ چھوڑ کر قزوین چلے گئے تھے۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

شعبی کا بیان ہے کہ مسروق کسی جنگ میں بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہ تھے جب ان سے پوچھا جاتا کہ تم نے علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ کیوں نہیں دیا، تو کہتے تم لوگوں کو خدا کا واسطہ دلا کر پوچھتا ہوں کہ فرض کرو کہ جب ہم لوگ ایک دوسرے کے مقابلہ میں صف آرا ہوں اور فریقین اسلحہ نکال کر ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہوں، اس وقت تمہاری آنکھوں کے سامنے آسمان میں کوئی دروازہ کھل جائے اور اس سے فرشتے اتر کر دونوں صفوں کے درمیان آ کر کہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا (النساء)

اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو تم ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ پر نہ کھاؤ، مگر یہ کہ تمہاری رضامندی سے تجارت سے حاصل ہو اور اپنے نفسوں کو ہلاک نہ کرو اللہ تمہارے حال پر رحیم ہے۔

تو ان کا یہ کہنا فریقین کے لیے جنگ سے مانع ہوگا یا نہیں، لوگ جواب دیتے ضرور ہوگا، اس وقت مسروق کہتے، خدا کی قسم تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ خدا آسمان کا دروازہ کھول چکا ہے اور اس کے راستہ سے ایک فرشتہ اتر کر تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ حکم سنا چکا ہے جو صحائف میں موجود ہے اور اس کو کسی شے نے منسوخ نہیں کیا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ایک دوسری روایت میں عامر بیان کرتے ہیں کہ مسروق نے مجھ سے کہا کہ جب مومنین کی دو جماعتیں آپس میں لڑنے کے لیے صف بستہ ہوں اور اس وقت آسمان سے کوئی فرشتہ نمودار ہو کر ندا دے کہ:

Marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

اے ایمان والوایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ۔

تو تمہارا کیا خیال ہے کیا لوگ جنگ کریں گے یا رُک جائیں گے میں نے کہا اگر وہ بے حس اور جامد پتھر نہیں ہیں تو ضرور رک جائیں گے، یہ جواب سُن کر انہوں نے کہا تو خدا کا ایک سماوی صفی اس حکم کے ساتھ ایک ارضی صفی پر نازل ہو چکا ہے، لیکن اس کے باوجود لوگ نہ رُکے، حالانکہ ایمان بالغیب عینی مشاہدہ کے بعد کے ایمان سے بہتر ہے، ایک روایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ نہ صرف خو کنارہ کش رہے؛ بلکہ عام مسلمانوں کو روکنے کے لیے صفین کے میدان تک گئے اور دونوں صفوں کے درمیان میں کھڑے ہو کر یہ وعظ سنا کر لوگوں کو جنگ سے روکتے (ابن سعد) لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ وہ خود نہیں شریک ہوئے اور کسی حیثیت سے بھی صفین میں نہیں گئے۔

قضاء

اموی [illegible] میں کچھ دنوں قاضی رہے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

۶۳ھ کے وسط میں مرض الموت میں مبتلا ہوئے، زندگی ہمیشہ سے متوکلانہ تھی، دولت دنیا سے کبھی دامن آلود نہ ہوا تھا، قضاءت کے زمانہ میں بھی کوئی معاوضہ نہ لیتے تھے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) اس لیے کفن تک کی کوڑی نہ تھی۔

شعبی کا بیان ہے کہ مسروق نے مرتے وقت کفن تک کی قیمت نہ چھوڑی اور اس کے لیے قرض کی وصیت کی، مگر یہ ہدایت کر دی کہ زراعت پیشہ اور چرواہے سے نہ لیا جائے؛ بلکہ مویشی رکھنے والے یا تجارت پیشہ سے لیا جائے، دمِ آخر بارگاہِ ایزدی میں عرض کیا، خدایا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ کی سنت کے خلاف طریقہ پر نہیں مر رہا ہوں، خدا کی قسم میں نے اپنی تلوار کے علاوہ کسی انسان کے پاس کوئی سونا اور چاندی نہیں چھوڑا ہے، اسی کے ذریعہ مجھے کفنانا، غالباً اس سے تلوار کو بیچ کر روپیہ حاصل کرنے کی طرف اشارہ تھا۔

ان وصایا کے بعد سلسلہ وسط میں وفات پائی اور یہیں سپرد خاک کیے گئے، ان کی وفات کے بعد بھی ان کا روحانی فیض جاری رہا، خشک سالی کے مواقع پر خلق اللہ ان کے مزار پُر انوار پر جمع ہو کر پانی کے لیے دعا کرتی تھی اور اس کی برکت سے پانی برستا تھا۔

فضل وکمال

علمی اعتبار سے علمائے تابعین میں تھے، انہیں آغاز عمر ہی سے طلب علم کا ذوق تھا، شعبی کا بیان ہے کہ ان سے زیادہ علم کا

Marfat.com

طلب کرنے والا کوئی نہ تھا، خوش قسمتی سے انہیں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ جیسی شفیق اور فاضلہ ماں مل گئی تھیں جو انہیں لڑکے کی جگہ سمجھتی تھیں، مسروق کے ساتھ ان کو مادرانہ محبت تھی، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ان کو متبنی بنالیا تھا (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) مگر یہ صحیح نہیں ہے، اس میں شبہ نہیں ہے کہ مسروق پر وہ غیر معمولی شفقت فرماتی تھیں اور انہیں بیٹا کہہ کر پکارتی تھیں، جب وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو شہد سے ان کی تواضع کرتی تھیں، ایک مرتبہ مسروق چند آدمیوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے حکم دیا کہ میرے لڑکے کے لیے شہد گھولو، حضرت عائشہ کے بعد مسروق نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے خرمنِ کمال سے خصوصیت کے ساتھ خوشہ چینی کی تھی اور ان کے نہایت ممتاز اصحاب میں تھے، ابن مدائنی کا بیان ہے کہ میں عبداللہ ابن مسعود کے اصحاب میں مسروق پر کسی کو ترجیح نہیں دیتا۔
(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

مسروق کے ذاتی شوق و جستجو اور ان دونوں بزرگوں کے فیض صحبت نے مسروق کو علماء اعلام میں بنا دیا، حافظ ذہبی ان کو فقیہ اور علمائے اعلام میں لکھتے ہیں (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت، توثیق، فضیلت اور امامت پر سب کا اتفاق ہے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) مرہ کہا کرتے تھے کہ کوئی ہمدانی عورت مسروق جیسا فرزند پیدا نہ کر سکی۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حدیث وسنت

حدیث وسنت میں مسروق کا علم خاصہ وسیع تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کانت لہ احادیث صالحۃ اس فن میں انہوں نے حضرت عائشہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، خباب بن ارت رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے اکابر صحابہ سے فیض پایا تھا، حدیث کے ساتھ وہ سنت کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فقہ وفتاویٰ

مسروق کا خاص فن تھا، اس میں وہ امامت واجتہاد کا درجہ رکھتے تھے وہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ان اصحاب میں تھے جن کا شغل ہی درس وافتا تھا (ایضا) افتا میں قاضی شریح ان سے مشورہ لیا کرتے تھے، شعبی کا بیان ہے کہ مسروق افتا میں شریح سے فائق تھے وہ ان سے مشورہ لیا کرتے تھے (ابن سعد) اور خود مسروق ان کے مشورہ سے بالکل بے نیاز تھے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

قضاء

اس فقہی کمال کی بنا پر انہیں قضاءت میں خاص ملکہ تھا اور یہ مشغلہ ان کے پسند خاطر بھی تھا، قاضی شریح کا فیصلوں میں ان

Marfat.com

سے مشورہ لینا اس کی سب سے بڑی سند ہے اوپر گزر چکا ہے وہ اموی دور میں کچھ دنوں قاضی بھی رہے انہیں قضاء سے اس قدر ذوق تھا کہ کہا کرتے تھے کہ مجھے کسی قضیہ میں صحیح اور حق کے موافق فیصلہ کرنا ایک سال کے جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ پسند ہے۔
(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضائل اخلاق

علم کے ساتھ مسروق عمل اور فضائل اخلاق کے زیور سے بھی آراستہ تھے۔

خشیت الٰہی

تمام محاسن اخلاق کا سرچشمہ خشیت الٰہی ہے مسروق اہل علم خوفِ خدا کو سمجھتے تھے اور اس کے مقابلہ میں غرور عمل کو جہل تصور کرتے تھے؛ چنانچہ فرماتے تھے کہ انسان کے لیے یہ علم کافی ہے کہ وہ خدا سے ڈرتا رہے اور جہل یہ ہے کہ اپنے علم پر غرور کرے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عبادت وریاضت

عابد مرتاض تھے، بڑی ریاضت کرتے تھے، نمازوں کی کثرت سے دونوں پاؤں ورم کر آتے تھے، خاص خاص زمانوں میں ان کی عبادت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی، طاعون کی وباء کے زمانے میں وہ عبادت کے لیے گوشہ تنہائی اختیار کر لیتے تھے، بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ طاعون کی وجہ سے ہٹ گئے ہیں؛ حالانکہ اس کی غرض محض عبادت ہوتی تھی، انس ابن سیرین کا بیان ہے کہ ہم لوگوں کو معلوم ہوا کہ مسروق طاعون سے بھاگتے تھے، لیکن محمد کو اس کا یقین نہ آیا، انہوں نے کہا ان کی بیوی سے چل کر پوچھنا چاہئے؛ چنانچہ ہم لوگوں نے جا کر ان سے پوچھا: انہوں نے کہا خدا کی قسم ایسا نہیں ہے، وہ کبھی بھی طاعون سے نہیں بھاگتے تھے؛ البتہ جس زمانہ میں طاعون کی وبا پھیلتی تو وہ کہتے کہ یہ شغل وذکر کے ایام ہیں میں چاہتا ہوں کہ تنہائی میں عبادت کروں؛ چنانچہ وہ عبادت کرنے کے لیے گوشہ خلوت اختیار کر لیتے تھے اور اپنے نفس کے اوپر ایسی سختیاں کرتے تھے کہ بسا اوقات میں ان کی حالت دیکھ کر ان کے پیچھے بیٹھ کر روتی تھی (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) حج کے زمانہ میں جب تک مکہ میں رہتے اس وقت سجدہ ہی میں سوتے رہتے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

توبہ واستغفار

وہ اپنے نفس کا محاسبہ اور گناہوں کو یاد کر کے ان کے لیے استغفار کرنا ضروری سمجھتے تھے؛ چنانچہ فرماتے تھے کہ انسان کے لیے ایسی مجالس ہونی چاہیے جن میں بیٹھ کر وہ اپنے گناہوں کو یاد کر کے خدا سے استغفار کرتے۔
(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

دنیا کی حقیقت

ان کی نگاہ میں دنیا کی کوئی حقیقت نہ تھی، وہ اس کو ایک مزبلہ سے زیادہ وقعت نہ دیتے تھے، ایک مرتبہ اپنے بھتیجے کا ہاتھ پکڑ

Marfat.com

کر ایک مزبلہ لے گئے اور فرمایا میں تم کو دنیا دکھاؤں، دیکھو یہ دنیا ہے کہ اس کو کھا کر دفنا دیا، پہن کر پرانا اور بوسیدہ کر دیا، سوار ہو کر لاغر کر دیا، اس کے لیے خون بہایا، محارم اللہ کو حلال اور رحم کو قطع کیا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

دنیا سے بے تعلقی

اس لیے دنیا کی جانب ان کا دل کبھی مائل نہ ہوا اور کسی دنیاوی شے میں ان کے لیے کوئی کشش نہ تھی، حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ ان کے ہم مذاق و ہم مشرب تھے ان میں اور مسروق میں راز و نیاز کی باتیں ہوا کرتی تھیں، ابن جبیر کا بیان ہے کہ مسروق نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا، سعید ابن جبیر کوئی ایسی شے نہیں جس کی جانب میلان خاطر باقی ہو بجز اس کے کہ اپنے چہروں کو اسی مٹی میں آلودہ کریں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

دولتِ دنیا سے بے نیازی

اس دل شکستگی کی وجہ سے وہ دولتِ دنیا سے ہمیشہ بے نیاز رہے لوگ ان کی خدمت کرنا چاہتے تھے، لیکن وہ قبول نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ خالد بن اسید نے ان کے پاس تیس ہزار کی رقم بھیجی، انہوں نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، ان کے اعزہ نے بہت سمجھایا کہ لے لیجئے اس صدقہ کیجئے گا، عزیزوں کے ساتھ سلوک کیجئے گا اور اس قبیل کے دوسرے کاموں میں لائیے گا مگر انہوں نے کسی طرح قبول نہ کیا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

توکل وقناعت

اس بے نیازی کی وجہ سے کبھی کبھی فاقہ کی نوبت آ جاتی تھی، لیکن توکل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا، ایک مرتبہ گھر میں کھانے کے لیے کچھ نہ تھا، بیوی نے کہا عائشہ کے باپ آج تمہارے بال بچوں کے کھانے کو کچھ نہیں ہے، یہ سن کر مسروق مسکرائے اور کہا خدا کی قسم وہ ضرور ان کے لیے رزق کا انتظام کرے گا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

انفاق فی سبیل اللہ

اس قناعت اور توکل کے باوجود بڑے فیاض اور سیر چشم تھے، جب انہیں کوئی رقم ہاتھ آ جاتی تھی تو اس کو خدا کی راہ میں صرف کر دیتے تھے، اپنی لڑکی کی شادی سائب بن اقرع کے ساتھ کی اور ان سے مہر کے علاوہ دس ہزار اپنے لیے حاصل کیے یہ کل رقم مجاہدین فی سبیل اللہ مساکین اور مکاتب غلاموں کی آزادی کے لیے مخصوص کر دی تھی۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

احتیاط

اتنے محتاط تھے کہ ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں احتیاط ملحوظ رکھتے تھے، جب کشتی پر سوار ہونے لگتے تو طہارت کے خیال سے ایک اینٹ ساتھ لے لیتے، جس پر سجدہ کرتے، جس کا کوئی کام ان سے نکلتا تھا، اس سے ہدیہ تک قبول نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی معاملہ

Marfat.com

میں ایک شخص کی سفارش کی، اس نے شکریہ میں ایک لونڈی لاکر پیش کی، یہ اسے دیکھ کر سخت برہم ہوئے اور کہا اگر مجھے پہلے تمہارے اس خیال کا علم ہوتا تو میں کبھی تمہاری سفارش نہ کرتا، جتنی سفارش کر چکا وہ کر چکا، اب جتنی ضرورت اور باقی رہ گئی ہے، اس کے بارے میں میں کچھ نہ کہوں گا، میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ جو شخص کسی کا حق دلانے یا ظلم کے انسداد کے لیے کسی کی سفارش کرے اور اس کے معاوضہ میں اس کو ہدیہ دیا جائے اور سفارش کرنے والا قبول کرلے تو وہ ہدیہ اس پر حرام ہے۔

مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

مسعود نام، ابوسلمہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے مسعر بن کدام بن ظہیر بن عبیداللہ بن حارث ابن عبداللہ بن عمرو بن مناف بن ہلال بن عامر بن صعصعہ قرشی عامری۔

فضل وکمال

مسعر علمی اور مذہبی دونوں کمالات کے اعتبار سے ممتاز ترین تابعین میں تھے، یعلی بن مرہ کا بیان ہے کہ مسعر کی ذات علم اور ورع دونوں کی جامع تھی (تذکرۃ الحفاظ) عراق میں ان کے پایہ کے علماء کم تھے ہشام بن عروہ کا بیان ہے کہ عراقیوں میں مسعر اور ایوب سے افضل ہمارے یہاں کوئی نہیں آیا (تہذیب التہذیب) امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔

(تہذیب الاسماء، ج، اول، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث کے وہ اکابر حفاظ میں تھے، امام ذہبی انہیں حافظ اور علمائے اعلام میں لکھتے ہیں ان کے حافظہ میں ایک ہزار حدیثیں محفوظ تھیں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حدیث میں انہوں نے عمرو بن سعید نخعی، ابواسحٰق سبیعی، عطاء، سعید بن ابراہیم ثابت ابن عبیداللہ انصاری، عبدالملک بن نمیر، ہلال بن خباب، حبیب بن ابی ثابت، علقمہ بن مرثد قتادہ معن بن عبدالرحمٰن مقدام بن شریح اور اعمش وغیرہ ایک کثیر جماعت سے استفادہ کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب، وتہذیب الاسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ان کی مرویات کا پایہ

ان کی روایات کی صحت کے لیے یہ کافی ہے کہ شعبہ کے پایہ کے محدث انہیں مصحف کہتے تھے (تذکرۃ الحفاظ) ان کی ذات ہی احادیث کی جانچ کے لیے معیار تھی؛ چنانچہ، میزان ان کا لقب ہوگیا تھا۔ (تہذیب)

Marfat.com

کم ایسے محدثین نکلیں گے جن کی مرویات پر کسی نہ کسی حیثیت سے تنقید نہ کی گئی ہو؛ لیکن مسعر کی ذات اس سے مستثنیٰ تھی۔
(تہذیب التہذیب)

آئمہ حدیث شک واختلاف کے موقع پر ان کی طرف رجوع کرتے تھے، سفیان ثوری کا بیان ہے کہ جب ہم لوگوں میں (حدیث کی) کسی چیز کے بارہ میں اختلاف ہوتا تھا، تو مسعر سے پوچھتے تھے (تہذیب الاسماء) ابراہیم بن سعد کہتے تھے کہ جب سفیان اور شعبہ میں کسی کے بارہ میں اختلاف ہوتا تھا تو میزان مسعر کے پاس جاتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ)

احتیاط

اس محدثانہ کمال کے باوجود وہ روایت حدیث میں بڑے محتاط تھے، اس ذمہ داری سے وہ اس قدر گھبراتے تھے کہ فرماتے تھے کہ کاش! حدیثیں میرے سر پر شیشوں کا بار ہوتیں کہ گر کر چور چور ہو جاتیں، ان کی احتیاط شک کے درجہ تک پہنچ گئی تھی، ابو نعیم کا بیان ہے کہ مسعر اپنی احادیث میں بڑے شکی تھے، لیکن وہ کوئی غلطی نہ کرتے تھے، اعمش کہا کرتے تھے کہ مسعر کا شیطان ان کو کمزور کر کے شک دلاتا رہتا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ان کے اس شک نے ان کی احادیث کا درجہ اتنا بلند کر دیا تھا کہ محدثین ان کے شک کو یقین کا درجہ دیتے تھے، اعمش سے بعض لوگوں نے کہا کہ مسعر اپنی حدیثوں میں شک کرتے ہیں، انہوں نے کہا ان کا شک اوروں کے یقین کے برابر ہے۔
(اعلام الموقعین، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ میں اگرچہ کوئی قابلِ ذکر شخصیت نہ تھی، تاہم کوفہ کی صاحبِ افتا جماعت میں تھی۔

حلقہ درس

مسجد میں حلقہ درس تھا، عبادت کے معمولات کے بعد روزانہ مسجد میں بیٹھ جاتے تھے اور شائقین حدیث ارد گرد حلقہ باندھ کر استفادہ کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

زہد و عبادت

ان کی ماں بڑی عابدہ تھیں، ان کے فیضِ تربیت کا مسعر پر بڑا گہرا اثر پڑا تھا، ان کی ماں بھی مسجد میں نماز پڑھتی تھیں، اکثر دونوں ماں بیٹے ایک ساتھ مسجد میں جاتے، مسعر نمدہ لیے ہوتے تھے، مسجد پہنچ کر ماں کے لیے نمدہ بچھا دیتے، جس پر کھڑی ہو کر وہ نماز پڑھتیں مسعر علیحدہ مسجد کے اگلے حصہ میں نماز میں مشغول ہو جاتے تھے، نماز تمام کرنے کے بعد ایک مقام پر بیٹھ جاتے اور شائقین حدیث آ کر جمع ہو جاتے، نماز تمام کرنے کے بعد ایک مقام پر بیٹھ جاتے اور شائقینِ حدیث آ کر جمع ہو جاتے، مسعر انہیں حدیثیں سناتے، اس درمیان میں ان کی ماں عبادت سے فارغ ہوتیں، مسعر درس سے فارغ ہونے کے بعد ماں کا نمدہ اٹھاتے اور ان کے ساتھ گھر واپس آتے (ایضاً) ان کے صرف دو ٹھکانے تھے گھر یا مسجد، کثرتِ عبادت سے پیشانی پر اونٹ کے

Marfat.com

گھٹنے کی طرح نہایت موٹا گھٹا پڑ گیا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

روزانہ نصف قرآن کی تلاوت کرتے تھے، ان کے صاحبزادے محمد کا بیان ہے کہ والد آدھا قرآن ختم کیے بغیر نہ سوتے تھے (ایضاً:٥) وہ کسی درجہ پر پہنچ کر رکے نہیں اور ان کے روحانی مدارج ہمیشہ ترقی پذیر رہے، ابن عیینہ کا بیان ہے کہ میں نے مسعر کو خیر میں ہر روز ترقی کرتے دیکھا (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) معن کا بیان ہے کہ ہم نے ان کو ہر دن سے پہلے دن سے افضل پایا وہ عبادت وریاضت اور فضائل اخلاق کے اس درجہ پر پہنچ گئے کہ لوگ اس کے جنتی ہونے میں کوئی شک نہ کرتے تھے، حسن بن عمارہ کہا کرتے تھے کہ اگر مسعر جیسے آدمی بھی جنت میں داخل نہ ہوں گے تب تو جنتیوں کی تعداد بہت ہی کم ہوگی۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ابن مبارک یا کسی اوپر اور اسی درجہ کے کسی بزرگ ان کے فضائل سے متاثر ہو کر ان کی شان میں یہ اشعار کہے تھے۔

من کان ملتمسا جلیسا صلحا فلیات حلقة مسعوبن کدام

جس شخص کو اچھے جلیس کی تلاش ہو اس کو مسعر بن کدام کے حلقہ میں آ جانا چاہیے

فیها السکینة والوقاروا علها اهذ العفاف وعلیه الا قوام

اس میں سکینہ ہے اور وقار ہے اور اس کے ارکان پاکباز اور اونچے درجے کے ہیں۔

دولت دنیا سے بے نیازی

دنیا اور اس کے شان وشکوہ سے بالکل بے نیاز تھے؛ چنانچہ حکومت کے عہدوں کو وہ آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے، ابو جعفر عباسی آپ کا عزیز تھا اس نے ان کو کسی مقام کا والی بنانا چاہا، انہوں نے کہا میرے گھر والے تو مجھے دو درہم سودا لانے کے لائق بھی نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں ہم تمہارا دو درہم کا سودا کرنا بھی نہیں پسند کرتے، اور تم مجھے والی بنانا چاہتے ہو، خدا تم کو صلاحیت دے، ہماری قرابت داری ہے، اس لیے ہمارا حق ہے (کہ ہم بھی کچھ کہہ سکیں) ان کے اس عذر پر ابو جعفر نے ان کو اس خدمت سے معاف کر دیا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

خوش اخلاق

نہایت خوش اخلاق تھے، دوسروں کے جذبات کا بڑا لحاظ رکھتے تھے، جب کبھی انہیں کوئی ایسی حدیث سناتا جس سے وہ خود اس شخص سے زیادہ واقف ہوتے، تو وہ محض اس کی دل شکنی اور احترامِ حدیث کے خیال سے انجان بن کر نہایت خاموشی سے سنتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وفات

باختلافِ روایت، ۱۵۲ یا ۱۵۵ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔

Marfat.com

مسلم بن یسار رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

مسلم نام، ابوعبداللہ کنیت، مشہور صحابی حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بن عبیداللہ تیمی کے غلام تھے۔

فضل وکمال

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ میں ہیں، ان کی ذات علم وعمل کا مجمع البحرین تھی، ان کی غلامی کے فیض اور مدینۃ الرسول کے قیام سے مسلم کا دامن علم وعمل کی دولت سے معمور ہو گیا تھا (ابن سعد، ج، ق اول، ص) علامہ ابن سعد لکھتے ہیں "کان مسلم ثقۃ فاضلا عابدا اورعا مسلمن") ثقہ فاضل عبادت گذار اور ورع تھے، ابن عون کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں مسلم پر کسی کو فضیلت نہیں دی جاتی تھی۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

مدینہ کے قیام کی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عباس اور ابن عمر جیسے اکابر امت اور ابی الاشعث صنعانی، حمران بن ابان وغیرہ سے حدیث میں استفادہ کا موقع ملا تھا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ثابت البنانی، یعلی بن حکیم، محمد بن سیرین، ایوب سختیانی، ابونضرہ بن قتادہ، صالح ابو الخلیل، محمد بن واسع، عمرو بن دینار، اور آبان بن ابی عیاش جیسے علماء ان کے زمرہ تلامذہ میں تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

فقہ

فقہ میں ان کا پایہ نہایت بلند تھا، ان کا شمار بصرہ کے ان پانچ فقہاء میں تھا جو اپنے زمانہ کے امام سمجھے جاتے تھے۔

(تہذیب الاسماء، جلد اول، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضائل اخلاق

ان کے علم سے زیادہ ان کا عمل تھا، ابن سعد ان کو عابد اور متورع لکھتے ہیں۔ (ابن سعد، ج، اول) ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ بصرہ کے عبادت گزار بزرگوں میں تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

شرط ایمان

آپ کے نزدیک ایمان باللہ کے لیے یہ ضروری تھا کہ اس کی تمام ناپسندیدہ چیزوں کو ترک کر دیا جائے؛ چنانچہ فرماتے تھے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بندہ کا ایمان کس کام آ سکتا ہے، اگر وہ خدا کی ناپسندیدہ باتوں کو نہیں چھوڑتا۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

نماز میں ذوق واستغراق

ان کی نماز بڑے کیف اور استغراق کی ہوتی تھی، جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ان کو نور القاء ہو رہا ہے، ابن عون کا بیان ہے کہ جب وہ نماز میں ہوتے تھے، تو بے جان لکڑی معلوم ہوتے تھے، بدن اور کپڑے میں ذرا حرکت نہ ہوتی تھی، نماز کی حالت میں کیسے ہی خطرہ کی اور گھبرا دینے والی صورت پیش آ جاتی ان پر اس کا مطلق اثر نہ ہوتا تھا، ایک مرتبہ وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ ان کے پہلو ہی میں آگ لگی اور لگ کر بجھ بھی گئی؛ لیکن ان کو مطلق خبر نہ ہوئی۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

مرض کے علاوہ جب کہ انسان بالکل مجبور ہو جاتا ہے اور کسی حالت میں خدا کے حضور میں بیٹھ کر تضرع پسند نہ تھا، ایک مرتبہ کسی نے کشتی میں بیٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق پوچھا: فرمایا میں اسے پسند نہیں کرتا کہ خدا مجھے مرض کے علاوہ اپنی نماز میں بیٹھا ہوا دیکھے دعوت الی الصلوٰۃ کا اتنا لحاظ تھا کہ اگر دور سے کانوں میں اذان کی آواز آ جاتی تو اسی مسجد میں جا کر نماز پڑھتے، ایک مرتبہ کسی مسجد سے واپس جا رہے تھے کہ کچھ دور جا کر اذان کی آواز سنی اسے سُن کر پھر مسجد لوٹ گئے، موذن نے پوچھا آپ لوٹ کیوں آئے، فرمایا تم نے لوٹا دیا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

مسجد کی خدمت ان کا خاص مشغلہ تھا، مسجدوں میں چراغ جلایا کرتے، اس مشغلہ کی وجہ سے مسلم المصبح یعنی چراغ جلانے والے مسلم، ان کا لقب ہو گیا تھا۔

پابندی سنت میں اہتمام

سنت کی پابندی میں بڑا اہتمام تھا، معمولی معمولی سنتیں بھی نہ چھوٹنے پاتی تھیں، محض سنت کے خیال سے جوتا پہن کر نماز پڑھتے تھے، اور فرماتے تھے کہ جوتا اتارنا میرے لیے آسان ہے، لیکن محض پابندی سنت کے خیال سے جوتوں میں نماز پڑھتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خرمے سے روزہ افطار کرتے تھے، اس لیے ان کا افطار بھی خرمے ہی سے ہوتا تھا۔

(ابن سعد، ج، اول، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

کتاب اللہ کا احترام

کتاب اللہ کا اتنا احترام ملحوظ رہتا تھا کہ جس ہاتھ سے قرآن پکڑتے تھے اس کو محلِ نجاست سے مس نہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں داہنے ہاتھ سے شرمگاہ کو مس کرنا برا سمجھتا ہوں؛ کیونکہ اس سے قرآن پکڑنا پڑتا ہے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ریا، جہل اور شیطان کا آلہ

ریا اور دکھاوے کو جہالت اور شیطان کا آلہ سمجھتے تھے فرماتے تھے کہ تم لوگ نمائش سے بچو؛ کیونکہ وہ عالم کی جہالت کی ساعت ہے، اسی کے ذریعہ سے شیطان لغزش پیدا کرتا ہے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

Marfat.com

حلم ومتانت

نہایت متین اور حلیم الطبع تھے، اشتعال کے موقع پر بھی زبان سے کوئی ناروا کلمہ نہ نکلتا تھا، کبھی کسی کو گالی نہیں دی، غیظ وغضب کیموقع پر جو سب سے زیادہ سخت لفظ ان کی زبان سے نکلتا تھا، وہ یہ تھا کہ اب مجھ سے قطع تعلق کرلو جب وہ یہ الفاظ کہہ دیتے تو لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ اس کے بعد غصہ کا کوئی درجہ باقی نہیں رہ گیا ہے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

فتنہ اشعث کے ابتلاء پر تاسف

اس متانت طبع کا نتیجہ یہ تھا کہ شوروشر اور جنگ وجدال کو سخت ناپسند کرتے تھے، لیکن محمد بن اشعث کی شورش میں جس میں متعدد اکابر تابعی مبتلا ہو گئے تھے، ان کا دامن بھی محفوظ نہ رہ سکا اور اس میں وہ شریک ہو گئے تھے، گواس میں بھی انہوں نے تلوار نہیں اٹھائی، لیکن محض شرکت پر سخت متاسف تھے، ابوقلابہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مکہ کے سفر میں میرا اور مسلم کا ساتھ ہوا انہوں نے اشعث کے فتنہ کا ذکر کر کے کہا الحمد للہ میں نے اس فتنہ میں نہ کوئی تیر پھینکا، نہ نیزہ مارا، اور نہ تلوار چلائی، میں نے کہا لیکن یہ بتائیے کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوگا جنہوں نے آپ کو صف میں کھڑا دیکھ کر کہا کہ مسلم بن یسار اس جنگ میں ہیں اور وہ ناحق کسی معاملہ میں شریک نہیں ہو سکتے، یہ خیال کر کے وہ لڑے اور مارے گئے، یہ سُن کر وہ بے تحاشا رونے لگے، ان کی یہ حالت دیکھ کر مجھے ندامت ہوئی کہ میں نے ایسا کیوں کہا۔

(ابن سعد، ج، اول، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

وفات

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ۱۰۰ یا ۱۰۱ میں وفات پائی۔

مطرف بن عبداللہ

نام ونسب

مطرف نام، ابوعبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے مطرف بن عبداللہ بن الشخیر بن عوف بن کعب بن وقدان بن الحریش بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ

پیدائش

مطرف عہد نبوی میں پیدا ہو گئے تھے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) لیکن صغرسنی یا بُعدِ مسافت کی وجہ سے شرف زیارت سے محروم رہے۔

Marfat.com

ذوق علم

مطرف کو تحصیلِ علم و کمال کا بڑا ذوق و شوق تھا، اس کے فضل کو وہ عبادت کے فعل سے زیادہ پسند کرتے تھے۔
(ابن سعد، ج، اول، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضل و کمال

اس ذوق نے ان کو علمی کمالات، زہد و ورع اور تہذیب اخلاق جملہ فضائل کمالات کا پیکر بنا دیا تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ ان کی ذات میں فضل و ورع، روایۃ اور عقل و ادب سب جمع تھے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ علم و عمل میں سرخیل تھے، اسلام میں ان کی خاص جلالتِ شان اور لوگوں کے دلوں میں ان کی خاص وقعت تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

ان کے زمانہ میں صحابہ کی بڑی تعداد موجود تھی، اور انہوں نے ان کے فیوض و برکات سے پورا استفادہ کیا؛ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، ابوذر رضی اللہ عنہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مغفل، عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ، عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیثیں روایت کی ہیں ان سے فیض پانے والوں میں ان کے بھائی ابو العلاء یزید، بھتیجے عبداللہ بن ہانی اور حسن بصری حمید بن ہلال، ابونصرہ، غیلان بن جریر، سعید بن ابی ہند، محمد بن واسع ابو التیاح، ثابت البنانی، عبدالکریم بن رشید، سعید الحریری اور ابوسلمہ، سعید بن یزید وغیرہ لائقِ ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ میں پورا ادرک حاصل تھا، بصرہ کے مفتیوں میں تھے۔ (اعلام الموقعین، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

زہد و ورع

ان کے علم کے مقابلہ میں ان کے عمل اور زہد و ورع کا پلہ بھاری تھا، علامہ ابن سعد انہیں متورعین میں لکھتے ہیں (ابن سعد، ج، ق اول، ص) عجلی لکھتے ہیں کہ وہ کبار تابعین میں اور رجل صالح تھے، ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ بصرہ کے عابد و زاہد تابعین میں تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

شور و فتن سے اجتناب

اس زہد و ورع کی وجہ سے وہ شور و شر اور انقلاب و ہنگامہ آرائی سے بہت گھبراتے تھے اور اس کو ابتلا سمجھتے تھے، فرماتے تھے کہ فتنہ رہبری اور رہنمائی کے لیے نہیں؛ بلکہ مومن کو اس کے نفس سے لڑا دینے کے لیے اٹھتا ہے، ان کے زمانہ میں بڑے

Marfat.com

بڑے، انقلابات وحوادث ہوئے، لیکن انہوں نے اپنا دامن ان سے بچائے رکھا، عموماً فتنہ کے زمانہ میں وہ کسی طرف نکل جاتے تھے اور اگر نہ نکل سکتے تھے، عقبہ کا بیان ہے کہ میں نے مطرف کے بھائی یزید بن عبداللہ سے پوچھا کہ جب فتنہ موجزن ہوتا تھا تو مطرف کیا کرتے تھے، انہوں نے بتایا کہ گھر کے اندرونی حصہ میں گوشہ گیر ہوجاتے تھے اور جب تک فتنہ کے شعلے ٹھنڈے نہ ہوجاتے اس وقت تک وہ ان لوگوں کے ساتھ جمعہ اور جماعت میں بھی شریک نہ ہوتے تھے۔ (ابن سعد، ج، اول)

دوسروں کو بھی فتنہ میں پڑنے سے روکتے تھے قتادہ کا بیان ہے کہ جب فتنہ کا زمانہ ہوتا تو مطرف لوگوں کو اس میں مبتلا ہونے سے روکتے اور خود کہیں بھاگ جاتے، حسن بصری بھی لوگوں کو روکتے تھے، لیکن کہیں ہٹتے نہ تھے، اس لیے مطرف ان کے متعلق کہا کرتے تھے کہ حسن بصری اس شخص کی طرح ہیں جو دوسروں کو سیلاب سے ڈراتا ہے، لیکن خود اس کے دھارے پر کھڑا رہتا ہے۔ (ابن سعد، ج، اول)

انتہائی، احتیاط کی بنا پر وہ ان ہنگاموں کے حالات تک نہ پوچھتے، ابن زبیر اور بنی اُمیہ کا ہنگامہ انہی کے زمانہ میں ہوا یہ لوگوں سے اس کے حالات بھی نہ پوچھتے تھے اور چونکہ لوگ ان کے خیالات سے واقف تھے، اس لیے وہ بھی ان کے سامنے تذکرہ نہ کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عبدالرحمٰن بن اشعث کے انقلابات میں جو حجاج اور عبدالملک کے خلاف اٹھا تھا، بڑے بڑے تابعین شریک ہوگئے تھے، لوگوں نے مطرف پر بھی شرکت کے لیے زور ڈالا، انہوں نے ان سے سوال کیا کہتم لوگ جس چیز میں شرکت کی دعوت دیتے ہو کیا وہ جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ بڑھ جائے گا انہوں نے جواب دیا نہیں، فرمایا تو میں ہلاکت میں پڑنے اور فضیلت حاصل کرنیکے درمیان جوا نہیں کھیلتا (ابن سعد) یعنی مشتبہ جنگ میں نہیں پڑسکتا، انہیں امن وعافیت کی زندگی طبعاً پسند تھی، فرماتے تھے کہ مجھے عافیت کی زندگی پر شکرادا کرنا ابتلاء اور آزمائش پر صبر کرنے سے زیادہ پسند ہے۔

نفس ایک ہے

عقائد میں نہایت سخت تھے اور اس کے تحفظ میں بڑا اہتمام تھا، ایک مرتبہ چند حروری (خارجی) آپ کے پاس آئے، اور اپنے عقائد کو قبول کرنے کی دعوت دی، آپ نے جواب دیا کہ اگر میرے دو نفس ہوتے تو ایک نفس سے تمہارے عقائد مان لیتا اور دوسرے کو محفوظ رکھتا، جو کچھ تم کہتے ہو اگر وہی ہدایت ہوتا تو دوسرے نفس سے بھی تمہاری پیروی کر لیتا اور اگر ضلالت ہوتا تو اگر ایک نفس ہلاک ہوجاتا تو کم ازکم دوسرا تو محفوظ رہتا، لیکن نفس ایک ہی ہے، اس لیے اس کو میں دھوکے کی جگہ نہیں لگاسکتا۔ (ابن سعد، ج، اول، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

دنیا عالم اسباب ہے

اگرچہ آپ بڑے زاہد ومتورع تھے لیکن اندھے اعتماد اور توکل کے قائل نہ تھے؛ بلکہ دنیا کو عالم اسباب مانتے تھے؛ چنانچہ

Marfat.com

فرماتے تھے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ ایک شخص ایک بلند مقام سے اپنے کو نیچے گرادے اور کہے خدا نے میری قسمت مقدر کردی ہے؛ بلکہ انسان کو چاہیے کہ وہ بچتا رہے اور کوشش کرے، اگر اس احتیاط اور کوشش کے باوجود اسے نقصان پہنچ جائے یا مصیبت پیش آجائے تو پھر اسے تقدیر الٰہی سمجھنا چاہیے، تقدیر خداوندی کے علاوہ کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) اسی لیے وہ طاعون کے زمانہ میں وبا زدہ حلقہ سے ہٹ جاتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عقل بہترین عطیہ قدرت ہے

آپ کے بعض اقوال نہایت حکیمانہ ہیں فرماتے تھے کہ انسان کو قدرت کی جانب سے عقل سے بہتر کوئی شے نہیں عطا کی گئی، لوگوں کی عقلیں ان کے زمانہ کے مطابق ہوتی ہیں (ایضا) اپنا کھانا اس شخص کو نہ کھلاؤ جسے اس کی خواہش نہیں ہے (ایضا) یعنی بے محل کسی شے کو ضائع نہ کرو۔

دنیاوی شان وشکوہ

وہ دنیاوی نعمتوں سے متمتع ہونے میں کوئی مضائقہ نہ سمجھتے تھے، خدا نے ان کو دولتِ دنیا سے وافر حصہ دیا تھا اور وہ بڑی شان اور وقار کی زندگی بسر کرتے تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ مطرف سردار اور بلند مرتبہ تھے، بہترین کپڑے پہنتے تھے، سلاطین کے درباروں میں آمد ورفت رکھتے تھے (ایضا) لیکن اس ظاہری شان وشوکت سے ان کی اخلاقی حیثیت پر کوئی اثر نہ پڑتا تھا، غیلان بن جریر کا بیان ہے کہ مطرف برانس (ایک قسم کی ٹوپی) اور مطارف (ایک قیمتی چادر) پہنتے تھے، گھوڑے پر سوار ہوتے تھے، سلاطین کے پاس آتے جاتے تھے، لیکن اس زندگی کے باوجود جب تم ان کے پاس جاتے تو آنکھوں کے پاس جاتے۔

(ابن سعد، ج، اول، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وفات

باختلاف روایت ۹۸یا۹۵ ھ میں احتباس بول کے مرض میں مبتلا ہوئے اور بیمار ہوتے ہی حالت بگڑ گئی، اپنے صاحبزادے کو بلاکر آیات وصیت پڑھ کر سنائیں، صاحبزادے جاکر طبیب کو لے آئے، طبیب کو دیکھ کر پوچھا یہ کیا؟ صاحبزادے نے کہا طبیب، طبیب سے مخاطب ہوکر فرمایا، میں سختی سے منع کرتا ہوں کہ مجھے جھاڑ پھونک نہ کرنا اور نہ گنڈا تعویذ لٹکانا اور اپنے صاحبزادوں کو قبر کی تیاری کا حکم دیا، انہوں نے حکم کی تعمیل کی، قبر تیار ہونے کے بعد فرمایا مجھے قبر کے پاس لے چلو؛ چنانچہ اپنے آخری آرام گاہ کے پاس جاکر اس میں دعا کی، دعا سے واپس آکر انتقال کیا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

مکحول الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب

مکحول نام، ابوعبداللہ یا ابوایوب کنیت ہے، ان کے نسب اور وطن کے بارہ میں روایت مختلف ہیں، ابن سعد کابلی لکھتے ہیں (ابن سعد) ابن حجر نے کئی روایتیں نقل کی ہیں، بعض سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عجمی النسل تھے اور ان کے والد کا نام سہراب تھا، بعض سے ثابت ہوتا ہے کہ مصری تھے اور بعض سے نتیجہ نکلتا تھا کہ ہذلی یعنی عرب تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

لیکن آخری دو روایتیں اس معنی میں قطعاً غلط ہیں کہ وہ نسلاً ہذلی یا مصری تھے نسلاً وہ بلاشک وشبہ عجمی تھے، ہذلی اور مصری اس لیے مشہور ہیں کہ وہ کچھ دنوں ایک ہذلی کی غلامی میں رہے تھے اور ایک عرصہ تک مصر میں قیام رہا تھا۔

اس باب میں امام نووی کا بیان زیادہ قرین قیاس اور صحیح ہے، انہوں نے ان کو عجمی النسل اور کابل المولد لکھا ہے؛ چنانچہ ان کی روایت کے مطابق ان کا نسب نامہ یہ ہے مکحول بن زید یا ابن ابی مسلم بن شاذل بن سند بن شروان بن یروک بن یغوث بن کسری کابلی دمشقی (تہذیب الاسماء) اس بیان سے مختلف روایتوں میں تطبیق بھی ہو جاتی ہے کہ وہ نسلاً عجمی، وطناً کابلی اور اقامۃً دمشقی تھے۔

ان کی ابتدائی تاریخ یہ ہے کہ وہ شروع میں عمرو بن سعید بن العاص کے غلام تھے، پھر انہوں نے ان کو ایک ہذلی شخص کو دے دیا تھا، اس دوسری غلامی کی وجہ سے ان کی غلامی کے انتساب میں دو بیانات ہو گئے ہیں، ایک یہ کہ وہ عمرو بن سعید کے غلام تھے، اور دوسرا یہ کہ ہذلی کے غلام تھے اور دونوں صحیح ہیں، ان کی غلامی کی ابتدا عمرو بن سعید سے ہوئی، جیسا کہ خود ان کا بیان ہے کہ میں عمرو بن سعید بن العاص کا غلام تھا، پھر انہوں نے مجھے ایک ہذلی کو دے دیا (ابن سعد) عقلی قیاس بھی یہی ہے؛ کیونکہ عمرو کے والد سعید نے عہد عثمانی میں کابل کے بعض سرحدی علاقوں کو فتح کیا تھا (فتوح البلدان بلاذری) قیاس یہی ہے کہ انہی معرکوں میں وہ سعید کے غلام تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) پھر وراثتاً ان کے لڑکے کو ملے ہوں گے۔

تحصیل علم کے لیے دنیائے اسلام کا سفر

مسلمانوں کی غلام نوازی اور ان کے فیضِ تربیت سے ان کے غلام غلامی کی پستی سے نکل کر کمال کے جن مدارج پر پہنچے، مکحول اس کی ایک روشن مثال تھے، ان کا آغاز غلامی سے ہوا، اور آخر میں وہ شام کی مسند علم پر فائز ہوئے، پھر غلامی سے آزادی کے بعد انہوں نے ساری دنیائے اسلام کے تمام علمی مرکزوں کا سفر کر کے تحصیلِ علم کی، ان کا بیان ہے کہ جب میں آزاد ہوا، اس وقت مصر کا سارا علم میں نے سمیٹ لیا اور اس وقت تک میں نے وہاں سے باہر قدم نہیں نکالا، جب تک اپنے خیال کے مطابق وہاں کا سارا علم سن نہ لیا۔

Marfat.com

مصر کے علمی مخزن کو کھنگالنے کے بعد مدینہ آئے، پھر یہاں سے عراق آ گئے، ان دونوں مقاموں کے تمام علمی سرچشموں سے سیراب ہونے کے بعد شام کا سفر کیا اور یہاں کے علماء اربابِ کمال سے استفادہ کیا، غرض انہوں نے علم کی تلاش وجستجو میں دنیائے اسلام کا چپہ چپہ چھان مارا، وہ خود بیان کرتے تھے کہ میں نے علم کی تلاش میں تمام روئے زمین کا چکر لگایا۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضل وکمال

ان کے اس ذوق وشوق، اس تلاش وجستجو اور اس مشقت نے انہیں علم کے اس ذروہ کمال تک پہنچا دیا تھا، جہاں ان کے کم معاصر پہنچ سکے تھے، امام زہری کہتے تھے کہ علماء صرف تین ہیں، ان تین میں ایک نام مکحول کا لیتے تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ابن یونس کا بیان ہے کہ وہ فقیہ ور عالم تھے، ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے، ابن عمار کہتے ہیں کہ وہ اہل شام کے امام تھے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) انہیں حدیث اور فقہ دونوں میں درجہ امامت حاصل تھا۔

شیوخ

انہوں نے ہر خرمن سے خوشہ چینی کی تھی، اس لیے ان کے شیوخ کی فہرست نہایت طویل ہے، کوئی ملک ان سے خالی نہیں تھا، ان میں صحابہ کی بھی خاصی تعداد تھی، صحابہ میں انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابو ہندواری رضی اللہ عنہ، واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ، ابوامامہ رضی اللہ عنہ، عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ، ابوجندل بر سہیل وغیرہ سے براہ راست سماع کیا تھا (تہذیب الاسماء) اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، ثابان رضی اللہ عنہ، عبادہ بن ثابت، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ، اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے مرسل روایات کی ہیں (تہذیب الاسماء) ممتاز تابعین میں سعید بن مسیب، مسروق، جبیر بن نضیر، کریب، ابو مسلم، ابوادریس خولانی، عروہ بن زبیر، عبداللہ بن محیریز، عینیہ بن ابی سفیان دراد کاتب، مغیرہ، کثیر بن مرہ اور ام الدرداء وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔ (تہذیب الاسماء، ج ق، ص)

تلامذہ

ان کے تلامذہ کا دائرہ بھی نہایت وسیع تھا، ان میں سے بعض ممتاز تلامذہ کے نام یہ ہیں امام زہری، حمید الطّویل، محمد بن عجلان، محمد بن اسحق، عبداللہ بن علاء، سالم بن عبداللہ، محاربی موسیٰ بن یسار، امام اوزاعی، سعید بن عبدالعزیز، علاء بن حارث، ثور بن یزید، ایوب بن موسیٰ، محمد بن راشد مکحولی، محمد بن ولید زبیدی، برد بن سنان، عبداللہ بن عوف، یحییٰ بن سعید انصاری، اسامہ بن زید لیثی، بخیر بن سعد، صفوان بن عمرو اور ثابت بن ثوبان وغیرہ۔ (تہذیب الاسماء، ج اول)

فقہ وفتاویٰ

حفظ حدیث کے ساتھ وہ فقہ کے بھی امام ومجتہد تھے، ابوحاتم کہتے تھے کہ میں نے شام میں مکحول سے بڑا فقیہ نہیں

Marfat.com

دیکھا، سعید بن عبدالعزیز انہیں امام زہری سے بڑا فقیہ مانتے تھے، انہیں افتاء میں خاص مہارت اور بصیرت حاصل تھی، سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ افتاء میں بصیرت کسی کو حاصل نہ تھی۔

احتیاط

لیکن وہ فتویٰ دینے میں بڑے محتاط تھے، اگر اپنی رائے سے وہ کسی مسئلہ کا جواب دیتے تھے تو صاف کہہ دیتے تھے، یہ میری رائے ہے، جو صحیح بھی ہوسکتی ہے اور غلط بھی۔ (تہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

تصانیف

ان کے فقہی کمال کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ تالیف وتصنیف کا آغاز بھی نہ ہوا تھا، انہوں نے فقہ میں دو مستقل کتابیں تالیف کی تھیں۔ (۱) کتاب السنن اور (۲) کتاب المسائل۔ (شذرات الذہب)

انفاق فی سبیل اللہ

علمی کمالات کے ساتھ وہ اخلاقی فضائل سے بھی آراستہ تھے، انفاق سبیل اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ ان کا نمایاں وصف تھا، انہیں جو کچھ ملتا سب خدا کی راہ میں صرف کردیتے تھے، سعید بن عبدالعزیز کا بیان ہے کہ مکحول کا وظیفہ مقرر تھا، اس کو دشمنان خدا کے لیے جہاد میں صرف کرتے تھے (فہرست ابن ندیم، طبع مصر) ایک مرتبہ ان کو دس ہزار اشرفیوں کی خطیر رقم ملی اس کو بھی انہوں نے اسی راہ میں صرف کیا اور ایک مجاہد کو ایک گھوڑے کی قیمت پچاس اشرفیاں دیتے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

ایک شبہ کا ازالہ

مکحول کے متعلق عام شہرت تھی کہ وہ قدری تھے اور اس کی تائید میں بعض روایات بھی ملتی ہیں، لیکن بہ روایات صحیحہ ان کا دامن اس عقیدہ فاسدہ سے پاک تھا، امام اوزاعی کا جو ان کے تلامذہ میں تھے بیان ہے کہ جہاں تک سنا گیا ہے، تابعین میں دو شخص حسن بصری اور مکحول کے خیالات قدری تھے، لیکن میں نے ان کی تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ یہ شہرت غلط ہے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) ان کے دوسرے تلمیذ سعید بن عبدالعزیز بھی اس عقیدہ سے ان کی برات کی شہادت دیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

وفات

ابن سعد کی روایات کے مطابق ۱۱۳ھ ۱۱۲ یا ۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

منصور بن زاذان واسطی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب

منصور نام، ابوالمغیرہ کنیت، قبیلہ ثقیف کی غلامی میں تھے، اس نسبت سے ثقفی کہلاتے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضل و کمال

حضرت حسن بصری کے خاص ساتھیوں میں تھے، ان کے فیض صحبت نے منصور کو علم و عمل کا جامع بنا دیا تھا اور وہ واسطہ کے ممتاز علماء میں شمار ہوتے تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ علماء اعلام میں تھے، ثقہ، حجت، صالح، عبادت گزار اور کبیر الشان تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حدیث

حدیث میں انہوں نے انس بن مالک، ابوالعالیہ، رفیع، عطاء بن ابی رباح، حسن بصری، محمد بن سیرین، میمون بن ابی شبیب، معاویہ بن قرہ، حمید بن ہلال، قتادہ، عمرو بن دینار، حکم بن عتیبہ، عبدالرحمٰن بن قاسم اور محمد بن ولید بن مسلم عنبری سے فیض اٹھایا تھا، مسلم بن سعید واسطی حبیب بن شہید، جریر بن حازم، خلف بن خلفہ، ہشیم اور ابوحمزہ سکری ان کے تلامذہ میں تھے۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عبادت و ریاضت

زہد و عبادت ان کے صحیفہ کمال کے زیادہ روشن ابواب ہیں، وہ بڑے عابد و زاہد تابعی تھے، ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ متقشفین اور متجر دین میں تھے (ایضا) ابن عماد حنبلی ان کو بصرہ کا زاہد اور شیخ لکھتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ان کا سارا وقت عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا، طلوع آفتاب سے لے کر عصر تک نماز اور عصر سے مغرب تک تسبیح و تہلیل میں مشغول رہتے تھے۔ (شذرات الذہب)

قرآن کی تلاوت سے خاص شغف تھا، بہت تیز قرآن پڑھتے تھے، صبح سے دوپہر تک ایک قرآن ختم کر دیتے تھے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

نوافل میں قرآن کا بڑا حصہ پڑھ ڈالتے تھے، ہشام بن حسان کا بیان ہے کہ میں نے مغرب اور عشا کے درمیان منصور کے پہلو میں نماز پڑھی، دوسری رکعت میں وہ سورہ نحل تک پڑھ گئے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

رمضان میں عبادت زیادہ بڑھ جاتی تھی، روزانہ قرآن ختم کرتے تھے، نماز میں اس شدت کا گریہ طاری ہوتا کہ آنسو

Marfat.com

پوچھتے پوچھتے عمامہ تر ہو جاتا، بارگاہ ایزدی میں جبین سائی سے بڑا ذوق تھا، فرض نماز سے پہلے گیارہ سجدے کرتے تھے، عمر بھر میں دو راتوں کے سوا ایک مرتبہ ماں کے اور دوسری مرتبہ لڑکے انتقال کے موقع پر کبھی آرام سے رات بھر بستر استراحت پر نہ سوئے۔ (حلیۃ الاولیاء ابونعیم)

انہوں نے عبادت وریاضت کو آخری حد تک پہنچا دیا تھا ہشیم کا بیان ہے کہ وہ اپنی عبادت کرتے تھے کہ اگر ان سے کہا جاتا کہ موت کا فرشتہ دروازہ پر آ گیا ہے تو جتنی عبادت وہ کرتے تھے اس میں زیادتی ممکن نہ تھی۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ایک زرین مقولہ

فرماتے تھے کہ رنج وغم بھلائیوں میں اضافہ کرتے ہیں اور اترانا اور فخر کرنا برائیوں میں۔

وفات

۱۳۱ھ میں طاعون کی وباء میں وفات پائی۔

مقبولیت

اپنے محاسنِ اخلاق کی وجہ سے وہ ہر مذہب وملت کے آدمیوں میں اتنے مقبول تھے کہ آپ کے جنازہ میں ہر مذہب کے آدمی شریک تھے، یہود ونصاریٰ دونوں علیحدہ علیحدہ جنازہ میں ساتھ تھے اور خلق اللہ کا ہجوم تھا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

میمون نام، ابو ایوب کنیت، اور والد کا نام مہران تھا، مہران بنی نصر بن معاویہ کے مکاتب غلام تھے۔

پیدائش

۴۰ میں پیدا ہوئے، کوفہ کی ایک ازدی عورت کے غلام تھے اس لیے ان کی ابتدائی زندگی غلامی میں بسر ہوئی تھی، آخر میں اس نے ان کو آزاد کر دیا تھا۔

جزیرہ کا قیام

آزادی کے بعد عرصہ تک کوفہ ہی میں رہے، لیکن ۸۰ میں جب عبدالرحمٰن بن اشعث کے ہنگامہ کی وجہ سے کوفہ میں شورش بپا ہوئی تو میمون کوفہ چھوڑ کر جزیرہ چلے گئے اور یہیں بود وباش اختیار کر لی۔

Marfat.com

بیت المال کی نگرانی کا منصب

محمد بن مروان کی ولایتِ خراسان کے زمانہ میں بیت المال کی نگرانی کا منصب سپرد ہوا۔

عہدہ خراج

بیت المال کی نگرانی کے سلسلہ میں انہیں مالیات کا کافی تجربہ ہوگیا تھا، اس لیے عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ان کو جزیرہ کے خراج کا عامل بنادیا اور ان کے لڑکے عمر کو دفتر کا محافظ مقرر کیا، میمون طبعاً حکومت کے عہدوں اور خصوصاً مالیات کی ذمہ داریوں کو پسند نہ کرتے تھے؛ لیکن اس وقت انکار نہ کرسکے، مگر چند ہی دنوں کے بعد برداشتہ خاطر ہوکر استعفاء پیش کردیا، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے قبول نہ کیا اور کہا اس عہدے میں سوائے اس کے اور کیا ہے کہ جائز طریقہ سے روپیہ وصول کیا جائے اور جائز مصرف میں صرف کیا جائے، اس میں استعفیٰ کی کیا وجہ ہے، عمر بن عبدالعزیز کے لکھنے پر استعفیٰ واپس لے لیا اور ان کی زندگی بھر اس عہدے پر رہے۔

عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن ملک کے زمانہ میں بھی چند دنوں تک یہ خدمت انجام دیتے رہے، لیکن یہ کام طبعاً پسند نہ تھا، عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے اصرار سے اس بنا پر گوارا کرلیا تھا کہ ان کے زمانہ کی ملکی خدمت میں خدمت اسلام تھی، لیکن عمر بن عبدالعزیز کے بعد جب خلافت کے تمام شعبے پھر دنیاوی حکومت کے رنگ پر آگئے تو میمون بددل ہوکر مستعفی ہوگئے اور گذشتہ زمانہ پر بہت متاسف تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ گوارا تھا کہ میں اندھا ہوگیا ہوتا، لیکن عمر بن عبدالعزیز وغیرہ کا دیا ہوا عہد قبول نہ کیا ہوتا۔ (یہ تمام حالات طبقات ابن سعد سے ماخوذ ہیں)

فضل وکمال

فضل وکمال کے لحاظ سے ممتاز تابعین اور جزیرہ کے بڑے علماء میں تھے، حافظ ذہبی انہیں امام قدوہ اور عالم جزیرہ لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) ان کے دور کے علماء میں ان کا علمی مرتبہ مسلم تھا، ابوالملیح کہتے تھے کہ میں نے میمون سے افضل کسی کو نہیں پایا (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) سمعان بن موسیٰ کا بیان ہے کہ اس عہد کے چار اشخاص بڑے عالم مانے جاتے تھے، ان میں ایک میمون بن مہران تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث کے حافظ تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: صحابہ میں انہوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابن زبیر رضی اللہ عنہ، سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام الدرداء سے اور تابعین میں نافع مولی بن عمر، مقسم مولی ابن عباس، یزید بن عاصم اور سعید بن جبیر وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

تلامذہ

حمید الطویل، ایوب، جعفر بن برقان، جعفر بن ابی وحشیہ، حبیب بن شہید، علی بن شہید، علی بن حکم البنانی، حکم بن عتیبہ، ابوفردہ، یزید بن سنان، حجاج بن تمیم، سالم بن ابی المہاجر اور ابوالملیح وغیرہ ان کے خوشہ چینیوں میں تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ میں وہ تمام علمائے جزیرہ میں ممتاز تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ فقہ و فتاویٰ میں تمام اہل جزیرہ پر فائق تھے (ابن سعد) ان کے تفقہ کی سب سے بڑی سند یہ ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے صاحب نظر نے عہد خراج کے زمانہ میں جزیرہ کے قضاء کی خدمت بھی ان کے سپرد کی تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فضائل اخلاق

اس علم کے ساتھ فضائل اخلاق سے بھی آراستہ تھے۔

منہیات سے اجتناب

نواہی سے بچنے میں زیادہ اہتمام تھا، ان کے لڑکے کا بیان ہے کہ والد (اعتدال سے) زیادہ روزہ نماز نہیں کرتے تھے، لیکن خدا کی معصیت میں مبتلا ہونا بہت ناپسند کرتے تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

عبادت

اگرچہ معمولاً وہ فرائض و سنن کے علاوہ زیادہ عبادت نہ کرتے تھے، لیکن کبھی کبھی ہزار ہزار رکعتیں روزانہ پڑھتے تھے، ایک مرتبہ سترہ دن میں سترہ ہزار رکعتیں پڑھیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج اول)

انکسار و تواضع

اتنے خاکسار اور متواضع تھے کہ کسی بڑائی اور امتیاز کا انتساب اپنی جانب پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے ان سے کہا، ابوایوب جب تک خدا آپ کو زندہ رکھے گا اس وقت تک لوگ بھلائی میں رہیں گے، انہوں نے جواب دیا، ایسی باتوں کا تذکرہ نہ کرو لوگ اس وقت تک بھلائی میں رہیں گے جب تک وہ اپنے سے ڈرتے رہیں گے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حضرت عثمان کی فضیلت کا ایک دل نشین استدلال

پہلے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے قائل تھے، لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے ایک استدلال پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے قائل ہو گئے تھے، ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز نے ان سے پوچھا تم دو آدمیوں میں سے کسی کو زیادہ پسند کرتے ہو، اس شخص کو جس نے صرف مال میں عجلت کی یا اس

Marfat.com

شخص کو جس نے خونریزی میں عجلت کی، اس دلیل کے بعد انہوں نے اپنے سابق خیال سے رجوع کر لیا، حضرت عثمان پر سب سے بڑا الزام یہ ہے کہ ان کے زمانہ میں بیت المال میں بے جا تصرفات ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور سے خانہ جنگی کا آغاز ہوا۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

وفات

۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

نافع بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

نافع نام، ابو محمد کنیت، قریش کے مشہور سردار مطعم بن عدی کے جنہوں نے تبلیغ اسلام کے ابتدائی دور میں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرف سے مشرکین کا نرغہ تھا، بڑی حمایت کی تھی، پوتے تھے، نسب نامہ یہ ہے، نافع بن جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی ماں کا نام ام قتال تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، ام قتال بنت نافع بن ضریب بن نوفل۔

فضل وکمال

علمی اعتبار سے نافع اکابر تابعین میں تھے، امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ امام اور فاضل تھے، ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے (تہذیب الاسماء، ج اول، ق، ص) ابن خراش کہتے ہیں کہ وہ ثقہ مشہور اور ائمہ میں سے تھے۔

حدیث

اگرچہ حدیث میں ان کا کوئی بلند پایہ نہ تھا، لیکن انہوں نے زمانہ ایسا پایا تھا، جب مدینہ کی گلی گلی سمعت وحدثنا کے ترانوں سے گونج رہی تھی، اور علم کے ساتھ ادنیٰ ذوق رکھنے والے بھی اس سے محروم نہ تھے، اس لیے نافع بن جبیر کا دامن بھی اس دولت سے خالی نہ رہا؛ چنانچہ انہوں نے اپنے والد جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن خدیج رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے اکابر ملت سے فیض اٹھایا تھا، (تہذیب التہذیب) ان کے فیض سے نافع کا دامن علم اتنا وسیع ہو گیا تھا کہ شائقین حدیث ان کے کمالاتِ علمی سے استفادہ کرتے تھے۔

ان سے روایت کرنے والوں میں عروہ بن زبیر، سعید بن ابراہیم، امام زہری، حبیب بن ابی ثابت، صالح بن لیسان، صفوان بن سلیم، عبداللہ بن فضل ہاشمی، موسیٰ بن عقبہ، عمرو بن دینار اور عتیبہ بن مسلم وغیرہ لائقِ ذکر ہیں۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

فقہ

فقہ میں بھی انہیں درک تھا، وہ مدینہ کے صاحبِ افتا علماء میں تھے اور ان کے فتاوی معتبر سمجھے جاتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

فصاحت وبلاغت

قریش کی فصاحت وبلاغت مشہور ہے، یہ خاندانی وصف ان کے حصہ میں وافر آیا تھا، وہ بڑے فصیح وبلیغ تھے اور بڑی کڑک دار آواز سے بولتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضائل واخلاق

فضائل اخلاق وعمل کی دولت سے بھی بہرہ ور تھے ابن حبان ان کو خیار ناس میں لکھتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

پاپیادہ حج

آرام کے وسائل رکھتے ہوئے راہِ خدا میں تکلیف اٹھانا بڑی عبادت ہے، نافع محض حصولِ اجر کے لیے پاپیادہ حج کیا کرتے تھے، عمران بن موسیٰ کا بیان ہے کہ نافع پاپیادہ حج کرتے تھے اور ان کی سواری ان کے پیچھے ہوتی تھی۔

دبدبہ وشکوہ

ان کے خاندان میں پشتہا پشت سے سرداری چلی آتی تھی، اس لیے ان کے مزاج میں اس کی بو باقی تھی، نہایت بھاری اور بلند لہجہ میں باتیں کرتے تھے، بعض بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں خود پرستی وتمکنت تھی، لیکن ان کی ظاہری شوکت سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے وہ خود اس کی تردید کرتے تھے، ایک مرتبہ کسی نے ان سے کہا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ میں تکبر ہے، انہوں نے جواب دیا خدا کی قسم میں گدھے پر سوار ہوا ہوں، شملہ پہنا ہے، بکریوں کا دودھ دہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس شخص نے یہ کام کیے اس میں تکبر کا شائبہ بھی نہیں ہو سکتا پھر میں متکبر کیسے ہو سکتا ہوں۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اصلاحِ نفس

ان کے واقعاتِ زندگی سے بھی اس کی تردید ہوتی ہے وہ عمداً ایسے کام کیا کرتے تھے جو پندار کے خلاف ہوتے تھے، جعفر بن نجیر کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ نافع بن جبیر علاء بن حرقی کے حلقہ درس میں جو حرقہ کے غلام تھے، شریک ہوئے علاء کے درس تمام کرنے کے بعد نافع نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا، آپ لوگ جانتے ہیں آپ لوگوں کے پاس کیوں آکر بیٹھا ہوں، انہوں نے جواب دیا درس سننے کے لیے، نافع نے کہا نہیں؛ بلکہ اس لیے کہ آپ کے پاس بیٹھنے سے خدا کے پاس تواضع کا

Marfat.com

اظہار ہو، اسی طریقہ سے ایک مرتبہ ایک بہت معمولی شخص کو امامت کے لیے بڑھایا، نماز ختم ہونے کے بعد اس سے پوچھا جانتے ہو میں نے تم کو کیوں آگے بڑھایا تھا اس نے کہا نماز پڑھانے کے لیے، کہا نہیں؛ بلکہ اس لیے کہ تمہارے پیچھے نماز پڑھنے سے خدا کے حضور میں تواضع ظاہر ہو۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

سلیمان بن عبدالملک کے آخر عہدِ خلافت ۹۳ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

اولاد

وفات کے بعد محمد، عمر، ابوبکر اور علی کئی لڑکے یادگار چھوڑے۔

حلیہ ولباس

بالوں میں سیاہ خضاب کرتے تھے، دانتوں میں سونیکے تار کسیہوئے تھے لباس عموماً سپید اور قیمتی پہنتے تھے، خز جو ایک بیش قیمت کپڑا ہے زیادہ استعمال کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، تذکرۃ الحفاظ، بیروت، لبنان)

نافع بن کاوس رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

نافع نام، ابوعبداللہ کنیت والد کا نام کاوس یا ہرمز تھا، جیسا کہ ان کے نام سے ظاہر ہے کہ وہ عجمی النسل تھے، لیکن بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب تھے جو صحیح نہیں ہے، ان کے عجمی ہونے پر قریب قریب سب کا اتفاق ہے، وطن بعض خراسان بعض ویلم، بعض جبال طالقان اور بعض کابل بتاتے ہیں، اس کا صحیح پتہ نہیں چلتا کہ نافع کس طرح ابن عمر کے پاس پہنچے، قیاس یہ ہے کہ کسی جنگ میں گرفتار ہوکر ان کے حصہ میں پڑے ہوں گے، یا ابن عمر نے ان کو خریدا ہوگا۔

مسلمانوں کی غلام نوازی کے طفیل میں ان کے غلام کمالات کے جن مدارج پر پہنچے نافع بھی اس کی روشن ترین مثال تھے، مسلمانوں کے موالی کی علمی تاریخ میں نافع نہایت ممتاز درجہ رکھتے ہیں، اس دور میں کوئی غلام ان کے رتبہ کا نہ تھا، ابن عباس کے غلام عکرمہ بھی بڑے صاحب علم تھے؛ لیکن ان کو بھی اہل مدینہ میں یہ درجہ حاصل نہ تھا، نافع ان سے زیادہ بلند مرتبت سمجھے جاتے تھے (تہذیب التہذیب) اس لحاظ سے کہا جاسکتا ہے کہ اسلام میں غلاموں کی حقیقی تاریخ نافع ہی سے شروع ہوتی ہے۔

تعلیم

خوش قسمتی سے نافع کو آغاز عمر ہی سے حضرت عبداللہ بن عمر جیسے صاحب کمال بزرگ کی تربیت میسر آ گئی تھی، انہی کے دامن میں ان کی نشوونما ہوئی، نافع نے کامل تیس سال تک ابن عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت کی۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

ان میں تحصیل علم کی فطری صلاحیت واستعداد تھی، شفیق آقا کی صحبت اور تربیت نے ان کے جوہر کو چمکا کر اقلیم علم کا تاج دار بنا دیا، ان کی علمی جلالت پر تمام علماء اور ارباب سیر کا اتفاق ہے، امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ جلیل القدر تابعی تھے، ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے (تہذیب الاسماء) خلیلی کا بیان ہے کہ نافع مدینہ کے آئمہ تابعین میں اور امام فی العلم تھے خود ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اس نامور غلام کی ذات پر فخر تھا؛ چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ خدا نے نافع کے ذریعہ سے ہم پر احسان کیا ہے۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ حدیث کا بحر بے کراں تھے، نافع اسی بحر سے سیراب ہوتے تھے انہوں نے ان کی احادیث کا بڑا حصہ محفوظ کر لیا تھا (ایضا) حافظ حدیث بنانے کے لیے تنہا ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایات کافی ہیں، نافع کی علمی تشنگی نے اس بحر بے کراں کے علاوہ دوسرے سرچشموں سے بھی اپنی پیاس بجھائی تھی، چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ صحابہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ ابولبابہ بن منذر، رافع ابن خدیج رضی اللہ عنہ، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ، ام سلمہ رضی اللہ عنہ اور ربیع بنت مسعود رضی اللہ عنہ سے اور تابعین میں اپنے آقا زادوں عبداللہ، عبیداللہ، سالم اور زید اور قاسم بن محمد بن ابی بکر، منبہ بن وہب عدی، عبداللہ بن محمد بن ابی بکر، عبدالرحمٰن بن حسین اور سعید بن ابی ہند وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ان بزرگوں کے فیض نے ان کو جماعت تابعین میں نہایت ممتاز حافظ حدیث بنا دیا تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کہ وہ ثقہ اور کثیر الحدیث تھے (ابن خلکان) حافظ ذہبی ان کو امام العلم لکھتے ہیں اور ان کا شمار حفاظ کے طبقہ اول میں کرتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

کیفیت کے اعتبار سے نافع کی روایات طلائے خالص کا حکم رکھتی ہیں، خلیلی کا بیان ہے کہ نافع پر تمام ارباب فن کا اتفاق ہے، وہ صحیح الروایہ ہیں بعض لوگ انہیں سالم پر بھی جن سے انہوں نے سماع حدیث کیا تھا، ترجیح دیتے تھے، بعض ان کے ہم پایہ سمجھتے تھے ان کی تمام روایات غلطیوں سے پاک ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

خصوصاً ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی روایات میں کسی شک وشبہ کا احتمال ہی نہیں تھا، امام مالک فرماتے تھے کہ جب میں ابن عمر کی حدیث نافع کی زبان سے سن لیتا ہوں تو پھر اس کی پرواہ نہیں کرتا کہ دوسرے کے بیان سے اس کی تصدیق ہوتی ہے یا نہیں (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) محدثین کے نزدیک مالک عن نافع ابن عمر کا سلسلہ روایت سلسلۃ الذہب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

تلامذہ

حدیث میں نافع کے تلامذہ کا دائرہ نہایت وسیع تھا جس میں بڑے بڑے تابعی اور تبع تابعی ائمہ تھے، بعض ممتاز تلامذہ کے

Marfat.com

نام یہ ہیں، ابواسحٰق سبیعی حکیم بن عینیہ، محمد بن عجلان، بکیر بن عبداللہ بن اشج، یحیٰی انصاری، امام زہری، صالح بن کیسان، ایوب سختیانی، عبیداللہ بن عمر، حمید الطویل، میمون بن مہران، موسیٰ بن عقبہ، ابن عون اعمش، ابن جریج اوزاعی، لیث، یونس ابن عبید، ابن ابی ذیب، ابن ابی لیلیٰ ضحاک بن عثمان اور امام مالک وغیرہ۔ (ابن خلکان)

امام مالک ان کے خاص تلامذہ میں تھے، انہوں نے زیادہ فیض ان ہی سے پایا تھا بچپن سے نافع کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، ان کا خود بیان ہے کہ میں بچپن میں جب بہت کم سن تھا، نافع کی خدمت میں جاتا تھا، میرے ساتھ ایک غلام ہوتا تھا، نافع اتر کر مجھ سے حدیثیں بیان کرتے تھے (تہذیب الذہب) نافع کی زندگی بھر امام مالک کے استفادہ کا سلسلہ قائم رہا، جب تک نافع زندہ رہے، امام مالک برابر ان کے حلقہ درس میں جاتے تھے، ان سے پوچھتے تھے کہ ان مسائل میں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کیا فرمایا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

اپنے آقائے نامدار کے فیض سے فقہ میں بھی کامل تھے، حافظ ابن حجران کو نافع الفقیہ لکھتے ہیں (ابن سعد: ترجمہ امام مالک) صحابہ کے بعد مدینہ کے صاحب علم وافتا جماعت کے رکن رکین تھے (ابن سعد، ج، ترجمہ امام مالک) لیکن اپنے آقازادہ سالم بن عبداللہ کی زندگی بھر جو مدینہ کے فقہائے سبعہ میں تھے اور نافع کے استاد تھے، پاس ادب سے فتویٰ نہیں دیا۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ اور نافع

حضرت عمر بن عبدالعزیز ان کے علم کے اتنے قائل تھے کہ انہیں مصر کے مسلمانوں کو سنت کی تعلیم دینے کے لیے بھیجا تھا۔ (شذرات الذہب)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی محبت

ان کے کمالات کی وجہ سے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان کو بہت محبوب رکھتے تھے، بعض شائقین نے نافع کی غلامی کے زمانہ میں ان کی بڑی قیمت پیش کی لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہ علیحدہ کرنے پر آمادہ نہ ہوئے، عبداللہ بن جعفر نے بارہ ہزار کی خطیر رقم پیش کی، ابن عامر نے تیس ہزار قیمت لگائی، لیکن ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سب کو نامنظور کر دیا اور اسی وقت یہ کہہ کر کہ مجھے خوف ہے کہ ابن عامر کے روپے مجھے فریفتہ کرلیں گے نافع کو آزاد کر دیا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وفات

۱۱۷ھ میں وفات پائی۔ (تذکرہ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

وہب نام، ابوعبداللہ کنیت، نسب نامہ یہ ہے، وہب بن منبہ بن کامل بن شیخ اس ذی کناز یمنی صنعانی، ایک روایت یہ ہے کہ وہب عجمی النسل تھے، ان کے والد منبہ، کسریٰ کے زمانہ میں جب اس نے سیف بن ذی یزن حمیری کی قیادت میں حبشہ پر مہم بھیجی تھی، یمن آئے تھے اور پھر یہیں آباد ہو گئے اور عہد نبوی میں مشرف باسلام ہوئے۔

پیدائش

۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فضل وکمال

اسلامی علوم میں وہب کا کوئی خاص درجہ نہ تھا، لیکن دوسرے مذاہب کے صحیفوں کے عالم تھے، تاہم ان سے وہ بے گانہ بھی نہ تھے اور تابعین میں ممتاز شخصیت کے مالک تھے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ وہ جلیل القدر تابعی ہیں، ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث میں متعدد صحابہ سے فیض یاب ہوئے تھے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، جابر رضی اللہ عنہ بن عبداللہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بن العاص، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے ان کی روایات ملتی ہیں۔ (تہذیب التہذیب)

ان کے صاحبزادے عبداللہ وعبدالرحمٰن اور بھتیجے عبدالصمد اور عقیل اور عام لوگوں میں عمرو بن دینار سماک بن فضل اور اسرائیل وغیرہ نے ان سے سماع حدیث کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فقہ

ان کے تفقہ کے سلسلہ میں صرف اس قدر معلوم ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ میں صنعاء کے عہدہ قضاء پر تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

غیر مذاہب کے صحیفوں کا علم

وہب دوسرے مذاہب کے صحیفوں کے بڑے نامور عالم تھے اور اس میں ان کی جماعت میں ان کا کوئی متقابل نہ تھا، امام نووی لکھتے ہیں کہ وہ گذشتہ کتابوں کے علم و معرفت میں مشہور ہیں، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ بڑے وسیع العلم تھے اور اپنے زمانہ

Marfat.com

میں کعب احبار کی نظیر مانے جاتے تھے۔

مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بانوے الہامی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا جن میں سے بعض ایسی تھیں جن کے متعلق لوگوں کو کم واقفیت ہے، داؤد بن قیس صنعانی کا بیان ہے کہ میں نے وہب سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے بانوے آسمانی کتابیں پڑھیں جن سے بہتر کینسون میں اور لوگوں کے پاس موجود ہیں اور بائیس کتابوں کا علم بہت کم لوگوں کو ہے، ان تمام کتابوں میں یہ مضمون مشترک ہے کہ جو انسان مشیت کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے وہ کافر ہے، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تیس کتابیں ایسی پڑھی تھیں جو تیس نبیوں پر اتری تھیں، ان دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے؛ بلکہ دونوں صحیح ہیں، تیس کتابیں ایسی نہ رہی ہوں گی جن کی حیثیت مصاحف کی ہوگی اور بقیہ مستقل کتابیں رہی ہوں گی۔

اس قدر مسلم ہے کہ وہ کتب ماضیہ کے سب سے بڑے عالم تھے اور قدیم صحیفوں کے مشہور اور نامور علماء کعب احبار اور عبداللہ بن سلام دونوں کا مجموعی علم ان کی تنہا ذات میں جمع تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تاریخ

وہب مورخ بھی تھے، سلاطین حمیر کے حالات میں انہوں نے ایک کتاب لکھی تھی۔ (شذرات الذہب)

فضائل اخلاق

فطرۃ نہایت صالح تھے ان کتابوں کے مطالعہ نے ان کو اور زیادہ حلیم اور عبادت گزار بنا دیا تھا، وہ عابد شب زندہ دار تھے، ساری ساری رات عبادت کرتے تھے، کامل بیس سال تک انہوں نے عشا کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی (ابن سعد) طبیعت میں نرمی اس قدر تھی کہ کسی ذی روح کے لیے ان کی زبان سے گالی یا درشت کلمہ نہ نکلا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

غیر معتبر روایات

لیکن کعب احبار کی طرح ان کے ذریعہ بھی مسلمانوں میں غیر معتبر اسرائیلیات کی اشاعت ہوئی۔

وفات

ہشام بن عبدالملک کے عہد ۱۱۰ھ میں صنعاء میں وفات پائی۔

ہرم بن حیان عبدی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

ہرم نام، والد کا نام حیان تھا، عبدی کی نسبت غیر معلوم ہے لیکن ان کے حالات سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ عبدیت کا حقیقی

Marfat.com

مظہر تھے؛ چونکہ طبقات ورجال کی کتابیں زیادہ تر علمی اغراض کے لیے لکھی گئی ہیں اور ان کے لکھنے والے محدثین ہیں، اس لیے ان میں عموماً انہی لوگوں کی حالات ملتے ہیں، جن کا تعلق کسی نہ کسی حیثیت سے علم سے تھا اور ان بزرگوں کے حالات جو اس مکتب کے تربیت یافتہ نہ تھے یا جن کی روحانیت کے نور نے ان کی علمی روشنی کو مدہم کر دیا تھا، بہت کم ملتے ہیں ابن حبان بھی اس مقدس زمرہ میں تھے، اس لیے ان کے حالات جو اس مکتب کے تربیت یافتہ نہ تھے یا جن کی روحانیت کے نور نے ان کی علمی روشنی کو مدہم کر دیا تھا، بہت کم ملتے ہیں، ابن حبان بھی اسی مقدس زمرہ میں تھے، اس لیے ان کے حالات ابن سعد کے علاوہ کسی کتاب میں نہیں ملتے۔ کان لہ فضل وعبادۃ

علمی حیثیت

اگر چہ ابن حیان ظاہری علوم سے بیگانہ تھے، لیکن ان کا شمار صاحب فضل تابعین میں ہے، ان کے ہم مشرب حضرت خواجہ حسن بصری نے ان سے روایت کی ہے لیکن وہ کسی اور ہی مکتب کے تربیت تھے، اس لیے انہوں نے علم کی قبا نہیں پہنی اور نہ اس زمرہ میں ان کا شمار ہوا۔

روحانی کمالات

ان کا اصل رنگ زہد وعبادت اور فنافی اللہ تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: کان لہ فضل وعبادۃ

ایک سبق آموز مثال

ان کے رنگ طبع کے اعتبار سے ان کو دنیاوی امور سے کوئی مناسبت نہ تھی، لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ میں کوئی عہدہ یا کوئی خدمت ان کے متعلق کی تھی، لیکن اس سے ان کو کیا نسبت ہو سکتی تھی، دنیاوی عہدوں کے اوصاف ولوازم میں سے ان کے پاس اگر کوئی چیز ہو سکتی تھی تو دیانت تھی، جس کا ثبوت انہوں نے ایک سبق آموز شکل میں دیا عہدہ ملنے کے بعد انہوں نے اپنے اعزہ واحباب کی یورش کے خیال سے غالباً گزرگاہ پر یا کسی اور شکل سے اس طرح آگ جلوادی کہ وہ ان کے اور باہر آنے والوں کے درمیان حائل ہو جائے؛ چنانچہ کچھ لوگ آئے اور دور سے سلام کر کے کھڑے ہو گئے، ہرم نے ان کے ساتھ ظاہری اخلاق صرف کیا اور خوش آمدید کہہ کر بلایا، انہوں نیکہا آئیں کس طرح ہمارے اور آپ کے درمیان تو آگ حائل ہے، آپ نے یہ سبق آموز جواب دیا کہ تم لوگ خود تو اتنی آگ کو عبور نہیں کر سکتے اور مجھ کو اس سے زیادہ آتشِ سوزان میں جھونکنا چاہتے ہو یہ جواب سُن کر وہ لوٹ گئے۔

عمل کی اہمیت

علم کو وہ زیادہ اہمیت نہ دیتے تھے، اصل شئے عمل کو سمجھتے تھے اور بے عمل علماء سے سخت نفرت کرتے تھے اور انہیں فاسق کہتے تھے، ایک مرتبہ لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ فاسق علماء سے بچتے رہو، حضرت رضی اللہ عنہ عمر کو اس کی اطلاع ہوئی تو سخت متعجب

Marfat.com

ہوئے کہ عالم فاسق کیسے ہوسکتا ہے؟ انہوں نے ابن حیان سے پوچھ بھیجا، انہوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم امیر المومنین اس میں میری نیت نیک تھی، بسا اوقات امام کہتا تو علمی باتیں ہے، لیکن عمل فسق کا کرتا ہے اس لیے لوگ شبہ میں پڑ کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔

خواجہ اویس قرنی کی باتیں

حضرت اویس قرنی ان کے ہم مشرب وہم مذاق تھے اس لیے ان دونوں کی ملاقاتیں نہایت پرکیف ہوتی تھیں، ابن حیان ان کی ایک ملاقات کا واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ میں بصرہ سے آ رہا تھا کہ فرات کے کنارہ اویس سے ملاقات ہوئی، میں نے پوچھا میرے بھائی کیا حال ہے، کیسا مزاج ہے، اویس کیا حال ہے کیسا مزاج ہے، انہوں نے کہا میرے بھائی تم کیسے ہو؟ اس ابتدائی آداب ملاقات کے بعد میں نے ان سے فرمائش کی کہ کوئی حدیث سنائیے، جواب دیا میں اپنے اوپر یہ دروازہ کھول کر محدث قصہ گو اور مفتی بننا پسند نہیں کرتا یہ کہہ کر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر رو دیئے، میں نے کہا کچھ قرآن ہی سنائیے، آپ نے یہ آیتیں تلاوت کیں:

حٰمٓ، وَالْكِتَابِ الْمُبِينِ، إِنَّآ أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنْذِرِينَ (الدخان)

حم یہ کتاب جو واضح ہے، ہم نے اس کو مبارک رات میں اتارا کہ لوگوں کو ڈرانے والے تھے۔

ہُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ تک سنا کر بے ہوش ہو گئے، ہوش آنے کے بعد فرمایا مجھے عزلت اور تنہائی زیادہ پسند ہے۔

وصیت وفات

اس رنگ کے باوجود جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ہمیشہ آمادہ رہتے تھے اور آپ کے سامان میں زرہ اور گھوڑا رہتا تھا، اسی سلسلہ میں کسی مہم کے لیے نکلے اور انتقال کر گئے غالباً دوران علالت میں یا کسی اور موقع پر کسی نے عرض کیا کہ کچھ وصیت فرمائیے، فرمایا کیا وصیت کروں بس صرف یہ وصیت ہے کہ میری زرہ بیچ کر میرا قرض ادا کرنا اگر زرہ کافی نہ ہو تو گھوڑی بھی بیچ ڈالنا، اگر یہ بھی کافی نہ ہو تو غلام بھی فروخت کر دینا، سورہ نحل کی ان آخری آیات کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا۔ ادع الی سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة خدا کے راستہ پر حکمت اور موعظتِ حسنہ کے ساتھ لوگوں کو بلاؤ تجہیز وتکفین کے بعد آسمان نے قبر پر ابر رحمت کے موتی برسائے۔ (ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

ہشام نام، ابو عبداللہ کنیت، مشہور صحابی حضرت زبیر بن عوام کے پوتے تھے ان کے والد عروہ بھی بڑے جلیل القدر تابعی اور مدینہ کے ساتھ مشہور فقہا میں سے ایک تھے ان کے حالات اوپر گزر چکے ہیں۔

اکابر صحابہ میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا، ان کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے اور میرے بھائی

Marfat.com

محمد کو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا، انہوں نے گود میں بٹھا کر ہمارا بوسہ لیا (تاریخ خطیب بغدادی، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) غالباً اسی یا کسی اور ملاقات میں ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے سر پر دستِ شفقت پھیر کر انہیں دعا دی۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فضل وکمال

ہشام ایک جلیل القدر تابعی کے لڑکے اور ایک جلیل القدر صحابی کے پوتے تھے اس لیے علم وعمل کی دولت گویا انہیں وراثۃً ملی تھی، ان کا شمار ان کے عہد کے علمائے تابعین میں تھا، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق، جلالت اور امامت پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث کے ممتاز حافظ تھے، علامہ ابن سعد ان کو ثقہ ثبت کثیر الحدیث اور حجت اور حافظ ذہبی، امام، حافظ اور حجت لکھتے ہیں (ابن سعد) ائمہ فن ان کی وسعتِ علم کے اتنے معترف تھے کہ ابوحاتم رازی ان کو امام حدیث اور وہیب، حسن بصری اور ابن سیرین کا درجہ دیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

شیوخ

صحابہ میں انہوں نے صرف اپنے چچا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور دوسرے علماء میں عبداللہ بن عروہ، عباد بن عبداللہ، عمرو بن خزیمہ عوف بن حارث بن طفیل، ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن، ابن منکدر وہب بن کیسان، صالح بن ابی صالح السمان، عبداللہ بن ابی بکر، عبدالرحمٰن بن سعد اور محمد بن ابراہیم وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔

تلامذہ

ان کے تلامذہ میں یحییٰ بن سعید انصاری، ایوب سختیانی، مالک بن انس، عبیداللہ بن عمر، ابن جریج، سفیان ثوری، لیث بن سعد، سفیان بن عینیہ، یحییٰ بن سعید بن القطان اور وکیع ابن جراح لائق ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

فقہ

ان کے والد عروہ مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں سے تھے، ان کے تفقہ سے ان کو وافر حصہ ملا تھا، حافظ ذہبی ان کو فقیہ لکھتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

زہد وورع

علم کے ساتھ عمل واخلاق سے بھی آراستہ تھے، ابن حبان ان کو فاضل اور ورع لکھتے ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

تہذیب لسان

نہایت مہذب اور شائستہ تھے، ان کی زبان سے کبھی کوئی بے جا کلمہ نہ نکلتا تھا، منذر بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں نے ہشام کی زبان سے ایک مرتبہ کے سوا کبھی کوئی بُرا کلمہ نہیں سُنا۔ (تاریخ خطیب بغدادی، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فیاضی

نہایت فیاض اور سیر چشم تھے، ان کی فیاضی اعتدال سے اتنی بڑھ گئی تھی کہ ایک لاکھ کے مقروض ہو گئے تھے۔

بغداد کا سفر

اس کی ادائیگی کی فکر میں وہ خلیفہ ابوجعفر منصور عباسی کے پاس بغداد گئے اس نے بڑا خیر مقدم کیا، انہوں نے اپنی غرض پیش کی، اس نے پوچھا کتنا قرض ہے، فرمایا ایک لاکھ منصور نے کہا آپ اس افضل وکمال کے باوجود اتنا بڑا قرض لے لیتے ہیں، جس کی ادائیگی آپ کے امکان میں نہیں، انہوں نے کہا خاندان کے بہت سے لڑکے جوان ہو گئے تھے مجھے خوف تھا کہ اگر ان کی شادی نہ کردی گئی تو وہ بے خانماں ہو جائیں گے، اس لیے میں نے خدا اور امیر المومنین کے اعتماد پر ان کا گھر بسا کر ان کا ٹھکانہ کر دیا اور ان کی جانب سے ولیمہ کیا، یہ سارا قرض اسی کا ہے، ابوجعفر منصور نے حیرت کے لہجہ میں دو مرتبہ ایک لاکھ ایک لاکھ کہا اور دس ہزار روپیہ انہیں دینے کا حکم دیا، انہوں نے کہا امیر المومنین جو کچھ دے رہے ہیں وہ خوش دلی سے دے رہے ہیں (یا جبر سے) میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جو شخص خوش دلی سے عطیہ دیتا ہے، تو اس میں دینے والے اور لینے والے دونوں کو برکت ہوتی ہے، منصور نے کہا میں نے خوش دلی سے دیا ہے۔ (تاریخ خطیب)

وفات

بغداد ہی میں ۱۴۶ھ میں وفات پائی، اتفاق سے اس دن عباسیوں کے ایک بڑے جلیل القدر اور نامور غلام کا بھی انتقال ہو گیا تھا، اس لیے دونوں کے جنازے ایک ساتھ اٹھائے گئے لیکن منصور نے ہشام کے رتبہ کی وجہ سے ان کے جنازہ کی نماز پہلے پڑھائی ہارون کی ماں خیزران کے قبرستان میں دفن کیے گئے۔ (ایضاً ص، ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

یحیٰی بن سعید رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

یحیٰی نام، ابوسعید کنیت، نسب نامہ یہ ہے یحیٰی بن سعید بن قیس بن عمرو بن سہل ابن ثعلبہ بن حارث بن زید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار نصاری مدنی۔

Marfat.com

فضل وکمال

یحییٰ علمی اعتبار سے اپنے دور کے ممتاز ترین تابعین میں تھے، ان کی علمی جلالت پر تمام آئمہ کا اتفاق ہے، امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق، جلالت اور امامت پر سب کا اجماع ہے، حافظ ذہبی ان کو امام اور شیخ الاسلام لکھتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

اگرچہ یحییٰ بن سعید اس دور کے بزرگ ہیں، جب کہ عہد صحابہ کی بہار آخر ہو چکی تھی، پھر بھی جو باقیات صالحیات رہ گئے تھے، یحییٰ نے ان سے پورا فائدہ اٹھایا تھا؛ چنانچہ صحابہ اور کبار تابعین میں انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سائب بن یزید، عبداللہ بن عامر بن ربیعہ ابوامامہ ابن سہل بن حنیف، سعید بن مسیّب، قاسم بن محمد بن عمرو بن سلمہ بن عبدالرحمٰن عروہ بن زبیر سلمان ابن یسار وغیرہ سے انہوں نے سماع حدیث کیا تھا۔

ان بزرگوں کے فیض نے یحییٰ کو بڑا حافظ حدیث بنا دیا تھا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقة کثیر الحدیث حجة ثبتا ابن مبارک انہیں اکابر حفاظِ حدیث میں شمار کرتے تھے، ابی حاتم انہیں امام زہری کے برابر سمجھتے تھے، مدینہ کے دو شخص ایسے تھے جن کی ذات سے مدینۃ الرسول کا علم محفوظ رہا، ایک زہری دوسرے یحییٰ بن سعید، اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو بہت سیسنن ضائع ہو جاتے، کبار تابعین کے بعد مدینہ میں چار حاملین علم تھے، ان میں ایک یحییٰ بن سعید ہیں، سفیان ثوری کا بیان ہے کہ اہل مدینہ انہیں زہری سے بھی زیادہ بلند مرتبہ سمجھتے تھے (بحوالہ ابن سعد) یحییٰ القطان کہتے تھے کہ یحییٰ بن سعید کو اس حیثیت سے زہری پر تفوق حاصل ہے کہ زہری کے بارے میں لوگوں کا اختلاف موجود ہے، لیکن ان کے بارے میں کسی نے اختلاف نہیں کیا (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ابن مدینی کے بیان کے مطابق ان کی مرویات کی تعداد تین سو ہے (ایضا) اور یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ انہوں نے ان کی تین ہزار مرویات کی تعداد تین سو ہے۔ (ایضا) اور یزید بن ہارون کا بیان ہے کہ انہوں نے ان کی تین ہزار حدیثیں حفظ کی تھیں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

تلامذہ

ان کے خوشہ چینیوں کا دائرہ نہایت وسیع تھا، ان میں سے بعض نامور تلامذہ یہ ہیں، ہشام بن عروہ، حمید الطویل، یزید بن عبداللہ بن اسامہ، ابن جریج اوزاعی، مالک بن انس دونوں سفیان، حماد، لیث، ابن مبارک، شعبہ، یحییٰ بن سعید القطان اور یحییٰ بن سعید اموی وغیرہ۔ (تہذیب الاسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ میں بھی وہ امتیازی پایہ رکھتے تھے، ایوب سختیانی کہتے تھے کہ میں نے یحییٰ سے بڑا فقیہ مدینہ میں نہیں چھوڑا (ایضا) ان

Marfat.com

کے تفقہ کی ایک سند یہ بھی ہے کہ وہ مدینۃ الرسول کے جو مخزن فقہا تھا، قاضی تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) مروان کے زمانہ میں حج کے موقع پر منادی کی جاتی تھی کہ حجاج کو یحییٰ بن سعید کے علاوہ کوئی دوسرا فتویٰ نہ دے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عہدہ قضا

ابتداء میں مدینہ کے قاضی تھے، پھر دولت عباسیہ کے قیام کے بعد ابوجعفر منصور عباسی نے انہیں بلا کر قاضی القضاء کے جلیل القدر منصب پر ممتاز کیا، ایک روایت ہے کہ وہ ہاشمیہ میں اس عہدہ پر ممتاز ہوئے تھے، دوسری یہ کہ بغداد میں، مدینہ کے قیام کے زمانہ میں ان کی مالی حالت نہایت خواب ہوگئی تھی، بڑی عسرت سے زندگی بسر کرتے تھے، بہت مقروض ہو گئے تھے، عین اسی زمانہ میں منصور نے عہدہ قضا کے لیے طلب کیا، اس عہدہ پر تقرر کے دو مہینے کے اندر ان کی حالت درست ہوگئی اور کل قرض ادا ہو گیا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

بعض زرین اصول

یحییٰ بن سعید بعض نہایت زرین اصول ارشاد فرماتے تھے، جو آج بھی مذہبی مسائل میں ادنی اختلاف پر ایک دوسرے کو ہدف ملامت بنانے والوں کے لیے سبق کا کام دے سکتے ہیں، فرماتے تھے کہ، اہل علم وسعت ہیں، مفتیوں میں مسائل میں ہمیشہ سے باہم اختلاف ہوتا چلا آیا ہے، ایک شخص ایک شے کو حرام کہتا ہے اور دوسرا حلال، لیکن اس اختلاف سے کوئی ایک دوسرے پر عیب نہیں لگاتا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

۱۴۳ھ میں ہاشمیہ میں وفات پائی۔

یحییٰ بن یعمر رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

یحییٰ نام، ابوسلیمان کنیت، نسبی تعلق قبیلہ لیث سے تھا۔

فضل وکمال

قرآن، حدیث، فقہ زبان اور ادب جملہ علوم کے جامع تھی۔

قرآن

قرآن کے ممتاز عالم تھے، علامہ ابن سعد انہیں علمائے قرآن میں لکھتے ہیں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

حدیث

حافظ حدیث بھی تھے، حافظ ذہبی نے حفاظ تابعین کے دوسرے طبقہ میں ان کے حالات لکھے ہیں، صحابہ میں انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، سلیمان بن ضرد رضی اللہ عنہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ جیسے اکابر سے روایتیں کی ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

یحییٰ بن عقیل سلیمان تیمی، عبداللہ بن بریدہ، قتادہ، عکرمہ، عطاء خراسانی رکین بن ربیع، عبداللہ بن کلب سدوسی ازرق بن قیس اور اسحٰق بن نوید وغیرہ ان کے زمرہ تلامذہ میں تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

فقہ

فقہ میں بھی انہیں پورا درک تھا، حافظ ذہبی انہیں فقیہ علماء میں لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) ان کے تفقہ کی ایک سند یہ ہے کہ وہ مرو کے قاضی تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

زبان وادب

ان مذہبی علوم کے علاوہ زبان وادب میں بھی انہیں مہارت تھی نحو اور عربی زبان کے فاضل تھے (ابن سعد) نحو انہوں نے اس کے موجد اول ابوالاسود دؤلی سے حاصل کی تھی۔ (تہذیب)

فصاحت وبلاغت

زبان پر عبور کے ساتھ وہ بڑے فصیح وبلیغ تھے، ان کا شمار ممتاز فصحاء میں تھا۔ (شذرات الذہب، ج اول)

قضاءت میں سہولت

یحییٰ خراسان کے پایہ تخت مرو کے قاضی تھے، مرو میں باقاعدہ دارالقضاء تھا، لیکن حاجت مندوں کی آسانی کے لیے وہ چلتے پھرتے، راستے گلی میں تنازعوں کا فیصلہ کر دیتے تھے، یحییٰ بن موسیٰ بن یسار کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن یعمر کو بازاروں اور گلیوں میں فیصلہ کرتے ہوئے دیکھا، بسا اوقات وہ سواری پر چلتے ہوتے، اس حالت میں اگر دو فریق آ جاتے تو سواری روک کر کھڑے کھڑے فیصلہ دے دیتے۔

ایک اہم کارنامہ

ان کی زندگی کا سب سے اہم کارنامہ جو ابدالآباد تک قائم رہے گا، قرآن کو منقوط کرنا ہے، ابتدا میں قرآن پاک نقطوں سے خالی تھا، سب سے اول یحییٰ نے پڑھنے والوں کی آسانی کے لیے نقطے لگائے۔ (ابن سعد، ج اول)

Marfat.com

اہل بیت نبوی سے عقیدت

اہل بیت نبوی کے ساتھ ان کو نہایت گہری عقیدت تھی اور وہ ان کو بلاتفریق سب پر فضیلت دیتے تھے، لیکن کسی کی تنقیص نہ کرتے، ایک مرتبہ حجاج نے ان سے کہا تمہارا خیال ہے کہ حسن وحسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں تھے؟ یا تو تم اس خیال سے باز آویا اس کا ثبوت پیش کرو، انہوں نے قرآن کی یہ آیت پیش کر کے ومن ذریتہ داؤد وسلیمان وزکریا ویحیٰ وعیسیٰ، کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے درمیان اس سے کہیں کم تعلق ہے، جتنا حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہے، اس جواب میں یہ نکتہ ہے کہ جب عیسیٰ بعد زمانی کے باوجود صرف مادری تعلق سے ابراہیم کی ذریت میں ہوسکتے ہیں تو حسن رضی اللہ عنہ وحسین رضی اللہ عنہ کے جو خاص نواسے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریت میں کیا شبہ، یہ جواب سن کر حجاج مطمئن ہوگیا۔ (شذرات الذہب)

وفات

باختلاف روایت ۱۱۹ھ یا ۱۲۰ھ میں انتقال کیا۔

یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

یزید نام، ابورجاء کنیت، قریش کی شاخ بنی عامر بن لوئی کے غلام تھے، ان کے والد ابوحبیب (اسود) نوبی تھے، ان کے وطن ونقالہ تھا۔

پیدائش یزید ۳۵ھ میں پیدا ہوئے اور مصر میں ان کی نشوونما ہوئی۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج اول)

فضل وکمال

فضل وکمال کے لحاظ سے مصر کے آئمہ تابعین میں تھے، حافظ ذہبی انہیں امام الکبیر لکھتے ہیں، مصر میں ان ہی کی ذات سے دینی علوم کا صحیح ذوق پیدا ہوا، ابن یونس کا بیان ہے کہ وہ پہلے شخص ہیں جن کی ذات سے مصر میں علم ظاہر ہوا اور حلال وحرام کے مسائل کا آغاز ہوا، ان سے پہلے اہل مصر کا علم محض ترغیب اور ملاحم وفتن تک محدود تھا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

حدیث

وہ مصر کے ممتاز حفاظِ حدیث میں تھے، علامہ ابن سعد ثقہ اور کثیر الحدیث اور حافظ ذہبی حجۃ اور حافظِ حدیث لکھتے ہیں۔

(ابن سعد)

Marfat.com

حدیث میں انہوں نے عبداللہ بن حارث بن جزو زبیدی، ابو الطفیل، اسلم بن یزید، ابی عمران، ابراہیم بن عبداللہ بن حنین، خیر بن نعیم حضرمی، سوید بن قیس، عبدالرحمن بن شماسہ مہری، عبدالعزیز ابن ابی الصعبہ، عطاء بن ابی رباح، عراک بن مالک اور امام زہری وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔

ان سے فیض یاب ہونے والوں میں سلیمان التیمی، محمد بن اسحٰق، زید بن انیسہ، عمرو بن الحارث، عبدالحمید بن جعفر، ابن لہیعہ، اور لیث بن سعد لائق ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ میں انہیں بڑی دستگاہ حاصل تھی، حافظ ذہبی ان کو فقیہ لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) عمر بن عبدالعزیز نے مصر میں تین آدمیوں کو افتا کے منصب پر ممتاز کیا تھا، ان میں سے ایک یزید بھی تھے۔ (ایضاً) انہی کی وجہ سے مصر میں فقہ کا مذاق پیدا ہوا۔

علمائے معاصرین کی رائے

ان کے کمالات کے متعلق ان کے عہد کے علماء کی یہ رائے تھی، لیث بن سعد کہتے تھے کہ یزید ہمارے عالم اور ہمارے سردار ہیں (ایضاً) ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ لیث اُن کے اور عبیداللہ بن جعفر کے متعلق کہتے تھے کہ یہ دونوں ملک کے جوہر ہیں، عمرو بن حارث سے کسی نے سوال کیا کہ یزید افضل ہیں یا عبداللہ بن جعفر، انہوں نے جواب دیا اگر وہ دونوں ترازو میں تولے جائیں تو کسی کا پلہ بھاری نہ ہوگا۔ (ایضاً)

احتیاط

محتاط تابعین کی طرح وہ بھی اس قدر احتیاط کرتے تھے کہ جب ان کے پاس سائلین کی کثرت ہوئی تو انہوں نے خانہ نشینی اختیار کرلی۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

علم کی عظمت

علم کا بڑا وقار قائم رکھتے تھے اور اس سلسلہ میں کسی امیر کے آستانہ پر جانا گوارا نہیں تھا، جس کو ضرورت ہوتی اس کو خود یہاں بلاتے تھے، ایک مرتبہ ریان بن عبدالعزیز نے آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ آپ میرے پاس آیئے، میں آپ سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں، آپ نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تم خود میرے پاس آؤ میرے پاس آنا تمہارے لیے زینت اور میرا تمہارے پاس جانا تمہارے لیے عیب دار ہے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

صاف گوئی

امراء کو مطلق خاطر میں نہ لاتے، ان کے منہ پر ان کی برائیاں بیان کرتے، ایک مرتبہ آپ بیمار پڑے، حوثرہ بن سہیل امیر

Marfat.com

مصر آپ کی عیادت کے لیے آیا اور پوچھا جس کپڑے میں مچھر کا خون لگا ہو، اس میں نماز پڑھنے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے، یہ سوال سُن کر آپ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اس سے گفتگو بند کردی، یہ دیکھ کر وہ شرہ اٹھ گیا، آپ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا کہ روزانہ خلق اللہ کا خون کرتے ہو اور مجھ سے مچھر کے خون کے متعلق پوچھتے ہو۔ (تذکرۃ الحفاظ)

وفات

مروان کے عہد حکومت ۱۱۸ھ میں وفات پائی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

بعض خاص اوصاف

عقل و دانش اور حلم اور تحمل کے زیور سے آراستہ تھے۔ کان حلیماً عاقلاً

یونس بن عبید رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

یونس نام، ابوعبیداللہ کنیت، بنی عبد قیس کے غلام تھے۔

فضل وکمال

یونس اگرچہ غلام تھے، لیکن حسن بصری کے خاص اصحاب میں تھے، ان کے فیض صحبت وہم نشینی نے ان کو دولتِ علم و عمل سے مالا مال کردیا تھا، حافظ ذہبی ان کو امام حجۃ اور قدوہ لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ) امام نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے اور وہ جلیل القدر تابعی تھے (تہذیب الاسماء) ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ علم وفضل حفظ واتقان پابندی سنت اور اہل بدعت سے بغض، تقشّف، تفقہ فی الدین اور کثرتِ حفظ میں اپنے زمانہ کے مساوات میں تھے۔

حدیث

حدیث میں اپنے عہد کے ممتاز حفاظ میں تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: کان ثقۃ کثیر الحدیث

صحابہ میں انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا، لیکن ان سے فیض یاب نہ ہو سکے انہوں نے زیادہ تر حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے استفادہ کیا، ان کے بعد محمد بن سیرین ثابت البنانی، عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ، حکیم بن عرج، نافع مولی ابن عمر، حمید بن بلال، عطاء بن ابی رباح وغیرہ سے سماع حدیث کیا تھا۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث میں اپنے اکثر معاصرین پر فائق تھے، سعید بن عامر کا بیان ہے کہ میں نے یونس بن عبید سے افضل کسی کو نہیں پایا، تمام اہل بصرہ کی یہی رائے ہے ابوحاتم کہتے ہیں کہ وہ سلیمان تیمی سے بھی بلند مرتبہ تھے، تیمی ان کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔

اس کمال کے ساتھ وہ حدیث میں بڑے محتاط تھے، حدیث بیان کرنے کے بعد ہمیشہ تین مرتبہ استغفراللہ کہتے تھے (ابن

Marfat.com

سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) محض احتیاط کی بنا پر حدیثوں کو قلم بند نہیں کرتے تھے۔

تلامذہ

قابل ذکر تلامذہ کے نام یہ ہیں، ان کے صاحبزادے عبداللہ، شعبہ، ثوری، وہیب حماد، عبداللہ بن عیسیٰ، خزاز اور خارجہ بن مصعب وغیرہ۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

اخلاص فی العلم

ان کی علمی طلب شہرت اور ناموری کے لیے نہیں؛ بلکہ خالصۃ للہ تھی یہ ہشام بن حسام کا بیان ہے کہ میں نے یونس بن عبید کے سوا کسی کو ایسا نہیں پایا جس کی غرض علم سے محض وجہ اللہ ہو۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فضائل اخلاق

وفور علم کے ساتھ عمل بھی یہی درجہ کا تھا، عقائد میں بڑے متشدد اور مذہب میں بڑے متقشف تھے، ابن حبان لکھتے ہیں کہ وہ بڑے عامل سنت بدعات سے نفرت کرنے والے اور متقشف تھے، عقائد کے باب میں اتنے متشدد تھے کہ جدید عقائد وخیالات کو گناہ کبیرہ سے بھی بڑھ کر سمجھتے تھے، اپنے صاحبزادے سے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں تم کو سود، چوری اور شراب نوشی سے منع کرتا ہوں، لیکن تمہارا ان چیزوں میں مبتلا ہو کر خدا سے ملنا، اس کے مقابلہ میں زیادہ پسند کرتا ہوں کہ عمرو بن عبید اور اس کے ساتھیوں کے ہم خیال ہو کر اس سے ملو۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

مبتدعین کی عیادت کرنا بھی کار ثواب نہ سمجھتے تھے، ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ میرا ایک معتزلی پڑوسی بیمار ہے میں اس کی عیادت کروں، فرمایا ثواب کی نیت سے نہیں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

فرائض کے علاوہ زیادہ روزہ نماز نہ کرتے تھے، لیکن خدا کے حقوق وفرائض کی ادائیگی کے لیے ہر وقت تیار رہتے تھے، سلام بن مطیع کا بیان ہے کہ یونس بہت زیادہ نماز روزہ نہیں کرتے تھے؛ لیکن خدا کی قسم جب خدا کے حقوق کا وقت آتا تو وہ اس کی ادائیگی کے لیے بالکل تیار رہتے تھے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) جہاد کو افضل العبادات سمجھتے تھے، اس کے چھوٹ جانے کا انتہائی قلق ہوتا تھا، ان کو کسی سبب سے جہاد کا موقع نہ ملا تھا، اس کا تادم آخر قلق رہا، اسحٰق بن ابراہیم کا بیان ہے کہ یونس مرض الموت میں اپنے پیروں کی طرف دیکھ کر روتے تھے لوگوں نے سبب پوچھا، فرمایا کہ وہ خدا کی راہ میں غبار آلود نہیں ہوئے (ایضا) زبان پر اکثر کلمہ استغفار جاری رہتا تھا، عبدالملک بن سلیمان کا بیان ہے کہ میں نے ان سے زیادہ استغفار کرنے والا نہیں دیکھا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

دیانت

ان کا ذریعہ معاش تجارت تھا، ریشمی کپڑوں کی تجارت کرتے تھے اور تجارتی دیانت میں اس قدر مبالغہ کرتے تھے کہ اس

Marfat.com

مبالغہ کے ساتھ تجارت کرنا مشکل ہے ان کی تجارتی دیانت کے بہت سے واقعات کتابوں میں مذکور ہیں۔

ایک مرتبہ ایک خاص مقام پر ریشم کا نرخ بہت چڑھ گیا تھا، انہیں معلوم ہوا تو انہوں نے ایک دوسرے مقام کے ریشم فروش سے تیس ہزار کا ریشم خرید ابعد کو انہیں خیال آیا تو اس بیچنے والے سے پوچھا کہ تم کو فلاں مقام پر مال کے نرخ چڑھنے کی خبر تھی، اس نے کہا اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اپنا مال کیوں فروخت کرتا، یہ جواب سن کر روپیہ لے کر مال واپس کر دیا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ایک مرتبہ ایک عورت ان کے پاس خز کی چادر فروخت کرنے کے لیے لائی، انہوں نے اسے دیکھ کر قیمت پوچھی، اس نے کہا ساٹھ درہم، انہوں نے اپنے ایک ہمسایہ تاجر کو چادر دکھا کر پوچھا تمہاری نظر میں اس کی کیا قیمت ہے، اس نے کہا ایک سو بیس تک ہوسکتی ہے قیمت لگوانے کے بعد عورت سے کہا، اپنے گھر والوں سے پوچھ آ وہ ایک سو پچیس تک بیچنے کی اجازت دیتے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک عورت ریشم کا ایک جبہ بیچنے کے لیے لائی، انہوں نے قیمت دریافت کی، اس نے پانسو بتائی، ان کی نگاہ میں وہ اس سے بہت زیادہ قیمت کا تھا، اس لیے انہوں نے دو ہزار تک اس کی قیمت لگا دی۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

اس احتیاط کے باوجود انہیں اس بارے میں پورا اطمینان نہ ہوتا تھا، ابن شوذب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ یونس اور ابن عون حلال وحرام پر باتیں کر رہے تھے، دونوں نے کہا کہ ہمارے مال میں ایک درہم بھی حلال کا نہیں ہے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

۱۳۹ھ میں وفات پائی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پوتے سلیمان اور عبداللہ بن علی اور پرپوتے جعفر اور محمد نے جنازہ اٹھایا اور ان کی زبان پر تھا کہ، خدا کی قسم یہ عزت وشرف ہے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

ابو ادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عائذ نام، ابو ادریس کنیت، کنیت ہی سے زیادہ مشہور ہیں، نسب نامہ یہ ہے عائذ ابن عبداللہ بن عمر، بعض روایات میں نام عبداللہ اور نسب نامہ اس طرح ہے عبداللہ بن ادریس بن عائذ بن عبداللہ بن غیلان خولانی۔

پیدائش

غزوہ حنین کے سال پیدا ہوئے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

فضل وکمال..

صاحبِ علم وعمل تابعین میں تھے،شام کے ممتاز علماء میں شمار تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں، ابو ادریس خولانی عالم اهل الشام الفقیه احد من جمع بین العلم العمل، مشہور صحابی حضرت ابو درداء کے بعد جو شام میں مقیم تھے، ابوادریس ہی ان کے جانشین ہوئے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث میں انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، ابو درداء، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ، بلال رضی اللہ عنہ، ثوبان رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، عوف بن مالک رضی اللہ عنہ، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ بن ابی سفیان، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرہ سے روایتیں کی ہیں، حافظ ذہبی نے اکابر حفاظ کے زمرہ میں ان کے حالات لکھے ہیں۔

ان سے روایت کرنے والوں میں امام زہری، ربیعہ بن یزید، بسر بن عبید اللہ، عبد اللہ بن ربیعہ بن یزید، قاسم بن محمد، ولید بن عبد الرحمٰن، یونس بن میسرہ، ابو عون انصاری، یونس بن سیف مکحول، شہر بن حوشب اور سلمہ بن دینار وغیرہ لائق ذکر ہیں۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

شام کے مشہور فقہا میں تھے، امام زہری ان کو شام کے فقیہ علماء میں شمار کرتے تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) طبری نے ان کا ذکر شام کے ان علماء کے ساتھ کیا ہے، جو فقیہ حلال وحرام کے عالم تھے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وعظ گوئی اور قضاءت

ان کے فقہی کمال کی سند یہ ہے کہ عبد الملک کے زمانہ میں وہ دار الخلافہ دمشق کے قاضی تھے اور قضاءت کے ساتھ وعظ و پند کی خدمت بھی انجام دیتے تھے، پھر عبد الملک نے وعظ کی خدمت ان سے الگ کر لی، ان کو قضاءت کے مقابلہ میں وعظ گوئی کا شغل زیادہ مرغوب تھا، اس لیے اس سے علیحدگی کے بعد کہتے تھے، میری مرغوب چیز سے مجھے معزول کر دیا گیا اور جس چیز سے میں ڈرتا ہوں اسے رہنے دیا گیا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

علماء کا اعتراف

ان کے ہمعصران کے کمالات کے اتنے معترف تھے کہ مکحول جو شام کے سب سے بڑے عالم تھے، کہتے تھے کہ میں نے ادریس سے بڑا عالم نہیں دیکھا، ابو زرعہ دمشقی ان کو جبیر بن نضیر عالمِ شام پر ترجیح دیتے تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

وفات

۸۰ھ میں وفات پائی۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ابواسحٰق سبیعی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عمرو نام، ابواسحٰق کنیت، کنیت سے زیادہ مشہور ہیں، نسب نامہ یہ ہے عمرو بن عبداللہ بن علی بن احمد بن ذی یحمد بن سبیع بن صعب بن معاویہ بن کثیر بن مالک بن جشم بن حاشد بن جشم بن خیران بن نوف بن ہمدان ہمدانی کوفی۔

ہمدان میں ان کا ممتاز اور مشہور خاندان تھا، اسلامی عہد میں یہ خاندان کوفہ میں آباد ہو گیا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ابواسحٰق کے دادا مدینہ آئے تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے خاندانی اعزاز کا لحاظ کر کے پندرہ ہزار پانسوان کا اور سوسوان کے اہل وعیال کا وظیفہ مقرر کر کیا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

پیدائش

ابواسحٰق غالباً کوفہ ہی میں عثمانی عہد کے آخر میں جب کہ حضرت عثمان کی خلافت میں تین سال باقی تھے، پیدا ہوئے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

اموی دور

اموی دور میں بھی ابواسحٰق کا خاندانی اعزاز قائم رہا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ اور ان کے والد تین سو وظیفہ پاتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضل وکمال

مرکز علم کوفہ میں ابواسحٰق کی نشوونما ہوئی تھی، ان میں تحصیل علم کی فطری استعداد وصلاحیت تھی اس لیے علمائے کوفہ کے فیض سے پورا فائدہ اٹھایا اور ان کا شمار علماء کے اکابر علماء میں ہو گیا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق، جلالت اور ثناء پر سب کا اتفاق ہے حافظ لکھتے ہیں کہ وہ علم کا ظرف تھے، ان کے مناقب بہت ہیں (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ابن ناصر الدین ان کو آئمہ اسلام اور بڑے حفاظ حدیث میں لکھتے ہیں۔ (شذرات الذہب)

قرآن کے وہ نہایت مشہور قاری تھے، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب ان کو عمراء القاری کہتے تھے، اس فن کی تعلیم انہوں نے اس فن کے مشہور علماء ابوعبدالرحمٰن سلمی اور اسود بن یزید سے حاصل کی تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

حدیث

حدیث کے اکابر حفاظ میں تھے، حافظ ذہبی ان کو علم کا ظرف اور علمائے اعلام میں لکھتے ہیں (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) صحابہ میں انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما، ابن عمر رضی اللہ عنہما، ابن زبیر رضی اللہ عنہما، معاویہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن یزید الخطمی رضی اللہ عنہ، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ، عمرو بن الحارث رضی اللہ عنہ، عمرو بن الحریث رضی اللہ عنہ، زید بن ارقم رضی اللہ عنہ، براء بن عازب رضی اللہ عنہ، سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ، عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ، جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، عروہ بارقی رضی اللہ عنہ، ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ، خالد بن عرفطہ رضی اللہ عنہ جریر بن عبداللہ بجلی، اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ، مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور تابعین میں ایک کثیر جماعت سے سماع حدیث کیا تھا، ابن مدینی نے ان کے شیوخ کی تعداد باختلاف روایت تین یا چار سو لکھی ہے، ان میں اڑتیس صحابہ تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ابو حاتم روایات کی کثرت اور رجال کے علم میں ان کو امام زہری کا ہم پایہ سمجھتے تھے (تہذیب) ابو داؤد طیالسی کا بیان ہے کہ ہم نے چار آدمیوں کے پاس حدیث کا ذخیرہ پایا، ان چار میں ایک اسحٰق ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی احادیث اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات ان کے پاس زیادہ تھیں، ان کی جملہ احادیث کی تعداد دو ہزار تک بیان کی جاتی ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تلامذہ

شیوخ کے تناسب سے ان کے تلامذہ کا دائرہ بھی نہایت وسیع تھا اور اس میں بڑے بڑے تابعین اور تبع تابعین تھے، بعض قابل ذکر نام یہ ہیں، سلیمان التیمی، اعمش، قتادہ، اسمٰعیل بن ابی خالد شریک بن عبداللہ عمارہ بن زریق، منصور بن معتمر، سفیان ثوری، مسعر، مالک بن مغول سفیان بن عیینہ، زبیر بن معاویہ، زائدہ، حسن بن صالح اور ابو بکرہ بن عباس وغیرہ۔

(تہذیب الاسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

زہد و عبادت

اس علم کے ساتھ عمل بھی اس درجہ کا تھا، بڑے عابد و زاہد تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کان صواما قواما متقیلا تین دن میں ایک قرآن ختم کرتے تھے، روزہ بھی بکثرت رکھتے تھے۔

آخر عمر میں جب قویٰ ضعیف اور عبادتِ شاقہ کے متحمل نہ رہ گئے تھے اس وقت ان معمولات میں فرق آ گیا تھا، لیکن پھر بھی مہینہ میں تین دن اور ہر جمعہ و شنبہ کو اور شہر حرم میں پابندی سے روزہ رکھتے تھے اور ایک رکعت میں پوری سورہ بقرہ ختم کرتے تھے۔

Marfat.com

جہاد فی سبیل اللہ

جہاد فی سبیل اللہ کا بھی ولولہ تھا، امیر معاویہ کے زمانہ میں روم کی فوج کشی میں شریک ہوئے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

۱۲۷ یا ۱۲۸ میں وفات پائی، وفات کے وقت کم و بیش سو سال کے قریب عمر تھی۔

ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب

عامر نام، ابو بردہ کنیت، کنیت سے زیادہ مشہور ہیں، مشہور صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عامر بن عبداللہ بن موسیٰ بن قیس بن سلیم بن حضار بن حرب بن عامر بن عذر بن وائل بن ناجیہ بن جماہر اشعری۔

تعلیم

ان کے والد حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بڑے پایہ کے صحابی تھے، انہوں نے ان کو حصول تعلیم کے لیے مشہور صحابی عبداللہ بن سلام کے پاس جو مدینہ میں اہل کتاب کے بہت بڑے عالم تھے، بھیج دیا تھا، اس واقعہ کو ابو بردہ خود بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ کو تحصیل علم کے لیے عبداللہ بن سلام کے پاس بھیجا، جب میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا بھتیجے تم لوگ ایک تجارتی مقام پر رہتے ہو، اس لیے اس کا لحاظ رکھنا کہ جب کسی پر تمہارا کچھ مال واجب ہو تو وہ اگر تم کو گھاس کا ایک گٹھا بھی دے تو اس کو قبول نہ کرنا کہ وہ ربا ہوگا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب میں مدینہ گیا اور عبداللہ بن سلام سے ملا تو انہوں نے کہا چلو جس گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داخل ہو کر نماز پڑھی ہے تم بھی اس میں چل کر نماز پڑھو، تم کو کھجور اور ستو کھلاؤں گا، پھر فرمایا، بھتیجے تم ایسے مقام پر رہتے ہو جہاں سود عام ہے تم میں ایسے لوگ ہیں کہ جب وہ کسی کو قرض دیتے ہیں اور اس کی مدت پوری ہو جاتی ہے تو مقروض خورد و نوش کے سامان کی ایک گھڑی اور چارہ کا ایک گٹھا اپنے ساتھ لاتا ہے یہ ربا ہے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

فضل و کمال

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت اور دوسرے بزرگوں کے فیض صحبت

Marfat.com

نے ابو بردہ کا دامن علم نہایت وسیع کر دیا تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں، ابو بردہ بن ابی موسیٰ الاشعری الفقیہ احد الائمۃ الاثبات (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) امام نووی لکھتے ہیں ان کی توثیق وجلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء)

حدیث

حدیث کے وہ ممتاز حفاظ تھے، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں "کان ثقۃ کثیر الحدیث" اس فن میں انہوں نے ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حذیفہ رضی اللہ عنہ بن یمان، عبداللہ بن سلام اعز المزنی مغیرہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، اسود بن یزید النخعی اور عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے استفادہ کیا تھا۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تلامذہ

ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے لڑکے سعید اور بلال، پوتے یزید اور عام لوگوں میں امام شعبی، ثابت البنانی، حمید بن بلال، عبدالملک بن نمیر قتادہ، ابو اسحٰق سبیعی وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

فقہ

فقہ میں بھی وہ امتیازی پایہ رکھتے تھے، حافظ ذہبی ان کو فقیہ اور امام لکھتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عہدہ قضاء

اس تفقہ کی بنا پر وہ قاضی شریح کے بعد کوفہ کی مسندِ قضاء پر بیٹھے تھے۔ (شذرات الذہب) ان کے بعد ان کے لڑکے بلال ان کے جانشین ہوئے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضائل اخلاق

فضائل اخلاق کا مجسم پیکر تھے، ان کی ذات میں تمام اخلاقی محاسن جمع تھے، یزید بن مہلب جس زمانہ میں خراسان کا والی ہوا اس وقت اس کو ایک جامع اوصاف شخص کی ضرورت ہوئی، اس نے لوگوں سے کہا مجھے کوئی ایسا آدمی بتاو جو خصائلِ حسنہ میں پورا ہو۔

لوگوں نے ابو بردہ کا نام لیا، یزید انہیں بلا کر ان سے ملا تجربہ سے انہیں بہترین شخص پایا، ان کی باتوں سے بہت زیادہ متاثر ہوا، انہیں پرکھنے کے بعد ان سے کہا میں تم کو فلاں فلاں عہدہ پر مامور کرتا ہوں، انہوں نے اس کے قبول کرنے سے معذرت چاہی، یزید نہ مانا، اس وقت انہوں نے معذرت میں یہ مذہبی دلیل پیش کی کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جس شخص نے کوئی ایسا عہدہ قبول کر لیا جس کے متعلق وہ خود جانتا ہے کہ وہ اس کا اہل نہیں ہے تو اس کو چاہئے کہ دوزخ کو اپنا مستقر بنانے کے لیے تیار رہے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

وفات

۱۰۴ھ میں وفات پائی۔ (ابن سعد)

ابوبکر بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

محمد نام، ابوبکر کنیت، ان کی کنیت نے اتنی شہرت حاصل کی کہ نام کی جگہ لے لی؛ چنانچہ بعضوں کے نزدیک ان کا نام ہی ابوبکر ہے، نسب نامہ یہ ہے، ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام بن مغیرہ بن عبداللہ بن مخزوم مخزومی، ماں کا نام فاختہ تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے، فاختہ بنت عتبہ بن سہیل بن عمرو بن عبدشمس بن عبدود بن نضر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوئی۔

ولادت

ابوبکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے۔

فضل وکمال

ابوبکر مدینۃ الرسول میں پیدا ہوئے تھے، جو علماء کا مخزن تھا، ان میں تحصیل علم کا بڑا ذوق وشوق تھا، اس لیے بڑی محنت سے تحصیل علم کی اور مدینۃ کے نامور علماء میں شمار ہوا، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں، کان ثقۃ فقیھا کثیرا الحدیث عالما عاقلا عالیا سخیا ابن خراش انہیں ائمہ علماء میں شمار کرتے تھے۔ (تہذیب الاسماء)

حدیث

حدیث کے وہ بڑے حافظ تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں: کان ثقۃ حجۃ فقیھا اماما کثیر الروایۃ صحابہ میں اپنے والد عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر، ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ، عبدالرحمٰن بن مطیع، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایتیں کی ہیں۔

ان سے روایت کرنے والے میں ان کے لڑکے عبدالملک عمرو، عبداللہ اور سلمہ بھتیجے قاسم بن محمد اور عام لوگوں میں امام زہری، عمر بن عبدالعزیز اور حکم بن عتبہ وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

زہد عبادت

زہد وتقویٰ کا رنگ نہایت گہرا تھا، مدینہ کے عابد ترین بزرگوں میں تھے زہد وعبادت اور نمازوں کی کثرت کی وجہ سے راہب قریش ان کا لقب ہو گیا تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ صالح عبادت گزار اور خدا پرست تھے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) کئی کئی دن کا مسلسل روزہ رکھتے تھے، ان کے بھائی عمرو بن عبدالرحمٰن کا بیان ہے کہ وہ روزے پر روزے رکھتے تھے

Marfat.com

اور درمیان میں افطار نہ کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

امانت

امانت ان کا خاص وصف تھا، انہیں امانت میں اس قدر اہتمام تھا کہ اگر کوئی شخص ان کے پاس کوئی شئے امانت رکھتا اور اس کا کچھ حصہ ضائع ہو جاتا تو خواہ امانت رکھنے والا معاف ہی کیوں نہ کر دیتا مگر پوری امانت واپس کرتے، عثمان بن محمد کا بیان ہے کہ عروہ نے ابوبکر کے پاس کچھ مال امانت رکھوایا، وہ مال یا اس کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا، عروہ نے کہلا بھیجا کہ تم پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے، تمہاری حیثیت تو امین کی تھی، انہوں نے جواب دیا کہ یہ مجھے معلوم ہے کہ مجھ پر تاوان نہیں ہے، لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ قریش میں تمہاری زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ میری امانت ضائع ہوگئی غرض عروہ کے کہنے کے باوجود نہ مانے اور اپنی املاک بیچ کر پوری امانت واپس کی۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فیاضی

نہایت فیاض اور سیر چشم تھے۔ (تہذیب التہذیب)

بنی امیہ میں منزلت

اموی خلفاء ان کی اتنی منزلت کرتے تھے کہ ان کی وجہ سے اہل مدینہ کو امویوں کی جانب سے امن حاصل ہو گیا تھا، عبدالملک خصوصیت کے ساتھ ان کی بڑی عزت کرتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ بنی امیہ کے ساتھ اہل مدینہ کی روش کی بناء پر میں ان کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہوں؛ لیکن ابوبکر بن عبدالرحمٰن کا خیال آ جاتا ہے تو شرم آنے لگتی ہے اور ارادہ ترک کر دیتا ہوں، عبدالملک اپنے بعد ہونے والے خلفاء ولید اور سلیمان کو بھی ابوبکر کی تعظیم وتکریم کی وصیت کرتا گیا تھا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وفات

ایک دن عصر کی نماز پڑھ کر غسل خانہ گئے، وہاں گر پڑے، فوراً زبان سے نکلا میں نے آج شروع دن میں خدا کی قسم کوئی نئی بات نہیں کی تھی، اسی دن غروبِ آفتاب سے پہلے انتقال کر گئے، یہ ۹۴ھ کا واقعہ ہے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ بیروت)

ابورجاء عطاردی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

ابورجاء اور ان کے والد کے نام کے بارہ میں مختلف بیانات ہیں، ایک بیان یہ ہے کہ ان کا نام عمران اور والد کا نام طحان، دوسرا یہ ہے کہ والد کا نام تمیم ہے تیسرا یہ ہے کہ ان کا نام عطاء اور والد کا نام پرویز ہے، ان تینوں بیانات میں اکثر ارباب سیر کے

Marfat.com

نزدیک پہلا زیادہ صحیح ہے، حافظ ذہبی اور ابن حجر نے اسی کو اختیار کیا ہے، ابورجاء کنیت ہے اور اسی سے وہ زیادہ مشہور ہیں نسبی تعلق قبیلہ تمیم سے تھا۔

اسلام

ابورجاء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا لیکن اس وقت بالکل نوخیز تھے عہد نبوی میں عرصہ تک ان کا قبیلہ اسلام سے بھاگتا رہا، لیکن پھر آخر میں اسے اسلام کا طوقِ غلامی گردن میں ڈالنا پڑا، ان واقعات کو خود رجاء کی زبان سے سنوان کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے زمانہ میں میں اپنے چشمے سند پر اونٹوں کی چرائی پر تھا کہ اطلاع ملی کہ عرب میں ایک شخص مبعوث ہوا ہے جو لوگ اس کی اطاعت نہیں کرتے، ان کو وہ قتل کر دیتا ہے، یہ خبر سن کر ہم لوگ اپنے اہل وعیال کو لے کر بنی سعد کا میدان عبور کر کے بھاگ گئے، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اس شخص سے بچنے کی سبیل لا الہ الا اللہ محمد اعبدہ ورسولہ کی شہادت ہے، جو شخص اس کا اقرار کر لیتا ہے، اس کی جان اور اس کا مال محفوظ ہو جاتا ہے یہ معلوم کر کے ہم لوگ لوٹ آئے اور اسلام میں داخل ہو گئے (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) یہ فتح مکہ کا زمانہ تھا (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) اگرچہ ابورجاء عہد رسالت میں مشرف بہ اسلام ہو گئے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور بقاء کے شرف سے محروم رہے۔

فضل وکمال

ابورجاء کے زمانہ میں بہت سے صحابہ موجود تھے اس لیے انہیں حصولِ کمال کا پورا موقع ملا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں "من کبار علماء التابعین، کان ثقۃ بکتا عالما عاملا"

قرآن

قرآن کے ممتاز عالم تھے، اس کی تعلیم انہوں نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور مفسر القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حاصل کی تھی (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت) ان کی تعلیم نے انہیں قرآن کا عالم بنا دیا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، عمران بن حصین رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اور ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے ان کی روایات ملتی ہیں، ان سے روایات کرنے والوں میں ایوب جریر بن حازم عوف الاعرابی عمران القصیر، مہدی بن میمون، ابوالاشہب، حماد بن نجیح، سعید بن ابی ربیعہ، ابوعثمان اور حسن بن ذکوان وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

زہد وعبادت

زہد وعبادت میں بھی ممتاز تھے حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ بڑے عبادت گزار، نماز پڑھنے والے اور تلاوت کرنے والے شیخ تھے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) رمضان میں تراویح میں تین قرآن ختم کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

امامت

اپنے علمی مذہبی کمالات کی وجہ سے اپنے قبیلہ کے امام تھے اور چالیس سال تک یہ خدمت انجام دی۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

ان کے زمانہ وفات کے بارہ میں بہت اختلاف ہے، بعضوں کے نزدیک عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں بعضوں کے نزدیک ۱۰۵ میں بعضوں کے نزدیک ۱۰۷ میں بعضوں کے نزدیک ۱۰۸ میں اور بعضوں کے نزدیک ۱۰۹ھ میں وفات پائی (یہ تمام اقوال ابن سعد تذکرۃ الحفاظ اور تہذیب میں ہیں، دیکھو کتب مذکورہ حوالا بالا) اس وقت کم وبیش ایک سوبیس سال کی عمر تھی، ان کے وفات پر فرزدق شاعر نے یہ شعر کہا:

الم تران الناس مات کبیروقد عاش قبل البطث محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ابوالزناد رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عبداللہ نام، والد کا نام ذکوان تھا، ابوعبدالرحمٰن کنیت، ابوالزناد لقب، لقب ہی سے وہ مشہور ہیں، نسباً ہمدانی تھے، ابوالزناد قریش کی غلامی میں تھے، لیکن غلامی کی نسبت میں اختلاف ہے، بعض رملہ بنت ربیعہ کا اور بعض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اولاد کا غلام بتاتے ہیں۔

فضل وکمال

اگرچہ ابوالزناد غلام تھے، لیکن اقلیم علم کے تاجدار تھے، اکابر تابعین کے بعد جو بزرگوار علم کے مسند نشین ہوئے، ان میں ایک نام ابوالزناد کا بھی ہے، ان کو جملہ علوم میں یکساں دستگاہ حاصل تھی، امام نووی لکھتے ہیں ہیں کہ ان کی ثناء وصفت، ان کے وفورِ علم ان کے حفظ، ان کے فضل اور مختلف علوم میں ان کی مہارت، توثیق اور ان کی جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔

(تہذیب الاسماء، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

حدیث

حدیث میں انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ، عائشہ بنت سعد، ابوامام بن سہل بن حنیف سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ، ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ، آبان بن عثمان رضی اللہ عنہ، خارجہ بنت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، عبید بن حسین رضی اللہ عنہ عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، علی بن حسین رضی اللہ عنہ، عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ اور محمد بن حمزہ اسلمی وغیرہ سے فیض اٹھایا تھا۔ (تہذیب التہذیب)

ان بزرگوں کے فیض نے ان کو حدیث کا بڑا جلیل القدر حافظ بنا دیا تھا، امام حدیث سفیان ثوری ان کو امیر المومنین فی الحدیث کہتے تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) علامہ ابن سعد ثقہ اور کثیر الحدیث لکھتے ہیں۔
(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

تلامذہ

ان کے لڑکے عبدالرحمٰن اور القاسم، صالح بن کیسان، ابن ابی ملیکہ، اعمش عبید اللہ ابن عمرو بن عجلان ہشام بن عروہ، شعیب بن ابی حمزہ، ابن اسحٰق، موسیٰ بن عقبہ سعید بن ابی بلال، زاہد بن قدامہ اور سفیان وغیرہ ان کے زمرہ تلامذہ میں تھے۔
(تہذیب الاسماء، ج، ق، ص، بحوالہ ابن سعد)

فقہ

فقہ میں بھی امتیازی درجہ رکھتے تھے، ان کا شمار فقہائے مدینہ میں تھا، فقہ میں وہ مشہور فقیہ تابعی ربیعہ رائی کے مقابلہ کے سمجھے جاتے تھے، امام ابوحنیفہ ان کو ربیعہ سے مرجح سمجھتے تھے، ربیعہ سے پہلے انہیں کی ذات مرجوعہ تھی، لیکن ربیعہ کی مسند بچھنے کے بعد ان کا حلقہ درس خالی ہو گیا اور ان کے تمام تلامذہ ربیعہ کی طرف رجوع ہو گئے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

جامعیت اور حلقہ درس کی وسعت

ابوالزناد کی جامعیت کی مناسبت سے ان کا حلقہ درس بھی نہایت وسیع تھا، اس میں مختلف علوم وفنون کے سینکڑوں طلبہ کا ہجوم رہتا تھا، عبداللہ بن سعید کا بیان ہے، کہ میں نے ابوالزناد کو اس شان سے مسجد نبوی میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا ہے کہ ان کے ساتھ طلبہ کا بادشاہوں کے ہجوم جیسا ہجوم تھا، اس ہجوم میں فرائض کے سائلین بھی ہوتے تھے اور حساب کے بھی شعر کے بھی اور معضلات کے بھی (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) لیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے ابوالزناد کے پیچھے بہ یک وقت فقہ، شعر وشاعری اور مختلف علوم کے تین تین سو طالب علم دیکھے ہیں، مذہبی علوم کے علاوہ زبان ادب وانشا اور فصاحت وبلاغت میں بھی دستگاہ تھی، علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: کان فصیحا بصیر ابا العربیة

غیر مذہبی علوم میں حساب میں خصوصیت کے ساتھ بڑی مہارت تھی اس مہارت کی بنا پر کبھی کبھی حکومت کے دفاتر کی جانچ پڑتال ان کے سپرد ہوتی تھی، ایک مرتبہ وہ اسی سلسلہ میں ہشام کے پاس شام گئے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

عقل وفرزانگی

اس علم کے ساتھ انہوں نے دنیاوی عقل وفرازنگی سے بھی وافر حصہ پایا تھا۔(تہذیب الاسماء)

وفات

باختلافِ روایت رمضان ۱۲۷ یا ۱۳۱ میں دفعۃً انتقال ہوا(تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) وفات کے وقت چھیاسٹھ سال کی عمر تھی۔(تہذیب الاسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عبداللہ نام، ابوسلمہ کنیت، کنیت نے اتنی شہرت حاصل کی کہ نام کی جگہ لے لی؛ چنانچہ بعضوں کے نزدیک ان کا نام ہی ابو سلمہ تھا، مشہور صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے فرزند ہیں، ماں کا نام تماضر تھا، نانہالی شجرہ یہ ہے تماضر بنت اصبغ بن عمرو بن ثولبہ بن حارث بن حصین بن ضمضم بن عدی بن خباب بن ہبل کلبی۔

فضل وکمال

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا درجہ اس سے ظاہر ہے کہ وہ عشرہ مبشرہ میں تھے، ابوسلمہ نے انہی کے آغوش علم وعمل میں پرورش پائی تھی، باپ کے فیض تربیت سے وہ یگانہ عصر بن گئے تھے، بعض علماء ان کو مدینہ کے فقہائے سبعہ میں شمار کرتے ہیں، لیکن یہ رائے مختلف فیہ ہے مگر اس سلسلہ میں ان کا نام لیا جانا ہی ان کے کمال کی سب سے بڑے سند ہے، ان کی علمی جلالت اور امامت پر علماء کا اتفاق ہے، امام نووی لکھتے ہیں کہ ابوسلمہ کی امامت ان کے مرتبہ کی بلندی اور ان کی رفیع المنزلی پر سب کا اتفاق ہے۔(تہذیب الاسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حدیث میں انہوں نے اپنے والد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، ان کے علاوہ اکابر صحابہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، ابوقتادہ، ابودرداء رضی اللہ عنہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، ثوبان رضی اللہ عنہ، نافع بن حارث رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جابر رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ ام المومنین عائشہ صدیقہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ اور بہت سے اکابر تابعین سے استفادہ کیا تھا۔

Marfat.com

ان بزرگوں کے فیض نے ان کو امامِ حدیث بنادیا تھا، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ بڑے آئمہ تابعین میں، کثیر العلم، ثقہ اور عالم تھے (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) علامہ ابن سعد لکھتے ہیں: **کان ثقة فقیها کثیر الحدیث**

تمام اکابر علماء ان کی کثرتِ حفظ کے معترف تھے، زہری کا بیان ہے کہ ابراہیم بن عبداللہ بن قارظ مجھ سے کہتے تھے کہ تمہاری قوم میں دو آدمیوں سے بڑا عالم حدیث میں نہیں دیکھا، ایک عروہ بن زبیر، دوسرے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) امام زہری کہتے تھے کہ میں نے چار آدمیوں کو علم کا دریا پایا، ان چار میں ایک ابوسلمہ کا نام ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

تلامذہ

امام شعبی، عبدالرحمٰن الاعرج عراک بن مالک، عمر بن دینار، ابو حازم، ابوسلمہ بن دینار، زہری، یحیٰ بن سعید انصاری اور یحیٰ بن ابی کثیرہ وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں۔

فقہ

فقہ میں ابوسلمہ کا پایہ اتنا بلند تھا کہ بعض علماء ان کو مدینہ کے فقہائے سبعہ میں شمار کرتے تھے، علامہ بن سدان کو فقیہ لکھتے ہیں، فقہ میں انہوں نیفقیہ الامت عبداللہ بن عباس سے استفادہ کیا تھا، بعض اوقات فقہی مسائل میں استاد کو ان کی رائے پلٹا دیتے تھے حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ابوسلمہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تفقہ حاصل کرتے تھے اور مسائل پر ان سے بحث ومناظرہ کرکے ان کو ان کی رائے سے پلٹا دیتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

عہدہ قضا

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سعید بن العاص حاکم مدینہ نے ان کو مدینۃ الرسول کے عہدہ قضاء پر ممتاز کیا، لیکن پھر بعد کے تغیرات میں وہ اس عہدہ پر نہ رہ سکے اور سعید بن العاص کی معزولی کے بعد اس کے جانشین مروان نے ابو سلمہ کو ہٹا دیا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

وفات

ولید بن عبدالملک کے عہدِ خلافت ۹۴ھ میں وفات پائی، ایک روایت یہ ہے کہ ۱۰۴ھ میں انتقال کے وقت بہتر سال کی عمر تھی۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حلیہ

ابوسلمہ نہایت حسین وجمیل تھے، عبداللہ بن ابی یعقوب کا بیان ہے کہ ابوسلمہ بڑے صبیح تھے، ان کا چہرہ تابانی میں ہرقلی دینار معلوم ہوتا تھا، سر اور داڑھی کے بال سپید ہوگئے تھے، ان میں کبھی حنا کا کبھی وسمہ کا خضاب لگاتے تھے۔

Marfat.com

ابوالعالیہ ریاحی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

رفیع نام، ابوالعالیہ کنیت، کنیت ہی سے وہ زیادہ مشہور ہیں، والد کا نام مہران تھا، قبیلہ بنی ریاح کی ایک عورت کے غلام تھے، اس نسبت سے ریاحی کہلاتے ہیں۔

اسلام

انہوں نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا، لیکن عہد نبوی میں شرفِ اسلام سے محروم رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دو سال بعد اسلام لائے۔ (ابن سعد)

آزادی

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ قبولِ اسلام کے بعد عرصہ تک غلامی میں رہے، پھر ان کی مالکہ نے انہیں آزاد کر دیا، ان کی آزادی کا واقعہ جس کے متعلق خود ان کا بیان یہ ہے کہ میں ایک عورت کا غلام تھا، جب اس نے مجھے آزاد کرنے کا ارادہ کیا تو اس کے چچیرے بھائیوں نے روکا کہ اگر اس کو آزاد کر دوگی تو وہ کوفہ جا کر بالکل مفقود الخبر ہو جائے گا؛ لیکن وہ آزاد کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی، اس لیے ایک جمعہ کو میرے پاس آئی اور مجھ سے پوچھ کر جامع مسجد کی طرف چلی میں بھی ساتھ ہولیا، مسجد پہنچنے کے بعد امام نے ہم کو منبر پر کھڑا کر دیا، عورت نے میرا ہاتھ پکڑ کر ان الفاظ میں میری آزادی کا اعلان کیا، خدایا میں تیرے پاس اس کو (آخرت کے لیے) جمع کرتی ہوں، مسجد والو گواہ رہنا، یہ غلام خدا کے لیے آزاد ہے، آیندہ حقِ معرفت کے علاوہ اس پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے یہ کہہ کر وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی، اس کے بعد پھر وہ نہیں دکھائی دی۔ (ابن سعد، ج، ق اول ص، آزادی کا واقعہ دو روایتوں میں ہے، ہم نے دونوں کا خلاصہ لے لیا ہے)

فضل وکمال

علمی اعتبار سے ممتاز تابعین میں تھے، علامہ نووی لکھتے ہیں کہ وہ کبار تابعین میں تھے، ابوالقاسم طبری کا بیان ہے کہ ان کی توثیق پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

قرآن

ان کا خاص موضوع کتاب اللہ تھا، قرآن کی تعلیم انہوں نے مشہور عالم قرآن حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے حاصل کی تھی، اس کا آغاز غلامی ہی کے زمانہ سے ہو گیا تھا، ان کا خود بیان ہے کہ میں غلام تھا، اپنے اہل کی خدمت کرتا تھا اور قرآن اور عربی کی کتاب سیکھتا تھا۔ (ابن سعد) لیکن باضابطہ تعلیم قبول اسلام کے ساتھ آٹھ سال کے بعد جب کہ وہ بڑی عمر کو پہنچ گئے تھے

Marfat.com

شروع کی تھی (ایضاً) اور اس شوق اور محنت سے حاصل کی کہ جماعت تابعین میں قرآن کے سب سے بڑے عالم بن گئے، ابوبکر ابن داؤد کا بیان ہے کہ صحابہ کے بعد ان سے بڑھ کر عالمِ قرآن کوئی نہ تھا (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) ابن عماد حنبلی ان کو مفسر لکھتے ہیں۔ (شذرات الذہب)

حدیث

حدیث میں علامہ ابن سعد انہیں کثیر الحدیث لکھتے ہیں (ابن سعد) حضرت علی رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، ثوبان رضی اللہ عنہ، حذیفہ رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، ابوبردہ رضی اللہ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہ، ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ سے انہوں نے حدیث میں فیض اٹھایا تھا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

اخذ حدیث میں احتیاط

حدیث لینے میں وہ بڑے محتاط تھے، جب تک اصل راوی کی زبان سے سُن نہ لیتے تھے، اس وقت تک کسی دوسرے کے بیان پر اعتماد نہ کرتے تھے؛ چنانچہ کہتے تھے کہ ہم لوگ بصرہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی روایات سنتے تھے، مگر اس وقت تک ان پر اعتماد نہ کرتے تھے، جب تک مدینہ جا کر خود ان کی زبان سے نہ سُن لیتے تھے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تلامذہ

ان سے فیض اٹھانے والوں میں خالد الحذاء، داؤد بن ابی ہند محمد بن سیرین یوسف بن عبداللہ، ربیع بن انس، بکر المزنی، ثابت البنانی، حمید بن ہلال، قتادہ اور منصور وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فقہ

گو فقہ میں ان کا کوئی خاص پایہ نہ تھا تاہم بصرہ کے فقہاء میں ان کا شمار تھا حافظ ذہبی انہیں فقیہ کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

صحابہ میں منزلت

اگرچہ ابوالعالیہ غلام رہ چکے تھے، لیکن ان کے علمی کمالات کی بنا پر بڑے بڑے صحابہ ان کی عزت کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اتنی عزت کرتے تھے کہ ابوالعالیہ جب ان کے پاس جاتے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما ان کو اونچے مقام پر بٹھاتے اور معززین قریش ان کے نیچے ہوتے، اس اعزاز سے بٹھانے کے بعد فرماتے علم اسی طرح شریف کے شرف

Marfat.com

میں اضافہ کرتا ہے اور ملوک کو تخت پر بٹھاتا ہے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ایک مرتبہ وہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ولایتِ بصرہ کے زمانہ میں ان کے پاس گئے، ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ بٹھالیا، یہ عزت افزائی دیکھ کر ایک تمیمی سے نہ رہا گیا، وہ بول اٹھا یہ غلام ہیں۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عبادت

ابو العالیہ میں اس علم کے ساتھ اسی درجہ کا عمل بھی تھا، بڑے خوش اوقات اور عبادت گزار تھے، شب بیداری اور تلاوت قرآن کا خاص ذوق تھا، ایک زمانہ میں وہ رات بھر نمازیں پڑھتے تھے اور ایک شب میں پورا قرآن ختم کردیتے تھے، لیکن اس عبادتِ شاقہ پر مداومت نہ کرسکے، ان کا بیان ہے کہ ہم چند غلام تھے، ان میں سے بعض ٹیکس ادا کرتے تھے اور بعض خدمت کرتے تھے، ہم سب رات بھر جاگ کر ایک شب میں پورا قرآن ختم کرتے لیکن جب یہ گراں گزرنے لگا، تو پھر دو راتوں میں ختم کرنے لگے، جب یہ بھی نہ نبھ سکا تو تین راتوں میں ختم کرنے لگے، لیکن اتنا بھی نہ ہوسکا، اور ایک دوسرے سے شکایت کرنے لگے تو ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے ملے، انہوں نے کہا ایک ہفتہ میں ختم کیا کرو، ان کی ہدایت کے بعد ہم لوگ نمازیں پڑھنے کے ساتھ سونے بھی لگے، اس وقت وہ بار جاتا رہا۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

رہبانیت سے اجتناب

لیکن اس عبادت و ریاضت کے ساتھ رہبانیت سے اتنا احتراز تھا کہ راہبانہ لباس تک پسند نہ کرتے تھے، ایک مرتبہ ابو امیہ عبدالکریم ان سے ملنے کے لیے آئے ابو امیہ کے بدن پر صوف کے کپڑے تھے، ان کو دیکھ کر ابو العالیہ نے کہا یہ راہبوں کا لباس و طریقہ ہے، مسلمان جب آپس میں ایک دوسرے سے ملنے کے لیے جاتے ہیں تو اچھے لباس میں جاتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ریاء سے احتراز

عمل خیر کا اظہار نہایت برا سمجھتے تھے اور ایسے شخص کو ریاکار سمجھتے تھے ابو مخلد کا بیان ہے کہ ابو العالیہ کہتے تھے کہ جب تم کسی شخص کو یہ کہتے سنو کہ میں خدا کے لیے دوستی اور خدا کے لیے دشمنی کرتا ہوں تو اس کی تقلید نہ کرو۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

انفاق فی سبیل اللہ

خدا کی راہ میں خرچ کرنے میں بڑے فیاض تھے، انہوں نے اپنا کل مال یا اس کا بڑا حصہ خدا کی راہ میں امورِ خیر کے لیے وقف کردیا تھا، ابن سعد کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں "فاوصی ابو العالیۃ بمالہ کلہ" (ابن سعد) دوسری روایت میں ہے کہ ابو

Marfat.com

العالیہ نے کہا کہ میں نے سونے اور چاندی میں جو کچھ بھی چھوڑا ہے، اس کا ایک تہائی خدا کی راہ کے لیے ہے، ایک تہائی اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اور ایک تہائی غریب مسلمانوں کے لیے، البتہ اس میں سے میری بیوی کا حق تم لوگ دینا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

غلاموں کی آزادی

غلاموں کو لوجہ اللہ آزاد کرتے تھے، ایک مرتبہ ایک غلام کو آزاد کیا اس کی آزادی نامے پر یہ الفاظ تھے، ایک مسلمان نے ایک جوان غلام کو بطور رسائبہ کے لوجہ اللہ آزاد کیا، نیک کام لینے کے علاوہ اس پر کسی کا کوئی حق نہیں۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

زکوٰۃ وصدقات

زکوٰۃ نہایت پابندی سے ادا کرتے تھے اور اس کو تقسیم کرنے کے لیے مدینہ پہنچتے تھے، ابو خلدہ کا بیان ہے کہ ابو العالیہ اپنے مال کی زکوٰۃ اس کے مصارف میں صرف کرنے کے لیے اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ بھیجتے تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

خانہ جنگی سے اجتناب

ابو العالیہ بڑے بہادر اور جنگ آزما تھے، لیکن ان کی بہادری مسلمانوں کے مقابلہ میں نہ صرف ہوتی تھی، ان کے زمانہ میں صفین وغیرہ کی بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں جن سے بہت کم مسلمان بچ سکے یہ بھی زور آزمائی کے شوق میں نکلے، لیکن پھر میدان جنگ سے پلٹ آئے، ابو خلدہ کا بیان ہے کہ ابو العالیہ کہتے تھے کہ علی رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ کے زمانہ میں میں جوان تھا، جنگ میرے لیے لذیذ کھانوں سے زیادہ مرغوب تھی اس لیے میں بھی پوری تیاری کے ساتھ میدان جنگ میں پہنچا اور ایسی عظیم الشان فوجیں دیکھیں جن کے سر نظر نہ آتے تھے، ان میں سے جب ایک فریق تکبیر و تہلیل کرتا تھا، تو دوسرا بھی کرتا تھا میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ میں کس فریق کو مومن سمجھوں اور کس کو کافر اور کس کا ساتھ دوں، کسی نے مجھے مجبور تو کیا نہیں ہے، یہ سوچنے کے بعد شام بھی نہ ہونے پائی تھی کہ لوٹ آیا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

مشتبہات سے اجتناب

مشتبہ چیزوں سے اتنی احتیاط کرتے تھے کہ ان پیشہ وروں اور عہدہ داروں کے یہاں جن کی کمائی میں کچھ بھی مشتبہ مال کا احتمال ہوتا تھا پانی تک نہ پیتے تھے؛ چنانچہ صراف اور عشار (عشر وصول کرنے والے) کے یہاں پانی نہ پیتے تھے، ابو خلدہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ابو العالیہ کے پاس گیا، وہ کھانا لائے، اس میں ترکاری بھی تھی، اس کے متعلق انہوں نے کہا یہ وہ ترکاری نہیں ہے، جس میں کسی شے کا احتمال ہو، یہ میرے بھائی انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنے باغ سے بھیجی ہے، میں نے کہا ترکاری میں کیا ہوتا ہے، فرمایا وہ ہمیشہ گندے اور برے مقامات پر اگتی ہے، جہاں پیشاب اور نجس چھتڑے ہوتے

Marfat.com

ہیں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

بے تکلفی

طبعاً نہایت سادہ مزاج اور بے تکلف تھے، اپنے لیے کسی قسم کا اہتمام پسند نہ تھا، جہاں جاتے تھے صاحب خانہ سے پہلے ہی کہہ دیتے تھے کہ گھر میں جو کچھ موجود ہے وہی لانا بازار وغیرہ سے کوئی شے نہ خریدنا۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

وفات

بروایت صحیح ۵۳ھ میں وفات پائی۔ (شذرات الذہب، ص ۱۵۷، بیروت)

ابوعبدالرحمٰن السلمی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عبداللہ نام، ابوعبدالرحمٰن کنیت، کنیت سے زیادہ مشہور ہیں، والد کا نام حبیب تھا، نسباً سلمی تھے۔

فضل وکمال

علمی اعتبار سے کوفہ کے قراء اور علماء میں ان کا شمار تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

قرآن

ان کا خاص موضوع کتاب اللہ تھا، تفسیر القرآن کی تعلیم ان علماء سے حاصل کی تھی جنہوں نے اس محنت سے قرآن پڑھا تھا کہ دس آیات پڑھنے کے بعد جب تک اس کے متعلق تمام باتیں نہ معلوم کر لیتے تھے، آگے نہ بڑھتے تھے، قرآن کی تعلیم کے ساتھ ساتھ وہ اس پر عمل بھی کرتے جاتے تھے؛ چنانچہ فرماتے تھے ہم لوگ قرآن کے ساتھ اس پر عمل کرنا بھی سیکھتے ہیں، ہمارے بعد ایسے لوگ قرآن کے وارث ہوں گے جو قرآن کو پانی کی طرح پییں گے اور ان کے نرخرہ کے نیچے نہ اترے گا، حافظ ذہبی کی تصریح سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے انہوں نے تعلیم حاصل کی تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

درس قرآن

قرآن کا درس بھی دیتے تھے، لیکن اس کا کوئی معاوضہ لینا پسند نہ کرتے تھے عمرو بن حریث کے لڑکے کو انہوں نے قرآن کی تعلیم دی تھی، عمرو نے ان کے پاس سواری کا اونٹ اور اس کی جھول بھیجی، انہوں نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ ہم لوگ کتاب اللہ پر کوئی اجرت نہیں لیتے (ابن سعد) کامل چالیس سال تک مسجد میں قرآن کا درس دیا تھا۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

حدیث

حدیث کے بھی حافظ تھے علامہ ابن سعد لکھتے ہیں کان ثقة كثير الحديث

صحابہ میں انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، خالد بن ولید، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حذیفہ رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، ابودرداء، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایتیں کی ہیں ان سے استفادہ کرنے والوں میں ابراہیم نخعی، علقمہ بن مرثد، سعد بن عبیدہ، ابواسحٰق سبیعی سعید بن جبیر، ابوالحصین اسدی، عطاء بن ثابت وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

وفات

عبدالملک کے عہدِ خلافت ۷۴ھ میں کوفہ میں وفات پائی، مسجد ان کا اوڑھنا بچھونا تھی، مرض الموت میں بھی مسجد ہی میں تھے، عطا بن سائب نے جا کر عرض کیا خدا آپ پر رحم کرے، آپ اپنے بستر پر منتقل ہو جاتے تو اچھا تھا، فرمایا میں نے ایک شخص سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ بندہ جب تک مسجد میں نماز کے انتظار میں رہتا ہے، وہ گویا نماز ہی کی حالت میں رہتا ہے اور ملائکہ اس کے لیے دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مسجد ہی میں مروں۔

(ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

ابوعثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عبدالرحمٰن نام، ابوعثمان کنیت، کنیت ہی سے مشہور ہیں، نسب نامہ یہ ہے، عبدالرحمٰن ابن مل بن عمرو بن عدی بن وہب بن ربیعہ بن سعد بن خزیمہ بن کعب بن رفاعہ بن مالک بن نہد ابن زید بن لیث. بن سود بن اسلم بن الحاف بن قضاعہ۔

اسلام

ابوعثمان نے جاہلیت اور اسلام دونوں کا زمانہ پایا تھا (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) زمانہ جاہلیت میں عام عربوں کی طرح بتوں کی پرستش کرتے تھے، عہد رسالت میں اسلام قبول کیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے محروم رہے، لیکن صدقات برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تحصیلداروں کو ادا کرتے تھے۔ (تاریخ خطیب)

عہد فاروقی

عہد صدیقی میں ان کا پتہ نہیں چلتا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں مدینہ آئے اور عراق کی اکثر مہموں قادسیہ،

Marfat.com

جلولاء، نہاوند، سروند، یرموک وغیرہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی تھی۔ (تاریخ خطیب)

فضل وکمال

علمی اعتبار سے کوئی ممتاز شخصیت نہ رکھتے تھے، لیکن سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی صحبت میں بارہ سال رہے تھے (شذرات الذہب، ج اول) ان کے فیض صحبت سے اتنا علم حاصل ہو گیا تھا کہ علماء میں شمار ہوتا تھا۔ (تذکرہ الحفاظ)

حدیث

حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، سعد رضی اللہ عنہ، سعید رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حذیفہ رضی اللہ عنہ، ابوذر رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما، بلال رضی اللہ عنہ، حظلہ کاتب رضی اللہ عنہ، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ سے ان کی روایات ملتی ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ثابت البنانی، قتادہ رضی اللہ عنہ، عاصم الاحول، سلیمان التیمی، خالد الحذاء، ایوب سختیانی اور حمید الطویل جیسے ممتاز علماء ان کے فیض یافتہ تھے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عبادت وریاضت

ابوعثمان کا امتیازی وصف ان کی عبادت وریاضت اور ان کا زہد وتقویٰ تھا، اس میں وہ اپنے معاصرین میں ممتاز شخصیت رکھتے تھے، حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ وہ عالم قائم اللیل اور صائم النہار تھے، نمازیں اتنی پڑھتے تھے کہ بے ہوش ہو ہو جاتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ان کا دامن کسی معصیت سے آلودہ نہیں ہوا، ان کے تلمیذ سلیمان التیمی کا بیان ہے کہ جہاں تک میرا خیال ہے، ان سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ذکر خدا

فرماتے تھے میں جانتا ہوں کہ خدا مجھے کس وقت یاد کرتا ہے کس نے پوچھا کیسے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: اذکرونی اذکرکم اس لیے جب میں اس کو یاد کرتا ہوں تو وہ بھی مجھے یاد کرتا ہے اور جب ہم اس سے دعا کرتے ہیں تو اس کی قسم وہ قبول کرتا ہے، پھر فرماتا ہے۔

اہل بیت نبوی سے عقیدت

اہل بیت کرام سے اتنی عقیدت تھی کہ کوفہ وطن تھا، لیکن جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تو کوفہ چھوڑ کر بصرہ کی سکونت اختیار کر لی اور فرمایا میں ایسے شہر میں نہیں رہ سکتا، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نواسہ شہید کیا

Marfat.com

گیا ہو۔ (ایضاً)

وفات

سنہ وفات کے بارہ میں اختلاف ہے بروایت صحیح ۱۰۰ یا اس کے لگ بھگ انتقال فرمایا، اس وقت ایک سوتیس سال کی عمر تھی۔ (تاریخ خطیب، ج ۱۰، ص ۱۵۷، بیروت)

ابوقلابہ جرمی رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

عبداللہ نام، ابوقلابہ کنیت، کنیت ہی سے زیادہ مشہور ہیں، نسب نامہ یہ ہے عبداللہ بن زید بن عمر بن نابل بن مالک بن عبید بن علقمہ بن سعد جرمی بصری۔

فضل

علمی اعتبار سے بصرہ کے ممتاز تابعین میں تھے، حافظ ابن حجر اور حافظ ذہبی دونوں ان کو علمائے اعلام میں لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفا، وتہذیب التہذیب) ابن عماد حنبلی امام اور علم وعمل میں راس العلماء لکھتے ہیں۔ (شذرات الذہب)

حدیث

حدیث کا ان کو خاص ذوق تھا اور اس کی بڑی جستجو رہتی تھی، ایک ایک حدیث کے لیے کئی کئی دن تک ایک ایک مقام پر ٹھہرے رہتے تھے، ایک مرتبہ ایک حدیث کی تحقیق کے لیے تین دن تک مدینہ میں مقیم رہے، اس کے علاوہ ان کا وہاں اور کوئی کام نہ تھا۔ (ابن سعد) اس ذوق وجستجو نے ان کو ممتاز حافظِ حدیث بنا دیا تھا، علامہ ابن سعد ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث لکھتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

صحابہ میں ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ، عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ جرمی مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ، انس بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ، انس بن مالک کعبی رضی اللہ عنہ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، ابن عمر رضی اللہ عنہ، معاویہ رضی اللہ عنہ، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ان کی روایات ملتی ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تلامذہ

ان سے روایت کرنے والوں میں ایوب، خالد الحذاد، ابورجاء یحییٰ بن ابی کثیر اشعث ابن عبدالرحمٰن جرمی وغیرہ لائق ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

Marfat.com

اعتدال فی الروایت

ان سے سماع حدیث کے بڑے بڑے علماء شائق رہتے تھے، مگر یہ احتیاط کی وجہ سے بہت کم بیان کرتے تھے، ابوخالد کا بیان ہے کہ ہم لوگ حدیثیں سننے کے لیے ابوقلابہ کے پاس جاتے تھے، وہ تین حدیثیں سنانے کے بعد کہتے بس اب سناچکا عمر بن عبدالعزیز جیسے بزرگ ان سے فرمائش کر کے حدیث سنتے تھے عمر بن میمون کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابوقلابہ عمر بن عبدالعزیز کے پاس گئے، انہوں نے حدیثیں سنانے کی فرمائش کی، انہوں نے جواب دیا امیرالمومنین میں زیادہ حدیثیں بیان کرنے اور بالکل سکوت اختیار کرنے دونوں کو بُرا سمجھتا ہوں۔

(ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

فقہ

فقہ میں ان کا پایہ بہت بلند تھا، ایوب کا بیان ہے کہ خدا کی قسم ابوقلابہ فقہائے ذوی الالباب میں تھے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

قضاء کا ملکہ

اس فقہی کمال کی وجہ سے انہیں قضاء کا خاص ملکہ تھا، ایوب کا بیان ہے کہ میں نے بصرہ میں ابوقلابہ سے زیادہ فیصلہ کرنے کی استعداد رکھنے والا نہیں دیکھا، مسلم بن یسار کہتے تھے کہ اگر ابوقلابہ عجم میں ہوتے تو قاضی القضاۃ ہوتے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عہدہ قضاء سے انکار

لیکن اس استعداد کے باوجود عہدہ قضاء سے بہت گھبراتے تھے، ایوب کہتے تھے کہ میں نے ان کو قضا کا جتنا بڑا عالم پایا اتنا ہی سختی سے اس سے بھاگنے والا اور اس کو برا سمجھنے والا پایا، وہ عہدہ قضاء کے لیے بلائے گئے، ان کو اس سے اتنی نفرت تھی کہ اس کے خوف سے شام بھاگ گئے، ایک عرصہ کے بعد جب واپس آئے تو میں نے ان سے کہا اگر آپ قضاء کا عہدہ قبول کر لیے ہوتے اور لوگوں میں انصاف کرتے تو اس میں آپ کو اجر ملتا، جواب دیا ایوب مانا ایک شخص تیراک ہے، لیکن اگر وہ سمندر میں پڑ جائے، تو بتاؤ کتنا تیر سکتا ہے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

کتب خانہ

اگرچہ اس زمانہ میں کتب خانوں کا رواج کم بلکہ نہ ہونے کے برابر تھا: لیکن ابوقلابہ کے ذوقِ علمی نے کتابوں کا متعدبہ ذخیرہ جمع کر لیا تھا، مرض الموت میں اس کے متعلق وصیت کرتے گئے تھے کہ ایوب سختیانی کو دے دی جائیں، اگر وہ زندہ نہ ہوں تو جلادی جائیں۔ (ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

بدعات سے نفرت

عقائد اعمال میں سلف صالحین کا نمونہ اور اس بارہ میں اتنے سخت تھے کہ مبتدعین کے مقابلہ میں تلوار تک اٹھانا جائز سمجھتے تھے، فرماتے تھے کہ جس شخص نے کوئی نئی بات پیدا کی، اس نے تلوار کو جائز کر دیا، ایسے لوگوں سے ملنا اور بحث ومباحثہ کرنا بھی پسند نہ تھا؛ چنانچہ لوگوں کو منع کرتے تھے کہ ہوا پرستوں (متبدعین) کے پاس نہ بیٹھو اور نہ ان سے مجادلہ کرو، مجھے ڈر ہے کہ وہ تم کو اپنی گمراہی میں مبتلا اور جس شے کو تم اچھی طرح جانتے ہو اس میں مشکوک نہ کر دیں، ان کا علاج وہ صرف تلوار سمجھتے تھے، ایوب کا بیان ہے کہ ابوقلابہ کہتے تھے کہ ہوس پرست (مبتدعین) گمراہ ہیں، میرے نزدیک ان کی جگہ یقینی دوزخ ہے، میں نے ان کا پورا تجربہ کیا ہے، ان میں سے جو نئی رائے یا نیا قول ظاہر کرتا ہے، وہ بغیر تلوار کے اس سے باز نہیں آتا، نفاق کی بہت سی قسمیں ہیں (ان میں سے ایک یہ بھی ہے) پھر یہ آیتیں:

وَمِنهُم مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ (التوبۃ)

انہی میں سے وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے خدا سے عہد کیا۔

وَمِنهُمُ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ (التوبۃ)

اور انہی میں وہ لوگ ہیں جو نبی کو اذیت دیتے تھے۔

وَمِنهُم مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ

اور انہی میں وہ ہیں جو صدقات کی تقسیم میں تم پر الزام لگاتے ہیں۔

تلاوت کر کے فرمایا اگرچہ ان کے اقوال مختلف ہوتے ہیں، لیکن شک اور تکذیب پر سب کا اتفاق ہوتا ہے اور یہ مختلف اقوال رکھنے والے سب کے سب تلوار کے مستحق ہیں اور ان کا مستقر دوزخ ہے۔

مبتدعین کو اپنے پاس آنے تک نہ دیتے تھے، جب ان کے یہاں کوئی شخص آتا تو بغیر اطمینان کے آنے کی اجازت نہ دیتے تھے، غیلان بن جریر کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ ان کے ساتھ مکہ جانا چاہتا تھا اس لیے ان کے پاس گیا اور اندر آنے کی اجازت چاہی، انہوں نے کہا اگر حروری نہیں ہو تو آ سکتے ہو۔ (ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ایک گمراہ کن بدعت

آج کل مذہب کے رنگ میں یہ نیا گمراہ کن مذہب پھیل رہا ہے، کہ لوگ حدیث کے مقابلہ میں کتاب اللہ کا مطالبہ کرتے ہیں، ابوقلابہ ایسے مذہب پرستوں کو گمراہ سمجھتے تھے؛ چنانچہ فرماتے تھے کہ جب تم کسی سے کوئی سنت بیان کرو اور وہ اس کے جواب میں یہ کہے کہ اس کو چھوڑ دو اور کتاب اللہ کو پیش کرو تو اس کو گمراہ سمجھو۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عرفان نفس

اپنی حقیقت پہچاننے والے کو نجات کا اور خود فراموش کو ہلاکت کا مستوجب سمجھتے تھے، فرماتے تھے کہ جس شخص کو دوسرے

Marfat.com

لوگ خود اس سے زیادہ جانتے ہوں وہ ہلاکت کا اور جو شخص خود اپنے نفس کو دوسروں سے زیادہ پہچانتا ہو، وہ نجات پانے کا مستحق ہے (ایضاً) حقیقی دولت مندی اور حقیقی علم خدا کے عطیہ پر قناعت کو حقیقی دولت مندی اور دوسروں کے علم سے استفادہ کرنے والے کو حقیقی عالم سمجھتے تھے، کسی نے آپ سے سوال کیا کہ سب سے غنی کون ہے، فرمایا جو اس شے پر راضی ہے جو خدا نے اسے دی ہے، پھر سائل نے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے، جواب دیا جو دوسروں کے علم سے اپنے علم میں اضافہ کرتا ہے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد مطبوعہ، بیروت)

ابتلاء وآزمائش پر صبر

صبر وشکر اور تسلیم ورضا میں آپ کا پایہ نہایت بلند تھا، بڑی سے بڑی مصیبت اور آزمائش کے موقع پر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا تھا، عبدالمؤمن بن خالد کا بیان ہے کہ آخر عمر میں ابوقلابہ کے ہاتھ پاوں اور آنکھیں سب اعضا بیکار ہو گئے تھے، ان مصائب کے باوجود ان کی زبان پر حمد وشکر کے علاوہ کوئی کلمہ نہ تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ان کی ہستی دوسروں کے لیے موجبِ خیر وبرکت تھی حضرت عمر بن عبدالعزیز شامیوں سے فرماتے تھے کہ جب تک تم میں یہ (ابوقلابہ) موجود ہیں اس وقت تک تم لوگ بھلائی میں رہو گے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

وفات

مرض الموت میں عمر بن عبدالعزیز ان کی عیادت کو آئے اور انہیں ثبات واستقلال کی تلقین کی، اسی بیماری میں وفات پائی، یہ ۱۰۴ یا ۱۰۵ھ تھا۔ (ابن سعد)

ابو وائل بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ

نام ونسب

شفیق نام، ابو وائل کنیت، والد کا نام سلمہ تھا، نسباً بیلہ اسد بن خزیمہ سے تھے شفیق اپنے نام سے زیادہ کنیت سے مشہور ہیں۔

عہد رسالت

ابو وائل عہد رسالت میں موجود تھے، لیکن کم سن تھے عمر بن مروان کا بیان ہے کہ میں نے ایک مرتبہ ابو وائل سے پوچھا کہ آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا تھا، انہوں نے کہا ہاں آپ کو دیکھا تھا، لیکن اس وقت میں نوخیز لڑکا تھا (ابن سعد) لیکن بروایتِ صحیح وہ تابعی ہیں۔

اسلام

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانہ میں وہ مشرف باسلام ہوئے، مغیرہ کا بیان ہے کہ ابو وائل کہتے تھے کہ ہمارے

Marfat.com

قبیلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحصیلدار آیا، وہ ہم سے ہر بچاس اونٹنیوں پر ایک اونٹنی لیتا تھا، میرے پاس ایک مینڈھا تھا میں نے اس کو لا کر پیش کیا اور کہا اس کا صدقہ لو، اس نے کہا اس میں صدقہ نہیں ہے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

عہد صدیقی

عہد صدیقی میں ان کے قبیلہ نے بھی صدقہ دینے سے انکار کر دیا تھا، ابو وائل بھی اس جماعت میں شامل تھے، سلیمان الاعمش کا بیان ہے کہ شفیق مجھ سے کہتے تھے، کاش تم ہم کو بزاخہ کے معرکہ میں خالد بن ولید کے مقابلہ میں بھاگتے ہوئے دیکھے ہوتے، اس دن میں اونٹ سے گر پڑا تھا اور میری گردن ٹوٹتے ٹوٹتے بچی تھی، اگر میں اس دن ہلاک ہو گیا ہوتا تو میرے لیے دوزخ یقینی تھی (عہد صدیقی میں بنی اسد پر فوج کشی کا معرکہ) لیکن پھر ان کے قبیلہ نے زکوٰۃ ادا کر کے اطاعت قبول کر لی تھی۔

عہد فاروقی میں تلافی مافات

عہد فاروقی میں انہوں نے اس لغزش کی پوری تلافی کر دی عراق کی فوج کشی میں مجاہدانہ شریک ہوئے، قادسیہ کے مشہور معرکہ میں موجود تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

شام کی مہم میں بھی ان کی شرکت کا پتہ چلتا ہے، خود ان کی زبانی یہ روایت ہے کہ میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ شام کی فوج کشی میں شریک ہوا، غالباً اس سے مراد سفر شام میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مشایعت ہوگی۔

عمر فاروق کا برتاو

ان کے خدمات کی بنا پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کا بڑا لحاظ کرتے تھے، ان کا بیان ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے چار عطیے دیئے اور کہا ایک نعرہ تکبیر دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

جنگ صفین

عہد مرتضوی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں جنگ صفین میں نکلے، لیکن بعد میں اس شرکت پر متاسف تھے، اعمش کا بیان ہے کہ کسی نے ابو وائل سے پوچھا کہ آپ نے جنگ صفین میں شرکت کی تھی فرمایا ہاں شریک ہوا تھا؛ لیکن دونوں صفیں نہایت بری تھیں۔

حجاج اور ابو وائل

اموی عہد میں ابو وائل کی بڑی عزت و وقعت تھی، حجاج خصوصیت کے ساتھ بہت مہربان تھا، اس نے آپ کے سامنے بعض بڑے عہدے پیش کیے لیکن آپ نے قبول کرنے سے انکار کیا، خود آپ کا بیان ہے کہ حجاج جب (کوفہ) آیا تو مجھے بلا بھیجا میں اس کی طلبی پر گیا، اس نے مجھ سے پوچھا آپ کا نام کیا ہے، میں نے کہا نام تم کو معلوم ہی ہوگا ورنہ مجھے بلاتے

Marfat.com

کیسے، پوچھا اس شہر میں کب آئے ہیں میں نے کہا اس زمانے میں جب اس شہر کے تمام باشندے آئے، پوچھا آپ کو کتنا قرآن یاد ہے، میں نے کہا اتنا کہ اگر میں اس کی پابندی کروں تو وہ میرے لیے کافی ہو، ان سوالات کے بعد اس نے کہا میں نے آپ کو اس لیے بلایا ہے کہ آپ کو بعض عہدے دینا چاہتا ہوں میں نے پوچھا کون سا عہدہ، اس نے کہا سلسلہ (سزا دینے کا ایک عہدہ) (بیڑی) میں نے کہا یہ عہدہ ان لوگوں کے لیے موزوں ہے جو ذمہ داری کے ساتھ اس کام کو انجام دے سکیں، اگر آپ مجھ سے مدد لینا چاہتے ہیں تو ایسے عقل خوردہ سے مدد لیں گے جس کا بُرے مددگاروں سے سابقہ ہوگا، اس لیے اگر آپ مجھے اس عہدہ سے معاف رکھیں تو میرے لیے زیادہ بہتر ہوگا۔

اور اگر آپ کو اصرار ہے تو میں اس پر خطر عہدہ کو قبول کرنے کے لیے تیار ہوں مگر یہ بھی عرض کر دوں کہ ایسی حالت میں جبکہ میں آپ کا عہدہ دار نہیں ہوں جب راتوں کو آپ کو یاد کرتا ہوں تو نیند اڑ جاتی ہے تو جب عہدہ دار ہوں گا تو کیا حال ہوگا، لوگ آپ سے اس قدر خائف ہیں کہ اس سے پیشتر کسی امیر سے اتنا خائف نہ ہوئے ہوں گے، میری ان باتوں کو اس نے پسند کیا اور کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص خوں ریزی میں مجھ سے زیادہ جری اور بے باک بھی نہیں ہے، میں ایسے ایسے اہم کام کر گزرا جس کے پاس جاتے ہوئے لوگ ڈرتے تھے میری اس سختی کی وجہ سے میری مشکلات آسان ہوگئیں، خدا آپ پر رحم کرے اب آپ جائیے، اگر آپ کے علاوہ کوئی دوسرا موزوں شخص مل گیا تو آپ کو زحمت نہ دوں گا، ورنہ پھر آپ کو اس میں ڈالنا پڑے گا، غرض کسی طرح چھٹکارا حاصل کرنے کے بعد ابووائل واپس آئے اور پھر کبھی حجاج کے پاس نہ گئے۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

تحصیل زکوٰۃ کا عہدہ

بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اموی دور میں وہ تحصیل زکوٰۃ کے عہدہ پر تھے، مہاجر ابوالحسن کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں ابو بردہ اور شقیق کے پاس جو بیت المال میں تھے زکوٰۃ لے کر گیا، انہوں نے اس کو داخل کر لیا، اسی روایت کے ایک راوی سعید کہتے ہیں کہ میں دوبارہ زکوٰۃ لے کر گیا تو تنہا ابووائل تھے، انہوں نے کہا: اس کو واپس لے جاؤ، اور اس کے مصارف میں اس کو صرف کر دو، میں نے کہا مؤلفۃ القلوب کا حصہ کیا کروں، انہوں نے کہا: اسے دوسرے لوگوں کو دے دو۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

فضل وکمال

علمی اعتبار سے ابووائل کوفہ کے ممتاز علماء میں تھے، حافظ ذہبی ان کو کوفہ کا شیخ اور عالم لکھتے ہیں (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ ان کی توثیق اور جلالت پر سب کا اتفاق ہے۔ (تہذیب الاسماء)

قرآن

قرآن کے حافظ تھے، ذہین اور ذکی ایسے تھے کہ دو مہینہ میں پورے قرآن کی تعلیم حاصل کر لی تھی (تہذیب الاسماء، جلد اول، ق

Marfat.com

اول،ص) لیکن تفسیر بیان کرنے میں بڑے محتاط تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حدیث

حفظ حدیث میں علامہ ابن سعد ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث لکھتے ہیں۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

صحابہ میں انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، جناب بن ارت رضی اللہ عنہ، کعب بن عجرہ، ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ اشعری اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ جیسے اکابر حفاظ سے روایتیں کی ہیں۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی احادیث خصوصیت کے ساتھ ان کے حافظہ میں زیادہ محفوظ تھیں، کوفہ میں ان کی احادیث کا ان سے بڑا کوئی حافظ نہ تھا۔ (تہذیب الاسماء)

تلامذہ

بڑے بڑے تابعی ان کے خرمنِ کمال کے خوشہ چین تھے، اکابر تابعین میں شعبی عاصم اور اعمش اور عام محدثین میں منصور، زبید الیامی، حبیب بن ابی ثابت، عاصم بن بھدلہ، عبدہ بن ابن لبابہ اور عمرو بن مرہ وغیرہ نے ان سے فیض پایا تھا۔
(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

علماء میں ابووائل کا درجہ

اس عہد کے اکابر ان کو خیار تابعین میں شمار کرتے ہیں، اعمش کا بیان ہے کہ ابراہیم نے مجھ سے ہدایت کی تھی کہ تم شقیق سے استفادہ کیا کرو، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب اس زمانہ میں جب کہ ان کی بڑی تعداد موجود تھی سب کے سب انہیں اپنی جماعت کے خیار میں شمار کرتے تھے۔ (طبقات ابن سعد، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

خشیت الٰہی

ان کے دل پر خشیتِ الٰہی کا اس قدر غلبہ تھا کہ جب اُن کے سامنے تذکیر وتخویف ہوتی تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے۔ (تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

زہد وعبادت

بصرہ کے عابد تابعین میں شمار تھا، عبادت ان کا خاص مشغلہ تھا، ابن حبان کا بیان ہے کہ وہ ثقات میں تھے، کوفہ میں بود وباش اختیار کرلی تھی اور یہاں کے عابد وزاہد لوگوں میں تھے (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان) آپ کی عبادت کا خاص وقت تاریکی شب تھا، سجدہ میں نہایت الحاح وزاری کے ساتھ دعا کرتے تھے، خدایا مجھے معاف کر اور میری مغفرت فرما، اگر تو

Marfat.com

مجھے معاف کردے گا تو مسلسل گناہوں کو معاف کردے گا اور اگر عذاب دے گا تو عذاب دینے میں تو ظالم نہ ہوگا۔

(طبقات ابن سعد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

جہاد فی سبیل اللہ اور دنیا سے بے تعلقی

دنیا سے محض برائے نام تعلق تھا، رہنے کے لیے ایک معمولی سا چھپر کا جھونپڑا تھا، جس میں وہ اور ان کا رفیق جہاد گھوڑا رہتا تھا جب جہاد کے لیے جانے لگتے تو چھپرا کھاڑ دیتے، جب واپس آتے تو پھر بنا لیتے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

کسب حلال

کسبِ حلال کا بڑا خیال تھا، مفت کی دولت کے انبار کے مقابلہ میں حلال کے ایک درہم کو زیادہ پسند کرتے تھے؛ چنانچہ فرماتے تھے کہ تجارت کا ایک درہم مجھے اپنے وظیفہ کے دس درہم سے زیادہ پسند ہے۔

(تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، طبقات ابن سعد، مطبوعہ، بیروت)

ان کی ذات باعثِ برکت تھی

ان کے ان اخلاقی اور روحانی کمالات کی وجہ لوگ ان کو اپنے لیے باعثِ رحمت و برکت سمجھتے تھے، ابراہیم کہتے تھے کہ ہر مقام میں ایک ایسی ہستی ضرور ہوتی ہے، جس کے طفیل میں وہ آبادی بلاؤں سے محفوظ رہتی ہے مجھ کو امید ہے کہ شقیق بھی ایسے ہی لوگوں میں ہیں (تہذیب التہذیب، جلد اول، ق اول، ص) صحابہ تک ان کے کمالاتِ اخلاقی کے معترف تھے، عبداللہ بن مسور رضی اللہ عنہ پر ان کا اتنا اثر تھا کہ جب انہیں دیکھتے تو فرماتے کہ یہ تائب ہیں۔ (ابن سعد)

وفات

۸۲ھ میں وفات پائی واقدی کے بیان کے مطابق عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں انتقال ہوا، لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ اس اعتبار سے ان کی عمر بہت بڑھ جاتی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ

نام ونسب:۔

نام، نعمان۔ کنیت، ابوحنیفہ۔ والد کا نام، ثابت۔ القاب، امام اعظم، امام الائمہ سراج الامہ، رئیس الفقہاء والمجتہدین، سید الاولیاء والمحدثین۔ آپ کے دادا اہل کابل سے تھے۔

سلسلہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے۔ نعمان بن ثابت بن مرزبان زوطی بن ثابت بن یزدگرد بن شہریار بن پرویز بن

Marfat.com

نوشیرواں۔

شرح تحفہ نصائح کے بیان کے مطابق آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک پہنچتا ہے اور یہاں آ کر حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا نسب مل جاتا ہے۔

خطیب بغدادی نے سیدنا حضرت امام اعظم کے پوتے حضرت اسمٰعیل بن حماد سے نقل کیا ہے کہ میں اسمٰعیل بن حماد بن نعمان بن مرزبان از اولاد فرس احرار ہوں۔ اللہ کی قسم! ہم پر کبھی غلامی نہیں آئی۔ میرے دادا حضرت ابوحنیفہ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی، انکے والد حضرت ثابت چھوٹی عمر میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر کیے گئے، آپ نے ان کے اور انکی اولاد کے لئے برکت کی دعا کی۔ اور ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کی دعا ہمارے حق میں قبول کر لی گئی ہے۔

اس روایت سے ثابت کہ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔ دوسری روایت جو حضرت امام ابو یوسف سے ہے اس میں ۷۷ھ ہے۔ علامہ کوثری نے ۷۰ھ کو دلائل و قرائن سے ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ ۸۷ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے اور وہاں حضرت عبداللہ بن الحارث سے ملاقات ہوئی اور حدیث سنی۔ اسی ۷۰ھ کو ابن حبان نے بھی صحیح بتایا ہے۔

معتمد قول یہ ہی ہے کہ آپ فارسی النسل ہیں اور غلامی کا دھبہ آپ کے آباء میں کسی پر نہیں لگا، مورخوں نے غیر عرب پر موالی کا استعمال کیا ہے بلکہ عرب میں ایک رواج یہ بھی تھا کہ پردیسی یا کمزور فرد کسی بااثر شخص یا قبیلہ کی حمایت و پناہ حاصل کر لیتا تھا۔ لہٰذا جبکہ حضرت امام اعظم کے جد امجد جب عراق آئے تو آپ نے بھی ایسا ہی کیا۔

امام طحاوی شرح مشکل الآثار میں راوی کہ حضرت عبداللہ بن یزید کہتے ہیں، میں امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا: میں ایسا شخص ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جس پر اسلام کے ذریعہ احسان فرمایا: یعنی نومسلم۔ حضرت امام اعظم نے فرمایا: یوں نہ کہو، بلکہ ان قبائل میں سے کسی سے تعلق پیدا کر لو پھر تمہاری نسبت بھی انکی طرف ہوگی، میں خود بھی ایسا ہی تھا۔

مولیٰ صرف غلام ہی کو نہیں کہا جاتا، بلکہ ولاء اسلام، ولاء حلف، اور ولاء لزوم کو بھی ولاء کہتے ہیں اور ان تعلق والوں کو بھی موالی کہا جاتا ہے۔ امام بخاری ولاء اسلام کی وجہ سے جعفی ہیں۔ امام مالک ولاء حلف کی وجہ سے تیمی۔ اور مقسم کو ولاء لزوم یعنی حضرت ابن عباس کی خدمت میں ایک عرصہ تک رہنے کی وجہ سے مولیٰ ابن عباس کہا جاتا ہے۔

کنیت کی وضاحت: آپ کی کنیت ابوحنیفہ کے سلسلہ میں متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ چونکہ اہل عرب دوات کو حنیفہ کہتے ہیں اور کوفہ کی جامع مسجد میں وقف کی چار سو دواتیں طلبہ کے لئے ہمیشہ وقف رہتی تھیں۔ امام اعظم کا حلقہ درس وسیع تھا اور آپ کے ہر شاگرد کے پاس علیحدہ دوات رہتی تھی، لہٰذا آپ کو ابوحنیفہ کہا گیا۔

۲۔ صاحب ملت حنیفہ، یعنی ادیان باطلہ سے اعراض کر کے حق کی طرف پورے طور پر مائل رہنے والا۔

Marfat.com

۳۔ ماء مستعمل کو آپ نے طہارت میں استعمال کرنے کے لئے جائز قرار نہیں دیا تو آپ کے متبعین نے ٹونٹیوں کا استعمال شروع کیا، چونکہ ٹونٹی کو حنیفہ کہتے ہیں لہٰذا آپ کا نام ابوحنیفہ پڑ گیا۔

وجہ تسمیہ۔ وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ نعمان لغت عرب میں خون کو کہتے ہیں جس پر مدار حیات ہے۔ نیک فالی کے طور پر یہ نام رکھا گیا۔ آپ نے شریعت اسلامیہ کے وہ اصول مرتب کئے جو مقبول خلائق ہوئے اور شریعت مطہرہ کی ہمہ گیری کا ذریعہ بنے۔ یہاں تک کہ امام شافعی قدس سرہ نے بھی آپ کی علمی شوکت وفقہی جلالت شان کو دیکھ کر فرمایا۔

الناس فی الفقه عیال ابی حنیفة ۔ فقہ میں سب لوگ ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔

نعمان گل لالہ کی ایک قسم کا نام بھی ہے۔ اسکا رنگ سرخ ہوتا ہے اور خوشبو نہایت روح پرور ہوتی ہے، چنانچہ آپ کے اجتہاد اور استنباط سے بھی فقہ اسلامی اطراف عالم میں مہک اٹھی۔

بشارت عظمیٰ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے، اسی مجلس میں سورہ جمعہ نازل ہوئی، جب آپ نے اس سورۃ کی آیت: آخرین منهم لما یلحقوا بهم ۔ پڑھی تو حاضرین میں سے کسی نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ دوسرے حضرات کون ہیں جو ابھی ہم سے نہیں ملے؟ حضور یہ سنکر خاموش رہے، جب بار بار پوچھا گیا تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے کاندھے پر دست اقدس رکھ کر ارشاد فرمایا: لو کان الایمان عند الثریا لناله رجل من هؤلاء ۔ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو اس کی قوم کے لوگ اسکو ضرور تلاش کرلیں گے۔

یہ حدیث متعدد سندوں سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ جس کا مفہوم ومعنی ایک ہے۔

علامہ ابن حجر مکی نے حافظ امام سیوطی کے بعض شاگردوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہمارے استاد امام سیوطی یقین کے ساتھ کہتے تھے۔

اس حدیث کے اولین مصداق صرف امام اعظم ابوحنیفہ ہیں۔ کیونکہ امام اعظم کے زمانے میں اہل فارس سے کوئی بھی آپ کے علم وفضل تک نہ پہنچ سکا۔

الفضل ماشہدت بہ الاعداء۔ کے بموجب نواب صدیق حسن خاں بھوپالی کو بھی اس امر کا اعتراف کرنا پڑا۔ لکھتے ہیں ہم امام دراں داخل ست۔

امام اعظم بھی اس حدیث کے مصداق ہیں۔ امام بخاری کی روایت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت سلمان فارسی کے لئے یہ بشارت نہ تھی کہ آیت میں، لما یلحقوا بهم، کے بارے میں سوال تھا اور جواب میں آئندہ لوگوں کی نشاندھی کی جارہی ہے، لہٰذا وہ لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ حدیث تو حضرت سلمان فارسی کے لئے تھی اور احناف نے امام اعظم پر چسپاں کردی۔ قارئین غور کریں کہ یہ دیانت سے کتنی بعید بات ہے۔

Marfat.com

تعلیم کے مراحل: آپ نے ابتدائی ضروری تعلیم کے بعد تجارت کا میدان اختیار کرلیا تھا۔ آپ ریشم کے کپڑے کی تجارت کرتے تھے، حفص بن عبدالرحمٰن بھی آپ کے شریک تجارت تھے۔ آپ کی تجارت عامیانہ اصول سے بالاتر تھی۔ آپ ایک مثالی تاجر کا رول ادافرماتے، بلکہ یوں کہا جائے کہ تجارت کی شکل میں لوگوں پر جودوکرم کا فیض جاری کرنا آپ کا مشغلہ تھا۔

ایک دن تجارت کے سلسلہ میں بازار جارہے تھے، راستے میں امام شعبی سے ملاقات ہوئی، یہ وہ عظیم تابعی ہیں جنہوں نے پانچسو صحابہ کرام کا زمانہ پایا، فرمایا: کہاں جاتے ہو؟ عرض کی بازار، چونکہ آپ نے امام اعظم کے چہرہ پر ذہانت وسعادت کے آثار نمایاں دیکھ کر بلایا تھا، فرمایا: علماء کی مجلس میں نہیں بیٹھتے ہو، عرض کیا نہیں۔ فرمایا: غفلت نہ کروتم علماء کی مجلس میں بیٹھا کرو۔ کیونکہ میں تمہارے چہرے میں علم وفضل کی درخشندگی کے آثار دیکھ رہا ہوں۔

امام اعظم فرماتے ہیں: امام شعبی کی ملاقات اوران کے اس فرمان نے میرے دل پراثر کیا اور بازار کا جانا میں نے چھوڑ دیا۔ پہلے علم کلام کی طرف متوجہ ہوا اوراس میں کمال حاصل کرنے کے بعد گمراہ فرقوں مثلاً جہمیہ قدریہ سے بحث ومباحثہ کیا اورمناظرہ شروع کیا۔ پھر خیال آیا کے صحابہ کرام سے زیادہ دین کو جاننے والا کون ہوسکتا ہے، اس کے باوجودان حضرات نے اس طریق کو نہ اپنا کر شرعی اور فقہی مسائل سے زیادہ شغف رکھا، لہٰذا مجھے بھی اسی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

کوفہ آپ کے عہد پاک میں فقہائے عراق کا گہوارہ تھا جس طرح اس کے برخلاف بصرہ مختلف فرقوں اوراصول اعتقاد میں بحث ومجادلہ کرنے والوں کا گڑھ تھا۔ کوفہ کا یہ علمی ماحول بذات خود بڑااثر آفریں تھا۔ خودفرماتے ہیں: میں علم وفقہ کی کان کوفہ میں سکونت پذیر تھا اوراہل کوفہ کا جلیس وہم نشیں رہا۔ پھر فقہاء کوفہ میں ایک فقیہ کے دامن سے وابستہ ہوگیا۔

ان فقیہ سے مرادحضرت حماد بن ابی سلیمان ہیں جواس وقت جامع کوفہ مین مسند درس وتدریس پر متمکن تھے اور یہ درسگاہ باقاعدہ حضرت عبداللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ کے عہد پاک سے چلی آرہی تھی۔

اس مبارک شہر میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام جن میں ستر اصحاب بدراورتین سوبیعت رضوان کے شرکاء تھے آکرآباد ہوگئے۔ جس برج میں یہ نجوم ہدایت اکٹھے ہوں اس کی ضوفشانیاں کہاں تک ہوں گی اس کا اندازہ ہرذی فہم کرسکتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کوفہ کا ہر گھر علم کے انوار سے جگمگا رہا تھا۔ ہر ہر گھر دارالحدیث اوردارالعلوم بن گیا تھا۔ حضرت امام اعظم جس عہد میں پیدا ہوئے اس وقت کوفہ میں حدیث وفقہ کے وہ ائمہ مسند تدریس کی زینت تھے جن میں ہر شخص اپنی اپنی جگہ آفتاب ومہتاب تھا۔ کوفہ کی یہ خصوصیت صحاح ستہ کے مصنفین کے عہد تک بھی باقی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کواتنی بارکوفہ جانا پڑا کہ وہ اسے شمار نہیں کرسکے، اور صحاح ستہ کے اکثر شیوخ کوفہ کے ہیں۔

اس وقت کوفہ میں مندرجہ ذیل مشاہر ائمہ موجود تھے۔

حضرت ابراہیم نخعی فقیہ عراق، امام عامر شعبی، سلمہ بن کہیل، ابواسحاق سبیعی، سماک بن حرب، محارب بن دثار، عون بن

Marfat.com

عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، ہشام بن عروہ بن زبیر، سلیمان بن مہران اعمش، حماد بن ابی سلیمان فقیہ عراق۔

سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس وقت صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کوفہ ہی میں تھے۔

کوفہ کو مرکز علم وفضل بنانے میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام نے جو کیا وہ تو کیا ہی اصل فیض حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا ہے۔ حضرت ابن مسعود کو حضرت فاروق اعظم نے کوفہ کا قاضی اور وہاں کے بیت المال کا منتظم بنایا تھا، اسی عہد میں انہوں نے کوفہ میں علم وفضل کا دریا بہایا۔

اسرار الانوار میں ہے: کوفہ میں ابن مسعود کی مجلس میں بیک وقت چار ہزار افراد حاضر ہوتے۔ ایک بار حضرت علی کوفہ تشریف لائے اور حضرت ابن مسعود ان کے استقبال کے لئے آئے تو سارا میدان آپ کے تلامذہ سے بھر گیا۔ انہیں دیکھ کر حضرت علی نے خوش ہو کر فرمایا ابن مسعود!

تم نے کوفہ کو علم وفقہ سے بھر دیا، تمہاری بدولت یہ شہر مرکز علم بن گیا۔

پھر اس شہر کو باب مدینۃ العلم حضرت علی نے اپنے روحانی وعرفانی فیض سے ایسا سینچا کہ تیرہ سو سال گذرنے کے باوجود پوری دنیا کے مسلمان اس سے سیراب ہو رہے ہیں۔ خواہ علم حدیث ہو یا علم فقہ۔ اگر کوفہ کے راویوں کو ساقط الاعتبار کر دیا جائے تو پھر صحاح ستہ نہ رہ جائیں گی۔

امام شعبی نے فرمایا: صحابہ میں چھ قاضی تھے، ان میں تین مدینے میں تھے۔ عمر، ابی بن کعب، زید۔ اور تین کوفے میں علی، ابن مسعود، ابو موسیٰ اشعری۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

امام مسروق نے کہا: میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ان میں چھ کو منبع علم پایا۔ عمر، علی، ابن مسعود، زید، ابو درداء، ابی بن کعب، اس کے بعد دیکھا تو ان چھ حضرات کا علم ان دو میں مجتمع پایا۔ علی اور ابن مسعود۔ ان دونوں کا علم مدینے سے بادل بن کر اٹھا اور کوفے کی وادیوں پر برسا۔ ان آفتاب وماہتاب نے کوفے کے ذرے ذرے کو چمکایا۔

حضرت عمر نے اس شہر کو راس الاسلام، راس العرب، جمجمۃ العرب، رمح اللہ اور کنز الایمان کہا۔ حضرت سلمان فارسی نے قبۃ الاسلام کا لقب دیا۔

حضرت علی نے کنز الایمان، حجۃ الاسلام، رمح اللہ، سیف اللہ فرمایا۔

امام اعظم نے امام حماد کی حلقہ تلامذہ میں شرکت اس وقت کی جب آپ کی عمر بیس سال سے متجاوز ہو گئی تھی اور آپ اٹھارہ سال تک انکی خدمت میں فقہ حاصل کرتے رہے، درمیان میں آپ نے دوسرے بلاد کا سفر بھی فرمایا، حج بیت اللہ کے لئے حرم شریف میں بھی حاضری کا موقع ملا۔ اس طرح آپ ہر جگہ علم کی تلاش میں رہے اور تقریباً چار ہزار مشائخ سے علم حدیث وفقہ حاصل کیا اور پھر اپنے استاذ حضرت حماد کی مسند درس پر جلوس فرمایا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ امام حماد کا وصال ۱۲۰ھ میں ہوا، لہٰذا ان کے وصال کے وقت امام اعظم کی عمر چالیس سال تھی،

Marfat.com

گویا جسم وعقل میں کامل ہونے کے بعد آپ نے چالیس
سال کی عمر میں مسند درس کو رونق بخشی۔

آپ کو پہلے بھی اس چیز کا خیال آیا تھا کہ میں اپنی درسگاہ علیحدہ قائم کرلوں مگر تکمیل کی نوبت نہ آئی۔ آپ کے شاگرد امام زفر فرماتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنے استاذ حضرت حماد سے وابستگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا میں دس سال آپ کی صحبت میں رہا، پھر میرا جی حصول اقتدار کے لئے للچایا تو میں نے الگ اپنا حلقہ جمانے کا ارادہ کرلیا۔ ایک روز میں پچھلے پہر نکلا اور چاہا کہ آج یہ کام کر ہی لوں، مسجد میں قدم رکھا اور شیخ حماد کو دیکھا تو ان سے علیحدگی پسند نہ آئی اور ان کے پاس ہی آ کر بیٹھ گیا۔ اسی رات حضرت حماد کو اطلاع ملی کہ بصرہ میں ان کا کوئی عزیز فوت ہوگیا ہے، بڑا مال چھوڑا اور حماد کے سوا کوئی دوسرا وارث نہیں ہے، آپ نے اپنی جگہ مجھے بٹھایا، جیسے ہی وہ تشریف لے گئے کہ میرے پاس چند ایسے مسائل آئے جو میں نے آج تک ان سے نہ سنے تھے، میں جواب دیتا جاتا اور اپنے جوابات لکھتا جاتا تھا۔

جب حضرت حماد واپس تشریف لائے تو میں نے وہ مسائل پیش کئے، یہ تقریباً ساٹھ مسائل تھے۔ چالیس سے تو آپ نے اتفاق کیا لیکن بیس میں میرے خلاف جواب دیئے۔ میں نے اسی دن یہ تہیہ کرلیا کہ تا حین حیات ان کا ساتھ نہ چھوڑونگا، لہٰذا میں اسی عہد پر قائم رہا اور تا زندگی ان کے دامن سے وابستہ رہا۔

غرضکہ آپ چالیس سال کی عمر میں کوفہ کی جامع مسجد میں اپنے استاذ کی مسند پر متمکن ہوئے اور اپنے تلامذہ کو پیش آمدہ فتاوی وجوابات کا درس دینا شروع کیا۔ آپ نے بڑی سلجھی ہوئی گفتگو اور عقل سلیم کی مدد سے اشباہ وامثال پر قیاس کا آغاز کیا اور اس فقہی مسلک کی داغ بیل ڈالی جس سے آگے چل کر حنفی مذہب کی بنیاد پڑی۔

آپ نے دراسات علمی کے ذریعہ ان اصحاب کرام کے فتاوی تک رسائی حاصل کی جو اجتہاد واستنباط، ذہانت وفطانت اور جودت رائے میں اپنی مثال آپ تھے۔

ایک دن آپ منصور کے دربار میں تشریف لے گئے، وہاں عیسیٰ بن موسیٰ بھی موجود تھا۔ اس نے منصور سے کہا: یہ اس عہد کے سب سے بڑے عالم دین ہیں، منصور نے امام اعظم کو مخاطب کر کے کہا: نعمان! آپ نے علم کہاں سے سیکھا، فرمایا: حضرت ابن عمر کے تلامذہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر سے۔ نیز شاگردان علی سے انہوں نے حضرت علی سے۔ اسی طرح تلامذہ ابن مسعود سے۔ بولا: آپ نے بڑا قابل اعتماد علم حاصل کیا۔

ابوحنیفہ سے متعلق بشارات

امام ابوحنیفہ کے فضائل ومناقب میں شیخ جلال الدین سیوطی (شافعی، مقلد) (849-911ھ) اپنی کتاب "التبییض الصحیفہ فی مناقب الإمام أبی حنیفہ" میں تسلیم کیا ہے کہ اس پیشین گوئی کے بڑے مصداق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ النعمان ہیں۔

Marfat.com

القرآن:

اور اگر تم منہ پھیرو گے تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے (سورہ محمد: 38)

حدیث میں ہے صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! وہ دوسری قوم کون ہے جس کی طرف اشارہ ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: اس کی قوم، اور فرمایا: خدا کی قسم اگر ایمان ثریا پر جا پہنچے تو فارس کے لوگ وہاں سے بھی اس کو اتار لائیں گے۔

اور (اس رسول کی بعثت) دوسرے لوگوں کے لئے بھی ہے جو ابھی ان (مسلمانوں) سے نہیں ملے۔ (الجمعہ: 3)

حدیث میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے (وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ، (الجمعہ: 3) کی نسبت سوال کیا گیا تو حضرت سلمان فارسی کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر علم یا (فرمایا) دین ثریا پر جا پہنچے گا تو اس کی قوم فارس کا مرد وہاں سے بھی لے آئے گا۔

ابتدائی زندگی

آپ کا نام نعمان بن ثابت بن زوطا اور کنیت ابوحنیفہ تھی۔ بالعموم امام اعظم کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔ آپ تمام ائمہ کے مقابلے میں سب سے بڑے مقام ومرتبے پر فائز ہیں۔ اسلامی فقہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا پایہ بہت بلند ہے۔ آپ نسلاً عجمی تھے۔ آپ کی پیدائش کوفہ میں 80ھ بمطابق 699ء میں ہوئی سن وفات 150ھ ہے۔ ابتدائی ذوق والد ماجد کے تتبع میں تجارت تھا۔ لیکن اللہ نے ان سے دین کی خدمت کا کام لینا تھا، لہٰذا تجارت کا شغل اختیار کرنے سے پہلے آپ اپنی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے بیس سال کی عمر میں اعلیٰ علوم کی تحصیل کی ابتدا کی۔

آپ نہایت ذہین اور قوی سٹوریج کے مالک تھے۔ آپ کا زہد وتقویٰ فہم وفراست اور حکمت ودانائی بہت مشہور تھی۔ آپ نے اپنی عمر مبارک میں 7 ہزار مرتبہ ختم قرآن کیا۔ 45 سال تک ایک وضو سے پانچوں نمازیں پڑھیں، رات کے دو نفلوں میں پورا قرآن حکیم ختم کرنے والے امام اعظم ابوحنیفہ دن کو علم پھیلاتے اور رات کو عبادت کرتے، ان کی حیات مبارکہ کے لاتعداد گوشے ہیں۔ ائمہ حدیث آپ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک طرف آپ علم کے سمندر ہیں اور دوسری طرف زہد وتقویٰ اور طہارت کے پہاڑ ہیں۔

آپ کی تابعیت

امام صاحب تابعی تھے: حافظ المزی نے بیان فرمایا ہے کہ امام ابوحنیفہ کی ملاقات بہتر (۷۲) صحابہ کرام سے ہوئی ہے۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: مولدہ سنۃ ثمانین رای انس بن مالک غیر مرۃ لما قدم علیہم الکوفۃ۔

ترجمہ: حضرت امام کی پیدائش سنہ 80ھ میں ہوئی، آپ نے حضرت انس بن مالک (93ھ) کو جب وہ کوفہ گئے تو کئی دفعہ دیکھا۔

Marfat.com

آپ کے سفر

امام اعظم نے علم حدیث کے حصول کے لیے تین مقامات کا بطورِ خاص سفر کیا۔ آپ نے علم حدیث سب سے پہلے کوفہ میں حاصل کیا کیونکہ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے اور کوفہ علم حدیث کا بہت بڑا مرکز تھا۔ گویا آپ علم حدیث کے گھر میں پیدا ہوئے، پلے بڑھے، کوفہ کے سب سے بڑے علم کے وارث امام اعظم خود بنے۔ دوسرا مقام حرمین شریفین کا تھا۔ جہاں سے آپ نے احادیث اخذ کیں اور تیسرا مقام بصرہ تھا۔ امام ابوحنیفہ نے تقریباً 4 ہزار اساتذہ سے علم حاصل کیا۔

اساتذہ

علم الادب، علم الانساب اور علم الکلام کی تحصیل کے بعد علم فقہ کے لیے امام حماد کے حلقہ درس سے فیض یاب ہوئے۔ آپ علم فقہ کیعالم ہیں. آپ کے شیوخ واساتذہ کی تعداد چار ہزار بتائی جاتی ہے۔ جن سے وہ وقتاً فوقتاً اکتساب علم کرتے رہے۔ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق کی شاگردی کا فخر بھی انہیں حاصل ہے۔

درس وتدریس

آپ نے تحصیل علم کے بعد جب درس وتدریس کے سلسلہ کا آغاز کیا تو آپ کے حلقہ درس میں زبردست اژدھام ہوتا اور حاضرین میں اکثریت اد دور کے جید صاحبان علم کی ہوتی۔ علامہ کروری نے آپ کے خاص تلامذہ میں آٹھ سو فقہا محدثین اور صوفیا ومشائخ شمار کیا ہے۔ یہ ان ہزار ہا انسانوں کے علاوہ تھے۔ جو ان کے حلقہ درس میں شریک ہوتے رہتے تھے۔ آپ نے فقہ حنفیہ کی صورت میں اسلام کی قانونی ودستوری جامعیت کی لاجواب شہادت مہیا کی اور اس مدت میں جو مسائل مدون کیے ان کی تعداد بارہ لاکھ ستر ہزار سے زائد ہے۔ آپ کی تالیف پر اجماع ہے۔ اور صحابہ سے نقل روایت بھی ثابت ہے۔ آپ شریعت کے ستون تھے۔

مورخ خطیب بغدادی نے امام کے پوتے اسماعیل سے روایت کیا ہے کہ میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن مرزبان ہوں ہم لوگ نسلاً فارس سے ہیں۔ امام صاحب کے دادا ثابت بچپن میں حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے انہوں نے ان کے خاندان کے حق میں دعائے خیر کی تھی۔ ہمیں امید ہے۔ وہ دعا بے اثر نہیں رہی۔ تجارت ان کا ذریعہ معاش تھا۔ تجارت سے ہی رزق حلال کماتے دولت کی کمی نہ تھی۔ لیکن ان کی دولت وثروت کا فائدہ طلبا اور حاجت مندوں ہی کو پہنچتا۔ فروخت کیے جانے والے کپڑے کے محاسن اور عیوب آپ برابر بیان کرتے اور خرابی کو کبھی نہ چھپاتے اپنے شاگردوں کی اکثر مالی امداد کرتے۔

تلامذہ

حضرت امام ابوحنیفہ کے ایک ہزار کے قریب شاگرد تھے جن میں چالیس افراد بہت ہی جلیل المرتبت تھے اور وہ درجۂ

Marfat.com

اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ وہ آپ کے مشیرِ خاص بھی تھے۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں۔

امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، امام حماد بن ابی حنیفہ، امام زفر بن ہذیل، امام عبداللہ بن مبارک، امام وکیع بن جراح، امام داؤد بن نصیر

علاوہ ازیں قرآن حکیم کے بعد اہل سنت والجماعت کی صحیح ترین کتاب صحیح بخاری کے مؤلف امام محمد بن اسماعیل بخاری اور دیگر بڑے بڑے محدثین کرام آپ کے شاگردوں کے شاگرد تھے۔

اہم تصانیف

آپ کی چند مشہور کتب درج ذیل ہیں۔

الفقه الأكبر، الفقه الأبسط، العالم و المتعلم، رسالة الإمام أبى حنيفة إلى عثمان البتى، وصية الامام أبى حنيفة، المقصود فى علم التصريف، كتاب الوصية لجميع الامة، الوصية لعثمان السبتى، كتاب الوصية لابى يوسف، الوصية لاصحابه الكبار، الرسالة الى نوح بن مريم .

اوران کی احادیث میں تصانیف کی تعداد 27 کے قریب ہیں۔

فقہ حنفی

امام اعظم اپنا طریق اجتہاد واستنباط یوں بیان کرتے ہیں: میں سب سے پہلے کسی مسئلے کا حکم کتاب اللہ سے اخذ کرتا ہوں، پھر اگر وہاں وہ مسئلہ نہ پاؤں تو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے لیتا ہوں، جب وہاں بھی نہ پاؤں تو صحابہ کرام کے اقوال میں سے کسی کا قول مان لیتا ہوں اوران کا قول چھوڑ کر دوسروں کا قول نہیں لیتا اور جب معاملہ ابراہیم شعبی، ابن سیرین اور عطاء پر آ جائے تو یہ لوگ بھی مجتہد تھے اور اس وقت میں بھی ان لوگوں کی طرح اجتہاد کرتا ہوں۔

آپ کے اجتہادی مسائل تقریباً بارہ سو سال سے تمام اسلامی ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اس لیے بڑی بڑی عظیم اسلامی سلطنتوں میں آپ ہی کے مسائل، قانون سلطنت تھے اور آج بھی اسلامی دنیا کا بیشتر حصہ آپ ہی کے فقہی مذہب کا پیروکار ہے۔

فقہ حنفی کی اشاعت وخدمت سب سے زیادہ ان کے شاگردوں قاضی ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی نے کی۔ قاضی ابو یوسف کو ہارون نے مملکت کا قاضی القضاۃ بنا دیا تھا۔ اس لیے ان کی وجہ سے فقہ حنفی کے پیروکاروں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔

مقام فقہ حنفی

حضرت ضرار بن صرد نے کہا، مجھ سے حضرت یزید بن ہارون نے پوچھا کہ سب سے زیادہ فقہ (سمجھ) والا امام ثوری ہیں یا

Marfat.com

امام ابوحنیفہ؟ تو انہوں نے کہا کہ:

ابوحنیفہ (حدیث میں) افقہ (سب سے زیادہ فقیہ) ہیں اور سفیان (ثوری) تو سب سے زیادہ حافظ ہیں حدیث میں۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے فرمایا: امام ابوحنیفہ لوگوں میں سب سے زیادہ فقہ (سمجھ) رکھنے والے تھے۔

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں: جو شخص فقہ حاصل کرنا چاہتا ہے وہ امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو لازم پکڑے کیونکہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے خوشہ چین (محتاج) ہیں۔ (مناقب الامام ابی حنیفہ ص 27)

محدثین کے ذکر میں اسی کتاب میں آگے امام ابوداؤد فرماتے ہیں: "ان اباحنیفۃ کان اماما"۔ ترجمہ: بے شک ابوحنیفہ (حدیث میں) امام تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، دارالکتب العلمیۃ: صفحۃ ۱۶۸، جلد ۱، طبقہ ۵، بیان: ابوحنیفۃ الامام اعظم)

حق گوئی

جہاں تک ملکی سیاست کا تعلق ہے انہوں نے کبھی بھی کسی خلیفہ کی خوشامد یا ملازمت نہ کی۔ ہمیشہ حق اور اہل حق کا ساتھ دیا۔ یزید نے ان کو مشیر بنانا چاہا تو آپ نے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ اگر یزید کہے کہ مسجدوں کے دروازے گن دو تو یہ بھی مجھے گوارا نہیں۔ امام محمد نفس الزکیہ اور ابراہیم کے خروج کے موقع پر انہوں نے ابراہیم کی تائید کی تھی۔ منصور نے انہیں بلا کر عہدہ قضا پر فائز کرنا چاہا لیکن آپ کے مسلسل انکار پر اول بغداد کی تعمیر کے موقع پر انہیں اینٹیں شمار کرنے کے کام پر لگایا اور بعد میں قید خانہ میں ڈال دیا۔

عظمت ابوحنیفہ

ایک دفعہ حضرت امام اعظم اور امام شافعی کے شاگردوں کے مابین جھگڑا پیدا ہو گیا۔ ہر گروہ اپنے امام کی فضیلت کا دعویدار تھا۔ حضرت امام ابوعبداللہ نے دونوں کے درمیان فیصلہ کیا اور اصحاب شافعی سے فرمایا: پہلے تم اپنے امام کے اساتذہ گنو۔ جب گنے گئے تو 80 تھے۔ پھر انہوں نے احناف سے فرمایا: اب تم اپنے امام کے اساتذہ گنو جب انہوں نے شمار کیے تو معلوم ہوا وہ چار ہزار تھے۔ اس طرح اساتذہ کے عدد نے اس جھگڑے کا فیصلہ کر دیا۔ آپ فقہ اور حدیث دونوں میدانوں میں امام الائمہ تھے۔

وفات

150 ہجری میں بغداد میں ان کا انتقال ہوا۔ پہلی بار نماز جنازہ پڑھی گئی تو پچاس ہزار آدمی جمع ہوئے جب آنے والوں کا سلسلہ جاری رہا تو چھ بار نماز جنازہ پڑھائی گئی آپ ملکہ خیزران کے مقبرہ کے مشرق کی جانب دفن ہوئے۔

اس دور کے ائمہ اور فضلا نے آپ کی وفات پر بڑے رنج کا اظہار کیا۔ ابن جریج مکہ میں تھے۔ سن کر فرمایا بہت بڑا عالم جاتا رہا۔ شعبہ بن الحجاج نے کہا کوفہ میں اندھیرا ہو گیا۔

Marfat.com

عبداللہ بن مبارک بغداد آئے تو امام کی قبر پر گئے اور رو کر کہا افسوس تم نے دنیا میں کسی کو جانشین نہ چھوڑا سلطان الپ ارسلان نے ان کی قبر پر قبہ بنوایا۔

امام صاحب میانہ قد، خوش رو اور موزوں جسم کے مالک تھے۔ گفتگو نہایت شیریں کرتے آواز بلند اور صاف تھی اور فصاحت سے ادا کرتے تھے۔ اکثر خوش لباس رہتے تھے۔ سرکاری وظیفہ خواری سے دور رہے۔ حریت فکر، بے نیازی اور حق گوئی ان کا طرہ امتیاز تھا۔

حوالہ جات

(جامع ترمذی، جلد دوم، تفاسیر کا بیان"، صحیح بخاری، جلد دوم "فضائل کا بیان"، صحیح مسلم، جلد سوم، معجم المصنفین، 2، ص: اور 23; ابوحنیفۃ الامام اعظم"، طبقات الحفاظ، 1، دار الکتب العلمیۃ، ص، 168)

Marfat.com

واقعات تبع تابعین کرام

تعارف تبع تابعین

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔

خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ .

(بخاری، کِتَاب الْمَنَاقِب، بَاب فَضَائِلِ أَصْحَاب النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ،شاملہ، موقع الاسلام)

ترجمہ: میری بہترین اُمت میرے زمانہ کے لوگ ہیں (صحابہ) پھر وہ لوگ ہیں جنھوں نے اُن کا زمانہ پایا (تابعین) پھر وہ لوگ ہیں جنھوں نے اُن کا زمانہ پایا۔

تبع تابعین

عام علمائے اُمت (شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً بعض اعتراضات سے بچنے کے لیے پہلے ٹکڑے سے عہدِ نبوی اور دوسرے سے عہد صدیقی اور تیسرے سے عہد فاروقی مراد لیا ہے) نے ارشادِ نبوی کے پہلے ٹکڑے کا مصداق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقدس جماعت کو اور دوسرے اور تیسرے ٹکڑے کا مصداق تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے برگزیدہ گروہ کو قرار دیا ہے۔

اس مشہود بالخیر قرون ثلثہ میں صرف خلافتِ راشدہ کا تیس سالہ مبارک عہد ایسا گذرا ہے جن میں عہد نبوی کی تمام سعادتیں اور برکتیں یا یوں کہیے کہ اسلام کی تمام اخلاقی وقانونی خوبیاں ایک تسلسل کے ساتھ حکومت و معاشرہ دونوں میں مشاہد طور پر موجود تھیں، جن کو ہر آیندہ و روندہ ایک سرسری نگاہ میں دیکھ سکتا تھا؛ چنانچہ اس عہد سعید میں جتنی کم سیاسی اور معاشرتی برائیاں پیدا ہوئیں، دنیا کی سیاسی ومذہبی تاریخ میں اس کی کوئی دوسری مثال نہیں ملتی؛ لیکن اس عہد سعید کے بعد اتفاق سے حکومت کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں چلی گئی جو اپنی بہت سی انفرادی واسلامی خصوصیات کے باوجود سیاسی میدان اور حکومت کے ایوان میں اپنی اجتماعی اخلاقی اور قانونی ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا نہ کرسکے، جس کے نتیجہ میں بہت جلد اسلامی خلافت شخصی حکومت میں تبدیل ہوگئی؛ گو نام ابھی خلافت ہی تھا؛ مگر اس میں خلافت کی روح باقی نہیں تھی، عہد راشدہ میں سیاست مذہب واخلاق کے تابع تھی اور اب مذہب واخلاق پر سیاست کو ترجیح دی جانے لگی تھی، اس سے پہلے خلافت کسی خاندان کی میراث نہ تھی اور اب کسی نہ کسی خاندان کے لیے مخصوص ہوگئی تھی، حضرات خلفائے راشدین معاشرہ کی اصلاح وفلاح کو حکومت کی سب سے

Marfat.com

بڑی بلکہ ذاتی ذمہ داری سمجھتے تھے اور اب حکومت کا قیام اور اس کی بقا کے لیے سیاسی جوڑ توڑ خلفاء کا سب سے بڑا کام رہ گیا تھا؛ غرض یہ کہ اس تبدیلی کا اثر یہ ہوا کہ معاشرہ میں بعض نئی نئی اور بعض دبی ہوئی پرانی برائیاں پھر اُبھرنے لگیں اور بہت سے سوئے ہوئے فتنے نئے قالب میں پھر سر اُٹھانے لگے؛ لیکن ایوانِ حکومت سے باہر ابھی ممتاز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بڑی تعداد اور حضرات تابعین رحمہم اللہ کی پوری جماعت موجود تھی، جو عہد نبوی اور عہدِ راشدہ کی تمام سعادتوں، برکتوں اور اسلام کی انفرادی واجتماعی خصوصیتوں کو ابھی تک اپنے سینوں سے لگائے ہوئے تھی، جس کے دل میں جہاد کی تڑپ اور اقامت دین کا جذبہ موجود تھا، جو امر بالمعروف ہی کو نہیں بلکہ نہی عن المنکر کو بھی اپنی سب سے بڑی ذمہ داری اور سعادت سمجھتی تھی؛ چنانچہ اس مبارک جماعت کے افراد انفرادی اور اجتماعی دونوں طریقہ پر اس صورتِ حال کو بدلنے اور برائیوں اور فتنوں کو مٹانے کے لیے آگے بڑھے اور اس راہ میں انہوں نے وہ سب کچھ جھیلا جو اس راہِ حق کے راہ روں کو جھیلنا اور سہنا پڑتا رہا ہے، یعنی کتنے اس مقابلہ میں شہید ہو کر خدا کے حضور سرخ رو ہوئے، کتنوں نے دار ورسن کو لبیک کہا اور اپنے مولیٰ کی مرضی پائی اور کتنے قید وبند کی کڑیاں جھیلتے جھیلتے جاں بحق ہو گئے اور کچھ موقع کی تلاش میں تھے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُم مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُم مَّن يَنتَظِرُ (الاحزاب)

ترجمہ: اہلِ ایمان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے خدا سے جو معاہدہ کیا تھا اُسے پورا کر دکھایا؛ پھر بعض اُن میں ایسے ہیں جنہوں نے اپنی نذر پوری کرلی، کچھ اس کے پورا کرنے کے آرزومند ہیں۔

گو اس برگزیدہ جماعت کی یہ کوششیں شخصی حکومت کو دوبارہ اسلامی خلافت میں تبدیل کر دینے میں مکمل طور پر تو کامیاب نہیں ہوئیں (اس کے بہت سے اسباب تھے، جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے، مکمل طور پر کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ ان کوششوں کا کچھ نہ کچھ اثر نظامِ حکومت اور ان کے چلانے والوں پر بھی ضرور پڑتا تھا؛ مگر زیادہ تر اس کا اثر محدود اور وقتی ہوتا تھا؛ انہی کوششوں کا ایک ظہور حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی خلافت تھی)؛ مگر ایوانِ حکومت سے باہر معاشرہ کی اکثریت کو دینِ مبین پر قائم واستوار رکھنے، ان کو نئے نئے فتنوں سے بچانے اور علمی وعملی طور پر دین کی حفاظت میں ان کی جدوجہد اور قربانی کا غیر معمولی اثر ہوا اور ان کی یہ سعی اس لحاظ سے سعی مشکور ثابت ہوئی اور دراصل ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے۔

حضرات تابعین کے بعد اس مبارک کام کو ان کی فیض یافتہ جماعت یعنی تبع تابعین رحمہم اللہ نے اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے زمانہ کے حالات وضروریات کے مطابق اسے پورا کرنے کی کوشش کی، اس راہ میں ان کو بھی وہ تمام مصیبتیں اور صعوبتیں اُٹھانی پڑیں جو ان کے پیش رووں کو اُٹھانی پڑی تھیں، صحابہ کرام اور تابعین وتبع تابعین کی کوششوں کے دائرۂ عمل میں اتنا فرق ضرور ہے کہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے انفرادی اور اجتماعی دونوں طرح سے اصلاحِ حال کی سعی کی اور حضراتِ تابعین وتبع تابعین نے حالات اور چھ پہلے تجربات کی بنا پر بھی اور اس لیے بھی کہ امت مزید جنگ وجدال اور فتنہ وفساد سے محفوظ رہے، اپنا دائرۂ عمل انفرادی جدوجہد ہی تک محدود رکھا گو کہیں کہیں اجتماعی جدوجہد کی جھلک بھی ملتی ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید اور سیرۃ نبوی کا ایک اعجاز

قرآن مجید اور سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا اعجاز یہ بھی ہے کہ ان کے ذریعہ نہ صرف یہ کہ دنیا کے علم وفن میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوا؛ بلکہ ان کے ذریعہ اس کا دامن ایک ایسی متحرک عملی واخلاقی زندگی سے بھی مالا مال ہوا جو ایک خاص وقت میں پیدا ہو کر ختم نہیں ہوگئی؛ بلکہ صدہا سیاسی اور تمدنی انقلابات کے باوجود وہ دوام وتسلسل کے ساتھ آج تک باقی ہے اور انشاء اللہ قیامت تک باقی رہے گی، اس نئی متحرک اخلاقی وعملی زندگی کا اولین نمونہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ تھے یہی وجہ ہے کہ امت نے قرآن وسیرت کی حفاظت کے بعد ان بزرگوں کی سوانح حیات اور سیرت کے معنوی خدوخال کو تحریری طور پر محفوظ ومنقوش کر لینے میں سب سے زیادہ کوشش کی؛ گو ان نقوش کے ذریعہ ان قدسی صفات بزرگوں کی زندگی کی پوری کیفیتیں اور معنویتیں ہم تک نہیں پہنچ سکیں؛ مگر پھر بھی ان کی زندگی کا جتنا حصہ بھی بذریعہ تحریر ہم تک پہنچا ہے، اس کے پڑھنے سے آج بھی مردہ دلوں میں زندگی اور بجھی طبعتوں میں سوز وگداز اور حرارت پیدا ہوتی ہے، ان کی سادہ سادہ باتوں سے دل میں خدا کی محبت کا جوش اور رضائے الٰہی کی طلب اور آخرت کا یقین بلکہ ذوق ومشاہدہ پیدا ہوتا ہے؛ ان کی زندگی کے عام واقعات کے سننے اور پڑھنے سے اقامت دین کا جذبہ احیائے سنت کا ولولہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تڑپ پیدا ہوتی ہے، ان کے زہد واتقاء استغنا وبے نیازی اور خلفا وامراء سے ان کی بے تعلقی اور اظہارِ حق کے واقعات پڑھ کر دنیا کی بے حقیقتی اور اس کو ایمان کی راہ میں نثار کر دینے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے؛ اگر ایک طرف اموی اور عباسی دور کی تاریخ پڑھ کر مایوسی اور شرمندگی پیدا ہوتی ہے تو ان کے حالات کا مطالعہ کر کے شرمندگی اور مایوسی دور ہو جاتی ہے۔

اسی اہم ضرورت کے پیشِ نظر دار المصنفین نے اپنے ابتدائے قیام ہی سے سیاسی وتمدنی تاریخ کی تدوین وترتیب کے ساتھ اس مشہود بالخیر قرون ثلاثہ کے ممتاز بزرگوں کے سوانح حیات اردو زبان میں منتقل کرنے کا بھی پروگرام بنایا تھا؛ چنانچہ اس پروگرام کے مطابق قرن اوّل اور قرن ثانی کے بزرگوں کے اسوے اور سوانح حیات پر تقریباً ایک درجن کتابیں آج سے کئی برس پہلے شائع ہو چکی ہیں، اب یہ قرن ثالث یعنی تبع تابعین کے سوانح حیات کا مرقع ہدیہ ناظرین کیا جا رہا ہے اور یہ اس سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی ہے۔

تبع تابعین کے عہد کی تعیین

عہد صحابہ کی ابتدا بعثتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئی اور اس کا اختتام اس وقت ہوا جب کہ دیدارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف اندوز ہونے والے آخری صحابی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا پہلی صدی کے اختتام پر انتقال ہوا۔

عہد صحابہ کی طرح عہد تابعین کے بارے میں تاریخ وسنہ کی تعین کے ساتھ یہ بتانا مشکل ہے کہ وہ کب سے شروع ہوا اور کب ختم ہوا؛ مگر بعض واقعات اور قوی قرائن کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس عہد کی ابتداء عہدِ نبوی میں ہوگئی تھی؛ کیونکہ اس عہد میں متعدد ایسے سلیم الفطرت لوگ موجود تھے جنہوں نے اپنے سر کی آنکھوں سے تو روئے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

Marfat.com

نہیں کی تھی؛ لیکن جوں ہی دعوتِ حق کی آواز ان کے کانوں تک پہنچی انہوں نے اس پر لبیک کہا اور اس کو اپنے سویدائے دل میں جگہ دی، مثلاً حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ، حضرت اصحمہ شاہِ حبشہ رحمہ اللہ وغیرہ، اس طرح تقریباً ایک صدی تک عہدِ صحابہ اور عہدِ تابعین ساتھ ساتھ چلتا رہا؛ لیکن پہلی صدی کے اختتام پر صحابہ کا عہد سعید ختم ہوگیا اور اب حضرات تابعین کے ساتھ ان کی تربیت یافتہ جماعت اتباع تابعین کا عہدِ رشید اس میں منسلک ہوگیا اور تابعین کے ساتھ تبع تابعین کا دور قریب قریب پون صدی تک ساتھ ساتھ گذرا۔

عہد تابعین کی طرح، اتباعِ تابعین کے بارے میں بھی سنہ وتاریخ کی تعیین کے ساتھ نہیں بتایا جاسکتا کہ وہ کب سے شروع ہوا اور کب ختم ہوا؛ مگر بعض اتباع تابعین کے سنہ ولادت اور بعض تابعین کے سنہ وفات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ پہلی صدی کے آخر سے اس عہد کی ابتدا ہوگئی تھی، مثال کے لیے امام شعبہ رحمہ اللہ کی ولادت سنہ۰ھ میں ہوئی اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ولادت بھی سنہ۰ھ میں ہوئی لیکن عام ارباب تذکرہ امام شعبہ کا شمار اتباعِ تابعین میں کرتے ہیں، امام صاحب کا تابعین میں؛ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اتباعِ تابعین کا اصلی دور دوسری صدی کے ربع اوّل سے شروع ہوکر تیسری صدی کے ربع اوّل تک ختم ہوجاتا ہے اس لیے کہ بعض تابعین کی وفات سنہھ اور بعض کی سنہھ میں ہوئی، اس اعتبار سے جن ائمہ فقہ وحدیث کی ولادت سنہ ھ اور سنہھ کے درمیان ہوئی ان کو بھی معاصرت کی وجہ سے اسی زمرہ میں شامل کرلیا گیا ہے؛ اگرچہ تابعین سے ان کے کسب فیض کرنے کا کوئی ظاہری ثبوت موجود نہیں ہے، مثلاً امام شافعی، امام احمد بن حنبل، اسحاق ابنِ راہویہ، علی بن المدینی وغیرہ، دوسرے الفاظ میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اموی خلیفہ ولید ثانی کے عہد سے لے کر عباسی عہد کے دسویں خلیفہ متوکل علی اللہ کے عہد تک اتباعِ تابعین کا خالص عہد رہا ہے۔

تبع تابعین سے کون لوگ مراد ہیں؟

اس عہد میں گو بڑے بڑے صاحب سطوت خلفاء لائق ترین امراء اور سپہ سالار کامل ترین فلاسفہ ومتکلمین اور بڑے بڑے زبان آور خطباء ادباء وشعراء پیدا ہوئے جن میں سے ہرایک سے بواسطہ یا بلاواسطہ ملک وملت اور اسلامی علوم کی کوئی نہ کوئی خدمت انجام پائی اور اس لحاظ سے ان کی خدمات کا اعتراف نہ کرنا بڑی احسان ناشناسی ہوگی؛ لیکن ان کو ہم زمرہ تبع تابعین میں اس لیے شامل نہیں کرتے کہ صحابہ اور تابعین کی طرح تبع تابعین کا لقب بھی امت میں ان حضرات کے لیے مخصوص ہوگیا ہے، جن کے علم وعمل میں یکسانیت اور ہم رنگی رہو، جن کے ذریعہ دین یا علم دین کی حفاظت کا براہِ راست کوئی نہ کوئی کام انجام پایا ہو، جن کی زندگی میں سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وتابعین کی سیرت کا رنگ غالب رہا ہو، جن کے علم وفضل، زہدوورع اور دیانت وتقویٰ پرایک مخلوق کو اعتماد رہا ہو اور یہ اعتماد اب تک باقی ہو اس لیے جن خلفاء، وزراء، شعراء، ادباء اور اہلِ علم کی زندگی اس معیر پر پوری نہیں اترتی ان کا ذکر مستقلاً اس کتاب میں نہیں آئے گا، یوں جس طرح اس عہد کی سیاسی تاریخ کے ضمن میں حضرات تبع تابعین کا ذکر ضمناً آجاتا ہے؛ اسی طرح اس مرقع میں بھی اس کا ذکر ضمناً موقع، بہ موقع آگیا ہے۔

Marfat.com

اس عہد کی خوبیاں اور خرابیاں

تبع تابعین رحمہم اللہ کے عہد کی عکاسی اگر مختصر لفظوں میں کی جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ عہد تضاد تھا، یعنی اگر آپ اس عہد کی سیاسی اور ادبی، تاریخ، فکری آزادی اور بعض معاشرتی خرابیوں کی داستان پڑھیں گے تو آپ کے دل و دماغ پر تھوڑی دیر کے لیے یہ احساس ضرور طاری ہو جائے گا کہ یہ عہد ظلم و جور عیش وعشرت، قبائلی عصبیت اور مختلف مذہبی و سیاسی فتنوں اور فلسفیانہ موشگافیوں سے بھرا ہوا تھا؛ لیکن اسی آن اگر آپ کو اس عہد کے قابل اعتماد محدثین، فقہا علما اور صلحاء کے تذکرے دے دیے جائیں اور اُن کے ذریعہ آپ کو کچھ دیر کے لیے ان برگزیدہ نفوس حضرات کی صحبت ومجلس میں پہنچا دیا جائے تو یہی نہیں کہ منفی طور پر آپ کے پہلے احساس میں کمی آجائے گی؛ بلکہ مثبت طور پر آپ یہ محسوس کرنے لگیں گے کہ آپ کے کانوں میں ہر گوشہ سے قال اللہ اور قال الرسول ہی کی آواز آرہی ہے، ہر گھر اور ہر مجلس میں دین اور علم دین ہی کا چرچا ہے، فقر وفاقہ کے باوجود دنیا اور اہلِ دنیا سے استغنا و بے نیازی، زہد و اتقاء حق گوئی و بے باکی اور ان کی سادگی و تواضع کے واقعات پڑھ کر آپ کچھ دیر کے لیے اپنے آپ کو عہدِ صحابہ سے قریب تر محسوس کرنے لگیں گے، ان کی علمی کاوشوں اور تفقہ و اجتہاد اور قانونی دقتِ نظری کی اتنی کثرت سے مثالیں ملیں گی کہ اُس عہد کی فلسفیانہ موشگافیوں کی آپ کے دل میں کوئی وقعت نہیں رہ جائے گی؛ جیسا کہ ذکر آچکا ہے کہ اسلامی معاشرہ میں یہ قضاء گو عہد راشدہ کے بعد ہی سے شروع ہو گیا تھا؛ لیکن اس عہد میں بعض سیاسی اسباب اور بعض نئے فتنوں کی وجہ سے اس میں اضافہ ہو گیا تھا، عہد تابعین یعنی اموی دور میں معاشرہ میں عام طور پر عربی اور بدوی رنگ غالب تھا اس لیے اس عہد کی برائیوں میں ملمع سازی نہیں سادگی تھی؛ لیکن عہد تبع تابعین یعنی عباسی دور میں جو سیاسی، علمی، مذہبی، معاشرتی برائیاں پیدا ہوئیں، ان میں عجمیت، اباحیت پسندی اور فلسفیانہ موشگافی کا رنگ غالب تھا، جاحظ کا یہ مشہور مقولہ ہے کہ

مِن كلام خُلفائنا من وَلَد العباس، ولو أن دولتَهم عجميّة خُراسانيّة، ودولة بني مَرْوان عربيّة أعرابيّة. (البیان والتبیین، شاملہ، موقع الوراق۔ دیگر مطبوعہ)

ترجمہ: عباسی حکومت میں عجمی اور خراسانی رنگ غالب تھا اور بنوامیہ کی حکومت میں عربی اور بدوی رنگ غالب تھا۔

یہ تضاد دوسرے عناصر کے ساتھ یونانی، سریانی اور ہندی علوم خاص طور پر فلسفہ اور نجوم کی کتابوں کے عربی میں منتقل ہونے اور مدح خوان شعراء ادباء اور مغنیون کی حکومت کی طرف سے ہمت افزائی کی وجہ سے بھی پیدا ہوا اور اس کے بڑھانے میں قبائلی عصبیت اور ایرانی قومی حمیت نے بھی حصہ لیا؛ چنانچہ اس کے اثرات نہ صرف عملی زندگی میں پڑنے لگے؛ بلکہ اس کا اثر اسلامی علوم اور اسلامی عقائدہ پر بھی پڑا، اسلامی مملکت کے اکثر مقامات اور خاص طور پر کوفہ و بصرہ پایہ تخت ہونے کی وجہ سے نئے نئے مسائل اور نئے نئے مباحث کے آماج گاہ بن گئے تھے، شیعیت، خارجیت اور عربی عصبیت کے قدیم فتنے کیا کم تھے کہ ان میں قبائلی اور قومی عصبیت، شعوبیت، اعتزال، مرجئیت، قدریت اور جہمیت وغیرہ جیسے نئے نئے فتنوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔

اس پرفن اور پرشور دور میں جس میں آدمی کا اپنے ایمان کو سلامت رکھنا مشکل تھا، حضرات تبع تابعین نے نہ صرف یہ کہ

Marfat.com

اُن تمام فتنوں کا سلبی طور پر مقابلہ کیا؛ بلکہ ایجابی طور پر علومِ دینیہ کی حفاظت اور تدوین وترتیب کا غیر معمولی کام بھی انجام دیا؛ اگر یہ برگزیدہ جماعت اس کام کی طرف متوجہ نہ ہوتی تو امت، اسلامی علوم کے نہ جانے کتنے بڑے حصہ سے ہمیشہ کے لیے محروم ہو جاتی اور ان کی جگہ نہ جان کتنے غیر اسلامی علوم نے لے لی ہوتی آئندہ صفحات میں ان کے سلبی اور ایجابی دونوں طرح کے کارناموں کی قدرے تفصیل کی جاتی ہے؛ لیکن ان کے ان کارناموں کی تفصیل سے پہلے ضرورت ہے کہ اس عہد کے فتنوں کا مختصر تذکرہ کر دیا جائے، ان کا تذکرہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ کتاب میں بار بار ان کا نام آئے گا اور اس لیے بھی کہ ان کی حقیقت جانے بغیر نہ تو تبع تابعین کے کارناموں کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے اور نہ یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ سکتی ہے کہ بعض ائمہ نے ان کے مقابلہ میں اپنے جسم وجان کا پورا سرمایہ کیوں لگا دیا۔

امام ابو یوسف

نام ونسب

یعقوب نام، ابو یوسف کنیت تھی، سلسلہ نسب انصار سے مل جاتا ہے اُن کے جد اعلیٰ سعد بن حتبہ رضی اللہ عنہ صحابی تھے، غزوہ اُحد میں شرکت کی اجازت چاہی؛ مگر کم سنی کی وجہ سے اجازت نہیں ملی دو سال بعد غزوہ خندق پیش آیا تو اس میں شرکت کا شرف حاصل کیا، اس غزوہ میں انہوں نے بڑی جانبازی دکھائی، دشمنوں سے برسرِ پیکار تھے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک ان پر پڑی، فرمایا کون ہو؟ بولے مجھے سعد بن حتبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں؛ پھر قریب بلایا اور سر پر دستِ شفقت پھیرنے کی برکت ہم ابتک محسوس کرتے ہیں۔ (مناقب موفق)

ان کے والد ابراہیم ایک غریب آدمی تھے اور کوفہ میں محنت مزدوری کر کے گذر اوقات کرتے تھے۔

امام صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آمد کی وجہ

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ابتدائی تعلیم وتربیت کے بارے میں کوئی تفصیل کتابوں میں نہیں ملتی، اوپر کی روایات سے اتنا تو ضرور پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے جو کچھ حاصل کیا، اس میں ان کے ذاتی ذوق وشوق کے ساتھ امام صاحب رحمہ اللہ کی مالی امداد اور تکفل کو بھی دخل رہا ہے؛ ورنہ ان کے والدین کی حالت اس قابل نہیں تھی کہ وہ تعلیم کے لیے وقت نکال سکتے۔

اوپر یہ ذکر بھی آ چکا ہے کہ امام ابو یوسف سب سے پہلے محمد بن ابی لیلیٰ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے کسب فیض شروع کیا؛ مگر کئی برس کے بعد پھر وہ امام صاحب کی خدمت میں آنے جانے اور اُن کے درس میں شریک ہونے لگے، امام ابو یوسف نے ابن ابی لیلیٰ کی مجلسِ درس کو چھوڑ کر کیوں امام صاحب کی صحبت اختیار کی، اس بارہ میں اربابِ تذکرہ بہت سی باتیں لکھتے ہیں؛ مگر ان میں بعض باتیں بالکل بے بنیاد معلوم ہوتی ہیں، اس لیے ہم اُن کی قدرے تفصیل کرتے ہیں۔

ان کے پہلے استاذ محمد بن ابی لیلیٰ ممتاز تابعی عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے صاحبزادے اور خود ممتاز تبع تابعین میں تھے، اموی

Marfat.com

اور عباسی دونوں دوروں میں برسوں قاضی رہ چکے تھے، اس لیے ان کا علم اور تجربہ دونوں وسیع تھا، امام ابو یوسف نے ان سے علمی اور عملی دونوں طرح سے فیض اُٹھایا تھا؛ اس زمانہ میں کوئی طالب علم وہ بھی فقہ کا امام اعظم کی مجلس درس سے بے نیاز نہیں رہ سکتا تھا؛ چنانچہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن ابی لیلیٰ باوجود اپنے ذاتی فضل وکمال اور علمی منزلت کے جب کوئی مشکل مسئلہ آتا تو سب سے پہلے امام صاحب کی رائے معلوم کرنے کی کوشش کرتے تھے، اس سے مجھ کو خیال پیدا ہوا کہ امام صاحب کے درس میں بھی ضرور شریک ہونا چاہیے؛ مگر استاذ کا احترام ولحاظ اس میں مانع تھا، اس وجہ سے میری ہمت وہاں جانے کی نہیں پڑتی تھی؛ لیکن بعد میں کچھ ایسے واقعات پیش آئے کہ محمد بن ابی لیلیٰ کی مجلس سے منقطع ہو کر وہ ہمیشہ کے لیے امام صاحب کی مجلس سے وابستہ ہو گئے۔

اہلِ تذکرہ نے اس سلسلہ میں متعدد ایسے واقعات لکھے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ اور ان کے شیخ میں بعض مسائل میں اختلاف پیدا ہوا، جس کے نتیجہ میں انہوں نے ان کی مجلسِ درس چھوڑ دی اور امام اعظم رحمہ اللہ کی مجلسِ درس میں آ کر زانوئے تلمذ تہ کرنے لگے؛ لیکن عاجز کے نزدیک متعدد وجوہ کی بنا پر یہ بات کلیۃً صحیح نہیں معلوم ہوتی:

(۱) ایک یہ کہ اگر امام ابو یوسف کو اپنے استاد سے ایک یا متعدد مسائل میں اختلاف ہو گیا تھا تو یہ کوئی ایسی اہم بات نہیں تھی، جس کی وجہ سے وہ ان کی مجلسِ درس چھوڑ دیتے، کیا بعد میں خود امام ابو یوسف نے امام صاحب سے متعدد امور ومسائل میں اختلاف نہیں کیا تھا، اس لیے نفس اختلاف مسائل کو ترکِ درس کا سبب قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

(۲) یہ کہ اگر قاضی محمد بن ابی لیلیٰ سے اختلاف مسائل کی وجہ سے ان کو تنفر پیدا ہو گیا ہوتا اور اسی بنا پر ان کی مجلس درس چھوڑ بیٹھے ہوتے تو امام اعظم کی درسگاہ سے فارغ ہونے کے بعد جب وہ خود مسند درس وقضا پر بیٹھے تو اپنے تلامذہ کے سامنے امام صاحب اور ابن ابی لیلیٰ کے اختلافی مسائل کو مساویانہ طور پر بیان نہ کرتے؛ بلکہ ہر مسئلہ پر ابن ابی لیلیٰ پر نکیر کرتے؛ لیکن انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔

ایسے تمام مختلف فیہ مسائل کو امام محمد نے ایک کتاب میں اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ میں جمع کر دیا ہے، جو حیدر آباد میں چھپ گئی ہے، اس کے دیکھنے سے اندازہ ہو جاتا ہے کہ ان کے دل میں اپنے دونوں اساتذہ کا احترام آخر وقت تک باقی تھا۔

(۳) تیسری یہ کہ امام سرخسی رحمہ اللہ نے مبسوط کے آخر میں جہاں امام صاحب اور قاضی ابن ابی لیلیٰ کے اختلافی مسائل کا ذکر کیا ہے، وہاں امام ابو یوسف اور ابن ابی لیلیٰ کے اسباب اختلاف کا بھی ذکر کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے ۹ برس ابن ابی لیلیٰ کی خدمت میں تعلیم حاصل کی؛ پھر اتنی ہی مدت امام صاحب کی خدمت میں رہے (جلد: ۰، صفحہ نمبر) اس کے بعد قیل (کہا گیا ہے) کے لفظ سے مذکورہ بالا سبب کا ذکر کیا ہے، جو بعض لوگوں کے نزدیک استاد وشاگرد کے درمیان کشیدگی کا باعث ہوا؛ مگر قیل کے لفظ سے اس واقعہ کا ذکر کرنا بجائے خود اس کے ضعف کو ظاہر کرتا ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ علومِ دینیہ کے جمع وتدوین کا ابتدائی زمانہ تھا، جو سیکڑوں اور ہزاروں اہلِ علم کے سینوں اور سفینوں

Marfat.com

میں منتشر تھے، اس لیے اس وقت کا یہ دستور تھا کہ طلبہ زیادہ سے زیادہ اہلِ علم واصحاب درس کے پاس جا کر استفادہ کرتے تھے؛ تا کہ ان منتشر اجزا کو وہ اپنے اپنے سینہ وسفینہ میں جمع کر سکیں؛ چنانچہ اس دور کا کوئی ایسا ممتاز اہلِ علم نہیں ملے گا جس کے سینکڑوں کی تعداد میں شیوخ نہ رہے ہوں، اس لیے امام ابو یوسف رحمہ اللہ جیسے طباع اور ذہین طالب علم صرف ایک استاد پر کیسے قناعت کر سکتے تھے؛ انھوں نے بھی دستورِ زمانہ کے مطابق مختلف شیوخ واساتذہ کی خدمت میں جا کر زانوے ادب تہ کیا ہوگا اور ازدیادِ علم کا یہی شوق ان کو ابن لیلیٰ کی مجلس درس سے اُٹھا کر امام صاحب رحمہ اللہ کی مجلس درس میں لایا ہوگا۔

اس لیے ایک شیخ کے یہاں سے دوسرے شیخ کے پاس جانے کی وجہ خواہ مخواہ ناراضگی ہی قرار دینا صحیح نہیں ہے، یہ صحیح ہے کہ امام صاحب اور ابن ابی لیلیٰ میں بعض فقہی مسائل میں اختلاف تھا، اس لیے ابتداً خود امام ابو یوسف کو امام صاحب کی مجلس درس میں جانے میں تامل تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کو اس سے تکلیف ہو؛ مگر قاضی ابن ابی لیلیٰ سے کہیں یہ ثابت نہیں ہے کہ خود انھوں نے اس سے اپنے شاگرد کو روکا ہو؛ پھر امام صاحب اور ابن ابی لیلیٰ کا اختلاف نفسانیت پر مبنی نہیں تھا کہ وہ ایک دوسرے سے استفادہ میں مانع ہوتے؛ چنانچہ ابن ابی لیلیٰ کے بارے میں خود امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مشکل مسائل میں علانیہ امام صاحب کی رائے دریافت کرتے تھے۔ (مناقب مکی، مطبوعہ دارالکتب، بیروت)

تحصیلِ علم کی مدت

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی تحصیلِ علم یا استفادہ کی کل مدت کتنی ہے، تذکرہ نویسوں کی روایتیں اس کے بارے میں مختلف ہیں، یوسف بن ابی سعد نے خود امام ابو یوسف سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں میری آمد ورفت مسلسل ۲۹ برس رہی (حسن التقاضی) دوسری روایت ہے کہ سترہ برس ان کی صحبت میں رہا (حسن التقاضی، بحوالہ کردری)

تیسری روایت ہے کہ امام سرخسی کی ہے جو اوپر نقل ہوئی ہے کہ ۹ برس ابن ابی لیلیٰ کی خدمت میں اور ۹ برس امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی مجلس درس میں رہے۔ (مبسوط، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

بظاہر ان میں دو روایتیں قابلِ تسلیم نہیں معلوم ہوتیں؛ اگر پہلی روایت تسلیم کی جائے تو ان کی تعلیم کا زمانہ کم سے کم ۳۸ برس قرار پائے گا، ۹ برس ابنِ ابی لیلیٰ کی خدمت میں اور ۲۹ برس امام صاحب کی صحبت میں، دوسری روایت پر اعتبار کیا جائے تو مدتِ تعلیم ۲۶ برس ہوتی ہے، اس میں اگر دوسرے شیوخ سے استفادہ کی مدت بھی شامل کر لی جائے تو معلوم نہیں یہ مدت کہاں سے کہاں پہنچ جائے، اس لیے یہ کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا کہ انھوں نے اتنی طویل مدت صرف حصولِ تعلیم پر صرف کی ہوگی، امام سرخسی رحمہ اللہ نے جو مدتِ تعلیم بتائی ہے، یعنی ۹ برس وہ بھی امام ابو یوسف جیسے قوی الحافظہ، ذہین، طباع اور غیر معمولی فہیم طالب علم کے لیے گو بہت ہے؛ تاہم اس کی صحت پر یقین کیا جا سکتا ہے؛ پھر یہ روایتیں اس وقت اور زیادہ کمزور ہو جاتی ہیں، جب کہ ان کا سن ولادت یہی تذکرہ نگار سن قرار دیتے ہیں، اس لیے کہ امام ابو حنیفہ کی وفات سنہ ۱۵۰ھ میں ہوئی، اس لحاظ سے امام

Marfat.com

ابو یوسف رحمہ اللہ کی عمر اُن کی وفات کے وقت صرف ۷ برس کی تھی، جو پہلی روایت کے مطابق ان کی مدت تعلیم سے بھی کم ہے۔

اِن روایتوں میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ پہلی روایت میں امام ابو یوسف نے وہ عمر بتائی ہو جس میں وہ امام صاحب کی خدمت میں گئے، اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب وہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تو ان کی عمر کافی تھی اور صاحب اہلِ وعیال بھی تھے، جیسا کہ ان کے والد کے واقعہ کے سلسلہ میں ذکر آچکا ہے، دوسری روایت میں انہوں نے پوری مدت تعلیم بتائی ہو اور تیسری روایت میں صرف امام صاحب کے ساتھ اپنی رفاقت کا زمانہ بتایا ہو، جن کو رواۃ نے باہم خلط ملط کردیا ہو، ان روایتوں سے بہر حال اتنی بات تو ضرور ثابت ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کا سب سے قیمتی اور طویل زمانہ ابی لیلیٰ اور امام صاحب رحمہ اللہ کی خدمت وصحبت میں گذارا۔

علمِ دین سے شغف

اوپر ذکر آچکا ہے کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نہایت ہی غریب اور عسیر الحال باپ کے فرزند تھے، اس لیے بچپن ہی میں حصولِ معاش کا سوال ان کے لیے پیدا ہوگیا تھا؛ مگر ان کو طبعاً علم دین سے اتنا شغف اور ذوق تھا کہ معاش کی تنگی اور عسرت کی زندگی ان کی تحصیل علم کی راہ میں مانع نہ ہوسکی اور اگر کبھی مانع ہوئی اور وہ مجبوراً کسب معاش کی طرف مائل ہوئے بھی تو ان کے مشفق استاد نے ضرورت پوری کرکے مانع کو دور کردیا، اُن کے ذوق وشغف کا اندازہ اس سے کرنا چاہیے کہ یوسف بن سعید کا بیان ہے کہ امام ابو یوسف نے ایک مدت تک امام صاحب کی خدمت میں آمد ورفت کا سلسلہ جاری رکھا؛ مگر اس طویل مدت میں ایک دن بھی ایسا نہیں گذرا، جس میں وہ فجر کی نماز میں اُن کے ساتھ شریک نہ رہے ہوں۔

امام ابو یوسف کا خود بیان ہے کہ میں برسوں امام صاحب رحمہ اللہ کی رفاقت میں رہا؛ مگر بجز بیماری کے عید الفطر وعید الضحیٰ کے دن بھی ان سے جدا نہیں ہوا (حسن التقاضی) غور کیجئے! کہ ان دودنوں کی خوشی ومسرت میں ہر شخص اپنے گھر والوں کے ساتھ ہوتا ہے؛ لیکن انہوں نے مجلس علم کی شرکت اور امام صاحب کی معیت ورفاقت کو عیدین کی خوشی ومسرت پر ترجیح دی، مناقب موفق میں ہیکہ امام ابو یوسف کے کسی بچہ کا انتقال ہوگیا؛ مگر وہ اس کے جنازہ اور تدفین میں اس لیے شریک نہ ہوسکے کہ مبادا امام صاحب کے درس واملا کا کوئی حصہ چھوٹ نہ جائے، خود فرماتے ہیں:

مات ابن لی فلم أحضر جهازه ولا دفنه وتركته علی جيرانی وأقربائی، مخافة أن يفوتنی من أبی حنيفة شیء لاتذهب حسرته عنی۔

(حسن التقاضی، مطبوعہ دار الکتب، بیروت)

میرے ایک بچہ کا انتقال ہوگیا؛ لیکن میں اس کی تجہیز وتدفین میں شریک نہیں ہوا اور اس کو اپنے پڑوسیوں اور عزیزوں کی ذمہ داری پر چھوڑ دیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ امام ابو حنیفہ کے درس کا کوئی حصہ چھوٹ جائے اور مجھے اس کی حسرت رہ جائے۔

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کو علمِ دین سے کتنا ذوق اور شغف تھا اور امام صاحب رحمہ اللہ کی مجلس درس کی ان کی نگاہ میں کیا قدر وقیمت تھی، اس واقعہ سے اس عہد کی اسلامی معاشرت پر بھی کچھ روشنی پڑتی ہے، اس زمانہ میں ہمدردی،

Marfat.com

مواسات اور اخوت اس درجہ عام تھا کہ امام ابو یوسف نے اپنے لختِ جگر کے جنازہ اور تدفین میں اس لیے شرکت ضروری نہیں سمجھی کہ وہ گر نہ بھی شریک ہوں گے تو ان کے اعزہ، اقربا اور پڑوسی اس کام کو اپنا ذاتی کام سمجھ کر پوا کر دیں گے، مناقب کردی میں یہ بھی ہے کہ امام ابو یوسف اپنے والد کے جنازہ میں بھی امام صاحب کی مجلس درس کے چھوٹ جانے کے خیال سے شریک نہیں ہو سکے تھے، ممکن ہے کہ دونوں واقعے ایک ہی ہوں اور راویوں نے دو کر دیا ہو اوپر ذکر آچکا ہے کہ تنگی و عسرت کی وجہ سے ان کے والد ایک بار ان کو درس سے اُٹھا لیے گئے تھے، احمد بن مکی کے بیان کے مطابق درس سے اُٹھالے جانے کا واقعہ ایک ہی بار پیش نہیں آیا؛ بلکہ بسا اوقات ایک ہی دن میں کئی کئی بار پیش آتا تھا، پوا واقع یہ ہے، کہ عبدالحمید الحمانی کہتے ہیں کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے والد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس درس میں آتے اور اُن کا ہاتھ پکڑ کر اُٹھالے جاتے؛ لیکن تھوڑی دیر کے بعد وہ اپنے والد کی نظر بچا کر پھر آجاتے اُن کے والد پھر آتے اور اُنھیں واپس لے جاتے؛ یہاں تک کہ ایک دن ان کے والد بہت غصہ میں مجلس درس میں آئے اور اپنے صاحبزادہ کو بہت سخت وست کہا اور اہلِ مجلس سے مخاطب ہو کر کہا: **یعصینی هذا الولد انتم تعینونه** . (مناقب کردی، مطبوعہ دارالکتب، بیروت)

ترجمہ: میرا لڑکا بار بار میری عدول حکمی کرتا ہے۔

امام صاحب نے ان سے فرمایا کہ آپ کیا چاہتے ہیں، بولے یہ بازار جا کر کچھ کمائیں اور اہل وعیال کی پرورش میں میرا ہاتھ بٹائیں، امام صاحب نے فرمایا انشاء اللہ اس کارِ خیر میں ہم ان کی مدد کریں گے؛ لیکن انہوں نے اس کو کچھ پسند نہیں کیا، بالآخر امام صاحب نے ذرا تلخ لہجہ میں فرمایا کہ اگر آپ ان کو تعلیم سے روکنا چاہتے ہیں تو اس میں آپ کی قطعی مدد نہیں کی جاسکتی، ہاں کفاف کے سلسلہ میں ہم ان کی مدد کے لیے تیار ہیں، آپ براہِ کرم واپس جائیں (مناقب کردی) اور اس مقدس کام سے نہ روکیے۔

بعض روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ علم دین سے ان کو جو شغف وانہماک تھا، اس کی شکایت محض ان کے والدین ہی کو نہیں تھی؛ بلکہ ان کی اہلیہ کو بھی تھی، فرماتی تھیں کہ وہ دن بھر تو امام صاحب کی خدمت میں رہتے تھے اور رات کو گھر آتے تھے اور کبھی کبھی رات کو بھی وہیں رہ جاتے تھے اور کئی کئی دن گھر نہیں آتے تھے، ایک دن یہ امام ابو یوسف کی شکایت لے کر امام صاحب کی خدمت میں پہنچیں اور عرض کی کہ یہ آپ کے شاگرد ہمارے نان ونفقہ کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے، صرف پڑھنے پڑھانے ہی میں لگے رہتے ہیں، امام صاحب رحمہ اللہ نے اُن کو سمجھایا اور صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ یہ عسرت اور تنگ دستی کے دن انشاء اللہ جلد ختم ہو جائیں گے اور تم لوگ ان سے جو توقع رکھتے ہو اس سے زیادہ تم کو ملے گا۔ (مناقب کردی، مطبوعہ دارالکتب، بیروت)

اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ حصول علم دین کی راہ میں ان کے لیے کتنے موانع تھے، جن کو کچھ تو ان کے طبعی ذوق وشوق نے دور کر لیا اور کچھ امام صاحب کی نظرِ التفات اور مالی مدد نے، واقعہ یہ ہے کہ اگر امام صاحب کی نظرِ التفات نہ ہوتی تو وہ بہت دنوں تک ان موانع کی تاب نہ لاسکتے اور علم دین سے محروم رہ جاتے۔

Marfat.com

دوسرے شیوخ حدیث سے استفادہ

قاضی ابن ابی لیلیٰ کے تلمذ اور امام صاحب جیسے فقیہ و مجتہد کی خدمت ورفاقت میں رہنے کے بعد کسی دوسرے صاحب کمال کے سامنے ان کو زانوئے تلمذ تہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی، جیسا کہ وہ خود فرماتے ہیں:

ما كان في الدنيا مجلس احب الى من مجلس ابى حنيفة و ابن ابى ليلىٰ فانى مارايت فقيها افقه من ابى حنيفه و لاقاضيا خيرا من ابن ابى ليلىٰ. (مناقب کردی، مطبوعہ دارالکتب، بیروت)

ترجمہ: مجھے دنیا میں کوئی مجلس درس امام ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کی مجلس درس سے زیادہ محبوب نہیں ہے، اس لیے کہ نہ تو میں نے امام ابوحنیفہ جیسا بہتر فقیہ دیکھا اور نہ ابن ابی لیلیٰ جیسا قاضی۔

لیکن ہر استاذ فن کی کچھ نہ کچھ خصوصیت ہوتی ہے، اس لیے متقدمین میں عام دستور تھا کہ وہ زیادہ سے زیادہ اساتذہ فن کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن سے کسب فیض کرتے تھے؛ چنانچہ امام ابو یوسف بھی بے شمار شیوخ حدیث وفقہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے چشمہ علم سے اپنی تشنگی بجھائی، امام ابو یوسف نے جن شیوخ اور اساتذہ فقہ وحدیث سے استفادہ وروایت کی ہے ان کی تعداد سو سے متجاوز ہے، ہم ان میں سے ان چند مشاہیر کا نام یہاں درج کرتے ہیں، جن کی روایتیں کتب الخراج میں موجود ہیں۔

ابان بن عباس، ابواسحاق الشیبانی، اسرائیل بن ابی اسحاق، اسماعیل بن ابراہیم المہاجر، اسماعیل بن ابی خالد، اسماعیل بن علیہ، اسماعیل بن مسلم، ایوب بن عتبہ، ابوبکر بن عبداللہ الھذلی، ثابت ابوحمزۃ الشمالی، (ترمذی کے رواۃ میں ہیں) ابن جریج، حجاج بن ارطاۃ، جریز بن عثمان، حسن بن دینار، حسن بن علی بن عمارہ، حصین بن عمرو بن میمون، حنظلہ بن ابی سفیان، روح ابن مسافر، سعید بن عروبہ، سعید بن مرزبان، سعید بن مسلم، سفیان بن عیینہ، سلیمان التیمی، سلیمان بن مہران الاعمش، سماک بن حرب، طلحہ بن یحییٰ، طارق بن عبدالرحمٰن، عاصم الاحول، عبداللہ بن سعید المقبری، عبداللہ بن علی، عبیداللہ بن عمر، عبداللہ بن محرر، عبداللہ بن واقد، عبداللہ بن ابولید المدنی، عمر بن دینار، عمرو بن میمون بن مہران، غیلان بن قیس الھمدانی، الفضل بن مرزوق، قیس بن الربیع، قیس بن مسلم، لیث بن سعد، امام مالک بن انس، مالک بن مغول، محمد بن اسحاق صاحب المغازی، محمد بن ابی حمید، محمد بن السائب الکلبی، محمد بن سالم، محمد بن طلحہ، محمد بن عبداللہ، محمد بن عمرو بن علقمہ، مسعر بن کدام، مسلم الخزاعی، مطرف ابن طریف، ابومعشر، مغیر بن مقسم، نافع مولیٰ بن عمر، نصر بن طریف، ابن ابی نجیح، ہشام بن عروہ، ہشام بن سعید رحمہم اللہ۔

اس فہرست میں بعض ممتاز تابعین کا نام بھی نظر آئے گا، اس میں ان شیوخ حدیث وفقہ کے نام بھی ہیں، جن کو حدیث وفقہ میں امامت کا مقام حاصل تھا، علامہ زاہد الکوثری نے ان کے ۱۰۴ شیوخ کا تذکرہ کیا ہے، علاوہ بریں ان کی کتاب الخراج میں متعدد جگہ پر غیرواحد من علماء اہل المدینۃ وغیرہ کے الفاظ ملتے ہیں، جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ مدینہ میں ان کے شیوخ بکثرت تھے؛ حالانکہ اس فہرست میں صرف چند نام آئے ہیں۔

Marfat.com

محمد بن اسحاق صاحب المغازی اور امام ابو یوسف

جس زمانہ میں امام ابو یوسف امام صاحب کے حلقہ درس میں بیٹھ کر اکتساب فیض کر رہے تھے؛ اسی زمانہ میں محمد بن اسحاق کوفہ آئے، جو سیر ومغازی کے امام سمجھے جاتے تھے، ان کی علمی شہرت اور کشش امام ابو یوسف کو ان کے حلقہ درس میں کھینچ لائی، ان کے ساتھ ان کے کئی رفقاء بھی تھے؛ جنہوں نے کتاب المغازی کے سماع کی خواہش ظاہر کی اور وہ تیار ہوگئے، امام ابو یوسف کا بیان ہے کہ میں کئی مہینہ تک سماع میں مشغول رہا اور امام صاحب کے حلقہ درس اور خدمت میں نہ جاسکا، جب پوری کتاب ختم ہوگئی تو امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، امام صاحب نے غیر حاضری کی وجہ دریافت کی تو کہا کہ میں محمد بن اسحاق سے اُن کی کتاب المغازی کا سماع کر رہا تھا، اس لیے حاضر نہ ہوسکا، یہ سن کر امام صاحب نے محمد بن اسحاق کے علم وروایت پر اپنے عدم اطمینان کا اظہار کیا؛ مگر امام ابو یوسف نے کمال ادب کے ساتھ اپنے شفیق ومہربان استاد کے سامنے صاحب مغازی کے علم وفضل کا اعتراف کیا) (مناقب) اس روایت کو ابنِ خلکان نے بھی نقل کیا ہے؛ مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ امام ابو یوسف نے امام صاحب کے جواب میں بے دھڑک کہا کہ آپ بھی تو علم کے مدعی ہیں؛ لیکن یہ نہیں جانتے کہ غزوہ بدر پہلے ہوا ہے یا غزوہ اُحد، ظاہر ہے کہ یہ روایت کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتی، جس کی مجلس درس امام ابو یوسف کے نزدیک سب سے زیادہ پر کشش اور محبوب ہو اور جہاں انہوں نے اپنی زندگی کا سب سے قیمتی اور طویل حصہ گذارا ہو، اس کے سامنے امام ابو یوسف یہ جسارت نہیں کر سکتے تھے؛ پھر امام محمد کی کتاب السیر الصغیر جس کو امام صاحب نے املا کرایا تھا، اس کے دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ امام صاحب خدانخواستہ مغازی وسیر سے ناواقف تھے؛ پھر امام ابوحنیفہ نے سیر ومغازی کی تکمیل امام شعبی سے کی تھی، جو اپنے زمانہ میں سیر ومغازی کے امام سمجھے جاتے تھے، جن کی وسعت علم اور تبحر میں کسی کو کلام نہیں ہے، یہ ضرور ہے کہ جس طرح امام صاحب نے قرآن وحدیث وفقہ کو اپنا خاص فن بنالیا تھا؛ اسی طرح ان کو اس فن کی طرف خاص توجہ کرنے کا موقع نہ مل سکا؛ ورنہ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ اس سے عاری تھے، اِس روایت کا راوی معافی البحریری ہے جس کو ائمہ رجال نے ضعیف اور ناقابل اعتبار ٹھہرایا ہے۔ (تاریخ بغداد، احمد بن علی خطیب بغدادی، دار الکتب بیروت، تہذیب اور حسن التقاضی)

امام محمد شیبانی

نام ونسب

محمد نام، ابوعبداللہ کنیت مختصر شجرہ نسب یہ ہے، محمد بن الحسن الفرقد الشیبانی (ان کی یہ نسبت ولائی ہے، یعنی ان کے والد حسن بنوشیبان کے غلام تھے؛ اسی نسبت سے وہ شیبانی مشہور ہیں)۔

ولادت

ان کے والد دمشق کے ایک گاؤں حرستا (ابن سعد نے لکھا ہے کہ یہ جزیرہ کے رہنے والے تھے، ان کے والد فوجی ملازمت

Marfat.com

کے سلسلہ میں شام آئے اور وہیں سکونت پذیر ہوگئے، خطیب بغدادی کا خیال ہے کہ وہ دمشق تھے اور وہاں سے واسط چلے آئے تھے، قاضی ابوحازم کا بیان ہے کہ وہ قریہ رملہ (فلسطین) کے قریب کے رہونے والے تھے (کردری: ر) ان بیانات میں زیادہ تضاد نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ ان کے والد نے شامی لشکر کی ملازمت کے سلسلہ میں ان تمام مقامات پر قیام کیا ہو اسلیے کہ حرستا اور رملہ دونوں شام کے ملحقہ علاقے ہیں اور جزیرہ بنوشیبان کی چراگاہ تھی اور وہاں برابر ان کی آمد ورفت رہا کرتی تھی، اس بنا پر امام محمد کے وطن کی نسبت اس طرف ہوجانا کوئی تعجب خیز نہیں ہے؛ لیکن یہ غلط ضروری ہے ہم نے اس سلسلہ میں سمعانی اور امام نووی کے بیانات کو ترجیح دی ہے) کے رہنے والے تھے، ترک وطن کرکے یا بہ سلسلہ ملازمت عراق آئے اور وہیں کے ایک گاؤں واسط میں سکونت اختیار کرلی، امام محمد یہیں سنہ ۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے (بعض روایتوں میں ان کا سنہ ولادت سنہ ۱۳۲ھ اور بعض میں سنہ ۱۳۱ھ درج ہے؛ لیکن صحیح سنہ ھ ہے)۔ (تاریخ بغداد: ر، ذیل جواہر مضیہ، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

تعلیم وتربیت واسط

میں ابھی عمر کے چند ہی سال گذرنے پائے تھے کہ ان کے والد وہاں سے شامی لشکر کے ساتھ کوفہ چلے آئے اور پھر وہیں مستقل بود وباش اختیار کرلی، کوفہ اس وقت علم وفن کا مرکز اور علماء ومشائخ کا گہوارہ تھا، علمی اعتبار سے اسے تمام ممالکِ اسلامیہ میں ام البلاد کی حیثیت حاصل تھی؛ اسی مادرِ علمی کی آغوش میں امام محمد رحمہ اللہ کی تعلیم وتربیت کا آغاز ہوا اور اسی ماحول میں انہوں نے نشو ونما پائی، سب سے پہلے قرآن کی تعلیم ہوئی، اس کے بعد ادب ولغت کی ابتدا کی گئی (بلوغ الامانی) ادب ولغت کی ابتدائی تعلیم کے بعد کوفہ کے بڑے بڑے شیوخ کے درس میں شریک ہونے لگے، فطری استعداد وصلاحیت اور کوفہ کے علمی ماحول نے کم سنی ہی میں انہیں ایک جوہر قابل بنادیا۔

امام ابوحنیفہ کی خدمت میں آمد

ابھی تیرہ چودہ سال کا سن تھا کہ ایک مسئلہ دریافت کرنے کی غرض سے امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہ مسئلہ یہ تھا کہ اگر نابالغ عشاء کی کی نماز پڑھ کر سو جائے اور اسی رات میں وہ بالغ ہو تو عشاء کی نماز دہرائے گا یا نہیں؟ امام صاحب رحمہ اللہ نے اثبات میں جواب دیا، یہ سوال چونکہ انہوں نے اپنے متعلق کیا تھا، اس لیے وہاں سے فوراً اٹھے وضو کیا اور مسجد کے ایک گوشہ میں جاکر عشاء کی نماز دہرائی، امام صاحب رحمہ اللہ نے یہ دیکھ کر حاضرین سے فرمایا کہ انشاء اللہ یہ لڑکا رشید ہوگا۔

(مناقب کردری، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

امام صاحب سے شرف تلمذ

گو یہ ایک معمولی واقعہ تھا؛ لیکن یہی واقعہ تحصیل فقہ اور امام صاحب سے ان کی عقیدت وتلمذ کا سبب بن گیا؛ چنانچہ کچھ دنوں کے بعد وہ پھر امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حلقہ تلمذ میں داخل ہونے کی خواہش ظاہر کی (مناقب کردری) امام

Marfat.com

صاحب رحمہ اللہ کا دستور تھا کہ وہ قرآن کو مستحضر کیے بغیر کسی کو اپنے حلقہ درس میں بہت کم لیتے تھے، حسب دستور ان سے بھی فرمایا کہ قرآن کو حفظ کرلو؛ پھر میرے پاس آؤ، ایک ہفتہ کے بعد وہ اپنے والد کے ساتھ دوبارہ امام صاحب کے پاس آئے اور عرض کیا کہ میں نے قرآن حفظ کرلیا (مناقب کردری) اس کے بعد انہوں نے کوئی مسئلہ دریافت کیا، امام صاحب نے ان سے پوچھا کہ یہ مسئلہ تم کسی سے سن کر دریافت کررہے ہو؟ یا تمہارا طبع زاد ہے؟ امام محمد رحمہ اللہ نے کہا: کہ یہ سوال خود میرے ذہن میں آیا ہے، امام صاحب رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا کہ تم تو بڑے لوگوں جیسا سوال کرتے ہو، تم برابر میرے حلقہ درس میں آتے جاتے رہو (مناقب کردری) اس کے بعد امام محمد رحمۃ اللہ علیہ مستقل طور پر امام صاحب کے سلسلہ تلامذہ میں داخل ہوگئے اور ہمیشہ سفروحضر میں ان کے ساتھ ساتھ رہے اور ان کی حیات تک کسی دوسرے حلقہ درس میں نہیں گئے۔

(جواہر مضیہ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

امام زفر

امام ابوحنیفہ کے تیسرے ممتاز شاگرد اور معروف مجتہد امام زفر بن ہذیل ہیں، یہ اپنے علم وفضل اور ملکہ اجتہاد میں امام ابویوسف اور امام محمد سے کم نہ تھے؛ بلکہ قیاس میں تو یہ صاحبین سے کچھ آگے ہی تھے، عام تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ اَحَد ہم قیاساً امام صاحب کے تلامذہ میں قیاس کرنے میں سب سے زیادہ تیز تھے؛ لیکن اس استعداد وصلاحیت کے باوجود اتنے مشہور نہیں ہوئے جتنے کہ صاحبین ہوئے، اس کی وجہ شاید یہ ہوا کہ صاحبین میں ملکہ اجتہاد کے ساتھ قوت تحریر اوت تصنیف وتالیف کی صلاحیت بھی تھی اور انہوں نے اپنی تحریری یادگاریں بھی چھوڑی تھیں، اس لیے دنیا نے ان کے علم وفضل کو زیادہ جانا اور امام زفر اس نعمت سے یا تو محروم تھے یا انہوں نے اسے اختیار نہیں کیا اس لیے وہ کوئی ایسی تحریری یادگار نہیں چھوڑ گئے کہ دنیا ان کے فضل وکمال کا پورا اندازہ کرتی۔

امام زفر رحمہ اللہ اس حیثیت سے بھی امام صاحب کے تلامذہ میں ممتاز ہیں کہ ان کو امام صاحب نے اپنی زندگی ہی میں درس وتدریس کی اجازت دے دی تھی، جب کہ امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد کو ان کی زندگی میں اس کی اجازت نہیں مل سکی تھی، علم وفضل کے ساتھ زہد واتقا اور استغنا وبے نیازی میں بھی امام صاحب کا پرتو ان پر پڑا تھا؛ چنانچہ حکومت کے شدید اصرار بلکہ سختی کے باوجود انہوں نے عہدہ قضا قبول نہیں کیا اس جرم میں ان کا گھر گرادیا گیا، ان کو روپوشی کی مصیبت بھی اُٹھانی پڑی مگر اس سب کے باوجود انہوں نے اپنے کو اس آزمائش میں ڈالنا پسند نہیں کیا۔

نام ونسب

زفر نام، ابوالہذیل کنیت تھی، بصرہ (بعض لوگوں نے ان کو اصبہانی لکھا ہے؛ لیکن یہ صحیح نہیں ہے) آبائی وطن تھا، ان کے والد ہذیل اموی دور میں اصبہان کے والی تھے، یہیں سنہ ۱۱۰ھ میں کی ولادت ہوئی۔ (کردری، لمحات النظر)

Marfat.com

خاندان

ان کا سلسلہ نسب عدنان سے مل جاتا ہے، ان کا خانوادہ بصرہ کے ممتاز عربی خانوادوں میں تھا، کردری نے لکھا ہے من بیت شریف غالباً اسی امتیاز کی وجہ سے یزید بن عبدالملک نے ان کے والد کو اصبہان (علامہ زاہد الکوثری نے تاریخ اصبہان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ اصبہان کے والی مقرر تھے وہیں، امام زفر رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی؛ مگر کردری نے لکھا ہے کہ یہ بصرہ کے والی تھے، تاریخ اصبہان ہمارے سامنے موجود نہیں ہے؛ لیکن شذرات الذہب وغیرہ سے پہلے بیان کی تائید ہوتی ہے؛ اس لیے اسی کو اختیار کیا گیا ہے) جیسے اہم مقام کا والی (گورنر) مقرر کردیا تھا، انکے ایک بھائی صباح بن ہذیل بنوتمیم کے صدقات کی وصولی کے عامل مقرر کیے گئے تھے۔

امام زُفر رحمہ اللہ کی اہلیہ بصرہ کے ممتاز محدث خالد بن حارث کی بہن تھیں، ان کی والدہ البتہ عجمی النسل تھیں، چنانچہ انہوں نے صورت ان کی اور سیرت باپ کی پائی تھی، حجاج بن ارطاۃ کہا کرتے تھے، اللسان عربی لا الوجہ، ان کا چہرہ تو عربوں جیسا نہیں ہے؛ مگر زبان عربوں جیسی ہے۔

تعلیم وتربیت

امام زُفر رحمہ اللہ کی ابتدائی تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں تذکرے خاموش ہیں؛ البتہ ان سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ ان کی تعلیم کا آغاز محدثین کی آغوش میں ہوا؛ مگران کی ذہانت اور طباعی محض تحدیث روایت پر اکتفانہ کرسکی اوران کو امام ابوحنیفہ کے درس فقہ تک کھینچ لائی، امام طحاوی کے واسطہ سے یہ روایت تذکروں میں درج ہیکہ امام زفر رحمہ اللہ ابتدأ محدثین کی خدمت میں تحصیل علم کے لیے جایا کرتے تھے، ایک دن ایک مسئلہ ایسا پیش آیا کہ جسے ان کے شیوخ حل نہ کرسکے، وہ ناچار امام صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آئے اور مسئلہ دریافت کیا، امام صاحب رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا؛ مگر امام زفر رحمہ اللہ اس سے مطمئن نہیں ہوئے اور کتاب وسنت سے اس کی دلیل پوچھی، امام صاحب رحمہ اللہ نے اپنے دستور کے مطابق فرمایا کہ یہ مسئلہ فلاں حدیث سے ماخوذ ہے اوراس کے عقلی دلائل یہ ہیں؛ پھر امام صاحب نے فرمایا کہ اگر مسئلہ کی صورت یہ ہوتو پھر جواب کیا ہوگا؟ امام زفر رحمہ اللہ نے کہا کہ اس صورت کا سمجھنا تو میرے لیے پہلی صورت سے بھی زیادہ دشوار ہے، امام صاحب نے اس کا بھی جواب عنایت فرمایا اس کے بعد امام صاحب نے کچھ اور مسائل پر روشنی ڈالی، امام زفر رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں امام صاحب کی مجلس سے بہت خوش خوش واپس ہوا اوراپنے اصحاب حدیث کے سامنے ان مسائل کو رکھا کہ وہ ان کا جواب دیں مگروہ کسی مسئلہ کا کوئی جواب نہیں دے سکے، میں نے پھر تمام مسائل کے جوابات اوران کے دلائل ان کے سامنے بیان کیے تو وہ حیرت زدہ ہوگئے اور پوچھا کہ یہ باتیں تمھیں کہاں سے معلوم ہوئیں، میں نے بتایا کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مجلس درس میں، اس کے بعد سے میں اپنے ساتھیوں میں راس الحلقہ سمجھا جانے لگا (لحات النظر) اس واقعہ کے بعد سے وہ بالا التزام امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مجلسِ درس میں شامل ہونے لگے اور تقریباً بیس برس تک ان کی خدمت اور رفاقت میں رہے۔

Marfat.com

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مجلسِ درس میں عجیب کشش اور اس کی یہ عجیب خصوصیت تھی کہ جو ایک بار اس میں شریک ہوگیا؛ پھر کیا مجال کہ وہ اس کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جائے، امام ابویوسف رحمہ اللہ، امام محمد رحمہ اللہ اور امام زفر رحمہ اللہ یہ تمام حضرات پہلے کسی اور حلقہ درس میں شریک تھے؛ مگر جب امام صاحب کی خدمت میں آئے تو پھر وہیں کے ہو کر رہ گئے، امام ابویوسف رحمہ اللہ کے شیوخ کی فہرست سو سے زیادہ ہے اور اس سے کچھ زیادہ امام محمد کے شیوخ ہیں، خود امام زفر کے شیوخ کی تعداد بھی کچھ کم نہیں ہے؛ مگر جو محبت شیفتگی اور عقیدت ان لوگوں کو امام صاحب رحمہ اللہ سے تھی وہ کسی سے نہیں تھی اس میں امام صاحب کے علم وتفقہ اور ان کے مجتہدانہ درس کے ساتھ ان کے عام اخلاق وکردار اور زہد وتقویٰ کا بڑا دخل تھا، خصوصیت سے طلبہ کے ساتھ وہ جس شفقت، حسن سلوک اور مساوات کے ساتھ پیش آتے تھے اور ان کے لیے جو دلسوزی کرتے تھے، اس کی مثال دوسری جگہ کم ملتی ہے۔

امام زفر رحمہ اللہ امام صاحب کی زندگی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں۔ میں بیس برس سے زیادہ امام صاحب کی خدمت میں رہا، میں نے ان سے زیادہ کسی کو عام انسانوں کا خیر خواہ مخلص اور مشفق نہیں دیکھا، وہ صرف خدا ہی کے لیے اپنی جان کھپایا کرتے تھے، کوئی دوسرا جذبہ نہیں ہوتا تھا۔

قریب قریب پورے دن وہ مسائل کے حل اور ان کی تعلیم وتدریس میں لگے رہتے تھے، جب مجلسِ درس سے اُٹھتے تھے تو کسی مریض کی عیادت کے لیے جاتے یا کسی جنازہ میں شرکت کرتے یا کسی سے ملاقات کے لیے جاتے یا پھر کسی کی کوئی اور ضرورت پوری کرنے میں لگ جاتے تھے، جب رات ہو جاتی تو پھر ذکر تلاوت اور نماز کے لیے اپنے کو یکسو کر لیتے تھے، پوری زندگی انہوں نے اسی طریقہ پر گذار دی۔ (مناقب کردری، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

امام زفر رحمہ اللہ کے دوسرے شیوخ

اوپر ذکر آچکا ہے کہ امام زفر رحمۃ اللہ علیہ اللہ ابتداً کوفہ کے دوسرے شیوخ حدیث سے استفادہ کرتے تھے، اس کے بعد ان کو امام صاحب سے شرف تلمذ حاصل ہوا، امام صاحب کے علاوہ جن شیوخ سے انہوں نے استفادہ کیا ان کی تعداد کافی ہے، چند مشاہیر کے نام یہ ہیں:

سلمان بن مہران معروف بہ اعمش، یحییٰ بن سعید، محمد بن اسحاق صاحب المغازی، یحییٰ بن ایوب التیمی، اسماعیل بن ابی خالد، ایوب علیہ سختیانی، زکریا بن ابی زائدہ، سعید بن ابی عروبہ۔

نہایت ذہین اور ذکی تھے، اس لیے اپنے تمام اساتذہ کی نظروں میں بہت محبوب رہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی انہیں بہت عزیز رکھتے تھے۔

امام صاحب کا طریقِ تعلیم اور امام زفر

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ درس وتدریس عام شیوخ سے مختلف تھا، دوسرے شیوخ عموماً اپنی معلومات طلبہ کو املا

Marfat.com

کرادیتے تھے یا پھر زبانی تحدیث روایت کردیتے تھے؛ مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا درس مجتہدانہ اوت تمرینی ہوتا تھا وہ طلبہ کے سامنے مسائل پیش کر کے انہیں سے جواب لیتے تھے اور پھر ان ہی سے دلائل پوچھتے تھے، جب تلامذہ اپنی معلومات پیش کردیتے تھے تو امام صاحب اپنی معلومات ان کے سامنے رکھتے، اس بحث وتمحیص کے بعد جو اصول وفروع طے ہوجاتے تھے، ان کو قلمبند کرلیا جاتا تھا (مناقب کردری) اس طریقہ درس کا نتیجہ تھا کہ امام صاحب کے تلامذہ میں جتنے ممتاز مجتہدین اور فقہا پیدا ہوئے کسی امام کے تلامذہ میں نہیں ہوئے۔

شیوخ کی رائے

امام صاحب امام ابو یوسف اور امام زفر رحمہم اللہ کو تمام تلامذہ میں ممتاز حیثیت دیتے تھے، ایک بار فرمایا کہ میرے چھتیس اصحاب ایسے ہیں جن میں اٹھائیس قاضی ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور چھ مفتی بن سکتے ہیں اور دو آدمی یعنی ابو یوسف اور زفر قاضیوں اور مفتیوں کی تعلیم وتربیت کا کام کرسکتے ہیں۔ (مناقب کردری، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

استاد کا احترام

امام زفر رحمہ اللہ امام صاحب کا غایت درجہ احترام کرتے تھے، فرماتے تھے کہ امام صاحب کی زندگی میں میں ان سے اختلاف کرتا تھا؛ مگر اب ہمت نہیں پڑتی جب ان کی شادی ہوئی تو امام صاحب رحمہ اللہ کو انہوں نے مدعو کیا اور خطبہ کی خواہش ظاہر کی اور لوگوں سے مخاطب ہوکر کہا کہ یہ اپنے علم وفضل اور شرف کے لحاظ سے امام المسلمین ہیں، بعض لوگوں کو یہ اعزاز برا معلوم ہوا اور اُن سے کہا کہ تمہارے خاندان اور قوم کے ممتاز لوگ موجود ہیں۔

ان سے خطبہ کی خواہش نہیں کی، امام زفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اگر میرے والد بھی موجود ہوتے تو میں ان پر بھی امام صاحب کو ترجیح دیتا۔ (مناقب کردری، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

امام اوزاعی

امام اوزاعی اُن ائمہ تابعین میں ہیں جن کا شمار دوسری صدی کے ممتاز مجتہدین مثلاً امام ابوحنیفہ، امام مالک، سفیان ثوری وغیرہ کے زمرہ میں ہوتا ہے ان کی عظمت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ دوسری صدی ہجری میں فقہ وحدیث کے جو مکاتب فکر پیدا ہوئے، ان میں ایک کے بانی یہ امام اوزاعی بھی ہیں، انہوں نے تقریباً پوری زندگی شام میں بسر کی، اس لیے زیادہ تر یہیں ان کے مسلک وفتاوے کی ترویج واشاعت ہوئی اور یہیں سے یہ مسلک اندلس میں پہنچا۔

شام بنوامیہ کا سب سے بڑا سیاسی مرکز تھا، اس لیے اموی حکومت پر بھی ان کے علوم وفضل اور فقہ وفتاوے کا اثر پڑا تھا، غالباً اسی وجہ سے حکومت نے ان کے سامنے عہدہ قضا پیش کیا؛ مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔

شام بنوامیہ کا سب سے بڑا سیاسی مرکز تھا۔ اس لیے اموی حکومت پر بھی ان کے علوم وفضل وار فقہ وفتاویٰ کا اثر پڑا تھا

Marfat.com

اسی وجہ سے حکومت نے ان کے سامنے عہدہ قضا پیش کیا؛ مگر انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

سنہ ۱۳۲ھ میں جب مشرق سے بنوامیہ کا سیاسی اقتدار ختم ہوا تو اس خاندان کے بعض حوصلہ مند افراد مغرب اقصیٰ پہنچے اور اندلس کی حکومت میں ایک نئی جان ڈالی، ان ہی کے ذریعہ امام اوزاعی کا مسلک اندلس آیا اور ایک مدت تک اس پر اہلِ اندلس کا عمل رہا، شام میں تقریباً دو صدی تک اور اندلس میں تقریباً ایک صدی یعنی حاکم بن ہشام متوفی سنہ ۲۵۶ھ کے عہد تک یہ مسلک زندہ رہا، اس کے بعد مشرق میں حنفی وشافعی اور مغرب میں مالکی وحنبلی مسلکوں نے اس کی جگہ لے لی اور بالآخر آہستہ آہستہ اس مسلک پر تعامل ختم ہوگیا، فقہ وحدیث کی کتابوں میں اب بھی ان کے مجتہدات کا ذکر ملتا ہے، ان کے سوانح حیات کی پوری تفصیل ملاحظہ ہو۔

ابتدائی حالات

امام اوزاعی کا نسبی تعلق یمن کے قبیلہ بنو ہمدان یا بنو حمیر سے تھا؛ مگر ان کا خاندان وہاں سے ترک وطن کر کے شام چلا آیا اور یہاں دمشق کے قریب ایک بستی اوزاع (بعض ارباب تذکرہ نے لکھا ہے کہ اوزاع یمن کے قبیلہ ذوالکلاع کی ایک شاخ کا نام ہے، یمن سے ترک وطن کر کے جب یہ لوگ شام آئے تو جہاں یہ آباد ہوئے اسی مقام کا نام اوزاع پڑ گیا؛ مگر ... نے معانی کے بیان کو ترجیح دی ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ اصلہ من سبی السندان کا خاندانی تعلق سندھ سے تھا اس اعتبار سے ان کو ہندوستانی کہنا چاہئے؛ مگر راقم کو اس بیان پر شک ہے، اس لیے کہ اس کی تائید کسی دوسرے بیان سے نہیں ہوتی، راقم نے اس کی تردید میں ایک مفصل مضمون لکھا ہے، جو معارف اپریل سنہء میں چھپ گیا ہے، جو لوگ اس کی تفصیل چاہتے ہوں وہ مضمون دیکھ لیں) میں بودوباش اختیار کرلی، اسی نسبت سے ان کو اوزاعی کہا جاتا ہے۔

بچپن کا نام عبدالعزیز تھا، بعد میں انہوں نے اسے تبدیل کر کے عبدالرحمن رکھا اور اسی نام سے وہ مشہور ہیں، ان کی کنیت ابوعمرو اور والد کا نام عمرو تھا۔ (ابن خلکان، اسمعانی لفظ اوزاعی، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

شام کے مشہور شہر بعلبک میں سنہ میں ان کی ولادت ہوئی، ابھی بچے ہی تھے کہ سر سے والد کا سایہ اُٹھ گیا اور یہ یتیم ہوگئے، ماں نے نہ جانے کن کن مصیبتوں اور تکلیفوں کے ساتھ ان کی پرورش کی، حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ ان کا نشوونما کسی ایک جگہ نہیں ہوا؛ بلکہ ان کی والدہ (غالباً معاشی پریشانیوں کی وجہ سے) ان کو شہر بہ شہر لیے پھرتی تھیں، بہت دنوں تک ادھر اُدھر کی خاک چھاننے کے بعد خدا نے نہ جانے کیا صورت پیدا کر دی کہ بیروت میں قیام پذیر ہوگئیں۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ان کی ولادت بعلبک میں ہوئی اور پرورش کرک (دمشق کے پاس ایک گاؤں تھا، اس نام کے دوسرے مقامات بھی ہیں، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ انہوں نے آخری عمر میں بیروت میں سکونت اختیار کر لی تھی؛ مگر دوسرے تذکرہ نگاروں نے وہی لکھا ہے جس کو میں نے اختیار کیا ہے) میں ہوئی اس کے بعد ان کی والدہ ان کو کرک سے لے کر بیروت چلی آئیں اور یہیں اقامت گزین ہوگئیں؛ بہر حال بیروت پہنچنے کے بعد غالباً ان کو کچھ اطمینان نصیب ہوا تو ان

Marfat.com

کی تعلیم وتربیت کا آغاز ہوا، ان کی ابتدائی تعلیم وتربیت اور بچپن کے دوسرے حالات وکوائف کا ذکر تذکروں میں بہت ہی کم بلکہ قریب قریب نہیں ملتا ہے، اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے۔

جو بچے خوشحال اور فارغ البال گھرانوں میں پیدا ہوتے ہیں یا کم ازکم ان کو اپنے والدین کا سایہ عاطفت ہی نصیب ہوتا ہے، ان کا بچپن ایک خاص نہج سے گزرتا ہے، ان کی تعلیم ایک خاص نظم وترتیب اور تربیت ایک خاص معیار کے مطابق ہوتی ہے، ایسے بچے آگے چل کر جب کسی ممتاز حیثیت کے مالک ہوتے ہیں تو ان کے بچپن اور ان کی تعلیم وتربیت کے واقعات سینکڑوں آدمیوں کو یاد ہوتے ہیں، اس لیے سوانح نگاروں کو ان کے ابتدائی حالات معلوم کرنے میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوئی؛ مگر امام اوزاعی اس طرح کی تمام نعمتوں سے محروم تھے، نہ تو وہ کسی خوشحال گھرانے میں پیدا ہوئے، نہ ان کے والد کا سایہ ان کے سر پر تھا؛ حتیٰ کہ ان کو سن شعور تک کسی ایک جگہ رہنا بھی نصیب نہیں ہوا، ان کی ولادت کہیں ہوئی بچپن کسی اور جگہ گذرا اور جوانی کے ایام کہیں اور بسر ہوئے؛ ایسی صورت میں ان کے بچپن کے حالات اور تعلیم وتربیت کے ابتدائی واقعات پردہ اخفا میں ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

وفات

امام اوزاعی کی وفات بڑے دردناک طریقہ سے ہوئی، یہ بیروت میں تھے، ایک دن حمام میں غسل کے لیے گئے، صاحب حمام لاعلمی میں باہر سے دروازہ بند کر کے کہیں چلا گیا، اندر آگ جل رہی تھی اور باہر سے ہوا جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا، اس لیے اسی حالت میں وہ جان بحق ہوگئے، جب صاحب حمام واپس آیا اور اس نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ آپ کا داہنا ہاتھ سر کے نیچے ہے اور قبلہ رُو فرش زمین پر مردہ پڑے ہیں (بعض تذکروں میں ہے کہ آپ کی اہلیہ نے لاعلمی میں دروازہ بند کر دیا تھا) یہ حادثہ عظمیٰ صفر یا ربیع الاوّل سنہ ۱۵۷ھ میں پیش آیا، آپ کی وفات تو بیروت شہر میں ہوئی؛ مگر تدفین بیروت کے باہر ایک موضع خنتوس میں ہوئی، اس بستی کے بارے میں ابنِ خلکان نے اپنے زمانہ کا حال لکھا ہے کہ اس بستی کے تمام باشندے مسلمان ہیں اور بستی خواش تو امام اوزاعی سے واقف ہیں؛ مگر عوام صرف اتنا جانتے ہیں کہ یہاں ایک بزرگ کی قبر ہے (اس بستی کے آثار میں بجز ایک کنویں کے اور کچھ باقی نہیں ہے)۔ (ابن خلکان، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ابن جریج

ابن جریج کے وقت میں صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک معتدبہ تعداد موجود تھی؛ اگر وہ ان کی صحبت اختیار کرتے تو ان کا شمار زمرہ تابعین میں ہوتا؛ مگر ابتداء میں ان کو شعر وادب سے دلچسپی تھی، اس لیئے وہ ان سے کسب فیض نہ کرسکے، اس لیئے ان کو تبع تابعین میں شمار کیا گیا ہے، ان کا شمار تبع تابعین کے اس زمرہ میں ہوتا ہے، جنہوں نے تفسیر وحدیث کی تدوین وترتیب میں حصہ لیا، خاص طور پر علم تفسیر میں یہ اپنے معاصرین میں ممتاز تھے، تفسیر طبری میں سینکڑوں روایات ان کے واسطہ سے ملیں گی،

Marfat.com

یہ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد عطاء بن ابی رباح کے خاص شاگرد تھے۔

نام ونسب

عبدالملک نام، ابوالولید اور ابو خالد کنیت تھی، ان کا آبائی وطن روم تھا۔ (تاریخ بغداد، احمد بن علی خطیب بغدادی، دار الکتب بیروت)

فجر الاسلام کے مصنف نے بھی انہیں اہلِ کتاب تبع تابعین شمار کیا ہے) اسی وجہ سے بعض لوگ انہیں رومی عیسائی کہتے ہیں۔ (شذرات الذہب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

بعثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت پہلے سے مکہ میں متعدد رومی غلام خاندان موجود تھے، غالباً ان ہی میں ابن جریج کا خاندان بھی تھا، یہیں سنہ ۸۰ھ میں ان کی ولادت ہوئی۔

تعلیم وتربیت

مکہ میں اس وقت شعر وادب اور حدیث وفقہ کا عام چرچا تھا، ابتدا میں ان کو شعر وادب سے دلچسپی پیدا ہوئی اور جوانی کا پورا زمانہ اسی وادی میں گذار دیا، عمر کے ڈھلنے کا زمانہ آیا تو کسی نے علومِ دینیہ کی طرف توجہ دلائی، اس کے بعد پوری زندگی اسی کی نذر کردی، مکہ میں اس وقت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ممتاز شاگرد عطاء بن ابی رباح کا چشمہ فیض جاری تھا، حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کے لیئے سب سے پہلے ابن جریج انہی کی خدمت میں حاضر ہوئے، خود بیان کرتے ہیں کہ میں عطاء بن ابی رباح کی خدمت میں یہ جذبہ لے کر حاضر ہوا کہ میں بھی ان کا مرتبہ حاصل کرونگا، اتفاق سے اس وقت ان کی خدمت میں عبداللہ بن عبید بھی موجود تھے (یہ حضرت عبید بن عمر کے لڑکے اور عطا کے شاگرد تھے) انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ قرآن حفظ کرلیا ہے؟ میں نے نفی میں جواب دیا، بولے جاؤ پہلے قرآن پڑھ لو؛ پھر علم (حدیث) کا قصد کرو، میں واپس آکر قرآن کی تعلیم میں لگ گیا، کچھ دنوں بعد پھر ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اتفاق سے اس دن بھی عبداللہ موجود تھے، پوچھا کہ پورا قرآن مستحضر ہوگیا؟ میں نے اثبات میں جواب دیا؛ انہوں نے دوسرا سوال یہ کیا کہ فرائض بھی سیکھے ہیں بولا نہیں؛ انہوں نے کہا جاؤ پہلے فرائض کی تحصیل کرو؛ پھر واپس آؤ؛ چنانچہ میں واپس چلا گیا اور کچھ دنوں کے بعد واپس آیا تو مجھے عطا کی صحبت میں کسب علم کی اجازت ملی اور پھر سترہ برس تک ان کی خدمت میں رہا۔

(شذرات: تاریخ بغداد، احمد بن علی خطیب بغدادی، دار الکتب بیروت)

اس واقعہ سے کئی باتیں سامنے آتی ہیں، ایک یہ کہ حضرت عطاء ہر کس وناکس کو اپنے درس میں شریک نہیں کرتے تھے؛ بلکہ اس کے لیئے انہوں نے کم ازکم قرآن کے حفظ اور درس کے عام مفہوم ومعنی کے استحضار کو ضروری قرار دیا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے درس کی سب سے بڑی خصوصیت جیسا کہ ابن سعد نے لکھا ہے قرآن کی تفسیر اور اس کے دقائق ومعانی کی تعلیم تھی، ظاہر ہے کہ جو شخص قرآن سے بالکل نابلد ہو وہ ان کے درس سے کیا فائدہ اُٹھا سکتا تھا؟۔

دوسرے اس واقعہ سے ابن جریج کے شوق وانہماک کا پتہ چلتا ہے کہ ان کو دوبار مجلسِ درس سے واپس کیا گیا؛ مگر ہر بار ان

Marfat.com

کا جذبہ شوق کم ہونے کے بجائے بڑھتا ہی رہا اور پھر اسی شوق نے انہیں سترہ برس تک اپنے استاد سے جدا نہ ہونے دیا، اتنی مدت ان کی خدمت میں رہنے کے بعد بھی ان کے جذبہ طلب کو تسکین نہیں ہوئی اور سات برس تک مکہ کے دوسرے ممتاز شیخ عمرو بن دینار کی خدمت میں رہے اور پھر مکہ سے نکل کر انہوں نے مدینہ، بصرہ، بغداد، یمن، شام اور مصر کی خاک چھانی اور وہاں کے تمام ممتاز شیوخ سے استفادہ کیا، ان کے مخصوص شیوخ تفسیر و حدیث کے نام یہ ہیں:

اساتذہ

عطاء بن ابی رباح، امام زہری، صالح بن کیسان، عمرو بن دینار، نافع مولی بن عمر، ہشام بن عروہ، موسیٰ بن عقبہ، امام جعفر صادق، یحییٰ بن سعید الانصاری، امام اوزاعی، لیث بن سعد وغیرہم۔

علم و فضل

ان کے علم و فضل کے باہر میں آئمہ نے جو رائیں دی ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ اس لحاظ سے معروف تھے، ان کے شیخ عطاء بن ابی رباح ان کو اہلِ حجاز کا سردار کہتے تھے (تہذیب التہذیب) امام احمد ان کو علم کا ظرف کہتے تھے (تہذیب التہذیب) امام ذہبی نے انہیں امام، حافظ حدیث اور احد الاعلام (بڑوں میں ایک تھے) لکھا ہے، امام نووی نے لکھا ہے کہ ان کے فضائل ومناقب بے شمار ہیں۔

علمِ تفسیر

علم تفسیر میں جو صحابہ ممتاز تھے ان میں حضرت عبداللہ بن عباس کا نام سرِفہرست ہے، تابعین میں ان کے جو تلامذہ علم تفسیر میں مشہور ہوئے ان میں عطاء بن ابی رباح بھی ہیں، اُوپر ذکر آچکا ہے کہ ابن جریج ان کے بہت ہی چہیتے شاگرد تھے اور سترہ برس تک ان کی خدمت میں رہے تھے، ظاہر ہے کہ علم تفسیر کا جو سرمایہ عطا بن ابی رباح کو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ملا تھا اس سے ابن جریج کو بھی وافر حصہ ملا ہوگا؛ مگر تعجب یہ ہے کہ ارباب تذکرہ ان کی اس خصوصیت کا کوئی ذکر نہیں کرتے؛ البتہ علوم تفسیر کی کتابوں میں انہی کی قرآن فہمی کے بارے میں اشارات ملتے ہیں، امام ذہبی رحمہ اللہ نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ نسلاً رومی تھے، ارباب تذکرہ جب کسی کے بارے میں رومی یا قبطی لکھتے ہیں تو اس سے عموماً عیسائی ہی مراد لیئے جاتے ہیں یعنی ان کی وطنی نسبت کو ان کی دینی نسبت کے مترادف سمجھا جاتا ہے، غالباً اسی بنا پر صاحب فجر الاسلام نے لکھا ہے کہ یہ نصرانی تھے؛ کیونکہ طبری نے نصاریٰ کے بارے میں جو روایتیں اپنی کتاب میں درج کی ہیں، ان میں بیشتر ابن جریج ہی کے ذریعہ مروی ہیں۔ (فجر الاسلام)

علم تفسیر میں گویہ ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مدرسہ فیض سے مستفیض ہوئے تھے؛ مگر ان کی تفسیر پر مفسرین نے زیادہ اعتماد کا اظہار نہیں کیا ہے، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

Marfat.com

فأما ابن جريج فإنه لم يقصد الصحة، وإنما روى ماذكر فى كل آية من الصحيح والسقيم .

(الاتقان فی علوم القرآن:ر، شاملہ، موقع مکتبۃ المدینۃ الرقمیۃ۔ دیگر مطبوعہ، بیروت)

ترجمہ: ابنِ جریج نے تفسیر میں زیادہ صحت کا اہتمام نہیں کیا، وہ ہر آیت کی تفسیر میں غلط صحیح ہر طرح کی روایتیں نقل کردیتے ہیں۔

عموماً علمائے اُمت، اہلِ کتاب، مفسرین کے بارے میں اس طرح کی رائے دیتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کا ماخذ عموماً اسرائیلیات ہوتا تھا، جس کا سارا تار پود قصہ وافسانہ ہوتا تھا، جن میں نہ صحت سند کا کوئی لحاظ کیا جاتا تھا اور نہ درایت ہی سے کوئی واسطہ ہوتا تھا، ایسے لوگ جب مسلمان ہوئے تو اسلامی روایات کے بارے میں بھی ان کی ذہنیت کسی نہ کسی حد تک باقی رہی جس کی وجہ سے غلط روایات کا ایک بہت بڑا ذخیرہ اسلامی علوم میں شامل ہوگیا، خصوصیت سے علمِ تفسیر کے سلسلہ میں جو قصے وافسانے احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے اور جو غلط روایات رواج پذیر ہوئیں، اس میں انہی اہلِ کتاب تابعین وتبع تابعین کا زیادہ تر ہاتھ تھا۔

بہر حال سقم وغلطی کے باوجود علمِ تفسیر میں ابنِ جریج کا درجہ ورتبہ ہے، تمام مفسرین ان کی رائے نقل کرتے ہیں، خاص طور سے علامہ طبری نے تو بے شمار جگہ ان کے اقوال نقل کیے ہیں اور ان کی مرویات سے استدلال کیا ہے، افسوس ہے کہ فن تفسیر میں ان کی تحریری یادگار موجود نہیں ہے، جس سے اس فن میں ان کے مرتبہ کا کا آسانی سے اندازہ لگایا جائے، فنِ قرات میں بھی ان کو مہارت تھی، ابن حبان نے ان کا شمار قراء اہلِ حجاز میں کیا ہے۔

علمِ حدیث

علم حدیث میں ابن جریج نے ممالکِ اسلامیہ کے تقریباً تمام مشہور آئمہ سے استفادہ کیا تھا، خاص طور سے عطاء ابن ابی رباح اور عمرو بن دینار کی خدمت میں وہ برسوں رہے تھے؛ اسی لیے اس فن میں بھی ان کا ایک مرتبہ ہے، ان کی روایات کو آئمہ حدیث نے قبول کیا ہے، امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ ابن جریج نے عطا سے جو روایتیں کی تھیں، ان میں انہوں نے غلطی نہیں کی ہے، خود ان کے استاد عطاء کو بھی ان پر بڑا اعتماد تھا، کسی نے پوچھا کہ آپ کے بعد مسائل میں ہم کس کی طرف رجوع کیا کریں، بولے کہ ابن جریج کی طرف؛ پھر کہا کہ یہ اہلِ حجاز کے بہترین نوجوان ہیں۔ (تہذیب، جلد اوّل)

ابن مدینی کہتے تھے کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایات کا دارومدار چھ آدمیوں پر ہے؛ پھر ان چھ آدمیوں کا علم ان لوگوں کے درمیان سمٹ گیا، جنھوں نے علم حدیث کی تدوین کی اور ان تدوین کرنے والوں میں ایک ابن جریج بھی ہیں۔

(تہذیب، جلد اوّل، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

بعض معاصر آئمہ نے ان پر جرح بھی کی ہے اور ان کی مرویات کو ضعیف قرار دیا ہے، یحییٰ بن سعید قطان سے کسی نے پوچھا کہ ان کی روایات کیسی ہیں؟ فرمایا کہ ضعیف پھر پوچھا کہ وہ جب اخبرنی کے لفظ سے روایت کریں تو فرمایا کہ یہ کوئی چیز نہیں

Marfat.com

ہے، ان کی مرویات بہر حال ضعیف ہیں۔ (جن الفاظ سے ائمہ رایت کرتے ہیں ان میں ایک اخبرنی بھی ہے)۔

ابوزرعہ رازی نے بھی ان کی تضعیف کی ہے، امام مالک رحمہ اللہ ان کو حاطب الیل (ہر غلط وصحیح روایات کا جامع) کہتے تھے؛ مگر ان کے بارے میں جرح کے جو الفاظ منقول ہیں ان میں کسی حد تک مبالغہ معلوم ہوتا ہے، فن حدیث میں ان کے مرتبہ کی تعیین کے لیے یحییٰ بن معین امام جرح وتعدیل اور امام ذہلی کی رائیں زیادہ محتاط اور صحیح معلوم ہوتی ہیں، ابن معین فرماتے ہیں کہ ابنِ جریج نے جو روایتیں تحریر کی مدد سے بیان کی ہیں وہ قابل اعتماد ہیں۔ (تہذیب)

مقصد یہ ہے کہ ان کی زبانی مرویات زیادہ قابل اعتماد نہیں ہیں، غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ان کا حافظہ معمولی درجہ کا تھا، اس لیے ان کو زبانی روایتیں اچھی طرح یاد نہیں رہتی تھیں، یحییٰ بن سعید جن کی جرح اوپر گذر چکی ہے، تحریری روایت کے بارے میں یہ بھی ابنِ معین کے ہم خیال تھے۔ (تہذیب)

امام ذہلی کہتے تھے کہ ان کی زبانی روایتیں وہی قابل وثوق ہیں جن میں یہ حدثنی یاسمعتُ کے الفاظ استعمال کریں۔

(تہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ان تمام راویوں کو پیشِ نظر رکھا جائے تو اندازہ ہوگا کہ ائمہ نے حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جمع وترتیب میں کس قدر احتیاط برتی ہے اور ضعیف وکمزور روایتوں کو اس پاکیزہ ذخیرہ سے علیحدہ کرنے میں کتنا اہتمام کیا ہے؛ اگر کسی مسلم امام حدیث سے بھی اس بارے میں کوئی لغزش ہو جاتی تھی تو اس کی لغزش کو واضح کرنے میں انہوں نے کبھی کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی ہے۔

فقہ

ابنِ حبان نے ان کو فقہائے اہلِ حجاز میں شمار کیا ہے، امام نووی نے لکھا ہے کہ شافعی طرزِ فقہ کی داغ بیل جن ائمہ نے امام شافعی سے پہلے ڈالی ان میں ابن جریج کا بھی شمار ہے، امام نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ امام شافعی نے فقہ میں جن لوگوں سے استفادہ کیا تھا، ان میں مسلم خانجی بھی شامل تھے، جو ابنِ جریج کے تربیت یافتہ تھے۔ (تہذیب الاسماء)

تصنیف

ان کا شمار ان ائمہ میں ہوتا جنہوں نے علومِ دینیہ کی تدوین وترتیب میں حصہ لیا، اربابِ تذکرہ نے ان کی کسی کتاب کا نام نہیں لیا ہے؛ البتہ ابنِ ندیم نے لکھا ہے کہ ان کی متعدد تصانیف ہیں، ان کی ایک کتاب کتاب السنن ہے، اس کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ اس طرز پر لکھی گئی ہے جس پر عام کتب سنن لکھی گئی ہیں، یعنی ہر ہر باب جدا جدا ہے، مثلاً: باب طہارت، باب الصلوٰۃ وغیرہ (ابنِ ندیم) ان کی ایک تفسیر کی کتاب کا ذکر کشف الظنون میں بھی ہے۔

ان کی تصانیف کے بارے میں عام اہلِ تذکرہ امام احمد کی یہ رائے نقل کرتے ہیں کہ:

أول مَن صَنَّف الكُتب ابن جريج، وابن أبي عروبة۔

(تہذیب الاسماء، موقع الکتب: ملف وورد أهداه لبعض الأخوة للبر نامج۔ دیگر مطبوعہ بیروت)

Marfat.com

ترجمہ: سب سے پہلے جن لوگوں نے الگ الگ عنوانات پر کتابیں تصنیف کیں ان میں ابنِ جریج اور ابن ابی عروبہ سب سے مقدم ہیں۔

مگر ہمارے سامنے اسلامی علوم کی جمع وتدوین کی جو تاریخ ہے اس کی روشنی میں یہ رائے صحیح نہیں معلوم ہوتی، ان بزرگوں سے بہت پہلے سے تمام اسلامی علوم، تفسیر وحدیث وغیرہ پر تصنیف وتدوین کا کام شروع ہو گیا تھا، اس بارے میں یا تو ابن عماد کی یہ رائے صحیح ہے کہ أول مَنْ صنَّف الكتب بالحجاز (شذرات الذہب فی أخبار من ذہب)

ترجمہ: حجاز میں سب سے پہلے ابنِ جریج نے جمع وتدوین کا کام شروع کیا۔

یا پھر یہ کہا جائے کہ ابتداءً جن لوگوں نے حدیث اور فقہ پر کتابیں لکھیں ان میں موضوع وعنوان کی تقسیم نہیں تھی؛ بلکہ جس کو تفسیر، حدیث اور فقہ کا جو ذخیرہ جس طرح مل گیا اس نے اسے اسی طرح مرتب کر دیا، ابنِ جریج کا کارنامہ یہ تھا کہ انہوں نے اس میں فنی ترتیب قائم کرکے موضوع کے اعتبار سے حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کیا، چنانچہ خود بھی کہا کرتے تھے کہ میری طرح کسی نے علم کی تدوین نہیں کی۔ (تاریخ بغداد، احمد بن علی خطیب بغدادی، دار الکتب بیروت)

ان کی کتابیں ان کی زندگی ہی میں مشہور ہو چکی تھیں اور لوگ ان سے استفادہ کرنے کے لیے دور دور سے سفر کرتے تھے، خالد بن نزار کہتے ہیں کہ میں سنہ ۲۰۰ھ میں وطن سے اس ارادہ سے نکلا کہ ابنِ جریج کی کتابیں حاصل کروں؛ مگر جب منزلِ مقصود پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ چند دن پہلے ان کا انتقال ہو چکا۔ (تاریخ بغداد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

عادات واخلاق

ان کے اوپر خشیتِ ربانی کی کیفیت ہر وقت طاری رہتی تھی، مشہور محدث عبدالرزاق کا بیان ہے کہ جب میں ان کو دیکھتا تھا تو صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ خدا سے ڈرتے ہیں، میں نے ان کے جیسا بہتر نمازی نہیں دیکھا (صفوۃ الصفوۃ) ظاہر ہے کہ نماز کی روح خشوع وخضوع اور خشیتِ الٰہی ہے، جس کے اوپر یہ کیفیت ہمہ وقت طاری رہتی ہو وہ نماز میں سراپا خشیت کیوں نہ بن جاتا ہوگا؟ ان کی اسی خشیتِ الٰہی کا اثر تھا کہ وہ شب زندہ دار ہو گئے تھے، امام مالک رحمہ اللہ ان کی شب بیداری کی وجہ سے ان کو صاحب اللیل (رات میں عبادات کرنے والا) کہتے تھے۔ (صفوۃ الصفوۃ)

روزے سے بے انتہا شغف تھا، پورے سال روزے رہتے تھے، ہر ماہ میں صرف تین دن روزے وہ چھوڑ دیا کرتے تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

طبیعت بہت رقیق اور اثر پذیر پائی تھی، یمن کے زمانہ قیام میں حج کی سعادت سے محروم رہے تھے، ایک دن عمرو بن ابی ربیعہ کے چند اشعار یاد آ گئے، جن میں طول ہجر کی شکایت تھی، ان اشعار کا یاد آنا تھا کہ فوراً زیارتِ حرمین کے لیئے کمربستہ ہو گئے؛ اسی وقت اپنے استاد معن بن زائدہ کے پاس آئے اور اُن سے اپنے ارادہ کا اظہار کیا، استاد نے کہا کہ تم نے پہلے کیوں نہ اطلاع دی؛ انہوں نے اتنی جلدی قصد کر لینے کا سبب بتایا تو استاد نے جلدی جلدی ان کے لیے سامانِ سفر کا انتظام کیا اور وہ

Marfat.com

دیارِ محبوب کی زیارت کے لیے روانہ ہو گئے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

علم کے حصول کا مقصد

ایک بار متعدد ائمہ کا مجمع تھا، امام اوزاعی رحمہ اللہ بھی موجود تھے، ولید بن مسلم نے پوچھا کہ آپ حضرات نے علم کس کے لیے حاصل کیا ہے، سب نے کہا کہ اپنی ذات کے لیئے؛ مگر ابنِ جریج بولے کہ میں نے علم لوگوں کے فائدہ کے لیے حاصل کیا ہے۔ (تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

نفاستِ طبع

خوشبو کے استعمال کے عادی تھے، اس کے ساتھ خضاب کا بھی استعمال کرتے تھے۔

وفات

زندگی کے بیشتر ایام انہوں نے جوارِ حرم میں گذارے؛ مگر آخر عمر میں بصرہ چلے گئے اور وہاں پہنچ کر سلسلہ درس شروع کر دیا؛ مگر عمر نے وفا نہ کی اور شروع ذوالحجہ سنہ ۱۵۰ھ میں انتقال ہو گیا۔ (تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

امام اسحٰق بن راہویہ

تابعین کے فیضِ تربیت سے جو لوگ بہرہ ور ہوئے اور ان کے بعد علومِ دینیہ کی اشاعت وترویج کی انہی میں امام المسلمین اسحاق بن راہویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں، ان کا شمار ان اساطینِ اُمت میں ہوتا ہے جنہوں نے دینی علوم خصوصاً تفسیر وحدیث کی بے بہا خدمات انجام دی ہیں اور اپنی تحریری یادگاریں بھی چھوڑی ہیں۔

نام ونسب

نام اسحاق اور ابو یعقوب کنیت تھی والد کا نام ابراہیم تھا؛ مگر راہویہ کے نام سے مشہور تھے (عبداللہ بن طاہر امیر خراسان نے ایک بار ان سے دریافت کیا کہ آپ ابنِ راہویہ کے نام سے کیوں مشہور ہیں؟ اس نام سے آپ کو مخاطب کیا جائے تو آپ برا نہیں مانیں گے؟ بولے کہ میرے والد کی ولادت رات میں ہوئی تھی، جس کی وجہ سے اہلِ مرو اُن کو راہوی کہنے لگے؛ یہی راہوی عربی میں آکر راہویہ ہو گیا، میرے والد اس لفظ کو اپنے لیے پسند نہیں کرتے تھے؛ لیکن مجھے پسند ہے۔ (تاریخ بغداد)

عام طور پر اربابِ رجال ان کا پورا سلسلہ نسب بیان نہیں کرتے، ودلابی نے ان کا پورا سلسلہ نسب بیان کیا ہے، جس کو صاحب تہذیب نے نقل کیا ہے۔ ان کا اصلی وطن مرو (ایران) تھا؛ کسی وجہ سے قیام نیشاپور میں تھا۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

Marfat.com

تعلیم وتربیت

سنہ ۱۶۱ھ یا سنہ ۱۶۳ھ میں ولادت ہوئی (سنہ وفات میں اختلاف ہے، اس اختلاف کی وجہ سے ان کی تاریخ ولادت میں بھی اختلاف ہوگیا ہے۔

ابتدائی تعلیم کے بعد حدیث کی طرف توجہ کی سب سے پہلے امام وقت عبداللہ بن مبارک کی خدمت میں گئے؛ مگر اس کی کم سنی استفادہ میں مانع بنی؛ پھر دوسرے شیوخ حدیث کی مجالسِ درس میں شریک ہوئے اوران سے استفادہ کیا، اس وقت ممالکِ اسلامیہ میں دینی علوم کے جتنے مراکز تھے وہ سب ایک دوسرے سے ہزاروں میل دور تھے؛ مگر ابنِ راہویہ نے اِن تمام مقامات کا سفر کیا اور وہاں کے تمام ممتاز محدثین وعلماء سے استفادہ کیا، خطیب بغدادی نے اس سلسلہ میں عراق، حجاز، یمن، مکہ اور شام وغیرہ کا نام لیا ہے؛ مگر ان مقامات کی حیثیت محض ایک شہر کی نہیں تھی؛ بلکہ یہ مملکتِ اسلام کے بڑے بڑے صوبے یا علاقے تھے، جن میں سینکڑوں علمی مراکم تھے اور بیشمار جگہوں پر فقہ وحدیث کی مجلسیں برپا تھیں، اس لیے ان مرکزی مقامات کی نہ جانے کتنے بستیوں کی خاک چھانی ہوگی، ان کے اساتذہ کے چند نام یہ ہیں۔

سفیان بن عیینہ مکہ، جریر بن عبدالحمید راموی، اسماعیل بن علیہ بصرہ، وکیع بن جراح، یحییٰ بن آدم، ابومعاویہ، ابوآسامہ کوفہ، عبدالرزاق بن ہمام، عبداللہ بن وہب، عبداللہ بن مبارک خراسان، یہ ان کے چند مشاہیر اساتذہ کے نام دیئے گئے ہیں؛ ورنہ یہ تعداد اس سے بہت زیادہ ہے۔

تفسیر

ان کو ابتدا ہی سے علم حدیث سے شغف تھا اور اسی کے حصول میں انہوں نے سب سے زیادہ محنت وکوشش کی؛ مگر تفسیر وفقہ وغیرہ میں بھی ان کو دسترس تھی، خطیب نے لکھا ہے کہ وہ حدیث وفقہ کے جامع تھے، جب وہ قرآن کی تفسیر بیان کرتے تھے تو اس میں بھی سند کا تذکرہ کرتے تھے، ابوحاتم اس بارے میں کہتے ہیں کہ حدیث کے سلسلہ روایت اور الفاظ کا یاد کرنا تفسیر کے مقابلہ میں آسان ہے، ابنِ راہویہ میں یہ کمال ہے کہ وہ تفسیر کے سلسلہ سند کو بھی یاد کرلیتے ہیں۔

(تہذیب التہذیب، مطبوعہ دارالکتب بیروت، لبنان)

قوتِ حافظہ اور حدیث سے شغف واعتماد

اس کدوکاوش کے ساتھ خدا نے قوتِ حافظہ بھی غیر معمولی دیا تھا، بے شمار احادیث زبانی یاد تھیں، کئی کئی ہزار احادیث تلامذہ کو وہ اپنی یادداشت سے لھا دیا کرتے تھے اور کبھی کتاب دیکھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی؛ خود کہتے تھے کہ میں جو کچھ سنتا ہوں اسے یاد کرلیتا ہوں اور جو کچھ یاد کرلیتا ہوں؛ پھر نہیں بھولتا، فرماتے تھے: ستر ہزار حدیثیں ہر وقت میری نظروں کے سامنے رہتی ہیں، ابوزرعہ مشہور محدث کہتے تھے کہ ان کے جیسا قوتِ حفظ رکھنے والا نہیں دیکھا گیا۔

Marfat.com

(تاریخ بغداد، احمد بن علی خطیب بغدادی، دار الکتب بیروت)

ان سے ایک بار کہا گیا کہ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کو ایک لاکھ حدیثیں زبانی یاد ہیں، فرمایا کہ میں ایک دو لاکھ کچھ نہیں جانتا مگر میں نے آج تک جتنی حدیثیں سنی ہیں وہ سب یاد ہیں، ابوداؤد خفاف جوان کے تلامذہ میں ہیں کہتے تھے کہ ایک بار گیارہ ہزار حدیثیں انہوں نے املا کرائیں اور پھر ان کو دوبارہ دہرایا تو ایک حرف کا فرق نہیں تھا۔

(تاریخ بغداد، احمد بن علی خطیب بغدادی، دار الکتب بیروت)

حدیث سے شغف کا نتیجہ

خداداد استعداد وصلاحیت اور قوتِ حافظہ کے ساتھ حدیث سے ان کے شغف وانہماک نے جلد ہی ان کو تبع تابعین کے زمرہ میں ایک ممتاز حیثیت کا مالک بنا دیا، بڑے بڑے ائمہ حدیث ان کے فضل وکمال کے معترف اور ان کے جلالت علم کے قائل ہو گئے، ابنِ خزیمہ کہتے تھے کہ اگر وہ تابعین کے زمانہ میں ہوتے تو اپنے علم وفضل کی بناء پر اس زمرہ میں بھی ایک ممتاز حیثیت حاصل کرتے۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے سامنے جب کوئی شخص ابنِ راہویہ کہتا تھا تو ان کو برا معلوم ہوتا تھا، وہ کہتے تھے کہ خراسان کے علاقہ میں ان کے زمانہ میں ان کے جیسا صاحب علم آدمی نہیں پیدا ہوا؛ گو ہمارے اور ان کے درمیان بہت سے مسائل میں اختلاف تھا؛ مگر یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، اختلاف تو ہر زمانہ کے اہلِ علم میں ہوا ہے؛ مقصد یہ تھا کہ اختلاف کی بناء پر کسی کے فضل کا اعتراف نہ کرنا صحیح نہیں ہے؛ یحییٰ بن یحییٰ ایک ممتاز محدث تھے، ان کے پاس جب ابنِ راہویہ آتے تھے تو وہ ان کا اس قدر احترام کرتے تھے کہ ان کے قریب کے لوگوں کو تعجب ہوتا تھا، کسی نے ان سے پوچھا کہ وہ تو آپ سے عمر میں بھی چھوٹے ہیں، ان کی اتنی عزت افزائی کیوں کرتے ہیں؛ انہوں نے کہا کہ:

إسحاقُ أكثرُ عِلماً مِنّي، وَأَنَا أَسَنُّ مِنْهُ۔ (تاریخ دمشق، ابن عساکر: ر، شاملہ، ملفات: دورد من علی ملتقی اہل الحدیث)

ترجمہ: اسحاق علم میں مجھ سے بڑے ہیں اور میں عمر میں اُن سے بڑا ہوں۔

انہی کا قول ہے کہ اسحاق کے پاس علم کا ایک خزانہ ہے۔ (تاریخ بغداد، احمد بن علی خطیب بغدادی، دار الکتب بیروت)

محمد بن یحییٰ الذہلی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار سنہھ میں اسحاق بن راہویہ کے ساتھ رصافہ گیا؛ یہاں پر تمام معاصر ائمہ حدیث مثلاً احمد بن حنبل یحییٰ، ابن معین وغیرہ جمع تھے؛ مگر اس مجلس کے صدر نشین اسحاق بن راہویہ بنائے گئے۔

(تاریخ بغداد، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

درس وتدریس

اس بارے میں اہلِ تذکرہ کچھ زیادہ معلومات نہیں فراہم کرتے؛ مگر جستہ جستہ واقعات سے اس پر کچھ روشنی پڑتی ہے، تحصیلِ علم اور سماعِ حدیث کے بعد ان کا قیام زیادہ تر نیشاپور میں رہتا تھا؛ گو یہ یہ جگہ اسلامی مملکت کے مرکزی مقامات سے

Marfat.com

بہت دور تھی؛ پھر اس زمانہ میں سفر کی دقتیں بھی وہاں تک پہنچنے میں مانع تھیں؛ مگر اس کے باوجود صد ہا تشنگانِ علوم اس چشمہ علم سے سیراب ہوئے، خصوصیت سے خراسان کے علاقہ میں ان کا علم کافی پھیلا، خطب کا بیان ہے کہ ان کا علم خراسانیوں میں خوب پھیلا، ہب ابن جریر کا بیان ہے کہ مشرق میں جن لوگوں نے سنت کو زندہ کیا ان میں اسحاق بن راہویہ بھی ہیں۔

(تاریخ بغداد، احمد بن علی خطیب بغدادی، دارالکتب بیروت)

ان سے جن لوگوں نے اکتساب فیض کیا ان میں امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین رحمہم اللہ وغیرہ کا نام بھی لیا جاتا ہے، ان تمام ائمہ نے اپنی اپنی کتابوں میں اسحاق ابن راہویہ کی مرویات نقل کی ہیں، امام ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ان کبار ائمہ کے علاوہ خلقِ کثیر نے ان سے روایت کی ہے، یحییٰ بن آدم ان کے شیوخ میں ہیں؛ مگر انہوں نے ان سے تقریباً دو ہزار روایتیں نقل کی تھیں۔

طریقہ درس

عام طور پر ائمہ حدیث کا طریقہ درس یہ ہوتا تھا کہ جو کچھ انہیں املا کراتا ہوتا تھا اسے وہ پہلے سے لکھ کر لے جاتے تھے؛ مگر بہت سے ائمہ حدیث کو اپنے حفظ پر اتنا اعتماد ہوتا تھا کہ وہ زبانی املا کراتے تھے، ان ہی لوگوں میں اسحاق بن راہویہ بھی تھے، اوپر ذکر آچکا ہے کہ بسا اوقات وہ کئی کئی ہزار روایتیں ایک مجلس میں زبانی املا کرا دیتے تھے۔

تنقید حدیث

کہتے تھے کہ (جو ذخیرہ حدیث میرے پاس ہے ان میں) ایک لاکھ حدیثوں کے موقع ومحل سے اس طرح واقف ہوں کہ وہ گویا میری آنکھوں کے سامنے ہیں، ان میں سے ستر ہزار تو مجھے مع معانی حفظ ہیں اور چار ہزار مزوّرہ حدیثیں اور مجھے یاد ہیں، لوگوں نے پوچھا کہ مزوّرہ حدیثوں سے آپ کی کیا مراد ہے؟ انہوں نے کہا کہ وہ جھوٹی اور موضوع روایتیں جنھیں میں نے اس لیے یاد کرلیا ہے کہ جب وہ روایتیں صحیح احادیث کے ساتھ مخلط ہو کر میرے سامنے آئیں تو ان میں جتنا حصہ کذب اور وضع کا ہو اسے الگ کردوں اور صحیح حدیث کا جتنا حصہ ہے اس کو علیحدہ کردوں۔

ان کی اس خدمت کی اہمیت کا اندازہ پورے طور پر اسی وقت ہوسکتا ہے کہ جب دوسری صدی کے اس فتنہ کی تاریخ کو سامنے رکھا جائے، جس کے ذریعہ ہزاروں بے سروپا روایتیں احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے لوگوں میں رواج پاگئی تھیں اور نہ جانے کتنی موضوع روایتیں زبان زد خاص وعام ہوگئی تھیں، اس فتنہ کے مقابلہ کے لیئے ائمہ حدیث نے جو کدوکاوش اور جدوجہد کی اور اس کے لیے دکھ سہے اس کا صحیح اندازہ تو یحییٰ بن معین، عبدالرحمٰن مہدی، ابن المدینی، احمد بن حنبل وغیرہ کے حالات سے ہوگا؛ مگر اس صدی کے دوسرے ائمہ کے سوانح حیات میں بھی اس قسم کی کوششوں کی کوئی نہ کوئی جھلک ملتی ہے؛ اسی طرح کی کوشش حضرت اسحاق بن راہویہ نے بھی کی تھی۔

Marfat.com

اہلِ علم سے مذاکرات

اجتہادی مسائل میں اربابِ علم کے درمیان ہمیشہ مذاکرہ و مباحثہ ہوتا رہا ہے، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ یہ دونوں بزرگ اسحاق بن راہویہ کے معاصر تھے، اس لیے ان میں بھی بعض دینی مسائل میں مذاکرے ہوئے ہیں، ان میں سے اہلِ تذکرہ نے خصوصیت سے دو مسئلوں کا ذکر کیا ہے۔

ایک مسئلہ یہ تھا کہ مکہ کے اندر جو مکانات ہیں ان پر ان کے رہنے والوں کا حق ملکیت بھی ہے یا نہیں؛ اگر ہے تو وہ ان کو کرایہ وغیرہ پر اُٹھا سکتے ہیں یا نہیں اور اگر نہیں ہے تو پھر ان کو بیع کرنے یا کرایہ پر دینے کا اختیار ہے یا نہیں امام شافعی ملکیت کے قائل تھے اور اسحاق بن راہویہ مکہ کی سرزمین پر کسی کی ملکیت تسلیم نہیں کرتے تھے، اتفاق سے ایک بار مکہ میں ان دونوں بزرگوں کا اجتماع ہو گیا، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی موجود تھے، اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ بھی یہ چونکہ اس مسئلہ میں بہت سخت تھے، اس لی انہوں نے امام شافعی کے سامنے اپنے خیال کا اظہار کیا، امام شافعی رحمہ اللہ نے اس سے اختلاف کیا اور اپنے اس اجتہاد پر قرآن کی اس آیت سے استدلال کیا:

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِمْ ۔(الحشر)

ترجمہ: ان فقیر مہاجرین کے لیے جن کو ان کے گھروں سے نکالا گیا۔

ان کا استدلال یہ تھا کہ اس آیت میں دیار کی نسبت ان کے مالکوں کی طرف کی گئی ہے؛ پھر حدیث سے انہوں نے حجت قائم کی، وہ یہ کہ فتح مکہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ مامون ہے؛ پھر فرمایا کہ ابوسفیان کے مکان میں داخل ہو جائے اُس کو امن ہے.... پھر فرمایا کہ عقیل نے تو ہمارے لیے کوئی مکان نہیں چھوڑا (جس میں ہم ٹھہر سکیں) (حضرت عقیل رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ سے ہجرت کر گئے تو حضرت عقیل رضی اللہ عنہ نے اپنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکان فروخت کر ڈالا، یہ اسی طرف اشارہ ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اُسوہ سے استدلال کرتے ہوئے امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ انہوں نے جیل خانے کے لیے کچھ لوگوں سے ان کے مکانات خرید لیے تھے، اسحاق بن راہویہ نے یہ دلائل سن کر فرمایا کہ مگر بعض تابعین میرے خیال کی تائید کرتے ہیں، اس پر امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پیش کرتا ہوں اور آپ تابعین کی رائے سے استدلال کرتے ہیں، اسحاق بن راہویہ نے پھر قرآن کی اس آیت کو استدلال میں پیش کیا:

سَوَاءً الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ ۔(الحج)

ترجمہ: اس میں مقیم و مسافر دونوں برابر ہیں۔

اس کے جواب میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ تو مسجدِ حرام کے بارے میں ہے، مکہ کی عام زمین اس سے مراد

Marfat.com

نہیں ہے، اسی طرح ایک اور مسئلہ میں بھی مذاکرہ ہوا، وہ مسئلہ یہ تھا کہ مردہ جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے یا نہیں؟ امام شافعی پاکی کے قائل تھے، اور اسحاق بن راہویہ عدمِ جواز کے۔ (طبقات الشافعیہ، مطبوعہ دار الکتب، بیروت)

عادات و اخلاق

عادات و اخلاق اور زہد و تقویٰ کے اعتبار سے بھی وہ ممتاز تھے، تمام اہلِ تذکرہ لکھتے ہیں کہ وہ صدق و صفا ورع و تقویٰ میں ممتاز تھے، ان کے تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کے بارے میں یہ آیت مثال کے طور پر پیش کی جاتی تھی۔

إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ ۔ (فاطر)

ترجمہ: خدا کے بندوں میں اس سے اس کو جاننے والے ہی ڈرتے ہیں۔

ایک بار امیر خراسان علی بن طاہر کے پاس گئے ہاتھ میں کچھ کھجوریں تھیں، وہ کھاتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ گئے، اس نے ان کی اس بے نیازی اور سادگی کو دیکھ کر کہا اگر تم نے یہ کسی ریا کی وجہ سے نہیں کیا ہے تو دنیا میں تم سے زیادہ بے ریا میں نے نہیں دیکھا۔ (طبقات الشافعیہ)

اس سادگی کے باوجود زندگی زیادہ تر عسرت ہی میں بسر ہوتی تھی، وہ ہمیشہ مقروض رہتے تھے، ایک بار تیس ہزار درہم ان پر قرض ہو گئے، یحییٰ نے جو ان کے علم و فضل کے قائل تھے، علی بن طاہر امیر خراسان کو ایک رقعہ لکھا کہ ان کا قرض ادا کر دیا جائے؛ چنانچہ اس نے ان کا قرض ادا کر دیا۔ (طبقات الشافعیہ)

وہب بن جریر فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اسحاق بن راہویہ صدقہ اور یعمر کو جزائے خیر دے کہ انہوں نے مشرق میں سنت کو زندہ کیا۔ (ابن عساکر)

ابن حبان کہتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ نے سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج کی جھوٹی روایتوں کو احادیثِ نبوی سے الگ کیا اور جن لوگوں نے سنت کی مخالفت کی ان کا پورا مقابلہ کیا۔

تصنیف

انہوں نے اپنی تحریری یادگاریں بھی چھوڑی ہیں اس وقت ان کے موجود ہونے کا کوئی علم نہیں ہے، ابن حبان نے تو صرف اتنا لکھا ہے: وصنف الکتب (ترجمہ: انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں) مگر اس کی کوئی تفصیل نہیں بیان کی، ابنِ ندیم نے البتہ ان کی دو تصنیفات کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱) کتاب السنن فی الفقہ (۲) کتاب التفسیر۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ تابعین کے بعد جن لوگوں نے فن تفسیر کو زندہ کیا ان میں اسحاق رحمۃ اللہ بھی ہیں۔

وفات

۷۷ برس کی عمر میں سنہ ۲۳۸ھ میں وفات پائی، ان کی قبر آج بھی زیارت گاہ خلائق ہے، ابن حجر نے لکھا ہے کہ ان کی قبر

Marfat.com

مشہور ہے اور لوگ اس کی زیارت کو جاتے ہیں۔

یہ صاحب مذہب تھے

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یہ فقہ میں ایک مسلک کے بانی تھے، جسے اسحاقیہ کے نام سے پکارا جاتا تھا، ان کے الفاظ یہ ہیں:

إسحاق بن راہویہ قد كان إماماً متبعاً له طائفةٌ يقلدونه ويجتهدون على مسلكه۔

(الباعث الحثیث فی اختصار علوم الحدیث: ۱/۲، شاملہ، موقع الوراق۔ اختصار علوم الحدیث، مطبوعہ دار الکتب بیروت، لبنان)

ترجمہ: اسحاق بن راہویہ امام وقت تھے، ایک گروہ ان کی تقلید کرتا تھا اور ان کے مسلک کے مطابق مسائل کا استنباط اور اجتہاد کرتا تھا۔

اس بات کا علم نہیں ہوسکا کہ یہ مسلک کہاں پروان چڑھا، کتنے دنوں تک زندہ رہا اور کب فنا ہوگیا۔

سفیان بن عیینہ

سفیان بن عیینہ کے علم وفضل اور دیانت وتقویٰ کا ہر کوئی معترف ومداح ہے، زمرہ تبع تابعین میں حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تدوین وتربیت کا کام جن بزرگوں نے انجام دیا ان میں سفیان بن عیینہ کا نام سرفہرست ہے، ان کا ایک زرین کارنامہ یہ بھی ہے کہ کلام الٰہی کے وہ لفظی ومعنوی رموز ونکات جواب تک سینوں میں محفوظ چلے آرہے تھے، ان کو وہ صفحہ قرطاس پر لائے؛ گو اس خدمت میں ان کے دوسرے معاصر بزرگ مثلاً اسحاق بن راہویہ، سفیان ثوری، وغیرہ بھی شریک ہیں اور ان میں سے بعض بزرگوں کی تفسیریں تو آج تک موجود ہیں، سفیان بن عیینہ کی تفسیر کے اس وقت موجود ہونے کا تو کوئی علم ہمیں نہیں ہے؛ مگر بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی تک وہ اہلِ علم میں متداول رہی اور اس کا فیض ہندوستان تک پہنچا تھا، محمد بن ابراہیم دیلی (سندھ) جو تیسری صدی کے ہندوستانی عالم ہیں، ان کے ذکر میں یہ فقرہ ملتا ہے: یروی کتاب التفسیر لابن عیینہ۔ (نزہۃ الخواطر) یہ ابن عیینہ کی تفسیر کی روایت کرتے ہیں۔

خاندان

سفیان بن عیینہ غلام خاندان کے ایک فرد تھے، ان کے والد کا نام عیینہ اور دادا کا نام ابوعمران میمون تھا (بعض اہلِ تذکرہ نے ابوعمران ان کے دادا کا نام بتایا ہے، (ابن خلکان) اور بعض نے ابوعمران عیینہ کی کنیت بتائی ہے (تہذیب) ان کے والد والی کوفہ خالد بن عبداللہ القسری کے عمال میں تھے (اس بارے میں اہلِ تذکرہ کے درمیان اختلاف ہے کہ ان کے عمال حکومت میں تھے یا والد ابن سعد نے ان کے والد ہی کو لکھا ہے اور زیادہ قرینِ قیاس یہی ہے کہ اس لیے ہم نے اس بیان کو ترجیح دی ہے) مگر سنہ ۲۰ھ میں ہشام نے خالد کو معزول کردیا اور ان کے بجائے یوسف بن عمر ثقفی کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا، یوسف کو خالد نے پرانی

Marfat.com

پرخاش تھی، اس لیے اس نے برسرِ اقتدار آتے ہی خالد کے عمال سے بدلہ لینا شروع کر دیا، سفیان کے والد عیینہ بھی عتاب میں آئے؛ مگر وہ کسی طرح چھپ کر کوفہ سے مع اہل وعیال مکہ آگئے اور جوارِ خدا میں پناہ لی اور بعد میں یہیں مستقل سکونت اختیار کرلی اس وقت امام ابن عیینہ کی عمر ۱۰ سال تھی، ان کا خاندان اپنے علم وفضل کی وجہ سے ممتاز تھا، ان کے ۹ بھائی تھے، جن میں پانچ صاحب علم وفضل تھے۔

ولادت اور تعلیم وتربیت

سفیان بن عیینہ کی ولادت ہشام کے عہد خلافت میں کوفہ میں ہوئی، کوفہ اس وقت فقہا ومحدثین کا سب سے بڑا مرکز تھا؛ یہاں کی ہر مسجد مدرسہ تھی اور ہر گھر سے قال اللہ اور قال الرسول کی آواز سنائی دیتی تھی؛ حتی کہ ایوانِ حکومت کے تاجدار بھی اپنی تمام بے راہ رویوں کے باوجود اس آواز سے مانوس تھے؛ غرض اسی روح پرور ماحول میں امام کا نشوونما ہوا اور یہیں ان کی تعلیم وتربیت کا آغاز ہوا، ائمہ میں بیشتر ایسے گذرے ہیں جن کے والدین غریب تھے یا ان کے سنِ شعور سے پہلے انتقال کر چکے تھے، اس لیے ان میں بہت کم ایسے بزرگ ہیں جن کی تعلیم وتربیت کسی خاص نظم وتربیت سے ہوئی ہو؛ مگر امام سفیان بن عیینہ ان خوش قسمت لوگوں میں تھے جن کے والدین زمانہ تعلیم وتربیت میں زندہ تھے اور مالی اعتبار سے مطمئن بھی تھے اس لیے ان کی تعلیم باساعدہ ہوئی۔

ابھی چار برس کی عمر تھی کہ حفظِ قرآن کے لیے بٹھادیا گیا، ۷ برس کی عمر میں اس سے فارغ ہوگئے، حفظِ قرآن کے بعد حدیث کی کتاب شروع کرادی گئی، غالباً یہ اس لیے کیا گیا کہ کلام الٰہی کے ساتھ بچپن ہی میں ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ ذخیرہ بھی ان کے سینے میں محفوظ ہوجائے، یہ سلسلہ تقریباً ۱۵ برس کی عمر تک جاری رہا، اس عمر کو پہنچ جانے اور والدین کی پوری توجہ کے باوجود اب تک طبیعت میں حصولِ علم کا پورا شوق نہیں پیدا ہوا تھا، اس لیے کہ ان کے والد ہمیشہ ان کو نصیحت کرتے اور احساس ذمہ داری دلای دلاتے رہتے تھے، ان کی ایک نصیحت کے الفاظ تذکروں میں محفوظ ہیں، انہوں نے ایک دن کہا:

پیارے بیٹے! بچپن کا زمانہ ختم ہوا اور تم اب سن شعور کو پہنچے اب پورے طور سے خیر کی طلب یعنی حصولِ علم دین میں لگ جاو مگر اس راہ میں سب سے زیادہ ضروری چیز یہ ہے کہ اہلِ علم کی اطاعت وخدمت کی جائے اگر تم ان کی اطاعت وخدمت کروگے تو علم وفضل کی دولت سے بہرہ مند ہوگئے۔ (تہذیب الاسما، مطبوعہ دارالکتب، بیروت)

یہ نصیحت ان کے دل میں گھر گئی، خود کہتے ہیں کہ میں نے والد کی اس نصیحت کو زندگی بھر حرزِ جان بنائے رکھا اور کبھی اس سے سرمو تجاوز نہ کیا، اس کی تصریح تو نہیں ملتی کہ یہ نصیحت کہاں کی مکہ میں یا کوفہ میں؛ مگر قرینِ قیاس یہ ہے کہ نصیحت مکہ ہی میں کی گئی، اس لیئے کہ ان کا خانوادہ مکہ سے کوفہ گیا، جب کہ ان کی عمر ۱۰ سال کی تھی اور خود ان کا بیان ہے کہ یہ سنہ سے بالتزام مکہ کے ائمہ حدیث کی خدمت میں جانے لگے تھے، ظاہر ہے یہ التزام واحساسِ ذمہ داری ان میں پہلے نہیں تھا جب ہی تو ان کے والد نے یہ نصیحت کی تھی، اس لیئے یہ نصیحت یقیناً مکہ میں کی گئی ہوگی۔

Marfat.com

مکہ اس وقت ائمہ تابعین کا گہوارہ تھا، امام زہری رحمہ اللہ، عمر بن دینار رحمہ اللہ، ابن جریج رحمہ اللہ اور بہت سے سرآمد روزگار ائمہ قرآن وسنت کی مجالس یہاں برپا تھیں، والد کی نصیحت کے بموجب یہ ائمہ اور خصوصیت سے امام زہری اور عمرو بن دینار کی مجالس درس میں شریک ہونے لگے اور جب تک مکہ میں رہے ان سے جدا نہیں ہوئے۔

(تاریخ بغداد، مطبوعہ دارالکتب، بیروت)

سنہ ھ میں عمرو بن دینار کا انتقال ہوگیا، جس سے یہ چشمہ فیض تو بند ہوگیا؛ مگر ابھی دوسرا چشمہ علم جاری تھا کہ نہ جانے کیا اسباب ہوئے کہ یہ مکہ سے پھر کوفہ چلے گئے۔ (تاریخ بغداد، مطبوعہ دارالکتب، بیروت)

ذہانت اور شوقِ جستجو

بچپن ہی سے نہایت ذکی اور ذہین تھے، ان ائمہ کی حدمت میں ان کی ذہانت وذکاوت کو مزید جلا ہوئی اور ان میں ایسی دقتِ نظری اور قوتِ تحقیق پیدا ہوگئی کہ بڑے بڑے ائمہ ان کا اعتراف کرنے لگے، ابن جریج جو ممتاز تبع تابعین میں ہیں، مکہ میں ان کی مجلسِ درس برپا تھی، ایک دن سفیان ان کی خدمت میں گئے، ابن جریج کوئی روایت بیان کررہے تھے، جس میں انہوں نے صحابی کے نیچے کے راوی کا نام نہیں لیا؛ بلکہ یہ کہا کہ مجھ سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں، ابن عیینہ کو راوی کے نام نہ لینے کی وجہ سے خلش ہوئی اور نہوں نے اس کی تلاش کی معلوم ہوا کہ وہ راوی ابھی زندہ ہے، تحقیق کے بعد وہ دوبارہ ابنِ جریر کے پاس پہنچے، اتفاق سے اس دن بھی وہ اسی روایت کو دہرا رہے تھے، جب انہوں نے یہ کہا کہ ایک شخص نے مجھ سے یہ بیان کیا ہے تو یہ بولے: ابوالولید اس کے راوی تو عبیداللہ بن ابی یزید ہیں، مقصد یہ تھا کہ آپ تحقیق کرلیتے تو سلسلہ سند کا ابہام دور ہوجاتا، ابن جریج یہ سن کر بولے۔ قد غصت علیه یاغواص۔

(تاریخ بغداد، دیگر مطبوعہ، مطبوعہ دارالکتب، بیروت)

قوتِ حافظہ

خدا نے قوتِ حافظہ بھی غیر معمولی عطا کیا تھا، اپنی قوتِ حافظہ کے بارے میں خود ہی فرماتے تھے کہ:

ماکتبت شیئا قط الاشیئا حفظته۔ (تاریخ بغداد:ر، شاملہ، موقع الوراق، مطبوعہ دارالکتب، بیروت)

ترجمہ: میں جس چیز کو ضبطِ تحریر میں لایا وہ مجھے یاد ہوگئی۔

سفیان بن عیینہ کے اساتذہ کی فہرست بڑی لمبی ہے، صرف تابعین میں اسی سے زائد بزرگوں سے انہوں نے کسب فیض کیا تھا (تاریخ بغداد، احمد بن علی خطیب بغدادی، دارالکتب بیروت) چنندہ مشاہیر کے نام یہ ہیں: امام زہری، امام شعبہ، مسعر بن کدام، عمر بن دینار، ابواسحاق السبیعی، محمد بن عقبہ، حمید الطویل، زیادہ بن علاقہ، صالح بن کیسان وغیرہ۔

Marfat.com

متفرق واقعات شہداء

تین ہزار شہداء اور فتح شام کا بیان

الوداع اے شام! تو کتنا اچھا ملک ہے، جسے دشمنوں کے حوالے کرنا پڑا، یہ الفاظ مشرقی رومی سلطنت کے شہنشاہ نے اسوقت کہے تھے، جب یرموک کی لڑائی میں شکست فاش ہوچکی تھی اور اسے صاف نظر آ رہا تھا کہ کم از کم شام کا علاقہ ضرور چھوڑنا پڑے گا۔

جنگِ یرموک دنیا کی چند فیصلہ کن لڑائیوں میں شمار ہوتی ہے، عربوں کے عروج اور رومیوں کے زوال میں اسے ایکسنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔

عرب دمشق کو فتح کرنے کہ بعد تیزی سے بڑھتے چلے جارہے تھے۔ اسی اثناء میں میں رومی سلطنت کہ شہنشاہ نے فوجیں جمع کرنے کا عام حکم دے دیا اور تھوڑی ہی دیر میں فوجوں کا طوفان اُمنڈ آیا جن کی تعداد دو لاکھ سے زیادہ تھی، ان کے مقابلے میں عرب تیس پینتیس ہزار ہو گے اور وہ بھی مختلیف محاذوں پر بکھرے ہوئے۔ اس حالات میں دانشمدی کا تقاضہ یہی تھا کہ تمام سپہ سالاروں کو پیچھے ہٹ کر ایک موزوں مقام پر جمع کرانے کا حکم دیا جائے تا کہ وہ متحد ہو کر لڑ سکیں اور دشمنوں کہ علاقوں میں جابجا محصور نہ ہو جائیں، اس غرض سے دریائے اُردن کی کی پہاڑیوں سے نکل کر بحیرہ طبریہ کے نیچے دریائے اُردن میں مل جاتا ہے (اور آج کل اُردن میں واقع ہے)۔

عربوں نے جن جن مفتوحہ علاقوں سے خراج کی رقم وصول کی تھی اور وہ کئی لاکھ تھی۔ پوری کی پوری مقامی لوگوں کو اس اس لیئے واپس کردی کہ وہ حفاظت کی غرض سے لئی گئی تھی اور اب عرب جنگی حالات سے مجبور ہو کر پیچھے ہٹ رہے تھے اور حفاظت کا فرض سرانجام دے سکتے تھے۔ اس واقع کا اثر اہل شام پر ہوا کہ وہ لوگ رو رہے تھے۔ ایک شہر کہ یہودی نے تورات پر حلف اُٹھایا کہ جب تک ہم زندہ ہیں رومی ہمارے شہر پر قبضہ نہیں کرسکتے، یہ فیصلہ کن معرکہ قادسیہ سے ایک سال پہلے 15ھ 632ء میں لڑا گیا۔

عربوں کی فوج اگرچہ کم تھی، مگر رومیوں کو ان کی جانبازی کا پورا اندازہ تھا۔ اس لیے انہوں نے کوشش کی عرب صلح پر راضی ہو جائی۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سامنے تجویز پیش کی کہ سپہ سالاروں کو دس دس ہزار دینار افسروں کو ایک ایک ہزار دینار اور سپاہیوں کو ایک ایک سو دینار دیئے جائیں گے۔ عرب واپس چلے جائیں، حضرت خالد نے انکار کردیا اور کہا جو شخص اسلام قبول کرلے وہ ہمارا بھائی ہے

Marfat.com

اگر یہ منظور ہو تو جزیہ دینے کا اقرار کرلو ہم حمایت و حفاظت کا ذمہ لیتے ہیں یہ بھی منظور نہ ہو تو لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ۔
رومی فوج بہت زیادہ تھی اور جوش کا یہ عالم تھا کہ تیس ہزار آدمیوں نے پاؤں میں بیڑیاں پہن لی تھیں تا کہ ہٹنا چاہیں بھی تو نہ ہٹ سکیں۔ لڑائی بڑی سخت ہوئی۔ کئی مرتبہ عربوں کے مختلف دستوں کو پیچھے ہٹنا پڑا، آخر کار رومی ستر ہزار جانوں کا نقصان اُٹھا کر بھاگ نکلے۔ عربوں میں صرف تین ہزار شہید ہوئے۔

اس کے بعد تھوڑے ہی دنوں میں شام کے تمام شہر عربوں کے قبضے میں آ گئے اور رومی ہمیشہ کے لئے وہاں سے رخصت ہو گئے۔

اتنے تھوڑے عرصے میں شام فلسطین جیسے اہم علاقوں کی تسخیر نے دنیا بھر میں عربوں کی ڈھاک بٹھا دی اور وہ بھی پورے اعتماد سے اپنے تقدیر کی شاہرہ پر گامزن ہو گئے۔

ہسپانیہ کی تقدیر کا فیصلہ ہوتا ہے

26 جولائی 711ء (3 شوال 92ھ) کو ہسپانیہ میں دریائے برباط کے کنارے جو لڑائی ہوئی اس میں ایک طرف گیارہ بارہ ہزار فوج تھی جس کا سالار طارق بن زیاد تھا، دوسری طرف ہسپانیہ کا بادشاہ راڈرک تھا جس کی فوج دُگنی سے کم نہ تھی۔ لیکن راڈرک نے شکست کھائی اور مارا گیا۔ ہسپانیہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا جہاں انہوں نے آٹھ سو سال تک حکومت کی یہی حکومت تھی جس نے یورپ میں صدیوں تک علم حکمت اور تہذیب و دانش کا چراغ روشن رکھا اسی چراغ کی لو سے یورپ کے اندھیرے میں اُجالے کا سامان ہوا۔ مسلمان شمالی افریقہ پر قابض ہو چکے تھے اور ہسپانیہ ان کے سامنے تھا، وہاں ایک طرف تاج و تخت کے جھگڑے شروع تھے، دوسری طرف راڈرک کے ظلم و جور نے عوام کو پریشان کر رکھا تھا وہ لوگ بار بار مسلمانوں سے امداد کی درخواستیں کر رہے تھے۔ آخر شمالی افریقہ کے بادشاہ نے طارق بن زیاد کو بارہ ہزار فوج دے کر ہسپانیہ پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اس کے پاس صرف چند جہاز تھے جب پوری سپاہ اس مقام پر پہنچ گئی جو بعد میں جبل طارق کے نام سے مشہور ہوا اس نے جہازوں کو جلوا دیا۔ جب پوچھا گیا ایسا کیوں کیا اور شریعت میں ترکِ اسباب کب جائز ہے! تو طارق نے تلوار کے قبضے کو ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا کہ ہر ملک ہمارا ہے اس لیے کہ ہمارے خدا کا ہے۔

برباط کے کنارے دو دن فریقین لڑتے رہے مگر کوئی فیصلہ نہ ہوا، تیسرے دن نماز کے بعد طارق نے ایک ولولہ افروز تقریر کی اور کہا: بھائیو! تم بھاگ کر کہاں جا سکتے ہو؟ اپنی حالت کا اندازہ کرو طاقتور دُشمن سے مقابلہ ہے جو طوفانی سمندر کی لہروں کی طرح تمہیں گھیر سکتا ہے اس کے پاس ہر قسم کا سامانِ جنگ موجود ہے کھانے پینے کی چیزیں بھی کم نہیں تمہارے پاس تلواروں اور نیزوں کے سوا کیا ہے؟۔

لیکن یقین رکھو فتح ہماری ہے۔ یہ لوگ ہماری تلواروں کی کاٹ کے سامنے ٹھہر نہیں سکتے خدا کے حکموں پر چلو گے اور دین کا جھنڈا اس سرزمین میں گاڑ دو گے تو خدا کی بارگاہ سے تمہیں بہت بڑا انعام ملے گا۔ خدا تعالیٰ تمہیں دُنیا اور آخرت میں سرخروئی

Marfat.com

بخشے گا۔ پھر خود سب سے پہلے آگے بڑھ کر حملہ کیا اسی روز جنگ کا فیصلہ ہو گیا۔ تھوڑی ہی مدت میں پورا ہسپانیہ مسلمانوں کے زیرِ نگین آ گیا۔

کتاب کے اختتام پر کلمات دعائیہ

اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ذکر کرنا ثواب کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ نیک بندوں کی سیرت و کردار کو پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آمنہ لیاقت رضوی
(چک سلامت تحصیل و ضلع بہاولنگر)

Marfat.com

مآخذ ومراجع

1۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (194۔256ھ/810۔870ء)۔ صحیح بخاری۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

2۔ ابن اثیر، ابوالحسن علی بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد شیبانی جزری (555۔630ھ/1160۔1233ء)۔ أسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

3۔ احمد بن حنبل، ابوعبداللہ بن محمد (164۔241ھ/780۔855ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، 1398ھ/1978ء۔

4۔ [illegible] بن علی بن احمد وادیاشی (723۔804ھ)۔ تحفۃ المحتاج الی ادلۃ المحتاج۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: دار حراء، 1406ھ۔

5۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرہ (194۔256ھ/810۔870ء)۔ التاریخ الکبیر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

6۔ بزار، ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بصری (210۔292ھ/825۔905ء)۔ المسند۔ بیروت، لبنان: 1409ھ۔

7۔ بلاذری، احمد بن یحیی بلاذری۔ انساب الاشراف۔ مصر: دار المعارف۔

8۔ بلاذری، احمد بن یحیی بلاذری۔ فتوح البلدان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

9۔ بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ (384۔458ھ/994۔1066ء)۔ دلائل النبوہ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1405ھ/1985ء۔

10۔ بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ (384۔458ھ/994۔1066ء)۔ السنن الصغیر۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1412ھ/1992ء۔

11۔ بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ (384۔458ھ/994۔1066ء)۔ السنن الکبریٰ۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبہ دار الباز، 1414ھ/1994ء۔

12۔ بیہقی، ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ (384۔458ھ/994۔1066ء)۔ شعب الایمان۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1410ھ/1990ء۔

13۔ ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی (210۔279ھ/825۔892ء)۔ الجامع الصحیح۔ بیروت، لبنان: دار الغرب الاسلامی، 1998ء۔

14۔ ابن جارود، ابومحمد عبداللہ بن علی نیشاپوری (م 307ھ)۔ المنتقیٰ۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الکتاب الثقافیہ، 1408ھ/1988ء۔

15۔ ابن جوزی، ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبیداللہ (510۔579ھ/1116۔1201ء)۔ التحقیق فی الاحادیث الخلاف۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1994ء۔

Marfat.com

16۔ابن جوزی، ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد بن علی بن عبیداللہ (510۔579ھ/ 1116۔1201ء)۔مناقب امیر المومنین عمر بن خطاب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

17۔حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد (321۔405ھ/ 933۔1014ء)۔المستدرک علی الصحیحین۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1411ھ/ 1990ء۔

18۔حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد (321۔405ھ/ 933۔1014ء)۔المستدرک علی الصحیحین۔ مکہ، سعودی عرب: دار الباز للنشر و التوزیع۔

19۔ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (270۔354ھ/ 884۔965ء)۔الثقات۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، 1395ھ/ 1975ء۔

20۔ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (270۔354ھ/ 884۔965ء)۔الصحیح۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، 1414ھ/ 1993ء۔

21۔ابن حبان، ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان (270۔354ھ/ 884۔965ء)۔طبقات المحدثین باصبہان۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، 1412ھ/ 1992ء۔

22۔ابن حزم، قرطبی۔ حجۃ الوداع۔ ریاض، سعودی عرب: بیت الافکار الدولیہ للنشر والتوزیع، 1998ء۔

23۔حسینی، ابراہیم بن محمد (1054۔1120ھ)۔البیان والتعریف۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، 1401ھ۔

24۔حمیدی، ابوبکر عبداللہ بن زبیر (م 219ھ/ 834ء)۔المسند۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ + قاہرہ، مصر: مکتبۃ المتنبی۔

25۔ابن خزیمہ، ابوبکر محمد بن اسحاق (223۔311ھ/ 838۔924ء)۔الصحیح۔ بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، 1390ھ/ 1970ء۔

26۔خلال، ابوبکر احمد بن محمد بن ہارون بن یزید (234۔311ھ)۔السنۃ۔ ریاض، سعودی عرب: 1410ھ۔

27۔ابوداؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (202۔275ھ/ 817۔889ء)۔السنن۔ بیروت، لبنان: دار الفکر، 1414ھ/ 1994ء۔

28۔ابوداؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (202۔275ھ/ 817۔889ء)۔کتاب المراسیل۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، 1408ھ۔

29۔ابوداؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد ازدی سجستانی (202۔275ھ/ 817۔889ء)۔کتاب المراسیل۔ لاہور، پاکستان: مکتبۃ العلمیہ۔

30۔دار قطنی، ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان (306۔385ھ/ 918۔995ء)۔السنن۔ بیروت، لبنان: دار المعرفہ، 1386ھ/ 1966ء۔

31۔دارمی، ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمن (181۔255ھ/ 797۔869ء)۔السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، 1407ھ۔

32۔دیلمی، ابوشجاع شیرویہ بن شہردار بن شیرویہ بن فناخسرو ہمذانی (445۔509ھ/ 1053۔1115ء)۔الفردوس بماثور الخطاب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1986ء۔

33۔ابن راہویہ، ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن عبداللہ (161۔237ھ/ 778۔851ء)۔المسند۔ مدینہ منورہ، سعودی

Marfat.com

عرب: مکتبۃ الایمان، 1412ھ/1991ء۔

34۔رویانی، ابوبکر محمد بن ہارون (م 307ھ)۔المسند۔قاہرہ، مصر: مؤسسہ قرطبہ، 1416ھ۔

35۔زرقانی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری مالکی (1055۔1122ھ/1645۔1710ء)۔شرح المواہب اللدنیہ۔بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، 1417ھ/1996ء۔

36۔زرقانی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف بن احمد بن علوان مصری ازہری مالکی (1055۔1122ھ/1645۔1710ء)۔شرح الموطا۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، 1411ھ۔

37۔زیلعی، ابومحمد عبداللہ بن یوسف حنفی (م 762ھ)۔نصب الرایۃ لاحادیث الہدایہ۔مصر: دارالحدیث، 1357ھ۔

38۔ابن سعد، ابوعبداللہ محمد (168۔230ھ/784۔845ء)۔الطبقات الکبریٰ۔بیروت، لبنان: دار بیروت للطباعہ والنشر، 1398ھ/ 1978ء۔

39۔سیوطی، جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (849۔911ھ/1445۔1505ء)۔الدر المنثور فی التفسیر بالماثور۔بیروت، لبنان: دارالمعرفہ۔

40۔سیوطی، جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (849۔911ھ/1445۔1505ء)۔شرح سنن ابن ماجہ۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ۔

41۔سیوطی، جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان (849۔911ھ/1445۔1505ء)۔الدیباج۔الخبر، سعودی عرب: دار ابن عفان، 1416ھ/1996ء۔

42۔شافعی، ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان قرشی (150۔204ھ/767۔819ء)۔الام۔بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، 1393ھ۔

43۔شافعی، ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان قرشی (150۔204ھ/ 767۔819ء)۔السنن الماثورہ۔بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، 1406ھ۔

44۔شافعی، ابوعبداللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع قرشی (150۔204ھ/ 767۔819ء)۔المسند۔بیروت لبنان: دارالکتب العلمیہ

45۔شمس الحق، ابوطیب محمد عظیم آبادی۔عون المعبود شرح سنن ابی داؤد۔بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ، 1415ھ۔

46۔شوکانی، محمد بن علی بن محمد (1173۔1250ھ/1760۔1834ء)۔ارشاد الفحول۔بیروت، لبنان: دارالفکر، 1412ھ/1992ء۔

47۔شوکانی، محمد بن علی بن محمد (1173۔1250ھ/ 1760۔1834ء)۔فتح القدیر۔مصر: مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی واولادہ، 1383ھ/ 1964ء۔

48۔شوکانی، محمد بن علی بن محمد (1173۔1250ھ/1760۔1834ء)۔نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار۔بیروت، لبنان: دارالفکر، 1402ھ/ 1982ء۔

49۔شہاب، ابوعبداللہ محمد بن سلامہ بن جعفر بن علی بن حکمون بن ابراہیم بن محمد بن مسلم قضاعی (م 454ھ/1062ء)۔المسند۔بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، 1407ھ/1986ء۔

50۔شیبانی، ابوبکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد (206۔287ھ/822۔900ء)۔الآحاد والمثانی۔ریاض، سعودی عرب: دارالرایہ، 1411ھ/

Marfat.com

1991ء۔

51۔شیبانی، ابوبکر احمد بن عمرو بن ضحاک بن مخلد (206۔287ھ/822۔900ء)۔الزہد۔قاہرہ، مصر: دار الریان للتراث، 1408ھ۔

52۔شیبانی، ابوعبداللہ محمد بن حسن (123۔189ھ)۔الحجہ۔بیروت، لبنان: عالم الکتب، 1403ھ۔

53۔شیبانی، ابوعبداللہ محمد بن حسن (132۔189ھ)۔الحجہ۔لاہور، پاکستان: دار المعارف نعمانیہ۔

54۔شیبانی، ابوعبداللہ محمد بن حسن (132۔189ھ)۔المبسوط۔کراچی، پاکستان: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ۔

55۔ابن ابی شیبہ، ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابراہیم بن عثمان کوفی (159۔235ھ/776۔849ء)۔المصنف۔ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الرشد، 1409ھ۔

56۔طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب (260۔360ھ/873۔971ء)۔مسند الشامیین۔بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، 1405ھ/1984ء۔

57۔طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب (260۔360ھ/873۔971ء)۔المعجم الاوسط۔ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ المعارف، 1405ھ/1985ء۔

58۔طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب (260۔360ھ/873۔971ء)۔المعجم الصغیر۔بیروت، لبنان: دار الفکر، 1418ھ/1997ء۔

59۔طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب (260۔360ھ/873۔971ء)۔المعجم الکبیر۔موصل، عراق: مطبعۃ الزہراء الحدیثۃ۔

60۔طبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب (260۔360ھ/873۔971ء)۔المعجم الکبیر۔قاہرہ، مصر: مکتبہ ابن تیمیہ۔

61۔طبری، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (224۔310ھ/839۔923ء)۔تاریخ الامم والملوک۔بیروت، لبنان، دار الکتب العلمیہ، 1407ھ۔

62۔طبری، ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید (224۔310ھ/839۔923ء)۔جامع البیان فی تفسیر القرآن۔بیروت، لبنان: دار المعرفہ، 1400ھ/1980ء۔

63۔طیالسی، ابوداؤد سلیمان بن داؤد جارود (133۔204ھ/751۔819ء)۔المسند۔بیروت، لبنان: دار المعرفہ۔

64۔ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد (368۔463ھ/979۔1071ء)۔الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب۔بیروت، لبنان: دار الجیل، 1412ھ۔

65۔ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد (368۔463ھ/979۔1071ء)۔التمہید۔مغرب (مراکش): وزارت عموم الاوقاف والشؤون الاسلامیہ، 1387ھ۔

66۔عبدالرزاق، ابوبکر بن ہمام بن نافع صنعانی (126۔211ھ/744۔826ء)۔المصنف۔بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، 1403ھ۔

67۔عبد بن حمید، ابومحمد بن نصر کسی (م249ھ/863ء)۔المسند۔قاہرہ، مصر: مکتبۃ السنہ، 1408ھ/1988ء۔

68۔عسقلانی، احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (773۔852ھ/1372۔1449ء)۔الاصابہ فی تمییز الصحابہ۔بیروت، لبنان دار الجیل، 1412ھ/1992ء۔

69۔عسقلانی، احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (773۔852ھ/1372۔1449ء)۔تلخیص الحبیر۔مدینہ منورہ، سعودی عرب 1384ھ/1964ء۔

70۔عسقلانی، احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (773۔852ھ/1372۔1449ء)۔تہذیب التہذیب۔بیروت، لبنان: دار

Marfat.com

الفکر، 1404ھ/ 1984ء۔
71۔عسقلانی، احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (773۔852ھ/ 1372۔1449ء)۔الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ۔
72۔عسقلانی، احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (773۔852ھ/ 1372۔1449ء)۔فتح الباری۔لاہور، پاکستان: دارنشر الکتب الاسلامیہ، 1401ھ/ 1981ء۔
73۔عسقلانی، احمد بن علی بن حجر بن محمد بن محمد بن علی بن احمد کنانی (773۔852ھ/ 1372۔1449ء)۔ہدی الساری مقدمہ فتح الباری۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، 1379ھ۔
74۔ابوعوانہ، یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زید نیشاپوری (230۔316ھ/ 845۔928ء)۔المسند۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، 1998ء۔
75۔ابن قدامہ، ابومحمد عبداللہ بن احمد مقدسی (م620ھ)۔المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل الشیبانی۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، 1405ھ۔
76۔ابن قدامہ، ابومحمد عبداللہ بن احمد مقدسی (م620ھ)۔المقنع۔المطبعۃ السلفیہ۔
77۔قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد بن محمد بن یحیٰی بن مفرج اُموی (284۔380ھ/ 897۔990ء)۔الجامع لاحکام القرآن۔ بیروت، لبنان: دار احیاء التراث العربی۔
78۔کاسانی، علاؤالدین ابوبکر (م587ھ)۔بدائع الصنائع۔ بیروت، لبنان: دارالکتاب العربی، 1982ء۔
79۔کاسانی، علاؤالدین ابوبکر (م587ھ)۔بدائع الصنائع۔کراچی، پاکستان: ایچ ایم سعید کمپنی۔
80۔ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (701۔774ھ/ 1301۔1373ء)۔البدایہ والنہایہ۔ بیروت، لبنان: دارالفکر، 1419ھ/ 1998ء۔
81۔ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی (701۔774ھ/ 1301۔1373ء)۔تفسیر القرآن العظیم۔ بیروت، لبنان: دارالمعرفہ، 1400ھ/ 1980ء۔
82۔کنانی، احمد بن ابی بکر بن اسماعیل (762۔840ھ)۔مصباح الزجاجۃ فی زوائد ابن ماجہ۔ بیروت، لبنان: دارالعربیہ، 1403ھ۔
83۔مالک، ابن انس بن مالک رضی اللہ عنہ بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (93۔179ھ/ 712۔795ء)۔المدونۃ الکبریٰ۔ بیروت، لبنان: دارصادر۔
84۔مالک، ابن انس بن مالک رضی اللہ عنہ بن ابی عامر بن عمرو بن حارث اصبحی (93۔179ھ/ 712۔795ء)۔المدونۃ الکبریٰ۔ بیروت، لبنان: دارالفکر للطباعہ والنشر والتوزیع، 1980ء۔
85۔ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید قزوینی (209۔273ھ/ 824۔887ء)۔السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1419ھ/ 1998ء۔
86۔مبارک پوری، ابوالعلا محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم (1283۔1353ھ)۔تحفۃ الاحوذی۔ بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ۔
87۔محلی، جلال الدین محمد بن احمد بن محمد بن ابراہیم بن احمد بن ہاشم (791۔864ھ/ 1389۔1459ء)۔+ سیوطی۔تفسیر الجلالین۔کراچی، پاکستان: تاج کمپنی لمیٹڈ۔
88۔مرغینانی، برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر۔الہدایہ۔کراچی، پاکستان: محمد علی کارخانہ اسلامی کتب۔

Marfat.com

89۔مزی، ابوالحجاج یوسف بن زکی عبدالرحمٰن بن یوسف بن عبدالملک بن یوسف بن علی (654۔742ھ/1256۔1341ء)۔تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف۔ممبئی، بھارت: الدار القیمہ + بیروت، لبنان: المکتب الاسلامی، 1403ھ/1983ء۔

90۔مزی، ابوالحجاج یوسف بن زکی عبدالرحمٰن بن یوسف بن عبدالملک بن یوسف بن علی (654۔742ھ/1256۔1341ء)۔تہذیب الکمال۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، 1400ھ/1980ء۔

91۔مقدسی، ابوعبداللہ بن محمد بن مفلح (717۔762ھ)۔الفروع۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1418ھ۔

92۔مقدسی، محمد بن عبدالواحد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن اسماعیل بن منصور سعدی حنبلی (م569۔643ھ1173۔1245ء)۔الاحادیث المختارہ۔ مکہ مکرمہ، سعودی عرب: مکتبۃ النہضۃ الحدیثہ، 1410ھ/1990ء۔

93۔مناوی، عبدالرؤف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین (952۔1031ھ/1545۔1621ء)۔فیض القدیر شرح الجامع الصغیر۔ مصر: مکتبہ تجاریہ کبریٰ، 1356ھ۔

94۔ابن مندہ، ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن یحییٰ (310۔395ھ/922۔1005ء)۔الایمان۔ بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، 1406ھ۔

95۔منذری، ابومحمد عبدالعظیم بن عبدالقوی بن عبداللہ بن سلامہ بن سعد (581۔656ھ/1185۔1258ء)۔الترغیب والترہیب۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1417ھ۔

96۔نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار (215۔303ھ/830۔915ء)۔السنن۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1416ھ/1995ء۔

97۔نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن سنان بن بحر بن دینار (215۔303ھ/830۔915ء)۔السنن الکبریٰ۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1411ھ/1991ء۔

98۔ابونعیم، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (336۔430ھ/948۔1038ء)۔حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء۔ بیروت، لبنان: دار الکتاب العربی، 1400ھ/1980ء۔

99۔ابونعیم، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (336۔430ھ/948۔1038ء)۔مسند الامام ابی حنیفہ۔ ریاض، سعودی عرب: مکتبۃ الکوثر، 1415ھ۔

100۔ابونعیم، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصبہانی (336۔430ھ/948۔1038ء)۔المسند المستخرج علی صحیح مسلم۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ، 1996ء۔

101۔نووی، ابوزکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (631۔677ھ/1233۔1278ء)۔تہذیب الاسماء واللغات۔ بیروت، لبنان: دار الکتب العلمیہ۔

102۔نووی، ابوزکریا یحییٰ بن شرف بن مری بن حسن بن حسین بن محمد بن جمعہ بن حزام (631۔677ھ/1233۔1278ء)۔شرح صحیح مسلم۔ کراچی، پاکستان: قدیمی کتب خانہ، 1375ھ/1956ء۔

103۔نووی، ابوعبدالمعطی محمد بن عمر بن علی جاوی۔نہایۃ الزین۔ بیروت، لبنان: دار الفکر۔

104۔واسطی، اسلم بن سہل (م292ھ)۔تاریخ واسط۔ بیروت، لبنان: عالم الکتب، 1406ھ۔

105۔واقدی، محمد بن عمر بن واقد۔المغازی۔ بیروت، لبنان: نشر دانش اسلامی، 1405ھ۔

Marfat.com

106۔ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک حمیری (م 213ھ/828ء)۔السیرۃ النبویہ۔بیروت، لبنان: دارالجیل، 1411ھ۔
107۔ابن ہمام، کمال الدین بن محمد بن عبدالواحد (م 681ھ)۔فتح القدیر۔کوئٹہ، پاکستان: مکتبہ رشیدیہ۔
108۔ہندی، علاءالدین علی متقی حسام الدین (م 975ھ)۔کنزالعمال۔بیروت، لبنان: مؤسسۃ الرسالہ، 1399ھ/1979ء۔
109۔ہیثمی، نورالدین ابوالحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (735۔807ھ/1335۔1405ء)۔مجمع الزوائد۔قاہرہ، مصر: دارالریان للتراث + بیروت، لبنان: دارالکتاب العربی، 1407ھ/1987ء۔
110۔ہیثمی، نورالدین ابوالحسن علی بن ابی بکر بن سلیمان (735۔807ھ/1335۔1405ء)۔موارد الظمآن إلی زوائد ابن حبان۔بیروت، لبنان: دارالکتب العلمیہ۔
111۔ابویعلیٰ، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (210۔307ھ/825۔919ء)۔المسند۔دمشق، شام: دارالمامون للتراث، 1404ھ/1984ء۔
112۔ابویعلیٰ، احمد بن علی بن مثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال موصلی تمیمی (210۔307ھ/825۔919ء)۔المعجم۔فیصل آباد، پاکستان: ادارۃ العلوم و الاثریہ، 1407ھ۔
113۔تاریخ بغداد، احمد بن علی بن ثابت المعروف خطیب بغدادی۔دارالکتب، بیروت۔

Marfat.com